UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226297

UNIVERSAL
LIBRARY

بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی

جلد دوسری غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ شامی کی اعانت سے کیا تھا بہ ترمیم و تصحیح مولوی محمد احسان اللہ صاحب فرنگی محلی و بحق تحفظ مطبع ہذا

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے ل سکتی ہی جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحے جو سادے ہین اُنمین بعض کتب فقہ اُردو و فارسی و عربی و اصول فقہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

کتب فقہ اُردو

راہ نجات۔ از مولوی محمد علی مسائل نماز و روزہ و طریقۂ نکاح خوانی مع خطبۂ نکاح۔

مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری

حقیقۃ الصلوٰۃ ہی رسالہ بے نمازان از مولوی عبداللہ۔

کشف الحاجات۔ اُردو ترجمۂ مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین۔

ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ۔

(۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد دی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل۔ مولفہ مولوی عبداللہ بن عبد السلام۔

شرح محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ از مولوی سید محمد و محمد طیب۔

حیرۃ الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری

جواب السائلین۔ تحقیقات مسائل مطلوبۂ مستفتا مولفہ مولوی لال محمد۔

تحفۃ المومنین۔ از مولوی قربان علی۔

نور الہدایہ اُردو ترجمہ شرح وقایہ جلدین اولین عبادات مین از مولوی وحید الزمان۔

ایضاً۔ اُردو ترجمۂ جلدین آخرین شرح وقایہ کا معاملات مین

کنز الدقائق اُردو مسمی بہ تحفۃ العجم۔ از مولوی محمد سبحان۔

رسالہ چار باب۔ اُردو ترجمہ از مولوی کفایت اللہ

چہل مسائل فقہ۔ از مولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری۔

اشرف المسائل معروف بہ جواہر اشرف از مولوی اشرف علی خان

رسالہ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمران

احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق۔ جو مسائل ضروریہ فقہ مین بہت مستند ہی کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک کے لابدی اور ضروری مسئلے صاف صاف عبارت اُردو مین مرقوم ہین مترجمہ مولوی محمد احسن صدیقی۔

فقہ فارسی

بدائع منظوم۔ از مولوی ناظم علی

نام حق۔ از شرف الدین بخاری۔

مائۃ مسائل۔ از مولوی احمد اللہ۔

شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیۂ ملتقی الابحر از مولوی عبد الحق محدث دہلی و حاشیہ از مولوی ابراہیم۔

شرح مختصر وقایہ گورمیری۔ فارسی از جلال الدین مرقندی۔

مسلک المتقین منظوم۔ علمائے ولای اسمین مسائل فقہ حنفیہ کے کار آم ضروری مندرج کیے ہین مصنفہ مولوی الہ یار خان۔

فتاوائے برہنہ۔ اسمین مسائل فقہیہ ہی مصنفہ مفتی محمد نصیر الدین۔

بناء الاسلام فی احکام الصیام شیعہ امامیہ کی کتاب ہی۔

ہدایہ۔ مع ترجمہ و شرح حل المتن منقول از مطبوعہ کلکتہ جو چند علمائے نامدار سے باتفاق رائے مدون کیا یہ کتاب مختارکار و وکلا کے لیے مفید ہی چار جلد ہین۔

۱۔ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲۔ جلد دوم۔ کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔

۳۔ جلد سوم کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک۔

۴۔ جلد چہارم کتاب الشفعہ سے مسائل شتی تک۔

فہرست جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲	کتاب النکاح		اس عورت کی طلاق کا بیان جسکی صحبت نہ کی ہو	۲۰۰	فرق درمیان ارادت و تملیک
	یعنے نکاح کے احکام	۱۱۸	باب الکنایات یعنے ایسے الفاظ کا بیان جن سے طلاق	۲۰۳	باب اللعان یعنے میان بیوی کا ایک دوسرے کو لعنت کرنا
۱۱	فصل فی المحرمات یعنے جو عورتیں دیر حرام ہین انکا بیان		مین شبہ ہے اور بے نیت طلاق واقع نہین	۲۰۶	قضاء قاضی دران مذہب خود غیر نافذ
۱۲	سوال وجواب لطیف	۱۲۴	مسئلہ نحویہ لطیفہ	[illegible]	بیگانہ بچہ کو اپنا کہنا اور اپنے بچہ سے انکار کرنا حرام ہے
۱۳	مسئلہ عجیب	؍؍	باب تفویض الطلاق یعنے غیر شخص کو طلاق	۲۰۷	باب العنین وغیرہ یعنے شوہر کے نامرد وغیرہ ہونیکے احکام
۱۸	حضرت شبلی کی حکایت کہ جنی اور انسی عورت کا نکاح انکے نزدیک درست نہین		کے سپرد کرنے کا بیان	[illegible]	باب العدۃ یعنے نکاح کے جاتے رہنے کے بعد عورت کے
۲۴	باب الولی یعنے جسکو ولایت نکاح کردینے کی ہو اسکا بیان	۱۳۱	باب الامر بالید یعنے طلاق کو عورت کے اختیار مین دینا		توقف کرنے کا بیان
۲۷	تشہیر نکاح و زفاف کے وقت مستحب ہے	۱۳۴	فصل فی المشیۃ یعنے طلاق کو عورت کی خواہش پر	[illegible]	حکایت عجیبہ
۳۶	باب الکفاءۃ یعنے ہمسری کا بیان		رکھنے کا ذکر	۲۲۰	عدت الیاس [illegible] برسون مین ہوتی ہے
۴۱	باب المہر یعنے مہر کے احکام	۱۳۸	باب التعلیق یعنے طلاق کو کسی شرط پر موقوف کرنے کا بیان	۲۲۸	فصل فی الحداد یعنے عورت کے سوگ کرنے کا
۶۲	باب نکاح الرقیق یعنے غلام کے نکاح کا بیان	۱۳۹	فائدہ عجیبہ		ذکر بعد وفات شوہر کے
۶۶	مسئلہ عجیب	۱۴۲	مسئلہ عجیب	[illegible]	فصل فی ثبوت النسب یعنے نسب کے ثابت ہونے کا بیان
۷۱	باب نکاح الکافر یعنے کافر کے نکاح کا بیان	۱۴۳	رعایت متون اور شروح کی فتاوی پر مقدم ہے	[illegible]	جواز کرامت طی الارض
۷۷	باب القسم یعنے عورتون مین برابری کرنے کے احکام	۱۴۸	اختلاف تصحیح قولین مین جمع ہو تو [illegible]	؍؍	فرق معجزہ و کرامت
۸۱	باب الرضاع یعنے دودھ پینے کے احکام	۱۴۹	مسئلہ متن خلاف مفتیٰ ہے	۲۴۳	باب الحضانۃ یعنے بچے کی پرورش کے احکام
۹۰	کتاب الطلاق	۱۵۰	تکثیر وجوہ استتار طلاق	۲۴۷	رضاعی رشتے حضانت مین مثل اجنبی ہین
	یعنے عورت کو نکاح سے باہر کرنے کے احکام	۱۵۵	باب طلاق المریض یعنے بیمار کے طلاق	۲۵۲	باب النفقۃ یعنے طعام ولباس ومکان
۹۶	باب الطلاق الصریح یعنے صریح طلاق کا بیان		دینے کے احکام		کا دینا کسکے لئے کس پر واجب ہے
۹۷	عدم وقوع طلاق بدون اضافت الی الزوجہ	۱۶۱	باب الرجعۃ یعنے طلاق سے رجوع کرنیکا بیان	۲۵۷	امور خانہ داری زوجہ پر دیانت کی راہ سے واجب
؍؍	فرق در طلاق بائن ورجعی	۱۶۹	حیلہ حلالہ کرنیکا دوسرے شوہر کی طلاق کے لئے		ہین اثاث البیت اور ضروریات زوج پر واجب ہین
۱۰۵	طریق ثبوت احکام شرعیہ کے چار ہین	۱۷۲	باب الایلاء یعنے مرد کے قسم کھانے کا ذکر	۲۶۰	زینت زوجین کی ایک دوسرے کے لئے
۱۰۶	یوم سے نہار اور وقت کس وقت مراد ہوتا ہے		اس بات پر کہ عورت کے پاس نہ جاویگا یعنے صحبت نہ کریگا	۲۷۶	ماں کو دودھ پلانا بچہ کا دیانۃ ہے نہ قضاءً
۱۱۱	بیان حکم جنس افرادی وضعی	۱۸۹	باب الخلع یعنے کچھ مال لیکر عورت کے طلاق دینے کا ذکر	۲۸۰	شیعے تبرائی مرتد ہین
۱۱۲	طلاق مغلظہ کے بعد نکاح فاسد مین حاجت حلالہ کی نہین	۱۹۰	باب الظہار یعنے عورت کو ماں بہن وغیرہ سے تشبیہ کرنیکا بیان	۲۸۵	کتاب العتق
؍؍	باب الطلاق غیر المدخول بہا یعنے	۱۹۵	باب الکفارۃ یعنے ظہار کے کفارہ کا بیان		یعنے غلام کے آزاد کرنے کے احکام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۴	دو غلے حیوانات کے گوشت وقربانی میں ماں کا اعتبار ہے	۴۱۰	باب الوطی الذی یوجب الحد یعنے اس وطی کا بیان جس سے حد واجب	۵۲۹	باب البغاۃ یعنے باغیوں کا بیان
۲۹۷	باب عتق البعض یعنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کرنے کا بیان	۴۱۷	باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنها یعنے زنا پر گواہی	۵۳۰	کفر روافض
۳۰۸	باب الحلف بالعتق یعنے آزادی کی قسم کھانے کا ذکر		دینے اور گواہی دیکر اس سے پھر جانے کا بیان	۵۳۳	کتاب اللقیط یعنے لاوارث بچہ پانے کے احکام
۳۰۹	باب العتق علی جعل یعنے آزاد کرنا بشرط مال کے	۴۲۱	باب حد الشرب المحرم یعنے شراب حرام کی سزا کا بیان	۵۳۶	کتاب اللقطۃ یعنے پڑی چیز پانے کے احکام
۳۱۰	عتق علی المال کتابت سے بیس باتوں میں جدا ہے	۴۲۴	باب حد القذف یعنے تہمت زنا کی سزا کا بیان	۵۳۹	حیلہ اسقاط ان حقوق کا جنکے حقدار معلوم نہوں
۳۱۴	باب التدبیر یعنے مدبر کرنے کے احکام	۴۳۲	باب التعزیر یعنے حد سے کمتر ادب کا بیان	۵۴۰	کتاب الاباق یعنے غلام بھگنے کے احکام
۳۱۵	مدبر کرنا چار طرح کے الفاظ سے ہے	۴۴۰	قاعدہ دریافت تعزیر وعدم تعزیر	۵۴۲	کتاب المفقود یعنے اس شخص کا بیان جسکے مرنے جینے کی کچھ خبر نہو
۳۱۹	باب الاستیلاد یعنے لونڈی کو ام ولد بنانے کا ذکر	۴۴۳	حکم انتقال از مذہب بمذہب	۵۴۵	وقت ضرورت میں امام مالک کے قول پر فتویٰ دینا مضائقہ نہیں
۳۲۱	حق تلفی ذمی اور جانوروں کی سخت تر ہے	۴۴۵	کتاب السرقۃ	۵۴۶	کتاب الشرکۃ یعنے کسی چیز میں شریک ہونے کے احکام
۳۲۶	کتاب الایمان		یعنے چوری کا بیان	۵۴۹	مسائل مہایاۃ یعنے باری مقرر کرنے کے
	یعنے قسم کھانے کے احکام	۴۵۷	باب کیفیۃ القطع واثباتہ یعنے ہاتھ کاٹنے کی	۵۵۰	شرکت مفاوضہ
۳۳۰	قرآن کی قسم یمین ہے		کیفیت اور اسکے ثابت کرنے کا بیان	۵۵۳	احکام شرکت عنان
۳۴	شرائط نذر	۴۶۲	باب قطع الطریق یعنے رہزنی کا بیان	۵۵۷	شرکت تقبل کا بیان
۳۴۳	باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان	۴۶۴	کیفیت سولی دینے کی	۵۵۸	شرکت وجوہ کا بیان
	یعنے اندر جانے اور باہر آنے وغیرہ کے باب میں قسم کا بیان	۴۶۶	کتاب الجہاد	۵۵۹	استحقاق نفع نہیں ہوتا بجز تین باتوں کے
۳۵۳	یمین فور ایجاد امام اعظم رح ہے		یعنے دینی لڑائی کا بیان	״	فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ یعنے شرکت فاسدہ کے احکام
۳۵۴	باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام	۴۷۲	باب المغنم وقسمتہ یعنے لوٹ اور اسکی تقسیم کا بیان	״	چند بھائی باپ کی میراث میں تجارت کرتے ہیں تو سبکا
	یعنے کھانے اور پینے اور پہننے اور گفتگو کی قسموں کا بیان	۴۷۹	فصل فی کیفیۃ القسمۃ یعنے کیفیت غنیمت کی تقسیم کی	״	حصہ برابر ہوگا گو عمل وتدبیر میں مختلف ہوں
۳۶۷	سوال للیث محمد بن حسن از امام اعظم رح	۴۸۳	نفل لانا مستحب میں بھی مستعمل ہوتا ہے	۵۶۱	کتاب الوقف
۳۷۲	امام اعظم رح نے چودہ مسئلوں میں فرمایا کہ انکا جواب میں نہیں جانتا	۴۸۵	باب استیلاء الکفار یعنے کفار کے غالب ہونے کے احکام		یعنے وقف کے احکام
۳۷۴	باب الیمین فی الطلاق والعتاق	۴۸۸	باب المستامن یعنے امن لیکر آنے والے کے احکام	۵۸۰	فصل یعنے وقف کرنے والے کے شرائط کی رعایت کرنے کا بیان
	یعنے طلاق اور آزادی کی قسم کھانے کا بیان	۴۹۰	فصل فی استیمان الکافر یعنے کافر کے امن مانگنے کے احکام	۵۹۵	فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد یعنے وہ مسائل
۳۷۹	باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوۃ	۴۹۳	دار الاسلام کس صورت میں دار الحرب ہوتا ہے		جو متعلق ہیں اولاد پر وقف کرنے سے
	وغیرہا یعنے خرید وفروخت اور روزہ نماز وغیرہ کی قسم کا بیان	۴۹۴	باب العشر والخراج والجزیۃ یعنے پیداوار کے دسویں [illegible]	۵۹۰	اختلاف دو گواہوں کا مانع قبول شہادت ہے مگر اکتالیس مسئلوں میں
۳۹۱	باب الیمین فی الضرب والقتل یعنے مارپیٹ اور کشت	۵۰۲	فصل فی الجزیۃ یعنے جزیہ کی مقدار وغیرہ کا بیان	۶۰۳	چپ رہنا مثل بولنے کے ہے مگر چند مسائل میں
	وخون کی قسم کا بیان	۵۱۱	تفسیر رزق وعطا ووجامکیہ	۶۰۵	منکر سے قسم نہ لیجاوے اکتیس [illegible] میں
״	تحقیق سماع اموات	۵۱۲	باب المرتد یعنے دین اسلام سے پھرنے والے کے احکام	۶۱۱	قاضی کا حکم مجتہد فیہا امر میں نافذ ہوجاتا ہے
۴۰۰	کتاب الحدود	۵۱۳	جن باتوں سے آدمی کافر ہوجاتا ہے انکا ذکر		مگر چند مسائل میں
	یعنے چوری اور زنا وغیرہ کی سزا کے احکام	۵۲۶	حرمت رقص باتباع فقہاء اربعہ		

بعون صانع مکین و مکان فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد لله والمنة کہ ربع اول فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی

جلد دوسری غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے احوال کے ساتھ کیا تھا تصحیح و تکمیل بتحفظ حق تصنیف افضل العلماء جناب محمد احسن صدیقی نانوتوی

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وشفیع المذنبین سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

کتاب النکاح

کتاب النکاح

کتاب النکاح لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام الی الآن تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان یہ کتاب ہے مسائل نکاح مین نہین کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانون کے واسطے جو شروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے ابتک پھر بہشت مین دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنے نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہین انمین نسخ کو گنجائش نہین نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ دونون مین مال کی حاجت ہے وھو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل بجواز ذکوریتہ والوثنیۃ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیۃ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہے یعنے ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنے حلال ہو نفع لینا مرد کا اس عورت سے کہ نہین روکتا اسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا عورت کی قید سے مرد اور خنثی مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہین نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتین نکل گئین اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز رکھا ہے حسن بصری نے نکاح جنیہ کا گواہون سے کذا فی القنیہ قصداً اخرج ما یفید الحل ضمناً کشراء امۃ للتسری یعنے بالقصد تمتع کا فائدہ بخشنے اسکا نام نکاح ہے نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمناً جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنانے کے واسطے یعنے وطی کے لیے تو یہان اگرچہ یہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمناً ثابت ہے تو اس حلت ضمنی کا شرع مین نکاح نام نہین وعند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب والسنۃ مجرداً عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجاً غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازاً اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہے یعنے جماع مین اور مجاز ہے عقد مین تو جہان آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث مین خالی قرائن سے تو وہان جماع مراد ہوگا یعنے اس واسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف مین ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنے نہ جماع کرو تم جنکو تمہارے باپون نے جماع کیا جماع

عام ہی حلال ہو یا حرام تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر حرام ٹھہری بخلاف اس آیت کے کہ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یعنے عورت مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کو حلال نہین ہوتی وقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہو اول شوہر کا اس آیت مین نکاح سے جماع مراد نہین بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت کے یعنے اسناد نکاح کی عورت کی طرف یہ قرینہ ہو کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہین کیونکہ عورت مفعول ہو نہ فاعل اور ممکن اس سے عقد ہو نہ جماع کرنا مگر یہ اعتبار مجاز کے کوئی شبہہ نہ کرے کہ مطلقہ ثلثہ شوہر اول پر جب حلال ہو کہ شوہر ثانی اس سے جماع کرے اور اس آیت سے فقط نکاح کافی معلوم ہوتا ہو اسواسطے کہ مشروط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ سے ثابت ہو نہ اس آیت سے ویکون واجبًا عند التوقان فان تیقن الزنا الا به فرض نہایہ وهذا اذا ملک المهر والنفقة والا فلا اثم بترکه بدایع اور ہوتا ہو نکاح واجب وقت غلبہ شہوۃ کے پس اگر یقین ہو جاوے زنا کا بدون نکاح کے تو نکاح فرض ہو کذا فی النہایہ اور یہ وجوب اور فرضیت اس وقت ہو کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہین تو اسکے ترک سے گناہ نہین کذا فی البدائع ویکون سنة مؤكدة فی الاصح فیاثم بترکه ویثاب ان نوی تحصینا وولدا حال الاعتدال ای القدرة علی وطء ومهر ونفقة ورجح فی النهر وجوبه للمواظبة علیه والانکار علی من رغب عنه اور ہوتا ہو نکاح سنت مؤکدہ بنا بر مذہب اصح کے تو گنہگار ہوگا اسکے ترک سے اور ثواب پاویگا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہو حالت اعتدال مین یعنے جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر اور اگر قادر نہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہین سو اسکا نکاح بھی سنت مؤکدہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اور ترجیح دی نہر الفائق مین نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اسپر جو نکاح سے اعراض کرے صحیحین مین وارد ہو حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح کرتا ہون عورتون سے جو میری سنت کی رغبت نرکھے وہ میرے طریق پر نہین لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہین ہو سکتی جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہو اسواسطے کہ انکار اس حدیث مین تارک نکاح پر نہین بلکہ بے رغبت پر ہو اور واجب وہ ہو جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروها لخوف الجور فان تیقنه حرم اور نکاح مکروہ ہی بسبب خوف ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اس وقت نکاح حرام ہو محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا یعنے نکاح مباح کو نکاح مباح اس وقت ہوتا ہو جب خوف عجز کا ہو واسطے حقوق کے کذا فی المجتبی وندب اعلانه وتقدیم خطبة اور مستحب ہو نکاح کو ظاہر کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا جامع ترمذی مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشہور کرو نکاح کو مسجدون مین اور دف بجاؤ تو معلوم ہوا کہ اعلان شان نکاح ہو اور اخفا خاصۂ زنا ہو وکونه فی مسجد یوم الجمعة بعاقد رشید وشهود عدول والاستدانة له والنظر الیها قبله اور مستحب ہو ہونا نکاح کا مسجد مین اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہو اور نکاح از قسم عبادت ہو مستحب ہو جمعہ کے دن بواسطہ عاقد ہوشیار اور متقی گواہون کے تاکہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو اسواسطے کہ گواہون کی عدالت امام شافعی کے نزدیک شرط ہو اور مستحب ہو قرض لینا نکاح کے واسطے یعنے تو انگری بھی قرض لے اسواسطے کہ حق تعالے اسکے ادا کا ضامن ہو کذا فی البحر اور مستحب ہو نظر کر لینا عورت کی طرف نکاح سے پہلے تاکہ الفت ہو اور اگر نہ دیکھیگا تو شاید افسوس کرے سو چہرہ اور دونون ہتھیلیان دیکھ لے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اسی وقت درست ہو جب طرف ثانی سے امید نکاح کر دینے کی ہو تو کروب وغیرہ کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہین کہ ظاہر مین نکاح ہونا متصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکونها دونه سنًّا وحسبًا وعزًّا ومالًا اور مستحب ہو ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر مین اور حسب مین اور عزت مین اور مال مین حسب فضائل آبائی کا نام ہو کذا فی القاموس جیسے علما اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہوگی تو شوہر اسکی نظر مین ذلیل ہوگا وفوقه خلقًا وادبًا وورعًا وجمالًا اور مستحب ہو ہونا عورت کا زیادہ تر شوہر سے اخلاق مین اور ادب مین اور پرہیزگاری مین اور حسن مین بحر الرائق مین کہا کہ مرد نکاح کرے

ع
حدیث عسیلہ یہ ہے
کہ رفاعہ نے اپنی
زوجہ کو طلاق دی
مغلظہ دی تھی
اُسنے دوسرے شوہر
سے نکاح کر لیا اور
حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے
[illegible]
[illegible]
کیا [illegible] فرمایا
کیا تو رفاعہ کے پاس
جایا چاہتی ہے
عرض کیا کہ ہان
فرمایا کہ یہ نہین
ہو سکتا جبتک
تو اسکا اور وہ
تیرا عسیلہ نہ چکھ
لے یعنے مزہ صحبت
۱۲

اُس عورت سے جو نسب اور حسب اور دینداری مین مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد مین اکثر منتقل ہوتے ہین اور خوبصورت کمینی عورت سے نکاح نہ کرے اور کنواری اور کم خرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لنبی دُبلی اور ٹھنگنی بدشکل سے اور نہ بدخلق اور اولاد والی اور نہ بڑی عمر والی اور نہ لونڈی سے باوجود قدرت حُرّہ کے اور نہ حُرّہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہیے کہ شوہر دیندار نیک بخت سخی مقدور والے کو اختیار کرے اور فاسق سے نکاح نہ کرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڈھے مرد کے نکاح مین نہ دے اور نہ بدشکل کو دے کذا فی حاشیۃ المدنی وھل یکرہ الزفاف المختار لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ اور کیا مکروہ ہے زفاف یعنے عورت کا پہونچانا اُسکے خاوند کے پاس روایت مختار یہ ہے کہ مکروہ نہین جب کوئی مفسدہ دینی نہو جیسے اختلاط مردون کا عورتون سے اور خوش طبعی سے کسیکو ذلیل کرنا یا بڑائی مارنا ھ فقط زفاف لائق اختلاف کے نہین کہ کوئی جائز رکھے اور کوئی مکروہ تو مراد زفاف سے یہان عورتون کا اجتماع ہے اسواسطے کہ شب زفاف مین عورتون کا جمع ہونا عرف مین لازم ہے اور بعضون نے کہا کہ مراد زفاف بے اعلان دف بجاکے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان مین رواج ہے کہ شب زفاف مین دولہن کو دولھا کے پاس پردے مین پہونچا کر عورتین جھانکا کرتی ہین سو بلاشبہ مکروہ بلکہ حرام ہے وینعقد مُلتبسا بایجاب من احدھما وقبول من الاخر وضعا للمضی لان الماضی ادل علی التحقیق کزوجت نفسی او بنتی او موکلتی منک ویقول الاخر تزوجت اور نکاح منعقد اور بندھتا ہے یعنے گٹھتا ہے جب ملے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے قبول سے درانحالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہون فعل ماضی کے واسطے اسواسطے کہ فعل ماضی خوب تر دلالت کرتا ہے تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانہ حال کی کچھ حقیقت نہین کہ وہ مرکب ہے ماضی اور استقبال سے اور زمانہ مستقبل وقت تکلم کے معدوم المضمون ہے اسواسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ ماضی کا معین ہوا جیسے کوئی کہے نکاح کیا مین نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا تجھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہین مرد کہے یا عورت اور دوسرا کہے مین نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہین خواہ مرد کہے خواہ عورت زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور زوجت ابنتی ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدھما له ای للمضی والاخر ای للاستقبال او للحال فالاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او کونی امرأتی اور بھی منعقد ہوتا ہے نکاح اُن دو لفظون سے کہ اُنمین ایک تو موضوع ہو ماضی کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنے استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہے جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے کہ میرا نکاح کردے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کردے یا یون کہے کہ تو میری جورو ہو جا فانہ لیس بایجاب بل توکیل ضمنی فاذا قال فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین وبہ الفتیہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہین بلکہ ضمنا دوسرے کو وکیل کرنا ہے اپنے نکاح کے واسطے یعنے جب زوجنی کہا تو درضمن امر کے گویا مطلب یہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہو کر میرا نکاح کردے پھر جب دوسرے شخص نے کہا اُسی مجلس مین کہ مین نے نکاح کردیا یا قبول کیا یا مان لیا بسمع وطاعت تو یہ قبول قائم ہوگیا بجاے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہوگیا وقیل ھو ایجاب و وجہ فی البحر اور بعضون نے مثل قاضی خان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہے توکیل نہین اور ترجیح دی ہے اس قول ثانی کو بحر الرائق مین والثانی المضارع المبدو بھمزۃ او نون او تاء کتزوجینی نفسک اذا لم ینو الاستقبال اور دوسرا لفظ مضارع کا جو مصدر بہمزہ ہو جیسے اتزوجک یا مصدر بنون جیسے نتزوجک یا مصدر بتا ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اسیوقت نکاح منعقد ہوگا جب متکلم استقبال کے معنی کا ارادہ نہ کرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدہ نکاح ہوگا نہ ایقاع نکاح وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح اور اسی طرح نکاح منعقد ہوتا ہے اسم فاعل بمعنی حال سے جیسے کہ کہے مین اب تیرے ساتھ نکاح کرنے والا ہون یا یون کہے کہ مین آیا تیرے پاس منگنی کرنے والا اسواسطے نکاح صحیح ہوگا کہ مول چکانا نکاح مین جاری اور مروج نہین بخلاف بیع کے کہ وہان فقط انا مشتری

رضا و رغبت ۱۲

مین خریدار ہون ۱۲

یا جبتک مشتری اسے اور بعد اسکے بائع کے یون کہنے سے کہ لیتک بیع منعقد نہین ہوئی جبتک اسکے بعد اشتریت نہ کہے اسواسطے کہ بیع مین مول چکانا اور قیمت ٹھہرانا
تیرے پاس نہ پیدا ہوا گرانا ہو مین نے تیرے ہاتھ بیچا مین نے خریدا
مروج ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح وان للوعد فوعد یا منعقد ہوتا ہی نکاح اسطرح بھی جب کہ مرد کہے عورت کے باپ سے
کہ کیا تونے وہ عورت مجکو دی اور اسکا باپ کہے اعطیت یعنے دی بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت حال نافع ہوئی استفہامی معنی کو یا مساومت کو اور
اگر مجلس وعدہ کرنے کی ہی تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت مین نکاح منعقد نہوگا ولو قال لہا یا عرسی فقالت لبیک انعقد علی
المذھب اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اے میری جورو سو اسنے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد ہوگیا بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا عرسی قائم
مقام انا متزوجک کے ہی اور لبیک بمعنی اجیبک اجابۃ بعد اجابۃ کے تو ایجاب بمعنی حال ہوا اور قبول صیغہ ماضی سے ہوا اسواسطے نکاح منعقد ہوگیا کذا
فی حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر جب کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی سے جیسے مہر پر قبضہ کرنا
بدون لفظ قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہ کہ مثلاً باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اسنے مہر اسکو حوالہ کیا شاہدون کے
روبرو بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب اور نہین منعقد ہوتا نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ
غائب کے لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہی بشرطیکہ شاہدون کو مضمون خط سے آگاہ کردیا ہو خواہ خط پڑھ کر خواہ زبانی ما لم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین
فتح غائب کی تحریر پر اعلام شاہدون کا اسوقت ضرور ہی جب خط مین صیغہ امر کا نہو یعنے لکھا ہو کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو کہ
زوجنی نفسک یعنے میرا نکاح اپنی ذات سے کردے تو اس صورت توکیل مین عورت دونون طرف کی متولی اور متصرف ہوگی کذا فی فتح القدیر تو اس صورت
مین عورت کا یون کہنا کہ زوجت نفسی منہ یعنے مین نے اپنا نکاح اسکے ساتھ کردیا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگا اسوقت مین خط کا مضمون
شاہدون کو سنانا ضرور نہین فقط لفظ قبول سنانا کافی ہی بلا اقرار علی المختار خلاصہ کقولہ ھی امرأتی لان الاقرار اظہار لما ھو ثابت ولیس
بانشاء ہی اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصہ مثل قول مرد کے کہ یہ میری جورو ہی اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا کہ اقرار
ثابت چیز کے اظہار کا نام ہی اقرار انشا نہین حالانکہ نکاح مین انشا چاہیے وقیل ان کان بمحضر من الشہود صح کما یصح بلفظ الجعل اور بعضون نے
کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور مین ہوا تو نکاح صحیح ہوگا یعنے اس صورت مین اقرار کو انشاء نکاح قرار دیا گویا اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح ہوتا ہی
جعل کے لفظ سے ھم منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور حالانکہ نکاح بدون گواہون کے
ہوا تھا تو اسمین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت مرد نے بدون نکاح ہوے
نکاح کا اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ جعلتما ہذا نکاحا یعنے تمنے اس اقرار کو نکاح بنایا پھر
دونون نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاء وھو الاصح ذخیرہ اور اقرار انشا کر ڈالا گیا اور یہی
اصح ہی کذا فی الذخیرۃ یعنے اقرار جملہ خبریہ ہی اور نکاح جملہ انشائیہ ہی منعقد ہوتا ہی اسواسطے اسکو انشا قرار دیا ولا ینعقد بتزوجت نصفک فی الاصح
احتیاطا خانیہ بل لا بد ان یضیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرہ ورجحوا فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق
اور نہین منعقد ہوتا نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح مین بنا بر احتیاط کے کذا فی الخانیۃ اسواسطے
کہ حلت اور حرمت ایک ذات مین جمع ہوئی تو احتیاطا حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہی صحت نکاح کے واسطے کہ نسبت کرے نکاح کو عورت کے تمام بدن
کی طرف یا اس عضو کی طرف جو بجائے کل بدن بولا جاتا ہی جیسے پشت اور شکم بنا بر اشبہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور ترجیح دی ہی فقہا نے طلاق
مین برخلاف اسکے یعنے یون کہا ہی کہ اگر کوئی مرد کہے کہ مین نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو یہ روایت اصح طلاق نہین واقع ہوتی

ح
[illegible]
[illegible]
مرۃ بعد
اخری

تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت نسبت اور تسلم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی واذا وصل الایجاب بالتسمیة المهر کان من تمام الایجاب فلو قبل الآخر قبله لم یصح لتوقف اول الکلام علی آخره ولو فیه ما یغیر اوله اور جب ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر اگر آخر کلام مین وہ مضمون ہو جو مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ مین نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درم پر اور مرد نے قبول کرلیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا ومن شرائطه الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرة اور شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہی اگر دونون حاضر ہون اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس مین قبول کیا تو نکاح نہوگا کیونکہ مجلس ایک نرہی اور اگر کوئی غائب ہی اور اسنے خط مین ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہین ایجاب اور قبول مین اتحاد مجلس ایسا شرط ہی جیسے عورت مخیرہ مین شرط ہی مخیرہ سے وہ عورت مراد ہی جسکے شوہر نے اُس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر لینے اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے تو یہ اختیار مجلس کا تکلم تک مقید ہی مجلس بدلی اختیار گیا وان لا یخالف الایجاب القبول کقبلت النکاح لا المهر اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہی کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ مین نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغائر ہین تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا عقد صحیح نہوگا کذا فی حاشیة المدنی نعم یصح الحط ٥ ای صحیح ہی مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر تجھسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ مین نے پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اسمین سے پانچ سو کم کر ڈالے اس صورت مین مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط نہین اسواسطے کہ یہ اسقاط اور ابرا ہی کزیادة قبلتها فی المجلس مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہی جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہی جسکو عورت نے اسی مجلس مین قبول کرلیا مثلاً عورت نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا مین نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہی بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اسی مجلس مین قبول کرلیا ہو وان لا یکون مضافاً ولا معلقاً کما سیجیء اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہی کہ نکاح مضاف نہو زمان مستقبل کی طرف جیسے کوئی کہے کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا کل کے دن یا کہا مین قبول کرونگا کل اور شرط یہ ہی کہ نکاح معلق شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا چنانچہ اسکا ذکر آویگا ولا المنکوحة مجهولة اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہی کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہین اور اسنے ایک بیٹی کا نکاح بے نام لیے کردیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت کے ولا یشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیما یستوی فیه الجد والهزل اذ لم یحتج لنیة به یفتی اور نہین شرط ہی دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اس عقد مین جسمین قصد کرنا اور نہ کرنا یکسان ہی اسواسطے کہ اس عقد مین نیت کی احتیاج نہین اسی پر فتوی ہی ھ اسمین فقہا کو اختلاف ہی بعضون نے کہا عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنون کا علم ضرور ہی کذا فی الدرر اور بعضون نے کہا قضاءً ضرور نہین دیانةً علم ضرور ہی کذا فی الخانیہ اور عمادیہ مین روایت ہی کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا سب صحیح ہین علم ہو یا نہو اور بعضون نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمین قصد کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہون جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اسمین علم ضرور نہین اسواسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہی اور حالانکہ اسمین قصد اور غیر قصد دونون برابر ہین مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اسکا قصد متعلق نہین اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہین کذا فی حاشیة المدنی واللہ اعلم وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانهما صریح وما عداهما کنایة وهو کل لفظ وضع لتملیک العین کاملة حالا بالشرکة اور البتہ نکاح صحیح ہی تزویج اور نکاح کے لفظ سے اسواسطے کہ دونون لفظ صریحاً اسیکے واسطے موضوع ہین اور جو لفظ ان دو کے سوا ہی ٦

عورت مخیرہ

٥ اور ایک نسخہ مین قبلہا صیغہ تذکیر ہی

سوکنایہ ہی یعنے غیر صریح ہی اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہی جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ سے اسواسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین فی الحال خرج الوصیۃ غیر المقیدۃ بالحال یعنے تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اس سے نکل گئی وصیت جسمین بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی قربت کی ہزار درم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعل مین نکاح صحیح ہوگا کہبۃ و تملیک و صدقۃ و عطیۃ تملیک بالفعل جیسے ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور عطا مثلاً اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دے ڈالا وغیرہ اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا وسلم واستیجار اور نکاح صحیح ہی بلفظ بیع سلم اور استیجار کے سوا اگر عورت کو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہی جیسے یون کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یون کہے کہ مین نے اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درم کے بدلے تو صحیح یہ ہی کہ نکاح نہوگا کہ اسمین تملیک دائمی نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی و قرض و صلح و صرف و کلما تملک به الرقاب بشرط نیۃ او قرینۃ و فہم الشہود للمقصود اور نکاح صحیح ہوتا ہی بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور جو لفظ کہ گردنون کی ملکیت کا فائدہ بخشے بشرط نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھے شہود کے مقصود کو یعنے بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جبھی منعقد ہوتا ہی کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت اسواسطے ہوئی کہ یہ الفاظ کنایہ ہین نکاح کے صریحاً نکاح کے واسطے موضوع نہین جو محتاج نیت کے نہون لا یصح بلفظ اجارۃ براء او بزاء نہ صحیح ہوگا نکاح اجارہ کے لفظ سے اجارہ برا مہملہ ہو یا بزاء معجمہ ہو لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہی اور نکاح مین دوام مشروط ہی بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا اور اجازت سے اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک عین کے واسطے موضوع نہین واعارۃ و وصیۃ و رہن و ودیعۃ و نحوہا مما لا یفید الملک لکن یثبت به الشبھۃ فلا یحد ولہا الاقل من المسمی و مہر المثل اور نہین صحیح ہو نکاح بلفظ اعارہ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند ان الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسے الفاظ سے شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی تو حد نماری جاویگی اسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہہ پڑنے سے ٹل جاتی ہی اور اس صورت مین عورت کو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر مسمی سے جسپر دونون راضی ہوگئے اور مہر مثل سے یعنے اگر مہر مسمی کم ہی مہر مثل سے تو مسمی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہی مسمی سے تو مہر مثل ملیگا وکذا تثبت بکل لفظ لا ینعقد به النکاح فلیحفظ اور اسی طرح شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی ہر ایک اس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہین ہوتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ظاہراً یہ مضمون ملحق ہو گیا و بالفاظ مصحفۃ کتجوزت لصدورہ لا عن قصد صحیح بل عن تحریف و تصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا مجازا لعدم العلاقۃ بل غلطا فلا اعتبار به اصلا تلویح اور نہین منعقد ہوتا نکاح ان الفاظ سے جنمین تصحیف واقع ہوئی جیسے تجوزت بجاے تزوجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہین اور یہان مطلق خطا مراد ہی تصحیف ہو یا تحریف لفظون کی غلطی تصحیف ہی جیسے زوج بمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورت کی غلطی کو کہتے ہین جیسے سلیم بروزن کریم کو سلیم بروزن حسین بولنا تصحیف اور تحریف سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل اور تغییر ہی نہ تو حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف مین اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجازی معنی مین حقیقی معنی سے علاقہ ہونا لازم ہی بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہین تو انکا کچھ اعتبار نہین کذا فی التلویح نعم لو اتفق قوم علی النطق بهذه الغلطۃ و صدرت عن قصد کان ذلک وضعا جدیدا فیصح به افتی ابو السعود ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسے غلط الفاظ کے بولنے پر اور صدور انکا بالقصد ہو تو ہوگا یہ اجماعی تکلم وضع جدید تو اسوقت مین غلط الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوے دیا شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے و اما الطلاق فیقع بها قضاء کما فی اوائل الاشباہ اور طلاق تو صحیح ہوگی ایسے غلط الفاظ سے قاضی کے رو برو نہ بنا بر دیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ و نظائر کے

ادائل مین اسکی تصریح ہی جیسے کوئی طلاق کو تلاق یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے ولا بتعاطٍ احترامًا للفروج اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے یعنے علت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہین کہ ایجاب اور قبول لفظی اسمین شرط ہو تعاطی کے معنی سابق ہوچکے وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لتحقق رضاہما اور صحت نکاح مین شرط ہی سننا ہر ایک کا عاقدین سے دوسرے کے لفظ کو واسطے ثبوت رضا طرفین کے وشرط حضور شاہدین اور شرط ہی صحت نکاح مین موجود ہونا دو شاہدون کا اسواسطے کہ جامع ترمذی مین حدیث ہی کہ زانی عورتین وہ ہین کہ اپنے نکاح بدون شاہدون کے کرلیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعًا روایت کیا کہ لا نکاح الا بشہود یعنے نکاح صحیح نہین بدون شاہدون کے اور جب دو شاہدون کے روبرو نکاح ہوا تو ادنے رتبہ اعلان کا ثابت ہوا نکاح سِر اور نکاح مخفی اسکو نہ کہینگے اسواسطے کہ دو شاہدون سے زیادہ اعلان شرط نہین اور اگر شاہدون سے کہا کہ تم اظہار نہ کرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوتا اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہوئی اور ضرور ہی امتیاز منکوحہ کی شاہدون کے نزدیک تاکہ جہالت نرہے سو اگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہوا تو اشارہ اسکی طرف کفایت کرتا ہی اور چہرہ کھول کر دکھینا زیادہ تر احتیاط ہی پہر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آوے اور وہ اندر مکان سے ایجاب اور قبول کرے سو اگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہی اور اگر اسکے ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہین کہ جہالت مرتفع نہوئی اور اسی طرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہان بھی ضرور ہی اور اگر منکوحہ مجلس عقد سے غائب ہوا اور وکیل نکاح باندہے تو اگر شاہد عورت کا ارادہ جانتے ہون اور اسکو پہچانتے ہون تو فقط اسکا نام لینا کفایت کرتا ہی اور اگر عورت کو نہ پہچانتے ہون تو اسکا نام اور اسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہی کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہ جو بعضے لوگون مین معمول ہی کہ شاہد دروازے یا پردے کی آڑ سے توکیل عورت کی زبانی سن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتون کی کثرت ہوتی ہی تو جائز نہین اسواسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسے مقام مین کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہین سواے اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجیے کہ عورت کی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ الدر حُرَّیْنِ او حُرٍّ وحُرَّتَیْنِ گواہ دو حر ہون یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتین ہون تو غلامون اور فقط عورتون کی گواہی سے نکاح نہوگا مُکَلَّفَیْنِ دونون عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانون کی گواہی سے نکاح نہوگا سامعین معًا قولہما علی الاصح دونون ساتھ ہی سامع ہون عاقدین کے قول کو بنا برمذہب اصح کے سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول کو ایک گواہ کو سنایا پھر دوسری مجلس مین دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہوگا اور اسی طرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہین فاہمین انہ نکاح علی المذہب بحر دونون گواہ سمجھتے ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہی بنا برمذہب مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب اور قبول ہوا اور انکو نکاح ہونے کا فہم نہو تو نکاح صحیح نہوگا اور اگر فہم ہوگیا گو الفاظ کی معنی نہ سمجھے تو نکاح صحیح ہوگا مُسلِمَیْنِ فی نکاح مسلمۃ ولو فاسقین دونون گواہون کا مسلمان ہونا شرط ہی عورت مسلمان کے نکاح مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست نہین او محدودین فی قذف او اعمیین یا دونون گواہون پر تہمت زنا لگانے سے مار پڑے یا دونون اندھے ہون تو بھی گواہی درست ہی او ابنی الزوجین یا گواہ دو بیٹے زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورت کا بیٹا دوسرے شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا ابنین زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہون سو یہ دوسری صورت اسوقت واقع ہوگی جب زوجین مین کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہو اور پھر دونون نکاح ثانی کا ارادہ کرین وابنی احدہما وان لم یثبت النکاح بہما ای بالابنین ان ادعی القریب یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹے گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹون کی گواہی سے اگر بیٹون والا مدعی ہوگا یعنے فقط عورت کے دو بیٹے ہون یا فقط مرد کے دو بیٹے ہون تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہو جائیگا لیکن اگر عورت کے دو بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہی

لہ یعنی منہ سے کچھ لفظ نہ کہے اور مرد شاہد ہر سامنے بیٹھا ہو [illegible] ۱۲

تو اُسکے بیٹون کی گواہی سے قاضی کے روبرو اُسکا دعوے ثابت نہوگا اور اس صورت مین اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹون کی گواہی سے اُسکا دعوے ثابت ہو جائیگا اور اسی طرح اگر مرد کے بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعوے ثابت نہوگا اور عورت کا دعوے ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہے كما صح نكاحه م‍سلم ذمية عند ذميين ولو مخالفين لدينها وان لم يثبت النكاح بهما مع انكاره جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونون ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنے اگرچہ عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ نہ ثابت ہوگا نکاح ذمیون کی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنے اگر مسلمان ذمیہ کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیون کی گواہی سے دعوے اُسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست نہین والاصل عندنا ان كل من ملك قبول النكاح بولايته نفسه انعقد بحضرته اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادت مین یہ ہے کہ جو شخص مالک ہو سکتا ہے قبول نکاح کا اپنی ذات کی ولایت سے اُسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو انکا گواہ ہونا بھی درست ہے بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذاتون کا اختیار نہین تو انکی گواہی بھی درست نہین امر الاب رجلا ان يزوج صغيرته فزوجها عند رجل او امرأتين والحال ان الاب حاضر صح لانه يجعل عاقدا حكما امر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اس وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا حکماً یعنے جب باپ موجود ہوا اُسی مجلس مین تو اس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نرہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور دوسرا مرد یا دو عورتین شاہد نکاح کی ہو گئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون کے روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح نہین ہوتا ولو زوج ابنته البالغة العاقلة بحضرة شاهد واحد جاز ان كانت ابنته حاضرة لانها تجعل عاقدة والا لا اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی جوان عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقد قرار دیجائیگی اور باپ اور دوسرا مرد شاہد ہو جائینگے اور اگر اسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہے شاہد نہین تو ایک شاہد سے نکاح نہوگا والاصل ان الآمر متى حضر جعل مباشرا اور اصل قاعدہ مسائل مذکورہ مین یہ ہے کہ امر کرنے والا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہو جائیگا پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہو سکیگا ثم انما تقبل شهادة المامور اذا لم يذكر انه عقد لئلا يشهد على فعل نفسه پھر شہادت مامور کی اسی صورت مین مقبول ہوگی جبتک وہ آپ کو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات کے فعل پر یعنے جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اسوقت مین اسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین ولو زوج المولى عبده البالغ بحضرة واحد لم يجز على الظاهر اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز ہوگا بنابر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونیکی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے ولو اذن له فعقد بحضرة المولى ورجل صح والفرق لا يخفى اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہو گئے تو نکاح صحیح ہو گیا اور فرق دونون صورتون مین ظاہر ہے چنانچہ بیان فرق مفصل ہو چکا ولو قال رجل لآخر زوجتني ابنتك فقال الآخر زوجت او قال نعم مجيبا له لم يكن نكاحا ما لم يقل الموجب بعده قبلت لان زوجتني استخبار وليس بعقد اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا

یا جواب مین فقط ہان کہا تو یہ نکاح نہوگا بسبب ایجاب کرنے والا اسکے بعد۔ یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا اسواسطے کہ لفظ زوجتنی کا استخبار اور استفہام ہی
اور عقد نہین سابق مین ہوچکا کہ بل اعطیتنیہا اور اعطیت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہی کہ قبلت کہنے کی حاجت نہین تو یہان کیون نہ صحیح ہوا
اور حالانکہ استفہام دونون صورتون مین ہی اسکا جواب یہ ہی کہ وہان مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا فی حاشیۃ المدنی
بخلاف زوجنی فانہ توکیل برخلاف اسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کردے اور اسنے کہا کہ مین نے نکاح کردیا تو بعد اسکے
قبلت کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہی یعنی جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردے تو اسنے
اسکو اپنے نکاح کا وکیل کردیا تو اب زوجت کہنا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہوسکتا ہی بخلاف بیع کے
چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ہی غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام مین
بدون حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہدیا اور عورت وہان موجود نہین تو نکاح نہوگا اور اگر عورت
وہان موجود ہی تو وکیل کا چوکنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اسکے موجود ہونے اور اسکی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہی وکذا لو غلط فی اسم ابنتہ الا اذا کانت
حاضرۃ واشار الیہا فیصح اور اسی طرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح نہ صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہووے
اسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا مین نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ قوی تر ہی نام سے ولو لہ بنتان اراد تزویج الکبری
فغلط فسماہا باسم الصغری صح للصغری خانیہ اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیان ہون اور اسنے بڑی بیٹی کے نکاح کردینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی
بیٹی کا نام لے گیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہوجائیگا کذا فی الخانیہ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسیکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت
مین نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح نہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو
مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب او الولی بحضرتہم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہودا بہ یفتی فتح اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے
نے چند قوم کو منگنی کے واسطے سو نکاح کردیا باپ نے یا ولی نے انکے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد
ہوجائینگے اسی روایت پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل ملحقہ نکاح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرہا بیدک لم یکن لہ الامر لانہ تفویض قبل
النکاح ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردے اس شرط پر کہ اسکی طلاق تیرے ہاتھ مین رہے تو اس صورت مین باپ کو طلاق کا اختیار نہوگا اور
نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمین طلاق کی تفویض ہی نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہ صحیح نہین وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ
وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ اسکا نکاح فلانی عورت سے کردے اتنے درم پر مثلا ہزار درم پر سو زیادہ کردیا مہر وکیل نے مثلا دو ہزار کا مہر مقرر کردیا تو نکاح
نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کردے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہوجاوے ولو لم یعلم حتی دخل بہا بقی الخیار بین
اجازتہ وفسخہ ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہان تک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا
اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے مین اور باطل کردینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے
ملے گا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح
موقوف کہتے ہین نکاح فاسد کے برابر ہی تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہی کہ اسمین کمتر مہر ملتا ہی تزوج بشہادۃ
اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفر نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنی ابو القاسم صفار نے اسکے
کافر کا فتوے دیا ہی پھر اسکا دو دلیلون سے منقول ہی اول یہ کہ اسنے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اسکے رسول نے نکاح کی گواہی آدمیون ۰۴۶

پر مخصوص کی ہر اسلیے سوا اوسکی گواہی کا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہ ہر کہ جب اُسنے رسُول کو گواہ قرار دیا تو رسُول کو علم غیب ثابت کیا اور حالانکہ علم غیب حق تعالیٰ کو خاص ہر واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی

فصل فی المحرمات

اس فصل مین بیان ہر محرمات کا یعنے وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین درست نہین اسباب التحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنے نو ہین قرابۃ پہلا سبب حرمت کا قرابت ہر یعنے نسبی سات عورتین حرام ہین ماں - بیٹی - بہن - عمہ - خالہ - بھتیجی - بھانجی مصاھرۃ دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن اور مدخولہ کی لڑکیاں اور بہو رضاع تیسری حرمت شیرخوارگی کی چنانچہ دایہ اور اُسکی لڑکیاں جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنون کو یا عورت اور اسکی عمہ یا خالہ کو نکاح مین جمع کرنا ملک پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے شرک چھٹی حرمت مشرک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امۃ علی حرۃ ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی لانا یعنے زوجہ حرہ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا فھی سبعۃ ذکرھا المصنف بھذا الترتیب یہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے وبقی التطلیق ثلثا وتعلق حق الغیر بنکاح او عدۃ ذکرھما فی الرجعۃ باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنے مطلقہ ثلثہ بھی حرام ہر اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہر ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے اور محشیون نے اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سب کا شمار کرنا ضرور نجانا اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح مین غور کرے تو جا بجا سے سب معلوم ہو سکتے ہین حرم علی المتزوج ذکرا کان او انثی نکاح اصلہ وفرعہ علا اونزل حرام ہر نکاح کرنے والے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہر اگرچہ جڑ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پروتا پروتی اور ناتن ناتی پرناتن پرناتی وعلی ہذا القیاس وبنت اخیہ اور حرام ہر اپنی بھتیجی سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی واختہ اور حرام ہر اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی وبنتھا اور حرام ہر اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی ولو من زنا اگرچہ یہ سب رشتہ زنا سے ہون تو بھی حرام ہین یعنے اصل اور فروع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہین یہ رشتے نکاح سے ہون یا زنا سے وعمتہ اور اپنی پھوپھی بھی حرام ہر نکاح سے ہو یا زنا سے وخالتہ اور اپنی خالہ حرام ہر نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر مین لگاتا تو نہایت مناسب ہوتا کہ سب کو حکم شامل ہوجاتا فھذہ السبعۃ مذکورۃ فی آیۃ حرمت علیکم امھاتکم سو یہ ساتون رشتے محرمات کے حرمت علیکم امھاتکم کی آیت مین مذکور ہین ویدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتھما الاشقاء وغیرھن اور داخل ہر عمہ اور خالہ کی حرمت مین دادا اور دادی کی عمہ اور ان دونون کی خالہ سوا اصل اور فرع کے باقی رشتہ برابر ہین حرمت مین سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ انکا بیان ترجمہ مین مفصل ہوچکا واما عمۃ عمۃ امہ وخالۃ خالۃ ابیہ فحلال اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہر اسواسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہر تو مادری عمہ کی عمہ دادی کی زوج بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہین تو زوج الجدہ کی بہن بطریق اولے نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہر تو عمہ کی عمہ حرام ہر اسواسطے کہ عمہ یہان عبارت ہر باپ کی بہن سے تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہر ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہر اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہین بلکہ نانا کی زوجہ ہر تو اسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی ناتی پر حرام نہین اور اگر خالہ یا مادری خالہ ہر تو اس صورت مین خالہ کی خالہ حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا شارح کا یون کہنا

فصل فی المحرمات

[illegible]

مناسب تھا واما عمتہ امّہ لام تاء جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور صفا واضح ہوجاتا کبنت عمّہٖ وعمتہٖ وخالہ وخالتہ لقولہ تعالیٰ واُحِلّ لکم ما وراء ذٰلکم چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالیٰ کے کہ حلال کر دیا گیا تم پر سوائے اسکے اول حق تعالیٰ نے محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوائے ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیاں اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ محرمات مذکورہ مین داخل نہین تو انکی حلت صاف ثابت ہوگئی وحرم بالصّھر بنت زوجتہ الموطوءۃ اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتہ کے اپنی زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنے ربیبہ[۱] اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اسکو طلاق دی تو اسکے بیٹی سے نکاح درست ہے وامّ زوجتہ وجدّاتہا مطلقاً بمجرد العقد الصحیح وان لم توطأ الزوجۃ اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہین ہوتی جبتک جماع یا مساس وغیرہ نہوا ہو لما تقرر ان وطی الامھات یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامھات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلاقید اسواسطے ہے کہ ثابت ہوچکا ہے شرع مین کہ ماؤن کا جماع بیٹیون حرام کر دیتا ہے اور فقط بیٹیون کا نکاح بدون جماع کے حرام کر دیتا ہے ماؤن کو چنانچہ کلام مجید مین یہ دونون صورتین صاف مصرح ہین ویدخل بنات الربیبۃ والربیب اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت مین ربیبہ اور ربیب کی بیٹیون کی حرمت وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول عند ابی حنیفۃ رح واقرّہ المصنف اور تفسیر کشاف مین ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے تو فقط مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہوگی اور اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین مسلم رکھا ہے وزوجۃ اصلہ اور حرام ہے اپنی اصل کی زوجہ یعنے جن عورتون سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہین جماع انہُنے کیا ہو یا نہ کیا ہو وفرعہ مطلقا ولو بعیدًا دخل بھا اولا اور حرام ہے مطلقا اپنی شاخ کی زوجہ یعنے اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو یعنے بیٹی اور پوتے کی زوجہ اور باپ اور دادی پر حرام ہے جماع یہان مشروط نہین فقط نکاح صحیح چاہیے امّا بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال اور اپنی اور اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنے سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہین اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہین سو حلال ہے اسواسطے کہ دونون مین خون کا میل نہین وحرم الکل ممّا مرّ تحریمہ نسبا ومصاھرۃ رضاعا الّا ما استثنی فی بابہ اور حرام ہین سب رشتے جنکی تحریم نسبا اور مصاہرۃ مذکور ہوچکی شیرخوارگی سے مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنیٰ ہے چنانچہ انکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہین خلاصہ یہ کہ دایہ کی سب قرابت والی شیرخوار پر حرام ہین اور شیرخوار کی طرف سے زوجین[۳] اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہین چنانچہ یہ قاعدہ حرمت کا اس بیت مین موجود ہے بیت از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند ٭ واز جانب شیرخوار زوجان وفروع ٭

فروع تتمۃ مغلطۃ چند فروع متعلق بمحرمات شارح مذکور کرتا ہے جنکے جواب دینے مین خطا کا احتمال ہے طلّق امرأتہ تطلیقتین ولہا منہ لبن فاعتدّت فنکحت صغیرًا فارضعتہ فحرمت علیہ فنکحت اٰخر فدخل بھا فابانھا فھل تعود للاوّل وتحلّ لہ ام لا الجواب لا تعود الیہ ابدًا لصیرورتہا حلیلۃ ابنہ رضاعا ایک مرد ہے جسنے اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیردار ہے اس مرد کے نطفے سے پھر عدت کے بعد اسنے نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے سو اسنے اسکو دودھ پلایا تو حرام ہوگئی اسپر پھر اسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اسنے عورت سے جماع کیا پھر اسنے اسکو طلاق بائن دی سو یہ عورت کیا پھر نکاح کر سکتی ہے پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقون سے یعنے شوہر اول دو بار طلاق دے چکا تھا سو دوسرے نکاح مین شوہر اول کو ایک باقی ماندہ طلاق کا اختیار رہوگا یا تینون طلاق کا مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہ عورت کبھی نہین پھر سکتی ہے شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبھی حلال نہین ہو سکتی شری امۃ ابیہ لا تحلّ لہ ان علم انہ وطئہا خرید کی اپنے باپ کی لونڈی تو ولد کو اسکی وطی حلال نہین اگر اسکو معلوم ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی تزوّج بکرًا فوجدہا ثیبًا وقالت ابوک فضّنی

سوال اغلوطہ جواب لطیف

لطیفہ

[۱] یعنے عمہ اسکی پھوپھی کی جو ماں کی طرف سے ہے یعنے اخیافی بہن باپ کی ۱۲

[۲] دو لڑکی جو اول شوہر سے ہو دوسرے شوہر کی ربیبہ کہلاتی ہے ۱۲

[illegible]

[۳] یعنے [illegible] اور اسکی زوجہ اور اسکی اولاد ۱۲

صدق قضاءً بانت بلا مہر ولا شیئ لہا نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اسکو باکرہ نہ پایا پھر اسنے پوچھا کہ کسنے تیرا ازالہ بکارت کیا اسنے جواب دیا کہ تیرے باپ نے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اسکی تصدیق کی تو اسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون مہر کے یعنے مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تھا کہ اسنے اول کیوں نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہیے اسکو رکھے چاہے چھوڑ دے وحرم ایضاً بالصہریۃ اصل مزنیتہ اور بھی حرام ہے سسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنے جس عورت سے زنا کیا تو اسکی ماں اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہیں اراد بالزنا الوطی الحرام مصنف نے زنا سے حرام جماع مراد رکھا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفسا کے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو اعتبار جماع کا ٹھہرا حلال ہو یا حرام یہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی واصل ممسوستہ بشہوۃ ولو بشعر علی الرأس بحائل لا یمنع الحرارۃ اور حرام ہے اصل اس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لپٹے ہوے بالوں کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان میں حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول کی مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالوں کا مساس حرمت کا سبب نہیں اور اسی طرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہے ممسوسہ کی اصل کو حرام نہیں کرتا واصل ماستہ وناظرۃ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا المدور الداخل ولو نظرہ من زجاج او ماء ہی فیہ اور حرام ہے اصل اس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اس عورت کی اصل حرام ہے جسکی گول شرمگاہ اندر والی کو مرد نے شہوت سے دیکھا گو شیشے سے دیکھا ہو یا اس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ میں دیکھی یا عورت حوض پر بیٹھی ہے اور اسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہیں ہوتی وفروعہن مطلقاً اور فروع ان محرمات مذکورہ کے حرام ہیں مطلقاً یعنے جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہیں ویسے فروع بھی حرام ہیں اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہوں اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہوں والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدہما اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنے مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اسکا کچھ اعتبار نہیں وحدہا فیہما تحرک آلتہ او زیادتہ یفتی اور مقدار شہوت کے مساس اور نظر میں یہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش میں آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جاے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی روایت پر فتوے ہے کذا فی بحر الرائق وفی امرأۃ ونحو شیخ تحرک القلب او زیادتہ اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے سے مرد میں یہ ہے کہ دل میں جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہو جاے شیخ کے مانند میں عنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہوگئے وفی الجوہرۃ لا یشترط فی النظر للفرج تحریک آلتہ بہ یفتے اور جوہرہ میں یہ روایت ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے میں جنبش آلہ تناسل کی شرط نہیں اسی پر فتوے ہے ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی ابن کمال وغیرہ یہ حرمت مساس اور نظر کی اسوقت تک ہے جبتک انزال نہیں ہوا اور اگر انزال ہوگیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہیں اسی پر فتوے دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب حرمت کا اسواسطے ہوا کہ جبتک انزال نہیں ہوا تو جماع کی خواہش ہے اسواسطے اسکو قائم مقام جماع کے کردیا ہے بخلاف انزال کے کہ اسوقت مطلق خواہش جماع کی نہیں ہوتی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباہ وفی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ اور خلاصہ میں یہ ہے جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اسکی زوجہ کو اسپر حرام نہیں کردیتا یعنے مصاہرت کی حرمت سواے فروع اور اصول کے اور کہیں ثابت نہیں ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہوگئی لیکن اگر وطی بالشبہہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہے اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل من مرآۃ وماء لان المرئی مثالہ

ے
ایک نسخہ میں
ساقط ہے

بعد او زیادتہ ہے
۱۲

بالانعکاس لاھو حرام نہین اصول اور فروع اس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسی طرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہین ہوتی هذا اذا کانت حیة مشتهاة ولو ماضیا اما غیرها یعنی المیتة وصغیرة لم تشته فلا تثبت الحرمة بها اصلا کوطی دبر مطلقا یعنی حرمت مصاہرۃ کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہے کہ عورت زندہ لائق شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی مین لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڑھی بدشکل اور اگر سواے اسکے ہو یعنے عورت مردہ ہو یا نو برس سے چھوٹی ہو تو اُسکے جماع اور مساس ور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہین ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہین اگر کوئی سوال کرے کہ یہ عجیب بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہو اور عورت کے اغلام سے نہو حالانکہ اسمین بھی مساس کامل موجود ہے اُسکا جواب بحر الرائق مین یون دیا ہے کہ واقع مین علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوئی کہ اس جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام مین اسکا مطلق احتمال نہین کذا فی حاشیة المدنی وکما لو افضاها لعدم تیقن کونه فی الفرج ما لم تحبل منه اور اسی طرح اگر مرد نے اُس عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہوگئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ تیقن نہین اس بات کا کہ جماع قبل مین واقع ہوا یعنے جب دونون مقام مل گئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل مین ہوا دبر مین نہوا اس صورت مین حرمت اسوقت ہوگی جب عورت اُس سے حاملہ ہو جاے اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق بین زنا ونکاح یعنے میت اور صغیرہ کے جماع حرمت سے ثابت نہین اسمین زنا اور نکاح کا کچھ فرق نہین فلو تزوج صغیرة لا تشتهی فدخل بها فطلقها وانقضت عدتها وتزوجت باٰخر جاز للاول التزوج ببنتها لعدم الاشتهاء سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہین پھر اُس سے صحبت کی پھر اسکو طلاق دی اور اسکی عدت گذر گئی اور اس عورت نے بعد مشتہاۃ ہونیکے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرلے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نہ تھی اور حرمت مصاہرت کی بدون اشتہا کے ثابت نہین ہوتی لیکن اُس عورت کی مان شوہر اول پر بلاشبہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا وکذا تشترط الشهوة فی الذکر فلو جامع غیر مراهق زوجة ابیه لم تحرم اور اسی طرح حرمت مصاہرت مین شرط ہے کہ شہوت ہو مرد مین بھی سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہین تو باپ کی زوجہ باپ پر حرام نہوگی کذا فی فتح القدیر یعنے بسبب عدم شہوت کے ہو نہ ٹھہرے گی کہ باپ پر حرام ہو جاے ولا فرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشهوة بین عمد ونسیان وخطاء واکراه اور مسائل مذکورہ مین کچھ فرق نہین مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بھول جانے اور چوکنے اور زبردستی کے یعنے ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ یہان سب برابر ہین فلو ایقظ زوجته او ایقظته هی لجماعها فمست یده بنتها المشتهاة او یدها ابنه حرمت الام ابدا فتح سو اگر جگایا اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لیے پھر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اسی عورت سے بیٹا ہو یا اور سے تو مان ہمیشہ کو حرام باپ پر ہو جاے گی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمد اور خطا دونون برابر ہین قبل ام امرأته فی ای موضع کان علی الصحیح جوهرة حرمت علیه امرأته ما لم یظهر عدم الشهوة ولو علی الفم کما فهمه فی الذخیرة بوسہ لیا اپنی زوجہ کی مان کا کسی جگہ کا بوسہ ہو بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی الجوہرۃ حرام ہو جائیگی اسپر زوجہ اسکی جبتک شہوت نہونا ظاہر نہو گو بوسہ مُنھ پر لیا ہو چنانچہ ذخیرہ مین اسکا مصنف یون ہی سمجھا ہے اور اگر [illegible] بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہوگی تو زوجہ حرام نہوگی اگرچہ مُنھ پر بوسہ لیا ہو محشیون نے لکھا ہے کہ یہ جو عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اسمین شارح چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ مین عموم مذکور نہین اگرچہ عموم اور معتبر کتابون

میں مثل بحر الرائق وغیرہ کے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و فی الملتقی لا تحرم ما لم تعلم الشہوۃ لان الاصل فی التقبیل الشہوۃ بخلاف المس اور خوشدامن کے مساس کرنے میں مرد پر زوجہ حرام نہیں ہوتی جبتک نہ یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کے مساس سے زوجہ حرام ہوگی تقبیل میں شہوت شرط نہوئی اور مساس میں ہوئی اسواسطے کہ اصل تقبیل میں شہوت ہے یعنے بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہے بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہے والمعانقۃ کالتقبیل وکذا القرص والعض بشہوۃ ولو لاجنبیۃ وتکفی الشہوۃ من احدہما اور باہم گلے لگانا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنے معانقہ میں بھی اصل شہوت ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی جبتک عدم شہوت ظاہر نہو اور اسی طرح ہے شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنے اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اسکو گلے لگایا یا اسکے چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اسکی بیٹی مرد پر حرام ہوجائیگی اور اگر ان امور کے ساتھ شہوت مطلق نہوگی تو حرمت ثابت نہوگی اور کفایت کرتی ہے شہوت ان دو میں سے ایک کی یعنے ان امور میں عورت مرد دونوں کو شہوت ہونا ضرور نہیں ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی تو حرمت ثابت ہوجائیگی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ بزازیۃ اور ان امور میں قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کے برابر ہے کذا فی البزازیۃ و فی القنیۃ قبل السکران بنتہ تحرم امہا اور قنیہ میں ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو ماں اسکی اسپر حرام ہوگئی وبحرمۃ المصاہرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لہا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لا یکون زنا اور حرمت مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہیں جاتا یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہیں بدون چھوڑ دینے کے یعنے بعد طلاق دینے اور عدت گذرنے کے نکاح ہوسکتا ہے اور قربت کرنا اس حرمت میں زنا نہوگا یعنے زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ و فی الخانیۃ النظر الی فرج ابنتہ بشہوۃ یوجب حرمۃ امرأتہ خانیہ میں ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اسکی زوجہ کو اسپر حرام کردیتا ہے وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا اور اسی طرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھونے میں پھر باپ کو اس سے شہوت ہوئی تو حرام ہوجائیگی باپ پر اس بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہیں کیا تو فقط گھس جانے سے حرمت ثابت نہیں ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور جو لڑکی کہ عمر اسکی نو برس سے کم ہے وہ مشتہاۃ نہیں یعنے لائق شہوت کے نہیں اسی روایت پر فتوی ہے موٹی اور دبلی ہونیکا کچھ فرق نہیں وان ادعت الشہوۃ فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ وانکرہا الرجل فہو مصدق لا ہی اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے میں یا اپنے بوسہ لینے میں شوہر کے بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہاں شوہر کی تصدیق کیجائیگی نہ عورت کی یعنے اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یوں دعوی کیا کہ میں نے شوہر کے اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنے اس صورت میں حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیہا منتشرا آلتہ فیعانقہا لقرینۃ کذبہ او یاخذ ثدیہا او یرکب معہا او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق اسوقت نہوگی جب شوہر اٹھے زوجہ کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی استادگی میں پھر اسکو گلے لگاوے تصدیق شوہر کی اسواسطے نہوگی کہ اسکے جھوٹ کا قرینہ موجود ہے یا مرد عورت کی چھاتی پکڑلے یا اسکے ساتھ سوار ہو یا اسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اسکے منھ کا بوسہ لے یہ کہا حدادی نے جوہرہ میں یعنے ان صورتوں میں اگر مرد کہے کہ مجھ کو شہوت نتھی تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی و فی الفتح یلحق الخد بالفم اور فتح القدیر میں ہے کہ رائے میں آتا ہے ملانا دونوں رخساروں کا منھ کے ساتھ یعنے قیاس میں یوں آتا ہے کہ رخساروں کا بوسہ لینا اور لبوں کا بوسہ لینا حکم میں برابر ہے و فی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ہازلا اور خلاصہ

مین ہی کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تونے اپنی خوشدامن سے کیا سو اسنے کہا کہ مین نے اس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی اور اسکے کاذب ہونے کی تصدیق نہ کیجائیگی اگرچہ اسنے ہنسی سے کہا ہو وتقبل الشہادۃ علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شہوۃ اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے کے اقرار پر یعنے مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پھر جب زوجہ نے اسکا دعوی کیا تو مرد منکر ہوگیا تو اس صورت مین اسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہوجائیگی وکذا تقبل علی نفس اللمس والتقبیل والنظر الی ذکرہ او فرجہا عن شہوۃ فی المختار تجنیس لان الشہوۃ مما یوقف علیہا فی الجملۃ بانتشار او آثارہ اور اسی طرح سے مقبول ہے گواہی خود چھونے اور بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنا بر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس اسواسطے کہ شہوت اس قسم کی چیز ہے جسپر فی الجملہ اطلاع ہوسکتی ہے آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے وحرم الجمع بین المحارم نکاحا ای عقدا صحیحا اور حرام ہے جمع کرنا محرم عورتون کا نکاح مین یعنے عقد صحیح مین جمع بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی ہون یا رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اسکی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہے اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وعدۃ ولو من طلاق بائن اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا عدت مین اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو یعنے جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جب تک عدت نہو چکے تو اسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہین وحرم الجمع وطیا بملک یمین اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنے جب لونڈی تصرف مین آئی تو اسکی بہن یا خالہ پھوپھی کو ساتھی تصرف مین نہ لاوے بین امرأتین ایتہما فرضت ذکرا لم تحل لہ الاخری ابدا یعنے نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا ان دو عورتون مین حرام ہے کہ ان دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہوا اسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو عمہ کے ساتھ نکاح حلال نہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہوگا اور اسی طرح خالہ اور بھانجی کا حال ہے بحدیث مسلم لا تنکح المرأۃ علی عمتہا وہو مشہور یصلح مخصصا للکتاب جمع کرنا دو عورتون کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح نہ کیا جاوے عورت کا اسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی مخصص ہوجاوے یعنے ہرچند قرآن مجید مین سواے جمع بین الاختین کی بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم احل لکم ما وراء ذلکم سے حلت معلوم ہوتی ہے لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سے مخصوص ہوگیا اسواسطے کہ اصول فقہ مین ثابت ہوچکا ہے کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کرلیتا ہے تیسیر الاصول مین صحاح ستہ سے ابوہریرہ کی روایت موجود ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اسکی عمہ پر اور عورت کا اسکی خالہ پر جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فجاز الجمع بین امرأۃ وبنت زوجہا او امرأۃ ابنہا وامۃ ثم سیدتہا لانہ لو فرضت الامرأۃ او امرأۃ الابن او السیدۃ ذکرا لم یحرم بخلاف عکسہ تو جائز ہے جمع کرنا عورت مین اور اسکے شوہر کی بیٹی مین اور جائز ہے جمع عورت مین اور اسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہے جمع کرنا لونڈی مین پھر اسکے مالک کی بی بی مین اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اسکے برخلاف مین حرمت ہے یعنے جمع کرنا ان دو عورتون کا حرام ہے جنکے مرد فرض کرنے سے دونون طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتون مین ایک طرف سے حرمت ہے دوسری طرف سے نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلاً پہلی صورت مین اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اس عورت کے شوہر کی بیٹی اسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد فرض کیجیے تو البتہ اسپر عورت حرام ہوگی اور دوسری صورت مین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد کیجیے

ط
حلال کی گئی تمھارے لیے [illegible]

تو البتہ بہو حرام ہوگی اور تیسری صورت مین اگر بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرائے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فان تزوج بنکاح
وفی نسخۃ وان ۱۲
صحیح اخت امتہ قد وطیہا صح النکاح لکن لا یطأ واحدۃ منہما حتی یحرم حل استمتاع احدٰہما علیہ بسبب ما پھر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کے بہن سے
جس لونڈی کو صحبت مین لا چکا ہی تو نکاح اُسکی بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونون مین سے کسیکو تصرف مین نہ لاوے جبتک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر کسی سبب سے
حرام نہ کرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے لان للعقد حکم الوطی حتی لو نکح
مشرقی مغربیۃ ثبت نسب الولد منہ لثبوت الوطی حکما لونڈی یا اُسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہی یہان تک
کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اس طرح کہ اُسکے ولی نے مشرق مین نکاح کر دیا تو ثابت ہوگا اُس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے واسطے
ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطۂ اعمال علویہ کے ممکن ہی فلو لم یکن وطی الامۃ لہ وطی المنکوحۃ
اور اگر لونڈی سے جماع نہ کیا ہو تو مرد کو جائز ہی کہ اُسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین ودواعی الوطی کالوطی
ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہین حرمت جمع مین کذا قالہ ابن کمال یعنے اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا پھر اسکی بہن سے نکاح کیا
تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہوگی وان تزوجہما ای الاختین ونحوہما معاً او بعقدین ونسی النکاح الاول فرق بینہ
وبینہما ویکون طلاقا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے ساتھ ایک ایجاب اور قبول سے یعنے دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنون کے مانند
ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنے ہر ایک سے ایجاب اور قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کیجائیگی درمیان مرد اور
دونون عورتون کے اور یہ جدائی طلاق ہووگی نہ فسخ یعنے اسمین طلاق کے احکام جاری ہونگے نہ فسخ کے ولہما نصف المہر یعنی فی مسئلۃ النسیان
اذ الحکم فی تزوجہما معاً بطلان النکاح وعدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب منتبہ اور واجب ہوگا اُن دونون بہنون کے واسطے
آدھا مہر یعنے وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہی جہان دو عقد سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونون کے ساتھ نکاح ہونے مین بطلان نکاح اور نہ واجب
ہونا مہر کا حکم ہی مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ مین صرح ہی سو اس مقام مین آگاہ رہنا دھوکا نہ کھانا ہذا ان کان مہراہما
متساویین قدراً وجنساً وہو مسمّی فی العقد وکانت الفرقۃ قبل الدخول وادعت کل منہما انہا الاولیٰ ولا بینۃ لہما اور یہ وجوب نصف
مہر کا اسوقت ہی کہ جب دونون کے مہر برابر ہون مقدار مین اور ایک جنس ہونے مین اور مہر معین ہوگیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک
عورت دعویٰ کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونون کے گواہ نہون فان اختلف مہراہما فان علما فلکل ربع مہرہا والا فلکل نصف
اقل المسمیین سو اگر مختلف ہون دونون کے مہر پھر اگر دونون کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اُسکا چوتھائی مہر ملیگا
اور اگر ہر ایک کا مہر بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہ معلوم ہی کہ ایک کا مثلاً ہزار ہی اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورت مین ہر ایک عورت کو دونون مہر سے جو کمتر ہی
اُسکا نصف نصف ملیگا مثلاً ہزار دو ہزار سے کم ہی تو ہر عورت پانسو پاویگی وان لم یکن مسمّی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر اور اگر مہر
معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہی دونون کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ مہر کامل لتقررہ
اور اگر جدائی دونون بہنون کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے ومنہ یعلم حکم دخولہ بواحدۃ
بالدخول اور اسی مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہوگیا یعنے اگر دونون عورتون کی جدائی ایک عورت کے مدخول ہونے کے بعد ہوئی
تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتھائی مہر پاویگی وکذا الحکم فیما جمعہما من المحارم فی النکاح یعنے جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہی ویسا ہی
حکم جمع بین المحارم ہی نکاح مین اسی تفصیل سے جسکا بیان ہوچکا وحرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہی نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی

ع ایک نسخہ مین فرق القاضی ہی بجاے نسی بھول سے ۱۲

ملکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہی اور بیان حرمت سے یہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہی کہ مولی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ آوینگے والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہی نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک ہونا منافی ہی مالک ہونے کے یعنے غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہی اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہی پھر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونیکا مقتضی ہی سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہوسکے نعم لو فعلہ المولی احتیاطا کان حسنا و فیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدھا خامسۃ و مثلہا ہان اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرہ یعنے آزاد ہو اسواسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا اکثر ہوجاتا ہی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اسمین یہ ہی کہ اس لونڈی کو پانچوین یا مثل اسکے نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین سو اسکو تامل کرے یعنے اگر بالفرض اسکے نکاح مین چار آزاد یا لونڈیان ہو تو تئی کو پانچوین نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین یا یہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھ احتیاط نہین پس اس عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہی کہ مولے کے لیے احتیاط یہی ہی کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نہ کرے اور فتاوے عالمگیری مین فتاوی سراجیہ سے روایت یون ہی کہ علمانے کہا ہی کہ اس زمانے مین بہتر یہ ہی کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرلے تاکہ اگر حرہ ہو تو جماع اسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور بزازیہ مین ہی کہ اگر لونڈی مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہی کہ اس سے نکاح کرے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حرہ ہی تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہی تو کچھ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولے پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہی نکاح عورت مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہی کہ آفتاب پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنے ملحد و باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہی کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اسکے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہین جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام ان سب کو شامل ہی اور بحر الرائق مین بھی اس قسم کا مضمون ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا اور صحیح ہی نکاح کتاب والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہی بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہی لیکن بہتر یہ ہی کہ نہ کرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہی تاکہ مسلمان دار الحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جائین کذا فی حاشیۃ المدنی مؤمنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الٰہا کتابیہ سے مراد وہ عورت ہی جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصاری اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین اسواسطے کہ عطف دلیل ہی مغایرت کی وکذا حل ذبیحتہم علی المذھب بحر یعنے جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہی ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہی بنا بر مذہب قوی کے کذا فی بحر الرائق وصرح فی النھر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اھل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث اور صاف کہدیا ہی نہر الفائق مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہوگئی ہو تکفیر انکی بطور الزام کے مباحث خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الٰہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اپنے افعال کا جانتے ہین وغیر ذلک من القبائح فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیون[لہ] کے سب فرقے اور معتزلیون کے سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہی اور مرد کافر اور حالانکہ مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہین انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا ناجائز کہا تو رافضی اسکے برابر ہونگے یا انسے بھی بدتر فاضل رملی نے انکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو انکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے

لہ مسئلہ رافضی مثل اہل کتاب ہے یا نہین اور سنی عورت کا نکاح رافضی سے درست نہین

جلد ۲

نہ جائز ہوگا اور یہ قول اعدل الاقوال ہی اسواسطے کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اُنکے اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا تو اہل کتاب عیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہ ہی کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہو اور جو شبہات سے بچا اسنے اپنا دین بچایا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لہا نہین صحیح ہی نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے پاس آسمانی کتاب نہین صابیہ ایک فرقہ ہی کفار کا اُنکے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہی صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہی اگر انکو کسی نبی کا ایمان ہو اور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نرکھتی ہون تو نکاح درست نہین اسواسطے کہ مشرک مین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی پیروی کی ولا وطیہا بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہی نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اسکی وطی حلال ہی ملک یمین سے اسی پر اجماع ہی چارون امامون کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت پرست کے نکاح عدم صحت بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہو چکی تو تکرار نہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وہذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن عطف علی عابدۃ کوکب اور یہ یعنے مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہی اور متن کے نسخون مین ثابت ہی اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہی تو مطلب یہ ہوا کہ عابدۃ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین وحل المحرمۃ بحج او عمرۃ ولو محرما عطف علی کتابیۃ فتنبہ اور صحیح ہی نکاح اس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہی لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہی تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین کہ عدم صحت کوئی سمجھے سو شارح کہتا ہی کہ کتاب دیکھنے والے اس مقام مین خبردار رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نہ کرنا کہ مطلب اولٹا ہو جاے والامۃ ولو کانت کتابیۃ مع طول الحرۃ اور صحیح ہی نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنیکا مقدور ہو نکاح حُرّہ کا مقدور ہو یعنے اسکے مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہی والاصل عندنا ان کل وطی یحل بملک الیمین یحل بالنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہی کہ جو وطی حلال ہی ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہی اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہی تو نکاح سے بھی حلال ہی اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حُرّہ کے جائز ہی تو نکاح سے بھی جائز ہی اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے بھی درست نہین وان کرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیہا فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہی کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہی اسواسطے کہ اُنکے اقوال مین نکاح محرمہ کی حلت صریح ہی اور حلت کراہت تحریمی کے مبائن ہی اور صحاح ستہ مین ابن عباسؓ کی روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرتؐ کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اُنکے تابع شارح کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلا وحرۃ علی امۃ اور صحیح ہی نکاح حُرّہ کا لونڈی پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حُرّہ سے نکاح کیا تو درست ہی لا عکسہ اور اسکا عکس صحیح نہین یعنے اول حُرّہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے کہ طبرانی مین حدیث ہی کہ منع کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حُرّہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ نکاح ام ولد کا حُرّہ کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعہا ای الامۃ علی حرۃ بعد الطلاق اور صحیح ہی اگر رجوع کیا لونڈی کی طرف حُرّہ پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حُرّہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اسکی طرف رجوع کیا باوجود حُرّہ کے تو درست ہی واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہوگئی تو حُرّہ پر ادخال امہ نہ لازم آیا کہ نا درست ہوتا ولو تزوج اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اور اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ حُرّہ سے

ایک عقد مین تو صحیح ہوگیا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حُرّہ کے یعنے جیسا حرہ پر لونڈیون کا نکاح درست نہین ویسے ہی حرہ اور لونڈی کا ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حُرّہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیون کا نکاح صحیح ہوگیا وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہی نکاح فقط چار حُرّہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین وله التسری بما شاء من الاماء اور جائز ہی حر کو لونڈی رکھنا صحبت کے واسطے جتنی لونڈیان کہ چاہے یعنے لونڈیون کی مقدار مقرر نہین فلو له اربع من الحرائر والف سریة واراد شراء اخری فلامه رجل خیف علیه الکفر پس اگر ایک شخص کے پاس چار بی بیان اور ہزار لونڈیان ہون اور وہ اور ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اسکو کوئی مرد ملامت کرے تو اس مرد ملامت کرنے والے پر کفر کا خوف ہی اسواسطے کہ قرآن مین لونڈیون کے تصرف پر کتنے ہی ہون ملامت نہین تو اسکا ملامت کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسکو قرآن کا یقین نہین ولو اراد التسری فقالت امراته اقتل نفسی لا یمتنع لانه مشروع اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک کرتی ہون تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اسواسطے کہ شرع مین حلال ہی یعنے باز رہنا اسپر واجب نہین لکن لو ترک لئلا یغمها یوجر لحدیث من رق لامتی رق الله له بزازیه لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالے اسپر رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابو داود مین موجود ہی حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر رحمن رحم کرتا ہی زمین والون پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق رضہ اکبر سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی حق تعالے فرماتا ہی کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو ونصفها للعبد ولو مدبرا ومنع علیه غیر ذلک فلا یحل له التسری الا انه لا یملک الا الطلاق اور جتنی عورتون کا نکاح حر کو جائز ہی اسکے نصف کا غلام کو صحیح ہی یعنے دو حرہ کا اور دو لونڈیون کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہی اسپر اسکے سوا تو حلال نہین اسکو لونڈیون کا تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سوائے طلاق دینے اپنی منکوحہ کے غلام و مدبر اسکو کہتے ہین جسے مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیره ای الزنا لثبوت نسبه ولو من حربی او سیدها المقر به اور صحیح ہی نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہی زنا کے سوائے اور حاملہ سے نکاح جائز نہین اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت ہی اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے سیدہ مالک سے جو اسکا اقرار کرتا ہو اور اگر اقرار نہ کرے تو نکاح حاملہ سے درست ہی اسواسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی دلالت حال سے ثابت ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع متصل بالمسئلة الاولی اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ حرام ہی لڑکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہی یعنے زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہی وطی درست نہین اسکے سوائے اور حاملہ کا نہ نکاح درست نہ وطی لئلا یسقی ماءه زرع غیره اذ الشعر ینبت منه زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہی کہ نہ سینچے اسکا جماع کرنے والا اپنا پانی بیگانی کھیتی مین اسواسطے کہ بال اس سے جمتے ہین یعنے زیادہ جمتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **فرع** لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا والولد له ولزمه النفقة یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اسکو اس سے وطی کرنا باتفاق حنفی رح اور شافعی رح کے حلال ہی اور بیٹا اسیکا ہوگا اور اسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اسکو حلال ہی بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہو اور اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا تو ثابت النسب نہوگا ولو زوج امته او ام ولده الحامل بعد علمه قبل اقراره به جاز وکان نفیا للولد نهر عن التوشیح اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہی اور یہ حمل مین نکاح کر دینا باوجود اسکے علم نفی کے ہی ولد کی اپنے نسب سے کذا فی النهر عن التوشیح وصح

ونکاح الموطوءۃ بملک یمین اور صحیح ہی نکاح اس عورت کا جس سے صحبت کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنے اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اُسکے تصرف مین رہا کرتی تھی پھر اُسنے دوسرے شخص سے نکاح کردیا تو درست ہی بشرطیکہ حاملہ نہو اسواسطے کہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہین یہان تک کہ اگر اُسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون اقرار مولی کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے فلا تستبرء زوجہا اور نہ استبرا کرے زوج اُسکا نہ وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمدؒ کے نزدیک استبرا مستحب ہی اور اگر لونڈی خرید کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہی اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی ہو استبرا یہ ہی کہ بدون ایکبار حیض ہونے کے صحبت نہ کرنا بل سیدہا وجوبا علی الصحیح بلکہ اُسکے مالک پر واجب ہی استبرا نکاح کر دینے سے پہلے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الذخیرہ والموطوءۃ بزنا ای جاز نکاح الزانیۃ وان رَاٰہا تزنی ولہ وطیہا بلا استبراء یا اس عورت کی وطی زنا سے ہوتی ہو توبھی اُسکا نکاح صحیح ہی یعنے زانیہ کا نکاح جائز ہی اگرچہ مرد نے عورت کو زنا کرتے دیکھا اور اُسکو جائز ہی وطی کرنا بدون استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا واما قولہ تعالی الزانیۃ لاینکحہا الا زان) فمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم) اور یہ جو قول ہی حق تعالے کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا مگر زانی مرد تو اُسکا جواب یہ ہی کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہوگیا یعنے نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا اور نسخ کی دلیل یہ ہی کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہین ٹالتی یعنے زانیہ ہی حضرتؐ نے فرمایا کہ طلاق دے اُسکو اُسنے کہا کہ وہ خوبصورت ہی مین اُسکو چاہتا ہون حضرتؐ نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اُس سے یعنے نہ طلاق دے اور اُسکو صحبت مین رکھ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر **ف** اس مضمون کی حدیث ابو داؤد اور نسائی مین موجود ہی ابن عباسؓ کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول وفی اخر حظر المجتبی لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولا یجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لایقیما حدود اللہ فلا بأس ان یتفرقا فما فی الوہبانیۃ ضعیف کما بسط للمصنف ومجتبی کے باب الحظر کے آخر مین ہی کہ واجب نہین مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الٰہی کی نکر سکینگے تو کچھ مضائقہ نہین دونون کی جدائی مین سو جو روایت کہ وہبانیہ مین ہی کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہی بدون حیض ہو جانے کے تو وہ روایت ضعیف ہی چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وصح نکاح المضموم الی محرمۃ اور صحیح ہی نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنے ایک عورت مرد پر حلال ہی اور دوسری حرام ہو اُن دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا و محرم کا نکاح باطل ہو جائیگا والمسمّٰی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا یعنے دونون کا مہر اُسیکو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمۃ فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اُسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعۃ اور باطل ہی نکاح متعہ کا متعہ اُسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور فتح مکہ مین مباح تھا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتون مین قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہوگیا چنانچہ صحیح مسلم مین ربیع بن سبرہ سے روایت ہی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پھر فرمایا کہ اے لوگو مین نے تمکو متعہ کرنے کی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اُسکو حرام کردیا قیامت کے دن تک ابن عباسؓ اول حلت متعہ کے قائل تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہی تو باجماع صحابہ اُسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے وہ کافر ہی چنانچہ مضمرات مین موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **وموقت** اور باطل ہی نکاح موقت یعنے مدت مقرر کرنا نکاح مین اُسکو نکاح موقت کہتے ہین نکاح موقت اور متعہ مین چند وجوہ سے فرق ہی متعہ مین لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہی اور موقت مین لفظ تزویج اور نکاح لازم ہی اور متعہ مین تعیین مقدار

مہر کی لازم ہو موقت مین نہین اور متعہ مین گواہ شرط نہین بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح نکاح موقت باطل ہو اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول اصح کے ولیس منہ ما لو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہ نہین اگر نکاح کیا عورت سے اس شرط پر کہ اسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہو نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع مین ہوئی نہ نکاح مین تو شرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اسمین خود نکاح مشروط ہو او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ یا نیت کی نکاح کرنے والے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین تک رہنے کی یعنی یہ بھی نکاح موقت مین داخل نہین ولا بأس بتزوج النہاریات اور کچھ مضائقہ نہین نہاریات کے نکاح مین کذا فی العینی نہاریات وہ عورتین جنکے پاس شوہر دن کو رہے نہ رات کو ویحل لہ وطی امرأۃ ادعت علیہ عند قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی ای والحال انہا محل للانشاء ای لانشاء النکاح خالیۃ عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینۃ اقامتہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا اور حلال ہو مرد کو وطی اس عورت کی جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک اسبات کا کہ مردنے اس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہو وجود نکاح کی حلال ہو محرم نہین خالی ہو موانع نکاح سے یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہین اور حکم کردیا قاضی نے اسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی ان گواہون کے جنکو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت مرد نے اس سے نہین نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونون جھوٹھے تھے سو قاضی کا حکم ظاہر مین نافذ ہوگا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور باطن مین بھی نزدیک امام اعظم رح کے نافذ ہوگا یعنی بلا تردد وطی حلال ہوگی امام اعظم رح کی یہ دلیل ہو کہ ایک مرد نے گواہون سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضی رض کے روبرو حضرت نے اسکے ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوی اسکا جھوٹھا ہو جاہر ونا چار اگر یہی حکم منظور ہو تو میرا نکاح ہی کر دیجیے حضرت علی رض نے فرمایا کہ تیرے دونون شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا یعنی اب نکاح کی کچھ حاجت نہین اگر نکاح نہ تھا تو بھی بشہادت شہود ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وکذا تحل لہ لو ادعی ہو نکاحہا خلافا لہما اور اسی طرح سے حلال ہو وطی مرد کو اگر خود اسی نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور گواہ سنکر قاضی نے حکم دیا لیکن اول صورت مین دعوی باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی مین مرد ہوگا اور یہ قول حلت وطی کا خلاف ہو صاحبین کے نزدیک سواسطے کہ انکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہین وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ مین بروایت مواہب صاحبین کے قول پر فتوی ہو احتیاط اسی مین ہو کہ وطی نہ کرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر مین بالاتفاق نافذ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج باخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا شہادت زور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت زور ہو قضا نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کو نکاح کرلینا دوسرے مرد سے مدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یون متصور ہو کہ اسنے خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کیے تو وہ یقیناً جانتی ہو کہ اسکے شوہر نے طلاق نہین دی وحل للشاہد تزوجہا وحرمت علی الاول اور حلال ہو شاہد زور کو نکاح کرلینا اس عورت کا اسواسطے کہ قضا نافذ ہوگئی ظاہر اور باطن مین اور حرام ہوگئی عورت پہلے شوہر پر وعند الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول ما لم یدخل الثانی وہی من فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجیء اور نزدیک ابو یوسف کے دونون پر حلال نہین نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد کے شوہر اول پر حلال ہو جبتک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب عدت کے اور یہ مسئلہ نکاح اور طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہو چنانچہ آگے کتاب القضاء مین آویگا والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط اور نکاح کا معلق کرنا شرط پر صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہو جو حلف واقع ہوتے ہین جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح انمین سے نہین کتزوجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا

اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا مین نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر محتمل ہو کہ شرط واقع ہو یا نہو چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سواے اسکے مین موجود ہو چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور فتاوی ابو اللیث اور جامع الفصولین اور قنیہ مین مصرح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وما فی الدرر ففیہ نظر اور جو روایت درر مین ہو سوا مین بحث اور نظر ہو یعنے مخالف ہو فقہا کے لائق اسناد کے نہین صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر مین جائیگی تو فلانے سے تیرا نکاح کر دونگا اور فلانے نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ تعلیق باطل ہو اور نکاح صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اضافتہ الی المستقبل کتزوجتک غدًا او بعد غدٍ لم یصح اور نہین صحیح ہو اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یون کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسون تو نہ صحیح ہوگا ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہین باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دونگا یا اپنا گھر مجھکو عاریت دے یا اپنا نفقہ مجھسے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط بخلاف ما علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہو نہ نکاح یعنے اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہان شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ھم اس مقام مین فرق بتانا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضرور ہو کہ ناواقفون کو حیرانی نرہے معلق علی الشرط سے یہ مراد ہو کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ محقق الوجود جیسے کسی کی دل کی خوشی یا دخول دار یا ہوا چلنا یا پانی کا برسنا یا کسی کے جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہین اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہ مراد ہو کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے منافی ہو جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس الا ان یعلقہ بشرط ماض کائن لا محالۃ مگر نکاح معلق اسوقت درست ہو جب اسکی تعلیق کرے شرط ماضی موجود بلا تردد پر یعنے سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب اور قبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسینے کہا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھسے کر دیا بشرط آنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول مین فورًا زید آگیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی حاشیۃ المدنی فیکون تحقیقًا فینعقد فی الحال کما لو خطب بنتًا لابنہ فقال ابوها زوجتها قبلک من فلان فکذبہ فقال ان لم اکن زوجتها من فلان فقد زوجتها لابنک فقبل ثم علم کذبہ انعقد لتعلقہ بموجود یعنے جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہو گیا معلق نرہا تو اسیوقت منعقد ہو جائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے کسیکی بیٹی سے منگنی کی تو اسکے باپ نے کہا کہ مین تو تجھسے پہلے اسکا نکاح کر چکا ہون فلانے شخص سے سو اسنے اسکی تکذیب کی پھر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر مین نے فلانے شخص سے نہین نکاح کر دیا تو البتہ اسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اسنے قبول کر لیا پھر اسکا کذب معلوم ہو گیا خود اسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہو گیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنے نکاح معلق اس سبب سے صحیح نہین کہ شرط کا وجود حاصل نہین اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نرہا بلکہ محقق ہو گیا تو البتہ صحیح ہوگا وکذا اذا وجد المعلق علیہ فی المجلس کذا ذکرہ جوی زادہ وعممہ المصنف بحثًا اور اسی طرح نکاح صحیح ہو جاویگا جب معلق علیہ یعنے جسپر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب اور قبول کی مجلس مین پایا جاوے جیسا کہ اسکو جوی زادہ نے مذکور کیا اور بعضے نسخون مین جوی زادہ کے مقام پر خواہر زادہ مرقوم ہو اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو عام رکھا ہو بحث کرکے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص مجلس مین حاضر تھا سو بولا کہ مین راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ مین ہو کہ اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہو اور اجازت دے پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق ہو اور نکاح تعلیق کا احتمال نہین رکھتا اور اگر باپ مجلس مین حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس مین کافی نہین جب تک کہ وہ راضی نہو

ع [illegible]

۱۲ اور ایک نسخہ مین جوی زادہ ۱۲

اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی النھر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب والحق الاطلاق فلیتامل المفتی لیکن نہر الفائق مین کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضای والد کے یون کہا ہو کہ حق یہ ہو کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہوکر راضی ہو یا نہ راضی ہو اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہو کہ قاضی خان اسکی تصحیحات پر اعتماد کرتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الولی

باب الولی

بغیر نہین نکاح ہوگا

یہ باب ہو تعریف اور احکام ولی مین ھو لغۃ خلاف العدو وعرفا العارف باللہ تعالی وشرعا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا علی المذھب مالم یکن متہتکا ولی لغت مین بمعنی دوست ہو خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اسکو کہتے ہین جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ درحرمت کھونے والا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک عبد داخل نہین اسواسطے کہ وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تھا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے وخرج نحو صبی ومعتوہ ووصی مطلقا علی المذھب تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقا بنا بر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی وارث کی قید سے نکلا وصی کو مطلقا ولایت نکاح کی نہین خواہ اسکو نکاح کردینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی نکل گیا تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین والولایۃ تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہو جاری ہونے قول سے غیر پر یعنے دوسرے پر اسکا قول نافذ ہو جاوے فتثبت باربع قرابۃ وملک وولاء وامامۃ سو ثابت ہو ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کردے دوسرے ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کردے تیسرے ولایت آزاد کرنے کی جیسے نکاح آزاد کا سید کردے چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا بادشاہ یا قاضی کردے شاء او ابی الغیر راضی ہو یا ناراضی یعنے ولی کا قول بہر صورت غیر پر نافذ ہو وہ خوش ہو یا ناخوش وھی ھنا نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکرا اور ولایت بیان نکاح مین دو قسم ہو ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کواری ہو یعنے باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہین پہونچتا نکاح مین لیکن مکلفہ کو مناسب ہو کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کی طرف منسوب نہو وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا ومعتوھۃ ومرقوقۃ اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہو چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کواری نہو اور ولایت جبری ہو بالغہ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہو گو یہ انکار کرین کما افادہ بقولہ وھو ای الولی شرط صحۃ النکاح صغیر ومجنون ورقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنے اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنے ولی شرط ہو صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت مین نہ مکلفہ مین قید ذکورت کی اتفاقی ہو صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا بھی نکاح بدون اولیا کے صحیح نہین فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو مین یا غیر کفو مین اسواسطے کہ اسپر ولایت استحبابی ہو جبری نہین ہو یہی مذہب ہو امام اعظم اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہین اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہو لا نکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہ ہو کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتون کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہو کما قال تعالی (لا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن) اور حدیث لا نکاح الا بولی صحیح نہین بلکہ مضطرب ہو بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اس باب مین یعنے اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث نہین ثابت چنانچہ زیلعی نے

اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی توفیقا بین الادلہ اور اگر نفی جواز کی مراد دیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا بطلان نہین ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہے چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود اپنی ولایت سے اور صحیح مسلم مین حدیث مرفوع موجود ہے کہ الایم احق بنفسہا من ولیہا کہ عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہے بہ نسبت اپنے ولی کے ایم کہتے ہین عورت بے شوہر کو [illegible] باکرہ اور غیر باکرہ دونون شامل ہین تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہین اسکو خود اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو اپنے مال مین تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ذات مین بھی تصرف کر سکتا ہے اور جسکو اپنے مال مین تصرف نہین اسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہین سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال مین تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح مین بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال مین اختیار نہین تو اپنے نکاح مین بھی اختیار نہین وللولی اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن العم فی الاصح خانیۃ وخرج ذوو الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو اور جائز ہے ولی کو جب عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے چچا کا بیٹا قول اصح مین کذا فی الخانیۃ اعتراض کرنا غیر کفو مین اسطرح کہ قاضی پاس جا کر نکاح کو فسخ کروا ڈالے اور نکل گئی عصبہ کی قید سے ذوی الارحام اور مان اور قاضی یعنے انکو اعتراض کا حق نہین ولا یتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح کفو سے کر دیا پھر عورت نے اسکو پھیر کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو یہان بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ نکاح اول کی رضا سے لازم نہین آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو فیفسخہ القاضی ما لم یسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کر دے قاضی بشرطیکہ سکوت نہ کیا ہو ولی نے یہان تک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے اور اگر اس سے لڑکا پیدا ہوا تو ولی کو حق اعتراض نہ رہا تا کہ لڑکا نہ ضائع ہو معلوم ہوا کہ بدون قاضی کے جدائی کا اختیار ولی کو نہین اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہینگے سو اگر تفریق بعد دخول کے ہوئی تو عورت کو مہر معین ملیگا اور اسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطے کہ جدائی شوہر کی طرف سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ وینبغی الحاق الحبل الظاہر بہ اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنے اگر ولی ساکت رہا یہان تک کہ عورت حاملہ ہو گئی تو حق فسخ کا ساقط ہو گیا اور یہ تجویز ہے صاحب درر کی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وہو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو مین عدم جواز نکاح کا یعنے اگر عورت غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرلے تو اصلا جائز نہین اور یہی روایت پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے اور یہی روایت کی ہے حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے کہ اگر زوج کفو ہے تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہے تو ہرگز نافذ نہوگا اور معراج مین خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین مختار فتوی دینے کے واسطے حسن کی روایت ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہے لفساد الزمان عدم جواز پر فتوے ہوا بسبب فساد زمانہ کے نہ ہر مکلفہ با شرم وحیا ہے کہ غیرت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہے نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہے فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ تو نہ شوہر اول کی حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جسنے نکاح کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر غیر کو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر غیر کفو مین کثیر الوقوع ہے یعنے جب فتوی ہوا نکاح غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلاثہ نہ حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہین یا ولی راضی ہو گیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھ کر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے اور نہر الفائق مین بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی امام اعظم رح کے قول پر ہے بسبب قوت دلیل کے یعنے اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی ولی کے تو جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ مین فتوی مختلف ہے سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے وبناء علی الاول وہو ظاہر الروایۃ فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل لثبوتہ لکل کملا او بنا بر قول اول کے یعنے ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد کے سب کے راضی ہونیکے برابر ہے اسواسطے کہ حق ولایت کا ہر ایکو پورا ثابت ہے یعنے جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیون کو حق اعتراض نہ رہا کولایۃ امان وقود ومحققہ

فی الوقف صانند ولایت امان اور قصاص کے یعنے اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانون کو اسکا تعرض نہین پہونچتا اور اسی طرح اگر ایک ولی نے قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نہ رہا اور کتاب الوقف مین اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجۃ وکلا فالاقرب [illegible] حق الفسخ ایک ولی کی رضا سب کی رضا کے برابر ہے اگر سب اولیا درجہ مین برابر ہون جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہون ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ اور دوسرا بعید جیسے مثلاً بھائی تو اولیا مین سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنے اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے وان لو یکن لھا ولی فھو ای العقد صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً اور اگر عورت کا کوئی ولی نہین تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقاً خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے نزدیک وقبض ای من لہ حق الاعتراض المھر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضا دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتاً عند القاضی قبل مخاصمتہ والا یکون رضا اور قبض کرنا اس ولی کا جسکو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی ہے باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفاءت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفاءت قاضی کے نزدیک ثابت نہین نالش سے پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہین کما لا یکون سکوتہ رضا ما لم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہین جبتک عورت نہ جنے چنانچہ یہ مسئلہ سابق ہو چکا واما تصدیقہ بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہین کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا فی المبسوط ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ وجبر کرنا نہین پہونچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا بواسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ ہونے سے فان استاذنہا ھو ای الولی وھو السنۃ او وکیلہا او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اسکے پیغامی نے اجازت مانگی یا اسکا نکاح کر دیا اسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کری بالغہ کو نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو نہ ولی کا وکیل اور رسول نہو پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار مین تو اگر استیذان کے وقت عورت کو چھینک یا کھانسی آئی پھر بعد فراغت کے اسنے کہا کہ مین راضی نہین نکاح رد ہو گیا ایسا سکوت عذر بے اختیاری لائق اعتبار کے نہین اور شارح نے سکوت مین قید عن الرد کی لگائی اسواسطے کہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا تکلم سکوت مین شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ کلام اجنبی رد نکاح نہین تو اجازت مین داخل ہوگا او ضحکت غیر مستہزئۃ یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور استہزاء سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت او بکت بلا صوت فلو بصوت لم یکن اذناً ولا ردّاً حتی لو رضیت بعدہ انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر یا مسکرائی یا روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی تو یہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہان تک کہ اگر راضی ہوگی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی مین ہے اسمین نظر اور اعتراض ہے یعنے صحیح نہین وقایۃ الروایۃ اور ملتقی الابحر مین یون ہے کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہے اور آواز سے رونی شارح نے اس اعتراض مین صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہین شروح پر اور وقایہ اور ملتقی کے شاہد ہین اور دو متن یعنے نقایہ اور اصلاح اور انکی شروح سو کیونکر کہا جاوے کہ انکی روایت صحیح نہین بلکہ یون کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فھو اذن ای توکیل فی الاولی ان اتحد الولی تو یہ سکوت اور ضحک و تبسم اور بکا اذن ہے نکاح کا یعنے اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہے ولی کو اول صورت مین یعنے استیذان مین اگر ولی ایک ہی ہے فلو تعدد لا یکون سکوتہا اذناً سو اگر اولیا نکاح کر دینے والے کثیر ہون تو اسکا سکوت اذن نہوگا مثلاً عورت کے دو بھائی ہین ایک بھائی نے کہا کہ مین تیرا نکاح زید سے کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہون اور دونون کے استیذان مین عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہوگا واجازۃ فی الثانی ان بقی النکاح لا لو بطل بموتہ او سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز رکھنا نکاح کا ہے دوسری صورت مین یعنے ولی نے قبل استیذان نکاح کر دیا پھر بعد خبر ہونیکے اسنے سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہے نکاح کی اگر ولی ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہون اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہوگا

بلکہ دونون نکاح موقوف رہینگے یہان تک کہ ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونون کو جائز رکھا تو دونون نکاح باطل ہونگے کذا فی حاشیۃ سکوت اجازت ہوگا اگر نکاح باقی ہو خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنے شوہر کے مرنے کے بعد بالغہ کو خبر نکاح کی پہونچی تو اسوقت مین اسکا سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا ولو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول لہا فترث وتعتد اھ اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کر دیا تھا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لہم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے باپ نے بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھکو خبر نکاح کی پہونچی تو مین راضی ہوگئی سو اس صورت مین شوہر کے وارثون کا قول معتبر ہوگا تو اسکو نہ مہر ملیگا نہ میراث لیکن اگر اسکو صحت نکاح کا علم ہو تو اسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولہ لہا غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا یون بولنا کہ غیر اسکا بہتر ہو اس سے یہ رد ہو قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنے ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح مین اور اسنے کہا زید کے سوا اور شخص بہتر ہو تو اگر یہ قول عقد سے پہلے ہو تو اجازت نہوئی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہو کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق مین کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونون صورتون مین یہ قول انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوجہا لنفسہ فسکوتہا رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا انکار رہی بعد عقد کے نہ قبل عقد کے یعنے نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اسکے اذن کے پھر جب بالغہ کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہ سکوت بعد العقد رضا نہوگا اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح مین اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی طرف سے اور متولی عقد طرفین مین یہ شرط ہو کہ فضولی نہو ایک طرف سے نہ دو طرف سے تو یہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل رد ہوا اور اجازت کے نہین یہان تک کہ اگر عورت اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہین اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت کرنا اسکا رضا ہو جائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ ابن العم اس صورت مین وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو اب اسکو متولی عقد طرفین صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فردت ثم زوجہا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اسنے رد کیا تھا پھر بعد اسکے نکاح کر دیا اسی شخص مذکور سے سو ساکت ہو گئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بخلاف ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت لعدم الانعقاد بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اسنے انکار کیا پھر بولی کہ مین راضی ہون تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل ہو جانے نکاح اول کے انکار سے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجأۃ السماع اور اسی واسطے بہتر جانا ہو فقہا نے تجدید نکاح کو زفاف کے وقت اسواسطے کہ غالب عادہ کواری عورتون کی اظہار نفرت ہو ناگہان سماعت نکاح کے وقت یعنے احتمال ہو کہ اعلان نکاح کے وقت نکاح سے نفرت کی ہو اور نکاح باطل ہوگیا ہو تو بسبب عدم رضا کے پھر جب بعد اسکے نکاح جدید کر لیا تو یہ شبہ جاتا رہا بحر الرائق مین کہا تجدید نکاح اسوقت مستحب ہو جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فسکتت فوکل من یزوجہا ممن سماہ جاز ان عرف الزوج والمہر کذا فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اسنے سکوت کیا پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کر دے اس سے جسکا نام لے دیا تو یہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہو اگر زوج اور مہر کی معرفت ہوگئی ہو کذا فی القنیۃ صحت نکاح مین معرفت زوج کی ضرور ہو عورت بھی اسکو جان گئی ہو اور وکیل بھی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کر دے اور مہر کی معرفت مین اختلاف ہو چنانچہ ماتن آگے تصریح کریگا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہین واستشکلہ فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز وانہا مستثناۃ اور مشکل جانا ہو مسئلہ سابق کو بحر الرائق مین اسطرح ہو کہ وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہو عدم جواز نکاح کا یعنے بالغہ کے سکوت سے ولی اسکا وکیل ٹھہرا اسپر اسکو وکیل کرنے کا اختیار نہین کہ ولی کے وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہ کہیے کہ یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنی ہو یعنے ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہین لیکن نکاح مین اختیار ہو اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہو کہ نکاح کی وکالت

حقیقی وکالت نہین بلکہ یہان سفیر محض او معتبر ہوتا ہو اور اسی واسطے حقوق عقد کے وکیل کی طرف رجوع نہین کرتے اور باب الوکالت مین آویگا کہ اگر موکل نے قیمت معین کر دی تو وکیل کو اختیار ہو کہ دوسرے کو وکیل کر دے اسی طرح یہان بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہین تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج انہ من ہو لتظہر الرغبۃ فیہ وعنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی لو یحصون سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ کون ہی تاکہ اسمین شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا درضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون اپنے ہمسایون سے یا اپنے چچا کے بیٹون مین سے ایک مرد کے ساتھ بشرطیکہ وہ متناہی ہون تا ہاں ایک کا حال عورت کو معلوم ہو سکے والا لا کما لو تفوض لہ الامر اور اگر متناہی نہونگے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک ولی کو اپنا امر سپرد نہ کرے مثلاً اگر یون کہے کہ جو تو کرے مین اسمین راضی ہون یا یون کہے کہ میرا نکاح کر دے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر وقیل یشترط وہو قول المتاخرین بحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وما صححہ فی الدرر عن الکافی ردہ الکمال شرط نہین مہر کا علم یعنے استیذان مین مقدار مہر کا علم ضرور نہین اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہین کذا فی الہدایہ اور بعضون نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہی اسواسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہی اور یہی ہی قول متاخرین فقہا کا کذا فی البحر عن الذخیرہ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہی شرح منح الغفار مین اور جسکی تصحیح کی ہی درر مین بروایت کافی کے اسکو رد کیا ہی کمال الدین محقق نے درر مین کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہی تو ذکر شوہر کا کافی ہی مہر کا ذکر ضرور نہین اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہی تو مہر کا تسمیہ ضرور ہی محقق نے اسکو یون رد کیا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہی اسواسطے کہ باپ دادا مین اور انکے سوا اور اولیا مین تفرقہ کرنیکا محل تزویج صغیرہ ہی کہ وہان ولایت اجبار ثابت ہی اور یہان گفتگو بالغہ مین ہی اسمین باپ اجنبی کے برابر ہی بدون اسکی رضا کچھ نہین کر سکتا وکذا اذا زوجہا الولی عندہا بحضرتہا فسکتت صح فی الاصح ان علمت بہ کما مر اور اسی طرح جب نکاح کر دیا بالغہ کا ولی نے اسکے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بشرطیکہ شوہر کو اسنے جانا ہو چنانچہ سابق مین مذکور ہوگیا والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کے برابر ہی سینتیس مسئلہ مین جنکا ذکر اشباہ مین ہی کتاب الاشباہ والنظائر مین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارھوین قاعدہ مین کہا کہ سینتیس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہی ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اسکا اپنے قبض مہر کے وقت ۳ سکوت باکرہ کا اپنے بالغ ہونے کے وقت اپنے خیار نفس مین جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنیکی قسم کھائی ہو پھر اسکے باپ نے اسکا نکاح کر دیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی یعنے قسم ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنے فقیر کا برابر قبول کے ہی نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ اور متصدق علیہ کے وقت سکوت کرنا مالک کا اذن مین داخل ہی ۷ سکوت وکیل کا قبول ہی اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہی ۸ سکوت مقر لہ کا قبول ہی ۹ مفوض الیہ یعنے جسکو کچھ سپرد کیجیے اسکا چپ رہنا قبول ہی اور رد ہوتا ہی رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جسپر کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہی اور رد ہوتا ہی رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ مین بائع یا مشتری نے کہا کہ مین اس بیع کو صحیح کرتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲ غانمین مین تقسیم مال کے وقت مالک قدیم کا سکوت رضامندی ہی ۱۳ عبد کو بیع اور خرید کرتے دیکھ کر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط کرتا ہی ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھ کر اس بائع کا سکوت کرنا جسکو حبس مبیع مین اختیار تھا اجازت ہی قبضہ کرنے کی ۱۵ بیع معلوم ہونے کے وقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہی ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھ کر مولی کا سکوت اجازت ہی تجارت کی ۱۷ مولی نے قسم کھائی کہ غلام کو تجارت کا اذن ندونگا پھر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھ کر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا سکوت اور انقیاد بیع اور رہن کے وقت اقرار ہی غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اوترنے دونگا پھر اسکو اپنے گھر مین اوترتے دیکھا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کے وقت یا مبارکبادی دینے کے وقت اقرار ہی ثبوت نسب کا پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہین ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہی ولد کا ۲۲ قبل بیع کے

بیع کا عیب دیکھنا یہ سکوت کرنا رضا بالعیب ہی بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳ سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونیکے وقت رضا ہی نکاح کی ۲۴ زوجہ نے یا اور کسی قریب نے زمین بیچی اور اسوقت شوہر نے سکوت کیا تو یہ سکوت اقرار ہی اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہین اسی پہ فتوی ہی مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے اور اسی طرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کے وقت اقرار ہی اپنی عدم ملکیت کا ۲۵ ایک شخص نے دیکھا کہ اسکا اسباب یا گھر کسی نے بیچا پھر مدت تک مشتری اسمین تصرف کرتا رہا اور یہ شخص چپ ہی تو اسکا سکوت اسکے دعوی کا مسقط ہی ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک مین ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص مین اپنے واسطے لیتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو اسمین دونون کی شراکت نہوگی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز کو مین خاص اپنے واسطے خرید کرتا ہون اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی ۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھ کر اسکے ولی نے سکوت کیا تو یہ اذن ہوا ۲۹ غیر کو مشک پھاڑتے دیکھا یہان تک کہ بہ گیا جو اسمین تھا تو یہ سکوت رضا ہی ۳۰ قسم کھائی کہ مملوک سے خدمت نہ لونگا پھر وہ بدون اسکے امر اور نہی کے خدمت کرنے لگا اور یہ ساکت ہی تو حانث ہوا یہ تیس مسئلے جامع الفصولین وغیرہ مین تھے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کیے ۳۱ مان نے بیٹی کے جہیز مین کچھ اسباب باپ کا دیا اور باپ ساکت ہی تو اسکو پھیر لینا نہین پہونچتا ۳۲ مان نے بیٹی کے جہیز مین وہ سامان دیا جسکا رواج ہی اور باپ ساکت تھا تو مان اسکی ضامن نہوگی ۳۳ زیور پہنے لونڈی کو بیچا بدون شرط کے پھر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اسکو لے گیا اور بائع ساکت رہا تو یہ سکوت بمنزلہ تسلیم ہی زیور کا مالک مشتری ہوگا ۳۴ استاد کے آگے شاگرد کا پڑھنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہی قول اصح مین ۳۵ بلے عذر مدعاعلیہ کا ساکت رہنا انکار ہی اور بعضون نے کہا کہ انکار نہین کذا فی القضاء الخلاصہ ۳۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر ۳۷ قاضی نے شاہد کا حال مزکی سے پوچھا اور اسنے سکوت کیا تو اسکا سکوت تعدیل ہی شاہد کی اور ۱۴ مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ مین زیادہ کیے تو سب اکاون مسئلے ہوئے جنمین سکوت برابر نطق کے ہی خوف طوالت سے انکا مذکور کرنا ضرور نجانا فان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی ابعد فلا عبرۃ لسکوتہا سو اگر اذن چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اسکے سکوت کا اسوقت مین کچھ اعتبار نہین بل لابد من القول کالثیب البالغۃ بلکہ اسوقت مین بولنا ضرور ہی مثل ثیب بالغہ کے ثیب اس عورت کو کہتے ہین جسکا ایک بار نکاح ہوا اور صحبت بھی ہوئی پھر شوہر کی موت سے یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی لا فرق بینہما الا فی السکوت نہین فرق دونون مین مگر سکوت مین یعنے باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ مین ~~سوا~~ سکوت اور کچھ فرق نہین مثلاً باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اسوقت مین باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہی رضا کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہین بدون رضائے قولی کے لان رضاہا یکون بالدلالۃ کما ذکرہ بقولہ او ما ہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضاء کطلب مہرہا ونفقتہا وتمکینہا من الوطء ودخولہ بہا برضاہا ظہیریۃ سو اسلئے کہ دونون کی رضا دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہی چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول مین بیان کیا یعنے ضروری ہی رضای قولی یا جو قول کے مانند ہی یعنے وہ فعل جو رضا پر دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریۃ مراد دخول سے خلوت ہی نہ وطی سو اسلیے کہ وطی کا ذکر اول ہو چکا وقبول التہنئۃ للقہستانی سرور او نحوہ بخلاف خدمتہ او قبول ہدیتہ اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان افعال کے رضامندی پر دلیل ہین جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اسکے تحفہ کے کہ یہ رضامندی کی دلیل نہین

ومن زالت بکارتہا بوثبۃ ای نطۃ او درور حیض وحصول جراحۃ او تعنیس ای کبر بکر حقیقۃ کتفریق بجب او عنۃ او طلاق او موت بعد خلوۃ قبل وطی جس عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنے شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہان زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو وہ عورت حقیقی باکرہ ہی کہ مطلق مرد سے خبر نہین مانند اس عورت کے جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر والخصیتین ہونے سے یا اسکے نامرد ہونے سے یا طلاق دینے یا مرنے شوہر سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا وہذہ فقط بکر حکما ان لم یتکرر ولم یحد بہ یا بکارت زائل ہوئی ہی زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہی

یعنے بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ تکرار زنا کی نہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اسپر نہ قائم ہوئی ہو خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان ولی کے بجاے نطق کے ہے یولنا اسکا شرط نہیں ولا تکتفی کموطوءۃ بشبہۃ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اسپر زنا کی حد ماری گئی تو وہ باکرہ نہیں ثیب ہی مانند اس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکت وقالت بل رددت النکاح ولا بینۃ لھما علی ذلک ولم یکن دخل بھا طوعا فی الاصح فالقول قولھا بیمینھا علی المفتی بہ کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے کہ تجھکو خبر پہونچی نکاح کی سو تو ساکت ہی اور اسنے کہا بلکہ میں نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونوں کے گواہ نہیں اپنے اس دعوی پر اور دخول بھی رضامندی سے نہوا قول اصح میں تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اسکی قسم کھانے کے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنے اگر عورت قسم کھائے گی تو نکاح نہ ثابت ہوگا وتقبل بینتہ علی سکوتھا لانہ وجودی بضم الشفتین اور مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر وجودی ہے بسبب ملانے دونوں لبوں کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے جواب دیا کہ سکوت دونوں لبوں کے ملانے سے ہوتا ہے تو وجودی ہوا نہ کہ عدمی ولو برھنا فبینتھا اولی الا ان یبرھن علی رضاھا او اجازتھا اور اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہیں لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورت کی رضامندی پر یا اسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے فلو زوجھا ابوھا مثلا فادعت انھا کانت بالغۃ والنکاح بغیر رضاھا وقال الاب او الزوج بل کانت صغیرۃ فالقول لھا ان ثبت ان سنھا تسع سنین چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلا اسکے باپ نے نابالغہ جان کر سو عورت نے کہا کہ میں تو بالغہ ہوں اور نکاح صحیح نہیں اور حالانکہ وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ یہ صغیرہ ہے اس صورت میں بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہے کذا لو ادعی المراھق بلوغہ اور اسی طرح اگر دعوی کیا صبی قریب البلوغ نے اپنے بلوغ کا یعنے باپ نے بیٹے کی کوئی چیز بیچی بیٹا بولا کہ میں بالغ ہوں بیدون میری مرضی بیع صحیح نہیں اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برھنا فبینۃ البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونوں نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولے ہونگے شرط الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنابر مذہب اصح کے اور غیر اصح میں قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبھا الزوج فالقول لہ لانکارہ زوال ملکہ بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ میں نے نکاح رد کیا جب میں بالغ ہوئی اور زوج اسکی تکذیب کرتا ہو تو یہاں معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر ہیں اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا ولو اختلفا بعد زمان البلوغ ولو حالۃ البلوغ فالقول لھا شرح وھبانیۃ فلیحفظ لائق اعتبار کے قول کا زوج ہے اگر صغیرہ اور زوج میں اختلاف ہوا ہو بعد زمان بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوھبانیۃ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیرۃ والصغیر جبرا ولو ثیبا والمعتوہ والمجنون شہرا اور واسطے اس ولی کے جسکا بیان آگے آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی اگر چہ صغیرہ ثیبہ ہو مانند احمق بد تدبیر اور مجنون کے جسکا جنون مہینہ بھر برابر رہتا ہو ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مھرھا وزیادۃ مھرہ او زوجھا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا وکذا المولی وابن المجنونۃ اور لازم ہوگا نکاح یعنے صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا بعد بلوغ کے اگر چہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگر چہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسی طرح مولے بھی جسنے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کرکے آزاد کیا اور اسی طرح مجنونہ کا بیٹا لم یعرف منھما سوء الاختیار مجانۃ و فسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا جب ایسے باپ یا دادا کا نکاح کر دینا لازم ہے جنکی بد تدبیری ازراہ بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر انکی بد تدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہیں یہ اتفاقی امام اور صاحبین کے وکذا لو کان سکران فزوجھا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیئۃ لظہور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ فتح

اور اسی طرح بالاتفاق نکاح صحیح نہین اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کر دے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہین یا ذلیل کسب والی سے جیسے خاکروب اور موچی اور جلاہا نکاح صحیح نہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اسکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہوگی اسکی بدتدبیری کی یعنے ان صورتون مین ولی کی حماقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہوگیا وان کان المزوج غیرهما ای غیر الاب وابیه ولو الام او القاضی او وکیل الاب لکن فی النهر بحثا لو عین لوکیله القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا اگر نکاح کر دینے والا باپ دادے کے سوا اگرچہ مان ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق مین بحث کر کے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کر دی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب وجد سے نکاح صحیح نہین غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعة صح ولهما فسخه وهم اور جو کہ کتاب صدر الشریعت مین ہے کہ غیر اب وجد کا غیر کفو یا نقصان صریح سے نکاح کر دینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہے سو یہ قول خطا ہے ہرگز یہ نکاح صحیح نہین کذا فی فتح القدیر وغایة البیان ولو کان من کفو وبمهر المثل صح ولکن لهما ای لصغیر وصغیرة وملحق بهما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعد البلوغ لقصور الشفقة اور اگر تزویج غیر اب وجد کی کفو سے ہے اور ساتھ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے ولیکن ان دونون کو یعنے صغیر اور صغیرہ اور انکے ملحق کو یعنے احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونیکے وقت یا بعد بالغ ہونیکے نکاح معلوم ہونے کے وقت یعنے اگر اول سے نکاح کا علم تھا تو بلوغ کے وقت اختیار ہے اور اگر نکاح اول معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے بھی معلوم ہونے تک اختیار ہے بسبب کم مہری ولی کے یعنے باپ دادا کے برابر اور اولیا کو مہربانی نہین ہوتی تو اسواسطے صغیر اور صغیرہ کے وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہین نکاح رکھین چاہین توڑ دین ویغنی عنه خیار العتق اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ سے بے پروا کرتا ہے مثلاً صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کر دیا پھر اسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کے وقت اسمین دو اختیار جمع ہوے خیار بلوغ اور خیار عتق سو ایسی صورت مین کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتے خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہین بسبب قوی ہونے خیار عتق کے اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہین ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہ ہے کہ اس صورت مین خیار بلوغ مطلق نہین اسواسطے کہ تزویج مولے کی برابر تزویج اب اور جد کے ہے اور حالانکہ وہان بلوغ کے وقت پر فسخ کا اختیار نہین کذا فی حاشیة المدنی ولو بلغت وهو صغیر فرق بینهما بحضرة ابیه او وصیه بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیه ویلزم کل المهر اور اگر بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جائیگی دونون صغیر کے باپ کے روبرو یا اسکے وصی کے روبرو بشرط حکم قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونون باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح مین اور لازم ہوگا تمام مہر یعنے وقت بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ نہ کیا یہان تک کہ دونون مین سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنیکے ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا اسواسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہے مہر پورا کرنے مین ثم الفرقة ان من قبلها ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پھر جدائی اگر عورت کی جانب سے ہے تو فسخ ہی نکاح کا کم نہین کرتا طلاق کے عدد کو یعنے اگر حرہ سے بعد فسخ کے بخوشی اسکے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہان وہ فرقت مراد ہے جو غیر ہے خیار بلوغ کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اسمین احتمال نہین ولا یلحقها طلاق الا فی الردة اور نہین لاحق ہوتی طلاق اس عورت کو جو فسخ کی عدت مین ہے مگر مرتد ہو جانے مین طلاق لاحق ہوتی ہے یعنے ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہے لیکن مرتدہ کی عدت مین طلاق پڑ سکتی ہے وان من قبله فطلاق اور اگر فرقت جانب زوج سے ہے تو طلاق ہے فرقت زوج سے مراد وہ فرقت ہے جو عورت کی طرف سے نہو سکے تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطے کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہین بلکہ فسخ ہے کیونکہ عورت اور مرد دونون کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہے فقط مرد ہی کو خاص نہین الا بملک او ردة او خیار عتق مرد کی طرف فرقت طلاق ہے لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق مین طلاق نہین ملک کی صورت یہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کی طرف سے ہوئی اور طلاق نہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہے طلاق نہین اور ذکر خیار عتق مین

شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی ؎ لیس للانثی فرقة منه ولا مهر علیه الا خیار عتق فسرا و
فی عتق اور نہین ہی ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جسمین زوج پر مہر نہو مگر جب کہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تھا
کہ بجاے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہوچکا یعنے زوج کی طرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہی سواے خیار بلوغ کے کہ اسمین
مہر ساقط ہی کذا فی حاشیة المدنی والطحطاوی ؎ وشرط لکل قضاء الا ثمانیة اور مشروط ہی سب جدائیون کے واسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون مین قاضی
کا حکم شرط نہین ؎ نظمتها فی النهر وقال ۔ اور نظم کیا ہی نہر الفائق مین سولہون کو مثل انکے مصنف نے ؎ فرق النکاح اتتک جمعا نافعا ؛ فسخ طلاق وهذا الدر
یتیمه کہ جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموعہ نافع ہوکر اور وہ دو جنس مین منحصر ہین فسخ یا طلاق اور یہ نظم جو نفاست مین موتی کے مانند ہی انکو بیان
کرتی ہی ؎ تباین الدار مع نقصان مهر کذا ، فساد عقد وفقد الکفو یحصیها اول فرقت مین تباین دار دوسری فرقت کمی مہر کے ساتھ نکاح کے
اسی طرح تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سناتا ہی تباین دار مثلا عورت دار الحرب چھوڑکر دار الاسلام مین آئی مسلمان
ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہوگئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنے عورت نے اپنا نکاح مہر مثل سے کم کرلیا
تو ولی دونون مین تفریق کروائیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھہ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاویگی تیسری فرقت فساد عقد
کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنے جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کرلیا تو اولیا کو فسخ کرادینیکا حق ہی ؎ تقبیل سبی والاسلام
المحارب ثم ارضاع ضرتها قد عد ثامنها پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودھ پلانے
کی اسلام اور ارضاع بھی انھین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنے بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلا عورت نے
شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح فسخ ہوگیا سبی کی فرقت یعنے عورت کا قید ہوکر دار الاسلام
مین آنا ناظم سے بیان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور اگر سبی مع تباین دار
مراد لیجیے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہی سبی کی کچھہ حاجت نہین کذا فی حاشیة المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنے شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت کے
تین حیض ہوچکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہ جدائی فسخ ہی ارضاع کی فرقت یعنے جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تھی
تو دونون کا نکاح فسخ ہوگیا ؎ خیار عتق بلوغ ردة وکذا ملک لبعض وتلک الفسخ یحصیها نوین فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار
بلوغ کی گیارہوین فرقت ارتداد کی بارہوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیون کو فسخ گھیرتا ہی یعنے یہ سب جدائیان جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین
خیار عتق کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہی نہ مرد کی طرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا بخلاف اگلی جدائیون کے کہ وہ دونون طرف سے ہوتی ہین
ملک بعض کی فرقت یعنے زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح نرہیگا ناظم نے ملک بعض کو اسواسطے بیان کیا کہ جب
ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ؎ اما الطلاق فجب عنة وکذا ایلاء ولعان ذاک یتلوها ؛ اور جو جدائیان
کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلا اور لعان یہ حکم مین ماقبل کا تابع ہی مجبوب ہونے کی جدائی یعنے عورت نے مرد کو مقطوع
الذکر والخصیتین پایا اور اسی طرح عنین یعنے نامرد پانے کی جدائی اور ایلا کی فرقت یعنے مرد نے چار مہینے نہ صحبت کرنے کی قسم کھائی اور چار مہینے
بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنے مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پھر کاذب پر لعنت کرکے دونون مین جدائی ہوگئی یہ
سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین انمین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ؎ فقضاء قاض اتی شرط الجمیع خلا عتق وملک و
اسلام اتی فیه فساد ؛ حکم قاضی کا سب جدائیون مین شرط ہی سواے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے اور انھین مین اگلی نظیر یہ ہین ؎ تقبیل سبی

مع الایلاء یا املی تباین مع فساد العقد یدینا ۱ اور تقبیل و سبی ساتھ ایلاء کے اے میری امیدگاہ اور تباین دار ساتھ فساد عقد کے یہ فساد عقد عورت کو اسکے مرتبہ سے اتارتا ہے یعنے کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہین ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان اٹھ جدائیون مین قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہین ۱ فرقت خیار عتق کی ۲ ملک کی ۳ فرقت اسلام حربی کی ۴ فرقت تقبیل وغیرہ کی ۵ فرقت سبی کی ۶ فرقت ایلاء کی ۷ فرقت تباین دارین کی ۸ فرقت فساد عقد کی ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارة عالمة باصل النکاح اور باطل ہوتا ہے اختیار باکرہ کا بشرطیکہ مختار ہو سکوت مین معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے بول نہ سکے تو یہ سکوت عذری مبطل خیار کا نہین اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہین لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہین ولو سألت عن قدر المہر قبل الخلوة او عن الزوج او سلمت علی الشہود لم یبطل خیارہا بحثا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام کیا شاہدون کو تو ایسے کلام سے انکا اختیار باطل نہین ہوتا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھ ولا یمتد الی آخر المجلس لانہ کالشفعة اور خیار بلوغ کا دراز نہین ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنے جس مجلس مین عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو فوراً اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہے ولو اجتمعا بحر تقول اطلب الحقین ثم تبدء بخیار البلوغ کذا یفتی و تشہد قائلة بلغت الآن ضرورة احیاء الحق اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے مین وہ حق طلب کرتی ہون پھر بیان مین ابتدا اختیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یون کہتی ہوئی کہ مین اب بالغ ہوئی یہ کہنا احیاء حق کی ضرورت کے سبب سے ہے بحر الرائق مین کہا کہ جب سے خون حیض دیکھے طلب کرے پھر اگر رات کو دیکھے تو زبان سے یون طلب کرے کہ مین نے نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ مین نے خون اب دیکھا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک جاری رہتا ہے صبح کو یہ کہنا کہ مینے اب دیکھا کذب نہین علاوہ اسکے بضرورت احیاء حق اسمین کذب بھی روا ہے چنانچہ امام محمدؒ سے مروی ہے کذا فی حاشیة المدنی وان جہلت بہ لعدم تفرغہا للعلم بخلاف خیار المعتقة فانہ یمتد لشغلہا بالمولے یعنے سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہے اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت کے واسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اسکو امتداد ہے دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولے مین یعنے دار الاسلام مین حرہ کا جہل عذر نہین اسواسطے کہ وہ جان و مال کی مالک تھی کیون نہ اسنے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہے اسواسطے کہ مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی و خیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالة علیہ کقبلة ولمس و دفع مہر اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہون باطل نہین ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنے لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیرہ تھی انکا نکاح غیر اب وجد نے کر دیا تو انکا خیار بمجرد بالغ ہونے کے باطل نہین ہوتا ولا یبطل بقیامہما عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہین ہوتا دونون کے کھڑے ہونے سے مجلس مین سے اسواسطے کہ انکے اختیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہیگا اختیار جبتک رضامندی پائی جاوے ولو ادعت التمکین کرہا صدقت اور اگر شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ قادر ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ظاہر حال انکا مصدق ہے ومفادہ ان القول للمدعی الاکراہ ولو فی حبس الوالی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اسکا قول لائق اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید مین ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسہ ولی نکاح مین نہ مال مین وہ ہے جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کے مال کے ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ

نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہی وَهُوَ مَنْ یَتَّصِلُ بِالْمَیِّتِ حتی المعتق بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہ ہی جو لگاؤ رکھے میت سے حتی کہ آزاد
عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہی ما قبل کا یعنے عصبہ بنفسہ کا مثلاً باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ مین کہ باپ کا اتصال بیٹے
سے اور بیٹی کا اتصال مان سے اور مولے کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہین شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ مین میت کا لفظ نہ کہتا اسواسطے کہ
نکاح مین میت سے کیا علاقہ ہی بلکہ لائق تھا کہ یون تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہی جو غیر مکلف له سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے کذا فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب
الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب وراثت اور حجب کے ہی تو مقدم ہوگا مجنونہ
کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہی باپ کا حجب نقصان کر اگر بیٹا نہوتا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے ہونے سے کل نہ پاویگا چھٹا
حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوی بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی حق مسلمۃ ترید التزوج
وولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ ولی ہی بشرط حرہ ہونے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق مین کہ ارادہ نکاح کا رکھتی ہی اور
اسلام شرط ہی ولد مسلم کے حق مین اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہین اور عبد اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہین وکذا لا ولایۃ فی نکاح ولا مال لمسلم علی
کافرۃ الا بالسبب العام بان یکون المسلم سید امۃ کافرۃ او سلطانا او نائبہ او شاهدا یعنے جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہین ویسے ہی مسلم کو نکاح
اور مال مین کافرہ پر ولایت نہین مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہی سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اسکا نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو
وللکافر الولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقاً اور کافر کو ولایت ہی اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر مین مماثلت چاہیے گو ملت ہر ایک کی جدا ہو تو نصرانی کو
یہودی کی بیٹی پر ولایت ہی فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب وفی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت
ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وهکذا ثم للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی مان کو ہی پھر دادی کو اور قنیہ مین
اسکے برعکس ہی یعنے اول دادی پھر مان پھر دادی کے بعد ولایت ہی بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر ناتن کو پھر پرپوتی کو پھر پرناتن کو اسی طرح
آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو ثم للاخت لاب وام ثم للاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادهم پھر نانا کے بعد ولایت ہی
سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو انمین مرد عورت برابر ہین پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات
ثم بنات الاعمام وبهذا الترتیب اولادهم شمنی پھر ولایت ہی بقیہ ذوی الارحام کو یعنے پھوپھیون کو پھر ماموون کو پھر خالاؤن کو پھر چچا کے بیٹیون
کو اور اسی ترکیب سے انکی اولاد کو ولایت ہی یعنے پھوپھیون کی اولاد کو پھر ماموون کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالاۃ پھر ولایت ہی
مولے الموالات کو مولے الموالات اسکو کہتے ہین کہ جسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہو مثلاً زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب تھا اور وہ مر گیا
اور وہ اسکی بیٹی صغیرہ ہی سو اسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم لقاض نص لہ علیہ فی منشورہ ثم لنوابہ ان فوض لہ ذلک والا لا
پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا مین تصریح کردی گئی ہی نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبون کو اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم ہوا ہو
بادشاہ کی طرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبون کو تزویج صغار کی درست نہین ولیس للوصی من حیث هو وصی ان
یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذهب اور جائز نہین وصی کو وصی ہونے کی راہ سے یہ کہ نکاح کرے یتیم کا کسی طرح اگرچہ اسکو
باپ نے نکاح کردینے کی وصیت کی ہو بنا بر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما یملکہ بالولایۃ کما لا یخفی ہان اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک
ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ یہ مخفی نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لیس للقاضی تزویج الصغیرۃ من نفسہ ولا ممن
لا تقبل شهادتہ لہ کما فی معین الحکام جائز نہین قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اس سے کہ جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین جیسے باپ ۵

له لفظ غیر مکلف خالی از تکلف نہین بہتر یہ تھا اگر یون ہوتا ہو من یتصل بالمرأۃ بلا توسط انثی تو خوب ہوتا

[illegible]

اور بیٹا کما فی معین الحکام واقرہ المصنف وبہ علم ان فعلہ حکم وان عری عن الدعوی اور ثابت رکھا ہے مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح میں اور
اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہے اگرچہ خالی ہے دعوی سے صغیرۃ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمہ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا لان لہ
مجیزا وہو السلطان صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہاں کوئی ولی اور حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہیں تو یہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت صغیرہ کے
بعد بالغ ہونے کے یہ نکاح باطل نہیں بلکہ موقوف ہے اسواسطے کہ اسکا اجازت دینے والا موجود ہے اور وہ بادشاہ ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ یہ نکاح موقوف نہیں
بلکہ باطل ہے اسواسطے کہ صدور عقد کے وقت اگر اسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہے شارح نے جواب دیا کہ یہ باطل نہیں کہ اسکا مجیز بادشاہ ہے ولو زوجہا
اجازت دہندہ ۱۲
ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا اور اگر اسکا نکاح دو برابر کے ولیوں نے کر دیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر نہ
معلوم ہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہے یا دونوں نکاح ساتھ ہی ہوئے تو دونوں باطل ہونگے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا وللولی الابعد التزویج
بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اور جائز ہے ولی ابعد کو نکاح کر دینا ولی اقرب کے غائب ہونے میں سو اگر نکاح
کر دیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے میں تو نکاح موقوف رہیگا اسکی اجازت پر مثلاً سوتیلے دور تر ۱۲ بھائی نے نکاح کر دیا سگے نزدیک تر ۱۲ بھائی کے ہوتے تو نکاح موقوف رہیگا چاہے
سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کر دے ولو تحولت الولایۃ الیہ لم یجز الا باجازتہ بعد التحول قہستانی وظہیریۃ اور اگر پھر آئی ولایت ابعد
کی طرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر آنے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریۃ یعنی ابعد نے اقرب کے ہوتے نکاح کر دیا پھر اقرب
مر گیا یا بالکل غائب ہو گیا تو اب ولایت ابعد پر پھر آئی تو بھی وہ نکاح جائز نہوگا بدون اسوقت کے اجازت کے مسافۃ القصر واختار فی الملتقی ما لم
ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ تزویج ابعد کی جائز ہے جب اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے
یعنی تین شبانہ روز اور متبین میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی میں کہ غیبت کی مقدار یہان تک ہے کہ کفو منگنی کرنے والا
ولی اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہے بحر الرائق میں کہا کہ تعریف
غیبت میں تصحیح مختلف ہے تو اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے کہ جسپر اکثر مشائخ ہیں یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی وثمرۃ الخلاف فیمن
اختفی فی المدینۃ ہل تکون غیبۃ منقطعۃ اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اس ولی اقرب میں ظاہر ہوگا جو چھپ رہا شہر میں اسطرح کہ معلوم نہیں
ہو سکتا آیا یہ اختفا غیبت منقطعہ ہے یا نہیں تو بموجب روایت متن کے اس صورت میں ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہیں اور بموجب
روایت ملتقی کے جائز ہے اگر کفو انتظار نہ کر سکے ولو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی القول الظاہر ظہیریۃ اور اگر نکاح کیا عورت کا ولی اقرب
نے جہان کہ وہ ہے یعنی اپنے محل غیبت میں تو یہ نکاح جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق میں کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں اسواسطے کہ
بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہو گئی چنانچہ محیط اور مبسوط میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتثبت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ
لکن فی القہستانی عن الغیاثیۃ لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہے ابعد کو اولیاء نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی
نکل گیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی میں غیاث المفتیین سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کر دے ولی اقرب تو قاضی نکاح کر دے جب خوف ہو کفو کے
نہ ملنے کا التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا خلاصۃ یعنی ثابت ہے ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنی اسکے امتناع تزویج
سے ابعد کو نکاح کر دینا ثابت ہے بالاجماع کذا فی الخلاصۃ یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اسوقت میں ابعد قائم
مقام اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہا السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب میں تزویج ابعد کی جو سابق ہو چکی
اقرب کے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری ولایت سے وولی المجنونۃ والمجنون ولو عارضا فی النکاح اما التصرف

قبلہ قال فلا یلی اتفاقا لانہما ادنی سفل ولا بیہما کما مر اور ولی مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح مین بیٹا ہی امام اور ابو یوسف کے نزدیک گو سافل ہو جیسے پوتا اور پروتا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف مین پوتا یا باپ ولی ہی بالاتفاق شیخین اور محمد کے والاولی ان یامر ابیہ لیصح اتفاقا اور بہتر یہ کہ مجنونہ کے نکاح مین باپ امر کرے بیٹے کو کہ اسکا نکاح کر دے تا کہ باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی صغیر و صغیرۃ او اقر وکیل رجل او امرأۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا مرد کے وکیل یا عورت کے وکیل نے یا غلام کے میان نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہوگا اسواسطے کہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا ہی نہ غیر پر فتح القدیر مین کہا کہ صغیر اور صغیرہ جبکہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہون اسوقت مین ولی کا اقرار نافذ نہین اور اگر ولی نے اُنکی حالت صغر مین اقرار نکاح کا کیا اور دونون نے بعد بلوغ کے اُسکا انکار نہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعا لان منافع بضعہا ملکہ بخلاف لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اسکا اقرار نافذ ہی اجماعا اس سبب سے کہ منافع اُسکے قربت کے مولی کی ملک مین یعنے ایک مرد نے لونڈی کا نکاح کا دعوی کیا اور گواہ اُسکے نہین اور اس لونڈی کے میان نے اُسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا الا ان یشہد الشہود علی النکاح بان ینصب القاضی خصما عن الصغیر حتی ینکر فیقیم البینۃ علیہ مگر اسوقت اقرار ولی کا نافذ ہوگا جب گواہی دین گواہ نکاح اسطرح پر کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کی طرف سے تا کہ وہ نکاح کا انکار کرے پھر اسپر گواہ قائم ہون یہان سوال کا مقام تھا کہ اقامت بینہ کی صغیر منکر پر کیونکر صحیح ہو گی شارح نے جواب دیا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ ہو گی ولو ادرک الصغیر والصغیرۃ فیصدقہ ای الولی المقر بیٹا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پھر اُسکی تصدیق کرے یعنے ولی مقر کی او یصدق الموکل او العبد عند ابی حنیفۃ وقالا یصدق فی ذلک یا تصدیق کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میان کے اقرار کی نزدیک ابی حنیفہ کے اور صاحبین نے کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہو گی وھذہ المسألۃ مخرجۃ من قولہم من ملک انشاء ملک الاقرار بہ وقد نظمتہا اور یہ مسئلہ اقرار کا خارج ہی فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہی انشا کا وہ مالک ہی اُسکے اقرار کرنیکا یعنے باوجودیکہ ولی انشاء کا مالک ہی لیکن اقرار نکاح کا مالک نہین تو اس قاعدہ سے یہ مسئلہ مستثنی ہوا اور اس مسئلہ مستثنی کی اور بھی مثالین ہین جیسے قرض لینا وصی کا یتیم پر کہ وصی اُسکے انشا کا مالک ہی اور اُسکے اقرار کا مالک نہین یعنے اُسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہین **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ھل لولی مجنون و معتوہ تزویجہ اکثر من واحدۃ لم ارہ ومنعہ الشافعی وجوزہ فی الصبی للحاجۃ آیا درست ہی مجنون اور احمق بد تدبیر کے ولی کو اُسکا نکاح کر دینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو ہو کر کہتا ہی کہ یہ مسئلہ اپنے مذہب مین مین نے نہین دیکھا اور اسکو امام شافعی رح نے منع کیا ہی اور اُسکو صبی کے حق مین جائز رکھا ہی بسبب حاجت کے

باب الکفاءۃ

باب الکفاءۃ

ھی کافاہ اذا ساواہ والمراد ھنا مساواۃ مخصوصۃ او کون المرأۃ ادنی یہ باب ہی کفارت کا عرب بولتے ہین کافأ جب کسی چیز کے برابر ہو اور کتاب النکاح مین کفارت سے مراد مخصوص برابری ہی جسکا آگے مذکور ہو گا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو یہان ولی کو حق تفریق نہین اسواسطے کہ اس صورت مین ولی کو مقام ننگ نہین الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ برابری معتبر ہی شروع نکاح مین تو اگر نکاح کے وقت مرد عورت کے برابر تھا پھر کمتر ہو گیا یعنے مثلا فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہین ہوتا کفارت معتبر ہی لزوم نکاح کے واسطے یعنے ہر چند نکاح بدون کفارت کے بھی صحیح ہی لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہی پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہو گیا اور دوسری روایت پر کفارت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہی یعنے نکاح بدون کفارت کے صحیح نہین ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا للدنی کفارت کا اعتبار ہی مرد کیجانب سے اسواسطے کہ عورت شریف انکار کرتی ہی کمتر کے فراش ہونے سے یعنے کمتر مرد کے نیچے رہنا قبول نہین کرتی لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش برابری معتبر نہین عورت

کی طرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہی فراش کا تو اُسکو ننگ نہین آتا کمتری مفروش سے وھذا عند الکل فی الصحیح کما فی الجنازیۃ لکن فی الظھیریۃ وغیرھا عندہ وعندھما تعتبر فی جانبھا ایضاً اور یہ یعنے کفاءت کا اعتبار مرد کیجانب مین نہ عورت کیجانب مین امام اور صاحبین سب کے نزدیک ہی قول صحیح مین کما فی الجنازیۃ لیکن ظہیریہ وغیرہا مین یہ یعنے عورت کی کفاءت کا اسقاط امام کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک کفاءۃ بہتر معتبر ہی عورت کیجانب مین بھی فالکفاءۃ ھی حق الولی لا حقھا فلو نکحت رجلاً ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لا خیار لھا بل للاولیاء اور کفاءت حق ہی ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اسکا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو ناگہان وہ غلام نکلا تو اختیار نہوگا عورت کو بلکہ اسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہی ولو زوجوھا برضاھا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ اور اگر اولیانے عورت کا نکاح کردیا اسکی رضامندی سے اور نجانا اولیانے عدم کفاءت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہین تو کسیکو اختیار فسخ کا نہین نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اسوقت کہ جب شرط کرلی ہو اولیانے کفاءت کی اور خبر کردی زوج نے اولیا کو کفو ہونیکی نکاح کے وقت سو اولیانے اسی شرط پر اسکا نکاح کردیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہی تو اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح خلافاً لمالک اور معتبر ہی کفاءت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کفاءت کا کچھ اعتبار نہین نسباً اول اعتبار برابری کا بجہت نسب کے ہی اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہین فقریش بعضھم اکفاء بعض سو قریش آپسمین ایک دوسرے کے ہمسر و برابر ہین قریش اُنکو کہتے ہین جو اولاد ہین نضر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارھوین پشت مین ہین اور چارون خلفاء راشدین قریش ہین قریش بہ اعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہین تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہین اور اسی واسطے علی المرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کردیا حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہین اور عمر فاروق عدوی ہین وبقیۃ العرب بعضھم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپسمین ایک دوسرے کے ہمسر و برابر ہین تو عجم کے لوگ عرب کے ہمسر نہین واستثنی فی الملتقی تبعا للھدایۃ بنی باھلۃ لخستھم والحق الاطلاق قالہ المصنف کالبحر والنھر والفتح ویعضدہ اطلاق المصنف کالکنز والدرر اور ملتقی مین ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہی بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب انکی خست اور دناءت کے اور حق یہ ہی کہ انکو عرب سے نکال ڈالنا صحیح نہین بلکہ مطلق عرب برابر ہین یہی کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور اسیکی تائید کرتا ہی مصنف کا مطلق کہنا اس متن مین مثل کنز اور درر کے وھذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاماً اور یہ یعنے کفاءت نسب کا اعتبار فقط عرب مین ہی اسواسطے کہ عجمی لوگون نے اپنے نسبکو ضائع کردیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگون مین برابری معتبر ہی حر ہونے مین اور مسلمان ہونے مین فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوھا مسلم او حر او معتق وامھا حرۃ الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہو یا آزاد ہو وہ برابر نہین اُس عورت سے جسکا باپ مسلمان ہی یا حر ہی یا باپ اسکا آزاد ہی اور مان اسکی حرہ اصلی ہو ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہی یا حر ہی وہ برابر نہین اس عورت کے جسکا باپ اور دادا دونون مسلمان ہین وابوان فیھما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہی چند پشت کے اسلام اور حر ہونیکے یعنے دو پشت کی آزادی اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کے برابر ہی بسبب تمام ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد ان کان مسلم بنفسہ للمعتق بنفسہ اور فتح القدیر مین ہی کہ بعید نہین ہی برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہین اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہین تو عیب سے دونون خالی نہین واما معتق الوضیع فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہی کم ذات کا سو برابر نہین اُس عورت کے جسکا آزاد کرنے والا شریف ہی واما مرتد اسلم فکفو لمن لم یرتد اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہی اُس مسلمان کے جو مرتد نہین ہوا واما الکفاءۃ بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفاءت درمیان دو ذمیون کے سو معتبر نہین مگر واسطے دفع فساد کے یعنے راجہ اور چمار دونون برابر ہین

لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے حجام سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرا دیگا نہ بخیال عدم کفارت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے (وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاہر نہر) اور معتبر ہی عرب اور عجم مین کفارت دینداری کی یعنے پرہیزگاری کی تو مرد فاسق برابر نہین عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی ہی فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر (ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف والا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع) اور معتبر ہی کفارت مال مین اسطرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر بطور رواج کے اور قادر ہو ایک مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کرسکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اسوقت ضرور ہی اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو والا فقد مہر معجل کی قدرت کافی ہی کما فی الذخیرۃ (وحرفۃ فمثل حائک غیر کفو لمثل خیاط) اور برابری معتبر ہی پیشہ مین سو مان جولاہے کی برابر نہین مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہا درزی سے ذلیل ہی (ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا ہما لعالم وقاض) اور نہ درزی برابر ہی بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونون ہمسر ہین عالم اور قاضی کے (واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل) اور حکام ظالمین کے خدام تو سب پیشہ ورون سے خسیس تر اور بدتر ہین اگرچہ صاحب مروت و مالدار ہون اسواسطے کہ انکا مال ظلم اور ستم سے جمع ہوے ہین (واما الوظائف فمن الحرف فصاحبہا کفو للتاجر لو غیر دنیۃ کبواب) اور بوقف کے وظائف اور روزینے حرفون مین داخل ہین جیسے امامت او خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار ہمسر ہی تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہو جیسے دربانی او فراشی (وذو تدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر) او مدرس یا ناظر ہمسر ہی امیر کی بیٹی کا مصر مین کذا فی البحر (والکفاءۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ) اور اعتبار کفارت کا تزویج شروع عقد کے ہی سو ضرر نہین کرتا زوال ہمسری کا بعد عقد کے (فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ) سو اگر زوج وقت نکاح کے ہمسر تھا پھر مثلا فاسق ہوگیا تو نکاح فسخ نہوگا (واما لو کان دباغا ثم صار تاجرا فان بقی عارہا لم یکن کفوا والا لا نہر بحثا) اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہوگیا سو اگر دباغت کی عار باقی ہی تو ہمسر نہوگا اور اگر اسکی عار باقی نہین تو برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین ہی یہ اعتبار بحث کے نہ بنابر روایت مذہب کے (العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وہو الاصح فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ واقرہ المصنف) مرد عجمی برابر نہین عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہی چنانچہ فتح القدیر مین ہی ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین (وفی النہر ان فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو للعلویۃ ینابیع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی) لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور جاہ کی کیجیے تو حسب والا ہمسر علویہ کا نہین کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کر کیجیے تو برابر ہی علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہی بزرگی نسب اور مال سے چنانچہ اسیکا یقین کیا ہی بزازی نے اور پسند کیا ہی کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہی بسبب شرافت علم کے اور اسی واسطے کہا گیا ہی کہ عائشہ صدیقہ افضل ہین فاطمہ زہرا سے یعنے بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی ہم برجندی مین تصریح ہی کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہین تو اس روایت سے تفصیل نہر الفائق کی نفی ہوتی ہی اور قول اصح وہی ہی جو متن مین ہی بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی (والحنفی کفو لبنت الشافعی) اور حنفی مرد کو کفو ہی شافعی مذہب کی بیٹی کا ظاہر اولی کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہی حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے مین شافعی سے علماء حنفی کو تامل نہین لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ بعض حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہین حالانکہ امام شافعی رح رکن اعظم ہین ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہین رحمۃ اللہ علیہ تو انکے مقلد بھی برحق ہین کذا فی حاشیۃ المدنی (ومتی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی) اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو بتفصیل بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی مین یون ہی کہ باکرہ

بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اسکا راضی نہ تھا تو نکاح صحیح ہی اور اسی طرح اگر شافعی مذہب سے نکاح کرے پھر ہمسے اگر سوال ہو کہ یہ نکاح مذہب شافعی مین صحیح ہی یا نہین تو ہم یہی جواب دینگے کہ نکاح صحیح ہی ابو حنیفہ کے نزدیک اسواسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہی اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس مسئلہ کا باب الکفارۃ سے کچھ تعلق نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لا عبرۃ بالجمال خانیۃ ولا بالعقل ولا بعیوب یفسخ بہا البیع خلافا للشافعی نہر اور گانون کا رہنے والا کفو ہی شہر کے رہنے والیکا تو کفارت مین شہر کا کچھ اعتبار نہین جیسے خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الخانیہ اور نہ عقل کا کچھ اعتبار ہی یعنے مجنون کفو ہی عاقل کا اور نہ ان عیبونکا اعتبار ہی جن سے بیع فسخ ہوجاتی ہی جیسے جذام اور برص اور گندہ دہنی برخلاف مذہب شافعی کے لکن فی النہر عن المرغینانی المجنون لیس بکفو للعاقل لیکن نہر الفائق مین منقول ہی مرغینانی سے کہ مجنون ہمسر عاقل کا نہین وکذا الصبی کفو بغناء ابیہ او امہ او جدہ نہر بالنسبۃ الی المہر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبۃ الی النفقۃ لان العادۃ ان الاباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقۃ ذخیرہ اور اسی طرح لڑکا کفو ہی بسبب مالداری اپنے باپ کے یا اپنی مان کے یا اپنے دادا کے کذا فی النہر کفو ہی بہ نسبت مہر کے یعنے مہر معجل کے چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا نہ بنسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہ ہی کہ باپ اٹھا لیتے ہین اپنے بیٹون کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرۃ ولو نکحت باقل من مہرہا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہی ولی عصبہ کو روک دینا یہان تک کہ مہر مثل اسکا پورا ہوجاوے یا جدا ہی کردے قاضی دونون مین ولی کو حق اعتراض واسطے دفع عار کے ہی ولو طلقہا الزوج قبل تفریق الولی قبل الدخول فلہا نصف المسمی اور اگر طلاق دی اسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اسکو آدھا مہر معین ملیگا ولو فرق الولی بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا وان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کردی ولی نے دونون مین قبل دخول کے تو اسکا کچھ مہر نہین اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو اسکو پورا مہر معین ملیگا وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء النکاح بالموت جواہر الفتاوی اور اسی طرح مہر معین ملیگا اگر دونون مین سے کوئی مرگیا قبل تفریق کے تو ولی کے مہر مثل پورا کرلینے کا مطالبہ نہین بواسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوی امر بتزویج امرأۃ فزوجہ امۃ نفذ وقالا لا یصح وہو استحسان ملتقی تبعا للہدایۃ امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کردینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح کردیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہین یعنے نافذ نہین اور یہ قول استحسان یعنے قیاس خفی ہی یہ روایت ملتقی مین ہی ہدایہ کی پیروی سے وجہ استحسان کی یہ ہی کہ نکاح کرلینے پر ہر ایک کو قدرت ہی توکیل کرنے سے عمدہ غرض یہ ہوتی ہی کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی قولہما احسن للفتوی واختارہ ابو اللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی مین ہی کہ قول صاحبین کا بہتر ہی فتوی کے واسطے اور پسند کیا اسکو فقیہ ابو اللیث نے اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین واجمعوا انہ لو زوجہ بنتہ الصغیرۃ او مولیتہ لم یجز کما لو امرہ بمعینۃ او بحرۃ او امۃ فخالف او امرتہ بتزویجہا ولم یعین فزوجہا غیر کفو لم یجز اتفاقا اور اجماع کیا فقہا نے اسپر کہ اگر نکاح کردیا وکیل نے موکل کا اپنی چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد لونڈی ہو اسکی یا بھتیجی تو جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے وہ نکاح جائز نہین کہ امر کیا ایک نے دوسری کو کہ نکاح کردے معین عورت سے یا حرۃ سے یا لونڈی سے پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کردینے کو کہا اور زوج کو معین نکردیا سو وکیل نے اسکا نکاح غیر کفو سے کردیا تو یہ نکاح بالاتفاق جائز نہوگا ولو زوجہ المامور بنکاح امرأۃ امرأتین فی عقد واحد لا ینفذ للمخالفۃ اور جسکو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کردینے کا اسنے دو عورتون سے نکاح کردیا ایک عقد مین تو یہ نکاح نافذ نہوگا بسبب مخالفت امر کے ولہ ان یجیزہما او احدہما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی اور جائز ہی موکل کو کہ دونون عورتون کا نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا اور اگر دونون کا نکاح دو عقد مین ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ولو امرہ بامرأتین فی عقد فزوجہ واحدۃ او اثنتین فی عقدین جاز الا اذا قال لا تزوجنی الا امرأتین فی عقد او عقد تبعا لعدم المخالفۃ اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو دو عورتون کے نکاح کا ایک عقد مین نکاح کردیا

ع
بسبب نفع مینہ
جائز ہی بجلسہ
لفقدہ ۱۲

یا اسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقدمین تو جائز ہی مگر جبکہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتون سے ایک عقدمین سو وکیل نے دو عقدمین دو دو
عورتون سے کیا یا یون کہا تھا کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتون سے دو عقدمین سو وکیل نے دو عورتون سے ایک عقدمین کردیا تو یہ مخالفت نہ جائز ہوگی ولا یتوقف شطر العقد
علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح و بیع و غیرهما بل یبطل الایجاب و لا تلحقه الاجازة اتفاقا اور نہین موقوف رہتا ایجاب کسیکے قبول کرنے پر جو مجلس ایجاب سے
غائب ہی مطلقاً نہین تمام عقودمین یعنے معاوضہ کے عقودمین از قسم نکاح اور بیع اور ان دونون کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہوجاتا ہی اور نہین لاحق ہوسکتی
اسکو اجازت بالاتفاق و یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول اور دو طرفون نکاح کا یعنے ایجاب و قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہی فقط ایجاب سے
جو قائم مقام ہی قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے دونون کا نکاح کردیا تو یہ ایسا ایجاب ہی کہ قبول کی معنی اسمین موجود ہین اب اسکے بعد
قبول جداگانہ کی حاجت نہین فی خمس صور کان کان ولیا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب و وکیلا من آخر او ولیا
من آخر او ولیا من جانب و وکیلا من آخر [illegible] ایجاب اور قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صورتون مین منحصر ہی (۱) جیسے ایک شخص
جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی نواسی کا نکاح اپنے پوتے سے کردیا (۲) یا ایک شخص وکیل ہو دونون طرف سے تو یون کہے کہ مین نے اپنے موکل کا
نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل ہو
ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف
سے جیسے یون کہا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا لیس للفضولی الواحد بفضولی و لو من جانب ان یتکلم بکلامین علی الراجح و قبوله غیر معتبر
شرعاً لما قدمنا انه لا یتوقف علی قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص واحد جو متولی ہی طرفین کا فضولی نہو گو ایک ہی طرف سے یعنے فضولی نہ جانب سے
نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دونون کلام بولے بنا بر قول راجح کے یعنے اگر یون کہے کہ مین نے زید کا نکاح کریمہ سے کیا پھر یون کہے کہ مین نے کریمہ کی طرف
سے قبول کیا تو بھی درست نہین اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعاً اسواسطے کہ یہ ثابت ہوچکا ہی کہ ایجاب موقوف نہین رہتا غائب کے قبول پر
و نکاح عبد و امة بغیر اذن السید موقوف علی الاجازة کنکاح الفضولی اور نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہی میان
کی اجازت پر جیسے طرح نکاح کردینا فضولی کا موقوف ہی زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ شخص ہی جو واسطے تصرف کرنے کے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً
زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہی نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہی محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اسکو جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوا
اور نہین تو باطل ہوگیا سیجیٔ فی البیوع توقف عقود کلها ان لها مجیز حالة العقد و الا تبطل عنقریب آویگا کتاب البیوع مین موقوف ہونا تمام
عقود فضولی کا اگر ان عقود کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقدمین انکا مجیز نہین تو عقود باطل ہین و للابن العم ان یزوج بنت عمه
الصغیرة اور جائز ہی چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ ولو کبیرة فلا بد من استیذانها حتی لو تزوجها بلا استیذان
فسکتت او فصحت بالرضا لا یجوز عندهما و قال ابو یوسف یجوز و کذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوهره یعنی
الصغیرة بحکم فیجوز سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنے بالغہ تو ضرور ہی استیذان سے یہان تک کہ اگر ابن عم نے اُس سے نکاح کرلیا بدون استیذان کے سو وہ چپ
رہی یا رضامندی کی تصریح کردی تو بھی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظم رح اور محمدؒ کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہی اور اسی طرح مولے آزاد کرنے والے
کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہی بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنے بخلاف صغیرہ کے اسواسطے کہ قاضی اور
سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہ سابق مذکور ہوچکا تو یہان تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب
تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن العم کے سمجھے مین نفسه فیکون اصیلا من جانب و ولیا من آخر ابن عم کو جائز ہی نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے

تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسی طرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح مین اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا صغیرہ کی طرف سے کما الوکیل الذی وکلتہ ان یزوجہا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر جیسا کہ جائز ہے عورت کے وکیل کو کہ اسکا نکاح کرلے اپنی ذات سے سو اسکو یہ نکاح کرلینا درست ہے تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے بخلاف ما لو وکلتہ بتزویجہا من رجل فزوجہا من نفسہ لانہا نصبتہ مزوجا لا متزوجا برخلاف اسکے یہ ہے کہ اگر عورت نے اسکو وکیل کیا اپنے نکاح کردینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اسکا نکاح اپنے ساتھ کرلیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کردینے والا قرار دیا نہ نکاح کرلینے والا او وکلتہ ان یتصرف فی امرہا او قالت لہ زوج نفسی ممن شئت لم یصح تزویجہا من نفسہ کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت المنکر یا وکیل کیا عورت نے اسکو کہ تصرف کرے اسکے امر مین یا کہا اس سے کہ میرا نکاح کردے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اسکا نکاح کرلینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیہ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنے معین ہوگیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنے غیر معین کے خلاصہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہوگیا اور عورت نے وکالت مین زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہے کہ معین غیر معین مین داخل نہین ہوتا ولو اجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف اجازۃ بیعہ فانہ یشترط قیام اربعۃ اشیاء کما سیجیء اور اگر اجازت دی جسکو اجازت دینے کا اختیار ہے یعنے زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اسکے مرنے کے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ صحت نکاح مین اجازت کے وقت شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنے جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنے فضولی کی مضر صحت نہین اسواسطے کہ دوسرا عاقد موجود ہے بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہین اسواسطے کہ بیع فضولی کی صحت مین چار چیز کا قیام شرط ہے یعنے مبیع اور دونون عاقد اور قیمت کا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع مین **فرع** جدید مسائل مین شارح کے الحاقی الفضولی قبل الاجازۃ لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہین نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اسکو توڑ سکتا ہے یشترط للزوم عقد الوکیل موافقتہ فی المہر المسمی شرط ہے واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکھنا موکل کی مہر مسمی مین تو عدم موافقت مین نکاح لازم نہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول کرے یا نہ کرے وحکم الرسول کالوکیل اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہے مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسیکو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی مین مخالفت نہ کی ہو

باب المہر

باب المہر

ومن اسمائہ الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقر یہ باب ہے مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہ سب مہر کے نام ہین اور اجر اور علائق اور حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی استیلاد الجوہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ البکر ونصف عشر قیمۃ الثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد مین ہے کہ بی بیون مین عقر مہر مثل ہے اور لونڈیون مین دسوان حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسوان حصہ ثیب کا عقر ہے اقلہ عشرۃ دراہم لحدیث البیہقی وغیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم ہین بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہین ہے مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے درجہ حسن تک بلند ہوگئی ہے تو لائق حجت کے ہوئی کذا فی النہر ورواتہ الاقل تحمل علی المعجل اور روایت اقل دس درم کی محمول ہے مہر معجل پر مثلاً بخاری اور مسلم مین سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کے واسطے فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابو داؤد مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر مین دو لپ بھر کر ستو یا کھجور کو دیا تو اسنے وطی کو حلال کرلیا حالانکہ لوہے کی انگوٹھی اور اتنے ستو اور کھجور دس درم سے نہایت کم ہین تو ایسی روایات کا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ مہر مین سے کچھ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہ مراد نہین کہ سوائے انگوٹھی و ستو کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اسکے حدیث

جائز کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتیں قرآن مجید کی اسکو یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا نکاح ایک عورت سے کر دیا اور فرمایا ملکتہا بما معک من القرآن کہ مین نے تجھکو عورت کا مالک کر دیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور اسی واسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کر دیا اور اغلب یہ ہے کہ مہر اسکا حضرت نے خود ادا کیا ہوگا اسواسطے کہ محتاج مسلمین کے اخراجات کے حضرت خود کفیل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوۃ چاندی کے دس درم جو وزن مین سات مثقال کی برابر ہین چنانچہ بیان زکوۃ مین مذکور ہو چکا دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہین جسکے ڈیڑھ ماشہ کم تین روپے ہوئے اگر گیا [illegible] ہو مضروبۃ کانت او لا ولو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا بطلاق قبل وطی فیوم القبض درم سکہ دار ہون یا بے سکہ جیسے چاندی کی ڈلی یا تیرا اگرچہ قرض ہو یعنے شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اسنے نکاح مین انھین دس درمون کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم ہون وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اسکی قیمت کم ہو جائے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے مین بسبب طلاق قبل وطی کے تو قبضہ کرنیکے دن کا اعتبار ہے مثلا عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس درم تھی پھر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اسکی بیس درم ہو گئی تھی سو طلاق دی اسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہو گیا تو عورت کو دس درم پھیر دینا چاہیے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن جسدن عورت کے قبضہ مین آیا تو بیس کا تھا ہکذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن المحیط وتجب العشرۃ ان سماہا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر اور واجب ہین دس درم اگر دس کا نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنے اگر پانچ درم کا مثلا مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زیادہ اگر دس سے زیادہ کا نام رکھا کتنے ہی کیون نہون زیادہ مہر کی کچھ حد نہیں ویتاکد عند وطی او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدہما اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہو گئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے او تزوج ثانیا فی العدۃ یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنیکے عدت مین صورت اسکی یہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اس سے نکاح کیا عدت مین پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوق ہے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی مین نکاح دوسرا نہیں اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحاوی والمدنی او ازالۃ بکارتہا بنحو حجر بخلاف ازالتہا بدفع فانہ یجب النصف بطلاق قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے انگلی یا کنجی سے یا موم کی بتی سے بخلاف اسکے اگر ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضا نصف مہر مثلہا ان طلقت قبل الدخول والا فکلہ بحثا اور اگر اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہو گیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق مین ہے بنا بر بحث کے ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان لہا نصفہ ودرہمان ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اسکو طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور اڑھائی درم اور ملینگے آدھی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے کہ اڑھائی درم عورت کو اور ملینگے تا اقل مہر کامل ہو جاوے وعاد النصف الی ملک الزوج بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلما الیہا وان کان مسلما الیہا لم یبطل ملکہا منہ بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پھر آویگا نصف مہر زوج کی ملکیت مین مجرد طلاق دینے کے جبکہ زوج نے زوجہ کو مہر نہ تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کر دیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہین ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کی طرف سے موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلو زاد لا تنفذ ذلعتقہ ای الزوج عند التمہ بعد تسلیمہا قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ

لعدم ملكه قبله تو اسی سبب سے نافذ نہین زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب مالک ہونے زوج کے قبل قضا یا رضا کے یعنے جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا ونفذ تصرف المرأة قبله فی الکل لبقاء ملکها اور نافذ ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کل مہر مین بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کے وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونیکے بھی اگر اسکو آزاد کردے تو یہ عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہے وعلیها نصف قیمة الاصل یوم القبض لان زیادة المهر المنفصلة المتولدة قبل القبض لا تنصف بعده اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنیکے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ مہر کی جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنیکے یعنے عورت کو مثلا لونڈی مہر مین ملی پھر اسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنیکے دن تھی اسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دیگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنے ملک مین رکھیگی اسواسطے کہ اولاد زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنیکے بعد نہین ہوتی ووجب مهر المثل فی الشغار وهو ان یزوجه بنته او اخته علی ان یزوجه الآخر بنته او اخته مثلا معاوضة بالعقدین وهو واجب ہے مہر مثل شغار مین شغار اسکو کہتے ہین کہ نکاح کردے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلا اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کردے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہو جائے تو دونون نکاح مہر سے خالی ہوے وهو منهی عنه لخلوه عن المهر فاوجبنا فیه مهر المثل فلم یبق شغارا اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہمنے اسمین مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنے شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اسمین مہر نہین ہوتا پھر جب مہر مثل اسمین واجب قرار دیا تو حقیقت مین شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا وفی خدمة زوج حر سنة للامهر لحرمة استخدامه كان فیه قلب الموضوع کذا قالوا اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کی خدمت مین ایک برس تک یعنے ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرّہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کے خادم ہونے مین قلب موضوع ہے یعنے اولٹا معاملہ ہے یعنے لازم یون ہے کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نادرست ہوا اور مہر مثل اسمین واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہے قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیة المدنی ومفاده صحة تزوجها علی ان یخدم سیدها وبه علل القصة شعیب مع موسی علیهما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہ ہے کہ صحیح ہے نکاح لونڈی کا اس مہر پر کہ خدمت کرے زوج اسکے مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اسکی ولی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسی علیہما السلام کے اسواسطے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریان چرانا مہر مقرر کرلیا انتہی کصحته علی خدمة عبده او امته او عبد الغیر برضاء مولاه او حر آخر برضاه جیسے صحیح ہے نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطے کہ خدمت حر مین مفاسد ہین جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر وفی تعلیم القرآن للنص بالابتغاء بالمال اور واجب ہے مہر مثل تعلیم قرآن مین بموجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف مین فرمایا کہ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ یعنے نکاح طلب کرو اپنے مالون سے اور تعلیم قرآن مال نہین اسواسطے تعلیم قرآن مین مہر مثل واجب کیا والباء فی زَوَّجْتُكَ بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ للسببیة او للتعلیل لکونه المهر منتفیا او یحمل علی قول المتاخرین اور یہ ازوجتک بما معک من القرآن کے واسطے سببیت یا تعلیل کے ہے یہ شارح نے دفعہ دخل کا کیا یعنے حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ازوجتک بما معک من القرآن کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون بدلے قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر ہوسکتا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہ دلیل اسوقت مین پوری ہوتی کہ اس حدیث مین بے کا حرف فقط عوض کے معنی مین مخصوص ہوتا بلکہ سببیت سا اور

معنی اسمین ہوسکتے ہین یعنے بسبب قرآن یاد ہونیکے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت نہوا چنانچہ اول باب مین اس حدیث کا بیان
ہوچکا لیکن نہر الفائق مین کہا ہی سزاوار یہ ہی کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہوسکے بحر الرائق اور نہر الفائق مین کہا ہی کہ متاخرین کا فتوی اسپر ہی کہ تعلیم قرآن
اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہی پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست ہوگا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہی اسکا مہر ہونا بھی جائز ہی اور فتح القدیر مین ہی
قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولھا خدمتہ لو کان الزوج عبدا ماذونا فی ذلک اما الحر فخدمتہ لھا حرام لما فیہ من الاھانۃ
والاذلال وکذا استخدامہ بنفسہ عن البدائع شرح اور جائز ہی حرّہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اسکے مالک نے خدمت کرنیکی اجازت
دی ہو یعنے اگر غلام بہ اجازت اپنے مولے کے حرہ سے نکاح کرے اور ایک برس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہراوے تو درست ہی اسواسطے کہ خدمت کرنے مین غلام کی ذلت نہین لیکن
حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہی اسواسطے کہ اسمین ذلت اور اہانت ہی اور اسی طرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہی چنانچہ نہر الفائق مین ہی بدائع سے وکذا یجب
مھر المثل فیما اذا لم یسم مھرا او نفی ان وطئ الزوج او مات احدھما اذا لم یتراضیا علی شئ یصلح مھرا والا فذلک الشئ ھو الواجب
اور اسی طرح واجب ہی مہر مثل اس صورت مین جبکہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنے نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی یعنے یون کہا کہ ہمنے نکاح کیا بدون مہر
کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونون مین سے ایک مر گیا یہ اسوقت ہی جب دونون نہ راضی ہوگئے ہون کسی چیز پر جو مہر ہونیکی لیاقت رکھتی ہو
اور اگر کسی چیز پر تراضی ہوگئی ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہی او سمی خمرا او خنزیرا او ھذا الخل وھو خمر او ھذا العبد وھو حر
لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر مین تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق مین مال نہین یا اشارہ کیا ایک برتن کی طرف
اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہی حالانکہ وہ شراب ہی یا ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہی حالانکہ وہ حُر ہی تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ تسلیم کرنا حر کا متعذر ہی
اسی طرح تسلیم خمر اور خنزیر بھی متعذر ہی کہ مسلمان کے کام کی نہین او دابۃ او ثوبا او دارا ولم یبین جنسھا لفحش الجھالۃ یا نام لیا مہر مین جانور کا یا کپڑے کا یا گھر کا
اور نہ بیان کیا انکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہین بسبب کثرت جہالت کے کہ کچھ امتیاز نہین ہوسکتی
لہذا ان صورتون مین مہر مثل واجب ہوگا ویجب متعۃ لمفوضۃ ھی من زوجت بلا مھر طلقت قبل الوطی اور واجب ہی متعہ مفوضہ کے واسطے مفوضہ وہ عورت
ہی جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہو قبل وطی کے وھی درع وخمار وملحفۃ لا تزید علی نصفہ ای نصف مھر المثل لو الزوج غنیا ولا تنقص عن
درھم لو فقیرا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہین ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سر سے قدم تک زیادہ نہوان تینون کپڑون کی قیمت نصف
مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہی اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہی وتعتبر المتعۃ بحالھما کالنفقۃ بہ یفتی اور معتبر ہی متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے
اسیکا فتوی بحر الرائق مین ہی کہ اگر دونون محتاج ہین تو واجب کرپاس متوسط ہی اور اگر دونون غنی ہین تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہی اور ایک غنی ہی اور دوسرا
محتاج تو لٹسر کا کپڑا متوسط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعۃ لمن سواھا ای للمفوضۃ الا من سمی لھا مھر وطلقت قبل وطی فلا تستحب لھا بل للموطوءۃ
لا تسمی لھا مھرا والا فالمطلقات اربع اور مستحب ہی متعہ دینا سواے مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اسکے واسطے متعہ مستحب نہین
بلکہ متعہ اس عورت کو مستحب ہی جسکی وطی ہوئی اسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتین چار ٹھہرین ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اسکے
واسطے متعہ واجب ہی دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تھا اور وطی نہوئی تو اسکو متعہ دینا مستحب نہین تیسری وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہوا چوتھے
وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر اسکا معین تھا تو ان دونون کو متعہ دینا مستحب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحاوی وما فرض بتراضیھما او بفرض قاضی
مھر المثل بعد العقد الخالی عن المھر او زید علی ما سمی فانھا تلزمہ بشرط قبولھا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ و معرفۃ قدرھا وبقاء الزوجیۃ علی الظاھر نھر
اور جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے یا جو مہر کہ معین ہو بڑھایا گیا زوج نے زیادہ کر دیا

یا اسکے ولی نے سو پہ زیادہ کرنا زوج پہ لازم ہو جاتا ہے بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس مین یا قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہوگی در صورت معرفت
مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو یہ اگر زوج نے کہا کہ مین نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی مجہول
ہے اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زوجیت باقی نہین رہی ہے وفی الکافی جدد النکاح بزیادة الف لزمہ الفان علی
الظاہر نقلہ فی الکافی مین یون ہے کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو اسپر دو ہزار لازم آوینگے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اسواسطے
لازم ہوے کہ ایک ہزار اول نکاح کے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے وفی الخانیة لو وہبتہ مہرہا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح وحمل علی الزیادة وفی النہر
الاشبہ انہ لا یصح بلا قصد الزیادة اور خانیہ مین ہے کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخش دیا پھر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کر لیا عورت نے تو صحیح ہے
اور یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کر دینے پر اور نہر مین ہے اشبہ بحق یہ ہے کہ یہ اقرار صحیح نہین بدون قصد زیادتی کے ولا ینصف لاختصاص التنصیف بالمفروض
فی العقد بالنص یعنے جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا مسمی پر اسکی تنصیف نہوگی طلاق قبل وطی مین واسطے مخصوص ہونے تنصیف کے عقد کے
مفروض سے بموجب نص قرآن کے قرآن مین ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنے آدھا مہر مفروض دینا لازم ہے اور عرف مین مفروض اسی مہر کو کہتے ہین
جو عقد کے وقت مقرر ہوا نہ اسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا ہو بل یجب المتعة فی الاول ونصف الاول فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت
مین یعنے مفروض بعد العقد مین اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت مین یعنے زیادت علی المسمی مین وصح حطہا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا ویرتد
بالرد بحر اور صحیح ہے ساقط کر دینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اسکو یا نہ قبول کیا ہو اور پھر تا ہے پھیرنے سے کذا فی البحر یعنے زوجہ
اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے تو صحیح ہے خواہ زوج قبول کرے یا نہ کرے یہان تک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کی بھی معاف کریگی تو معاف ہو جاویگا
لیکن اگر زوج یون کہے کہ مہر کا معاف کرنا مین نہین مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہے کہ عورت اپنے مرض الموت مین نہ اسقاط کرے اور قنیہ مین ہے کہ زوج
نے زوجہ سے کہا کہ مین تیرے پاس نہین لیٹتا جبتک تو مہر سے ابرا نہ کرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضون نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث مین آیا ہے
کہ آپسمین تحفہ دیا کرو تاکہ دوست ہو جاو تو جب محبت کے واسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیة المدنی
عن البحر والخلوة مبتدأ خبرہ قولہ الآتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہے اور خبر اسکی مصنف کا آئندہ قول کالوطی ہے یہان سے احکام خلوت صحیحہ
کے شروع ہوے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرط رفع موانع کے اور مبتدا اور خبر مین موانع کا بیان ہے بلا مانع حسی کمرض لاحدہما یمنع الوطی
وطبعی کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے مانند
وطی کے ہے مانع حسی وہ ہے جو حواس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ مین
تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار مین مانع حسی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل مثال
نہین ہے وشرعی کاحرام لفرض او نفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون
عظم وعفل بفتحتین غدة وصغر ولو بزوج لا یطیق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہے رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہے یعنے شرمگاہ کا ایسا بند
ہونا کہ دخول ممکن نہو اور مانع حسی سے قرن ہے قرن بالسکون عظم ہے یعنے ایسی ہڈی شرمگاہ مین جو مانع ہو دخول کی اور بعضے قرن کو غدد غلیظہ کہتے ہین اور بعضے
گوشت زائد کہتے ہین اور مانع حسی سے عفل ہے عفل بفتحتین غدہ ہے قاموس مین کہا کہ عفل ایک شی ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے جیسے فوطہ بڑہنے کی بیماری مرد کو ہوتی
ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ عفل ایک غدود ہے کہ عورت کی شرمگاہ مین نکلتی ہے یعنے مثل بتوڑی کے اور مانع حسی سے لڑکپن ہے اگرچہ زوج ہی کم سن ہو ایسا
لڑکپن کہ قدرت نہو اسکو اسکے ساتھ جماع کرنیکی وبلا وجود ثالث معہما ولو نائما او اعمی الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل او لا یعبر عما

يكون بينهما أو مجنونا أو مغمى عليه لكونه في البزازية لأنه في الليل بحث لا في النهار وكذا الأعمى في الأصح وأما جارية أحدهما فلا تمنع به يفتى ومتى اور خلوت مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان نہ کر سکے جو دونوں میں ہوتا ہے یا دیوانہ یا بیہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہیں لیکن بزازیہ میں ہے کہ اگر خلوت رات میں ہے اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن میں خلوت صحیح نہیں اسواسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بیہوش کا ہے ہوش میں آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح میں یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہیں یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الملتقی بحر الرائق میں کہا کہ جاریہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہیں زوجین کی ہو یا اور کسی کی اور بعضوں نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں کی جاریہ مانع خلوت کی نہیں کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المبتغی اور امام سرخسی نے مبسوط میں کہا دونوں کی جاریہ مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہیں ہوسکتا انتہے علی الخصوص زوجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسی طرح حلال نہیں اسواسطے کہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہ ہے کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ باعتبار درایت اور روایت کے قوی ہے اور عجب ہے کہ امامؒ اور صاحبینؒ کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متن میں داخل کیجیے حالانکہ کسی طرح لائق ترجیح کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ رحمتی المحشی والكلب يمنع إن كان عقورا مطلقا وفي الفتح وعندي أن الكلب لا يمنع مطلقا أو كان للزوجة وإلا يكن عقورا أو كان له لا يمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہیں کٹہا (کاٹنے والا) ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہیں کاٹتا تو وہ بےخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اسکا ہونا مانع ہے خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھ کر غضب میں آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہیں اسواسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہیں کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت میں مذکور ہو چکا وبقي منه عدم صلاحية المكان كالمسجد والطريق والصحراء وسطح وبيت بابه مفتوح وماذا لم يوجد حينا اور باقی رہ گیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنے مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جسکا دروازہ کھلا ہوا اسواسطے کہ یہ مکانات آمدرفت اور نظر غیر سے خالی نہیں اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت ہے کہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعا متصور نہیں وصوم التطوع والمنذور والكفارات والقضاء غير مانع لصحتها في الأصح إذ لا كفارة بالإفساد ومفاده أنه لو أكل ناسيا فأمسك فخلى بها أن تصح وكذا كل ما أسقط الكفارة نهر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہیں صحت خلوت کا قول اصح میں اسواسطے کہ ان روزوں کے توڑنے میں کفارہ نہیں اور مفاد اس تعلیل کا یہ ہے کہ اگر صائم بھول کر کھا گیا پھر اسنے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو یہ خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمین کفارہ نہیں چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم میں ہو چکی اور اسی طرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہیں کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان أداء وصلاة الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہے ادائے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور باقی رہ گیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنے زوج نے کہا عورت سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہے پھر اسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہو گئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ میں ہے کہ اس طلاق میں عدت واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی كالوطي فيما يجيء ولو كان الزوج مجبوبا أو عنينا أو خصيا أو خنثى إن ظهر حاله وإلا فنكاحه موقوف یعنے خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہے چند احکام میں جنکا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر والخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو

بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کھل گیا ہو یعنے مرد ہونا اُسکا ثابت ہو گیا ہو تب اُسکی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثی کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہی یا عورت تو اُسکا نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثے کی خلوت مانند وطی کے نہین وما فی البحر والاشباہ لیس ظاہرا کما بسط فی النہر اور خنثے کا مسئلہ بحر الرائق اور اشباہ مین ہی وہ اپنے ظاہر پر محمول نہین چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہی نہر الفائق مین هم اشباہ مین کہا ہی کہ اگر خنثے کے باپ نے اُسکا نکاح مرد سے کیا پھر مرد نے اُس سے وطی کی تو جائز ہی اور اگر مرد وطی نہ کر سکا تو مجھکو اسکا علم نہین اور اگر خنثے کے باپ نے اسکا نکاح عورت سے کیا پھر خنثے نے عورت سے وطی کی تو جائز ہی اور نہین تو اُسکی مدت مقرر ہوگی عنین کی مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یون ظاہر ہوتا ہی کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثے کے خلوت کرنا اسکو جائز ہی اور نہر الفائق مین مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثے کا قبل ظاہر ہونے اسکے حال کے موقوف ہی پھر بعد بالغ ہونے کے اگر خنثے مرد نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہی اِس عبارت سے صریحا ثابت ہوتا ہی کہ خنثے کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اسکے حال کے صحیح نہین وفیہ عن شرح الوہبانیۃ قد یکون العنۃ لمرض او ضعف خلقۃ او کبر سن اور نہر الفائق مین ہی شرح وہبانیہ سے اور کبھی ہوتی ہی نامردی بیماری سے یا ضعف پیدائیش سے یا درازی عمر سے هم یہ جواب اُس سوال کا ہی جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہی نہر الفائق مین کہا کہ اگر خنثے بعد بالغ ہونے کے جماع پر قادر نہو تو اسکی مدت مقرر ہوگی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہی کہ نامردی تو درازی عمر مین ہوتی ہی بلوغ کے وقت تو جوش شہوت کا زمانہ ہی اسوقت مین نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہین بلکہ بیماری اور ضعف خلقت سے بھی ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہی ثابت ہونے نسب مین اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر والخصیتین سے ہو مناسب یون تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہو جاتا ہی خلوت پر موقوف نہین وفی تاکد المہر المسمی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہو جانے مین یعنے جیسے وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل غیر مسمی مین زوج پر لازم ہوتا ہی ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونون لازم ہو جاتے ہین والنفقۃ والسکنی اور خلوت مانند وطی کے ہی نفقہ اور سکنے لازم ہونے مین یعنے نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کر کے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنے تا عدت لازم ہوگا والعدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع سواہا فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وجوب عدت مین اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اسکے سوا چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اسکی عدت کے اندر یعنے عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کر کے اُسکو طلاق دی تو اُسکی عدت مین اسکی بہن سے نکاح حرام ہی اور اسی طرح سوا اس عورت کے اور چار عورتون سے نکاح کرنا اُسکی عدت مین حرام ہی وحرمۃ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی لونڈی کے نکاح حرام ہونے مین یعنے حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوئی تو اُسکی عدت مین لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی ومراعاۃ وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وقت طلاق کے رعایت کرنے مین عورت کے حق مین یعنے جیسے بعد وطی کے مسنون ہی کہ طہر مین طلاق رجعی دے نہ حیض مین ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق مین آویگی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسی طرح خلوت مانند وطی کے ہی دوسری طلاق بائن پڑنے مین بنا بر قول مختار کے یعنے خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی قول مختار مین اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہی علما کے نزدیک احتیاطا اور مزید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی اور مدنی مین ہی جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھ لے ولا یکون کالوطی فی حق بقیۃ الاحکام کالغسل نہین ہی خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق مین جیسے غسل مین یعنے وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہی اور خلوت صحیحہ سے نہین والاحصان اور نہین ہی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان مین یعنے وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہی اور خلوت سے نہین محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہی بخلاف خلوت والی کے وحرمۃ البنات ونہین ہی خلوت

مانند وطی کے بیٹیون کی حرمت مین یعنے مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اسکی بیٹی مرد پر حرام ہے اور خلوت سے اس عورت کی بیٹی حرام نہین وحلها للاول اور نہین خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے مین پہلے زوج کے واسطے یعنے مطلقہ ثلثہ زوجہ ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہے اور زوج ثانی کی خلوت سے اسکو حلال نہین ہوتی والرجعة اور نہین خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنے وطی کے بعد طلاق دینے مین رجعت درست ہے اور خلوت کے بعد طلاق ہونے سے رجعت درست نہین اسواسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہین رہتی بلکہ بائن ہو جاتی ہے چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہے کذا فی حاشیة المدنی والمیراث اور نہین خلوت مانند وطی کے درحق میراث یعنے اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی مرد کی بخلاف وطی کے وتزویجها کالابکار علی المختار وغیر ذلک کما نظمه صاحب النهر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہے بنابر قول مختار کے یعنے جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سوائے اسکے اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند نہین جیسے اجازت نکاح موقوف کی خلوت سے نہین ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؎ وخلوة الزوج مثل الوطی فی صور ۔ وغیره فی العقد تحصیل ۔ اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہے چند صورتون مین اور مغائر ہے وطی کے چند صورتون مین اور اس نظم سے جو کہ موتیون کی لڑی ہے احکام خلوت کی تحصیل ہے ؎ تکمیل مهر وعدة كذا النسب ۔ واتفاق سكنى ومنع الاخت مقبول ۔ خلوت برابر ہے وطی کے تکمیل مہر مین اور وجوب عدت مین اور اسی طرح نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنی مین اور بہن کے نکاح منع ہونے مین مقبول ہے یہ قول علما کے نزدیک مردود نہین ؎ والاربع وكذا قالوا الاماء ويفهم دواعوا زمان فراق فيه ترحيل ۔ اور خلوت مانند وطی کے ہے چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اسکی عدت کے اندر اور اسی طرح علمانے لونڈیون کو کہا ہے اور مقرر رعایت کی ہے علمانے زمانہ فراق کی جسمین رخصت کرتا ہے یعنے طہر کے وقت طلاق دینا چاہیے نہ حیض مین ؎ واد هو فيه تطليقا اذا لحقا ۔ بعد قيل لا والصواب الاول القیل ۔ اور واقع کی ہے علمانے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہوا اول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست پہلا ہی قول ہے یعنے واقع ہوتی ہے ؎ اما المغائر فالاحصان یا املی ۔ ورجعة وكذا التوريث منقول ۔ لیکن وہ احکام جنمین خلوت مغائر ہے وطی کی اول انمین سے احصان ہے اے میرے مقصود اور رجعت ہے اور اسی طرح وراثت منقول ہے ؎ سقوط وطی واحلال لها وكذا ۔ تحريم بنت نکاح البکر منقول ۔ اور ساقط ہونا وطی کا یعنے جب ایک بار زوجہ سے وطی کی تو اسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے مطالبہ کرنے کا حق ہے اور حلال زوجہ کا یعنے زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف وطی کے اور اسی طرح حرام ہونا بیٹی کا یعنے اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہین بخلاف وطی کے اور نکاح باکرہ منقول ہے یعنے باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنے استیذان ولی مین اسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہے باکرہ کے مانند ؎ لكن لا الفئ والتكفير يا عضدی وعمادی ۔ وكذا بالغسل تكميل ۔ اسی طرح ایلا سے رجوع کرنا یعنے زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کرونگا پھر اگر قسم پوری کی تو طلاق بائن ہوئی اور اگر مدت مذکورہ مین وطی کی تو اسکو فئ کہتے ہین یعنے نکاح باقی رہنے کی طرف رجوع کی تو ایلا کرنے والے کا رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہے نہ خلوت سے اور اسی طرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہین ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہے اور اسی طرح خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہین ہونے بخلاف وطی کے اور اسی طرح خلوت سے غسل واجب نہین ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل تک تکمیل ہوئی ان مسائل کی جنمین خلوت مانند وطی کے نہین ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لها لانكارها سقوط نصف المهر وان انكرت الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ مین سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دی بعد دخول کے اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اسیکا قول معتبر ہوگا

اور پورا مہر پاویگی ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکرا صحت والا لا لان البکر انما توطأ کرھا کما بحثہ الطرطوسی واقرہ المصنف
اور اگر نہ قادر ہوئے دیا زوجہ نے زوج کو خلوت مین تو اگر زوجہ باکرہ ہے تو خلوت صحیح ہوئی اور اگر باکرہ نہین تو خلوت صحیح نہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی
نہین ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی ہے طرطوسی نے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین ولو قال ان خلوت بک فانت
طالق فخلا بہا طلقت بائنا لوجود الشرط ووجب نصف المہر ولا عدۃ علیہا بزازیۃ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر مین تیرے ساتھ خلوت کرون
تو تجھکو طلاق ہے پھر خلوت کی زوجہ سے تو اسکو طلاق بائن ہوگئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت اس عورت پر واجب
نہین کذا فی البزازیہ پھر جب عدت نہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی نہوگا اسواسطے کہ یہ چیزین فروع عدت سے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویجب العدۃ
فی الکل ای کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ احتیاطا ای استحسانا لتوہم الشغل اور واجب ہوتی ہے عدت کل مین یعنے کل اقسام خلوت مین اگرچہ خلوت فاسدہ
ہو خلوت سے عدت واجب ہے احتیاطا یعنے بہ اعتبار استحسان کے بسبب توہم شغل کے یعنے اس توہم سے کہ رحم عورت کا نطفہ زوج سے مشغول ہوگیا ہرچند سابق
مین خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہوچکا لیکن مصنف نے یہان علیحدہ کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہوجاے کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونون
مین عدت واجب ہے چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کردیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوے تھے وقیل قائلہ القدوری واختارہ التمرتاشی
وقاضیخان ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدۃ وان کان حقیقیا کصغر ومرض مدنف لا تجب والمذہب الاول لنص محمد
کما قالہ المصنف اور کہا گیا ہے اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہے اسکو تمرتاشی اور قاضیخان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے
جیسے روزہ تو عدت واجب ہے اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کم سن ہونا یا مرض دائمی جسنے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہین اور مذہب مختار
اول ہی قول ہے یعنے ہر صورت عدت واجب ہے خلوت صحیح ہو یا نہو اسواسطے کہ تصریح کردی ہے امام محمد نے جامع صغیر مین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح
مین کہا ہے وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدۃ والمہر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخولہ بہا حلت بنتہا اور مجتبی مین ہے کہ موت بھی مانند وطی
کے ہے عدت کے حق مین اور مہر مین فقط یہان تک کہ اگر مان مرگئی قبل دخول کے تو اسکی بیٹی حلال ہوگی مان کے زوج پر قبضت الف المہر ثم وہبتہ لہ
وطلقت قبل وطی رجع علیہا بنصفہ لعدم تعیین النقود فی العقود قبض کیے زوجہ نے ہزار درم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کیے اور طلاق
ہوگئی زوجہ کو قبل وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنے پانسو پھیر لے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا
اور زوجہ نے پورا مہر لے لیا تھا تو آدھا مہر زوجہ کو پھیر دینا چاہیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اسکا اعتبار نہین اسواسطے کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ بعینہ زوج
کو نہین پہونچا بلکہ غیر مستحق پہونچا بسبب نہ متعین ہونے نقود کے عقود مین مثلا ایک مرد نے عورت سے نکاح دس درم پر جو اسکے پاس موجود تھے کیا پھر مرد کو اختیار ہے
کہ ان درمون کو اپنے پاس رکھے اور انکے مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسی طرح بیع وغیرہ عقود مین نقود کی تعیین معتبر نہین وان لم تقبضہ او قبضت نصفہ
فوہبت الکل فی الصورۃ الاولی او ما بقی وہو النصف فی الثانیۃ او وہبت عرض المہر کثوب معین او فی الذمۃ قبل القبض
او بعدہ لا رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نہ کیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورت مین یعنے عدم قبض مین یا باقی
مہر کو ہبہ کیا یعنے نصف مہر کو دوسری صورت مین یعنے نصف مہر کے قبضہ کرنے مین یا مہر نقد نہ تھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی نوع کو ہبہ کی جیسے کوئی
معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسیکے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی عورت کو قبل وطی کے تو ان چارون
صورتون مین نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہین ہوسکتا بسبب حصول مقصود کے یعنے زوج کا حق بعینہ مل گیا متعین ہوکر نکحہا بالف علی ان لا یخرجہا من البلد
او لا یتزوج علیہا او نکحہا علی الف ان اقام بہا وعلی الفین ان اخرجہا فان وفی بما شرط فی الصورۃ الاولی واقام بہا فی الثانیۃ فلہا

ف
سہ بیان
کیا شارح نے
یعنی
شرعی ہو یا حقیقی
کلام تو یہ ہے
کہ شامل ہو
۱۲

لا لف برضاها بها فهنا صورتان الاولى كمية المهر مع ذكر شرط ينفعها والثانية تسمية المهر على تقدير وغيره على تقدير وَالا يوف ولم يقم فمهر المثل لفقد رضاها بفوت النفع نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح نہ کریگا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر مین اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اسکے شہر سے باہر لے گیا سو اگر زوج نے شرط کو پورا کیا پہلی صورت مین یعنے شہر سے باہر نہ لے گیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری صورت مین عورت کے شہر مین مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم کامل ملیگا بسبب راضی ہوجانے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہان دو صورتین ہین ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہے دوسری صورت یہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اسکے سوا دوسری تقدیر پر یعنے اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور اگر شرط پوری نہ کی اول صورت مین اور اقامت شہر کی نہ کی دوسری صورت مین تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطے نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے لکن لا یزاد المهر فی المسئلة الاخيرة على الفين ولا ينقص عن الف لاتفاقهما على ذلك لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا دو ہزار سے مسئلہ اخیرہ مین یعنے جسمین شرط ہوئی تھی کہ اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور کم نہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے اسپر یعنے عورت راضی ہوچکی تھی دو ہزار پر بحالت اخراج مین تو اسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملین مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو دو ہی ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل پانسو تھے تو ہزار سے کم نہ دئیے جاوینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہوچکا تھا ہزار پر بحالت اقامت مین تو حالت اخراج مین کیونکر ہزار سے کم ہوسکے ولو طلقها قبل الدخول تنصف المسمى فی المسئلتين لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحيحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا مسمی دیا جائیگا دونون مسئلون مین بسبب ساقط ہوجانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونون شرطین صحیح ہین یعنے عورت ہزار پاویگی اگر مرد شہر مین رہا اور دو ہزار پاویگی اگر اسکو باہر لے گیا کذا فی حاشیة المدنی بخلاف ما اذا تزوجها على الف ان كانت قبيحة وعلى الفين ان كانت جميلة فانه يصح الشرطان اتفاقا فی الاصح لقلة الجهالة مسئلہ سابقہ برخلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونون شرطین صحیح ہین باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین بسبب قلت جہالت کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہین کہ جسکی معرفت دشوار ہو اور اسکے حصول اور عدم حصول مین تردد واقع ہو تو دونون شرطین صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت اور اخراج کے کہ اسکا وجود اور عدم دونون محتمل ہین تو ایسی شرط صحیح نہین بخلاف ما لو ردد فی المهر بين القلة والكثرة للثيوبة والبكارة فانها ان ثيبا لزمه الاقل والا فمهر المثل لا يزاد على الاكثر ولا ينقص عن الاقل فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردید کی قلت اور کثرت مہر مین بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنے یون کہا کہ اگر عورت ثیب ہے تو ہزار مہر اور اگر باکرہ ہے تو دو ہزار سو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلاً ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البكارة فوجدها ثيبا لزمه الكل درر وصححه فی البزازية اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اسکو ثیب پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ مین اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کے واسطے نہ بکارت کے واسطے تو یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہین ہوتا بلکہ شرط باطل ہوجاتی ہے ولو تزوجها على هذا العبد او هذا الالف او الالفين او على هذا العبد او هذا العبد او على احد هذين او احدهما او كسر حكم القاضي مهر المثل فان مثل الارفع او فوقه فلها الارفع او مثل الاوكس ودونه فلها الاوكس والا فمهر المثل اور اگر مہر مین نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس ہون خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یون کہا کہ دو مین سے کسی پر اور ان دو چیزون مین ایک کم قیمت ہے اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتون مین قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز

ف ایک نسخہ مین الاولیٰ کی جگہ الثانیہ ہے فات التقدیرین ای یعنے دیکھو مسئلہ دوسرے والے مین

ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کی برابر ہو یا اس سے بھی کمتر ہو تو عورت کو کم قیمتی چیز ملے گی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملیگا و فی الطلاق قبل الدخول تحکم متعۃ المثل لانہا الاصل حتی لو کان نصفہ اکثر من المتعۃ وجبت المتعۃ فتح اور اسی مسئلہ میں طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہے فساد تسمیہ کے وقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سو اگر متعہ مثل کا برابر ہے نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملے گا اور اگر متعہ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے تو اسکو اس صورت میں نصف کم قیمتی ملیگا یہاں تک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ سے تو واجب ہوگا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تزوجہا علی فرس او عبد او ثوب ہروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل فالواجب فی کل جنس لہ وسط الوسط او قیمتہ اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر مثلاً ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہوگا متوسط ہر جنس توسط والی میں یا قیمت متوسط کی واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اسکی قیمت دے وکل ما لم یجز السلم فیہ فالخیار للزوج والا فللمرأۃ ط اور جو چیز کہ جسمیں بیع سلم جائز نہیں جیسے جانور اور جواہر اور مچھلی تو اسمیں اختیار زوج کا ہے خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اسکی قیمت کو اور جس چیز میں کہ بیع سلم جائز ہے جیسے مکیل اور موزون تو اسمیں عورت کا اختیار ہے چاہے وہی چیز لے چاہے اسکی قیمت لے وکذا الحکم فی لزوم الوسط فی کل حیوان ذکر جنسہ ہو عند الفقہاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام دون نوعہ ہو المقول علی کثیرین متفقین اور ایسا ہی ہے حکم یعنے لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے میں جس حیوان کی جنس مذکور ہوئی ہو نہ اسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اسکو کہتے ہیں جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام میں مختلف ہوں جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونوں پر صادق آتا ہے اور دونوں کے حکم فقہ میں مختلف ہیں مثلاً مرد نصفا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت میں حصہ ہے نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے نزدیک اسکو کہتے ہیں جو کثیرین متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت بخلاف مجہول الجنس کثوب ودابۃ لانہ لا وسط لہ بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنے اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اس جنس کا متوسط نہ مراد ہوگا اسواسطے مجہول الجنس میں متوسط نہیں مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہوں جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونوں شامل ہے جیسے حریر اور غیر حریر پھر ان دونوں میں بہ اعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسی طرح جانور میں بڑا اختلاف ہے بعضے حلال بعضے حرام بعضے سواری کے لائق ہیں بعضے نہیں تو اگر مجہول الجنس میں مہر میں نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہے اسوقت میں مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ووسط العبید فی زماننا الحبشی اور غلاموں میں متوسط ہمارے زمانے میں حبشی غلام ہے ذخیرہ میں کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانے میں سندھی غلام ہے اور ادنے ترکی اور اعلی ہندی بلاد مصر میں صاحب بحر الرائق کے وقت میں حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنی سیاہ غرضکہ اعلی اور ادنے اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانے کے مختلف ہے جو جس ملک میں ہو وہیں کے رواج کا اعتبار ہے وان اسمہا العبد بعینہ والحال ان احدہما حر فمہرہا العبد عند الامام ان ساوی اقلہ ای عشرۃ دراہم والا کمل لہا العشرۃ لان وجوب المسمی وان قل یمنع مہر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک ان دونوں میں کا حر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہوگا نزدیک امام اعظم رح کے بشرطیکہ برابر ہو اس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنے دس درم سے اور اگر اس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو تو پورا کر دیا جائیگا عورت کے واسطے دس درم کو مثلاً اگر غلام سات درم کا تھا تو تین درم دیکر عشرہ پورا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا وعند الثانی لہا قیمۃ الحر لو عبدا وجعلہ الکمال الاحق لمذہبہما اور نزدیک ابو یوسف کے عورت کو حر کی قیمت ملے گی اگر حر غلام ہوتا یعنے جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اسمیں حر نکلا تو عورت

اسی غلام کو لے گی اور حر کی قیمت لے گی اسواسطے کہ حر کے درصورت غلام ہونیکے جو قیمت ہوسکتی وہی زوج سے طلب کریگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہی کمال نے چنانچہ دو غلاموں مین سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسی طرح ایک کے حر ہونے مین بھی اسکو قیمت ملے گی و یجب مهر المثل فی نکاح فاسد وهو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشهود اور واجب ہوتا ہی مہر مثل نکاح فاسد مین نکاح فاسد وہ جسمین کوئی شرط شرائط صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہون یعنے بدون گواہون کے زوجین نے ایجاب اور قبول کرلیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح صحیح نہین فاسد ہی اور اسی طرح دو بہنون سے ساتھ ہی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت مین دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچوین عورت سے جو چوتھی عورت کی عدت مین نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمین نکاح کی فاسد ہین اسواسطے کہ صحت نکاح کی انمین شرط نہین بالوطی فی القبل لا بغیره کالخلوة لحرمة وطیها مہر مثل واجب ہوتا ہی نکاح فاسد مین فرج مین جماع کرنے سے نہین واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنے جیسا خلوت سے نکاح صحیح مین مہر واجب ہوتا ہی اسطرح نکاح فاسد مین خلوت سے مہر واجب نہین ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنے نکاح فاسد مین جماع عورت کا حرام ہی تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہوئی اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہین ہوسکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی مین شرط یہ ہی کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد مین مہر نہین واجب ہوتا کذا فی حاشیة الطحطاوی ولم یزد مهر المثل علی المسمی لرضاها بالحط ولو کان دون المسمی لزم مهر المثل لفساد التسمیة بفساد العقد ولو لم یسم او جهل لزم بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہوجانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد مین مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اسکی مقدار مجہول اور نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا کتنا ہی کیون نہو ثم نکاح فاسد مین اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلا پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہوگا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اسمین مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہوجاوے کما فی حاشیة المدنی والطحطاوی ویثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا فی الاصح خروجا عن المعصیة فلا ینافی وجوبه بل یجب علی القاضی التفریق بینهما اور ثابت ہی ہر واحد کو زوجین سے فسخ کردینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح مین ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہی گناہ سے نکلنے کے واسطے اسواسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب ہونا پھر اسکو قائم رکھنا حرام ہی سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہین یعنے اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہی تو ماتن کو لازم تھا بجای لکل واحد علی کل واحد بولنا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ مین منافات نہین جو علی کل واحد ماتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے کہا بلکہ واجب ہی قاضی پر جدائی کر دینا درمیان دونون کے یعنے اگر زوجین فسخ نہ کرین تو قاضی پر تفریق واجب ہی و تجب العدة بعد الوطی لا الخلوة للطلاق لا للموت اور واجب ہی عدت نکاح فاسد مین بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہی عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنی نکاح فاسد مین بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنے تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنے چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکة الزوج وان لم تعلم المرأة بالمتارکة فی الاصح عدت واجب ہی تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح مین ویثبت النسب احتیاطا بلا دعوة اور ثابت ہوگا نسب بنا بر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوے کے یعنے اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدته وهی ستة اشهر من الوطی اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کی چھ مہینے ہین فان کانت منه الی الوضع اقل مدة الحمل یعنی ستة اشهر فاکثر یثبت النسب والا بان ولدته لاقل من ستة اشهر لا یثبت مثل فعل محمد وبه یفتی سو اگر ہو وقت وطی سے پیدائش تک کمتر مدت حمل کی یعنے چھ مہینے

یا زیادہ

ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے نہو اسطرح کہ جنے لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب ثابت ہوگا یہ قول ہی محمد کا اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ
نکاح فاسد بسبب حرام ہونے کے موجب وطی کا نہین بخلاف نکاح صحیح کے کہ اسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہی وقالا ابتداء المدۃ من وقت العقد کالصحیح و
رجحہ فی النہر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدۃ احدی عشرین ونظم منہا العشرۃ التی فی الخلاصۃ فقال اور کہا
امام اعظم اور ابو یوسف نے کہ ابتداء مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہی مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہی اس قول کو نہر الفائق مین اسطرح کہ اسی مین زیادہ تر
احتیاط ہی اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ کے اکیس ذکر کیے ہین اور انہین سے وہ دس نظم کیے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا ؎
وفاسدۃ من العقود عشرۃ اجارۃ وحکم ہذا الاجرۃ وجوب ادنی المثل والمسمی + او کلہ مع فقد ذلک المسمی + اور عقود
فاسدہ دس ہین ایک انمین سے اجارہ فاسدہ ہی اور حکم اسکا ہی وجوب اجرت کا اسطرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہی تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنے اگر اجر مثل کم ہوگا
مسمی سے تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنے اگر تسمیہ اجر کا نہوا یا آخر مجہول ہوا
تو اجر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہی جسمین شروط صحت کی اجارہ نہون ؎ والواجب لا اکثر فی الکتابۃ + من الذی سماہ او من قیمۃ +
اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہی وہ واجب ہی ؎ وفی النکاح المثل ان یکن دخل + وخارج البذر لمالک الاصل + اور نکاح فاسد مین
مہر مثل واجب ہی اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہی کھیت مین وہ بیج کے مالک کی ہی پھر اگر بیج زمین والے کا ہی تو عامل کو اجر
مثل ہی اور اگر بیج عامل کا ہی تو زمین والے کو اجرت زمین کی ہی ؎ والصلح والرہن لکل نقضہ + امانۃ وکالصحیح حکمہ + اور صلح فاسد اور رہن فاسد
مین ہر ایک کو عاقدین مین سے اختیار ہی توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہی اور اسی طرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہی یا صلح فاسد کا
مثل صلح صحیح کے حکم ہی اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہی ؎ ثم الہبۃ مضمونۃ یوم قبض + وصح بیعہ لعبد اقترض + پھر ہبہ فاسد مین موہوب
کا ضمان ہی موہوب لہ پر جسدن قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہی تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہی قرض لینے والے کو
اور اسوقت مین اسکی قیمت کا ضمان دیگا مقرض کو ؎ مضاربۃ وحکمہا الامانۃ + والمثل فی البیع والا القیمۃ + اور مضاربت فاسدہ مین مال
مضاربت کا امانت ہی مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر مثلی چیز ہی تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر ہی اور اگر قیمت والی چیز ہی تو قیمت کا ضمان ہی اور آگے ان عقود
کے خود تصریح آویگی اسواسطے کہ زیادہ تر تصریح کرنا یہان ضرور نہو والحرۃ مہر مثلہا الشرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امرأۃ تماثلہا اور حرہ کا مہر مثل شرعی
وہ ہی جو اسکے مثل لغوی کا مہر ہی یعنے مہر مثل شرع مین اسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو من قوم ابیہا لا امہا ان لم تکن من قومہ
کبنت عمہ وہ عورت برابر والی اس عورت کے باپ کی قوم سے ہو نہ اسکی مان کی قوم سے اگر اسکی مان اسکے باپ کی قوم سے نہو اور اگر مان بھی باپ
کی قوم سے ہو جیسے اسکے چچا کی بیٹی تو مان کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دونون ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہ کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہی نہ مان کی قوم کا
وفی الخلاصۃ یعتبر باخواتہا وعماتہا فان لم تکن فبنت الشقیقۃ وبنت العم انتہی ومفادہ اعتبار الترتیب فلیحفظ اور خلاصہ
مین ہی کہ مہر مثل مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پھوپھیون کا پھر اگر وہ نہونگی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہے اور مفاد قول
خلاصہ کا یہ ہی کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہی اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہی پھر اور قرابت والے درجہ بدرجہ اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر
المماثلۃ فی الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکارۃ وثیوبۃ وعفۃ وعلما وادبا وکمال خلق وعدم ولد اور
معتبر ہی برابری اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر کے رہنے مین اور ہمعصر
ہونے مین اور عقل مین اور تقوی مین اور ثیبہ ہونے مین اور باکرہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم و ادب مین اور کمال خلق مین اور نسل کا ہونے مین

تو چھوٹی عورت بڑی عورت کی برابر نہین اور خوبصورت بدصورت کے برابر نہین اور مالدار مفلس کے برابر نہین اور ایک شہر کی رہنی والی دوسرے شہر والی کے برابر نہین اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والی کے برابر نہین اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہین اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہین اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہین اور عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہین اور عالمہ اور جاہلہ برابر نہین اور ادب والی اور بے ادب برابر نہین اور خلیق اور بدخلق برابر نہین اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہین و تعتبر حال الزوج ایضاً ذکرہ الکمال قال وھو لا من یقدر بالرغبۃ فیھا اور معتبر ہی حال زوج کا بھی مماثلت مین یعنے اس عورت کا زوج اور عورتون کے ازواج کے برابر ہو مال اور حسب مین ذکر کیا ہی اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر مین اور کہا ہی لونڈی کا مہر مثل بقدر اسکی خواہش کے ہی یعنے دیکھنا چاہیئے کہ اسکا خواہش کرنے والا کہان تک مہر دے سکتا ہی وہی اسکا مہر مثل ہی اور لونڈی مین اسکے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہین بحر الرائق مین کہا کہ مہر مثل وہان واجب ہوتا ہی جہان نکاح صحیح ہو اور مہر کا تسمیہ نہو یا تسمیہ مجہول ہو یا اس چیز کا تسمیہ ہو جو شرعاً حلال نہین اور نکاح فاسد مین بعد وطی کے مہر مثل ہی اور وطی بالشبہہ مین جو مہر مثل لازم آتا ہی تو مراد اسسے یہ مہر مثل مذکور نہین ہوتی بلکہ وہان مہر مثل سے مراد عقر ہی عقر اسکو کہتے ہین کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اس عورت کی کیا اجرت ہوتی اسی قدر وطی بالشبہہ مین دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ویشترط فیہ ای فی ثبوت مھر المثل بما ذکر اخبار رجلین او رجل وامرأتین ولفظ الشہادۃ اور شرط ہی ثبوت مہر مثل مین اشیاء مذکورہ کے اندر خبر دینا دو عادل مردون کا یا ایک مرد اور دو عورتون کا اور شرط ہی لفظ شہادت کا یعنے فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہین فان لم توجد شہود عدول فالقول للزوج بیمینہ وما فی المحیط من ان للقاضی فرض المھر حملہ فی النھر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نپائے جاوین گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھ تقدیر مہر مثل مین معتبر ہوگا اور جو محیط مین یہ ہی کہ گواہ نہونے مین قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرانا سو اسکو نہر الفائق مین اس صورت پر محمول کیا ہی جبکہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہو گئے ہون فان لم یوجد من قبیلۃ ابیھا فمن الاجانب ای فمن قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیھا سو اگر نپائے جائین سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کی برادری مین تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہوگا یعنے اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اسکے باپ کی قوم سے تو اونچی قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا شرح مجمع اور برجندی مین ہی کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم مین نہون تو جس قدر موجود ہون وہی معتبر ہونگے اسواسطے کہ ان سب اوصاف کا دو عورتون مین جمع ہونا متعذر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یوجد فالقول لہ ای للزوج فی ذلک بیمینہ کما مر پھر اگر غیر قوم مین بھی مماثلت باپ کی قوم کی نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر مین قسم کھانیکے ساتھ چنانچہ عنقریب گذرا وصح ضمان الولی مھرھا ولو المرأۃ صغیرۃ ولو عاقدا لانہ سفیر لکن بشرط صحتہ فلو فی مرض موتہ وھو وارثہ لم یصح والا صح من الثلث و قبول المرأۃ او غیرھا فی مجلس الضمان اور صحیح ہی ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اسکا ضامن ہونا درست ہی اسواسطے کہ ولی عاقد تو محض سفیر اور معبر ہوتا ہی حقوق نکاح کے اسپر لازم نہین آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی ہو یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہون یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہی تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت مین اور مکفول عنہ یا مکفول لہ وارث ہی ولی کا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہین اور اگر مکفول عنہ یعنے جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنے جسکے واسطے ضامن ہوا وارث نہین ہی ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سے یعنے ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہی یا اسکے غیر کا مجلس ضمان مین یعنے بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان مین ولی کی ضمانت قبول کرے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اسکا ولی قبول کرے تب اسکی ضمانت صحیح ہوگی نہر الفائق مین ہی کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہوا تو اسکا ضامن ہونا قائم مقام ہی عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب بالمھر من زوجھا البالغ او الولی الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنی زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا اور اگر زوج بالغ نہین تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادی رجع علی الزوج ان امر کما ھو حکم الکفالۃ پھر اگر ولی ضامن نے

مہرکو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیرے اگر مرگیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہی ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پھیر لینا نہین پہونچتا ولا یطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ لا من مال نفسہ اور مطالبہ نہوگا باپ سے اسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہرکا یعنے اگر باپ مہرکا ضامن نہین تو اُسکے صغیر بیٹے محتاج کے مہرکا اس سے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر کے مہرکا باپ سے تقاضا ہوگا کہ اپنے بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوجہ امرأۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد کما فی النفقۃ فانہ لا یواخذ بہا الا اذا ضمن ولا رجوع للاب الا اذا اشہد علی الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہرکا باپ پر مطالبہ نہین جبکہ نکاح کر دیا ہو اُسکا کسی عورت سے یعنے فقط نکاح کر دینے سے باپ کو مہر دینا لازم نہین ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہرکا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے مین مواخذہ باپ سے نہین ہوتا بدون ضمانت کے اور جبکہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اسکو پھیر لینا بیٹے سے نہین پہونچتا مگر جس صورت مین کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن ہونے کے وقت تو البتہ پھیر لے سکتا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لہا منعہ من الوطی ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطی وخلوۃ رضیتہما لان کل وطئۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی جائز ہی عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اسکے دواعی سے یعنے تقبیل و مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اس وطی یا خلوت کے بعد جو اسکی رضامندی سے ہوچکی یعنے عورت کو مہر معجل کے لینے کے واسطے وطی اور سفر سے روکنا پہونچتا ہی اگرچہ اسکی خوشی سے ایک بار وطی ہوچکی ہو یا خلوت ہوچکی ہو تو بھی اسکو منع کرنے کا حق ثابت ہی اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود ہی یعنے ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہی تو تسلیم بعض کی موجب نہین تسلیم باقی کی لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضا او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکما شرط لان الصریح یفوق الدلالۃ عورت کو جائز ہی روک دینا وطی کا واسطے لینے اس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہوچکا ہی کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اس قدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہی اُس سی عورت کو عرف مین اسی کا فتوی ہی اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہی رواج کا اعتبار ہی اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہوگئی ہو اور اگر کل مہر کی مدت مقرر ہوچکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیساکہ دونون نے شرط کیا یعنے مہر موجل مین عورت کو منع کرنا وطی سے نہین پہونچتا اور معجل مین پہونچتا ہی مشروط مروج پر اسواسطے کہ مقدم ہوا کہ صریح فائق ہی دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہی بخلاف صاحب منظومہ کے کہ انھنے اپنے فتاوی مین عدم صحت مذکور کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ الا التاجیل لطلاق او موت فیصح للعرف بزازیۃ مہر معجل مین عورت کو حق منع وطی کا نہین مگر اُس وقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کو جیسے مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی کشایش تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزون کا ایک وقت مقرر نہین تو ایسی مدت مین مہر فی الحال واجب ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہی حالانکہ اسمین بھی جہالت فاحشہ ہی کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہین مگر صحیح ہی بسبب رواج کے کذا فی البزازیہ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم مین عادت ما ثورہ اور شریعت معروفہ ہوگئی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہم اکثر بلاد ہندوستان مین بھی ایسا مروج ہی بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز نہین لیتی نادانی سے جانتی ہی کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہوجاویگا ومن الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیۃ اور ابو یوسف سے منقول ہی کہ عورت کو منع وطی کا حق ہی اگر کل مہر کی مدت مقرر ہوگئی ہو اور اسی کا فتوی ہی بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ دلیل استحسانی یہ ہی کہ جب زوج نے سب مہر کی مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہوگیا اسواسطے مہر بدلا ہی استمتاع کا خلاصہ مین ہی کہ استاذ ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع پر ہی اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہی بحر الرائق مین کہا تو معلوم ہوا کہ اسمین فتوی مختلف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوجہا علی مائۃ علی حکم الحلول علی ان یعجل اربعین لیس لہا منعہ حتی تقبضہ اور نہر الفائق مین ہی کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط تقاضا بمدت معین کے

اس شرط پر کہ باقی بیس درم جلد ادا کر دیگا تو عورت کو جائز ہی کہ منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہان تک کہ باقی درمون کو بھی قبضہ کرلے ولہا النفقۃ بعد المنع اور ثابت ہی عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہی عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کے واسطے تو بے حاجت نکلنا جائز نہین اور عزیزون کی زیارت کو جانا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جبتک کہ مہر معجل نہ پایا ہو فلو قبضہ ای المعجل لیس لہا ذلک الا لحاجۃ ولزیارۃ ابویہا کل جمعۃ او محارمہا کل سنۃ ولکونہا قابلۃ او غاسلۃ او کان لہا علی آخر حق او لآخر علیہا حق فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پا چکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر بسبب حاجت کے یعنی اگر وہ دائی ہو یا غسالہ ہو یا کسی کا حق عورت پر ہو یا عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اسکا نکلنا درست ہی زوج کی اجازت ہو یا نہو اور نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہفتہ مین ایک بار یا محارم کی ملاقات کے واسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست ہی لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کرسکتا ہی نہ نکلے انکے سوا مین یعنے سوائے قرض اور زیارت والدین اور زیارت محارم کے اور انکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کے واسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سوائے ان امور کے نکلنے کی اجازت دیگا تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے والمعتمد جواز الحمام بلا تزین اشباہ وسیجیء فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہی کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہی بدون آرایش اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقہ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہی وہان یہی شرط ہی کہ آرایش اور سنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین درباب حمام وارد ہوئی ہین ازانجملہ یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے انکو حمام کہتے ہین تو مرد انمین نہ جاوین بدون ازار کے اور عورتون کو انمین نجانے دو سوائے مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یسافر بہا بعد اداء کلہ مؤجلا ومعجلا اذا کان مامونا علیہا والا یؤد کلہ او لم یکن مامونا لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع واختارہ فی ملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجائے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے موجل ہو یا معجل ہو جبکہ زوج مین پورا اطمینان ہو عورت کی طرف سے یعنے سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجائے اور اسی قول پر فتوے ہی کذا فی شرح مجمع اور اسکو پسند کیا ملتقی الابحر اور مجمع الفتاوی مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور اسی پر فتوے دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوی وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن نہر الفائق مین ہی جسپر عمل ہی ہمارے ملک یعنے مصر مین وہ یہ ہی کہ عورت کو سفر مین نہ لیجائے اسپر زبردستی کر کے یعنے سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہی اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہی بزازی وغیرہ نے اور مختار مین ہی کہ اسی پر فتوے ہی اور فصول مین ہی کہ فتوے دے مفتی جو اسکے نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنے اگر زوج امانت دار اور صالح ہو اور نجانے مین عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانے کا فتوے دے والا نہ لیجانے کا فتوی دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وینقلہا فیما دون مدۃ السفر من المصر الی القریۃ وبالعکس ومن قریۃ الی قریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ قال فی الکافی وعلیہ الفتوی اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سے کم ہو یعنے تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گاؤن کی طرف لیجاوے خواہ گاؤن سے شہر مین لاوے اور ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن مین لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہی تتارخانیہ نے ایسے گاؤن کی یعنے ایسے گاؤن تک لیجانا جائز ہی کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی مین

اسکو مطلق رکھا زیلعی نے کر کہ اسی پر فتوی ہے وان اختلفا فی المہر ففی اصلہ حلف منکر التسمیۃ فان نکل ثبت وان حلف یجب مہر المثل اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اسطرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تھا اور دوسرے نے کہا نہین حالانکہ دونون گواہ لانے سے عاجز ہین تو قسم کھاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کھائی تو واجب ہوگا مہر مثل لیکن اگر عورت مدعی ہے تو مہر مثل اسکے دعوی سے زیادہ نہ دیا جائیگا مثلا عورت نے کہا تھا کہ مہر مسمی ہزار تھا اور مثل دو ہزار ہے تو ایک ہزار وہ پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تھا تو مہر مثل اسکے دعوے سے کم نہ کیا جائیگا مثلا مہر مثل ایک ہزار تھا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہے تو دو ہی ہزار اسسے دلائے جاوینگے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع وفی المہر یحلف اجماعا اور مہر مین منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعت کا کہ اسنے کہا کہ منکر پر قسم ہے صاحبین کے نزدیک نہ امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ امام کے نزدیک نکاح مین قسم نہین صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم نہین بلکہ مال پر قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شہد له مہر المثل بیمینہ اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کے وقت تو قول اسیکا معتبر ہے جسکی گواہی دے مہر مثل ساتھ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہوگا وای اقام بینتہ قبلت سواء شہد له مہر المثل او لها او لا اور اختلاف مقدار مین زوجین مین سے جو اپنے شاہد قائم کریگا مقبول ہونگے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونون کا شاہد ہو یعنے گواہون کے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہین وان اقاما البینۃ فبینتہا مقدمۃ ان شہد له مہر المثل وبینتہ مقدمۃ ان شہد لہا مہر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاہر اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوی سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اسواسطے کہ گواہ مقرر ہوے ہین واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اسیکا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہو وان کان مہر المثل بینہما تحالفا اور اگر مہر مثل دونون کے مابین ہو تو دونون سے قسم لیجاوے مثلا عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہو اور مرد ایک ہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسی کے موافق نہوا بلکہ دونون کے درمیان مین پڑا تو دونون پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کھاوے کہ واللہ مین نے دو ہزار مہر پر نکاح نہین کیا اور عورت اسطرح قسم کھاوے کہ واللہ مین نے ایک ہزار پر نکاح نہین کیا فان حلفا او برہنا قضی بہ سو اگر دونون نے قسم کھائی یا دونون گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل پر یعنے مہر مثل دلا دیگا اسواسطے کہ دونون کی قسم اور گواہ برابر ہین اسیکا دعوی ثابت نہین ہوسکتا وان برہن احدہما قبل برہانہ لانہ نور دعواہ اور اگر دونون مین سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اسکے گواہ اسواسطے کہ اسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا وفی الطلاق قبل الوطی حکم متعۃ المثل لو المسمی دینا وان عینا کمسئلۃ العبد والجاریۃ فلہا المتعۃ بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریۃ اور طلاق قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنے اگر اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکے دعوی سے مطابق ہوگا اسیکے قول کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمی دین ہو جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنے مثلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلا زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تھا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اس صورت مین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جاوے نصف جاریہ پر وای اقام بینۃ قبلت اور دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو اسیکے گواہ مقبول ہونگے فان اقاما فبینتہا اولی ان شہدت له المتعۃ وبینتہ ان شہدت لہا سو اگر دونون گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولے ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولے ہین اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہین وان کانت المتعۃ بینہما تحالفا وان حلفا وجبت متعۃ المثل اور اگر متعہ مثل دونون کے مابین مین واقع ہو یعنے نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور

لنصف دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونون سے قسم لیجائیگی اور اگر دونون نے قسم کھائی تو مہر مثل کا واجب ہوگا وموت احدھما کحیٰوتھما فی الحکم اصلا وقدرا لعدم سقوطہ بموت احدھما اور دونون مین کیسیکا مرنا انکے زندہ ہونے کے برابر ہی حکم مین خواہ اختلاف اصل مہر مین ہو یا مقدار مین بسبب ساقط ہونے مہر مثل کے ایک کی موت سے وبعد موتھما ففی القدر القول لورثتہ اور اگر دونون کے مرجانے کے بعد اختلاف ہو وارثون مین تو مقدار مہر کی اختلاف مین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ اور اصل مہر کے اختلاف مین منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنے زوج کے وارثون کا اسواسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیہ مہر کے منکر ہون تو انکا حق ثابت ہوتا ہی لم یقض بشیئ مالم یبرھن علی التسمیۃ یعنے موت بعد زوجین کے اختلاف پڑا اصل تسمیہ مہر مین تو کچھ حکم نہ کیا جاویگا جبتک کہ گواہ نہ قائم کیے جاوینگے تسمیہ پر یعنے بدون گواہون کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہی کہ اسکی ہمسر عورتین بھی مرگئین تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذا فی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ مہر مثل کا اعتبار نکرنا اس صورت مین ہی جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن البحر وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیٰوۃ وبہ یفتی اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی کے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی قاضی خان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین اداے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا انکے اقرار پر کہ ہم مہر پا چکے تو اس صورت مین مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہین وھذا کلہ اذا لم تسلم نفسھا اور یہ سب اس صورت مین ہی جبکہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنے تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر مین زوجین کی حیات مین یا ایک کی حیات مین یا دونون کی موت مین یا اختلاف اصل مہر مین در صورت عدم تسلیم ہی فان سلمت ووقع الاختلاف فی الحالین الحیٰوۃ وبعدھا لا یحکم بمہر المثل لانھا لا تسلم نفسھا الا بعد تعجیل شیئ عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور واقع ہوا اختلاف دو حال مین یعنے زندگی مین اور بعد انکے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہین کرتی مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہی تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہین لیکن یہ اس صورت مین ہی جہان عادت ہو مہر تعجیل کی اور جہان کل مہر کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم مین تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونون برابر ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القاسمیۃ بل یقال لھا لا بد ان تقری بما تعجلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وھذا اذا ادعی الزوج ایصال شیئ الیھا بحس بلکہ عورت سے یا انکے وارثون سے کہا جائیگا کہ بالضرور تجھکو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہین تو ہم تجھپر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر مین دو ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہی پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر مین یعنے مثلاً ثلث مین جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہ اسوقت ہی جب زوج نے کچھ عورت کو دینے کا وعدہ کیا کذا فی البحر یعنے متعارف التعجیل پر فیصلہ اسوقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر فیصلہ نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضنا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہی اور یہی قول ہی فقیہ ابو اللیث کا اور قاضی خان کے نزدیک یہ قول مسلم نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جھۃ عند الدفع غیر جھۃ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ من المہر لم یقبل قنیۃ لوقوعہ ھدیۃ فلا ینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسی وجہ کو جو مغائر ہو جہت مہر کی یعنے دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نہ کیا ہو اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلاً یون کہا کہ اس نقد کو شمع مین صرف کرو یا مہندی مین پھر زوج نے کہا کہ وہ تو مہر مین تھی تو اسکا قول مقبول نہوگا کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہو سکے گی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اسکا بعینہ پھیر لینا درست ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فقالت ھو ای المبعوث ھدیۃ وقال ھو من المہر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لھا سو کہا عورت نے وہ بھیجی چیز ہدیہ ہی اور کہا زوج نے کہ وہ مہر مین ہی یا از قسم لباس ہی یا عاریت ہی تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر وہ دونون گواہ لاوے

تو عورت کے گواہ مقدم ہونگے فان حلف والمبعوث قائم فلها ان ترده وترجع بباقي المهر ذكره ابن كمال پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہی تو عورت کو
اختیار ہی کہ اسکو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو عوضته ثم ادعاه عارية فلها ان تسترد العوض من جنسه
اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض میں عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اسکو جدا کیا پھر دعوی کیا کہ وہ چیز عاریت ہی
تو جائز ہی عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسه کا زیلعی اور بحر الرائق میں نہیں اور فتاوے عالمگیری میں یوں ہی
کان للمراة ان تسترد منه ما عوضته عليه كذا في حاشية المدني في غير المهيا للاكل كثياب وشاة حية وسمن وعسل وما يبقى شهرا اخي زاده اختلاف
زوجین میں تو زوج کا قول معتبر ہوگا انمیں جو کھانے کے واسطے مہیا نہیں جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینہ بھر باقی رہے اور نہ سڑے
کذا ذکرہ اخی زادہ والقول لها بيمينها في المهيا له كخبز ولحم مشوي لان الظاهر يكذبه ولذا قال الفقيه المختار انه يصدق فيما لا يجب عليه كخف
وملاءة فاما يجب عليه كخمار ودرع يعني ما لم يدع انه كسوة لان الظاهر معه اور قول زوجہ کا معتبر ہی قسم کے ساتھ انمیں جو کھانے
کے واسطے مہیا ہی جیسے روٹی اور بھونا گوشت عورت کا قول کھانے کی چیزون مین اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کا جھٹلاتا ہی یعنے روٹی اور پختہ گوشت
کوئی مہر مین نہین دیتا اور اسی واسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قول مختار یہ ہی کہ زوج کی تصدیق انمین ہوگی جو زوج پر واجب نہین جیسے موزہ اور چادر یا باریک
کپڑا نہ انمین تصدیق ہوگی جو اسپر واجب ہی جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنے جبتک زوج نے اسکا دعوی نہ کیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو پوشاک مین دیا ہی اور اگر پوشاک
کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہین بلکہ ہدیہ ہی تو اس صورت مین زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کا مصدق ہی خطب
بنت رجل وبعث اليها اشياء ولم يزوجها ابوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائما فقط وان تغير بالاستعمال او قيمته هالكا لانه
معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد کے بیٹے سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند شیا کو اور عورت کے باپ نے عورت
کا نکاح نہ کیا تو جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اسکو پھیر لے نہ اسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہو گئی ہو استعمال سے یا قیمت اسکی پھیر لے
اگر نہ موجود ہو اسواسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالك والمستهلك
لان فيه معنى الهبة اور اسی طرح اسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیر لے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ
سڑ گیا اور مستہلک وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسینے کھالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے مین معنی ہبہ کے
موجود ہین اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اسکا پھیر لینا درست نہین ولو ادعت انه اي المبعوث من المهر وقال هو هدية وكان من جنس
المهر فالقول لها وان كان من خلافه فالقول له بشهادة الظاهر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہی اور کہا زوج نے
کہ وہ امانت ہی تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی مین روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہی جنس مہر کے جیسے
مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ دونون صورتون مین ظاہر حال دونون کا گواہ ہی انفق رجل على
معتدة الغير بشرط ان يتزوجها بعد عدتها ان تزوجته لا رجوع مطلقا وان ابت فله الرجوع ان كان دفع لها وان اكلت معه
فلا مطلقا بحر عن العمادية خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کریگا اس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اس مرد سے نکاح
کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقا نہین خواہ دونون ساتھ کھاتے ہون یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر لینا پہونچتا ہی
اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقا پھیر لینا نہین خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادية وفيه عن
المنتقى جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك في صحته بل تختص به وبه يفتى

ع [illegible] زوج [illegible] اسکو ۱۲

اور بحر الرائق مین مبتغی سے منقول ہی باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اُسکے قبضہ مین کردیا تو اُسکو پھیر لینا اس سے نہین پہونچتا اور نہ باپ کے وارثون کو بعد مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت مین بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور جہیز تسلیم نہین کیا تو پھیر لے سکتا ہی اسواسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہین ہوتی اور اسی طرح اگر مرض الموت مین باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق مین درست نہین وکذا لو اشتراہ لہا فی صغرہا ولوالجیۃ اور اسی طرح اگر استرداد نہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کے واسطے کذا فی الولوالجیہ اس صورت مین تسلیم کی حاجت نہین اسواسطے کہ باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہی والحیلۃ ان یشہد عند التسلیم الیہا انہ انما سلمہ عاریۃ اور حیلہ استرداد کا یہ ہی کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہی والاحوط ان یشتریہ منہا ثم تبرئہ اور زیادہ تر احتیاط حیلہ استرداد مین یہ ہی کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اہل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یستردہ لانہ رشوۃ زوجہ کے لوگون نے کچھ لیا التسلیم زوجہ کے وقت مثلاً بھائی نے بدون لئے رخصت نہ کیا تو زوج اسکو پھیر لے سکتا ہی اسواسطے کہ یہ رشوت ہی جہز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفع الیہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب او ورثتہ بعد موتہ عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ اور جہیز دیا اپنی بیٹی کو پھر دعوی کیا کہ اسکو تو عاریت ہی دیا ہی اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہی یا زوج نے بھی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اُسکے وارثون نے اُسکے مرنے کے بعد کہا کہ عاریت ہی تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموماً اسیکا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز مین دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے واما ان کان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہون اور بعضے عاریت تو قول باپ کا معتمد ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہی اس سے جو اُس جیسی عورت کو ملا کرتا ہی یعنی رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سواے رواج کے زیادتی مین باپ کا قول معتمد ہوگا والام کالاب فی تجہیزہا وکذا ولی الصغیرۃ شرح وہبانیہ اور مان مثل باپ کے ہی بیٹی کے جہیز مین اور اسی طرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی اگر مان نے جہیز تسلیم کردیا تو استرداد نہین کرسکتی اور دعوی عاریت مین مان اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہی جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فی النہر تبعا لقاضیخان ان الاب ان کان من الاشراف لم یقبل قولہ انہ عاریۃ اور مستحسن جانا ہی نہر الفائق مین قاضی خان کی پیروی سے یہ کہ اگر باپ اشراف مین سے ہو تو اُسکا یہ قول مقبول نہوگا کہ جہیز عاریت ہی ولو دفعت فی تجہیزہا لابنتہا اشیاء من امتعۃ الاب بحضرتہ وعلمہ وکان ساکتا وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یسترد ذلک من ابنتہ لجریان العرف بہ اور اگر مان نے بیٹی کے جہیز مین کچھ چیزین دین باپ کے اسباب سے اُسکے حضور اور دانست مین اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گھر پہونچائی گئی تو باپ کو نہین پہونچتا کہ اس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی مروج یہی ہی کہ باپ جہیز کو مان پر سپرد کرتا ہی کذا لو انفقت الام فی جہازہا ما ہو معتاد والاب ساکت لا تضمن الام وہما من المسائل السبع والثلاثین بل الثمان والاربعین ما فی زواہر الجواہر التی السکوت فیہا کالنطق اور اسی طرح اگر خرچ کیا مان نے بیٹی کے جہیز مین اُس قدر جسکی عادت ہی اور باپ ساکت ہی تو مان پر ضمان نہین اور یہ دونون مسئلے ان سینتیس بلکہ اڑتالیس مسئلون مین سے ہین جنمین سکوت برابر نطق کے ہی کذا فی زواہر الجواہر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد قنیہ اگر پہونچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہی مطالبہ باپ کا نقد مال مین کذا فی القنیہ یہ حکم اس صورت مین مخصوص ہی جہان عادت ہو کہ ولی کا زوجہ زوج سے کچھ نقد لیتا ہو نکاح کے سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ کا تو ایسی صورت مین اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد مال پھیر لینا پہونچتا ہی اور اسی طرح عورت کو اپنے مہر کا مطالبہ پہونچتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر زاد فی البحر عن المبتغی الا اذا سکت طویلا

فلا خصومة له اوبحر الرائق مین یہ مضمون زیادہ نقل کیا ہی متبغی سے مگر جب زوج چپ رہا مطالبے سے مدت تک تو انکو نزاع کرنا نہین پہونچتا اسواسطے کہ زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہی رضامندی کی لکن فی النہر عن البزازیة الصحیح انہ لا یرجع علی الاب بشیء لان المال غیر مقصود فی النکاح لیکن نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہی کہ صحیح یہ قول ہی کہ زوج باپ سے کچھ نہ پھیرے اسواسطے کہ مال نکاح مین مقصود نہین کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہ تصحیح مخالف ہی عرف کے اسواسطے کہ لوگون مین قلت وغیرہ اور کثرت مہر ننگ وعار ہی اور مال کا بالکل نکاح مین مقصود نہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہین کہ حق تعالے نے طلب نکاح کی بیوت مال کے مباح کی (نکح ذمی) ذمیۃ او مستامن ذمیۃ او حربی حربیۃ ثمہ بمیتۃ او بلا مہر وان سکتا عنہ او نفیاہ والحال ان ذا جائز عندہم فوطئت او طلقت قبلہ او مات عنہا فلا مہر لہا وکذا الحربیان ثمہ لو اسلما او ترافعا الینا لانا امرنا بترکہم وما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب مین مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونون بیان مہر سے ساکت رہے یا دونون نے مہر کی نفی کی اور حالانکہ یہ انکے نزدیک جائز ہی پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑکر مرگیا تو عورت کا کچھ مہر نہوگا اور نہ متعہ طلاق قبل وطی مین اگرچہ دونون مسلمان ہوگئے ہون اور ہمسے مرافعہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہین ذمیون کے چھوڑنے پر اور انکے دین کے چھوڑنے پر یعنے انکے دین اور اعتقاد پہ انکو چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے انپر جاری کرنے کا حکم نہین اسی واسطے انکو شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہمکو نہین پہونچتا وتثبت بقیۃ احکام النکاح فی حقہم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح ووقوع الطلاق ونحوہما کعدۃ ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے انکے حق مین ثابت ہونگے مثل مسلمانون کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح مین اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہ احکام اسوقت انپر جاری ہونگے جب انکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف مرافعہ کرین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی (وان نکحہا بخمر او خنزیر عین) ای مشار الیہ (ثم اسلما او اسلم احدہما قبل القبض فلہا ذلک) فتخلل الخمر وتسیب الخنزیر ولو طلقہا قبل الدخول فلہا نصفہ اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنے جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح کیا پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک انمین سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملے گا یعنے وہی شراب اور سور پاویگی تو سرکہ کر ڈالے شراب کو اور چھوڑ دے سور کو اور بہتر یہ ہی کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین ملے گا (ولہا فی غیر عین قیمۃ الخمر ومہر المثل فی الخنزیر) اذ اخذ قیمتہ کاخذ عینہ اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور مین قیمت شراب کی ملے گی اور مہر مثل سور مین ملے گا یعنے سور کی قیمت لینا درست نہین اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہی جیسے اسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی قیمت لی تو گویا سور لیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مہر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا اذن ولی بالغۃ طاوعتہ وبائع امۃ وطیہا قبل تسلیم فیسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام مین سوائے ملک یمین کے خالی نہین حد سے یا مہر سے مگر دو مسئلون مین نہ حد ہی نہ مہر ایک مسئلہ یہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی مین تو اس صورت مین نہ حد ہی نہ مہر ہی دوسرا مسئلہ یہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہی نہ مہر ہی اور کم ہوگی اس صورت مین وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنے ازالہ بکارت عیب ہوا تو اتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نتھی تو کچھ قیمت نہ گھٹے گی (دفعت جاریۃ اخری فزالت بکارتہا لزمہا مہر المثل) ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اسکی بکارت کو کھویا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر مہر مثل اور اسی طرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو انپر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی الحاشیۃ المدنی (ولا یلی الصغیرۃ المطالبۃ

بالمهر وللزوج المطالبة بتسليمها ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہونچتا ہے اگرچہ زوج کو تمتع نہ ہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ پہونچتا ہے اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی ولا یعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہو گا یعنے اگر زوج اور باپ مین اختلاف ہوا زوج کہتا ہے کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہے اور باپ کہتا ہے کہ مرد کے لائق نہین تو یہان صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہو گا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتون کو دکھلاوے اگر عورتین کہین کہ لائق مرد کے ہے تو زوج کو تسلیم کریگا ورنہین تو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمها فهربت لم یلزمه طلبها سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اسکی طلب اور تلاش لازم نہین اسواسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہین کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسیکے نکاح مین ہو اور بھاگ جاوے تو زوج پر تلاش التزام ہے اسواسطے کہ اسکے گم ہونے مین زوج پر ضمان لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امرأة واخرجها حیث لا تدری این هی ولا یعلم موتها کسی نے فریب دیا عورت کو اور اسکو نکال لے گیا تو وہ شخص قید کیا جاویگا یہان تک کہ اسکو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو وللمهر مهر السر فی العلانیة مہر وہی معتبر ہے جو پوشیدگی کا مہر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ظاہر کا مہر معتبر ہے یعنے عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایک ہزار مثلاً مہر مقرر کیا پھر دوسری بار نمود کے واسطے لوگون مین دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت مین مہر مخفی ہی کا اعتبار ہو گا نہ علانیہ کا والمؤجل الی الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتأجل بمراجعتها جو مہر کہ موجل ہو طلاق تک وہ معجل ہو جاتا ہے طلاق رجعی سے اور نہین موجل ہوتا پھر عورت کی طرف مراجعت کرنے سے ولو وهبته المهر علی ان یتزوجها فابی فالمهر باق بحاله ا د لا اگر عورت نے مہر بخشا اس شرط پر کہ مرد اس سے نکاح کرلے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہے نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق مین یون ہے کہ ایک شخص نے اپنی مطلقہ سے کہا کہ مین تجھسے نکاح نکرونگا جبتک تو اپنا مہر معاف نکرے سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی در صورت نکاح نکرنیکے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہے اور نکاح کرنے مین مہر اسواسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون قبول کے تمام نہین ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کر چکا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وهبته لحر ووکلته بقبضه صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسیکو ہبہ کیا اور اسکو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہے اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہے ولو احالت به انسانا ثم وهبته للزوج لم یصح وهذه حیلة تمنع هبتها اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنے زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہ حوالہ قبول کیا پھر عورت نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہ ہبہ صحیح نہو گا اسواسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہو گیا اور یہ حوالہ کرنے کا حیلہ اس شخص کے واسطے ہے کہ یہ چاہے کہ ہبہ کرے اور صحیح نہو

باب نکاح الرقیق

هو المملوك كلا او بعضا والقن المملوك كلا یہ باب ہے نکاح رقیق کا رقیق اس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنے نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو توقف نكاح قن وامة ومكاتب ومدبر وام ولد على اجازة المولى فان اجاز نفذ وان رد بطل موقوف ہے نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز کیا تو نکاح نافذ ہو گیا اور اگر رد کیا تو باطل ہو گیا مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے کہا کہ تو سو روپیہ مثلاً ادا پیدا کر لا تو تو آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جس سے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی ہے جو مالک کے تصرف مین ہے اور اسکے بچہ پیدا ہوا فلا مهر ما لم یدخل فیطالب بمهر المثل بعد عتقه سو جب غلام وغیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولے کے اس نکاح مین مہر نہین جبتک وطی نہو اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہو گا بعد آزاد ہونے غلام کے اسواسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہین اور مولے پر بھی اسواسطے مہر لازم نہ ہوا کہ اسکے بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولى من له ولاية تزويج الامة كاب وجد وقاض ووصي ومكاتب ومفاوض ومتولي پھر مولے سے مراد وہ شخص ہے جسکو اختیار ہے لونڈی کے نکاح کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیرہ کی لونڈی کا نکاح کر سکتا ہے اور اسی طرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن انکو یہ اختیار نہین کہ اپنے غلام سے اسکا نکاح کر دین اور اسی طرح عبد مکاتب کو اپنی لونڈی کے نکاح کا اختیار ہے اور اسی طرح شریک مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اسی طرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح وقف کے متولی کے اختیار ہے فاما العبد فلا یملك تزویجه الا من یملك

اعتاقہ اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہیں سوائے انکے جو مالک ہیں انکے آزاد کرنیکا یعنے جو کل تصرفات کا مالک ہے وہی غلام کی تزویج کا مالک ہے تو باپ وغیرہ جو سابق میں گذر ہو چکے وہ نکاح عبد کے مالک نہیں کذا فی الدرر فان نکحا بلا اذن فلا مہر والنفقۃ علیہما ای علی القن وغیرہ لوجود سبب الوجوب منہ سو اگر نکاح کیا قن وغیرہ نے مولے کے اذن سے تو مہر اور نفقہ انپر لازم ہوگا یعنے قن اور مکاتب وغیرہ پر اسواسطے کہ سبب وجوب نفقہ اور مہر کا یعنے نکاح قن وغیرہ کی طرف سے ہوا و یسقطان بموتہما لفوات محل الاستیفاء اور ساقط ہوتا ہی مہر اور نفقہ غلاموں کی موت سے بسبب فوت ہونے محل استیفا کے یعنے نفقہ اور مہر لینے کا مقام و یباع القن فیہما اور بیچا جاویگا قن نفقہ اور مہر میں یعنے مالک قن کا اسکو بیچے اور نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی بیع کرے لا یباع غیرہ مما مر بل یسعی نہیں بیچا جائیگا سواے قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہوگی بلکہ محنت مزدوری کروائی جاویگی پھر جو مدبر کے نفقہ سے زائد ہوگا وہ زوجہ کے مہر اور نفقہ میں صرف ہوگا فلو مات مولاہ لزمہ جملۃ لان قدرتہ بعتقہ قنیۃ اور اگر مدبر کا مولے مرگیا تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہوگا اگر اسکو مقدور ہو اور اگر مقدور نہو تو قدرت تک انتظار ہوگا کذا فی النہر والقنیۃ لکنہ یباع فی النفقۃ مرارا ان تجددت لیکن قن بیچا جائیگا نفقہ میں بار بار اگر متجدد ہوگا نفقہ یعنے جب غلام پر زوجہ کا نفقہ اتنا ہوگیا کہ دینے سے عاجز ہوا تو واسطے اداے نفقہ کے بیچا جائیگا پھر جب دوسری بار نفقہ سے عاجز ہوگا تو پھر بیچا جائیگا وعلی ہذا القیاس وفی المہر مرۃ ویطالب بالباقی بعد عتقہ الا اذا باعہ منہا خانیۃ اور بیچا جائیگا قن مہر میں ایکبار پھر اگر مہر کچھ باقی رہیگا تو مطالبہ باقی مہر کا ہوگا بعد انکے آزاد ہونے کے مگر اس صورت میں باقی مہر کا مطالبہ نہیں جب مالک نے غلام کو اسکی زوجہ کے ہاتھ بیچا کذا فی الخانیہ یعنے مالک نے اپنے غلام کا نکاح ایک عورت سے کیا ہزار درم کے مہر پر پھر غلام کو اداے مہر کے واسطے اسی عورت کے ہاتھ نو سو درم کو بیچا پھر دخول لینے کے نکاح ٹوٹ گیا تو نو سو درم عورت مہر میں لے گی اور ایک سو درم جو مہر باقی رہا تھا سو ساقط ہوگیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہیں ولو زوج المولی امتہ من عبدہ لا یجب المہر فی الاصح ولوالجیۃ قال البزازی بل یسقط ومحل الخلاف اذا لم تکن ماذونۃ فان کانت تبیع ایضا لانہ یثبت لہا ثم ینتقل للمولی اور اگر نکاح کیا مولے نے اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے تو نہ واجب ہوگا مہر قول اصح میں کذا فی الولوالجیہ بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہوگا پھر ساقط ہو جاویگا اور وجوب اور عدم وجوب کا اختلاف وہاں ہے جب لونڈی ماذونہ و قرضدار نہو اور اگر مولے کی اجازت سے لونڈی قرضدار ہو تو اس لونڈی کا شوہر غلام بھی بیچا جائیگا اداے مہر کے واسطے اسواسطے کہ مہر ثابت ہوتا ہے اول لونڈی کے لیے بعد اسکے اگر لونڈی قرضدار نہو تو پھرتا ہے مولے کی طرف کذا فی النہر اور یہاں تو لونڈی قرضدار ہے تو اسکے مہر سے اول اسکا قرض ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ قرض باقی رہیگا تو خود لونڈی مولی کی اجازت سے بیچی جائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی فلو باعہ سیدہ بعد ما زوجہ المرأۃ فالمہر برقبتہ یدور معہ اینما دار کدین الاستہلاک پھر اگر غلام کو اسکے مالک نے بیچا بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اس عورت کا غلام کی گردن پر ہی پھرا کریگا مہر جہاں غلام پھریگا یعنے غلام اگرچہ دس بار بکے اور کسی مالک کے پاس رہے مہر عورت کا اسپر رہا کریگا جیسے استہلاک کا دین یعنے اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کرد تو اسکے دین میں بیچا جائیگا اگرچہ ایکدو بار بک چکا ہو لکن للمرأۃ فسخ البیع لو المہر علیہ لانہ دین فکانت کالغرماء منح لیکن عورت کو اختیار ہے مالک کی بیع کو فسخ کر دینے کا اگر مہر غلام پر باقی ہو اسواسطے کہ مہر بھی دین ہے تو عورت مثل قرضخواہوں کے ہوگی کذا فی المنح الغفار یعنے اگر عبد ماذون پر قرض ہو اور اسکا مالک اسکی بیع کرے تو قرضخواہوں کو اختیار ہے چاہیں بیع کو جائز رکھیں اور اسکی قیمت قرض میں لیں اور چاہیں بیع کو فسخ کر دیں اسی طرح مہر عورت کا بھی دین ہے تو اسکو بھی فسخ بیع میں اور جائز رکھنے میں اختیار ہے وقولہ لعبدہ طلقہا رجعیۃ اجازۃ للنکاح الموقوف اور یوں کہنا مالک کا اپنے غلام سے کہ عورت کو طلاق رجعی دے یہ اجازت ہے نکاح موقوف کی اسواسطے کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہیں ہوتی لا طلقہا او فارقہا لانہ یستعمل للمتارکۃ حتی لو اجازہ بعد ذلک لا ینفذ لانعزال الفضولی اور یوں کہنا مالک کا کہ اسکو طلاق دے یا اسکو چھوڑ دے نکاح موقوف کی اجازت نہوگی اسواسطے کہ طلاق اور فراق کا لفظ چھوڑ دینے میں بھی مستعمل ہوتا ہے یعنے یہ دونوں لفظ اجازت اور رد دونوں میں محتمل ہیں اسواسطے عدم اجازت پر محمول رکھا

یہان تک کہ اگر مولے بعد بولے ان لفظون کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھیگا تو بھی نکاح نافذ نہوگا بخلاف نکاح فضولی کے یعنے ایک فضولی نے کسی مرد کا عورت سے نکاح کر دیا پھر جب اس مرد کو نکاح کی خبر پہونچی تو اسنے کہا کہ اسکو طلاق دے تو نکاح کی اجازت ہوگی اسواسطے کہ زوج کو اختیار ہے طلاق دینے کا تو طلاق کا حکم بھی دے سکتا ہے اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہین بخلاف مولی کے کہ اسکو طلاق کا اختیار نہین واذنہ لعبدہ فی النکاح ینتظم جائزہ وفاسدہ فیباع العبد لمہر نکحہا فاسدا ابوحنیفۃ فوطیہا خلافا لہما اور اذن دینا مولی کا اپنے غلام کو نکاح مین شامل ہے نکاح جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائیگا غلام اس عورت کے مہر مین جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولی کے پھر اس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک اذن مولی کا نکاح فاسد کو شامل نہین تو نکاح فاسد مین بعد وطی کے غلام نہ بیچا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونے کے اسپر مہر لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نوی المولی الصحیح فقط تقید بہ کما لو نص علیہ ولو نص علی الفاسد صح ومنہ الصحیح ایضا بحر اور اگر مولے نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولی تصریح کر دے اذن مین نکاح صحیح کی تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر تصریح کی مولے نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا کذا فی النہر ولو نکحہا ثانیا صحیحا او نکح اخری بعدہا صحیحا توقف علی الاجازۃ لانتہاء الاذن بمرۃ وان نوی مرارا اور اگر مطلق اذن دیا مولی نے سو غلام نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار اسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولے کی اجازت پر اسواسطے کہ مولے کا اذن ایکبار نکاح کرنے پر منتہی ہوچکا اگرچہ مولے نے چند بار نکاح کرنیکی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف رہیگا ولو نوی ثنتین صح لانہما کل نکاح العبد اور اگر مولے نے اپنے اذن مین دو بار دو عورتون سے نکاح کرنیکی نیت کی تو یہ نیت دو بار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا اسواسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہے یعنے غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہین وکذا التوکیل بالنکاح اور اسی طرح وکیل کرنا نکاح مین یعنے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کر دے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہین بخلاف التوکیل بہ فانہ لا یتناول الفاسد فلا ینتہی بہ یعنی اذن مولی کا نکاح صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہین تو وکالت نکاح فاسد پر منتہی بھی نہوگی اسی قول کا فتوی ہے یعنے اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہوگا اور نکاح فاسد کرنے سے اسکی وکالت بھی منقطع نہوگی تو اگر اسی عورت سے یا دوسری عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کریگا تو نافذ ہوگا والوکیل بنکاح فاسد لا یملک الصحیح بخلاف البیع ابن ملک اور نکاح فاسد کا وکیل مالک نہین صحیح نکاح کرنے کا بخلاف بیع کے یعنے بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہے کذا ذکرہ ابن الملک فی شرح الملتقی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل فی الکلام الحقیقۃ الاذن فی النکاح والبیع والتوکیل بالبیع یتناول الفاسد لا بالنکاح اور اشباہ کے اس قاعدے مین کہ اصل ہر کلام مین معنی حقیقی ہین نہ مجازی یون کہا ہے کہ نکاح اور بیع کے اذن مین اور بیع کی وکالت مین فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت مین نکاح فاسد شامل نہین یعنے اگر مولے غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہ اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونون کو شامل ہے اور اسی طرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونون کو عام ہے لیکن نکاح کی وکالت نکاح فاسد کو شامل نہین والیمین علی نکاح وصلوۃ وصوم وحج وبیع لو کانت علی الماضی تتناولہ وان علی المستقبل لا اور قسم نکاح پر یا نماز پر یا روزہ پر یا حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد کو بھی شامل ہے اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہے تو سوا صحیح کے فاسد کو شامل نہین یعنے اگر یون قسم کھائی کہ مینے نکاح نہین کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہے اور اگر قسم کھائی کہ مین نکاح نکرونگا تو فقط صحیح کو شامل ہے نہ فاسد کو تو حانث نہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ مینے نماز نہین پڑھی اور حج نہین کیا یا بیع نہین کی تو نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ مین نماز نہ پڑھونگا یا حج نکرونگا تو حانث نہوگا مگر نماز صحیح اور حج صحیح اور بیع صحیح سے ولو زوج عبدہ ماذونا مدیونا صح والمرأۃ اسوۃ الغرماء فی مہر مثلہا والاقل والزائد علیہ تطالب بہ بعد استیفاء الغرماء اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہو جائیگی عورت غلام کے قرضخواہون سے اپنے مہر مثل مین اور کمتر مین

یعنے جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہین ویسا ہی عورت بھی حصہ پا دیگی مہر مثل مین اور کمتر مین اور جو مہر کہ زائد ہی مہر مثل سے اور اقل ہی تو عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہون کے قرض پانے کے بعد کدین الصحۃ مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنے ایک شخص پر قرض ہی حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا لا اذا باعہ منہا کما مر مگر جبکہ مولے نے غلام کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نہ رہیگا چنانچہ یہ مسئلہ سابق مین مذکور ہوا صورت اسکی یہ ہی کہ مولے نے غلام مدیون کا نکاح ایک عورت سے ہزار درم کے مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولے نے غلام کو اسی عورت کے ہاتھ قرضخواہون کی اجازت سے دو سو درم کو بیچا تو نوسو درم کو قرضخواہ اور عورت موافق اپنے حصون کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی الحاشیۃ المدنی ولو زوج بنتہ مکاتبہ ثم مات لا یفسد النکاح لانہا لم تملک المکاتب بموت ابیہا الا اذا عجز فترد فی الرق فحینئذ یفسد لملکہا و اگر نکاح کیا مولے نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولے مر گیا تو نکاح فاسد نہین ہوتا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہین ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جبکہ عاجز ہوا ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام بنایا گیا اسوقت مین نکاح فاسد ہوگا بسبب منافی ہونے زوجیت اور ملکیت کے زوج امتہ او ام ولدہ لا یجب علیہ تبویتہا وان شرطہا فی العقد نکاح کر دیا مولے نے اپنی لونڈی کا یا ام ولد کا تو واجب نہین مولے پر شب باشی کرنا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولے نے شب باشی نکاح مین شرط کر لی ہو تو بھی واجب نہین اسواسطے کہ مولے کا حق زوج کے حق پر مقدم ہی اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہی کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہوئی اور اگر زوج لونڈی کا آزادی اولاد کی شرط کر لے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہی اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول مین دیا اما لو شرط الحر حریۃ اولادہا فیصح وعتق کل من تلدہ فی ہذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی اعتبارہ ہو معنی تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح فتح ومفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کر لیا زوج حر نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد مین تو یہ شرط صحیح ہوگی اور آزاد ہونگے جنکو لونڈی اس نکاح مین جنے گی اسواسطے کہ قبول کرنا مولے کا اس شرط کو اور نکاح کر دینا اس شرط کے اعتبار پر درحقیقت آزادی کی تعلیق ہی ولادت پر یعنے گویا مولے نے لونڈی سے یون کہا کہ اگر تو اس نکاح مین اولاد جنے گی تو وہ سب حر ہین تو یہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولے کو اسمین کچھ اختیار باقی نہ رہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اسمین تعلیق کے معنی نہین ہو سکتے کذا فی فتح القدیر اور اس تعلیل سے یہ نکلا کہ اگر مولے نے اس لونڈی کو بیچا یا اسکو چھوڑ کر مر گیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہین صحیح ہوتی مگر اسوقت کہ تعلیق کرنے والا زندہ ہو اور مالک ہو وجود شرط کے وقت ولو ادعی الزوج الشرط فلا بینۃ لہ حلف المولی نہر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے زوج نے حریت اولاد کی شرط کا اور اسکے پاس گواہ نہین تو قسم کھا دے مولے کذا فی النہر لکن لا نفقۃ ولا سکنی الا بتبویۃ بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا لیکن لونڈی کا نفقہ اور سکنی زوج پر نہین بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہی کہ مولے اسکو اسکے شوہر کے حوالہ کرے اور اس سے خدمت نہ لے وتخدم للمولی ویطاء الزوج ان ظفر بہا فارغۃ عن خدمۃ المولی یکفی فی تسلیمہا قولہ متی ظفرت بہا وطیتہا نہر اور لونڈی خدمت کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اسکو پاوے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہی لونڈی کی تسلیم مین مولے کا یون کہنا اسکے زوج سے کہ جب اسکو خالی پایا کر تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بواہا ثم رجع عنہا صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولی نے شب باشی کی اجازت دی پھر اس سے رجوع کی تو اسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولے کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنے زمان آیندہ کا نفقہ نہ طلب ہوگا اور گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد التبویۃ بلا استخدامہ او استخدمہا نہارا واعادہا البیت للزوج لیلا لا تسقط لبقاء التبویۃ اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولے کے یا مولے نے اس سے دن کی خدمت چاہی اور رات کو شوہر کے گھر اسکو بھیج دیا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے ولہ ای للمولی السفر بہا ای بالامۃ وان ابی الزوج ظہیریۃ

اور مولے کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر مین لیجانیکا اگرچہ اُسکا زوج نمانے کذا فی الظہیریہ ولہ اجبار قنہ و امتہ ولو ام ولد ہ اور مولے کو اختیار ہے اپنے قن اور لونڈی کے نکاح مین جبر کرنے کا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطے کہ اُنکی ملکیت کامل ہے تو اُنکو نکاح مین زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی نہون مگر مار کوٹ کر نکاح نکرنا چاہیئے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزمہ الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصفہ حول عنہ من المولی والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہین مولی پر استبرا بلکہ مستحب ہے یعنے جو لونڈی مولی کے تصرف مین ہو اور وہ اسکا نکاح کردے تو استبرا مولی پر ضرور نہین سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے وہ لڑکا مولے کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہوجائیگا لیکن شرط یہ کہ قنہ اور مدبرہ مین مولے نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد مین نفی ولد کی نکی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب مین مذکور ہے علی النکاح ولو صغیرا لا مکاتبہ و مکاتبتہ بل یتوقف علی اجازتہما ولو صغیرین لحاقہما بالبالغ مولے کو جبر کرنے کا اختیار ہے لونڈی غلام کے نکاح پر اگرچہ دونون راضی نہون نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا انھی دونون کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ دونون صغیر ہون بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنے بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو اُنکا نکاح اُنکی اجازت پر موقوف رہا یہان تک کہ اگر دونون صغیر بھی ہونگے تو بھی اُنکا نکاح اُنکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنے بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہوگیا مولی کا اختیار نکاح کر دینے مین باقی نرہا فلو ادیا فعتقا عاد موقوفا علی اجازۃ للمولی لا علی اجازتہما لعدم اہلیتہما ان لم یکن عصبۃ غیرہ پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہوگئے نکاح پھر پلٹا مولی کی اجازت پر موقوف ہوکر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ صغیرین کا سوا مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح اُنکا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونیکے بھائی یا چچا ہوگا تو اُسکی اجازت پر موقوف رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہ کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہین بلکہ صغیرین کی اجازت پر موقوف رہا بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہوگئے تو اب وہی نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولی کی ولایت جدید پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ عجیب ہے کہ لڑکا جبتک مملوک رہا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونے کے مجبور ہوگیا اور مولی کی ملکیت قبل آزاد ہونے کے مکاتب پر تھی تب اسپر اختیار نہ تھا اور بعد آزاد ہونیکے بالکل ملکیت باقی نرہی اختیار حاصل ہو ولو عجزا توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا لعود حقہ فی النکاح علیہ اور اگر عاجز ہوئے مکاتب و مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ بواسطے پھر آنے تصرف اور زیر باری نکاح کے مولی پر یعنے اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہوگیا اُسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی کی اجازت چاہیئے اور مولی کی بھی اول رضا کا اعتبار نہین اسواسطے کہ مہر اور نفقہ اسوقت مین مکاتب پر تھا نہ مولی پر جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اُسکی کمائی مولی کی ہوگئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی ضرور ہوئی وبطل نکاح المکاتبۃ لانہ طرأ حل بات علی موقوف فابطلہ والدلیل یحل العجائب بحث الکمال ہنا غیر صائب اور باطل ہوگیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ طاری ہوئی حلت قاطعہ موقوف پر سو اسکو مٹا ڈالا اور دلیل سے امور عجیبہ ثابت ہوتے ہین اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہان ٹھیک نہین یعنے جب مولانے مکاتبہ کا نکاح بدون اُسکی رضا کے کر دیا تو وہ نکاح موقوف تھا اُسکی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوگئی تو رقیت نے عود کیا تو مولے پر بسبب عود ملک کے اسکی وطی حلال ہوئی اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو مٹا ڈالا نکاح باطل ہوگیا محقق ابن الہمام نے یہان اعتراض کیا ہے کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے اُسکے نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہین اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولے کو بسبب حکم ولا کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اُسکے نکاح کا مولے کی اجازت پر بلا تردد معقول ہوا دلیل کی یہی صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اس سے ثابت ہوجاتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امتہ قبل الوطء لو خطأ فتح وہو

مکلف فلو صبیا لم یسقط علی الراجح ذکرہ المصنف سقط المہر لتفویتہ المبدل کحرۃ ارتدت ولو صغیرۃ اور اگر قتل کیا مولے نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولے مکلف ہو یعنے عاقل بالغ ہو تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہوگا بنا بر قول راجح کے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اسکے زوج پر سے بسبب فوت کرنے مولے کے عوض کو یعنے مہر عوض ہی وطی کا پھر جب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہو جاتا ہے اسکے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو تو بھی ساقط ہوگا اسواسطے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی نہ مرد کی طرف سے لا لو فعلتہ ذلک القتل امرأۃ ولو امۃ علی الصحیح خانیۃ بنفسہا او قتلہا وارثہا او ارتدت الامۃ او قبلت ابن زوجہا کما بحثہ فی النہر اذ لا تفویت من المولی نہ مہر ساقط ہوگا اگر قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت نے خود آپ کو قتل کیا یا اسکے وارث نے اسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہو گئی یا اسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ نہر الفائق میں اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کی طرف سے تفویت اور قصور نہیں یعنے مہر کا مالک مولی ہے تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط ہوگا اور اسی طرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر ایک وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے ان صورتوں میں مہر نہیں ساقط ہوتا و فعلہ بعدہ ای الوطی لتقررہ بہ یا مولی مکلف نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہو جانے مہر کے وطی سے ولو فعلہ بعبدہ او مکاتبتہ او امتہ المأذونۃ المدیونۃ لم یسقط اتفاقا اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتوں میں مولی نہیں جب مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولے سے لیگی والاذن فی العزل وہو الانزال خارج الفرج لمولی الامۃ لا لہا لان الولد حقہ وہو یفید التقیید بالبالغۃ وکذا الحرۃ نہر اور اذن دینا عزل میں عزل خارج شرمگاہ کے انزال کو کہتے ہیں اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے وہ یہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علیحدہ ہو کر خارج شرمگاہ کے انزال کرے سو عزل میں اجازت دینا مولی کے اختیار میں ہے نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولی کا اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ لونڈی کو بالغہ کر مقید کرنا چاہئے جب لڑکا مولے کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی میں اجازت مولے کی حاجت نہیں اسواسطے کہ صغیرہ کے لڑکا نہیں ہوتا جو عزل سے حق مولی کا تلف ہو اور اسی طرح حرہ کو بھی بالغہ مقید کرنا چاہیے یعنے اگر حرہ بالغہ ہو تو اسکا شوہر اس سے عزل کی اجازت لے اور صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہیں کذا فی النہر و یعزل عن الحرۃ وکذا المکاتبۃ نہر بحثا باذنہا اور عزل کرے حرہ سے حرہ کی اجازت سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے لکن فی الخانیۃ انہ یباح فی زماننا لفساد الزمان قال الکمال فلیعتبر عذرا مسقطا لاذنہا لیکن خانیہ میں ہے کہ عزل حرہ سے بدون اذن حرہ کے مباح ہے ہمارے زمانے میں بسبب فساد زمانہ کے یعنے اسوقت میں اکثر لڑکے اطاعت نہیں کرتے والدین کو رنج پہونچاتے ہیں تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے وقالوا یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشہر ولو بلا اذن الزوج اور کہا ہے فقہا نے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ اجازت زوج کی ہو یعنے جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے ہرچند شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہیں جیسے لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اسکے حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے خانیہ کے باب الکراہیت میں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ اسقاط مطلقا مباح ہے اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اسپر ضمان ہے اسواسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا تو بعید اسقاط میں کیونکر گنا نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وعن امتہ بغیر اذنہا بلا کراہۃ فان ظہر بہا حبل حل نفیہ ان لم یعد قبل البول اور عزل کرے اپنی لونڈی سے بدون اسکی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اسکے حمل ظاہر ہوا تو مولے کو اسکی نفی کرنا درست ہے یعنے یوں کہنا کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہے درست ہے بشرطیکہ دوبارہ وطی نکی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنے اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر بدون پیشاب کیے

دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے عزل میں نکل ہوا ور موجب حمل کی ہوئی ہو اور دوسری شرط نفی کی یہ ہے کہ لونڈی غیر محصنہ ہو یعنے گھر سے باھر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہیں اسواسطے کہ عزل کے وقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہے کہ غیر محصنہ میں ظن غالب چاہیے کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وخیرت امۃ ولو ام ولد او مکاتبۃ ولو حکما کمعتقۃ البعض عتقت تحت حر او عبد ولو کان النکاح برضاہا دفعا لزیادۃ الملک علیہا بطلقۃ ثالثۃ نکاح باقی رکھنے یا نرکھنے میں مختار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہو مثلاً نصف آزاد ہو یا ربع یا اختیار اسوقت ہے جب آزاد ہو جاوے خواہ حُر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اسکو اختیار ہے تاکہ دفع ہو زیادتی ملک کی اسپر سے بسبب طلقہ ثالثہ کے لیئے جب لونڈی تھی زوج کے دوبار طلاق دینے سے چھوٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہیں چھوٹتی تو حرہ پر بنسبت لونڈی کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اسواسطے شارح نے اسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے فان اختارت نفسہا فلا مہر لہا ان لم یوطأ فالمہر لسیدہا سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے نکاح توڑا تو اسکا کچھ مہر نہیں اگر وطی نہوئی ہو اسواسطے کہ جدائی اسکی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اسنے زوج کو اختیار کیا یعنے نکاح قائم رکھا تو مہر اسکے مولی کا ہے وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اسوقت مولی ہی کی ملک تھی ولو صغیرۃ تأخر لبلوغہا ولیس لہا خیار بلوغ فی الاصح اور اگر لونڈی صغیرہ ہو تو اسکی آزادی کا اختیار اسکے بالغ ہونے تک متاخر رہیگا اسواسطے کہ صغیرہ کے افعال کا بسبب عقل نہونے کے کچھ اعتبار نہیں اور نہیں ہے اختیار لونڈی کو بلوغ کا قول اصح میں اسواسطے کہ خیار عتق کا معنی ہے خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولی میں مذکور ہوگا وکذا الامۃ عند النکاح حرۃ ثم صارت امۃ بان ارتدا ولحقا بدار الحرب ثم سبیا معا فاعتقت خیرت عند الثانی خلافا للثالث مبسوط یا خیار عتق کا اسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت حرہ تھی پھر لونڈی ہوگئی اسطرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہو گئے اور دونوں دار الحرب میں جارہے پھر وہان سے دونوں قید ہو آئے دار الاسلام میں پھر عورت آزاد ہوئی تو اسکو نکاح رکھنے نرکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نہ نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط والجہل عذر فی خیار العتق مدۃ فلو لم تعلم بہ حتی ارتدا ولحقا فعلمت فنفسخت صح الا اذا قضی باللحاق ولیس ہذا بحکم بل فتوی کافی اور جہل اس خیار عتق کی عذر ہے بخلاف خیار بلوغ کے اسواسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولے کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہیں بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہوا اسطرح کہ لونڈی منکوحہ تھی پھر مولے نے اسکو آزاد کیا اور اسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہانتک کہ وہ اور اسکا شوہر دونوں مرتد ہو گئے اور دار الحرب میں جاملے پھر دار الاسلام میں گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہو کر خود آئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام میں خواہ دار الحرب میں سو نکاح فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنے کے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اسکے حق میں لحوق کفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہیں ہے بلکہ فتوی ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ تمنے دار الحرب کے ملنے والوں میں بھی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور حالانکہ دار الحرب سے احکام مسلمین کے منقطع ہیں شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہیں بلکہ فتوی ہے یعنے حادثہ کے سوال کا جواب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ولا یتوقف علی القضاء ولا یبطل بسکوت ولا یثبت لغلام ویقتصر علی مجلس کمخیرۃ بخلاف خیار البلوغ فی الکل خانیۃ اور نہیں موقوف ہے خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہیں باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہیں خیار عتق غلام صغیر کو یعنے جب غلام صغیر آزاد ہو تو اسکو خیار عتق حاصل نہیں اور منحصر ہے یہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اٹھ گئی خیار باطل ہوگیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت جسکے زوج نے اسسے کہا کہ تجکو میں نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اٹھ گئی تو اختیار اسکا باطل ہوگیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ پانچوں حکم میں مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الخانیہ یعنے خیار بلوغ قضا پر موقوف ہے اور سکوت سے باطل ہوتا ہے اور غلام کو بھی ثابت ہے اور آخر مجلس تک

ممتد نہین ہوتا اور اسمین جہل عذر نہین چنانچہ باب الولی مین مفصل مذکور ہوچکا نکح عبد بلا اذن فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا غلام نے بدون اجازت مولے کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولے نے اسکو سو مشتری نے اسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوگیا بسبب زوال مانع کے یعنے اول غلام کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولے کا جاتا رہا اب اسکی اجازت کی کچھ حاجت نرہی وکذا الحکم لامة ولا خیار لها لکون النفوذ بعد العتق فلم تتحقق زیادة الملک اور ایسا ہی حکم ہے لونڈی کا یعنے اسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور بیان نکاح فسخ کرنے مین لونڈی کا اختیار نہین بسبب نافذ ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقۂ ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو اقترنا بان زوجها فضولی واعتقها فضولی واجازهما المولی اور اسی طرح لونڈی کو اختیار فسخ کا نہین اگر اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھ ہی ہو اسطرح ہے کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اسکو دوسرے فضولی نے اور جائز رکھا ان دونون کو یعنے نکاح اور عتق کو مولے نے وکذا مدبرة عتقت بموته اور اسی طرح اختیار فسخ کا اس مدبرہ کو نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولے کے کیا پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے وکذا ام الولد ان حل للزوج وطؤها والا لم ینفذ لان عدتها تمنع صحة النکاح اور اسی طرح اس ام ولد کو اختیار فسخ کا نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولے کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولے کے آزاد کرنے سے یا اسکی موت سے نکاح ام ولد کا اسوقت نافذ ہوگا اگر اسکے زوج نے وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نکی تو اسکا نکاح نافذ نہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولے کی موت سے مانع ہے نفاذ نکاح کی اور جب قبل عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولے کی عدت معدوم ہوگئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمدؒ سے اور ظاہر الروایت مین زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہین جاتی تو نکاح صحیح نہوگا کذا فی حاشیة الطحطاوی فلو وطی الزوج الامة قبل العتق فالمهر المسمی للمولی وبعده فلها لانه مقابلة بمنفعة ملکها سو اگر وطی کی زوج نے لونڈی سے قبل آزاد ہونے کے تو مہر مسمی مولے کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے واسطے مقابل ہونے کے اسکی ملک کی منفعت سے یعنے جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی ومن وطئ امة ابنه فولدت فلو لم تلد لزم عقرها وارتکب محرما ولا یحد قاذفه فادعاه الاب وهو حر مسلم عاقل ثبت نسبه بشرط بقاء ملک ابنه من وقت الوطی الی الدعوة وطی کی اپنی بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اسنے حرام کام کیا اور جسنے اسکو زانی کہا اسپر حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپنے اس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اسکا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی ملک لونڈی میں باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک فی بیعه الاجنبیة مثلا لا یصح بعضا اور مثلا بیچ ڈالا لونڈی کو کلانے بھائی سے ضرر نہین کرتا چنانچہ نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھ یعنے جب باپ اپنے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک مین باقی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے اور وہ ان جنی تو بقاے ملک مین کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ باپ کے دونون بیٹے برابر ہین ولایت مین فصارت ام ولده لاستناد الملک لوقت العلوق تو بیٹے کی لونڈی ام ولد ہوگئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ مالک ہے بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث مین آیا ہے انت ومالک لابیک یعنے تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جز ہے تو اسکی حفاظت ضرور ہے اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا باپ ہی مالک ٹھہرا اور لونڈی اسکی ام ولد ہوگئی وعلیه قیمتها ولو فقیرا لقصور حاجة بقاء نسله عن بقاء نفسه فلذا یحل له عند الحاجة الطعام لا الوطی ویجبر علی نفقة ابیه لا علی دفع جاریة للتسری اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کے حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقاے نسل کے بنسبت بقاے نفس کے اور اسی واسطے حلال ہے باپ کو حاجت کے وقت طعام بیٹے کا نہ وطی اسکی لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اسکو حرم بناوے اسمین یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ تمنے فقیر باپ پر کیون قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنے حفظ منی اور بقاء نسل مین مضطر ہے اور باپ اگر اضطرار مین بیٹے کا طعام کھاوے تو اسپر قیمت نہین شارح نے جواب دیا کہ طعام مین بقاے نفس ہے اور حفظ منی مین بقاے نسل ہے اور بقاے نفس اعظم ہے بقاے نسل سے تو دونون برابر نہوئے اسواسطے حفظ منی مین

قیمت واجب ہوتی نہ غلام مین لاعقرھا وقیمۃ ولدھا ولو لم تکن مشترکۃ فتجب حصۃ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اسکا مہر مثل اور نہ قیمت اسکے لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترک نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی مین مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وھذا اذا ادعاہ وحدہ فلو معہ قدم الابن فان شریکین قدم الاب ولا فالابن اور یہ حکم مسائل سابقہ کا اسوقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوے نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوے مین یعنے باپنے کہا یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونون شریک ہون لونڈی کی ملکیت مین تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا دو جہت سے کہ اپنے حصہ مین ملک حقیقی ہے اور بیٹے کے حصہ مین ملک حکمی اور اگر دونون شریک نہون تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوے مقدم ہے دوسرے یہ کہ باپ کی خالص ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت مین بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی ولد ام ولدہ لم یصح او مدبرتہ او مکاتبتہ فشرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپنے اپنے بیٹے کی ام ولد کے ولد منفی کا یا اسکے مدبرہ کے ولد کا یا اسکی مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپکے دعوی کی تصدیق کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپنے نکاح کر لیا ہو صحیح یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کے ولد کی نفی کی تو الحاق اس ولد کا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہیں جد صحیح کاب بعد زوال ولایتہ بموت وکفر وجنون ورق کابیہ فی الحکم المذکور اور دادا مانند باپکے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپکے بسبب موت کے یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور مین یعنے اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسباب مذکورہ سے زائل ہوگئی ہو لا یکون کالاب قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپکے قبل اسکے یعنے قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط ثبوت ولایتہ من حین العلوق الی الدعوۃ اور صحت دعوی مین شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوے تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت میں پھر مثلاً باپ مرگیا اور لونڈی جنی دادا کی ولایت مین تو دعوی صحیح نہوگا ولو تزوجہا ولو فاسدا ابوہ ولو بالولایۃ فولدت لم تصر ام ولدہ لعدم ملکہ اور اگر نکاح کیا باپنے بیٹے کی لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب مین اور گو کہ باپنے نکاح بولایت کیا اس صورت مین کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی جنی تو نہوگی ام ولد باپ کی بواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک نہین ہوتی ویجب المہر لا القیمۃ وولدھا حر لملک اخیہ لہ اور واجب ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اسکا بھائی اسکا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہوگیا ومن الحیل ان یملکہا لطفلہ ثم یتزوجہا اور جو باپ کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونے سے ام ولد نہو تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک مین کر دے خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے پھر اس لونڈی سے نکاح کرے تو جب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطی جاریۃ امرأتہ او والدہ او جدہ فولدت وادعاہ لا یثبت النسب الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ وقتا ما ثبت النسب وبیعہ فالاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنے جورو اور باپ اور دادا یون کہے کہ یہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہ لڑکا اسکا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اسکی تکذیب کی پھر مدعی لونڈی کا مالک ہوگیا عمر بھر مین کسی وقت اور کسی وجہ سے تو ثابت ہوگا نسب لڑکا حر ہوگا اور یہ مسئلہ باب الاستیلاد مین آویگا حرۃ متزوجۃ برقیق قالت لمولاہ ای مولی زوجہا الحر المکلف اعتقہ عنی بالف او زادت ورطل من خمر اذ الفاسد ھنا کالصحیح ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاء کانہ قال بعتہ منک واعتقتہ عنک حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولے سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کر دے اسکو میری طرف سے بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنے یون کہا کہ بدلے ہزار درم اور ایک رطل خمر کے اسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہان بمنزلہ صحیح احتمال سقوط قبض مین مانند صحیح کے ہے پھر مولے نے ایسا ہی کیا یعنے اسکو آزاد کر دیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے بطریق اقتضای کلام کے گویا مولے نے کہا کہ مینے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا اسکو مینے تیری طرف سے آزاد کیا یعنے آزادی بدون ملکیت کے نہین ہوتی پھر جب اسکی طرف سے آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہوگیا لکن لعقال کذلک قم

العتق عن الآمر لعدم القبول کما فی الحواشی السعدیۃ ومفادہ انہ لو قال قبلت ثم قال الآمر لیکن اگر مولے نے صحیح کہا کہ مین نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اسکو آزاد کیا تو عتق مامور کی طرف سے یعنے مولی کی طرف سے واقع ہوگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے امر کی طرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ مین ہے یعنے اس صورت مین فقط مامور کی طرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول امر کا نہوا تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامور کی جانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہان بھی قبول امر کا ثابت نہین لیکن بیع وہان ضمنًا منعقد ہوئی تھی نہ صریحًا اور بیع ضمنی مین قبول کی حاجت نہین بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد آمر کہے کہ مین نے قبول کیا تو عتق امر کی طرف سے ہوگا والولاء لہا ولزمہا الالف ویسقط المہر اور ولاء حرہ منکوحہ کے واسطے اور اسپر ہزار درم لازم ہونگے اور مہر اسکا ساقط ہوگا یعنے جب ازادی غلام کی حرہ کی طرف سے ہوئی تو ولاء حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ وہ لاحق ہے آزاد کرنے والے کا ولا اسکو کہتے ہین کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنے والا اسکے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف لا یفسد لعدم الملک الیہ علیہ لانہ المعتق اور اگر حرہ نے یون نکہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنے کو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب نہ ملک پہنچنے حرہ کے اور اس صورت مین حق ولاء مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے

باب نکاح الکافر

یشتمل المشرک والکتابی یہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وھہنا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فہو صحیح بین اہل الکفر خلافا لمالک ویردہ قولہ تعالی وامرأتہ حمالۃ الحطب وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من سفاح اور بیان یعنے نکاح کفار مین تین قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانون مین سو صحیح ہے کافرون مین بخلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کافرون کا نکاح صحیح نہین اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالے کا وامرأتہ حمالۃ الحطب حق تعالے نے ابولہب کی جورو فرمایا تو یہ اضافت عرف اور لغت مین صحت نکاح پر ناطق ہے اور اسکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرط کعدم شہود یجوز فی حقہم اذا اعتقدوہ عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانون مین بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہون کا نہونا یا عدت مین نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق مین جبکہ وہ اسکی صحت کے معتقد ہون نزدیک امام اعظم رح کے اور ثابت رکھے جاوینگے اسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے انکے نکاحون کو دوبارہ نکیا اور استفسار نفرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر لیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ انکے حق مین ویسا نکاح صحیح تھا گو ہمارے حق مین صحیح نہین والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ المحل کمحارم یقع جائزا وقال مشائخ العراق لا بل فاسدا والاول اصح وعلیہ فتجب النفقۃ و یحد قاذفہ اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اس نکاح والے کے اگر اسکو کوئی زانی کہیگا تو اسپر حد ماری جاویگی واجمعوا انہم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ بہ لا اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہین ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلا ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور مرگیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونیکی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے برخلاف قیاس کے اس نکاح مین جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہین ہوتا کما ذکرہ ابن ملک وراثت زوجین کی خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونون اجنبی ہین واسلم المتزوجان بلا اسماع شہود او فی عدۃ کافر معتقدین ذلک اقرا علیہ لانا امرنا بترکہم

۱

باب نکاح الکافر ۷

اور اس مین نو بند زیجھاں جبرین لکھیان ۱۲

دما یعتقدون اسلام لائے زوج اور زوجہ جنھون نے نکاح بدون سماع شاہدون کے یا کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونون حالت کفر مین اسکے معتقد تھے یعنے نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین انکے ترک پر اور انکے معتقدات کے ترک پر دونون مسلمان ہوئے ہون یا ایک دونون نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا المنکوحتان للذان اسلما محرمین او اسلم احد المحرمین او ترافعا الینا وهما علی الکفر فرق القاضی او الذی حکماه بینهما لعدم المحلیۃ وبمرافعۃ احدهما لا یفرق لبقاء حق الاخر بخلاف اسلامه لان الاسلام یعلو ولا یعلی علیه اور اگر دونون نکاح کرنے والے جو مسلمان ہوئے محرم ہون یا دو محرمون مین سے ایک مسلمان ہوا یا دونون نے ہمسے نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہین تو جدائی کرادے دونون کے درمیان مین قاضی یا جسکو انھون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافرون مین سے ایک کافر کی نالش سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ اسلام بلند ہے پست نہین ہو سکتا الا اذا طلقها ثلثا و طلبت التفریق فانه یفرق بینهما اجماعا کما لو خالعها ثم اقام معها من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم وتزوجها قبل زوج اخر وقد طلقها ثلثا فانه فی هذه الثلثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافا لما یلحج الحاوی من اشتراط المرافعۃ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرادی جاویگی دونون مین بالاتفاق اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع ہین سب دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اسکے ساتھ قائم رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا کتابیہ سے مسلمان کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اسکو طلاق دیچکا تھا تین بار سوان تینون صورتون مین تفریق کیجائیگی بدون نالش کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ انمین جدائی کے واسطے نالش شرط ہے واذا اسلم احد الزوجین المجوسیین او امرأۃ الکتابی عرض الاسلام علی الاخر فان اسلم فیها والا بان ابی او سکت فرق بینهما ولو کان الزوج صبیا ممیزا اتفاقا علی الاصح والصبیۃ کالصبی فیما ذکر والاصل ان کل من صح منه الاسلام اذا اتی به صح منه الاباء اذا عرض علیه اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جائیگا اسلام دوسرے یعنے اس سے کہا جائیگا کہ تو بھی مسلمان ہوجا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کرگیا یا ساکت رہا تو دونون مین جدائی کرادی جائیگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنا بر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہے کہ جب اسکو ادیان کا تعقل ہو (دینو کا سمجھنا ۱۲) اور بعضون نے سات برس مقرر کیے ہین اور صبیہ مانند صبی کے ہے حکم مذکور مین یعنے اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اسکی زوجہ صبیہ ہے باتمیز تو اس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جائیگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل علت اسکی یہ ہے کہ جسکا مسلمان ہونا صحیح ہے اسلام لانے کے وقت اسکا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے عرض اسلام کے وقت تو جیسے صبی اور صبیہ کا اسلام لانا تو صحیح ہے تو انکا انکار بھی صحیح ہوگا وینتظر عقل ای تمییز غیر الممیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نهایته بل یعرض الاسلام علی ابویه فایهما اسلم تبعه فیبقی النکاح فان لم یکن له اب له نصب القاضی عنه وصیا فیقضی علیه بالفرقۃ باقانی عن البهنسی عن روضۃ العلماء للزاهدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنے تمیز کا انتظار کیا جائیگا اور اگر زوج مجنون ہے تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے مان باپ پر جو انمین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام مین اسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اسکا باپ یا مان نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کی طرف سے ایک وصی کو پھر اسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اسنے زاہدی کے روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وهی مجوسیۃ فتهودت او تنصرت بقی نکاحهما کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانها کتابیۃ مآلا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اسکا نکاح باقی رہیگا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو نکاح بنا رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار

انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ مین نکاح درست ہی والتفریق بینهما طلاق ینقص العدد لو ابی لا لو ابت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونون
مین طلاق بائن ہی کہ کم کرتا ہی عدد طلاق کو یعنے اگر بعد تفریق کے اس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نہ رہیگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر زوجہ ہوچکی
تو ایک طلاق کا مالک رہیگا تفریق اسوقت طلاق ہی اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہین اسواسطے کہ طلاق عورتون کیجانب سے
نہین ہوتی واباء الممیز واحد ابوی المجنون طلاق فی الاصح وهی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر ومجنون زیلعی وغیرہ
نظر اذ الطلاق من القاضی فهو علیهما لا منهما فلیتامل ابن الکمال اقرہ ا اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی مان یا باپ کا طلاق ہی قول اصح مین اور یہ کہ نہایت
عجیب وغریب ہی اسواسطے کہ طلاق واقع ہوتی صغیر اور مجنون کی طرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام مین خلل ہی اسواسطے کہ طلاق واقع ہوتی ہی قاضی
کی طرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہی نہ کہ انکے اختیار سے تو وہ دونون طلاق ڈالنے کے اہل نہین بلکہ طلاق پڑنے کے اہل ہین پھر جب طلاق انکی
طرف سے نہوئی تو اسمین تعجب کیا باقی رہا کما لو ورث قریبه فانه یعتق علیه لو قال ان جننت فانت طالق فجن لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت الدار
فدخلها مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت والے کا تو آزاد ہو جائیگا تو یہ آزادی شارع کی طرف سے واقع ہوئی نہ صغیر و مجنون کی طرف سے اور
اسی طرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہوجاؤن تو تجھکو طلاق ہی پھر وہ مجنون ہوگیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود شرط کے
واقع ہوتی ہی اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نہ رہا بخلاف اسکے کہ اگر اسنے کہا کہ اگر گھر مین داخل ہو تو تجھکو طلاق ہی پھر گھر مین
مجنون ہوکر داخل ہوا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق ہی دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہی طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت مین ایقاع تھا نہ وقوع اسواسطے
واقع نہوا خلاصہ یہ کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہین وقوع طلاق البتہ صحیح ہی اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق نکیا اسواسطے تعجب اور غرابت کا قائل
ہوا کذا فی حاشیة المدنی ولو اسلم احدهما ای احد المجوسیین او امراة الکتابی ثمة ای فی دار الحرب وملحق بها کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلثا
او تمضی ثلثة اشهر قبل اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب ولیست بعدة لدخول غیر المدخول بها اور اگر اسلام لائے دو مجوسی مرد اور
عورت سے ایک یا کتابی کی عورت مسلمان ہوگئی وہان یعنے دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہی جیسے دریائے شور تو عورت نکاح سے جدا نہوگی یہان تک کہ
تین بار اسکو حیض آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونے کے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے یعنے گذر جانا عدت کا بجائے سبب فرقت کے یعنے انکار
اسلام کا یعنے جب زوجہ اور زوج دونون دار الاسلام مین نہوئے ایک انمین سے دار الحرب مین ہی تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام نہین ہوسکتا
کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین اسواسطے انکی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہ مدت عدت نہین ہی اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ بھی اسمین
داخل ہی اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الکتابیة لم تبن لانه کما مر فهی له اور اگر مسلمان ہوگیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت اسکی ہوگی
یعنے جدائی دونون مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہی اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا نصرانیہ ہوگئی ہو جیسا کہ
سابق مین اسکا مذکور ہوچکا والمراة تبین بتباین الدارین حقیقة وحکما اور عورت جدا ہوجاتی ہی اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے باعتبار تباین
حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ کہ دونون شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلاً زوج دار الاسلام مین ہو اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہ کہ مثلاً
دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام مین پھر جانیکے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا تو
اسکی زوجہ نہ چھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکماً اپنے ملک مین ہی مگر جبکہ ذمی ہوکر رہیگا تو دونون مین جدائی ہوجاویگی کما یاتی لا بالسبی نہین چھوٹتی عورت اپنے
زوج سے بسبب قید ہوجانیکے یعنے علت فرقت کی تباین دارین ہی امام اعظم کے نزدیک نہ قید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہی فلو خرج احدهما الینا
مسلما او ذمیا او اسلم او صار ذمة فی دارنا او اخرج مسبیا او ادخل دارنا بانت لتباین الدارین اذ اهل الحرب کالموتی

ولا نکاح بین حیّ ومیت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام میں نکل آیا مسلمان ہوکر یا ذمی ہوکر یا وہ مسلمان ہوگیا یا دار الاسلام میں ذمی ہوگیا یا نکالا گیا دار الحرب سے مقید کرکے اور دار الاسلام میں داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مردوں کی مانند ہیں اور حالانکہ زندہ اور مردہ میں نکاح نہیں اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیوں میں ملا اسپر احکام میت کے جاری ہوتے ہیں وان سبیا وخرج الینا معًا ذمیین او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت المسبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مقید ہوئے یا دونوں نکل آئے ہماری طرف ساتھ ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا دونوں نکلے مسلمان ہوکے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونوں ذمی ہوگئے تو ان صورتوں میں زوجہ زوج سے جدا نہوگی بسبب نہونے تباین دارین کے یہانتک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہوگی اپنے شوہر سے اسواسطے کہ دونوں دار الاسلام میں ہوگئے اختلاف دارین نہیں جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثمہ ثم خرج قبلہا بانت ولو خرجت قبلہ لا وما فی الفتح عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہاں یعنی دار الحرب میں پھر نکلا وہاں سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہیں ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے دار الحرب کا اور جو روایت کہ فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام میں اور پہلے نکاح اس سے کرچکا تھا دار الحرب میں تو وہ جدا ہوگئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ میں نے محیط رضوی کو دیکھا تو اسمیں یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب میں نکاح کیا پھر نکلا وہاں سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت محیط میں تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ہاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ حائلا بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فحتی تضع علی الاظہر لا للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام میں آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر درآنحالیکہ وہ حاملہ نہیں تو وہ جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر جبکہ امام کے نزدیک اسپر عدت واجب نہوئی تو فورًا اس سے نکاح کرلینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہے تو اس سے نکاح کرنا تب درست ہوگا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حمل تک نکاح کرنا بسبب عدت کے نہیں بلکہ بسبب خالی نہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عددا عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین میں بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہیں ارتداد طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے تو عدد طلاق کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہوگیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کرلیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیہ فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرہا لتأکدہ بہ سو جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب ہوگا بسبب مستحکم ہوجانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا النصف لو مسمی والمتعۃ لو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ اور جس عورت کی وطی نہیں ہوئی تو اسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہوا اور اگر معین نہیں تو متعہ یعنی پوشاک یا ویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو ملیگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہیں تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شیء من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی لو ارتدت لمجیء الفرقۃ منہا قبل تأکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہیں سوائے مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی قبل مستحکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہاں پایا نہیں گیا سکنی مہر اسوقت واجب ہوگا جبکہ بادشاہ حکم کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید میں رکھ اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم استحسانا اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت میں تو وارث ہوگا اسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وتضرب حدا بتعزیرہا خمسۃ وسبعین اور تصریح کی فقہا نے عورت مرتدہ کو تعزیر دینے کی پچھتر کوڑے سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اعظم اور محمد کے نزدیک نہایت تعزیر آزاد کی انتالیس کوڑے ہیں طحطاوی میں کہا کہ ابو یوسف کے

قول پر فتوی ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی ولوالجیہ اور زبردستی کیجاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر جھڑکی کے واسطے تھوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنے اقل مہر پر اور اسی روایت پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر فرض ہے کہ تجدید نکاح کی کر دے عورت خوش ہو یا ناخوش اور اگر زوج اسکے نکاح سے راضی نہو یا ساکت رہے تو اسپر جبر نہین اور مرد سے نکاح اسکا کر دے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اس صورت مین ہے جب عورت ابطال نکاح کے واسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری مین اسکی تصریح ہے کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کے واسطے اور مہر بڑھانے کے واسطے بسبب نکاح جدید کے تو اسکو زبردستی مسلمان کرنا چاہیے اور ہر قاضی اسکا نکاح جدید کر دے تھوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجرا وتیسیرا لا سیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النہر والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر ہے اور فتوی دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنے کا عورت کے مرتد ہونے سے عورت کی جھڑکی کے واسطے تاکہ شوہر سے اسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کے واسطے جہان قاضی اور حاکم نہو علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق مین کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت کے فتوے سے لکن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما یقع منہن من موجبات الردۃ مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفۃ ویشتریہا الزوج من الامام او یصرفہا الیہ لو مصرفا ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا ولہ بیعہا ما لم تکن ولدت منہ فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانہ کی عورتون کے احوال کو اور جو انسے موجبات ارتداد واقع ہوتے ہین مکرر ہر دن مین تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ نوادر کی روایت مبسوط اور شرح ہے قنیہ اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحر الرائق مین اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونے کے لونڈی بنائی جاتی ہے اور مسلمانون کے واسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور مول لیوے زوج اسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اسکو اپنے صرف مین لاوے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اوسپر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اوسکا اور اسکو اسکا بیچ ڈالنا درست ہے جبتک عورت جنی نہو زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام ولد کی مثل ہو جاوے ونقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیر المؤمنین قد سقط خمارہا فقال انہا لا حرمۃ لہا ومن ہنا قال الفقیہ ابو بکر البلخی حین مر بنساء علی شط نہر کاشفات الرؤس والذراع فقیل لہ کیف تمر فقال لا حرمۃ لہن انما الشک فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب الغصب مین کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعۃً جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اسکو درے سے مارا یہانتک کہ اوسکے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگون نے انسے کہا کہ یا امیر المؤمنین اسکے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہین تو فرمایا فاروق اعظم نے کہ اس عورت کی کچھ حرمت اور عزت نہین اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گانے نوحہ گری مرتد بھی کر دیتی ہے اور اس جگہ سے فقیہ فقیہ ابو بکر بلخی نے جبکہ وہ گذرے عورتون پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھین تو انسے لوگون نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر انکے پاس ہو کر نکلے تو فقیہ موصوف نے کہا کہ انکی کچھ عزت اور حرمت نہین انکے تو ایمان مین شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتین ہین اور حربی عورتین لونڈیان ہین تو انکے سر اور ہاتھ واجب الستر نہین ہم یہ نقل مصنف کی استدلال نہین بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویبقی النکاح ان ارتدا معا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلک استحسانا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھی ہی مرتد ہو جاوین پھر اسیطرح ساتھی مسلمان ہون ساتھی مرتد ہون جیسے مثلاً دونون یکبارگی بت کو سجدہ کرین یا معاذ اللہ قران مجید کو اہانت سے پھینک دین یا اسطرح کہ دونون مین سے کسیکے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دیے جاوینگے یعنے دو شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہین کہ کون پہلے ڈوبا اور کون پہلے

تو دونون ساتھ غرق اور حریق قرار دیے جاوینگے کوئی ان مین ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور یہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہے نہ بطور قیاس کے اسواسطے کہ جب ایکا ارتداد منافی ہوا نکاح کا تو دونون کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدھما قبل الآخر کما مہر قبل الدخول لو المتأخر ھی ولو ھو فنصفہ ومتعۃ اور فاسد ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہوا تو نصف مہر واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہین تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہے والدین مین سے بہتر دین والے کا یعنے اگر باپ مسلمان ہے تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین مین اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکما اتحاد ہو اسطرح پر کہ لڑکا ہمارے ملک مین ہو اور ماں اسکی ذمیہ ہو اور باپ وہان یعنے دار الحرب مین اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہاں حقیقت مین اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام مین حکما داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنے لڑکا دار الحرب مین ہو اور باپ دار الاسلام مین مسلمان ہوا ہو تو اس صورت مین لڑکا اسلام مین باپ کا تابع نہوگا بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃ وحکما والمجوسی ومثلہ کل وثنی وسائر اہل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لا ذبیحۃ لہ بل یخنق کمجوسی وفی الآخرۃ اشد عذابا اور مجوسی اور اسکے مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک بلحاظ دین آسمانی نہین وہ بدتر مین کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا دین باعتبار دعوی کے آسمانی ہے اسی واسطے انکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی تصور ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی سے دارین مین اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہین بعد عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کی طرح ہان اگر نصرانی بوجہ شرع حلال کریگا تو ذبیحہ حلال ہوگا یہ برائیان دنیاوی ہوئین اور آخرت مین سخت تر عذاب ہے نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الہیات مین ہے اور نزاع یہود کا نبوات مین لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر وفی جامع الفصولین لو قال النصرانیۃ خیر من الیہودیۃ او المجوسیۃ کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی [illegible] السنۃ اذ المجوسی [illegible] من المعتزلۃ لاثبات المجوسی خالقین فقط وھؤلاء خالقا لا عدد لہ [illegible] اور جامع الفصولین مین ہے اگر کوئی کہے دین نصاری کا بہتر ہے یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اسکو جو دلیل قطعی صحیح ہے یعنے سواے دین اسلام کے سب دینون سے بہتری اور بہتری مسلوب ہے لیکن حدیث مین وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق کو ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہین کذا فی البزازیہ والنہر مسند امام اعظم وغیرہ مین بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ یعنے قدریہ مجوس ہین اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے قدر کا تقدیر کا اور معتزلہ قائل ہین کہ خدا خالق شر کا نہین بلکہ شر بندون کا مخلوق ہے تو نسبت خالق بہتری او مجوسی قائل ہین دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہین اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن بولتے ہین فلو تمجس ابو صغیرۃ نصرانیۃ تحت مسلم بانت بلا مہر ولو کانت قد ماتت الام نصرانیۃ مثلا وکذا لو تمجسا لکن تناہی التبعیۃ بموت احدہما ذمیا او مسلما او مرتدا لم تبطل بکفر الآخر اور اگر مجوسی ہوگیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہو جائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین مین باپ کی جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلا یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اسکا مجوسی ہو جاوے اور اسی طرح بالعکس یعنے باپ صغیرہ کا نصرانی مر چکا ہو اور ماں اسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب تمام ہو جانے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا مرتد ہو کر تو تابعداری باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنے جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہوگئی اب دوسرے کا فر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا ماں یا باپ کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد بحکم مسلمان کیا جاتا ہے انکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہین ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن ما لم یلحقا اور محیط مین ہے کہ اگر ماں باپ صغیرہ کے دونون مرتد ہوگئے تو صغیرہ جدا نہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک وہ دونون دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر نہ ملین ارتداد والدین سے جدائی اسواسطے نہوگی کہ

احکام اسلام کے دونون پر قائم ہین کیونکہ اُنپر جبر کرنا مسلمان ہونے کے واسطے ثابت ہو اور اُنکا کسب حق مسلمین کا ہو اور جب دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر جالے تو اُنکا حربی ہونا ثابت ہو گیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہو گئے اور اگر صغیرہ دار الاسلام مین رہی تو بھی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ اسکا اسلام حکمی موجود ہو قلنا لو بلغت عاقلۃ مسلمۃ ثم جنت فارتد الوالدین مطلقا اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی تابع ہوئی عاقل مسلمان ہو کر پھر مجنون ہو گئی پھر اُسکے ماں باپ مرتد ہو گئے تو اپنے زوج سے جدا نہو گی کسی طرح خواہ والدین دار الحرب مین جالے ہون خواہ نہ ملے ہون اسواسطے کہ عورت خود اصلی مسلمان ہو چکی اب تبعیت والدین کی باقی نرہی مسلم تحتہ نصرانیۃ فتمجسا او تنصرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہو پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہو گئے یا نصرانی ہو گئے تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہو گی نزدیک ابو یوسفؒ کے اسواسطے کہ سبب فرقت کا یعنے ارتداد فقط زوج کی طرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدۃ احدا من الناس مطلقا اور نہین صحیح ہو کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقا یعنے نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطے کہ مرتد مستحق ہو قتل کا اور چند روز مہلت بضرورت تامل کے ہو کہ شاید سمجھکر مسلمان ہو جاوے اور مرتد واجب الحبس ہو واسطے تامل کے تو فوائد نکاح کے دونون مین کسیکو حاصل نہین اسلم الکافر وتحتہ خمس نسوۃ فصاعدا او اختان او ام وبنتها بطل نکاحهن ان تزوجهن بعقد واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور اسکے نیچے پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اسکی بیٹی ہو تو نکاح اُن عورتون کا باطل ہو اگر انسے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح بہ ترتیب کیا یعنے اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد مین تین سے نکاح اور دوسرے عقد مین دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری سے وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی مین بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا نکاح باطل ہوگا یعنے پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیّرہ محمد والشافعی بحدیث فیروز اور اختیار دیا ہے اسکو محمدؒ اور شافعیؒ نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنے محمد اور شافعی نے مختار کیا ہو اسلام لانے والے کو چار عورتون کے رکھنے مین کوئی ہون اور دو بہنون مین بھی اختیار ہو کہ جسکو چاہے رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونون کو چھوڑ دے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تھا اور اسکے نیچے دو بہنین تھین کہ ان دو مین سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دے اور ترمذی مین مروی ہو کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا اور اسکے پاس دس عورتین تھین جاہلیت مین وہ بھی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کر لے کذا فی حاشیۃ المدنی قلنا کان تخییرہ فی التزوج بعد الفرقۃ محمدؒ اور شافعیؒ کے جواب مین ہم کہینگے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنے مین ہو بعد فرقت کے یعنے نکاح سابق باطل ہو گیا پھر نکاح جدید مین فیروز اور غیلان کو مختار کیا کہ جس سے چاہین کرین بلغت المسلمۃ المنکوحۃ و لم تصف الاسلام بانت ولا مہر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفاتہ عندها وتقول ہو کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکر سکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہو گی شوہر سے اور اسکو مہر ملے گا قبل دخول کے اور لائق ہو زوج کو کہ ذکر کرے حق تعالی کو اسکی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اُس سے اسکا اقرار کرا دے کذا فی الکافی یعنے اُس سے یون کہلا دے کہ آیا خدا ایسا ہی ہو تو اگر وہ کہے کہ ہان ایسا ہی تو وہ مسلمان ہو نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو پوچھتے ہوا اور بیان نکر سکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

باب القسم

بفتح القاف القسمۃ وبالکسر النصیب یہ باب ہو ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے ہو اور بیان مراد تسویہ منکوحات ہو یجب وظاہر الآیۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ واجب ہو اور ظاہر آیت کا یہ ہو کہ فرض ہو عدل کرنا یعنے جور اور ظلم نکرنا قسم مین اسطرح کہ برابر رکھنا چاہیے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کھانے اور مؤانست مین نہ جماع کرنے مین مثل محبت کے یعنے جماع مین برابری ضرور نہین اسواسطے کہ

جماع نشاط خاطر پر موقوف ہے اور اسی طرح محبت مین بھی برابر رکھنا ضرور نہین اسواسطے کہ محبت آدمی کے اختیار مین نہین بل یستحب و یسقط حقہا بمرۃ و یجب دیانۃ احیاناً جماع واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاھا اور نہ پہونچے چھوڑنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنے حرہ کے حق مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینے تک ترک کی نوبت نہ پہونچے مگر عورت کی خوشی سے و یؤمر المتعبد بصحبتہا احیاناً اور امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسی طرح جو شخص مشغول ہو لونڈیون کے تصرف کا اسکو بھی موانست ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہے گاہے لیکن اسمین مدت مقرر نہین و قدرہ الطحاوی بیوم و لیلۃ من کل اربع للحرۃ و سبع للامۃ اور ٹھہرائی ہی مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن مین ایک رات اور دن حرہ کے واسطے اور ہر ہفتے مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کے واسطے ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای فی تعیین المقدار للقاضی فیقضی بما یظن طاقتہا نہر بحثاً اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج سے تو جائز نہین زیادتی اسکی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روے بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا مین نے اپنے علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیے اور بعضی روایت مین دو بار دن اور دو بار رات اور الفائق مین کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین پسندیدہ ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کی طرف رجوع کرنا چاہیے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو مصرح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق بین فحل و خصی و عنین و مجبوب و مریض و صحیح و صبی دخل بامرأتہ و بالغ لم یدخل بحر بحثاً و اقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان فحل اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کر چکا ہے اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین کی چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق مین ہے بحث کرکے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین فحل وہ جسکا آلہ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی اور جسکے خصیے نکال ڈالے گئے ہون یعنے خصی اور عنین اور مجبوب سب ہر چند جماع مقصود نہین تو بھی انکو شب باشی اپنے منکوحات کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے و مریضۃ و صحیحۃ و حائض و ذات نفاس و مجنونۃ لا یخاف و رتقاء و قرناء و صغیرۃ یمکن وطیہا و محرمۃ و مظاہرۃ و مولی منہا و مقابلاتہن و کذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا و الا لا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے اور حائض اور نفاس والی کے اور اس مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی ہو کہ مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون فرق مظاہرہ یعنے جسکو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنے چار مہینے تک جماع نکرنے کی قسم کھائی اور بلا فرق انکے مقابلات کے یعنے غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور اسی طرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اسکے ساتھ قصد رجوع کرنے کا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اسکے ساتھ قسم نہین کذا فی البحر خلاصہ یہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے نہ جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہراً فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل و ہدر ما مضی و ان اثم بہ لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو زوج کو دونون کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آئندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہو چکا اسکا عوض نہین اگرچہ زوج اسکے سبب سے گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت بعد طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ مستقبل مین و ان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویتہ الحق و ہذا اذا لم یقل انما فعلت ذلک لان لا احد الدہر لی فحینئذ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثاً اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے قاضی کے یعنے یکبار

منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اسکو تعزیر دی جاویگی بعد منع کے کذا فی البحر اور تعزیر ہوگی بسبب غصب کردینے زوج کے حق کو یعنے حق زوجہ کا فوت کر دیا اور ممنوع شرعی کا
مرتکب ہوا اور یہ تعزیر سخت ہوگی جبکہ زوج نے کہا ہو کہ میں ایک کے پاس زیادہ اسواسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجھکو ہے یعنے دوسری زوجہ کی باری میں اسی قدر
اسکے پاس بھی ہونگا تو اسوقت میں قاضی حکم کرے اسی قدر کا یعنے جتنا ایک کے پاس رہا دوسری کے پاس بھی اوتنا ہی رہے کذا فی النہر بحثا والبکر والثیب والجدیدۃ
والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ اور کتابیہ سب برابر ہیں بسبب مطلق ہونے
آیت قرآنی کے عدل منکوحات میں اور مسند امام احمد میں حدیث مرفوع ہے کہ جسکی دو عورتیں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت میں آویگا اور اسکا آدھا
بدن ٹیڑھا ہوگا یہ حدیث بھی مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا اسمیں کچھ فرق نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اگر باکرہ سے نکاح کرے تو سات
دن اسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اسکے پاس رہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہیں تو حدیث
مذکور کا یہ مطلب ہے کہ ابتداے نوبت جدیدہ سے چاہیے نہ زیادتی نوبت کی یعنے اگر سات دن باکرہ کے پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر تین دن
ثیبہ کے پاس رہے تو اسی قدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی وللامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمبعضۃ نصف
ما للحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنی معہا اما النفقۃ فبحالہما اور قسم لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور مبعضہ کے واسطے بقدر نصف حرہ کے ہے یعنے شب باشی اور
اسکے ساتھ رہنے میں لیکن نفقہ بس معتبر ہے بقدر حال زوجین کے تونگری اور افلاس میں خلاصہ یہ ہے کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اسکی باری حرہ سے آدھی ہے مثلاً ایک
مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس مبعضہ وہ عورت جو کل آزاد نہو نصف آزاد ہو یا ربع
ولا قسم فی السفر دفعا للحرج فلہ السفر بمن شاء منہن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبہن اور سفر میں باری نہیں واسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہے جسکو چاہے
انمیں سے سفر میں لیجاوے اور قرعہ کر لینا مستحب ہے ازواج کا دل خوش کرنے کے واسطے اور قرعہ کا یہ طریق ہے کہ ایک پرچہ کاغذ میں سفر کا لفظ لکھا اور دوسرے کاغذ میں حضر
کا لفظ لکھا پھر اٹی یا مٹی میں اندر کرکے گولی بنالے پھر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کو حوالہ کرے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اسکو ساتھ لے کذا فی الطحطاوی والمدنی عن
القہستانی ولو ترکت قسمتہا بالکسر ای نوبتہا لضرتہا صح ولہا الرجوع فی ذلک ای فی المستقبل لانہ ما وجب فما سقط اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چھوڑے
اپنی سوت کے واسطے تو یہ درست ہے اور اسکو رجوع کرنا یعنے باری دیکر پھیر لینا بھی اسمیں جائز ہے زمانہ آئندہ میں اسواسطے کہ زمان مستقبل میں حق عورت کا واجب نہیں
تو اسکے ساقط کرنے سے ساقط بھی نہوگا ولو جعلتہ لمعینۃ ہل لہ جعلہ لغیرہا ذکر الشافعی نعم والبحر لا ونازعہ فی النہر اور اگر ایک عورت نے اپنی باری
مخصوص ایک سوت کو دی تو آیا زوج کو جائز ہے کہ اسکے سوا دوسری کے واسطے مقرر کرے شافعی نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہیں اور بحر الرائق
میں بعد گفتگو کے کہا کہ ہاں زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اسمیں نہر الفائق میں صاحب بحر الرائق سے کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو اسواسطے ذکر نہیں کیا
کہ یہ ہبہ اسقاط ہے زوج سے تو اسمیں زوج کا اختیار ہوگا خواہ زوج کو ہبہ کر لے خواہ سوت کو نہر الفائق میں کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا حق ہو جاوے یہ مسلم
نہیں اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہے چاہے لے چاہے ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہے نزدیک
مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقیم عند کل واحدۃ منہما یوما ولیلۃ لکن انما تلزم التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب وللثانیۃ بعد
العشاء فقد ترک القسم اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتوں میں سے ایک دن اور ایک رات اور جو دو کا حال وہی چار کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات میں لازم ہے
یہاں تک کہ اگر آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشا کے تو القسم یعنے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہ کہ عورتوں کے پاس رات کے رہنے میں
زیادتی کمی نکرے اور دن کو اختیار ہے یہاں تک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر
ولا یجامعہا فی غیر نوبتہا وکذا لا یدخل علیہا الا لعیادتہا ولو اشتد ففی الجوہرۃ لا باس ان یقیم عندہا حتی تشفی او تموت

انتهی یعنی اذا لم یکن عندها من یونسها اور جماع نکرے عورت سے اسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اور اسی طرح سوا باری کی رات کو اسکے پاس نجاوے مگر اسکی عیادت کے واسطے اور اگر جسکی بیماری سخت ہو تو بعید نہین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اسکے پاس یہان تک کہ اسکو آرام ہو یا مرجاوے فقط یعنے اسقدر جلد عورت کے پاس ٹھہرنا اس صورت مین ہے جبکہ اسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ولو مرض هو فی بیته دعی کلا فی نوبتها لانه لو کان صحیحا واراد ذلک ینبغی ان یقبل منه عذرا اور اگر بیمار ہو زوج گھر مین تو بلاوے ہر عورت کو اسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہوا اور یہی ارادہ کرے یعنے بلانے کا تو لائق ہے کہ اسکا امر قبول کیا جاوے کذا فی النہر وان شاء ثلثا ای ثلاثة ایام ولیالیها اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک کے پاس رہے ولا یقیم عند احدیهما اکثر الا باذن الاخری خلاصة وزاد فی الخانیة والرای فی البداءة فی القسم الیه وکذا فی مقدار الدور هدایة یعنی نہ ٹھہرے دو مین ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصة اور زیادہ کیا ہے خانیہ مین اور تجویز شروع باری مین زوج کی طرف ہے یعنے مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اور اسی طرح مقدار دور کی زوج کے اختیار مین ہے چاہے ہر ایک پاس سات سات دن رہے چاہے کم وبیش کذا فی الہدایہ وقیدہ فی الفتح بحثا بمدة الایلاء اربعة اشهر فی البحر نظر فیه فی النهر قال المصنف وظاهر کلامهم انهم لم یطلعوا علی ما فی الخلاصة من التقیید بثلاثة ایام کما عولنا علیه فی المختصر والله اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر مین مدت دور کو از روی بحث کے ساتھ مدت ایلا کے بلکہ ساتھ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہے مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہے عموم بحر مین جیسا نہر الفائق نے کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونون مطلع نہین ہوے اس روایت پر جو خلاصہ مین ہے یعنے تین دن کو تقیید سے جیسا کہ ہمنے اسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے مختصر مین یعنے تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہین اسواسطے کہ اگر ایک ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو یہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنے چار مہینے تک مطلق رکھنا بھی لائق نہین اور جبکہ باری تانیس اور دفع وحشت کے لیے واجب ہے تو قریب مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہے مگر یہ کہ دونون اسپر راضی ہوجاوین فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین لفظ او معنی بل ہے اسی واسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہے اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچھ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن رہیگی اور نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دور مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنے مثلاً اگر مدت دور کی دس برس ہووے اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مر گیا تو صریحاً مضرت ہے اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہے تمثیل کی نہ تحدید کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور بلا شک شروح متون کی ترجیح مین مقدم ہین فتاوون پر کذا فی حاشیة المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو کان عمله لیلا کالحارس ذکر الشافعیة انه یقسم نهارا وهو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اسکی دو تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہ کلام شافعیون کا خوب ہے وحقه علیها ان تطیعه فی کل مباح یامرها به اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہے کہ اسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے ظاہر یہ ہے کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرائش سے اور ترک نماز اور طہارت سے اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اسکو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ اداے مہر پر قادر نہو اور اگر عورت کا باپ لنگرا ہو اور اسکا کوئی خبر گیر نہو اور زوج اسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہے اور خدمت باپ کی ضرور ہے باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن العالمگیریة وله منعها من الغزل اور جائز ہے مرد کو عورت کا منع کرنا سوت کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اسکا زوج پر واجب ہے ومن اکل ما یتاذی من رائحته اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اس چیز کے کھانے سے جسکی بو سے اسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ کشی اسواسطے کہ یہ سلبنا حق ہے زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہے اور سیاسعد می

اپنے فتاوے مین صحیح کیا ہی کہ زوج کو اگر مکروہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل ومن الحناء والنقش ان تأذّی برائحته نهر وتمامه فیما علقناه علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہی کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اسکی بو سے اسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ مین شیخ نے بیان کی ہی ہم بدائع مین ہی کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہی موجب آیت قرآنی کے یعنے احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعضون نے یہ معنی کیے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کے واسطے پسند رکھتا ہی اور یہ حسن سلوک دونون طرف سے مستحب ہی اور احکام نکاح سے یہ ہی کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نہ مانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی باز نہ آوے تو پھر مارنا جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہی مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا صبی عاقل اور اندھے اور اسکی سوت کے نزدیک اور اسی طرح اپنی لونڈی اور اسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الرضاع

یہ باب ہی رضاع کا یعنے اسمین احکام شیرخوارگی کے مذکور ہین هو لغة بفتح وكسر مص الثدي وشرعاً مص من ثدي آدمية ولو بكراً او ميتة او آيسة والحق بالمص الوجور والسعوط رضاع بفتح وکسر لغت مین چوسنا ہی چھاتی کا اور شرع مین چوسنا ہی عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کنواری ہو یا مردہ یا بڈھی اور چوسنے سے ملحق ہی حلق مین ڈالنا اور ناک سے سڑکنا یہ اشارہ ہی صاحب بحر الرائق کی تردید اسنے کہا کہ کبھی مص ہوتا ہی اور پیٹ مین نہین جاتا اور گاہے رضاع ثابت ہوتا ہی بدون مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط مین شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہی مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ مین جانے کا مص ہوتا ہی اسواسطے اسکو ذکر کیا نہر الفائق مین کہا کہ مص مستلزم ہی وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رقیق کر تعبیر کیا ہی في وقت مخصوص هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الاصح فتح وبه يفتى كما في تصحيح القدوري عن العون مص ہو وقت مخصوص مین وہ وقت اڑھائی برس ہین امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہین صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا اصح ہی کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہی کما فی تصحیح القدوری ناقلا عن عون الدرایة وفی نسخة[له] عن العیون اور لفظ حولین کاملین سے جو کلام مجید مین واقع ہی ثابت ہوتا ہی کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہین اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہی لكن في الجوهرة انه في الحولين ونصف ولو بعد الفطام محرم وعليه الفتوى لیکن جوہرہ مین ہی کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھوڑانے کے ہو حرمت ثابت کرتا ہی اور اسی روایت پر فتوی ہی کما فی الولوالجیۃ اور یہی ظاہر الروایت ہی کما فی الخانیہ اور فتح القدیر مین واقعات ناطقی سے منقول ہی کہ فتوی ہی ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع مین فتوی مختلف ہی تو اس صورت مین ظاہر الروایت مرجح ہوگی واستدل للامام بقوله تعالى (وحمله وفصاله ثلاثون شهراً) اي مدة كل منهما ثلاثون اور استدلال کیا ہی علمانے واسطے قول امام کے حق تعالیٰ کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودھ سے چھوٹنا اسکا تیس مہینے مین ہی یعنے مدت ہر ایک کی دونون مین سے تیس مہینے ہین یعنے حمل بھی تیس مہینے اور فصال بھی تیس مہینے اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے دو چیزین ذکر کین اور دونون کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونون مین سے ہر ایک کے واسطے ہوگی جیسے کوئی مدت مقرر کرے دو قرضون کے واسطے یون کہے کہ زید کے مجھپر اسکے ہزار درم اور پانچ من جو ہین مہینہ بھر کے وعدہ سے تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوئی اور پورا مہینہ جو کی بھی مدت ہوگی ایسی یہان سوال ہوتا ہی کہ اس تقریر سے لازم آتا ہی کہ مدت حمل اڑھائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہین تو اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا غير ان النقص في الاول قام بقول عائشة لا يبقى الولد اكثر من سنتين ومثله لا يعرف الا سماعا مگر یہ کہ کمی چھ مہینے کی اول امر مین یعنے حمل مین ثابت ہوئی عائشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ نہین باقی رہتا ہی لڑکا پیٹ مین زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہین ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنے تعیین مدت مین اجتہاد مجتہد کو دخل نہین تو یقیناً معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو اسوقت مین قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہو گیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو شرح نخبۃ الفکر مین مشرح بیان کیا ہی

باب الرضاع

[له] یعنی ایک نسخہ مین بجائے عون الدرایۃ کے العیون ہی ۱۲

اور قول حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سنن دارقطنی اور بیہقی مین جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی پھر یہان دوسرا سوال وارد ہوا کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہی اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہین اسکا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا ولانہ مأول لتوزیعہم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتہا قطعیۃ اور آیت موصوفہ مأول ہی یعنے اپنے ظاہری معنی پر محمول نہین بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنے صاحبین و شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کی پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نرہی ظنی ہوگئی اور حدیث بھی ظنی ہی تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہوگئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول المجتہد وان لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال سے یہ ہی کہ مقلد پر واجب ہی عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اسکی دلیل ظاہر نہو چنانچہ قاضی خان نے اسکو بیان کیا ہی اپنے فتاوی مین رسم مفتی کے مقام مین یعنے اگر کوئی بہ سبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ ہرج نہین اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہین اسپر تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہی گو اسکی دلیل کو نجانے تو حنفی مذہب کو مثلا امام رح کا قول کافی ہی دلیل کا سمجھنا اسپر ضرور نہین لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر مین یون ہی کہ اگر مخالفت کی صاحبین نے امام کے کسی مسئلہ مین تو بعضون نے کہا ہی کہ مختار ہی مفتی دونون قول مین جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور اصح یہ ہی کہ اختلاف امام اور صاحبین مین قوت دلیل کا اعتبار ہی یعنے اگر امام کی دلیل قوی ہی تو امام رح کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہی تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہی سوائے اہل اجتہاد کے اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گونہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہین تصریح کر چکے ہین کہ مدت رضاع مین دلیل صاحبین کی قوی ہی کما قال تعالی (والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع پھر معلوم کیا چاہیے کہ اختلاف امام اور صاحبین کا تحریم مین ہی یعنے امام کے نزدیک اڑھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت رشتہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا مطلقہ کے واسطے سو دوہی برس کر مقدر ہی بالاجماع امام و صاحبین کے یعنے اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو دودھ پلائے جائے بعد طلاق تو فقط دوہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف تبعا للبحر عما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی ہی تحریم مدت رضاع مین فقط یعنے بعد مدت کے شیرخوارگی سے تحریم نہین مدت کے اندر تحریم ثابت ہی اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھڑانے کے اور بسبب استغناے طعام کے بنا بر ظاہر مذہب کے یعنے اگر مدت کے اندر مثلا چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پیویگا تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہی چنانچہ فتح القدیر وغیرہ مین تصریح ہی کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی مین ہی مخالف ہی معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہوگئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہین ثابت ہوتی اور اسی پر فتوی ہی مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہی کہ مدت کے اندر مطلقا تحریم ثابت ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہین دودھ پلانا بعد مدت رضاع کے یعنے دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جزو ہی آدمی کا اور نفع لینا جز آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہی بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ یعنے بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہی اب ماں کے دودھ کی ضرورت نرہی یہان شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج کے استعمال اسکا جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول الماکول کما مر اور بحر الرائق مین ہی کہ جائز نہین دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب مین اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہی تداوی ببول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین

مسئلہ
اور مائیں دودھ
پلائیں اپنے
بچوں کو دو برس
مسئلہ
علاج کی بابت
حلال جانور کے پیشاب
سے جسکا گوشت
کھایا جاتا ہے

قبل فصل ہیکے اسکا مذکور ہو چکا شارح نے وہان کہا کہ تداوی بالمحرم میں اختلاف ہی ظاہر مذہب مین تو منع ہو اور بعضون نے کہا جائز ہی جبکہ شفا اسمین معلوم ہو اور کوئی دوسری
دوا اسکے سوا نہو اور اسی روایت پر فتوی ہی جیسے شراب جائز ہی پیاسے کو ولا للاب اجبار امتہ علی فطام ولدھا منہ قبل الحولین ان لم یضرہ ای الولد الفطام کما لہ ای للاب اجبار
امتہ علی الارضاع اور باپ کو جائز ہی اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اسکے لڑکے کے دودھ چھوڑانے پر جو لڑکا مولی کے نطفے سے ہی دودھ چھوڑانے پر جبر جائز ہی
قبل دو برس کے اگر لڑکے کو دودھ چھوڑانا مضرت نکرے جسطرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ پلانے پر بھی جائز ہی یعنے لونڈی مال ہو تو ہوگا تو اسکو دودھ پلانے اور چھوڑانے پر اختیار ہی
لڑکا خواہ مولی کے نطفہ سے ہو خواہ غیر کے نطفے سے ہان اگر غیر حریت اولاد کی شرط کرلی ہو تو مولے کو جبر کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولیس لہ ذلک ای الاجبار مع زوجتہ
الحرۃ ولو قبلہا لان الحق التربیۃ لہا جوہرۃ اور باپ کو یہ جائز نہین یعنے دونون قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اسواسطے کہ حق پرورش کا زوجہ ہی کے واسطے
ہی تو دودھ پلانے اور چھوڑانے مین حرہ کا اختیار ہی کذا فی الجوہرہ یعنے دودھ چھوڑانے اور دودھ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کے ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے دودھ چھوڑانے پر
اسکو جبر کرنا درست ہی ویثبت بہ ولو بین الحربیین بزازیۃ وان قل ان علم وصولہ بجوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ
ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیہ اور ثابت ہوتا ہی یعنے دائی کا مان ہونا دودھ پینے سے اگرچہ یہ فعل دو حربی کافرون مین ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ دودھ نہایت
قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ مین پہونچنا لڑکے کے منھ سے یا اسکی ناک سے نہ اور طریق سے یعنے کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے پستان
کو منھ مین لیا اور معلوم نہوا کہ دودھ حلق مین داخل ہوا یا نہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ حلت کے مانع مین شک ہی یعنے حلت اصل ہی اور بالیقین ثابت ہی
اور مانع حلت مین یعنے دودھ کے اندر جانے مین شک ہی تو شک سے یقین نہین زائل ہوتا کذا فی الولوالجیہ ولو ارضعہا اکثر اہل القریۃ ثم لم یدر من فاراد واحدہم
تزوجہا ان لم تظہر علامۃ ولم یشہد بذلک جاز نکاحہا اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نرہا کہ کون کون عورت نے اسکو دودھ پلایا ہی
پھر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اس عورت سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہو تو نکاح کرنا جائز ہی کذا فی الخانیہ طحطاوی نے
کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہین کیا اور ممکن ہی کہ علامت کو یون بیان کیجیے کہ مثلاً ایک عورت دودھ والی وہان سے آتی جاتی ہو جہان صبیہ رہتی تھی یا اسی
گھر مین وہ رہتی ہو تو یہ نشان قوی ہی دودھ پلانے پر اور تقوی ایسے مسائل مین یہ ہی کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہی کہ عورتون پر واجب ہی
کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلاوین بلا ضرورت اور اگر پلاوین تو یاد رکھین بلکہ لکھ رکھین یعنے تا نادانستگی مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہی کہ عورت کو اجنبی لڑکے کا
دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے مکروہ ہی مگر جب ہلاک ہونیکا خوف ہو تو مضائقہ نہین اور محیط مین ہی کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنے لڑکے کو احمق عورت کا دودھ
پلاوے اسواسطے کہ حدیث مین منع ہی کہ دودھ کا اثر ہوتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی و امومیۃ المرضعۃ للرضیع ویثبت ابوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ
لہ والا لا کما سیجیء ثابت ہوتا ہی مان ہونا دائی کا شیرخوارگی کے واسطے اور ثابت ہوتا ہی باپ ہونا دائی کے زوج کا جبکہ دودھ دائی کا اُسی زوج
سے ہو اور اگر دودھ دائی کا پہلے زوج سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہوگا بلکہ شیرخوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اسکی تصریح آگے آوے گی
فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب رواہ الشیخان واستثنی بعضہم احدی وعشرین صورۃ وجمعہا فی قولہ پس حرام ہوتا ہی اُس کے سبب
رضاعت کے جو حرام ہی نسب سے یہ حدیث بالمعنی ہی روایت کیا ہی اسکو بخاری اور مسلم نے مرفوع ابو ہریرہؓ سے اور ابن عباسؓ کی روایت ہے ان الفاظ سے کہ یحرم
من الرضاعۃ ما یحرم من النسب اور عموم اس حدیث سے بعض علماء نے اکیس صورتین مستثنی کی ہین اور انکو اپنے آیندہ قول مین نظم کیا ہی ع یفارق النسب الارضاع فی صور
کام نافلۃ او جدۃ الولد جدا ہی دودھ پلانا نسب سے چند صورتون مین چنانچہ پوتے کی مان یا لڑکے کی نانی یعنے پوتے کی رضاعی مان دادا کو حلال ہی مثلاً زید کا بیٹا محمود ہی
اور محمود کا بیٹا خالد ہی سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہی بخلاف نسب کے کہ پوتے کی مان نسبی دادا کو حلال
نہین اسواسطے کہ خالد کی مان زوجہ ہی محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اسطرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو زید کو

بکر کی نسبی ماں سے نکاح درست ہی اور اسی طرح بکر کو زوجہ محمود کے سوا اگر حلیمہ نے دودھ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہی اور لڑکے کی نانی حلال ہی اسطرح کہ زید کے بیٹے عبد اللہ کو حمیدہ نے دودھ پلایا تو حمیدہ کی ماں جو نانی ہوئی عبد اللہ کی سو زید کو حلال ہی بخلاف نسب کے کہ عبد اللہ کی نانی نسبی خوشدامن ہی زید کی تو اسپر حرام ہی اور اسی طرح زید کا بیٹا ہی رضاعی خالد اسکا نام تو خالد کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہی ۵ وللاخ اختہ اخت ابن ولام لخ و ام خال وعمۃ ابن اعتمد ۲ اور حلال ہی باعتبار رضاعت کے بہن کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بھائی کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ماں اسکی بھی تین صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ ماں رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلا زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودھ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہی دوسری صورت یہ کہ بہن رضاعی ہو اور اسکی ماں نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہی تو زید پر رشیدہ کی ماں نسبی حلال ہی اور تیسری صورت یہ ہی کہ ماں بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق مین رشیدہ کی رضاعی ماں زید پر حلال ہی اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتین ہین پہلی یہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہی خالد اور اسکی رضاعی بہن ہی فریدہ یعنے خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہی دوسری یہ کہ بیٹا فقط رضاعی ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہی رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہی تو زید پر زینب حلال ہی تیسری یہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال سابق مین ناصر کی بہن رضاعی زید پر حلال ہی اور بھائی کی ماں اسکی بھی تین صورتین ہین چنانچہ اسکی تفصیل بہن کی ماں مین مذکور ہو چکی اور ماموں کی ماں اسکی بھی تین صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودھ پلایا اجنبیہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہی دوسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ماں زید کو حلال ہی تیسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ماں زید پر حلال ہی اور اگر ماموں اور اسکی ماں دونوں نسبی ہوں تو حلال نہین اسواسطے کہ ماموں کی ماں یا سگی نانی ہی یا نانا کی منکوحہ اور بیٹے کی پھوپھی اسکی بھی تین صورتین ہین پہلی یہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہی حسن اسنے دودھ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہی خالد کی اور خالد کی بہن ہی عظیمہ تو عظیمہ رضاعی پھوپھی ہوئی حسن کی سو عظیمہ زید پر حلال ہی دوسری یہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہی قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہی تیسری یہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے سوا کریمہ کا دودھ پیا تو کریمہ کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہی اور اگر بیٹا اور اسکی عمہ دونوں نسبی ہوں تو زید پر اسکی عمہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ بہن ہی زید کی ہم یہان تک اکیس صورتین جو نظم مین مندرج تھین مفصلا بیان ہو چکین اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتین نظم کی ہین اور ہر ایک صورت مین تین تین صورتین محتمل ہین تو سب اکیس ہوئین الا ام اخیہ واختہ یعنے جو حرام ہی وہ رضاعت سے بھی حرام ہی مگر بھائی اور بہن کی ماں اور اسکے سوا اور معطوفات آئندہ رضاعت سے حلال ہین نہ نسب سے چنانچہ جات کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام مین قاضی بیضاوی کا اعتراض ہی کہ یہ جو فقہا نے حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنا کیا ہی سو صحیح نہین اسواسطے کہ ان صورتون کی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہی نہ باعتبار نسب کے پھر جب مستثنی مستثنی منہ مین داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا استثناء منقطع لان حرمتھن ذکر بالمصاہرۃ لا بالنسب فلم یکن الحدیث متناولا لہا استثناہا الفقہاء فلا تخصیص بالعقل کما قیل یہ استثنا منقطع ہی اسواسطے کہ حرمت مذکورات کی مصاہرت کے سبب سے ہی نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوئی ان صورتون کو جنکو فقہا نے استثنا کیا ہی تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا کہ بعضون نے کہا یعنے یہ استثنا متصل نہین جو مستثنی کا داخل ہونا مستثنی منہ مین ضرور ہو بلکہ یہ استثنا منقطع ہی اور استثنای منقطع مین مستثنی مستثنی منہ مین داخل نہین ہوتا چنانچہ اس قول مین کہ جاء القوم الا حمارا آیہان تک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے اسی تقریر مین دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب الغایۃ نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہی تو فقہا نے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتون کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتون کو فقہا نے استثنا کیا ہی انکو حدیث مذکور شامل ہی نہین تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہی فتح القدیر مین ہی کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین محرمات نسبیہ کی یون تعبیر ہوئی ہی کہ (حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت) سو ان الفاظ کی بہت جو رضاعت مین متحقق ہین وہ بھی بلا شبہہ حرام ہین یعنے ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی جیسے نسب سے حرام ہین ویسے ہی یہ ساتون رشتے رضاعت سے بھی حرام ہین اور جنکو فقہا نے استثنا کیا ہی وہ ان سات رشتون مین داخل نہین تو تخصیص

ہ یہ اس صورت مین ہی کہ رشیدہ نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہو ۱۲ منہ

نانا کی منکوحہ کو ماموں کی نسبی ماں کہنا

[illegible]

کیونکر ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی فان حرمۃ ام اختہ واخیہ نسبا لکونہا امہ او موطوءۃ ابیہ وہذا المعنی مفقود فی الرضاع سو حرام ہونا بہن
بھائی کی ماں کا باعتبار نسب کے اسواسطے ہے کہ بہن بھائی کی ماں خود اپنی ماں ہے یا اپنے باپ کی مدخولہ ہے اور یہ امر مفقود ہے رضاعت مین یعنی زید کے بھائی کی رضاعی ماں زید کی ماں
نہین اور نہ اسکے باپ کی مدخولہ ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح مین مذکور ہو چکا پھر جو علت تھی حرمت کی نسب مین وجہ رضاعت مین نہ پائی گئی تو حدیث مذکور مستثنی
صورتون کو ہرگز شامل نہوئی تو دعوی تخصیص عقلی کا غلط ہوگیا وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ فحل ابنتہ وبنتہ وام عمہ وعمتہ وام خالہ وخالتہ
اور قیاس کرلے بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان شخصون مین جو حرمت کا سبب نسب مین ہے وہ امر رضاعت مین مفقود ہے بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی
نانی اور چچا اور پھوپھی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں باعتبار رضاعت کے حلال ہین چنانچہ اسکا بیان شرح نظم مین مثالون کے ساتھ ہوگیا دوبارہ بیان ضرور نہین لیکن چچا
اور عمہ کی ماں کی حلت وہان مذکور نہین ہوا بیان دریافت کرنا چاہیے کہ مثلاً زید کا چچا اور عمہ مین نسبی انکو ایک اجنبی عورت نے جسکا حمیدہ نام ہے دودھ پلایا سو زید پر حمیدہ
حلال ہے اور اسی طرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اسکے حمیدہ کا دودھ پیا ہے پھر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے
چچا یا عمہ کی ماں حلال نہین اسواسطے کہ چچا کی نسبی ماں یا سگی دادی ہے یا دادا کی مدخولہ اور یہ دونون حرام ہین وکذا عمۃ ولدہ وبنت عمتہ وبنت اخت ولدہ وام
اولاد اولادہ فہؤلاء من الرضاع حلال للرجل اور اسی طرح اپنے ولد کی عمہ اور اپنے ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنے ولد کی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتون کی
ماں سو یہ سب شخص حرام الاخ سے یہان تک رضاعت سے حلال ہین مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ مین گذرا لیکن دو کا بیان یہان ضرور ہے ایک یہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے
حلال ہے نہ نسب سے اسواسطے کہ بہن کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اسواسطے کہ یا وہ نواسی ہے یا ربیبہ کی بیٹی سو دونون حرام
ہین وکذا اخو ابن المرأۃ لہا فہذہ عشر صور اور اسی طرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت کو حلال ہے یہ صورت مکرر ہوگئی ماتن کے قول ام اخیہ سے یعنی مثلاً
جب زید کے بھائی کی ماں زید پر حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی ماں پر زید بھی حلال ہوا سو زید اس عورت کے بیٹے کا بھائی ٹھہرا شارح کہتا ہے سو دس صورتین ہوئین پہلی صورت بھائی
بہن کی ماں دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھی چچا اور عمہ کی ماں پانچوین ماموں اور خالہ کی ماں چھٹی ولد کی عمہ ساتوین ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھوین
ولد کی بہن کی بیٹی نوین پوتے کی ماں دسوین عورت کے بیٹے کا بھائی لیکن دسوین صورت مکرر ہے اسواسطے کہ متقابلات سے ہے تو حقیقت مین نو صورتین ہوئین وتصل باعتبار
المذکورۃ ودۃ العشرین یہ دس صورتین باعتبار مرد کے ہوا اور عورت کے مضاف الیہ کے بیس صورتون تک پہونچتی ہین سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتون مین مرد فرض
کیجیے تو یون ہوگا بھائی کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے کی ماں
اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجیے تو یون ہوگا بہن کی ماں اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ماں اور خالہ کی ماں اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی
بہن کی بیٹی اور پوتی کی ماں وباعتبار ما یحل لہ او لہا الی اربعین مثلا یجوز تزوجہ بام اخیہ وتزوجہا بابی اخیہا اور اس
اعتبار سے کہ یہ بیس صورتین مرد کو حلال ہین یا عورت کو حلال ہین تو چالیس صورتون تک نوبت پہونچے گی مثلاً جب مرد کے واسطے حلت ہو تو اول
صورت مین یون کہا جائیگا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کے واسطے حلت ہوگی تو اسی صورت مین یون بولینگے کہ عورت
کو اپنے بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہے ہم جو متن اور شرح مین مثالین ہین سو مرد کی حلت کی ہین اور عورت کی حلت مین یون بولینگے کہ بھائی کا باپ اور
بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ اور بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا باپ عورت کو
حلال ہے دو مثالون مین خلاف قیاس تغیر واقع ہوئی اسواسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہین اور یہان اسکا بیان ہے جو رضاعت
سے حلال ہو نہ نسب سے اور بعضے نسخون مین تزوجہا بابی اخیہا کے مقام پر تزوجہا بابن اخیہا واقع ہے سو غلط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکل منہا
یجوز ان یتعلق الجار والمجرور اعنی من الرضاع تعلقا معنویا بالمضاف کام کان تکون لہ اخت نسبیۃ لہا

ھ
نسخہ دیگر میں

بہن ہوئی ۱۲

اُمّ رضاعیۃ او بالمضاف الیہ کما ھو کان یکون لہ اخ نسبی لہ اُمّ رضاعیۃ او بھما کما اذا اجتمع مع اخ علی ثدی اجنبیۃ فلاخیہ نسبا اُمّ لاخیہ رضاعیۃ ھی مائۃ وعشرون ھذہ من خواص کتابنا اور ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتون سے جائز ہے کہ جار اور مجرور یعنے من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہو مضاف سے یعنے من الرضاع مقدر ہے بعد مستثنیٰ کے اس قرینہ سے کہ مستثنیٰ منہ مین مذکور ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اختہ من الرضاع سو یہ جار مجرور مضاف سے متعلق ہو جیسے ام اختہ مین ام کا لفظ اسطرح کہ مثلاً زید کی نسبی بہن کی رضاعی مان ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنے اخ کے لفظ سے اسطرح کہ اسکے بھائی نسبی کی رضاعی مان ہو اس مثال مین شارح سے خطا ہو گئی یون کہنا ٹھیک تھا اخ رضاعی لہ ام نسبیۃ یعنے رضاعی بھائی کی نسبی مان یا من الرضاع مضاف اور مضاف الیہ دونون سے متعلق ہو اسطرح کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ اجنبی عورت کی چھاتی پر مجتمع ہو یعنے مثلاً زید خالد کے ساتھ اجنبی عورت کا جسکا زینب نام ہے دودھ پیے اور اسکے رضاعی بھائی کی زینب کے سوا اور رضاعی مان ہو جسکا نام کلثوم ہو سو کلثوم زید پر حلال ہے تو اس صورت مین بھائی بھی رضاعی ہے اور اسکی مان بھی رضاعی ہے یعنے خالد اور کلثوم تو یہ ایکسو بیس صورتین ہوئین اسطرح پر کہ چالیس صورتین ہین ہر ایک صورت مین تین تین نکلین با تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو تین مین ضرب دینے سے ایکسو بیس ہوتے ہین شارح کہتا ہے کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص سے ہے یعنے ایکسو بیس صورتین مسائل رضاعیہ مین نکالنا فقط در المختار کا خاصہ ہے دوسری کتاب فقہ مین اتنا بیان نہین سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ مین مسائل استثنائی رضاعت کے لکھا اور ستر ہو پہنچائے بحر الرائق مین کہا کہ اسکی کتاب کا خاصہ ہے پھر صاحب بحر الرائق نے مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہونچایا اور صاحب نہر الفائق نے ایکسو آٹھ تک پہونچایا اور کہا کہ یہ میری کتاب کے خصائص سے ہے سو شارح نے چاہا کہ ایکسو بیس تک پہونچاوے سو اسکا ارادہ پورا نہوا اسواسطے کہ نہر الفائق مین نو صورتون پر بنا تھی شارح نے دسوین صورت زیادہ کی سو مکرر ہو گئی چنانچہ اسکا بیان سابق مین گذرا تو اس حساب سے ایکسو بیس سے بارہ صورتین نکل گئین تو وہی نہر الفائق والی ایکسو آٹھ صورتین باقی رہ گئین اور شیخ عابد سندی مدنی نے دو سو سولہ ۲۱۶ تک نوبت پہونچائی ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری شرح کے خصائص سے ہے مترجم نے خوف طوالت کتاب سے انکو ذکر نکیا واللہ اعلم الصناعۃ لہ تتکامل بتلاحق الافکار کا مطلب اس مقام مین حل ہو گیا و تحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ بالمضاف کان یکون لہ اخ نسبی لہ اخت رضاعیۃ وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعا اخت نسبا وبھما وھو ظاہر اور حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہے اتصال رضاعت کا مضاف سے جسطرح کہ اسکے نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہے کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جسطرح کہ اسکے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور یہ بھی صحیح ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونون سے متصل ہو اور وہ ظاہر ہے یعنے رضاعی بھائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے مثل نسب کے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخلاصۃ وکذا نسبا بان یکون لاخیہ لابیہ اخت لام فھو متصل بھما لا باحدھما للزوم التکرار کما لا یخفی اور اسی طرح حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار نسب کے اسطرح کہ سوتیلے بھائی کی مادری بہن ہو یعنے زید اور خالد ایک باپ مین مشترک ہون اور مان دونون کی مختلف ہو اور خالد اور کریمہ فقط ایک مان مین مشترک اور باپ مین مختلف تو زید کو کریمہ حلال ہے تو لفظ نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونون سے متصل ہے نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہ چھپا نہین اسواسطے کہ اگر فقط مضاف سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہوگا اور اگر مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف نسبی لہ ہوگا اور یہ دونون صورتین مسئلہ سابقہ مین داخل ہین ولا حل بین رضیعی امرأۃ لکونھما اخوین وان اختلف الزمن والاب اور حلت نہین ایک عورت کے دو شیرخوارون مین اسواسطے کہ وہ دونون بھائی ہین اگرچہ مختلف ہو زمانہ شیرخوارگی کا اور مختلف ہو دونون کا باپ رضاعی ولا حل بین الرضیعۃ وولد مرضعتھا ای التی ارضعتھا وولد ولدھا لانہ ولد الاخ اور حلت نہین درمیان عورت شیرخوار کے اور اسکی دائی کے بیٹے کے اسواسطے کہ دونون بہن بھائی ہین اگرچہ دائی کے بیٹے نے اپنی مان کا مطلق دودھ نہ پیا ہو اور اسی طرح حلت نہین شیرخوار عورت مین اور اسکی دائی کے پوتے مین اسواسطے کہ دائی کا پوتا بھتیجا ہے اسکا ولبن بکر بنت تسع سنین فاکثر محرم والا لا جوھرۃ اور دودھ کواری نو برس کی عمر والی کا اور زیادہ عمر والی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے اور اگر نو برس سے عمر کم ہے تو اسکے دودھ سے حرمت نہین کذا فی الجوہرہ کواری عورت سے مراد یہ کہ جسکی وطی نہوئی ہو نہ نکاح سے نہ زنا سے وکذا یحرم لبن میتۃ ولو محلوبا فیصیر ناکحھا محرما للمیتۃ فییممھا ویدفنھا اور اسی طرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے مردہ عورت کا دودھ اگرچہ برتن مین دوہا ہو تو ناکح رضیعہ میت کا محرم ہو گیا میت کا تو میت کو بلا حائل تیمم کرا دے اور

لہ یعنے جس قدر فن مین فکر کیجاوین انکی تکمیل ہو جاتی ہے ۱۲

لہ مترجم اعلیٰ سے سہو ہوا کہ رضاعی کی جگہ نسبی لکھا

یعنی نسب کا جب مضاف الیہ سے متصل ہے تو مضاف یعنی بہن نسبی ہے ۱۲

اسکو دفن کرے یعنے ایک صغیر نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہوا میت کا یعنے داماد ہوا سو اگر وہاں عورتیں نہوں تو زوج صغیرہ میت
کو غسل کے بدلے تیمم کرا دے اور کپڑا حائل کرنے کی حاجت نہیں اور دفن بھی کرے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہی اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہی کہ کیا وجہ ہی کہ میت کے دودھ پینے سے
حرمت رضاعت کی ثابت ہوتی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا بخلاف وطیہا و فرق بوجود التغذی لا اللذۃ
بخلاف وطی میت کے کہ اس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اور وطی اور رضاعت میں فرق ثابت کیا ہی بسبب وجود غذا ہونے کے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنے مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہی سو
میت کے دودھ سے بھی حاصل ہی اور مقصود وطی سے لذت کاملہ ہی سو میت کے جماع میں حاصل نہیں اسواسطے دودھ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن یہاں فرق میں لذت کا ذکر کرنا خوب نہیں اسلئے کہ
اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال الشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو اور حالانکہ ایسا نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت کا سبب
ولد ہی اور جماع میت میں یہ امر حاصل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی و مخلوط بماء او دواء او لبن اخری او لبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ و کذا اذا استویا اجماعا لعدم
الاولویۃ جوہرۃ اور اسی طرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہی جو دودھ کہ مخلوط ہو پانی سے یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ عورت کا دودھ پانی وغیرہ سے
غالب ہو اور اسی طرح جب دو عورتوں کا دودھ برابر مخلوط ہو تو دونوں عورتوں کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے و علق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقا قیل وہو
الاصح اور معلق کیا ہی محمد نے حرمت کو دونوں عورتوں سے مطلقا یعنے دونوں عورتوں کے مخلوط دودھ سے دونوں عورتوں کی حرمت ہر طرح سے ثابت ہی خواہ دونوں دودھ برابر
ہوں خواہ کم و بیش بعضوں نے کہا ہی کہ یہی قول اصح ہی لا المختلط بطعام مطلقا وان حسا حسوا و کذا لو جبنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ حرمت ثابت نہیں کرتا وہ دودھ
جو مخلوط ہی طعام سے کسی طرح اگرچہ اس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اسی طرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہیں اسواسطے کہ نام رضاعت کا اسپر نہیں واقع ہوتا یعنے پنیر کھانے کو
دودھ پینا نہیں بولتے کذا فی بحر الرائق ولا الاحتقان والاقطار فی اذن واحلیل وجائفۃ وآمۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا دودھ سے حقنہ لینا اور کان میں اور سوراخ
ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم میں دودھ کا ٹپکانا ولا لبن رجل و مشکل الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ والا لا جوہرۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا مرد
اور خنثی مشکل کا دودھ مگر جبکہ عورتیں خنثی مشکل کے دودھ کو کہیں کہ اس کثرت کا دودھ بجز عورت کے نہیں ہوتا تو البتہ اس سے حرمت ثابت ہوگی احتیاطا اور اگر عورتیں ایسے دودھ کو یوں
نہ کہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرۃ مرد کے اگر دودھ نکلے تو وہ حقیقت میں دودھ نہیں اسواسطے کہ حقیقت میں دودھ اسکا ہوتا ہی جس سے ولادت متصور ہو ولا لبن شاۃ و غیرہا لعدم
الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہیں کرتا بکری کا دودھ اور اسکے سوا اور حیوانات کا دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنے حرمت رضاعت کی بطریق کرامت اور فضیلت کے باشتباہ جزئیت کے ہی
اور آدمی اور بہائم میں جزئیت نہیں ولو ارضعت الکبیرۃ ولو مبانۃ ضرتہا الصغیرۃ و کذا لو اوجرہ رجل فی فیہا حرمتا ابدا ان دخل بالام او اللبن منہ والا جاز
تزوج الصغیرۃ ثانیا اور اگر دودھ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوت کو اور اسی طرح اگر اسکے دودھ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق میں ڈالدیا ہو تو کبیرہ اور صغیرہ دونوں اپنے
زوج پر دائمی حرام ہو جاوینگے اسواسطے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنے زوجہ کبیرہ کی یا دودھ کبیرہ کا زوج سے ہو اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی نکی ہو اور
دودھ زوج سے نہو تو جائز ہی زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہوا کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ نتھی تو صغیرہ ربیبہ
ہوئی اور ربیبہ سے نکاح درست ہی جب اسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہیں اسواسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کر دیتا ہی دخول ہو یا نہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے
بعد طلاق کے صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہوگا اسواسطے کہ پلانے کے وقت کبیرہ سوت صغیرہ کی نرہی اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی
ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجیء الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہیں زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی کے اسکی طرف سے
اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر ملیگا لیکن عدت کا نفقہ اسکو نملیگا و رجع الزوج بہ علی الکبیرۃ و کذا علی الموجر
ان تعمدت الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ مستیقظۃ عالمۃ بالنکاح و بافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع او ہلاک اور رجوع
کرے زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسی طرح اس مرد پر جسنے اسکا دودھ صغیرہ کے حلق میں ڈالا یعنے نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اسکو کبیرہ سے بھر لے بشرطیکہ کبیرہ نے دودھ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کے وقت عاقل ہو اور اپنی خوشی دودھ پلایا ہو جاگتی ہو اور صغیرہ کے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اسکو نصف مہر دینا ہوگا والا لان التسبب یشترط فیہ التعدی اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نکیا اسطرح پر کہ وہ اسوقت مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور افساد رضاعت کو نجانتی تھی یا اسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو ان صورتون مین زوج نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لے سکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے مین تعدی اور زیادتی شرط ہو اور ان صورتون مین کبیرہ کی تعدی نہین والقول لہا ان لم یظہر منہا تعمد الفساد مع یمینہا اور قول کبیرہ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اسکی طرف سے فساد کا قصد نہ ظاہر ہو کذا فی معراج الدرایۃ طلق ذات لبن فاعتدت و تزوجت بآخر فحملت و ارضعت فحکمہ من الاول لانہ منہ بیقین فلا یزول بالشک ویکون لبنا لہ حتی تلد فیکون اللبن من الثانی طلاق دیا زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت مین رہی اور بعد عدت کے اسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا سو اسکو حمل رہگیا اور اسنے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کی طرف ہوگا اسواسطے کہ یہ دودھ زوج اول کا ہی بالیقین تو یہ یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیر زوج اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیب ہوگا تو زوج ثانی کے بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہان تک کہ وہ عورت جنے پھر جب جنے گی تو اب زوج ثانی سے دودھ ثابت ہوگا والوطی بالشبہۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا فتح اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہی حرمت کی رضاعت کے ثبوت مین اور بعضو نے کہا اور اسی طرح زنا سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہی اور قول معقول یہ ہی کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہین کذا فی فتح القدیر مثلا ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اسنے نکاح کیا بعد اسکے دودھ پلایا صغیر کو تو یہ صغیر بیٹا اس مرد کا ہوگا جسنے شبہۃ وطی کی نہ اسکے زوج کا اور اسی طرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قال لزوجتہ ہذہ رضیعتی ثم رجع عنہ وقال صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہی پھر اسنے اس قول سے پلٹا یعنے منکر ہوا کہ مینے غلطی سے کہا تو اسکو صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی سواسطے کہ شیرخوارگی اس قسم کی چیز ہی کہ مخفی رہ سکتی ہی تو اسمین تناقض قول کا ممنوع نہین ولو ثبت علیہ بان قال بعدہ ہو حق کما قلت ونحوہ ہکذا فسر الثبات فی الہدایۃ وغیرہا فرق بینہما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اسطرح پر کہ اسکے بعد بھی کہے گیا کہ قول اول حق ہی جیسا کہ مینے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ مین ہی تو در صورت ثبات تفریق کروائی جائیگی زوج اور زوجہ مین خانیہ مین ہی کہ قاضی تفریق کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان اقرت المرأۃ بہذا دون الرجل ثم اکذبت نفسہا وقالت اخطأت تزوجہا جاز کما لو تزوجہا قبل ان تکذب نفسہا وان اصرت علیہ لان الحرمۃ لیست الیہا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیۃ اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنے یون کہا کہ مرد میرا رضاعی باپ ہی یا بھائی اور مرد اسکا منکر ہی پھر عورت نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ مینے خطا کی تھی دعوی رضاعت مین اور اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو درست ہی چنانچہ مرد کو جائز ہی کہ عورت سے نکاح کرے قبل اسکے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگرچہ عورت دعوی رضاعت پر مصر رہے تو بھی نکاح درست ہی اسواسطے کہ شرع مین حرمت کا اختیار عورت کو نہین دیا علما نے کہا کہ اسی پر فتوی ہی جمیع اقسام مین کذا فی البزازیہ یعنے مرد کو نکاح کرنا اور اسکے پاس رہنا حلال ہی خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یون کہا ہو کہ مین نے اس سے خلع کیا ہی یا اسنے مجھکو طلاق بائن دی ہی سو اسکو میرے پاس رہنا نچاہیے اور مرد کو باوجود ایسے اقرارون کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح پر دلیل ہی کہ وہ دعوی رضاعت مین جھوٹی ہی یہ فتوی حکم ہی لیکن ایسے مقام مین فتوی یہ ہی کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہی کہ جو شبہات سے بچا اسکا دین سلامت رہا کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ انہا لو اقرت بثلث من رجل حل لہا تزوجہ ومفاد تعلیل سابق کا یہ ہی کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہی اس عورت کو اس مرد سے نکاح کرے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق مین مخفی رہ سکتی ہی تو اسکو رجوع کرنا اس قرار سے درست ہی کذا فی النہر عن الصغری لیکن یہ حکم ظاہر کا ہی اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی ولو اقرا بذلک جمیعا ثم اکذبا انفسہما وقالا اخطأنا ثم تزوجہا جاز یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونو نے پھر دونو نے آپکو جھٹلایا اور کہا کہ ہمنے خطا کی اقرار رضاعت مین پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہی اور اگر قبل نکاح کی حالت مین یون کہا تو دونون مین تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وکذا الاقرار بالنسب ليس يلزمه الا ما ثبت عليه فلو قال هذه اختي او امي ولا نسب لها معروف ثم قال وهمت صدق وان ثبت عليه فرق بينهما اور اسی طرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جس اقرار پر کہ ثابت اور قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہیں ہے اس سبب سے کہا کہ میں نے اقرار نسب میں خطا کی تو اسکی تصدیق کی جاویگی یعنے نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب میں رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت رہا اقرار نسب پر تو دونوں میں تفریق کرادیجائیگی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسی طرح اگر عورت کا بہن ہونا یا ماں ہونا اس مرد کی عمر کے لائق نہوگا تو بھی تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والدر وفي الرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين لكن لا تقع الفرقة الا بتفريق القاضي لتضمنها حق العبد اه رضاعت کی حجت کا ثبوت وہ ہے جو حجت ہے ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی رضاعت کی دینگے تو زوجین میں فرقت نہ واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنے اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہیں تو ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہوگا بدون حکم قاضی کے وهل يتوقف ثبوته على دعوى المرأة الظاهر لا لتضمنها حرمة الفرج وهو من حقوقه تعالى اور کیا موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے دعوی پر ظاہر یہ ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اسکا موقوف نہیں ہے بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالی کے حقوق سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں کما فی الشهادة بطلاقها ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہیں جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی میں دعوی مدعی کا ضرور نہیں اسواسطے کہ حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں ولو شهد عندها عدلان على الرضاع بينهما او طلاقها ثلاثا وهو يجحد ثم ماتا او غابا قبل الشهادة عند القاضي لا يسعها المقام معه ولا قتله به يفتى ولا التزوج بآخر وقيل لها التزوج ديانة شرح وهبانية اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہوں نے دونوں کی رضاعت یعنے یوں گواہی دی کہ وہ عورت اور اسکا زوج مثلاً رضاعی بھائی بہن ہیں یا گواہی دی دو عادل نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اسکا انکار کرتا ہے پھر دونوں شاہد مرگئے یا دونوں غائب ہوگئے قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے نہیں جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہوگئی فقط حکم قاضی کا باقی رہ گیا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا دونوں سے مفتی بہ یہی قول ہے بعضوں نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت نہو زوج کے رکنے کی تو اسکو زہر سے مار ڈالے تا حرام سے بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں ہے اسواسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے متصل نہیں ہوا کہ ثبوت مکمل ہوتا اور نہ بھی عورت کو جائز نہیں کہ تین طلاق کی گواہی سنکر دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کر لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے کذا فی شرح الوہبانیہ شیخ عابد سندی محشی نے شرح وہبانیہ کی عبارت نقل کی اس مضمون کی کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دیں تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے زوج سے نکاح کر لینا دیانۃً درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ عورت کو یہ جائز نہیں تو تضعیف شارح کی مخالف ہے اصل کے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قضى القاضي بالتفريق برضاع بشهادة امرأة لم ينفذ الحكم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت کے سبب گواہی دینے ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہیں مص رجل ثدي زوجته لم تحرم چوسی ایک مرد نے اپنی زوجہ کی چھاتی تو زوجہ حرام نہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تزوج صغيرتين فارضعتهما امرأة ولبنهما من رجل لم تتعمدا وان تعمدتا الفساد لحرمتهما بالاختية نکاح کیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ایک صغیرہ کو عورت نے یعنے ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور دودھ دونوں عورتوں کا ایک مرد کا ہے یعنے دونوں کا زوج ایک ہی تو دونوں عورتیں نصف نصف مہر کی ضامن نہونگی اگرچہ دونوں نے عمداً فساد کیا ہو اسواسطے کہ فساد نکاح کا یہ سبب بہن ہوجانے دونوں صغیرہ کے ہوگیا یعنے جب دونوں عورتوں کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہوا تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونوں صغیرہ کا اور دونوں صغیرہ آپس میں ایک دوسری کی بہن ہوگئیں نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونوں کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودھ پلانے والیوں سے نہیں لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے حرمت نہیں ہوئی جو انپر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہوجانے دونوں کے عارض ہوگئی قبل الابن زوجة ابيه وقال تعمدت الفساد وغرم المهر ولو وطئها وقال ذلك لا للحد فلم يلزم المهر بوسہ لیا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ میں نے عمداً فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ کی وطی کی اور یہی کہا یعنے فساد نکاح کے واسطے عمداً میں نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو مہر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ حد اور مہر دینا جمع نہیں ہوتا واللہ اعلم

کتاب الطلاق

هو لغة رفع القيد لكن جعلوه في المرأة طلاقا وفي غيرها اطلاقا فلذا كان انت مطلقة بالسكون كناية یہ کتاب ہے جسمین مسائل طلاق کے مذکور ہین طلاق لغت عرب مین بمعنی رفع قید ہے یعنے بند کھولنا لیکن فقہانے عورت کی رفع قید نکاح مین طلاق بولنا قرار دیا ہے اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل ہے تو اسی واسطے انت مطلقة بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے اسواسطے کہ مطلقہ اطلاق سے مشتق ہے اور اطلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہین وشرعا رفع قيد النكاح في الحال بالبائن او المآل بالرجعي بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق فخرج الفسخ كخيار عتق وبلوغ وردة فانه فسخ لا طلاق اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن یا آخر کار رفع قید ہو جیسے کہ طلاق رجعی بعد گذرنے عدت کے اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہے اور اگر زوج عدت مین مرجاے تو زوجہ مطلقہ اسکی وارث ہوگی رفع قید نکاح ہو تو اسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ ہے جو شامل ہے طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسخ نکاح نکل گئی جیسے خیار عتق لونڈی کا اور خیار بلوغ اور صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی مین اقسام فسخ اور طلاق کے ذکر مین اشعار متصل بیان کیے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہین جو نکاح صحیح مین ثابت ہین چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلک وبهذا علم ان عبارة الكنز والملتقى منقوضة طردا وعكسا اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوا کہ مقرر عبارت کنز او ملتقی الابحر کی تعریف طلاق مین منقوض ہے باعتبار جمع اور منع کے کذا فی البحر الرائق کنز او ملتقی مین یہ عبارت ہے کہ الطلاق رفع القيد الثابت شرعا بالنكاح یعنے طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعا ثابت ہے تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنے طلاق کو جامع نہین کیونکہ رجعی کو شامل نہین اسواسطے کہ اسمین رفع قید بالفعل نہین بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہین اسواسطے کہ تفریق ارتدادی اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہ جدائیان فسخ ہین طلاق نہین سو اسواسطے مصنف نے لفظ مال کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل ہو اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ یہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاوین وايقاعه مباح عند العامة لاطلاق الآيات اكمل اور طلاق دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ الاکمل یعنے آیات قرآنی مین طلاق کی اجازت ہے بلاقید تو یہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات ہے چنانچہ ابوداود و حاکم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الى الله الطلاق اسواسطے کہ وصال زوجین کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنے فی نفسہ حلال ہے مگر ان وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیة المدنی وقيل قائله الكمال الاصح حظره اي منعه الا لحاجة كريبة وكبر والمذهب الاول كما في البحر اور بعضون نے کہا یعنے کمال الدین بن الہمام نے کہ قول صحیح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہین حاجت جیسے اشتباہ حرام کاری زوجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہے یعنے اباحت قوی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ فقہانے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعضے مسائل کی تعلیل مین کہا ہے کہ طلاق اصل مین منع ہے حاجت کے واسطے جائز ہے تو اباحت اور منع میں صریح تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا وقولهم الاصل فيه الحظر معناه ان الشارع ترك هذا الاصل فاباحه بل يستحب لو مؤذية او تاركة صلوة غاية اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق مین منع ہے اسکی یہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اسکو مباح کر دیا تو حقیقت مین اباحت اور منع کے دونون قولون مین تناقض باقی نرہا جب شرع مین اصل متروک ہوئی تو اباحت بلا تردد ثابت ہوگئی بلکہ طلاق مستحب ہے اگر زوجہ قول او فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوة ہو کذا فی الغاية ومفاده ان لا اثم بمعاشرة من لا تصلي اور مفاد تعلیل استحباب کا یہ ہے کہ گناہ نہین یعنے بے نماز عورت کے ساتھ رکھنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ويجب لو فات الامساك بالمعروف اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو دستور کے موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شکار ہو یعنے عورت کو ہاتھ لگانے سے یا کلام کرنے سے منزل ہو جاتا ہو جیسے وطی کے واسطے استادگی نہو تو ان صورتون مین طلاق واجب ہے اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے ويحرم لو بدعيا اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو یعنے مخالف سنت کی طلاق یہ ہے کہ حیض مین طلاق دے یا طہر مین وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دین یا تین طلاق ایک آن مین دین چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی تو آپ غضب مین کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنے یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمر کی حدیث مین

۵ حلال مین سے زیادہ بری چیز اللہ تعالی کے نزدیک طلاق ہے ۱۲

تا جب ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر تین طلاق دے تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی تیرے رب کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن
محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیوں سے یہ ہے کہ اسکے سبب سے طلاق کے مکروہات سے نجات ہوتی ہے یعنی مرد طلاق دیکے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہے اور اگر مقدور نہو تو نان نفقہ کی فکر سے
نجات پاتا ہے اور اگر دو عورتیں ہیں تو ایک کی طلاق سے غیرت باہمی کی کشاکشی سے خلاصی سی ہوتی ہے اور ایک دو طلاق سے جدائی نہ معتبر ہوئی تا اگر طلاق سے ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد
اسواسطے متعین ہے کہ اقل جمع ہے وبہ یعلم ان طلاق الدور وھو ان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلثا واقع اجماعا کما حررہ المصنف معزیا لجواھر الفتاوی وحکم
بصحۃ الدور حاکم لم ینفذ اصلا واصح یعنی خلاصی بمکروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع واقع ہوتی ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے جواہر الفتاوی کی طرف نسبت کرکے یہان
کہ اگر کوئی صحت دور کا حکم کرے یعنی بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو اسکا حکم ہرگز نہ جاری ہوگا اسواسطے کہ مخالف ہے اجماع کی طلاق دور یہ ہے جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ میں تجھکو طلاق دوں
تو طلاق دینے سے پہلے تجھپر تین طلاق ہیں انکو طلاق دور اسواسطے کہا کہ اسمین امر دائر ہے درمیان دو منافی کے اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ جب طلاق دے تو تین طلاق اس سے پہلے واقع ہو جاوین کیونکہ جب
تین طلاق پہلے ہو گئیں تو لازم آتا ہے کہ یہ طلاق نہ واقع ہو اور اس مقام میں دور سے وہ مراد نہیں جو علم کلام میں مصطلح ہے خلاصہ یہ کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے بسبب لغو ہونے قبلیت کے
اسواسطے کہ خلاصی مکروہات محاسن طلاق سے ہے سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہ حکمت فوت ہوتی ہے پھر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اسنے یوں کہا کہ ان طلقتک فانت طالق ثلثا یعنی
اگر تجھکو طلاق دوں تو تجھپر تین طلاق ہیں پھر جب طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑیگی پھر اسکے بعد تین طلاق پڑینگی تین میں سے ایک لغو ہوگی کہ اسکی گنجایش نہیں تو تین طلاق
پڑجاوینگی ایک پہلی اور دو پچھلی اگرچہ امام شافعی قائل ہیں کہ طلاق دور واقع نہیں ہوتی بعض صالحین نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے
یا نہیں فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہوا اسنے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یأثم بہ اور
اقسام طلاق کے تین ہیں ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی خوبتر تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جسکے فعل سے آدمی گنہگار ہوتا ہے بدعت سے مراد یہاں بدعت محرمہ ہے والفاظہ صریح وملحق بہ
وکنایۃ اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہیں ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ جو طلاق کے سوا اور معنون میں مستعمل نہو اور نیت کا محتاج نہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور تطلیق
اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑجاتی ہے نیت طلاق کی کرے یا نکرے لیکن وقوع طلاق میں عورت کا خطاب شرط ہے تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اسنے کہا کہ طلاق طلاق یا یون
کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ خطاب عورت کی طرف نہیں چنانچہ حموی نے شرح کنز میں اسکی تصریح کردی ہے پھر طلاق صریح گاہے رجعی ہوتی ہے جیسے ایکبار یا دو بار
طلاق دینا اور گاہے بائن ہوتی ہے جیسے تین بار طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کا کہ اسمین بھی نیت کی حاجت نہیں اور کنایہ وہ جو طلاق اور غیر طلاق دونوں کا محتمل ہو اسمین بغیر
نیت کے طلاق نہیں پڑتی کذا فی حاشیۃ المدنی ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہے یعنی جسپر طلاق واقع ہوتی ہے سو منکوحہ عورت ہے تو لونڈی محل طلاق کا نہیں ہوسکتی حق میں واھلہ زوج
عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہے جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو ولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور صبی اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی انکی طلاق نہیں
واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثناء سے تو لفظ مخصوص سے غیر نکل گئے اور معلوم ہوا
کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق میں متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ مخصوص استثناء سے خالی نہیں طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تمضی
عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الآخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اس طہر میں جسمین وطی نہیں ہوئی اور چھوڑنا اسکا یعنی دوسری نہ دینا یہانتک کہ اسکی
عدت گذر جاوے یہ طلاق احسن ہے بہ نسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہے نہ یہ کہ فی نفسہ احسن ہے تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضون نے
کہا کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہے وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی
فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی وفعل ان الاول سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر
مدخلہ کو اگرچہ طلاق حیض میں واقع ہو اور زوجہ مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق دینا تین طہر میں جسمین وطی نہوئی ہو اور نہ اس حیض میں وطی ہوئی ہو جو ان طہر
سے پہلے تھا اور نہ اسمین طلاق ہوئی ہو یہ حیض ہونے والی عورت کے حق میں ہے اور تفریق تین طلاق کی تین مہینے میں اس عورت کے حق میں جسکو حیض نہیں آتا یعنی [illegible]

ع
یعنی ایک ہی جگہ
سے خود نہ واقع ہونے
علیہ ہو نہ ۱۲

ع
یعنی انشاء اللہ تعالیٰ
کہے ۱۲

عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطوں سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے یعنے مسنون ہے سو جبکہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولے مسنون ہوگی کہ اسمین فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر مین تعدد نکلا اور مسنون کے یہ معنی کہ لائق عتاب کے نہین اور یہ مراد نہین کہ اسمین کچھ ثواب ہے اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہین کہ ثواب کی توقع ہو وحل طلاقهن اي الآيسة والصغيرة والحامل عقب وطي لان الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا اور حلال ہے طلاق دینا انکا یعنے آیسہ اور صغیرہ اور حاملہ کا بعد وطی کے بھی اسواسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتون مین بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا بیان لیعنے ان عورتون مین مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے جسکا حیض بسبب بڑی عمر کے بند ہوگیا ہو سو پچپن ۵۵ برس والی عورت آیسہ ہے قول اظہر مین اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے والبدعي ثلث متفرقة او ثنتان مرة او مرتين في طهر واحد لا رجعة فيه او واحدة في طهر وطئت فيه او واحدة في حيض موطوءة ۔ اور طلاق بدعی یہ کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق یکبارگی یعنے ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر مین جسمین رجعت نہین یا ایک طلاق دینا اس طہر مین جسمین وطی ہو چکی ہے یا ایک طلاق دینا مدخولہ کے حیض مین یہ سب صورتین طلاق بدعی کی ہین سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئین تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولے بدعی ہوگا اور اگر طہر مین طلاق بدعی دے کر رجعت کریگا تو طلاق بدعی باقی نرہیگی ظاہر اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینون واقع ہو جاتی ہین اگرچہ تین طلاق دینا ایکبارگی گناہ ہے ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم مین مروی ہے اسمین یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دی اور حضرت نے اسپر انکار نفرمایا تو اس حدیث تقریری سے وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی لو قال البدعي ما خالفهما كان اوجز وافيد شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف مین یون کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ تر مفید ہوتا اسواسطے کہ طلاق بدعی آٹھ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر مین دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر مین دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اول طہر مین دینا جسمین رجعت نہین پانچوین حیض مین طلاق دینا چھٹی اس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی ہو چکی ساتوین اس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی نہین ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض مین وطی ہو چکی آٹھوین نفاس مین طلاق دینا سو ساتوین اور آٹھوین قسم مصنف کی تعریف مین داخل نہین اگر یون کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن اور حسن کے تو یہ دونون قسمین بھی داخل ہو جاتین کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب رجعتها على الاصح فيه اي في الحيض رفعا للمعصية فاذا طهرت طلقها ان شاء او امسكها قيد بالطلاق لان التخيير والاختيار والخلع في الحيض لا يكره مجتبى اور واجب ہے رجعت کرنا زوج کی طرف سے بنا بر قول اصح کے حیض مین یعنے حیض مین اگر طلاق دی ہو تو رجعت کرے واسطے گناہ دور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے اسکو طہر مین طلاق دے یا چاہے اسکو رکھے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض مین مکروہ نہین کذا فی المجتبی تخییر یہ ہے کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق مین مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اسکو اپنی ذات کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کر دے اگرچہ اسوقت زوجہ حیض مین ہے خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض مین مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسی طرح خلع حیض مین مکروہ نہین والنفاس كالحيض جوهرة اور نفاس مانند حیض کے ہے کذا فی الجوہرہ یعنے طلاق نفاس مین مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس مین مکروہ نہین قال لموطوءة وهي حائل ممن تحيض انت طالق ثلثا او ثنتين للسنة وقع عند كل طهر طلقة وتقع اولها في طهر لا وطي فيه ۔ کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے دران حالیکہ وہ حیض آنے والیون مین ہے کہ تجھکو تین طلاق ہین یا دو ہین مخصوص بسنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور پہلی طلاق ان تینون سے یا دو سے اس طہر مین واقع ہوگی جسمین وطی نہین ہوئی فلو غير موطوءة او لا تحيض تقع واحدة للحال ثم كلما نكحها او مضى شهر يقع سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال پھر غیر مدخولہ سے جب زوج نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہین آتا جب ایک مہینہ گذریگا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نوى ان تقع الثلث الساعة او ان تقع عند راس كل شهر واحدة صحت نيته لانه محتمل كلامه

اور اگر نیت کی تینون طلاق واقع ہونے کی اسی ساعت مین یا نیت کی ایک طلاق واقع ہونے کی ہر مہینے کے سر پر تو نیت اسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسکے کلام مین اسکا بھی احتمال ہے اسواسطے کہ لفظ
السنة کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اس صورت مین للسنة کے یہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اسکا مذہب اہل سنت کا
و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل و لو تقدیرا بدائع لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے طلاق ہر شوہر بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیرًا عاقل ہو کذا فی البدائع تقدیرا کی قید
اسواسطے لگائی تاکہ مست عاقل مین داخل ہے یعنے عقل اور نشے مین کوئی تباین نسمجھے اسواسطے کہ شارع نے مست کو وقوع طلاق مین قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے و لو عبدا او مکرها
فان طلاقه صحیح لا اقراره بالطلاق اگرچہ زوج غلام ہو یا مکروہ ہو یعنے زبردستی کسی نے اُس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہین
یعنے زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرا دے تو اس اقرار سے طلاق نہین واقع ہوتی و قد نظم فی النهر ما یصح مع الاکراه فقال طلاق و ایلاء ظهار و رجعة +
نکاح مع استیلاد عفو عن العمد اور التنظم کیا ہے نہر الفائق مین ان عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھ صحیح ہو جاتے ہین سو کہا کہ طلاق ہے اور ظہار ہے اور ایلا اور رجعت
اور نکاح ہے ساتھ استیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص کو رضاع و ایمان و فیئ و نذره + قبول لایداع کذا الصلح عن دم رضاع ہے اور خدا کی قسمین کھانا اور ایلا
کرکے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اسی طرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا طلاق علی جعل یمین به اتت + کذا العتق و الاسلام تدبیر للعبد + و
طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کی طرف سے یا غیر کی طرف سے اور قسم طلاق کی یعنے زبردستی سے کسی نے یون قسم کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اسکی عورت پر طلاق ہے سو اگر وہ کام
کریگا تو طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح بجبر آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کو مدبر کرنا و ایجاب احسان و عتق فهذه تعد مع الاکراه عشرین
المعد [illegible] اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنے زبردستی یون کہلاوے کہ مین نے اپنے اوپر خدا کے واسطے ایک درم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہ عقود مذکورہ
اکراہ کے ساتھ بیس ہین شمار مین او هازلا لا یقصد حقیقة کلامه او سفیها خفیف العقل یا اگرچہ زوج ہازل ہو یعنے خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جسکو اپنے
کلام کی حقیقت مقصود نہو یا زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو او سکران و لو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا به یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو اگرچہ نشا حشیش کا
تم کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجوائن کا ان چیزون کی نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے واسطے زجر اور توبیخ کے تا لوگ باز رہین اسی پر فتوی ہے کذا فی تصحیح القدوری زجر اور
توبیخ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجوائن اور افیون کو بطریق دوا کے استعمال کرے تو اسپر زجر نہین اسواسطے کہ معصیت نہین تو اس صورت مین طلاق بھی نہ واقع ہوگی نہر الفائق
مین کہا کہ خراسانی اجوائن کی اباحت اور حرمت مین اختلاف ہے اور حق یہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ معصیت نہین اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہے
تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اسکی حالت مستی مین امر اور نہی خطاب کیا چنانچہ فرمایا یا ایها الذین
آمنوا لا تقربوا الصلوة و انتم سکاری تو معلوم ہوا کہ اسکو بجا قائل العقل کے احکام شرعیہ مین تنگ پکڑنے کے واسطے قرار دیا اور وقوع طلاق مین حد سکر کی یہ ہے کہ
عورت کو مرد اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول بیان معتمد ہے اور سکر پر حد واجب ہونے مین صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہ ہے کہ جسکا اکثر کلام
بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے مین حد سکر یہ ہے کہ جسکی چال ڈانوا ڈول ہو بحر الرائق مین کہا کہ ورق القنب یعنے بھنگ کے نشے سے باتفاق علماء شافعیہ اور حنفیہ کے
طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اسکے حرام ہونے پر بالاتفاق فتوی ہے اور اسکے بائع پر تعزیر ہے اور جو اسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی المفتی اور جوہرہ مین
حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیة المدنی و یختلف التصحیح فیمن سکر مکرها او مضطرا اور مختلف ہے صحیح کہنا علماء کا اس شخص کے
حق مین جو مست ہو گیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پھر اسنے طلاق دی نہر الفائق مین کہا صحیح یہ ہے کہ اسکی طلاق واقع نہین ہوتی چنانچہ تحفہ اور
شرح جامع اوزجندی خانیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی نعم لو زال عقله بالصداع او بمباح لم یقع ہان اگر زائل ہو عقل نشا پینے والے کی سبب درد
سر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہین ہوتی اسواسطے کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے و فی القهستانی
معزیا للزاهدی انه لو لم یعرف ما یقول و لم یفهم الخطاب کان تصرفه باطلا انتهی اور قہستانی مین زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو کہ امتیاز نکر سکے

احکام شرعیہ کو تو اسکا تصرف باطل ہوگا فقط یعنے نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ یہ قول ضعیف ہی واستثنے فی الاشباہ من تصرف السکران سبع مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنی کیا ہی اشباہ مین مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنے مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہی لیکن سات مسائل مین مست ہوشیار کے برابر نہین انانجملہ طلاق کا وکیل ہشیاری مین یعنے مثلاً زید نے حالت ہشیاری مین خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہوکر طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہی بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنے اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق صحیح نہوگی اور اگر طلاق عوض مال کے نہین تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہشیاری مین وکیل کیا ہو خواہ مستی مین اور وکیل نے ہشیاری مین طلاق دی ہو یا مستی مین ولم یوقع الشافعی طلاق السکران واختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہین کہا اور پسند کیا ہی اس قول کو طحاوی اور کرخی نے اور تاتارخانیہ مین تفریق سے یہ ہی کہ اس روایت پر فتوی ہی م یہ روایت مخالف ہی متون کے اور کتب معتمدہ مین ہرگز اسپر اعتماد نہین فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ طلاق مست کی واقع ہی اور یہی مذہب ہی ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی لو اخرس او طاریا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا ہو یعنے گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہوتی ہی اگرچہ پیدایشی گونگا نہو بلکہ موت تک گونگا رہے اسی پر فتوی ہی وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن الکمال اشتراط کتابتہ اور اسی بنا پر گونگے کے تصرفات موقوف رہینگے موت تک یعنے اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہی کمال الدین بن ہمام نے اسکی کتابت کا شرط ہونا یعنے اگر گونگا لکھ جانتا ہو تو اسکی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگی کی طلاق واقع ہوگی اسکے اشارہ معلومہ سے اسواسطے کہ اسکا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہی باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ کہ اگر اسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب ہو حرج کا او مخطئا بان اراد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطا سے طلاق دی اس طرح پر کہ ارادہ کسی بات کے کہنے کا کیا سو اسکی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اسکے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کم عقل ہو یا بھول کر طلاق بولا ہو سہو کی صورت یہ کہ اسنے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا جیسا بجائے قاف کے کاف یا عین یا غین بولا تو ان صورتون مین طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنے باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جدا فتح بخلاف ہنسی کرنے والے اور کھیلنے والے کے کہ اسکی طلاق ظاہر اور باطن دونون مین واقع ہوجاتی ہی اسواسطے کہ شارع نے اسکی ہزل کو جد قرار دیا ہی یعنے طلاق دینے والے کی ہنسی اور خوش طبعی کو بجائے قصد کلام کے ٹھہرایا ہی کذا فی فتح القدیر ومریضا او کافرا لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر بسبب وجود تکلیف کے یعنے کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہی لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق مین اسوقت کریگا جب دونون میان بیوی اسکے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی واما الطلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا فکالنکاح بزازیہ اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہی کذا فی البزازیہ یعنے جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہی اسی طرح طلاق فضولی کی بھی اسکی اجازت پر موقوف ہی اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسے تونے مجھکو اس عورت سے راحت دی یا یون کہے کہ تونے مجھپر بڑا احسان کیا کہ اس سے چھوڑا یا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اسکا باقی مہر حوالہ کرے یا اسکے سوا چار عورتون سے نکاح کرے دبناء علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد قبلت ولکن اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک خانیہ اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق مین مذکور ہوچکا یعنے ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہی اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ طلاق کا اختیار اسکو ہی جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنے زوج کے سوائے دوسرے کو طلاق کا اختیار نہین مگر جبکہ مولے نے شرط کرلیا ہو حالت عقد مین سو یون کہا ہو غلام سے کہ مین اسکا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہون اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ مین ہی اسکو مین طلاق دون جب چاہون پھر غلام کہے کہ مینے قبول کیا اور اسی طرح جب غلام نے

لہ تحریف کئے ہوئے یا بگاڑ کر بولے ہوئے [illegible]

کہا کہ جب مین اُس سے نکاح کرون تو اسکا امر تیرے ہاتھ مین ہوگا ہمیشہ تو اس شرط سے ایسا ہی ہوگا یعنے عورت کو طلاق کا اختیار ہوگا کذا فی الخانیہ والمجنون الا اذا علق عاقلا ثم جن فوجد الشرط او كان عنينا او مجبوبا او اسلمت وهو كافر وابى ابواه الاسلام فيقع الطلاق اشباه اور نہین واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جبکہ معلق کیا طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری مین پھر دیوانہ ہوگیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی اور وہ کافر ہے اور اسکے باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صورتون مین مجنون کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتون مین وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی حاشیۃ المدنی والصبی ولو مراهقا او اجازه بعد البلوغ اما لو قال اوقعته وقع لانه ابتداء ایقاع بحر وجوزه الامام احمد اور نہین واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ ہو یا لڑکپن مین طلاق دی اور اسکو بعد بلوغ کے جائز رکھے تو بھی طلاق نہوگی لیکن اگر یون کہے گا کہ مینے طلاق کو واقع کردیا تو واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ اس کلام مین ابتداءً ایقاع ہے یعنے بعد بلوغ مین واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اسمین طلاق بالفعل نہین واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق مین اسکو اہلیت طلاق کی نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوه من العته وهو اختلال فی العقل اور نہین واقع ہوتی طلاق پریشانی عقل کی لفظ معتوہ کا مشتق ہے عتہ سے یعنی خلل عقل بحر الرائق مین کہا کہ بہترین اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق مین یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نہ گالی دے بخلاف مجنون کے والمبرسم من البرسام بالكسر علة كالجنون اور نہین واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم کا مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیماری ہے مانند جنون کے اور بعض کتب طب مین ہے کہ برسام وہ گرم ورم ہے جو جگر اور انتڑیون کے درمیان والے پردے مین عارض ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے طلاق واقع نہین ہوتی والمغمی علیہ وهو لغة المغشی اور نہین طلاق واقع ہوتی جسکو غش آوے اغمی لغت مین بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ مین بھی مراد ہین منح الغفار مین کہا کہ اغما یہ کہ دماغ بلغم غلیظ بارد سے بھر جاوے اور قہستانی مین کہا کہ غشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ و حساسہ سے یہ سبب ضعف قلب کے تو غشی نیند برابر ہے بے اختیاری مین کذا فی حاشیۃ المدنی والمدهوش فتح وفي القاموس دهش تحير ودهش بيناء للمفعول فهو مدهوش وادهشه الله اور نہین واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل جاتی رہے کذا فی فتح القدیر اور قاموس مین کہا کہ دہش یعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہین ادہشہ اللہ یعنے بیہوش یا متحیر کرے اسکو اللہ خلاصہ یہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی متعمل ہے م شارح کے استاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ مین کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر مین مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہین واقع ہوتی اور اجماع ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہین پڑتی سوا مست کے کہ مست کی طلاق بنابر زجر اور توبیخ کے واقع ہوجاتی ہے تو غیر عاقل مین مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب داخل ہین اور مدہوش یہان بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے مدہوش کو یہان بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہین اور مدہوش قاموس مین بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہی خلاصہ کذا فی حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادة ولذا لا يتصف بصدق ولا كذب ولا خبر ولا انشاء اور نہین واقع ہوتی طلاق سونے والے کی بسبب نہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسی واسطے سونے والے کو صادق اور کاذب نہین بولتے اور اسکے کلام کو خبر اور انشا نہین کہتے اسواسطے کہ اسکا کلام بالقصد نہین چنانچہ کتب اصول مین یہ مصرح ہے فلو قال اجزته او اوقعته لا لانه اعاد الضمير الى غير معتبر جوهرة اور اگر سونے والے سے اسکے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سوتے ہوئے طلاق دی سو اسنے کہا کہ مینے اسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اسنے ضمیر کو اسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار کے نہین یعنے طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنے اسکو مینے واقع کردیا تو طلاق پڑجاتی ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہین پڑتی دونون مین کیا فرق ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو مین معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب قصور عقل کے اسکو لغو کردیا بخلاف نائم کے اسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہین اسواسطے کہ اسکا قصد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلك الطلاق او جعلته طلاقا وقع بحر اور اگر نائم نے کہا بعد بیداری کے کہ مینے اس طلاق کو واقع کردیا یا مینے اسکو طلاق ٹھہرادی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اسوقت مین مطلب یہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم مین صادر ہوئی تھی

اُس جنس کی طلاق بیماری میں میں نے واقع کر دی تو یہ طلاق دوسری ہوئی نوم کے سوا تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واذا ملک احدھما الآخر کلہ او بعضہ بطل النکاح اور جبکہ مالک ہوا زوج اور زوجہ میں سے ایک دوسرے کا کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو نکاح باطل ہو گیا اسواسطے کہ مالکیت منافی ہے زوجیت کی ولو حررتہ بعد ما ملکتہ فطلقہا فی العدۃ او خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ ثم خرج زوجہا کذلک مسلما فطلقہا فی العدۃ لغا الثانی وللثالث اوقعہ فیہما اور اگر زوجہ نے کہ عورت ہے اپنے زوج مملوک کو آزاد کر دیا جبکہ اسکی مالک ہوئی پھر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت میں یا عورت حربیہ نکل آئی ہماری طرف یعنے دار السلام میں آئی مسلمان ہوکر پھر اسکا زوج نکلا اسی طرح مسلمان ہوکر پھر اسنے اسکو طلاق دی عدت میں تو اس طلاق کو ابو یوسف نے لغو کہا ہے دونوں صورتوں میں اور واقع کہا ہے اسکو محمد نے دونوں میں اور فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ ملک تحریر اور دار الاسلام میں آنے سے جدائی دونوں میں ہو گئی پھر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ الدر المختار واعتبار عددہ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتوں پر ہے اور نزدیک امام شافعی کے مردوں پر ہے فطلاق حرۃ ثلث وطلاق امۃ ثنتان مطلقا تو طلاق حرہ کی تین بار ہے اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے ہر طرح سے یعنے حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اسکو تین بار طلاق ہوگی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اسکو دو بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتوں پر ہے نہ مردوں پر ویقع الطلاق بلفظ العتق بنیۃ او دلالۃ حال لا عکسہ لان الازالۃ للملک اقوی منہا للقید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرط نیت کے یا دلالت حال کے نہ بالعکس یعنے عتق طلاق کے لفظ سے نہیں واقع ہوتا اسواسطے کہ ازالۃ الملک کا قوی تر ہے ازالۃ قید سے یعنے عتق عبارت ہے ازالۃ الملک سے اور طلاق عبارت ہے ازالۃ قید نکاح سے تو عتق سے طلاق مراد ہو سکتی ہے اسواسطے کہ عتق قوی تر ہے طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف میں قوی نہیں آسکتا مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہوگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا لکھا طلاق کو یعنے زوج نے زوجہ کو یہ لکھ دیا کہ تجھکو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہے جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع ہوگی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہوتی ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقا اور اگر طلاق لکھی اس چیز پر جس پر نقش ثابت نہیں رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو کسی طرح طلاق نہ واقع ہوگی نیت طلاق کی کرے یا نہ کرے ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان کتب یا فلانۃ اذا اتاک کتابی ہذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب جوہرہ اور اگر طلاق لکھی زوج نے بطریق خط بھیجنے اور خطاب کرنے کے چنانچہ یوں لکھا کہ اے فلانی جب میرا یہ خط پہونچے تو تجھکو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہو جاویگی بمجرد خط پہونچنے کے کذا فی الجوہرہ وفی البحر کتب لامرأتہ کل امرأۃ لی غیرک وغیر فلانۃ طالق ثم محا اسم الاخیرۃ وبعثہ لم تطلق وہذا حیلۃ عجیبۃ وسیجیء ما لو استثنی بالکتابۃ بحر اور بحر الرائق میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہ لکھا جسکا مثلاً کریمہ نام ہے کہ جو عورت کہ میری ہے سوا تیرے اور سوا فلانی کے یعنے مثلاً سوا زینب کے سو مطلقہ ہے پھر پچھلی عورت کا نام مٹا ڈالا یعنے زینب کا تو زینب کو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب کو بھی کریمہ کے مانند لکھنے کے وقت مستثنیٰ کر لیا تھا گو بعد اسکے مٹا ڈالا ہے مثلاً زید کی زوجہ کریمہ تھی پھر وہ دوسرے شہر میں گیا اور وہاں زینب سے نکاح کیا یہ خبر سنکر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اسطرح سے کریمہ کو لکھا تاکہ اسکا دل خوش ہو جاوے اور زینب کو طلاق بھی نہ پڑے شارح کہتا ہے یہ حیلہ عجیب ہے کہ لکھنا بعد مٹانے کے بھی مفید ہوا اور باب التعلیق میں عنقریب آویگا جسکو مستثنیٰ کر لے کتابت سے

باب الطلاق الصریح

یہ باب ہے طلاق صریح کا صریحہ ما لم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ کطلقتک وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید قید بہا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا طلاق صریح وہ ہے جو مستعمل نہو مگر اسی میں اگرچہ فارسی زبان میں ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہے یعنے طلاق صریح عربی میں منحصر نہیں بلکہ ہر بولی میں جو لفظ ایسا ہو کہ سوائے طلاق کے اور معنی میں مستعمل نہوتا ہو وہ صریح ہے چنانچہ عربی میں طلقتک بہ تشدید لام طلاق صریح ہے یعنے میں نے تجھکو طلاق دی اور ۱۰

باب الطلاق الصریح

انت طالق اور مطلقہ یعنے تو طلاق والی ہی لفظ مطلقہ کا بتشدید لام صریح نہین کنایہ ہی اور بتخفیف لام صریح ہی شارح کہتا ہی مصنف نے طلاق صریح کی مثالون کو عورت کے خطاب سے مقید کیا پہلی مثال مین کاف ضمیر ہی اور دوسری اور تیسری مثال مین ت ہی اسواسطے کہ اگر بے خطاب یون بولیگا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یون کہا کہ نہ نکلنا بدون میرے حکم کے سو قسم اپنے قسم کھائی ہی طلاق کی پھر بعد اس کلام کے عورت نکلے تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ترک کرنے اضافت کے عورت کی طرف یعنے دونون صورتون مین طلاق کو عورت کی طرف مضاف نہین کیا تو اول صورت مین احتمال ہی کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا اسکے غیر کی اور دوسری صورت مین احتمال ہی کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کھائی یا اسکے غیر کی ہم خطاب مین بھی یہ شرط ہی کہ وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہوگی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہو چنانچہ مسائل طلاق کو مرد نے عورت کے سامنے مکرر کہا بطریق تعلیم اور مثال کے تو طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا مین نہ دیانت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویقع الطلاق بھا ای بھذہ الالفاظ وما بمعناھا من الصریح اور واقع ہوتی ہی ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو کہ ان الفاظ کے معنی رکھتا ہو از قسم صریح چنانچہ اوس نے کہا کہ شئت طلاقک یعنے مین نے تیری طلاق چاہی و رضیت طلاقک یعنی مین راضی ہوا تیری طلاق سے و اوقعت علیک طلاقک یعنی مین نے تجھپر تیری طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک وتلاک او طل ق او طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاھل وان قال تعمدتہ تخویفا لم تصدق قضاء الا اذا اشھد علیہ قبلہ بہ یفتی اور طلاق صریح مین داخل ہین یہ الفاظ محرفہ چنانچہ طلاغ عین مہملہ یا معجمہ سے یا تلاغ یعنی تے عوض طوے کے یا طلاک یعنے کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنے تے عوض طوے اور کاف عوض قاف کے چنانچہ ہند عوام تلاک ہی کہتے ہین اور تلاک بتشدید لام بھی جہان مستعمل ہی یا طل ق یعنے طلاق کو بطریق ہجے کے کہا یا طلاق باش اس لفظ کو طحطاوی نے طلاق عظیم کر تفسیر کیا اسواسطے کہ صریح عظیم ہی کنایہ سے اور مدنی نے کہا کہ یہ لفظ فارسی ہی یعنے طلاق ہو شارح کہتا ہی ان الفاظ محرفہ کے بولنے مین کچھ فرق نہین درمیان عالم اور جاہل کے یعنے عالم اور جاہل جو ان الفاظ کو عورت کی طرف خطاب کریگا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح مین داخل ہین نیت کے محتاج نہین اور اگر زوج نے کہا کہ مین نے بالقصد طلاق کو محرف کیا عورت کے ڈرانے کے واسطے تو ظاہر مین اسکی تصدیق نکیجاویگی یعنے قاضی اس عذر کو نمانیگا اگر وہ سچا ہی تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی مگر بظاہر اسوقت زوج کی تصدیق ہوگی جبکہ اسنے تخویف پر گواہ کر لیا ہو قبل اس تکلم کے اسی قول پر فتوی ہی ولو قیل لہ طلقت امرأتک فقال نعم او بلی بالھجاء طلقت بحر اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اسنے کہا نعم یا بلے ہجے کر کے یعنے نعم کے حروف کو علیحدہ علیحدہ کہا یعنے ن ع م یا بلے کے حروف کو جدا جدا کہا یعنے ب ل ی تو طلاق بدون نیت کے عورت کو ہوگی کذا فی بحر الرائق یا یہ مطلب ہی کہ ہان مین نے طلاق دی ہجے کر کے یعنے ط ل ق لیکن اس صورت مین تکرار لازم آتی ہی اسواسطے کہ طلاق ہجی کی سابق مین ہو چکی واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافھا من البائن او اکثر خلافا للشافعی او لم ینو شیئا یعنے صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہی اگرچہ اسنے ایک رجعی کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف مذہب امام شافعی کے یا طلاق صریح بول کر کچھ ارادہ نکیا تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح محتاج نیت کی نہین ہم طلاق رجعی وہ کہ جسمین تجدید نکاح کی حاجت نہین اور عورت کی رضامندی رجوع مین ضرور نہین اور اسکی عدت مین ترک زینت نہین اور ایک گھر مین زوج اور زوجہ کا عدت مین رہنا جائز ہی بخلاف طلاق بائن کے اسی واسطے علما نے کہا ہی کہ طلاق رجعی مانند قطع کے ہی اور طلاق بائن مانند قتل کے ہی ولو نوی بہ الطلاق عن وثاق دین ان لم یقرنہ بعدد ولو مکرھا صدق قضاء ایضا کما لو صرح بالوثاق او القید اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چھوڑنے کی تو اسکی دیانت پر عمل کیا جاویگا یعنے تصدیق اسکی ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اگر اسنے طلاق کو عدد کے ساتھ نہ ذکر کیا یعنے یون نکہا کہ تجھکو تین طلاق اسواسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ ہی طلاق کا نہ چھوٹنے قید کا یا زبردستی سے زوج طلاق بولا مجبور ہو کر اور قید سے چھوڑنے کا ارادہ بیان کیا تو اسکی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا کے بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کے وقت وثاق یا قید کا لفظ صریح کریگا تو ظاہر مین بھی اسکی تصدیق ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی ولو نوی طلاقھا من زوجھا الاول علی الصحیح خانیۃ اور اسی طرح ظاہر اور باطن مین تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اسکے اول زوج سے ارادہ کیا بنا بر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح مین تصدیق فقط دیانت مین ہوگی نہ قضا مین کذا فی الخانیہ ولو نوی عن العمل لم یصدق اصلا ولو صرح بہ دین فقط اور اگر نیت کی زوج نے طلقتک کو بول کر طلاق عن العمل کی یعنے کام کرانے سے مین نے تجھکو چھوڑا تو مطلقا اسکی تصدیق نکیجاوے گی نہ دیانت مین نہ قضا مین اسواسطے کہ ایسی نیت ہی کہ اسکو لفظ محتمل نہین اور اگر لفظ عن العمل کو کھول کر کہا یعنے یون بولا کہ طلقتک عن العمل تو اسکی تصدیق فقط دیانت مین ہوگی نہ قضا مین ہم بحر الرائق مین ہی

بیان رجوع طلاق [illegible]

فرق در طلاق بائن ورجعی

لہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہین تو معلوم ہوا کہ اسکے معنی کا علم شرط نہین ہوا اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کی طرف خطاب کرکے بولا تو قضا مین طلاق واقع ہوگی نہ دیانت مین اور مشائخ اوزجندی نے کہا کہ مطلقاً طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا مین نہ دیانت مین تا کہ فریب سے املاک آدمیون کی ضائع ہونے سے محفوظ رہین چنانچہ بزازیہ مین اسکی تصریح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی انت الطلاق او طلاق وانت طالق الطلاق او انت طالق طلاقا واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی یعنی بالمصدر لا ولو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری وقعتا رجعیتین لو مدخولا بہا کقولہ انت طالق انت طالق او نوی واحدۃ او ثنتین لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد او انت الطلاق یا انت طلاق مین یعنی جس ترکیب مین مصدر خبر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت طالق الطلاق مین یا انت طالق طلاقا مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک دو کی کچھ نیت نکی ہو یا ایک دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقا مین لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کریگا اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدی ہو جاویگی دوسری طلاق کا محل ہی باقی نرہا انت طالق طلاقا سے دو طلاق ایسی واقع ہونگی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہین یعنے انت طالق انت طالق سے کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہین رکھتا یعنے مصدر صیغہ خبر واحد کا اسمین کثرت کی گنجایش نہین فان نوی ثلثا فثلث لانہ فرد حکمی ولذا کان الثنتان فی الامۃ وکذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ جوہرۃ لکن جزم فی البحر انہ سہو بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ تو اگر اقوال سابقہ مین مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہین یعنے تین کل ہی طلاق کا اس سے زیادہ طلاق نہین تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسی واسطے دو طلاق لونڈی کے حق مین بمنزلہ تین طلاق کے ہین حرہ کے حق مین یعنے لونڈی کے حق مین دو طلاق کل طلاق ہی جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طالق اور مصدر سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ دو طلاق اسکے حق مین فرد حکمی ہی اور اسی طرح اس حرہ کے حق مین جسکو ایک طلاق سابق مین ہو چکی دو طلاق فرد حکمی ہی کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق مین یقین کیا ہی کہ روایت جوہرہ کی سہو ہی یعنے دو طلاق حرہ کے حق مین مصدر سے نہ واقع ہونگی ومن الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف وان لم یکن لہ امرأۃ یکون یمینا فیکفر بالحنث تصحیح القدوری اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہین کہ طلاق مجھکو لازم ہی اگر مین ایسا نکرون اور حرام مجھکو لازم ہوا اگر مین نے ایسا کیا اور مجھپر طلاق لازم ہی اگر ایسا نکرون اور مجھپر حرام لازم ہی اگر مین ایسا کام کرون تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنے عرف مین طلاق کر قسم کھانا رائج ہوگیا ہی تو انپر جاری ہونا اسکا واجب ہی اور اگر ان اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی تصحیح القدوری وکذا علی الطلاق فی ذراعی بحث اور اسی طرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہی میرے ہاتھ سے کذا فی البحر الرائق م صاحب بحر نے کہا کہ بزازیہ مین صحیح ہی کہ انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہی نہ دیانۃً تو یہ دلالت کرتا ہی کہ علی طلاق من ذراعی سے بطریق اولے طلاق واقع ہو قضاءً مقدسی نے کہا کہ یہ قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ مقیس علیہ مین عورت مخاطب ہی اور وہ محل ہی طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہی اور مدنی نے کہا کہ یہ تحقیق لائق ہی قبول کرنے کے ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ہل یقع قال البزازی المختار لا وقال الخاصی المختار نعم اور اگر یون کہا کہ تیری طلاق مجھپر ہی تو نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ احتمال بھی اسمین ہی کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہی اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنے یون کہا کہ تیری طلاق مجھپر لازم ہی یا واجب ہی یا ثابت ہی یا فرض ہی تو طلاق واجب ہوگی یا نہین بزازی نے کہا کہ قول مختار یہ ہی کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے کہا اپنے فتاوی مین کہ قول مختار یہ ہی کہ ہان واقع ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ واجب مین واقع ہوگی نہ اور الفاظ مین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال طلقک اللہ ہل یفتقر لنیتہ قال الکمال الحق نعم اور اگر یون کہا کہ خدا تجھکو طلاق دے کیا اس کلام مین نیت طلاق کی حاجت ہی یا نہین کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہ ہی کہ ہان نیت کی حاجت ہی یعنے بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ یہ کلام بطریق بددعا کے ہو ولو قال لہا کونی طالقا او اطلقی او یا مطلقۃ بالتشدید وقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو یا یون کہا کہ او مطلقہ بہ تشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طالِ بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم ولو انت طالِ بالکسر وقع لا توقف علی النیۃ کما لو تہجی بہ او بالعتق لہ

اور اسی طرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت کے اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا طال لام کو زیر کرکے اور پیش دیکر اسواسطے کہ طال ترخیم ہے یا طالق کی یا زوجہ سے کہا انت طال رے کو زیر دیکر یعنے تو طالق ہے تو بھی طلاق بلا نیت واقع ہوگی اور اگر انت طال میں لام کو زبر دیکر یا پیش دیکر کہا تو طلاق موقوف ہوگی نیت پر یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی بنا بجہ طلاق نیت پر موقوف ہے اگر اسکے حرف جدا جدا کرکے جیسے انت طا ل ق یا لفظ عتق کو علحدہ علحدہ کاٹ کر لے جیسے انت ع ت ق یعنے تو حرہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی م شارح نے بیان تہجی طلاق کو کنایات میں داخل کیا اور سابق میں اسکو صریح میں شمار کرچکا ہے اسواسطے کہ تہجی طلاق میں روایت مختلف ہے خانیہ میں مصرح ہے کہ تہجی طلاق کی صریح میں داخل ہے نیت کی حاجت نہیں اور بدائع میں مذکور ہے کہ تہجی طلاق کی کنایات میں داخل ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی شارح نے اول بطور خانیہ کے بیان کیا اور یہاں بطور بدائع کے کذا فی الطحطاوی والمدنی وفی البحر عن التصحیح الصحیح عدم الوقوع بوهبتك طلاقك ونحوه ۔ اور نہر الفائق میں تصحیح قدوری سے منقول ہے کہ طلاق کا واقع نہونا صحیح قول ہے اسی کلام سے کہ یعنے تجھکو تیری طلاق بخشی اور مانند اس کلام کے چنانچہ اودعتك طلاقك یعنی تیری طلاق تیرے پاس ودیعت رکھی اور تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنے بنا بر قول صحیح کے لفظ ہبہ اور ودیعت اور رہن سے طلاق نہیں واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اضاف الطلاق الیها کانت طالق او الی ما یعبر به عنها کالرقبة والعنق والروح والبدن والجسد لا الاطراف داخلة فی الجسد دون البدن والفرج والوجه والرأس وکذا الاست دون البضع والدبر والدم علی المختار خلاصه او اضاف الی جزء شائع منها کنصفها او ثلثها وقع لعدم تجزیه ۔ اور جب طلاق منسوب کی عورت کی طرف چنانچہ یوں کہا کہ تو طالق ہے یا نسبت کی طلاق کی طرف اوس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ و عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد او فرج او چہرہ اور سر اور اسی طرح است یعنے چوتڑ یعنے یوں کہا کہ تیری گردن یا روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونوں کو اسواسطے ذکر کیا کہ ہاتھ پانوں سر جسد میں داخل ہیں نہ بدن میں نہ لفظ بضع اور دبر اور خون بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یعنے اگر لفظ بضع کا مرادف ہے فرج کے اور دبر مرادف ہے است کے لیکن ان الفاظ کل آدمی کی تعبیر نہیں واقع ہوتی یا نسبت کیا طلاق کو عورت کے جزء شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینوں صورتوں میں طلاق واقع ہوگی نصف اور ثلث کے کی نسبت سے اسواسطے طلاق ہوگی کہ طلاق میں تقسیم نہیں کہ اسمیں نصف یا ثلث یا عشر کی گنجائش ہو خلاصہ یہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہوئی یا جزء معین کی طرف نسبت ہوئی جو جزء کہ بجائے کل کے مستعمل ہوتا ہے یا جزء غیر معین چنانچہ نصف یا ثلث کی طرف نسبت ہوئی تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہوجاویگی ولو قال نصفك الاعلی طالق واحدة ونصفك الاسفل ثنتین تحیر بخاری فافتی بعضهم بطلقة وبعضهم بثلث عملا بالاضافتین خلاصہ ۔ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ تیرے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہے اور تیرے نیچے کے آدھے جسم کو دو طلاق ہیں یہ صورت واقع ہوئی تھی بخارا میں اور متقدمین سے اسمیں کچھ روایت نہ تھی تو بعضے فقہا نے ایک طلاق کا فتوی دیا اسواسطے کہ نصف اعلی میں سر داخل ہے اور سر بجائے کل کے واقع ہوتا ہے تو کل پر ایک طلاق واقع ہوگئی اور نصف اسفل میں اگرچہ فرج داخل ہے اور وہ بھی بجائے کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب اسفل اعلی میں مندرج ہوچکا تو اسکا کچھ اثر باقی نہ رہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہوگئی اور بعضے فقہا نے تین طلاق کا فتوی دیا دونوں نسبتوں پر عمل کرکے کذا فی الخلاصہ واذا قال الرقبة منك او الوجه او وضع یده علی الرأس او العنق او الوجه وقال هذا العضو طالق لم یقع فی الاصح لانه لم یجعله عبارة عن الکل بل عن البعض حتی لو لم یضع یده بل قال هذا الرأس طالق واشار الی راسها وقع فی الاصح ولو نوی تخصیص العضو ینبغی ان یدین فتح ۔ اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا رکھا اپنا ہاتھ سر پر یا گردن پر یا چہرہ پر اور کہا کہ اس عضو کو طلاق ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اسنے گردن اور منہ اور سر کو بجائے کل جسم مراد نہ رکھا بلکہ بسبب من تبعیضیہ اور ہاتھ رکھنے کے اور اشارہ کرنے کے بعض کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اگر ہاتھ نہ رکھتا بلکہ یوں کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کی طرف تو طلاق واقع ہوجاتی قول اصح میں اور اگر مثلہ مسالہ یعنے راسک طالق ورقبتک طالق میں تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکھی تو لائق ہے کہ باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق کیجاوے نہ باعتبار قضا کے کذا فی فتح القدیر لیکن یہ اُس صورت میں ہے کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف میں مشہور اور رائج ہو اور اگر رواج اسکا نہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بھی اسکی تصدیق ہوگی چنانچہ بحر الرائق سے یہ مطلب مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لا یقع لو اضافه الی الید الا بطریق المجاز والرجل والدبر والشعر والانف والساق

والفخذ والظهر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن هو الريق والعرق وكذا الثدي والدم جوهرة لانه لا يعبر بها عن الجملة فلو عبر قوم بها عنها وقع چنانچہ طلاق واقع نہیں ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھ کی طرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہیں واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف بالون کے اور ناخن کے اور ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور منھ کے اور سینہ کے اور ٹھوڑی کے اور دانت کے اور رال کے اور پسینہ کے اور اسی طرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرۃ ان اعضا کی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی اسواسطے کہ ان اعضا سے کل جسم کی تعبیر نہیں ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف میں ان اعضا سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وكذا كل ما كان سببا لحرمة لا لحل اتفاقا اور اسی طرح جو اسباب کہ حرمت کے ہیں نہ حلت کے انکا یہی حکم ہے بالاتفاق جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب جیسے نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت کی یا اس عضو کی کہ جو بجا کل مستعمل ہوتا ہے یعنی سر اور گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث سے کی تو ایلا اور ظہار واقع ہوگی اور ہاتھ پاؤن کی طرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کی طرف نسبت کرنے سے صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقة ولو من الف جزء تطليقة لعدم التجزي اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزاروان حصہ ہو ایک طلاق دینے کے برابر ہے بسبب عدم قسمت پذیری کے یعنی طلاق الیسی قسمت کے نہیں تو اسکا جز اگرچہ نہایت قلیل ہو بجا کل کے ہے مثلا اگر کوئی کہے کہ میں نے ایک طلاق کا ہزاروان یا لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخرى وهكذا اور اگر زیادہ ہون اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقة وثلثيها یعنی تجھکو آدھی طلاق ہے اور دو تہائیان اسکی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ ایک طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہوگیا مالم يقل نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة فيقع الثلث حکم سابق اسوقت تک ہے جبتک یون نہیں کہا کہ نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنے ہرچند نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہوئی لیکن لفظ طلقة کا نکرہ ہے تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عربی کا یہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہے اول کا تو بسبب مغایرت کے تین طلاقین ٹھہر گئیں بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدة اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عطف کے بولا مثلا یون کہا کہ انت طالق نصف طلقة ثلث طلقة سدس طلقة تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ ساقط ہو جاتا ہے نسبت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقة ونصفها فثنتان على المختار جوهرة اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے اور نصف اسکا تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرۃ وكذا لو كان مكان السدس ربعا فثنتان على المختار وقيل واحدة قهستاني اور اسی طرح اگر مثال سابق مین بجا سدس کے ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف مین ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے اس مقام مین دو خطائین واقع ہوئین ایک نقل مین دوسری حکم مین نقل مین یہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اسنے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط مین نہین چنانچہ فتاوی ہندی یعنے عالمگیری مین محیط کی عبارت منقول ہے اور حکم مین یہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة مین بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق واقع ہوئین تو انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وربع طلقة مین بطریق اولی تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی وسيجيء ان استثناء بعض التطليق لغو بخلاف ايقاعه اور عنقریب باب التعلیق مین آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع طلاق کے یعنے اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا نصف طلقة تو امام محمدؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہین بخلاف ایقاع کے کہ اسمین بعض طلاق لغو نہین ہوتی یعنے اگر یون کہے گا کہ تجھکو ایک طلاق اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع ہونگی ويقع بقوله من واحدة الى ثنتين او ما بين واحدة الى ثنتين واحدة اور ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے دو تک یا یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے مابین ایک کے دو تک وبقوله من واحدة او ما بين واحدة الى ثلث ثنتان الاصل فيما اصله الحظر دخول الغاية الاولى فقط عند الامام وفيما مرجعه الاباحة كخذ من مالي من مائة الى الف الغايتين اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین ایک کے تین تک واقع ہونگی دو طلاق شارح کہتا ہے قاعدہ کلیہ ان مسائل کا جنمین اصل منع ہے یعنے ضرورت مباح نہین یہ ہے کہ انمین فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے

نزدیک امام اعظم کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق مین اصل منع ہی اسواسطے اسمین دوسری حد یعنی دو اور تین کا اعتبار نہوا فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل جنکا مرجع اور اصل اباحت ہی چنانچہ یہ مثال کسیطرح مال ہے سو سے ہزار تک تو اسمین دونون حدین یعنی سو اور ہزار داخل ہونگی باتفاق امام و صاحبین کے ویقع بثلثة انصاف طلقتین ثلث وقیل ثنتان اور واقع ہونگے دو طلاق کے تین آدھون سے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہی کہ دو طلاق واقع ہونگے وبثلثة انصاف طلقة او نصفی طلقتین طلقتان وقیل ثلث والاول اصح اور واقع ہونگے ایک طلاق کے تین آدھون سے اور دو طلاق کے دو آدھون سے دو طلاق اور قول ضعیف مین تین طلاق اور پہلا قول اصح ہی یعنی دو طلاق کا وبواحدة فی ثنتین واحدة ان لم ینو او نوی الضرب لانہ یکثر الاجزاء لا الافراد اور اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق ہی دو طلاق مین ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب عدد کی نیت نہ کی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو مین یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نہ کی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ضرب اجزا کو بڑھاتی ہی نہ افراد عدد کو فتح القدیر مین اس قول کو مسلم نہین رکھا کذا فی حاشیة المدنی وان نوی واحدة وثنتین فثلث لو مدخولا بہا اور اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی واحدة فی ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہوگی وفی غیر المدخولة واحدة کقولہ لہا واحدة وثنتین لانہ لم یبق للثنتین محل اور زوجہ غیر مدخولہ مین ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول مین کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجکو ایک اور دو طلاق ہین تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہو گئی تو طلاق کا محل باقی نرہا وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا اور اگر نیت کی ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدة فی ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی مع کے استعمال کیا تو ہر صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مطلقا خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اسواسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہی ویقع بثنتین فی ثنتین ولو بنیة الضرب ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع فکما مر اور واقع ہونگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہین دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو اسواسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے ہین نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنی واو یا مع کی نیت کی سو اسکا حکم ویسا ہی ہی جیسا کہ گذر گیا یعنے اگر طلقتک ثنتین فی ثنتین مین فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون کو تین طلاق واقع ہونگی وبقولہ من ہنا الی الشام واحدة رجعیة ما لم یصفہا بطول او کبر فبائنة اور واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی یہان سے شام تک ایک طلاق رجعی بشرطیکہ طلاق کو طول اور بزرگی کے ساتھ موصوف نہین کیا اور اگر طول اور بزرگی کے ساتھ متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہوگی وانت طالق بمکة او فی مکة او فی الدار او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقولہ انت طالق مریضة او مصلیة او انت مریضة او انت مصلین اور یہ قول کہ انت طالق بمکة او فی مکة یعنی تجھکو طلاق ہی مکہ مین یا گھر مین یا سایہ مین یا دھوپ مین یا ایسے کپڑے مین تنجیز ہی طلاق کی یعنے اس قول سے بالفعل طلاق پڑ جاتی ہی دخول مکہ اور گھر پر اور سایہ اور دھوپ پر موقوف نہین چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑ جاتی ہی کہ تجھکو طلاق ہی حالت بیماری اور نماز خوانی مین خواہ بیمار ہو یا نہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اسواسطے کہ طلاق کو مرض اور نماز اور اسیطرح سایہ اور دھوپ سے کچھ خصوصیت نہین ویصدق فی الکل دیانة لا قضاء اور تصدیق کیجاویگی زوج کی ان مثالون مین باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے لو قال عنیت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا مرضت ونحو ذلک فیتعلق بہ کقولہ الی سنة او الی رأس الشہر او الی الشتاء اور اگر کہا زوج نے کہ مین نے انت طالق فی الدار مین انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا ہی وانت طالق فی ثوب مین انت طالق اذا لبست کا وانت طالق مریضة مین انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسیطرح بعضے اقوال مین تو طلاق معلق ہوگی اسی شرط سے یعنے بدون دخول دار اور وجود مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ یہ قول کہ تجھکو طلاق ہی ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنے بدون سال گذر جانے اور بدون سرما آنے کے طلاق نہ واقع ہوگی واذا دخلت مکة تعلیق اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہی جبکہ تو مکہ مین داخل ہوگی یہ تعلیق ہی حقیقت مین یعنے بدون دخول مکہ کے طلاق نہ واقع ہوگی وکذا فی دخولک الدار وکذا فی لبسک ثوب کذا او فی صلوتک وصومک لان الظرف یشبہ الشرط اور اسیطرح یہ قول تعلیق ہی کہ تجھکو طلاق ہی تیرے گھر داخل ہونے مین اور اسیطرح تجھکو طلاق ہی تیرے ایسے کپڑا پہننے مین یا تجھکو طلاق ہی تیری نماز مین اور روزہ مین ان اقوال کے تعلیق مین داخل ہین اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہی شرط کے باعتبار جمعیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہین ہوتا جیسے شرط

بدون شرط کے نہین ہوتا او قال لدخولك الدار او لحیضتك تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے کے تیرے گھر مین یا بسبب تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول دار اور حیض پر موقوف نہین ولو بالباء تعلیق اور اگر بجاے لام کے باے موحدہ بولا یعنی یون کہا کہ انت طالق بدخولک الدار او بحیضتک تو یہ قول تعلیق ہے یعنی دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضتك وھی حائض تعلق بحیض اخری اور اگر اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیض مین ایسے حال کہ اسکو حیض موجود ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی یہان تک کہ اسکو دوسری بار حیض آوے وفی حیضتك تعلق بتحیض وتطہر اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیضۃ مین یعنی ایکبار حیض آنے مین تو وہ مطلقہ نہوگی یہانتک کہ اسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہوجاوے اسواسطے کہ حیضۃ حیض کامل کو کہتے ہین اور کمال حیض بدون طہر کے نہین خلاصہ یہ کہ اگر حیض بدون تے کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر تے کو اسمین ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر پر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز وفی مجیٔ ثلثۃ ایام تعلیق بمجیٔ اسم الثالث منہا یوم حلفہ لان الشرط تعتبر فی المستقبل اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دن مین فی الحال طلاق ہوگی اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دن کے آنے مین تعلیق ہے طلاق کی تیسرے دن کے آنے پر سواے اس دن کے جسمین کلام کیا اسواسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل مین ہے نہ ماضی مین اور آنا دن کا ابتداے یوم سے ہوتا ہے حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا اسواسطے اسدن کو شمار سے نکال ڈالا ویوم القیمۃ لغو اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنے اس کلام سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہین وقبلہ تنجیز اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی وفی طلق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولك الدار وقع حسنۃ تنجیز وان نصبھا تعلیق اور اس قول مین کہ انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع مین صفت ہوگی عورت کی تو فاصل ہوئی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار بعد کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور جبکہ نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل نہوئی تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی وتسأل الکسائی محمدا عمن قال لامرأتہ شعر فان ترفقی یا ھند فالرفق ایمن ۔ وان تخرقی یا ھند فالخرق اشأم ۔ فانت طلاق والطلاق عزیمۃ ثلث ومن یخرق اعق واظلم ۔ کم یقع فقال ان رفع ثلثا فواحدۃ وان نصبھا فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقنا علی الملتقی اور سوال کیا کسائی نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے اور اگر سختی اور بدمزاجی کریگی اے ہند تو سختی نامبارک ہے سو مطلقہ ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنے ادا واجب ہے تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہے وہ نافرمان و ظالم تر ہے کسائی نے پوچھا کہ اس کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمد نے جواب دیا کہ اگر اسنے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر اسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح نے کہا اور پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب اور ہماری شرح مین ہے جو ملتقی پر ہے جب لفظ ثلث مرفوع ہوگا تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب ثلثا منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین مذکور ہے کہ ہارون رشید نے یہ سوال امام ابو یوسف سے کیا انکو جواب آیا کسائی سے دریافت کرکے جواب دیا بحر الرائق مین کہا کہ یہ حکایت غلط ہے اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد کی ایک یہ بھی ہے کہ معرفت کامل عربیت کی ہو اور یہ نقل اہل درایت کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط مین مذکور ہے کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی مین بھی یون ہی مذکور ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کردی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح اور اس قول کہ تو طالق ہے کل یا کل مین تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیۃ العصر ای اخر النہار قضاء وصدق فیہما دیانۃ ومثلہ انت طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی مین یعنے انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کیجاویگی متکلم کے دونون قولون مین باعتبار دیانت کے اور مانند اسکے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھ نیت نہ کی تو آخر رجب بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضاءً قول ثانی مین صحیح ہوگی اور دیانۃ دونون مین تصدیق ہوگی وفی انت طالق الیوم غدا وغدا الیوم اعتبر اللفظ الاول

اور اس قول مین کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا تو اول قول مین آج طلاق ہوگی اور ثانی قول مین کل ہوگی ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدۃ وفی الثانی ثنتان اور اگر مثال سابق مین عطف واو کرکے کیا یعنی یون کہا کہ انت طالق الیوم وغدًا یا انت طالق غدًا والیوم تو قول اول مین ایک طلاق ہوگی یعنی الیوم وغدًا مین اور قول ثانی مین دو طلاق ہونگی یعنی غدًا والیوم مین کقولہ انتِ طالقٌ باللیل والنهار او النهار واولہ وآخرہ وعکسہ والیوم ورأس الشهر چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق باللیل والنهار اگر یہ قول دن کو کہا تو دوبار طلاق ہوگی اور اگر یون کہا انت طالق بالنهار واللیل تو ایکبار واقع ہوگی اور اگر رات کو یہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یون کہا کہ انت طالق اول النهار وآخرہ سو اگر یہ قول اول روز کہا تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اول روز یون کہا کہ انت طالق آخر النهار واولہ تو دوبار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز مین یون کہا کہ انت طالق اول النهار وآخرہ تو دوبار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یون کہا کہ انت طالق آخر النهار واولہ تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسیطرح عکس اسکا یعنی عکس باللیل والنهار کا بالنهار واللیل اور عکس اول النهار وآخرہ کا آخر النهار واولہ چنانچہ اسکا حکم بھی متصل مذکور ہوچکا یا یون متکلم بولا کہ انت طالق الیوم ورأس الشهر تو اگر یہ کلام دن مین کہا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر شروع مہینہ مین کہا تو دوبار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انہ متی اضاف الطلاق لوقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان بدأ بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد اور قاعدۂ کلیہ امثلۂ سابقہ مین یہ ہے کہ جب مضاف کیا طلاق کو دو وقت کیطرف کہ ایک اُنمین ماضی ہے اور دوسرا مستقبل اور دونون وقتون کے درمیان مین حرف عطف کا ڈالا سو اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونون وقت متحد ہونگے اس صورت مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی چنانچہ انتِ طالق الیوم وغدًا مین اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اور کثرت ہوگی یعنے دوبار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انتِ طالق غدًا والیوم مین وفی انتِ طالقٌ الیوم واذا جاء غدٌ وانتِ طالقٌ لا بل غدًا طلقت واحدۃً للحال واخری فی الغد اور اس قول مین کہ تو طالق ہے آج اور جبکہ کل آویگا یا یون کہا کہ تو طالق ہے نہین بلکہ کل طالق ہے تو اسکو ایکبار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی مین متکلم نے تلفظ لا و بل سے نفی کلام سابق کی ارادہ سو ابطال انجز کا ممکن نہین انتِ طالقٌ واحدۃً ولا او مع موتی او مع موتک لغو اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلاضافتہ لحالۃ منافیۃ للایقاع او للوقوع تو طالق ہے ایکبار یا کہ طالق نہین یا یون کہنا تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہ دونون قول لغو ہین یعنی ایسے کلام سے طلاق نہین ہوتی پہلا قول تو اسواسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا اُسمین واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اُسمین طلاق مضاف ہے اُس حالت کیطرف جو مخالف ہے ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اُس حالت مین اُسکو اہلیت طلاق دینے کی نہین اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع طلاق کی کہ اُس حالت مین محل طلاق باقی نہین کذا انت طالقٌ قبل ان اتزوجک او امس وقد نکحہا الیوم اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ تو طالق ہے قبل اسکے کہ مین تیرے ساتھ نکاح کرون یا یون کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہوچکا اور حالانکہ نکاح کیا اُس عورت سے آج یہ دونون قول اسواسطے لغو ہوئے کہ طلاق کو اُس وقت کیطرف مضاف کیا جبکہ اُسکو ملکیت طلاق کی نہ تھی اسواسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبل امس وقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنے پرسون نکاح کیا تھا اور پھر یون کہا کہ انت طالق امس تو وقت تکلم کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امس والیوم تعدد وعکسہ اتحد وقیل بعکسہ اور اگر کہا کہ انت طالق امس والیوم تو دوبار طلاق ہوگی یا بالعکس اسکے کہا یعنے یون کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علمانے اسکے بالعکس کہا یعنے اول صورت مین ایکبار اور دوسری صورت مین دوبار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق ہے قاعدۂ سابقہ کے یعنے اگر ماضی مقدم ہے استقبال پر تو اتحاد ہوگا اور استقبال مقدم ہے ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحلبی او انت طالقٌ قبل ان اخلق او قبل ان تخلقی او طلقتک وانا صبیٌ او نائمٌ او مجنونٌ وکان معہودًا کان لغوًا یا یون کہا کہ تو طالق ہے قبل میری پیدایش کے یا قبل تیری پیدایش کے یا یون کہا کہ مین نے تجکو

[illegible]

طلاق واحد ہوگی اور مخالف اسکا ہی قول شارح کا اسی صفحہ کے آخر مین اور الخ جو بعد دال کے ہو دو [illegible] مین [illegible] ۱۲ منہ

طلاق دی جبکہ مین لڑکا تھا یا جبکہ مین سوتا تھا یا جبکہ مین دیوانہ تھا اور حالانکہ اسکا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہین ایقاع طلاق کے بخلاف قوله انت حرٌ قبل ان اشتریک او انت حر امس وقد اشتراہ الیوم فانہ یعتق کما لو اقر بعتقہ ثم اشتراہ لاقرارہ بحریتہ برخلاف حکم سابق کے ہے یہ قول کہ تو آزاد ہے قبل اسکے کہ مین تجھکو خرید کرون یا یون کہا کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اسکو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ ازادی ایقاع اور وقوع کی محتاج نہین احتمال ہے کہ اسکو اوسشخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اسطرح بھی آزاد ہوجاویگا اگر اقرار کیا ایک شخص نے کسی کے غلام کے حق مین کہ یہ آزاد ہے پھر اسکو خرید کیا ان تینون صورتون مین ازادی ثابت ہوگی بسبب اقرار کرنے قائل کے اسکی ازادی کا انت طالق قبل موتی بشہرین او اکثر فمات قبل مضیھا شہرین لم تطلق لانتفاء الشرط وان مات بعدہ طلقت مستندا لاول المدۃ لا عند الموت فائدتہ انہ لا میراث لہا لان العدۃ قد تنقضی بشہرین بثلاث حیض تو طالق ہے میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہ اس مدت سے زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب نپائے جانے شرط کے اور اگر زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال باستناد اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہے کہ عورت کو میراث زوج کی نملے گی اسواسطے کہ عدت اسکی منقضی ہوجاتی ہے دو مہینے مین تین حیض ہوکر م مصنف اور شارح نے اس مقام مین قول ضعیف کو پسند کیا ہے باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہ ہے کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطے کہ حق میراث مین استناد ظاہر نہین ہوتا کیونکہ اسمین ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور بحر مین تصریح ہے کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق کل یوم او کل جمعۃ او راس کل شہر ولا نیۃ لہ تقع واحدۃ فان نواہ کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم یقع ثلث فی ایام ثلث والاصل انہ متی ترک کلمۃ الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور زوج کے ان اقوال مین کچھ نیت نہین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اسنے یون کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن مین یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ یا کہا کہ تو طالق ہے نزدیک ہر دن کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن ہوچکے تو ان صورتون مین تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن مین اور قاعدہ کلیہ تین طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونے کا ان مثالون مین یہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا متروک ہوگا کلام مین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال مین لفظ فی او مع او عند ہے وفی الخلاصۃ انت طالق مع کل یوم تطلیقۃ وقع ثلث فی الحال او خلاصہ مین ہے کہ اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ ایک طلاق گر تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال م روایت خلاصہ کی مخالف ہے شارح کے قول کے اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم مین تین طلاق تین دن مین واقع ہونگی اور خلاصہ مین فی الحال واقع کہا اور دونون کلامون مین سوائے مفعول مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہین ہوتا او شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ مین یون عبارت ہے کہ انت طالق مع کل تطلیقۃ یعنے اسمین لفظ یوم کا نہین تو یہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت مین تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ بحر الرائق مین تحریف واقع ہوگئی او مصنف اور شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی قال اطولکما عمراً طالق الآن لا تطلق حتی تموت احداہما فتطلق الاخری لوجود شرط حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو مین بڑی عمر والی کو طلاق ہے اسوقت تو کسی کو طلاق نہوگی یہان تک کہ ایک انمین سے مرجاوے پھر جب ایک مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اسوقت یعنے جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت ہوئی م شیخ رحمتی نے کہا کہ طول عمر ان دونون عورتون کے مرجانے کے ثابت نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہے کہ چالیس برس کی ہو اور جو زندہ رہی شاید اسکی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوع مین بعد حینئذ کے لفظ مسندا کا بھی مرقوم ہے قال انت طالق قبل قدوم زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصراً کہا زوج نے کہ تو طالق ہے زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینہ کے پھر زید آیا بعد مہینے کے

تو طلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے۔ مصنف نے طلاق قبل موت میں استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم میں اقتصار کو ذکر کیا تو ہو سکے شارح نے اسناد اور اقتصار کو
اگلے قول میں صریح کیا اعلم ان طریق ثبوت الاحکام اربعۃ الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم کر کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے ہیں
ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورۃ ما لیس بعلۃ علۃ کالتعلیق سو انقلاب یہ ہے کہ جو چیز علت نہیں ہو واقع میں ہو
علت ہو جاوے جیسے تعلیق مثلاً یوں کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تجھکو طلاق ہے سو دخول دار واقع میں طلاق کی علت نہیں وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے
علت ہو گیا طلاق کی یعنی بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہوگی اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنے دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم فی الحال
اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال جیسا کہ انشاء عقود مثل بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو بمجرد ایجاب و قبول کے بیع اور نکاح ثابت ہوجاتا ہے
والاستناد ثبوتہ فی الحال مستنداً الی ما قبلہ بشرط بقاء المحل کل المدۃ کلزوم الزکوٰۃ حین الحولان مستنداً لوجود النصاب اور استناد
عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال یعنے ماقبل کیطرف مستند ہوکر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت میں جیسے لازم ہونا زکوٰۃ کا سال تمام ہونے کے وقت باعتبار وجود
نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوٰۃ بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار ماقبل کے یعنے حولان حول کے (برس دن گذرنیکے ۱۲) بشرط باقی رہنے مال کے اول سے آخر تک کیونکہ اگر درمیان سال کے کم ہو جاوے
والتبیین ان یظھر فی الحال تقدم الحکم کقولہ ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجودہ فیھا تطلق من حین القول فتعتد منہ
اور تبیین یہ ہے کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنے اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا یہ قول کہ اگر زید گھر میں ہو گا تو تجھکو طلاق ہے اور کل ظاہر ہوا ہونا
زید کا گھر میں یعنی دوسرے دن ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر میں موجود تھا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے اور اسی وقت سے اسکی عدت ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت
حکم تین حال سے خالی نہیں یعنے زمانہ مستقبل میں ہے یا زمانہ حال میں یا زمانہ ماضی میں تو اگر زمانہ استقبال میں ہے بطور تعلیق کے تو اسکو انقلاب کہتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے
بلا استناد سابق تو اسکو اقتصار بولتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے ماقبل سے مستند ہوکر تو اسکو استناد کہتے ہیں اور اگر بہ نسبت علم کے زمانہ ماضی میں ہے تو اسکو تبیین بولتے ہیں

ف طرق ثبوت احکام شرعیہ کے چار ہیں ۱۲

انت طالق ما لم اطلقک او متی لم اطلقک او متی ما لم اطلقک وسکت طلقت للحال بسکوتہ اگر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے مادامیکہ
تجھکو طلاق نہ دوں یا جب تک کہ میں تجھکو طلاق نہ دوں یا تاوقتیکہ تجھکو طلاق نہ دوں اور یہ کلام کرکے زوج ساکت ہوگیا تو عورت فی الحال مطلقہ ہوگی بسبب سکوت کے
اسواسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے اور اسیطرح کلمہ ما کا مصدریہ قائم مقام ظرف کے اگرچہ بمعنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا اتفاق ہے کہ وہ یہاں بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہ
ان مثالوں میں طلاق کی اضافت ہوئی ہے اوس زمانہ کیطرف جو طلاق منکوحہ سے خالی ہے پھر جب اسنے سکوت کیا تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہوگی کذا
فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفی ان لم اطلقک لا تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی یموت احدھما قبلہ ای تطلیقھا فتطلق قبیل الموت لتحقق الشرط
بیکوت اور اس قول میں کہ تو طالق ہے اگر میں تجھکو طلاق نہ دوں عورت مطلقہ نہوگی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہانتک کہ کوئی ان دونوں میں سے
قبل طلاق دینے زوج کے مرجائے پھر جب ایک کوئی مرگیا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب تر بسبب پائے جانے شرط کے یعنے عدم طلاق کے پھر اگر زوج اول
مریگا تو وارث ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کے فار کا بیان آگے آویگا واذا ما واذا بلا نیۃ مثل ان عندہ ومثل متی عندھما وقد مر حکمھا
اور کلمہ اذا ما کا اور اذا کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک صاحبین کے اور دونوں کا یعنے ان اور متی کا
حکم عنقریب مذکور ہوچکا یعنے جب اذا ما اور اذا بمعنی ان کے ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی تاوقتیکہ کوئی زوجین میں سے مرے اور جب بمعنی متی کے ہونگے
تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہوگی ولو نوی الوقت او الشرط اعتبرت نیتہ اتفاقاً ما لم تقم قرینۃ الفور فعلی الفور
اور اگر نیت کی زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اسکی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جبتک کہ قرینہ فی الفور کا قائم نہو اور اگر فی الفور کا قرینہ
قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہوگی قرینہ فی الفور کا یہ کہ عورت نے کہا کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا کہ انت طالق اذا لم اطلقک تو

فی الفور طلاق واقع ہوگی (وفی قوله انت طالق مالم اطلقك انت طالق تم الوصل بقوله مالم اطلقك طلقت بالجزء الاخير) فقط استحسانًا
اور اس قول میں کہ انتِ طالق مالم اطلقک انتِ طالق یعنے زوج نے انت طالق کو اپنے قول مالم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پچھلے قول منجز سے باعتبا
استحسان کے یعنے آخر قول انتِ طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہیں طلاق واقع ہوگی اور اگر انتِ طالق کو مالم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نکیا تو منجز اور معلق دونوں
واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی عن البحر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا (قال ان لم اطلقك اليوم ثلثا فانت طالق فحيلته ان يطلقها على الف
ولا تقبل المرأة فان مضى اليوم لا تطلق به يفتى خانية لان التطليق المقيد يدخل تحت المطلق) کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر میں آج
تجھکو تین طلاق نہ دوں تو تجھکو طلاق ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونے کا یہ ہے کہ اسکو طلاق دی بعوض ہزار کے یعنے یوں کہے کہ میں نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی
کے اور عورت ہزار اشرفی دینا نہ قبول کرے پھر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ والخلاصۃ والمحیط اسواسطے کہ تطلیق مقید داخل ہے
تطلیق مطلق کے تحت میں یعنی ہرچند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق
میں داخل ہے اسواسطے طلاق نہ واقع ہوگی (انت طالق يوم اتزوجك فنكحها ليلا حنث بخلاف الامر باليد امرك بيدك يوم يقدم زيد فقدم ليلا لم
يتخير ولو نهارًا بقي للمخير) کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جس دن کہ میں تجھسے نکاح کروں پھر نکاح کیا اُس سے رات میں تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول میں بمعنی مطلق وقت کے ہے جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنے زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یعنی تجھکو
طلاق کا اختیار ہے جس دن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن میں زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہیگا اسی دن کے
غروب تک (والاصل ان اليوم متى قرن بفعل يستوعب المدة يراد به النهار كالامر باليد فانه يصح جعله بيدها يومًا او شهرًا ومتى
قرن بفعل لا يستوعبها يراد به مطلق الوقت كايقاع الطلاق فانه لو قال طلقتك شهرًا كان ذكر المدة لغوًا وتطلق للحال
اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہو طلاق اور امر بالید میں یہ ہے کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ پورا امر لے تمام مدت کو تو وہاں یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے
کہ اسکو عورت کے اختیار میں دینا ایک دن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسیطرح ہے سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم میں ممتد ہو سکتا ہے اور جبکہ یوم مقرون ہو اُس فعل سے کہ کل
مدت میں ممتد نہو سکے تو وہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہے لیل اور نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور اعتاق سو اگر کہے گا کہ میں نے تجھکو
طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہیں (انا منك طالق او بري ليس بشيء ولو نوى
به الطلاق) اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ میں تجھ سے طالق ہوں یا کہ میں تجھ سے بری ہوں تو یہ قول کچھ نہیں اگرچہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی
اسواسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جبکہ اضافت طلاق کی مرد کیطرف ہوئی تو بے موقع ہوئی تو لغو ہوگی (وتبين في البائن والحرام اي انا منك بائن او انا عليك
حرام ان نوى لان الابانة لازالة الوصلة والتحريم لازالة الحل وهما مشتركان فتصح اضافتهما اليه حتى لو لم يقل منك او عليك لم يقع
اور جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام میں یعنے اگر عورت سے کہا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یعنے جدا ہوں یا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت کرے اسواسطے
کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونوں یعنی ازالہ اتصال نکاح اور
ازالہ حلت مشترک ہیں درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کیطرف زوج کے یہان تک کہ اگر نہ کہیگا لفظ منک اور علیک کا تو طلاق نہ واقع
ہوگی اسواسطے کہ اسمیں عورت کیطرف خطاب نہیں تو احتمال ہے کہ دوسری زوجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو (بخلاف انت بائن او حرام حيث يقع اذا نوى وان لم
يقل مني) بخلاف اس قول کے کہ انتِ بائن او حرام یعنے تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جبکہ زوج نیت طلاق کی کرے اگرچہ
لفظ منی کا نہ کہے یعنے اگرچہ یوں نہ کہے کہ تو جدا ہے مجھ سے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانۃ الاکمل کی عبارت کو رد کیا جسمیں یون ہے

ف یوم سے نہار اور دونوں کا مطلق وقت مراد ہے ۱۲

کہ نیت بائن سے جدائی نہیں ہوتی تا وقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرہا بیدہا لم یشترط قولہا بائن منی ہان اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کو یون کہنا
شرط نہیں ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھ سے جدا ہے یعنی وقوع طلاق مین منی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہے کہ بحر الرائق مین خلاصہ ان مسائل کا یون مذکور ہے کہ اگر اضافت حرمت یا
بینونت کی عورت کیطرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام ہے یا بائن ہے تو طلاق واقع ہوگی زوج کیطرف اضافت کی حاجت نہیں یعنے یون کہنا کہ تو حرام ہے مجھ پر ضرور نہیں ہے اور اگر حرمت کی
اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام ہون یا بائن ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین حرام ہون تجھ پر یا تو بائن ہے مجھ سے اور اگر عورت
کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت کی اضافت زوج اور زوجہ دونون کیطرف ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقع بابرأتک عن الزوجیۃ بلا نیۃ او طلاق واقع
ہوگی اس قول سے کہ مین نے تجھکو بری کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ یہ قول صریح ہے ابطال نکاح مین اور صریح محتاج نیت کا نہیں انت طالق ثنتین مع
عتق مولاک ایاک فاعتق سیدہا طلقت ثنتین ولہ الرجعۃ لوجود التطلیق بعد الاعتاق لانہ شرط کہا زوج نے اپنی زوجہ سے جو لونڈی ہے
کیساتھ کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھ تجھکو دو بار طلاق ہے پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کیا تو دو طلاق سے مطلقہ ہوگی اور اسکے
زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تطلیق کے بعد آزاد کرنے کے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اسکے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی
ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنے عورت پہلے حرہ ہو چکی پھر طلاق ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا دو طلاق کے بعد درست ہے اگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے
جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجایش رہی اسکا جواب یہ ہے کہ لفظ مع کا بمعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ان مع العسر یسرا مین یعنے سختی کے بعد آسانی ہے
اور یہ مطلب نہیں کہ سختی اور آسانی آن واحد مین متقارن ہین ونقل ابن الکمال ان کلمۃ مع اذا اقحم بین جنسین مختلفین یحمل علی الشرط اور نقل کیا ہے ابن کمال
نے ایضاح مین ظاہر کیا ہے کہ کلمہ مع کا جب داخل کیا جاوے درمیان دو جنسون مختلف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دو جنسین ہین مختلف ان مین
کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجاے شرط ہو گیا تو گویا تقدیر کلام یون ہوئی کہ ان عتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنے اگر تیرا مولی تجھے آزاد کرے تو تجھکو دو بار طلاق ہے
ولو علق بالبناء للمجہول عتقہا وطلاقہا بمجیء الغد فجاء الغد لا رجعۃ لہ لتعلیقہما بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اسکی کل کے
آنے پر یعنے اسکے مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہے پھر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار
نہوگا واسطے معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنے زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونون کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان
عتق طلاق پر مقدم تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسے ہین جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ باقی رہا وعدتہا
فی المسئلتین ثلث حیض احتیاطا اور عدت اس عورت کی دونون مسئلون مین یعنی اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین تین حیض ہین بنابر احتیاط کے ولو کان الزوج مریضا
لا ترث منہ لوقوعہ وہی امۃ فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ مین اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اسوقت واقع ہوئی
جبکہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انت طالق ہکذا مشیرا بالاصابع المنشورۃ وقع بعددہا
کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق مشار الیہ کے شمار پر یعنے اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق اور دو انگلیون
سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہے اور کاف واسطے
تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے بخلاف مثل ہذا فانہ ان نوی ثلثا وقعن والا فواحدۃ لان الکاف للتشبیہ فی الذات ومثل للتشبیہ
فی الصفات ولذا قال ابو حنیفہ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل بحر بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہے مثل اسکے
اور تین انگلیون سے اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد نہ کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ مسئلہ سابقہ مین
کاف ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اسنے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے جسکی ذات ان انگلیون کی ذات کے مانند ہے تو اس صورت مین

انگلیون کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ مین یعنے مثل ہذا مین کلمہ مثل کا موضوع ہر واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو اُسنے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت ہر مانند ثبوت ان انگلیون کے اور طلاق ثابت ہر ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہر اور جبکہ کاف اور مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا بر اسی تفرقہ کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل یعنے میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین یکسان ہر نہ مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہر صفات مین کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہر تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہین ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان ہر مومن کا ذات مین متحد ہوا اور یون امام نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہر اسواسطے کہ صفات مختلف ہین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین مین بڑا فرق ہر جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہر وہ اور مومنین کو کہان کذا فی حاشیۃ المدنی وتعتبر المنشورۃ لا المضمومۃ الا دیانۃ کحف اور اشارہ کرنیمین معتبر منتشر انگلیان ہین بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنی اگر دو مضموم انگلیون سے اشارہ کرکے نیت کریگا تو اُسکی دیانت مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتیلی سے اشارہ کرکے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنا بر عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمحقق فی الاشارۃ فی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ مین کھولنا سب انگلیون کا ہر یعنی اشارہ کف مین باعتبار دیانت کے تصدیق نہوگی جبتک سب انگلیون کو علحدہ علحدہ نکھولیگا اور جبکہ بعض کو کھولےگا اور بعض کو متصل رکھیگا تو معتبر منتشر انگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر کرنا انگلیون کا قرینہ ہر عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحاوی ونقل القہستانی انہ یصدق قضاء بنیۃ الاشارۃ بالکف وہی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہر کہ قضا مین اُسکی تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنے جب اصابع منشور ہون اور کف سے اشارہ کرکے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ کف سے ایکبار طلاق ہوگی ولو لم یقل ہکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو طالق ہر اور اشارہ انگلیون سے کیا اور نکہا کہذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب فقدان تشبیہ کے ولو قال انت ہکذا مشیرًا ولم یقل طالق لم ارہ اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہر انگلیون سے اشارہ کرکے اور یون نکہا کہ تو طالق ہر شارح کہتا ہر کہ مین نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا اور حلبی نے کہا کہ اس صورت مین طلاق نہ واقع ہونا نہایت صریح ہر اسواسطے کہ یہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہر نہ کنایہ مین اور اشارہ بیان ہوتا ہر ملفوظ کا سو یہان موجود نہین اور خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہر اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہین اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین اور حموی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعضے علما کے قول سے تصریح کی ہر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اشار بظہورہا فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیون کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیون کی مخاطب کیطرف کی اور پیٹ اُنکا شیر کیطرف تو معتبر ملی انگلیان ہونگی بسبب عرف محاسبین کے یا رواج بین الناس کے ولو کان ردہا نحو المخاطب فان نشرا عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضما عن نشر فالضم ابن الکمال اور اگر ہون سر انگلیون کے مخاطب کیطرف سو اگر افتراق کیا انگلیون کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہر افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہر اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اسکو مذکور کیا ہر جبکہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اسکے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتۃ وقال الشافعی یقع رجعیا لو موطوءۃ اور واقع ہوتی ہر طلاق بائن زوج کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہر یا یون کہا کہ تو طالق ہر البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہر بمعنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہر بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یون ہوگا کہ تو طالق ہر قطعًا اور یقینًا اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسیطرح اور الفاظ آئندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہر اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او افحش الطلاق او طلاق الشیطان او البدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل او کالف او ملء البیت یا یون کہا کہ تو طالق ہر افحش طلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہر یا طلاق بدعت ہر یا تجھکو بدتر طلاق ہر یا تجھکو مانند پہاڑ کے طلاق ہر یا تو طالق ہر مانند ہزار کے یا تجھکو گھر بھر کی طلاق ہر او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہر یا چوڑی طلاق ہر یا لنبی طلاق ہر او اسوءہ او اشدہ او اخبثہ او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم ینو ثلثا

الخ۔ تو تنتین فی الامۃ فیضح مشر یا یون کہا کہ تجھکو اسو طلاق ہی یعنے بُری طلاق ہی یا اشد طلاق ہی یا اخبث طلاق ہی یا افحش طلاق ہی افحش بمعنی اشد ہی یا اکبر طلاق ہی یا اعرض طلاق ہی یا اطول طلاق ہی یا اغلظ طلاق ہی یا اعظم طلاق ہی تو ایکہی طلاق بائن واقع ہوتی ہی ان سب الفاظ مذکورہ مین اسواسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کر جسکو طلاق محتمل ہی یعنے صفت بینونت کی ان سب الفاظ مین مندرج ہی مثلا طلاق بدعت اسواسطے طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی سنی ہی تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور طلاق شدید اسواسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہین چنانچہ تفصیل اسکی مطولات مین بوضح تمام ہی طلاق بائن ان الفاظ مین اسوقت ہی کہ اگر قائل نے نیت تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نہ کی ہو اور اگر قائل نے تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نیت کی تو صحیح ہوگی اسواسطے کہ باب اول مین مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل ہی فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی نیت حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین صحیح ہوگی ہم صیغہ افعل کا ان الفاظ مین بمعنی تفضیل کے نہین بلکہ اصل وصف مراد ہی یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید کے ہی نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نوی بطالق واحدۃ وبقولہ بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان اہ چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق بائن صحیح ہی اگر نیت کرے لفظ طالق سے ایک طلاق کی اور لفظ بائن اور اسکے مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ تہ اور جمیع کنایات ہین جو متصل طالق کے واقع ہون کذا فی حاشیۃ المدنی ولو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرۃ اہ اگر عطف کیا سو یون کہا کہ انت طالق وبائن یا یون کہا کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنے یون کہا کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرۃ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہی اگر یون کہے کہ تو مطلقہ ہی ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اس طلاق کے اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اسواسطے ثابت ہوگی کہ عورت اپنی ذات کی مالک نہین ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی مین زوجیت ہر طرح سے ثابت ہی یہان تک کہ اسکی باری واجب ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک لہ الرجعۃ وقیل لا جوہرۃ ورجح فی البحر الثانی اہ اگر کہا کہ طالق ہی اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہین تجھ پر تو اسکو رجعت کرنا جائز ہی یعنے شرط عدم رجعت کی لغو ہی اور بعضون نے کہا کہ اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہین اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوہرہ اور ترجیح دی ہی بحر الرائق مین قول ثانی کو اسطرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہی کہ قول ثانی قوی ہی کیونکہ ہدایہ مین کہا ہی کہ جب طلاق کو کسی طرح کی شدت اور زیادت کر موصوف کیا تو طلاق بائن ہوتی ہی اور عنایہ اور فتح القدیر مین مصرح ہی کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہی تو مذہب صحیح قول ثانی ہی اھ کذا فی حاشیۃ المدنی وخطأ من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بہا نفسہا الخ اور بحر الرائق مین خطاکار کہا ہی انکو جنھون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات مین اور اس قول موثقین مین جو وثیقہ نکاح مین بعد ذکر عقد اور شروط کے لکھتے ہین کہ جب اسعورت دوسرا نکاح کریگا یا اسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہ عورت طالق ہوگی ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاویگی بسبب اس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر موثقین بتشدید ثاء مثلثہ و کسرہ وہ لوگ ہین جو عدول ہین دار القضا کے موثقین اسواسطے انکو کہتے ہین کہ وہ شاہدون کی توثیق کرتے ہین یا یہ وجہ ہی کہ انکے لکھے شرعی کاغذ لوگون مین معتمد ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی خلاصہ بحر الرائق کا یہ ہی کہ تعلیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہی رجعی نہین لکن فی البزازیۃ وغیرہا لو قال للمدخولۃ ان طلقتک واحدۃ فہی بائنۃ او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف لیکن بزازیہ وغیرہ مین یون ہی کہ اگر کہا زوجہ مدخولہ سے کہ اگر مین تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہی یا تین یا طلاق ہی پھر زوج نے اسکو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنے اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہین تو لازم آوے سبقت صفت کی موصوف پر اسواسطے کہ اصل طلاق تو معلق ہی ہنوز واقع نہین ہوئی پھر قبل وقوع اسکو بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استدراک کیا تخطیہ صاحب بحر پر

وجہ استدراک کی یہ ہے کہ جب لغو ہوا یہ قول کہ فنی بائن او ثلث باوجود صراحت بینونت کے اور ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ بائن کے بھی رجعی ہے تو یہ قول کہ انت طالق علی ان لی الرجعۃ
علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اسکا رجعی ہونا بطریق اولیٰ ہے اسواسطے کہ اسمین صراحت بینونت کی نہین لیکن تصریح صاحب ہدایہ کی اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق
موصوف شدت اور زیادت کیساتھ ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ہکذا لو قال ان دخلتِ الدار فکذا ثم قبل دخولہا الدار قال جعلتہ
بائنًا او ثلثًا لا یکون لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو طالق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر مین زوج نے کہا کہ مین نے
اُس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دی تو یہ صحیح نہوگا بسبب واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہین ہے پھر اسکو بائن وغیرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا
انتہی قول البزازیۃ طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ مین البتہ ثابت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے و مفادہ وقوع الطلاق الرجعی فی قولہ وجبت
علیک فانت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک وذا غایتہ مساواتہ لانت بائن والوصف لا یکون للموصوف کذا حررہ المصنف ھہنا و
فی الکنایات تعلیل بزازی سے ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول مین کہ جب مین تیرے اوپر دوسرا نکاح کرون تو تو طالق ہے ایسی طلاق کہ مالک
ہو جاوے تو بسبب اسکے اپنی ذات کی اسواسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہ ہے کہ یہ برابر ہے انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے
اسواسطے کہ صفت سبقت نہین کرتی موصوف پر اسیطرح منقح کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کنایات طلاق مین بخلاف انت طالق اکثرہ ای الطلاق بالمثلثۃ
و ہمین فی وقایۃ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر لفظ اکثر کا با ثاء مثلثہ
فوقانیہ سے ہے اس قول مین سو تین طلاق اس قول سے واقع ہونگی اور قائل کی تصدیق دیانت مین نہوگی ایک طلاق کی نیت مین مگر عوام عرب بالفعل بجائے اکثر بثاء مثلثہ
کے اکثر بتاء مثناۃ فوقانیہ بولتے ہین تحریف کرکے مصنف نے تصریح کردی کہ محرف اور غیر محرف تین طلاق واقع ہونے مین یکسان ہے اسواسطے کہ طلاق کا مدار عرف پر ہے اور سابق مین
تصریح ہو چکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے کما لو قال اکثر الطلاق انتِ طالق مرارًا او الوفًا او لا قلیل ولا کثیر تثلث علی المختار کما
فی الجوہرۃ چنانچہ ارادہ ایک طلاق کی دیانت مین تصدیق نہوگی اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر اکثر یہان بثاء مثلثہ ہے یا یون کہے کہ تو طالق ہے چند بار
یا ہزارون بار یا یون کہے کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال مین تین بار طلاق واقع ہوگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرۃ لفظ مرار مین تین بار طلاق ہوگی اسواسطے
کہ جمع ہے اور اقل جمع تین ہین اور لفظ الوف مین بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی اسواسطے کہ منتہاے طلاق تین ہین اور لا قلیل مین اور لا کثیر مین تین
طلاق اسواسطے ہونگی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہین بعد اسکے کہا اُسنے کہ لا کثیر تو اسمین کلام سابق کی نفی ہوئی تو
مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ لا قلیل اور لا کثیر مین دو بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور
لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق تین ہین تو دو طلاق ثابت ہوئی اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اقل
الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا تجھکو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ طلاق رجعی ہو
اسواسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او لونین منہ او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان
اور اگر کہا کہ تو مطلقہ ہے عامہ طلاق کر یا تجھکو اجل طلاق ہے یا تجھکو دو رنگ کی طلاق ہے یعنی دو قسم کی یا تجھکو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھکو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال مین
دو بار طلاق واقع ہوگی عامہ طلاق مین دو بار طلاق اسواسطے ہوئی کہ عامہ بمعنی غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو ہین اور اجل طلاق مین محشیون نے کہا
کہ لفظ اجل یہان تحریف کاتبین سے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین جُل الطلاق ہے بضم جیم و تشدید لام اور جُل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث مین دو اسواسطے مراد ہین کہ کلمہ اکثر
کا مضاف ہے افراد کیطرف اور اکثر افراد کے دو ہین کما مر فی حاشیۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہان تین مراد ہین اسواسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس کے اور
کبیر الطلاق مین دو اسواسطے ہوئی کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہین تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی و کذا کثیرہ لا قلیلہ

عملًا بالاشبہ مضمرات اور اسیطرح دو طلاق واقع ہین اس قول سے کہ تو طلاق ہی نہ کثیر نہ قلیل یا بر قول اشبہ کے کذا فی المضمرات اسواسطے کہ جب نفی کثیر کی کی تو قلیل ثابت ہوا بعد جب قلیل کی نفی کی تو متوسط مین القلیل و الکثیر مراد ہوگا اور متوسط دو ہین بخلاف لا قلیل ولا کثیر کے چنانچہ عنقریب گذرا وفی القنیۃ طلقتک اخر الثلث تطلیقات ثلث وطلاق اخر ثلث تطلیقات خلافًا لبعضہم والفرق دقیق حسنۃ اور قنیہ مین ہی اگر عورت سے کہا طلقتک اخر الثلث تطلیقات تو تین طلاق ہونگی اور اگر یون کہا کہ انت طالق آخر ثلث تطلیقات یعنی تو طلاق ہی تین طلاقون کی پچھلی طلاق کر تو ایک طلاق واقع ہوگی اور فرق دونون صورتون مین خوب باریک ہی پہلی صورت مین یعنے آخر الثلث مین لفظ آخر مضاف ہی معرف باللام کی طرف اور الف لام ہی اسمین عہد کا تو ثلث کا معہود ہونا بدون وقوع کے متصور نہین لہذا تین طلاق ہونگی بخلاف صورت ثانی یعنے آخر ثلث کے کہ اسمین آخر مضاف ہی نکرہ کیطرف جسمین کوئی علامت عہد کی نہین اور قائل نے پچھلی تین واقع کی ہین اور پچھلی صادق نہین مگر ایک پر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **فروع** مسائل الحقہ شارح کے یقع بانت طالق کل التطلیقۃ واحدۃ وکل تطلیقۃ ثلث اس قول سے کہ انت طالق کل التطلیقۃ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس قول سے کہ انت طالق کل تطلیقۃ تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ کل کا جب مضاف ہو معرفہ کیطرف تو عموم اجزا کا مقتضی ہوتا ہی اور جب مضاف ہو نکرہ کیطرف عموم افراد کا فائدہ دیتا ہی اسیواسطے کل الزمان ماکول غلط ہی اسواسطے کہ کل اجزا انار کے ماکول نہین اور کل رمان صحیح ہی اسواسطے کہ جمیع افراد انار کے ماکول ہین تو کل التطلیقۃ مین جمیع اجزا ایک طلاق کی مراد ہوتی اور کل تطلیقۃ مین جمیع افراد طلاق کے ثابت ہوئے اور افراد طلاق کے تین سے زیادہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد التراب واحدۃ اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی بعدد خاک کے ایک طلاق واقع ہوگی تراب سے وہ چیز مراد ہی جو قلیل اور کثیر دونون پر صادق آوے چنانچہ خاک پانی اور شہد کہ ایک قطرہ کو بھی پانی بولتے ہین اور تمام دریا کو بھی پانی بولتے ہین اسکو اسم جنس افرادی کہتے ہین تو جبکہ طلاق مضاف ہوگی عدد جنس افرادی کیطرف تو ادنی جنس مراد ہوگی تو ایک طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ تشبیہ مقتضی ہی کچھ زیادتی کی یعنے بینونت کی کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد الرمل ثلث اور واقع ہوتی ہین تین طلاق یون کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہی بقدر عدد رمل یعنے ریگ کے مراد رمل سے وہ چیز جو قلیل اور کثیر پر نہ صادق آوے اور جسکا واحد ممتاز ہو بتاء وحدت چنانچہ تمر اور عنب اور انجیر اور ایک تمر کو تمرہ بولتے ہین اور دو تمر کو تمرتین اور تین تمر یا زیادہ کو تمر بولتے ہین اسکو اسم جنس جمعی کہتے ہین وعدد شعر ابلیس او عدد شعر بطن کفی واحدۃ اور یون کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہی بعدد شیطان کے بالوان کے یا میری ہتھیلی کے پیٹ کے بالون کی شمار کے برابر تو دونون صورتون مین ایک طلاق واقع ہوگی شعر ابلیس سے مراد وہ چیز جسکی نفی اور اثبات کچھ نہ معلوم ہو اسواسطے کہ ابلیس کے بال معلوم نہین اور اسپر اطلاع ممکن نہین تو یہ شرط لغو ہوگی تو فقط یہی باقی رہا کہ انت طالق تو ایک واقع ہوگی اور اسیطرح باطن کف مین بھی بال نہین تو یہ شرط بھی لغو ہوگی وعدد شعر ظہر کفی او ساقی او ساقک او فرجک او عدد ما فی ہذا الحوض من السمک ثلث ان وجد والا لا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہی بشمار ہتھیلی کی پیٹھ کے بالون کے یا بشمار میری پنڈلی کے بالون کے یا بشمار پنڈلی تیری کے بالون کے یا بشمار تیری شرمگاہ کے بالون کے یا بشمار اس حوض کی مچھلیون کے تو طلاق واقع ہوگی بشمار بالون یا مچھلیون کے اگر بال یا مچھلیان پائی جاوین اور اگر وہان کوئی بال اور مچھلی نہ پائی جاویگی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق معلق تھی شرط پر جو شرط نہ پائی گئی لست لک بزوج او لست لی بامرأۃ او قالت لہ لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافًا لہما یون کہنا کہ مین تیرا شوہر نہین یا تو میری زوجہ نہین یا زوجہ نے زوج سے کہا کہ تو میرا زوج نہین سو زوج نے کہا کہ تو سچی ہی تو یہ قول طلاق ہی اگر مرد اس قول سے طلاق کی نیت کریگا برخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک باوجود نیت کے بھی یہ قول طلاق نہین ولو اکدہ بالقسم او سئل الک امرأۃ فقال لا لا تطلق اتفاقًا وان نوی لان الیمین والسؤال قرینتا ارادۃ النفی فیہما اور اگر قول سابق کو قسم سے موکد کیا یعنے یون کہا کہ واللہ تو میری زوجہ نہین یا زوج سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیری جورو ہی سو اسنے کہا کہ نہین تو عورت مطلقہ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی بھی کی ہو اسواسطے کہ قسم کھانا پہلی صورت مین اور سوال کرنا دوسری صورت مین قرینہ ہین ارادہ کرنے نفی طلاق کے دونون مسئلون مین یعنے پہلی صورت جملہ خبریہ محتمل ہو صدق اور کذب کا اور قسم موضوع ہی واسطے تقویت ایک جانب کے تو قسم سے خبریت قوی

[illegible]

ہوگیا اور طلاق واقع نہیں ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے دُرّ فی الخلاصۃ قیل لہ الستَ طلّقتَھا تطلق ببلیٰ لا نعم اور خلاصہ میں ہے کہ جب کہا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنی تو نے اپنی عورت کو طلاق کیا نہیں دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلے سے نہ نعم سے یعنی اگر اُسنے جواب میں بلے کہا تو طلاق واقع ہوگی اور نعم کہا تو نہ ہوگی اسواسطے کہ کلمہ بلے کا موضوع ہے واسطے نفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ میں نے طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہے واسطے اثبات ماقبل کے نفی ہو یا اثبات استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہ مطلب طلاق نہیں دی ہے دُرّ فی الفتح ینبغی عدم الفرق حرف اور فتح القدیر میں ہے کہ بلے اور نعم میں فرق کرنا چاہیے سبب عرف اہل زمانہ کے یعنی ہر چند اصل لغت عرب میں بلے اور نعم میں فرق ثابت ہے لیکن طلاق میں دونوں میں فرق کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ عرف میں دونوں برابر ہیں تو دونوں لفظوں سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہے نہ اصل لغت پر دُرّ فی البزازیۃ قالت لہ انا امرأتک فقال انتِ طالق کان اقرارًا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعًا اور بزازیہ میں ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ میں تیری جورو ہوں سو مرد نے کہا کہ تو طالق ہے تو یہ مرد کا کلام اقرار ہے نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اس کلام سے نکاح اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کا باعتبار شرع اور لغت کے علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او بغیرہ لغا کما لو شک أطلق أم لا اگر مرد کو معلوم ہے کہ قسم کھائی ہے اور یہ یاد نہیں کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہے یعنے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہے یا نہیں تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہے اور قاطع نکاح کا مشکوک ہے حالانکہ شک سے یقین نہیں ملتا ولو شک أطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہے یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنے اگر ایک اور دو میں شک ہے تو ایک کو قائم رکھے اور اگر دو میں اور تین میں شک ہے تو دو کو قائم رکھے دُرّ فی الجوہرۃ طلق المنکوحۃ فاسدًا ثلثًا لہ تزوجھا بلا محلل ولم یحک خلافًا اور جوہرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اُس عورت کو طلاق دی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو جائز ہے اُس مرد کو کہ اُسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کرے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نہیں نقل کیا ہم نکاح فاسد یہ کہ مثلاً عورت سے اُسکی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہوں کے کرے طلاق نکاح فاسد میں محلل کی اسواسطے حاجت نہوئی کہ طلاق لاحق نہیں ہوتی مگر نکاح صحیح میں یا عدت میں یا فسخ ارتداد میں یا انکار اسلام میں تو نکاح فاسد انمیں داخل نہیں

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب میں مسائل میں عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے قال لزوجتہ غیر المدخول بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثًا فلاحد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا وھی زوجتہ ثم بانت بعدہ یعنے زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہا تو طالق ہے اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہے قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑجانے تین طلاقوں کے حالت زوجیت میں پھر وہ عورت بائن ہوگئی بعد تین طلاق کے یعنے حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہیں اور جبکہ مرد نے اُسکو زانیہ کہا تھا تو وہ اُسکی زوجہ تھی پھر جب اُسنے تین طلاق کہے تو بائن ہوگئی زوجیت قطع ہوگئی اور لعان نہیں ہوتا مگر زوجہ سے دُرّ کذا انت طالق ثلثًا یا زانیۃ ان شاء اللہ تعالیٰ لاستثناء بالوصف بزازیۃ اھ چنانچہ واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق میں فاصل نہیں اسیطرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثناء کے اس مثال میں فاصل نہیں کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے تین بار اے زانیہ اگر خدا نے طلاق کو چاہا متعلق ہوا استثنا یعنے مشیئت خدا وصف سے یعنے طلاق سے کذا فی البزازیۃ تو طلاق اس صورت میں نہ واقع ہوئی اسواسطے کہ فاصل کا کچھ اعتبار نہیں اور اس صورت میں یا زانیہ کہنا موجب ہے لعان کا بسبب بقاء زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے مخصوص ہے بر عدم فصل کے ہے نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے وقعن لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنے اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثًا تو اُسپر تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہے کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو واقع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے تصریح کی ہے کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونا بحکم حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوچکا ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی والمدنی یہ رد ہے حسن بصری اور عطا کے مذہب کا کہ اُنکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہیں واقع ہوتی فقط انت طالق سے اُسپر طلاق بائن

باب طلاق غیر المدخول بہا

[illegible]

ہو یعنی لفظ ثلثا کا بسبب باقی نہ ہونے محل کے لغو ہو گیا اسکے زوج کو جائز ہی کہ اُس عورت سے بدون محلل کے نکاح کر لے اور یہ آیۂ شریفہ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ عورت مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی ہی غیر مدخولہ مین زوج ثانی سے نکاح کر لینا شرط نہین اُسکا جواب شارح نے اپنے قول سے دیا وما قیل انہ لا یقع لنزول الآیۃ فی الموطوءۃ باطل محض منشاؤہ الغفلۃ عما تقرر ان العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اور یہ جو بعضون نے کہا ہی کہ انت طالق ثلثا سے تین طلاق نہین واقع ہوتی اور غیر مدخولہ مین محلل شرط نہین بسبب نازل ہونے آیت کے حق مدخولہ مین محض قول باطل ہی قابل تاویل کے نہین منشا اس قول باطل کا غفلت ہی اُس قاعدے سے جو مقرر ہو چکا ہی کہ استدلال وحدیث مین اعتبار عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہر چند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی لیکن لفظ آیت کا عام ہی مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون کو شامل ہی وحملہ فی خیر الاذکار علی کونہا متفرقۃ فلا تقع الا الاولی فقط اور محمول کیا حسن بصری کے قول کو خیر الاذکار مین تفرق تین طلاق ہونے پر یعنے اگر جدا جدا تین بار طلاق کہیگا تو نہ واقع ہوگی اس صورت مین مگر پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجتماع یکبارگی تین طلاق کہیگا تو تینون واقع ہونگی سو اگر یہ قول واقع مین صحیح ہی تو حسن بصری اور جمہور مین کچھ اختلاف نہین لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہی واللہ اعلم وان فرق بوصف او خبر او جمل بعطف او غیرہ بانت بالاولی لا الی عدۃ اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہیگا بذکر وصف یعنے یون کہے گا انت طالق واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ یا بذکر خبر تفریق کی چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وطالق وطالق یا بذکر چند اقوال تفریق کی خواہ بعطف چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وانت طالق وانت طالق یا بے عطف کے چنانچہ یون کہیگا کہ انت طالق انت طالق انت طالق تو ان تینون صورتون مین پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑ جائیگی بدون عدت کے ہواسطے کہ طلاق غیر مدخولہ مین عدت نہین چنانچہ کلام مجید مین مصرح ہی ولذا لم یقع الثانیۃ بخلاف الموطوءۃ حیث یقع الکل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن بلا عدت پڑ جاتی ہی اسیواسطے اُسپر طلاق ثانی نہین پڑتی تو ثالث بطریق اولی نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اُسپر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع ہو جاتی ہین کل امثلہ سابقہ مین وعم التفریق قولہ وکذا انت طالق ثلثا متفرقات او ثنتین مع طلاقی ایاک فطلقہا واحدۃ وقع واحدۃ اور شامل تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اور اسیطرح ہی یون کہنا کہ تو طالق ہی تین بار جدا جدا یا یون کہنا کہ تو طالق ہی دو بار ساتھ طلاق دینے میری کے تجھکو پھر طلاق دی عورت کو ایکبار تو واقع ہوگی دونون صورتون مین ایک طلاق اسواسطے کہ لفظ مع کا مثال ثانی مین بمعنی شرط کے ہی اور شرط مقدم ہوتی ہی مشروط پر اور شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگی تو مشروط کے واسطے یعنے دو طلاق کے واسطے محل نہ باقی رہا اور طحطاوی نے کہا کہ مع یہان بمعنی بعد کے ہی چنانچہ ان مع العسر یسرا مین ہی تو غیر مدخولہ مین بعد ایک طلاق پڑنے کے دو طلاق کا محل نہ باقی رہا بسبب نہونے عدت کے کما لو قال نصفا وواحدۃ علی الصحیح جوہرہ چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہی آدھی طلاق اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنا بر قول صحیح کے کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ نصفا وواحدۃ بولنا مستعمل نہین بلکہ واحدۃ ونصفا بولنا مستعمل ہی پھر جب خلاف استعمال ہوا تو کلام واحد نہ ٹھہرا متفرق ہوا ولو قال واحدۃ ونصفا فثنتان اتفاقا لانہ جملۃ واحدۃ اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہی اور آدھی تو دو طلاقین واقع ہونگی بالاتفاق اسواسطے کہ یہ ایک جملہ ہی موافق استعمال کے ولو قال واحدۃ وعشرین او ثلثین فثلث لما مر اور اگر کہا انت طالق واحدۃ وعشرین یا یون کہا کہ واحدۃ وثلثین تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی یہ ایک جملہ ہی طلاق متفرق نہین وفی الطلاق یقع بعدد قرن بہ لا بہ نفسہ عند ذکر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہی عدد سے جو طلاق کے متصل ہی نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر عدد کے یہان مراد عدد سے وہ ہی جو واحدہ کو بھی شامل ہو وعند عدمہ الوقوع بالصیغۃ اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغۂ طلاق سے خلاصہ یہ ہی کہ جب طلاق کے ساتھ عدد مذکور ہوا چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثنتین او ثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغۂ طلاق سے اور اگر عدد مذکور نہین چنانچہ انت طالق تو یہان وقوع طلاق فقط صیغۂ طلاق سے متعلق ہوگا فلو ماتت یعنی الموطوءۃ وغیرہا بعد الایقاع قبل تمام العدد لغا لما تقرر تو اگر زوجہ مر گئی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنے نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ابھی ثابت ہو چکا کہ وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہی نہ صیغۂ طلاق سے اور جبکہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ بسبب موت کے محل طلاق نہ باقی رہی پھر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا ثابت رہا اور زوج اپنی زوجہ کا وارث ہوگا

شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اثنا تلفظ عدد کے بھی عورت نہ مرگئی تو طلاق نہ واقع ہوگی ولو مات الزوج او اخذ احد فمه قبل ذکر العدد وقع واحدۃ
عملاً بالصیغة لان الوقوع بلفظه لا بقصده اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اسکا منھ بند کرلیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغۂ طلاق کے
اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہو سکا تو انت طالق باقی رہگیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ درصورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ عدد منوی سے وقوع
طلاق کو متعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اُسکے قصد کرنے سے بدون تلفظ کے ولو قال لغیر الموطوءۃ انت طالق واحدۃ وواحدۃ بالعطف او
قبل واحدۃ او بعدها واحدۃ یقع واحدۃ بائنۃ ولا تلحقها الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجۂ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے ایکبار اور ایکبار یعنے
بواو عاطفہ لا بلا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبا قبل ایکبار کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہے جسکے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینون صورتون مین ایک طلاق بائن واقع
ہوگی اور دوسری طلاق اسکو نہ لاحق ہوگی بہ سبب نہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلها واحدۃ او مع واحدۃ او معها
واحدۃ ثنتان والاصل انه متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طالق ہے
ایکبا بعد ایکبار کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہے یا تو طالق ہے ایکبا ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق ہے جسکے ساتھ ایک اور طلاق ہے دو طلاق
واقع ہوگی ان مثالون مین اور قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ او قبل واحدۃ او بعدها واحدۃ مین
یا طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑنے کی مثالون مین تو اول اور ثانی دونون متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان
ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہیں تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃً واقع ہوئین یہ تعلیل جاری ہے قبلیت اور بعدیت مین او معیت مین تو صاف اقتران علت ہے
ویقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقهما بالشرط دفعۃ اور واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک
طلاق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلق ہونے دو طلاقون کے شرط سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہے ویقع واحدۃ ان قدم الشرط
لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو مشروط پر یعنے اگر یون ہو کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع
ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہے ویقع فی الموطوءۃ ثنتان فی کلها لوجود العدۃ اور واقع ہونگی زوجۂ مدخولہ کے حق مین
دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے عدت کے یعنے ایک طلاق حالت بقاء نکاح مین ہوگی اور دوسری عدت مین بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اسکی طلاق مین
عدت نہیں تو طلاق ثانی کے وقوع کے واسطے محل باقی نہیں ومن مسائل قبل وبعد ما قیل شعر وما یقول الفقیه اید الله ولا زال عنده احسان
فی فتی علق الطلاق بشهر قبل ما بعد قبله رمضان ویتشکل علی ثمانیۃ اوجه اور مسائل قبل اور بعد سے وہ نظم ہے جو بعضون نے منظوم کی ہے
کہ کیا کہتا ہے فقیہ اللہ تعالی اسکی مدد کرے اور ہمیشہ اس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اُس جوان کے مقدمہ مین کہ اُسنے طلاق معلق کی اس مہینہ پر جسکے
مابعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ یہ کہ قبل ماقبل قبلہ رمضان دوسری
وجہ یہ کہ قبل مابعد قبلہ رمضان تیسری یہ کہ قبل ماقبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ماقبل قبلہ رمضان پانچوین یہ کہ بعد مابعد بعدہ رمضان چھٹی کہ بعد ماقبل بعدہ
رمضان ساتوین یہ کہ بعد مابعد قبلہ رمضان آٹھوین یہ کہ قبل مابعد بعدہ رمضان فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظون
سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین ہے اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہے اور اُسکے قبل شوال ہے اور اُسکے قبل رمضان ہے تو رمضان قبل قبل القبل
شهر او بمحض بعد فی جمادی الاخری اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کے تین لفظون سے جمادی الاخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین ہے اسواسطے
کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان بعد بعد البعد شهر او بقبل او الاوسط
او اخر فی شوال وبعد کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبله وبعده رمضان اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ

ہے

اول ہو یا درمیان یا آخر شوال ہیں اور لفظ بعد سے اسیطرح یعنے بعد اول پڑے یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہوگی شعبان مین واسطے لغو ہوجانے دو طرفون متقابل کے یعنے قبل اور بعد سو اگر دو قبل ہونگے اور ایک بعد تو لغو ہوجاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہے یعنے شوال اور اگر دو بعد ہونگے اور ایک قبل تو لغو ہو جائیگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے بعد رمضان ہے یعنے شعبان اسیطرح شرح کی ہے محشیون نے یعنے حلبی اور شیخ رحمتی اور طحطاوی نے اور اسیواسطے اُنھون نے کہا ہے کہ شارح کی عبارت منقلب ہوگئی ہے شوال کے مقام پر شعبان چاہیے اسواسطے کہ قبلیت بمقابلہ بعدیت کے ساقط ہوگئی تو باقی رہا بعدہ رمضان اور رمضان بعد ہے شعبان سے اور جہان شارح نے شعبان کہا وہان شوال چاہیے بموجب تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام مین اتباع کیا ہے صاحب بحر الرائق کا اور صاحب نہر الفائق نے اُسکے خلاف تحقیق کی ہے یہ مختصر لائق اس سب بیان کے نہین اور قاعدہ سہل اختلاط قبل اور بعد کے جواب دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جہان دو قبل ہون بعد کے ساتھ کسیطرح وہان شوال جواب ہے اور جہان دو بعد ہون قبل کے ساتھ کسیطرح وہان شعبان جواب ہے چنانچہ بعضے علما نے اس قاعدہ کو سوال منظوم مذکور کے جواب مین یون نظم کیا ہے **اشعار** محض قبل حجة محض بعد ❊ فالجمادی الاخیر ذا اعلان ❊ ثم قبلین کیف ما کان بعد ❊ فهو شوال عکسه شعبان ❊ ہکذا فی حاشیة المدنی ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلث تطلق واحدة منهن وله خیار التعیین اتفاقاً اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہے اور اسکی دو عورتین ہین یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت اُنمین سے اور زوج کو باتفاق فقہا اختیار ہے کہ جسکو چاہے اُسکو مطلقہ ٹھہراوے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے اس مسئلہ مین اتفاق نقل کیا ہے اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ خیار التعیین یہی صحیح ہے اور صحیح کہنا مشعر ہے اسمین کہ علما کا خلاف ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا واما تصحیح الزیلعی خلافه ففی غیر الصریح کامرأتی حرام کما حرره المصنف وسیجیء فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صریح مین ہے چنانچہ یون کہنا کہ میری عورت حرام ہے اور نقل اتفاق کی طلاق صریح مین ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے اور عنقریب باب الایلا مین آویگا قال لنسائه الاربع بینکن تطلیقة طلقت کل واحدة تطلیقة کہا اپنی چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان مین ایک طلاق ہے تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑجاویگی اسواسطے کہ حصہ ہر ایک کا چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہین سو واسطے ہر ایک کو ایک طلاق ہوگی وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان ینوی قسمة کل واحدة بینهن فتطلق کل واحدة ثلثا اور اسیطرح چار عورتون مین ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا اُنسے کہ درمیان تمہارے دو طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتون کے مراد رکھے یعنے تین طلاق یا چار طلاق مین ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ دیا تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور چوتھی طلاق لغو ہوجائیگی اور اگر چار عورتون سے کہا کہ تمکو دو طلاق ہین اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الطحطاوی ولو قال بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدة طلاقان وهكذا الی ثمان تطلیقات اور اگر کہا چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان پانچ طلاق ہین تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو طلاق اسواسطے کہ چار طلاق چارون پر تقسیم ہوئی اور پانچوین طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہونچا اُس بعض کو کل قرار دیا تو ہر ایک کو دو پہونچے اسیطرح ہر ایک کو دو دو ملینگی آٹھ طلاق تک فان زاد علیها طلقت کل واحدة ثلثا سو اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہونگی گیارہ تک بعض کو کل کرینگے اور بارہ مین تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ مین زائد لغو ہوجاوینگے ومثله قوله اشرکتکن فی تطلیقة الخانیة اور شریک کیا ساتھ تطلیقہ کے ہو اشرکتکن فی تطلیقة یعنے تمکو شریک کیا مین نے ایک طلاق مین کذا فی الخانیة وفیها قال لامرأتین لم یدخل بواحدة منهما امرأتی طالق امرأتی طالق ثم قال اردت واحدة منهما لا یصدق ولو مدخولتین فله ایقاع الطلاق علی احدیهما لصحة تفریق الطلاق علی المدخولة لا علی غیرها اور خانیہ مین ہے کہا زوج نے اپنی دو عورتون سے جو مدخولہ نہین ہین کہ میری عورت طالق ہے میری عورت طالق ہے پھر زوج نے کہا کہ مین نے اس طلاق مکرر سے اُن دو مین سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونون عورتون کا تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر دونون عورتین مدخولہ ہین تو زوج کو اُنمین سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہے بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنے مدخولہ کی تو عدت ہوتی

محض قبل بیچ بیچ [illegible]
اور محض بعد بین
جمادی الآخر ہے
[illegible]

دو قبل کے ساتھ جسطرح
بعد آوے تو وہ شوال ہے
اور اسکے الٹ یعنی دو
بعد کے ساتھ کسیطرح
قبل آوے تو شعبان
١٢٥٠

تو دوسری طلاق واقع ہونے کی اُسمین گنجائش ہی بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اُسکی عدت نہین تو دوسری طلاق کا وہان محل نہین اسواسطے زوج کی تصدیق نہوگی قاضی کے نزدیک
قال امرأتی طالق ولم یسمّ وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا کہا زوج نے کہ میری عورت طالق ہی اور عورت کا نام نہ لیا اور اُسکی ایک عورت مشہور ہی تو
اُسکی وہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہی کہ بدون نام یا اشارہ کے طلاق نہو طحطاوی نے کہا ہی کہ زوج مدعی دوسری عورت کا نہو اور ایک ہی اُسکی عورت مشہور ہو
تو قیاس مقتضی ہی اُسکی طلاق کا فان قال لی امرأة اخری وایاها عنیت لا یقبل قوله الا ببینة ولو کان له امرأتان کلاهما معروفة فله صرفه الی ایتهما شاء خانیة
وله بحث خلافا فلو جبکہ زوج کے واسطے ایک عورت کے شہور نہین اور اُسنے کہا کہ میری عورت طالق ہی پھر اگر زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہی اور اُسی غیر مشہور
عورت کی طلاق کا ارادہ مینے کیا تو اُسکا یہ قول نہ قبول ہوگا بدون گواہون کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین اور دونون مشہور ہین تو اُسکو اختیار ہی طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا
فی الخانیہ اور خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین نقل کیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ہین. لفظ الطلاق وقع الکل فان نوی التاکید دین
مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انتِ طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ علیحدہ واقع ہوگی پھر اگر کہیگا کہ مینے طلاق ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار
دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیریہ کان اسمها طالق او حرة فناداها ان نوی الطلاق او العتاق وقعا والا لا تھا نام زوجہ کا طالق اور
لونڈی کا حرہ پھر اُسنے زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہا پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو طلاق یا عتاق واقع ہونگی اور اگر نیت نہین کی نہ اعتاق واقع ہوگا
نہ طلاق قال لامرأته هذه الکلبة طالق طلقت ولعبده هذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے کہ یہ کتیہ طلقہ ہی تو وہ مطلقہ ہوجائیگی یا کہا اپنے غلام سے
کہ یہ گدھا آزاد ہی تو وہ آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت مین گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورت مین گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت
حر وعنی به الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشهد علی ذلک کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہی یا کہا غلام سے کہ تو حر ہی اور ارادہ ہی واسطے جھوٹ خبر
دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہونگی مگر جبکہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی اُسکی تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بھی
وکذا المظلوم اذا اشهد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انه یحلف کاذبا صدق قضاء ودیانة شرح وهبانیة اور اسیطرح
مظلوم جبکہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائیگا تو اسوقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونون مین تصدیق ہوگی
کذا فی شرح الوہبانیہ اور اگر گواہ نہ کریگا جھوٹی قسم کھانے پر تو قضا مین اُسکی تصدیق نہوگی اُسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہوجائیگا علما مین اختلاف ہی کہ قسم مین قسم کھانے والے کی
نیت کا اعتبار ہی یا قسم لینے والے کی فتوی اس پر ہی کہ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہی تو اُسکی نیت کا اعتبار ہی اور نہین تو قسم لینے والے کی نیت معتبر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن الاشباہ وفی النهر قال فلانة طالق واسمها کذلک قال عنیت غیرها دین ولو غیرہ صدق قضاء اور نہر الفائق مین ہی کہ کہا فلانی یعنی زینب
طالق ہی اور واقع مین اُس عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ مینے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہی ارادہ کیا تو اُسکی دیانت مین تصدیق
ہوگی نہ قضا مین اور اگر اُسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہی تو قضا مین بھی اُسکی تصدیق ہوگی وعلی هذا لو حلف لدائنه بطلاق امرأته فلانة واسمها غیرہ لم تطلق
اور اسیطرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرض نہ ادا کرے اور حالانکہ اُسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہی
مثلا تو اُسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی اربعة مذاهب قال المصنف ینبغی الجزم بوقوعه قضاء ودیانة
اور البتہ بکثرت مستعمل ہی ہمارے زمانہ مین مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہی چارون مذہب پر یعنے باتفاق مذاہب اربعہ تجھکو طلاق ہی کہا مصنف نے اپنی
شرح منح الغفار مین کہ لائق ہی یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا مین بھی اور دیانت مین بھی اور فتاوے رملی مین ہی کہ یہ طلاق رجعی ہی نہ بائن اسواسطے
کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہی کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہی نہ بائن کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقهاء او فلان القاضی
او المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہی فقہا کے قول مین یا فلانے قاضی کے قول مین یا فلانے مفتی کے قول مین تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی

یعنے طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضاء مین تصدیق نہ ہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأتہ بخلاف نساء المحلۃ او الدار او البیت کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتین یا جہان کی عورتین مطلقہ ہین تو اسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہ طلاق صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر لیکن اگر نیت کریگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتون کے یعنے اگر یون کہا کہ محلہ کی عورتین یا گھر کی عورتین یا کوٹھری کی عورتین مطلقہ ہین اور انہین اسکی زوجہ بھی داخل ہے تو اسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی و فی نساء القریۃ والبلدۃ خلاف للثانی اور گانون اور شہر کی عورتون مین خلاف ہے ابویوسف کا یعنی اگر یون کہا کہ گانون کی عورتین یا شہر کی عورتین مطلقہ ہین تو ابویوسف رح کے نزدیک اسکی زوجہ پر طلاق نہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق کے حال عتق کا ہے یعنے اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہین تو اسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام آزاد ہین تو اسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گانون کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہین تو اسکا غلام ابویوسف رح کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد رح کے نزدیک آزاد ہوگا قالت لزوجہا طلقنی قال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا مین نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدنی فقال فعلت طلقت اخرے پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ مین نے کیا تو دوسری طلاق اسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی فقال طلقت فواحدۃ ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ مین نے طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہین کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنے یون کہا کہ طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت اعتبارا بالانشاء وکذا ابنت نفسی اذا نوی ولو ثلثا بخلاف اخترت اور اگر کہا زوجہ نے کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا تو اسپر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنے اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے ہوگئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت اسیطرح ہے ابنت نفسی یعنے زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اسپر طلاق پڑ جائیگی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہین بخلاف صورت اول کے یعنے طلقت محتاج نیت کا نہین اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمین صحیح نہین و فی اخترت لا یقع لانہ لم یوضع الا جوابا اور لفظ اخترت مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہین مگر واسطے جواب کے یعنے اگر زوج کہے کہ مثلا اختاری نفسک زوجہ اسکے جواب مین کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا بجائے انشاء طلاق کے نہین ہوسکتا و فی البزازیۃ قال بین اصحابہ من کانت امرأتہ علیہ حراما فلیفعل ہذا الامر ففعلہ واحد منہم فھو اقرار منہ بحرمتہا وقیل لا انتہی اور بزازیہ مین ہے کہ ایک مرد نے اپنے ساتھیون سے کہ جس شخص کی زوجہ اسپر حرام ہو وہ یہ کام کرے یعنی پانی پیے یا اپنے مقام سے اٹھ کھڑا ہو پھر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہ کام کرنا اسکی جانب سے اقرار ہے اسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضون نے کہ یہ فعل اقرار حرمت کا نہین اسواسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازیۃ و سئل ابو اللیث عمن قال لجماعۃ کل من لہ امرأۃ مطلقۃ فلیصفق بیدیہ فصفقوا فقال طلقن وقیل لیس ہو باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اس شخص کے کلام کا کہ اسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجادے پھر سب جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سبکی عورتین مطلقہ ہوگئین اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فعل اقرار طلاق کا نہین روایت بزازیہ مین فاعل ایک ہے اور اسمین جماعت شارح نے مزید تاکید کا یہان ارادہ کیا جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ہذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأتہ لان کلمۃ من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسہ عن الیمین فیحنث چند لوگ ہین کہ باتین کر رہے ہین ایک مجلس مین سو ایک مرد نے انہین سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اسکی جورو کو طلاق ہے پھر بولا قسم والا تو اسکی جورو پر طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم دونون کو شامل ہے اور حالانکہ قسم والا نہین نکالتا اپنی ذات کو قسم تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اسکا حکم یہان مذکور نہین ظاہر اسکے تکلم سے طلاق نہ ہوگی اسواسطے کہ

قسم کو توڑنے والا

لعله اختاری نفسک انتہی

تعلیق اور قسم متکلم کی غیر پر جاری نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الکنایات

یہ باب ہے کنایات طلاق مین جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت مین وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایتہ عند الفقہاء مالم یوضع لہ ای للطلاق و احتملہ و غیرہ کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام مین وہ لفظ ہے جو طلاق کے واسطے موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلاً لفظ بتہ کا واضع نے طلاق کے واسطے موضوع نہین کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اسواسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہے تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے تو بمعنی طلاق ہے اور اگر قطع الفت و قطع اذیت کا ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہین مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہین شرح ملتقی مین کہا ہے کہ الفاظ کنایات بچپن سے زیادہ ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لا تطلق بہا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال وہی حالۃ مذاکرۃ الطلاق والغضب سو کنایات سے طلاق نہین واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہ کہ اُسوقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو م شارح نے قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہے اُسمین دلالت حال کا کچھ اعتبار نہین اور کنایات سے وقوع طلاق مین نیت یا دلالت حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونون کے محتمل ہین تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کردے اور یہان ایسا مرجح سوا نیت یا دلالت حال کے کوئی نہین مذاکرہ طلاق اسطرح ہے کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی عدت مین بیٹھ تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا و غضب و مذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب او لا و لا سو حالات تین ہین ایک رضامندی کی حالت دوسری رنج و خفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہین بعضے اُنمین محتمل ہین رد کو یعنے عورت کے سوال طلاق کا رد اُنمین سے نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہین یا بعضے اُنہین صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہین اور محتمل ہے جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہین کہ نہ رد سوال کے محتمل ہین نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہین لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہین فنحو اخرجی و اذہبی و قومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربۃ او العزوبۃ یحتمل رداً سو مانند اخرجی اور اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہین یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہین اور سب و شتم کی صلاحیت نہین رکھتے سو اخرجی بمعنی نکل یعنے اس مکان سے نکل تاکہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ نکل گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یعنے اپنے کام کو جا یہ رد ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنے مان باپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اٹھ یعنے اپنے ضروری کام کے واسطے اٹھ یہ رد ہے سوال کا یا اٹھ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہے اوڑھنی یعنے اپنا منھ کپڑے سے چھپا لے حیا کر ایسا کام نہ کر یا قناعت سے یعنے اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہ رد ہے سوال کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنے اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہین اس لفظ مین بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہین اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعاً محمود ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ مجھکو تیرا دیکھنا جائز نرہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنے چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہین اور اغربی بغین معجمہ اور رائے مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنے دور ہو یا اعزبی بہ عین مہملہ و زاء معجمہ مشتق ہے عزوبت سے بمعنی بُعد اور دوری کے تو مطلب یہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس نہ بیٹھ اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا و نحو خلیۃ بریۃ حرام بائن و مرادفہا کبتۃ بتلۃ یصلح سبّاً اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے صلاحیت رکھتے ہین سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبروریزی اور بے حرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ مین رد سوال کا احتمال نہین لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنی تو خالی ہے حسن یا خوبیون سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہے نکاح سے یہ جواب ہے سوال کا اور بریہ یعنے

تو عورت اون سے بری ہی یا نکاح سے بری ہی اور حرام یعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہی بمعنی صفت کے یا خود صفت ہی اور آگے مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ مین بلفظ حرام طلاق بائن واقع ہوتی ہی بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کے اور بائن بمعنی منفصل ہی یعنے تو خوبیون سے منفصل اور منقطع ہی یہ دشنام ہی یا نکاح سے منفصل ہی یہ جواب سوال کا اور بتہ مشتق ہی بت سے بمعنی قطع کے اور بتلہ مشتق ہی بتل سے بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے ان دونون لفظون مین بھی احتمال سب اور جواب کا ظاہر اور باہر ہی ونحو اعتدی واستبرئی رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک لا یحتمل الرد والسب اور مانند ان الفاظ کے نہین احتمال رکھتے ہین رد سوال کا اور نہ سب اور نہ دشنام کا اعتدی یعنے شمار کر اپنے حیضون کو اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ احتمال ہی سوال کے جواب کا یا میرے نکاح کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبرئی یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکے سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہ جواب ہی سوال کا یا یہ مطلب کہ تو اپنے رحم کو صاف کرلے تاکہ مین تجھکو طلاق دون تو یہ وعدہ ہی طلاق کا ایسے کلام سے طلاق نہین ہوتی انت واحدۃ یعنے تو طالق ہی بطلاق واحد یہ جواب ہی سوال کا یا یہ مطلب کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری مین ایک ہی خوبیون مین یا برائیون مین بے مثل ہی تو یہ مدح ہی یا مذمت انت حرۃ تو آزاد ہی حقیقۃ مملوکیت سے یا آزاد ہی مملوکیت نکاح سے اختاری یعنے اپنی ذات اختیار کرلے امرک بیدک یعنے تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی یہ دونون الفاظ کنایہ ہین تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ نہوگی جبتک کہ وہ اپنی ذات کو طلاق نہ دے اور کنایات طلاق مین ان دونون لفظون کو اسواسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انمین احتمال موجود ہی چنانچہ اختاری مین یہ احتمال ہی کہ اختاری نفسک بالفراق او فی عمل یعنے اختیار کر اپنی ذات کو بسبب فراق کے یا پسند کرلے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی مین اور امرک بیدک مین یہ احتمال ہی کہ امرک بیدک فی الطلاق او فی تصرف آخر یعنے تیرے قابو مین ہی طلاق یا کوئی اور کام اور نہر الفائق مین حواشی سعدیہ سے منقول ہی کہ ان دونون لفظون کا ذکر کرنا کنایات طلاق مین مناسب نہین اسواسطے کہ اسکی جہت سے بعضے مفتی خطاء عظیم مین واقع ہوگئے یہ گمان کرکے کہ ان لفظون سے طلاق واقع ہوجاتی ہی بدون ایقاع زوجہ کے اور شارح نے بھی اسپر آگاہ کر دیا ہی کہ اختاری کنایات تفویض طلاق سے ہی نہ ایقاع طلاق سے [illegible] والمطلقاتی سرحتک مشتق ہی سراح بالفتح سے بمعنی ارسال کے یعنے مین نے تجھکو کسی کام کے واسطے بھیجا یا اسواسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہی اور اسیطرح فارقتک یعنی کسی کام کے واسطے اس مکان مین تجھکو چھوڑا یا طلاق دی اسواسطے چھوڑا ہم ان الفاظ مین احتمال رد سوال اور دشنام کا نہین بلکہ یہ مخصوص ہین جواب کے واسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح کی ہی اور بعضے محشیون نے کہا ہی کہ انت واحدۃ مین احتمال دشنام کا موجود ہی یعنے تو بد کامون مین یکتا ہی چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہی اور اعتدی مین بھی احتمال دشنام ہی یعنے شمار کر ان قبائح کو جو تجھسے صادر ہوئے کذا فی حاشیۃ المدنی ففی حالۃ الرضاء ای غیر الغضب والمذاکرۃ یتوقف الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی النیۃ للاحتمال تو حالت رضامندی مین یعنے سوائے حالت خفگی اور مذاکرۂ طلاق مین تینون قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہی بسبب احتمال کے یعنی اس حالت مین احتمال ہی کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہین تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہین اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کے واسطے مخصوص ہین تو لائق یون ہی کہ رضامندی مین انکے طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہوجاوے اسکا جواب یہ ہی کہ یہ مطلب نہین کہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق کے واسطے موضوع ہین بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہین اور اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہ حالت مذاکرہ طلاق کی ہوگئی اس حالت مین وقوع طلاق نیت پر موقوف نرہیگا کذا فی حاشیۃ المدنی والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبی اور قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہی عدم نیت مین اور کفایت کرتا ہی قسم لینا عورت کا زوج سے اسکے گھر مین سو اگر زوج نے قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اسکی حاکم سے سو اگر زوج وہان بھی قسم نہ کھاوے تو قاضی دونون مین جدائی کرادے کذا فی المجتبی لیکن قسم نہ کھانا غیر مجلس قاضی مین باعث تفریق کا نہین وفی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا اور خفگی کی حالت مین دونون قسمین پہلی نیت پر موقوف رہینگی یعنے جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہی اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکھتی ہی اگر دو پہلی قسمون سے نیت طلاق کی کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کے واسطے متعین نہین حالت غضب مین انسے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہوجاویگی

اسواسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہے طلاق کا و فی مذاکرة الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت مین فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی یعنے جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو و یقع فی الاخریین و ان لم ینو لان مع الدلالة لا یصدق قضاء فی نفی النیة لانہما اقوی لکونہا ظاہرة والنیة باطنة و لذا تقبل بینتہا علی الدلالة لا علی النیة الا ان یقام علی اقرارہ بہا عمادیة اور واقع ہوتی ہے طلاق دو اخیر قسمون سے یعنے جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور رد کا محتمل نہو ان سے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنے حالت مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کے مرد کی تصدیق نکیجائیگی باعتبار قضا کے نفی نیت مین اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے ہر شخص کو اسپر اطلاع ممکن ہے اور نیت امر باطن ہے کہ سوائے زوج کے کوئی نہین جان سکتا اور قاضی کو حکم ہے ظاہر پر عمل کرنے کا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اسواسطے مقبول ہونگے گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاوین نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنے اگر زوج نے اپنی نیت کا کہین اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہو گیا ہو تو اسکے اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیة ثم فی کل موضع یشترط النیة فلو السؤال بہل یقع یقول نعم ان نویت ولو بکم یقع یقول واحدة ولا یتعرض لاشتراط النیة بزازیة فلیحفظ پھر جس مقام مین وقوع طلاق کنایات مین نیت مشروط ہے یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا مین اور قسمین اولین حالت غضب مین اور قسم اول حالت مذاکرہ مین تامل کرے فتوی دینے والا سوال سائل مین سو اگر سوال یون ہو یعنے سائل کہے کہ مین نے یون کہا ہے آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہان طلاق واقع ہوتی ہے اگر تو نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ مین نے یون کہا ہے اس لفظ سے چند بار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور تعرض نکرے یہان نیت مشروط ہونے کا کذا فی البزازیة اسکو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی مین نیت مشروط ہونے کا ذکر اسواسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یون سوال کرنا کہ چند بار طلاق واقع ہوئی یہ صاف دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھلانا ہے انکار نیت کا و یقع رجعیة بقولہ اعتدی و استبرئی رحمک و انت واحدة و ان نوی اکثر ولا عبرة باعراب واحدة فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدة کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہین لفظ واحدة کے اعراب کا قول اصح مین اور بعضون نے کہا کہ انت واحدة مین اگر لفظ واحدة کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع ہوگی اسواسطے کہ واحدة اس ترکیب مین صفت ہے مصدر موصوف محذوف کی اصل مین یون تھا کہ انت طالق تطلیقة واحدة اور اگر واحدة کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدة اس صورت مین صفت ہوگئی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدة کو ساکن پڑھا تو دونون احتمال ہین لیکن اصح یہ ہے کہ اعراب واحدة کا کچھ اعتبار نہین ہر صورت سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہین جانتے ہین اور خواص بھی اسکا التزام نہین رکھتے یہان عرف پر مدار ہے نہ نحو اور لغت پر و یقع بہا ای بباقی الفاظ الکنایات المذکورة فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بریء من طلاقک و خلیت سبیل طلاقک و انت مطلقة بالتخفیف و انت اطلق من امرأة فلان وہی مطلقة و انت طا ل ق و غیر ذلک مما صرحوا بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنے باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہان مذکور ہو چکے تو اعتراض نہ وارد ہوگا واقع ہونا طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بریء من طلاقک یعنے منزہ اور دور ہون تیری طلاق سے و خلیت سبیل طلاقک یعنے تیری طلاق کی راہ مین نے چھوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجھ پر واقع ہوئی و انت مطلقة بالتخفیف یعنے تو مطلق العنان ہے و انت اطلق من امرأة فلان اور تو مطلق العنان زیادہ تر ہے مثلا زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہو چکی ہے و انت طا ل ق یعنے تو طالق ہے اور طالق کو بطور ہجی کے کہا اور سوائے ان مثالون کے جنکی فقہا نے تصریح کی ہے تو مصنف نے کہا کہ سوائے امثلہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند کنایات ایسے ہین کہ اُنسے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہ ہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یون دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہے یعنے جو الفاظ کنایات کے اس کتاب مین مذکور ہو چکے ہین اُنہین سوائے تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ سے طلاق رجعی واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہین خلافا للاختیار فان نیة الثلث لا تصح فیہا ایضا ولا یقع بہ الا بامرک بیدک مالم تطلق المرأة نفسہا کما یأتی

یعنی باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوائے لفظ اختاری کے اس واسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری میں بھی صحیح نہیں چنانچہ ہندی اختیری مکاکل امانت واحدۃ میں صحیح نہیں چنانچہ باب تفویض طلاق میں اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ امر کے بیدک سے ہوتی ہے تا وقتیکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق میں آویگا البائن ان نواها او الثنتین لما تقرر ان الطلاق مصدر لا یحتمل العدد لفظ بائن فاعل ہے تقع بہا کا یعنی باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہیں ہے عدد کا تو طلاق دو کا ارادہ کرنا صحیح نہ ہوگا دو کی نیت کرنے سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن یہ علت کل الفاظ کنایات میں ظاہر نہیں ہوتے اس واسطے کہ سرحتک وفارقتک وخلیتک وبریتک میں مصدر نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وثلث ان نواه للوحدة الجنسیۃ ولذا صح فی الامۃ نیۃ الثنتین اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقیں واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسی واسطے ان الفاظ سے لونڈی کے حق میں دو طلاق کی بھی نیت کرنا صحیح ہے خلاصہ یہ کہ مصدر موضوع ہے وحدت کیواسطے خواہ وحدت حقیقی ہو جیسے ایک میں یا وحدت جنسی ہو جیسے تین میں تو تین فرد حکمی ہے اس واسطے کہ تین حرہ کے حق میں کل طلاق ہیں اور اسیطرح دو لونڈی کے حق میں فرد حکمی ہیں اس واسطے کہ کل طلاق ہیں قال اعتدی ثلثا ونوی بالاول طلاقا وبالباقی حیضا صدق قضاء لنیتہ حقیقۃ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی سے یعنی دوسرے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اسکی تصدیق کیجاویگی قضاء میں بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اس واسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض ہے اور طلاق مجاز ہے تو حیض والی عورت میں جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا اس لفظ اعتدی کے معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلا شبہ اسکی قضاء میں تصدیق ہوگی اور جب قضاء میں تصدیق ہوئی تو دیانت میں بھی ہوگی وان لم ینو بہ ای بالباقی شیئا فثلث لان الحال بنیۃ الاولی اور اگر نیت نہ کی باقی سے کچھ نہ طلاق کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہونگی بواسطہ دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے لفظ اول سے یعنی جب اسنے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونوں لفظوں سے بھی طلاق کا تعین ہوگیا تو اس صورت میں نفی نیت زوج کی تصدیق نہ ہوگی قضاء میں لیکن دیانت میں طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نوی بالثانی فقط فثنتان او بالثالث فواحدۃ دلالت حال یہاں تک معتبر ہے کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اس واسطے کہ جب اسنے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حالیہ طلاق ثابت ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اس واسطے کہ اول دو لفظوں میں حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی ولو لم ینو بہ بالکل لم یقع اور اگر زوج کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نہ کی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ ظاہر حال میں کوئی قرینہ نہیں نیت کا اور اگر ان الفاظ سے حیض کی نیت کریگا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی واقسامہا اربعۃ وعشرون ذکرھا الکمال اور مسئلہ اعتدی کے جب تین بار مکرر ہو چوبیس قسمیں ہیں فتح القدیر میں کمال الدین نے انکو ذکر کیا ہے انمیں سے چھ قسموں میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور گیارہ میں دو طلاق واقع ہوتی ہیں اور چھ میں تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ایک قسم میں مطلق طلاق نہیں ہوتی پہلی صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی انمیں ایک طلاق ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسری یہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے حیض کی نیت کی پانچویں یہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹے یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھ صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی ساتویں یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھویں یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی نویں یہ کہ اول دو لفظوں سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نہ کی دسویں یہ کہ اول اور ثالث سے حیض کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی گیارھویں یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارھویں یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرھویں یہ کہ اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت کی چودھویں یہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرھویں یہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھ نیت نہ کی سولھویں یہ کہ اول سے طلاق اور

ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی سترھوین یہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت نہ کی ان گیارہ صورتون مین یعنی ساتوین سے سترھوین تک تین طلاقین واقع ہونگی اٹھارھوین یہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسوین یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی بیسوین یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی اکیسوین یہ کہ اُسی حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسوین یہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تئیسوین یہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی ان چوبیس صورتون مین سے اٹھارھوین سے بائیسوین تک تین طلاقین واقع ہونگی چوبیسوین صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت نہ کی تو کچھ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو مابعد اُس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہوگی ہان اگر مابعد مین حیض کی نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کریگا تو صحیح ہوگا اور اسیطرح قبل منوی کے عدم نیت صحیح ہے مثلاً لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی مین نفی نیت مقبول نہوگی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہے اور اول لفظ مین عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہے اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہے اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اسکے قبل طلاق کی نیت نہین تو اُس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اسکے قبل طلاق کی نیت ہو چکی ہے تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کرے تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ویزاد لو نوی بالکل واحدۃ فواحدۃ دیانۃ وثلث قضاء اور چوبیس قسمون کو ایک قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانت مین بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضا مین اسواسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہے ولو قال انت طالق اعتدی او عطفہ بواو او فاء فان نوی واحدۃ فواحدۃ او ثنتین فثنتان واذا لم ینو فمع الواو ثنتان وفی الفاء قیل واحدۃ وقیل ثنتان اور اگر کہا زوج نے کہ انت طالق اعتدی بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو سے یا فا سے یعنے یون کہا کہ انت طالق واعتدی یا یون کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینون صورتون مین ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہونگی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو انت طالق واعتدی مین دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی مین بعضون کے نزدیک ایک طلاق اور بعضون کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی طلقہا واحدۃ بعد الدخول فجعلہا ثلثا صح کلو طلقہا رجعیا فجعلہا قبل الرجعۃ بائنا او ثلثا ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اُس ایک طلاق کو تین طلاق کر ڈالا تو یہ ایک کا تین کر ڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر اسکو قبل رجعت کے بائن کر ڈالا یا ایک رجعی کو تین کر ڈالا وکذا لو قال فی العدۃ الزمت امرأتی ثلث تطلیقات بتلک التطلیقۃ او الزمتہا تطلیقتین بتلک التطلیقۃ فہو کما قال اور اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت مین کہ لازم کر دی اپنی عورت کو تین طلاق اُسی ایک طلاق سے جسکے سبب عدت مین تھی یا یون کہا کہ مین نے اسکو دو طلاق لازم کر ڈالی اُسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا یعنے وہ عورت اُسپر حرام ہوگئی اور کبھی اسکو حلال نہ ہوگی مگر بعد طلاق زوج ثانی کے ولو قال ان طلقتک فہی بائن او ثلث فطلقہا وقع رجعیا لان الوصف لا یتقدم الموصوف کما مر فتذکر اور اگر کہا کہ اگر تجھکو طلاق دون تو وہ طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنے بائن یا تین ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہ امر سابق مذکور ہو چکا اسکو یاد کر الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنے اول کہا انت طالق پھر کہا انت طالق یا طلاق عوض مال کے دی تو یہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یون کہا کہ انت بائن پھر کہا انت طالق تو یہ دوسری طلاق واقع ہوگی اور بائن ہو جاویگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والبائن یلحق الصریح اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یون کہا کہ انت طالق پھر کہا انت بائن تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی الصریح ما لا یحتاج الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلث فیلحقہما طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہو نیت کا خواہ صریح سے طلاق بائن واقع ہو

[illegible]

عدت لاحق نہین ہوتی [illegible] بشرط عدت کے [illegible] کی طلاق مین بائن [illegible] عدت لاحق نہین ہوگی کہ اسمین [illegible] عدد کی نہین ۱۲

یا رجعی کذا فی فتح القدیر یہ طلاق صریح میں داخل ہے یعنی یا طلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونوں کو لاحق ہوگی ہم بعضوں نے کہا کہ طلاق صریح وہ ہے جو صریح جس
واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض مال کے اگر بائن ہوئی چنانچہ بعضوں کا گمان ہے تو طلاق بائن کو کیونکر لاحق
ہوئی حالانکہ دونوں اسکو لاحق ہوتی ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق علی مال فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم المال کما فی الخلاصۃ
اور اسیطرح طلاق بعوض مال کے صریح میں داخل ہے تو لاحق ہوگی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی اور مال دینا اسمیں لازم نہ ہوگا کذا فی الخلاصۃ
ہم رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب ہوا کہ رجعی میں زوج کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت کو نہ چھوڑے تو عورت نے اپنی جان چھڑانے کا بدلا دیا اور بائن میں زوج کو
عورت پر بدون اسکی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نہ رہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کی صریح
بائن ہونے میں لفظ ہے نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنے اگر لفظ محتاج نیت کا نہیں تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح میں طلاق ثلث اور طلاق
بعوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہے وہ بائن میں داخل ہے اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اسمیں طاری ہو گئی ہے بسبب شیوع استعمال عرفی کے
لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء
نہیں لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر ڈالنا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن یا دوسری
یوں کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنے میں نے تجھکو ایک طلاق بائن کر جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ خبر ہے اول سے تو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ انشاء
طلاق ٹھہرانے میں یعنے بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ اسکا خبر ڈالنا اول سے ممکن ہے یعنے اول کلام سے طلاق واقع کی
اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ہم یہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہے وہ ملحق نہیں ہوتی اور اگر بائن
بلفظ کنایہ نہیں تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یوں کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہ طلاق ثانی بھی واقع
ہوگی اور یہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کرنا خوب نہیں بلکہ یوں کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے کہ یہاں مراد خبر
سے خبر نحوی نہیں بلکہ جملہ خبریہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ
علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق کے یہ ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ میں نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن
دی پھر کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا کہ میں نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنے بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو
ان تینوں صورتوں میں دوسری طلاق بھی واقع ہوگی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جاویگا
ہم صورت اول میں لفظ اخری کا مانع ہے حمل اخبار کا اور صورت ثانی میں لفظ طلاق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہیں ہوتا مگر کنایہ میں اور لفظ بائن کا لغو ہے اور
صورت ثالثہ میں بینونت کبری یعنے طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینوں صورتوں میں بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہ ہوسکا تو خواہ مخواہ دوسری طلاق
بائن بھی واقع ہوئی ولذا وقع المعلق کما قال لہا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار
فانت بائن ناویا الطلاق ثم ابانہا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسیواسطے یعنے بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی
ہے طلاق معلق چنانچہ مصنف نے کہا کہ بائن لاحق نہیں ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق بشرط ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنے اول
تعلیق یا اضافت ہو بعد اسکے منجز بائن یعنے طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو بائن ہوگی تو یہ کہا طلاق کی نیت کی
پھر اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر میں داخل ہوگی تو اسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہیں خبر
ہونے کی اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہیں ہوتی مگر بعد مخبر عنہ کے ومثلہ المضاف کانت بائن غدا ثم ابانہا ثم جاء غد یقع لحق

اور مانند معلق کے ہو مضاف چنانچہ اول زوج نے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہو کل پھر اسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب کل آویگا تو دوسری طلاق بائن واقع ہوگی بسبب سابق کے ہواسطے کہ مضاف بھی بسبب مضافت سابقہ کے خبر نہیں ہو سکتا و فی البحر عن الوہبانیۃ انت بائن کنایۃ معلقا کان او منجزا فیفتقر الی النیۃ اور بحر الرائق میں ہے وہبانیہ سے کہ انت بائن یہ کنایہ ہو طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہو نیت کیطرف اس قول سے شارح نے یہ استدلال کیا کہ لفظ بائن میں نیت کرنا ضرور ہو بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار بانت ثم کلمت یقع اخری فی حیرۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہے پھر کہا اگر تو زید سے بولے گی تو تو بائن ہے پھر زوجہ گھر میں داخل ہوگی اور ایک طلاق بائن اسپر ہوگئی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اسپر واقع ہوگی کذا فی الذخیرۃ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی و فی البزازیۃ ان فعلت کذا فحلال اللہ علی حرام ثم قال کذلک فی امر اٰخر ففعل احدهما بانت کذا لو فعل الثانی خلافا للاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلا اگر شراب پیوں تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہے پھر اسیطرح دوسرے امر کے واسطے کہا یعنی مثلا اگر میں ترک صلوۃ کروں تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہے سو زوج نے کوئی ان میں سے کیا تو اسکی عورت پر ایک طلاق بائن پڑی اور اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے قید بالقبلیۃ لانہ لو ابانہا اولا ثم اضاف البائن او علقہ لم یصح لتجیزیہ بدائع ثم مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کر اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر مضاف کریگا بائن یا معلق کریگا صحیح ہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنے جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسی ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست نہیں و یستثنی ما فی البزازیۃ قال کل امرأۃ لہ طالق لم یقع علی المختلعۃ اور اس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ میں ہے مستثنی ہے کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اسکی ہے وہ طالق ہے تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنے وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح بائن کو اسوقت لاحق ہوتی ہے جبکہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اسکی طرف اور یہاں نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال ان فعلت کذا فامرأتہ کذا لم یقع علی معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اسکی عورت ایسی ہے یعنے طالق ہے نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہتا ہے تو وہ اسکی عورت نہ رہی علاوہ اسکے خطاب اور اشارہ یہاں بھی نہیں و یضبط الکل ما قیل ﴿ کلا اجز لا بائنا مع مثلہ الا اذا علقتہ من قبلہ او لا بکل امرأۃ و قد خلعہا والحق الصریح بعد لو لقیتہا اور جمع کر دی ہیں نظم میں بعضے علما نے تمام لحوق کی صورتیں مع مستثنی اور عدم لحوق کی صورتیں مع مستثنی یعنے طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جبکہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنے اس صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن کو اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ کل امرأۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع کے لاحق کیا تو یہ طلاق صریح بعد بائن کے واقع ہوگی اور بعضے نسخوں میں مصرع اولی یوں ہے و لحوقا اجز لا بائنا مع مثلہ یعنے ہر لحوق کو جائز جان نہ بائن بعد بائن کے کل فرقۃ ہی فسخ من کل وجہ کاسلام و ردۃ مع لحاق و خیار بلوغ و عتق لا یقع الطلاق فی عدتہا مطلقا جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہے ہر طرح سے جیسے مسلمان ہونا دو میں سے کسیکا یا مرتد ہونا عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اسکی عدت میں مطلقا نہ طلاق صریح نہ بائن نہ منجز نہ معلق خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیۃ المدنی و کل فرقۃ ہی طلاق فیقع الطلاق فی عدتہا علی ما بینا اور جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع ہوگی طلاق اسکی عدت میں اسیطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخرہ **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے انما یلحق الطلاق لمعتدۃ الطلاق اما المعتدۃ للوطی بشبہۃ لا یلحقہا خلاصۃ طلاق تو اس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت میں ہو اور جو عورت بسبب وطی اشتباہی کے عدت میں ہو اسکو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصۃ ثم اسیطرح نکاح فاسد اور لونڈی جبکہ آزاد ہو جاوے تو اسکی عدت میں بھی نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و فی القنیۃ قد جامرأتہ من غیرہ طلو یکن طلاقا ثم رقم ان نوی طلقت اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے

نکاح کردیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہین اسواسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین پھر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کیطرف اشارہ کرکے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت طالقہ ہوگی اور ظاہر عدم طلاق معتمد ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر اذھبی فتزوجی یقع واحدۃ بلا نیۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کرلے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کذا فی البزازیہ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر مین یون ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اذھبی فتزوجی اور طلاق کی نیت نہ کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مطلب یہ ہے کہ تو نکاح کرلے اگر تجھکو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونون روایتون مین اختلاف ثابت ہوا اور دونون قولون مین واو اور ف کا فرق نکالنا نہایت بعید ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر وکذا اذھبی الی جہنم یقع ان ینوی خلاصہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصۃ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے وکذا اذھبی عنی اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ جا میرے پاس سے وافلحی اور اسیطرح افلحی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ افلحی بمعنی اذھبی کے ہے یعنے جا رخصت کے وقت عرب بولتے ہین افلحی بخیر اور یہ بھی محتمل ہے کہ افلحی بمعنی اظفری بمرادک ہے تو بامراد ہو یعنے اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر الرائق فسخت النکاح اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ مین نے نکاح کو فسخ کردیا وقوع طلاق مین اس قول سے شاید نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کیطرف نہین یعنی یون نہین کہا کہ مین نے تیرا نکاح فسخ کردیا اور اگر عورت کیطرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن مشکل یہ ہے کہ اس قول کو کہ الفاظ طلاق صریح مین شمار نہین کیا تو یہ مقتضی ہے احتیاج نیت کا بہرصورت یہ مسئلہ تحریر او تنقیح طلب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الشیخ الرحمتی وانت علی کالمیتۃ او کلحم الخنزیر او حرام کالماء لانہ تشبیہ بالسرعۃ اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مانند مردار کے ہے یا مثل سور کے گوشت کے ہے یا تو مجھپر حرام ہے مثل پانی کے اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہے جلدی اور شتابی مین گویا یون کہا کہ تو مجھپر حرام ہے نہایت جلد جیسے پانی مین جلدی ہوتی ہے بہنے کے وقت ولا یقع باربعۃ طرق علیک مفتوحۃ وان نوی مالم یقل خذی ای طریق شئت اور نہین واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چار رستے تجھپر کھلے ہین اگرچہ نیت طلاق کی ہو جب تک یون نہ کہے کہ تو جس راہ کو کہ تو چاہے جا **فائدہ** چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہان مناسب معلوم ہوا واسطے مزید افادہ طالبین کے از انجملہ انت سائبۃ یعنے تو مانند یعنے تو بے قید ہے جیسے سانڈ وحبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر ہے یہ استعارہ ہے تخلیہ سے عرب کا دستور ہے کہ جب اُنٹنی کو چھوڑتے ہین تو اُسکی گردن پر رسی ڈالدیتے ہین والحقی باہلک یعنے لپنے لوگون مین جا مل ووہبتک لاہلک او لابیک او لامک یعنے مین نے تجھکو تیرے لوگون کو دیا یا تجھکو تیرے باپ کو یا تیری مان کو دیا عفوت عنک لاجلہم یعنے مین نے تجھکو معاف کیا تیرے لوگون کے سبب سے رددتک الیہم یعنے مین نے تجھکو تیرے لوگون پر پھیر دیا اور ان صورتون مین اُنکا قبول کرنا شرط نہین اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیرے چچا کو یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو واعتقتک یعنے مین نے تجھکو آزاد کیا او کونی حرۃ یعنے تو آزاد ہو جا واظفری بمرادک یعنے تو اپنے مطلب کو حاصل کر وخالعتک مین نے تجھ سے خلع کی تنحی یعنے ہٹ ولست لی بامراۃ یعنے تو میری جورو نہین ولست لک بزوج یعنے مین تیرا زوج نہین ولا نکاح بینی وبینک یعنے میرے اور تیرے درمیان نکاح نہین وصرت غیر امراتی یعنے تو میری جورو نہ رہی وقالت لست لی بزوج فقال صدقت یعنے زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہین سو شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا وابتغی الازواج یعنے اور شوہر تلاش کر وابعدی عنی یعنے مجھ سے دور ہو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لا اریدک لا احبک لا اشتہیک یعنے مین تجھکو نہین چاہتا مین تجھ سے محبت نہین رکھتا مجھکو تیری خواہش نہین تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہین ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الملتقی والہندیۃ

باب تفویض الطلاق

باب تفویض الطلاق

یہ باب ہے تفویض طلاق کا لما ذکر ما یوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر ما یوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہے جبکہ مصنف ذکر کر چکا اُس طلاق کو جسکو زوج خود واقع کرتا ہے دونون قسمون کے ساتھ یعنے صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اُس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہے وانواعہ ثلثۃ تفویض وتوکیل ورسالۃ اور ایقاع غیر کی تین قسمین ہین ایک تفویض یعنے غیر کو طلاق کا مالک کردینا دوسرے توکیل یعنے دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری

قسم رسالت یعنے غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل مین یہ ہی کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل[۱] کرتا ہی اور توکیل مین
وکیل مامور ہوتا ہی غیر کے واسطے عمل کرتا ہی اور رسالت تو محض تحمل اور سفارت سے عبارت ہی والفاظ التفویض ثلثۃ تخییر وامر بید ومشیۃ
اور الفاظ تفویض کے تین ہین ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لہا اختاری او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق لانہا کنایۃ فلا
یعملان بلا نیۃ او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کر لے یا یون کہا کہ تیرا امر
تیرے ہاتھ مین ہی نیت کی ان دونون لفظون مین طلاق سپرد کرنے کی اسواسطے کہ دونون لفظ کنایۂ طلاق ہین تو طلاق واقع ہونے مین بدون
نیت کے عمل نہ کرینگے یا زوج نے یون کہا کہ طلاق دے لے اپنی ذات کو تو ان تینون صورتون مین زوجہ کو اختیار ہی کہ اپنی ذات کو طلاق دے لیوے علم تفویض کی
مجلس مین یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہین تک اُسکو اختیار حاصل ہی خواہ بالمشافہہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے خبر پہونچی ہو یا
زوج کا خط آیا ہو وان طال یوما او اکثر مالم یوقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہی اگرچہ مجلس دراز ہو گئی ہو ایک دن تک
یا زیادہ مجلس طویل ہین وہان تک اختیار ہی جب تک زوج نے تفویض کا وقت نہین ٹھہرایا اور حال یہ ہی کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلاً زوج نے کہا تھا
کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہی پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی مالم تقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل ما یقطعہ
مما یدل علی الاعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہی جب تک مجلس علم سے نہ اُٹھے
اسواسطے کہ اُٹھنے مین اسکی مجلس کا تبدل ہی حقیقت مین یا تبدل مجلس حکما ہو اسطرح پر کہ وہ کام کرنے لگے جو قاطع ہی اختیار کا اُس قسم سے جو دلالت کرے بے اتفاقی اور
روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہی تو موقوف رہیگی عورت کے قبول پر مجلس مین تفویض توکیل نہین بلکہ تملیک ہی تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہین حتی لو خیرہا
ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہی یہان تک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ مین اُسکو طلاق نہ دونگا
پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہوگا قول اصح مین اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق
سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہی اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تھا کہ حتی لو خیرہا کے
مقام پر ولو خیرہا کہتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ بھی تو فرع ہی تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق بعدہ ای المجلس الا اذا زاد علی قولہ طلقی نفسک واخواتہ متی
شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دے سکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اُسوقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقی نفسک
اور اسکے امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اسکے زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہ ہوگا بلکہ ہر وقت
اسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یون ترجمہ ہی کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے لے جب تو چاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے ولم یصح رجوعہ لما مر
اور نہین صحیح ہی رجوع کرنا زوج کا اُس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنے تفویض تملیک ہی نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا واما فی طلقی ضرتک او قولہ لاجنبی
طلق امرأتی فیصح رجوعہ عنہ ولم یتقید بالمجلس لانہ توکیل محض[۲] اور اس قول مین کہ طلقی ضرتک یعنے طلاق دی اپنی سوت کو
یا اس قول مین جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دے میری عورت کو صحیح ہی رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر مقید اُسی مجلس کر نہین اسواسطے کہ یہ قول محض توکیل
ہی مطلق تملیک نہین اسواسطے کہ مامور اسمین عمل غیر کے واسطے کرتا ہی نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلۂ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہی
اور توکیل مین مجلس کی قید نہین وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرۃ اور اس قول مین کہ طلاق
دے اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہ قول تملیک ہی مخاطبہ کے حق مین اور توکیل ہی اسکی سوت کے حق مین کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق دلانی مخاطبہ
سے رجوع کرنا درست نہین اور اسکی سوت کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہی اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہی بخلاف اسکی سوت کے

[۱] یعنی اسکو اختیار ہی چاہی کرے چاہی نہ کرے اور وکالت مین عمل کا کرنا معین ہوتا ہی وکیل کو اختیار نہین کہ نہ کرے ۱۲

الا اذا علقہ بالمشیئۃ فیصیر تملیکا لا توکیلا توکیل مین رجوع کرنا درست ہی مگر جبکہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اسوقت مین توکیل تملیک ہو جاوے گی توکیل باقی نہ رہیگی یعنے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس تماسے جائز نہین کیونکہ یہ توکیل نہ رہی بلکہ تملیک ہو گئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہی وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اُسکی خواہش اور رائے پر رکھا تو اُسکو مالک کر دیا اسواسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا صفت ہی مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے رد کیا مذہب زفر کو کذا فی حاشیۃ المدنی والفرق بینہما فی خمسۃ احکام فی التفویض لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بمجلس لا بعقل فیصح تفویض مجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکمون مین ہی سو تملیک مین نہین رجوع کر سکتا زوج اور نہین معزول کر سکتا مالک کو اور باطل نہین ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہی تملیک مجلس سے اور نہین مقید ہوتی مالک کی عقل سے تو صحیح ہی تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بے عقل کو بشرطیکہ وہ دونون کلام کر سکتے ہون بخلاف توکیل کے کہ اسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہی اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہی اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہی کذا فی بحر الرائق ثم عزل کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی ذکر عدم رجوع کافی ہی یعنے جب تملیک سے رجوع کرنا جائز نہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہو گا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی نعم لو جن بعد التفویض لم یقع فہذا تسومح ابتداء لا بقاء عکس القاعدۃ فلیحفظ ہان اگر مفوض الیہ یعنے جسکو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون ہو گیا بعد تفویض کے پھر اُسنے حالت جنون مین طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہو گی تو اس مسئلہ مین مسامحہ اور تساہل ہوا ابتدا مین نہ بقا مین بالعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قاعدہ فقہیہ یہ ہی کہ یتسامح فی البقاء ما لا یتسامح فی الابتداء یعنے مسامحہ کیا جاتا ہی بقاء امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ ہوتا ابتداء امر مین اور اس مسئلہ مین بالعکس قاعدہ کے ہوا یعنی ابتدا مین مسامحہ ہوا نہ بقا مین یعنے مجنون کو تفویض طلاق درست ہی اور اُسکا ایقاع بھی درست اور اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے عاقل ہو اور پیچھے مجنون ہو جاوے تو اسکی طلاق درست نہین اور سبب اسکا یہ ہی کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اُسکے ایقاع طلاق پر باوجود اسکی بے عقلی کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون زوجہ پر معلق کیا بخلاف اسکے اگر عاقل کو تفویض کی پیچھے وہ دیوانہ ہو گیا تو یہان تفویض تھی اُسکی عقل کے اعتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہین وجلوس القائمۃ واتکاء القاعدۃ وقعود المتکئۃ ودعاء الاب او غیرہ للمشورۃ بفتح فضم المشاورۃ ودعاء الشہود للاشہاد علی اختیارہا الطلاق اذا لم یکن عندہا من یدعوہم سواء تحولت عن مکانہا او لا فی الاصح خلاصۃ اور قاطع مجلس کا نہین بیٹھنا کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھے کا اور اُٹھنا تکیہ لگانے والے کا اور بلانا باپ کا یا غیر اسکے کسی اور کا باہم صلاح کرنے کیواسطے اور بلانا گواہون کا گواہ کرنے کے واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جبکہ عورت کے نزدیک کوئی اُنکا بلا دینے والا نہو خواہ اُس بلانے مین عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو یا نہ ٹلی ہو دونون برابر ہین قول اصح مین کذا فی الخلاصۃ معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنے کو نہ بلایا یا ہوتے ہوئے دوسرے بلا دینے والے کے عورت خود گواہون کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اُسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بہ فتح میم وضم شین معجمہ بمعنے مشاورت ہی یعنے باہم صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہی کہ مشورہ مین دو لغت ہین لغت اول سکون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس مین ہی کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہی نہ مفعولہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی وایقاف دابۃ ہی راکبتہا لا یقطع المجلس اور ٹھہرانا اُس سواری کا جبر عورت سوار ہی مجلس اختیار کو قطع نہین کرتا ولو اقامہا او جامعہا مکرہۃ بطل لتمکنہا من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے اُٹھایا یا زبردستی اُس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنے حالت اقامت اور حالت جماع مین عورت یون کہنے پر قادر تھی کہ اخترت نفسی[لہ] پھر جبکہ اُسنے نکہا تو اختیار باطل ہو گیا والفلک لہا کالبیت وسیر دابتہا کسیرہا حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلک ویتبدل بسیر الدابۃ لاضافتہ الیہا اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹھری کے ہی اور چلنا اُسکی

[لہ] یعنی مین نے اپنے نفس کو اختیار کیا ۱۲

سواری کا مانند چلنے عورت کے ہی یہان تک کہ نہین بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہی سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے سیال کے عورت کیطرف اسواسطے کہ سواری چلانے پر
جانور چلتا ہی بخلاف کشتی کے کہا لان تجیب مع سکوتہا ویکون فی محمل یقودھما الجمال فانہ کالسفینۃ سواری کے چلانے سے اور عورت کے خود چلنے سے
مجلس بدل جاتی ہی مگر اسوقت مجلس نہین بدلتی جب عورت بول اٹھے جواب مین زوج کے چپ ہونے کے ساتھی یعنے فوراً سنکر جانور کے یا اپنے قدم اٹھاتے ہی جواب دیا
اور اگر پہلے قدم اٹھا پھر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن الہندیۃ یا کہ زوج اور زوجہ دونون ایک عماری مین ہون اور اونٹ
کو اونٹ والا ہانکتا ہو اسوقت مین مثل کشتی کے ہی یعنے اسکے چلنے سے مجلس نہین بدلتی وفی اختاری نفسک لا تصح نیۃ الثلث لعدم تنوع الاختیار
بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمین صحیح نہین عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا
بسبب عدم تنوع اختیار کے یعنے اختیار ایسا امر نہین جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہوسکتی ہی یعنے بینونت صغری اور بینونت
کبری تو اگر انت بائن مین تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہی بسبب تنوع کے اور اسیطرح امر بالید بھی چند قسم ہی زوج کو اختیار کرے یا طلاق کو پھر طلاق رجعی کو اختیار کرے
یا بائن کو پھر بینونت صغری کا ارادہ کرے یا کبری کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اسمین تنوع اور تعدد کو گنجائش نہین اسواسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہی استخلاص
نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہی اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہی اسکو عموم نہین ہوتا تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اسکی تقدیر ہوگی اور قدر ضرورت
یہان ادنی مرتبہ ہی بینونت کا یعنی بینونت صغری اسواسطے کہ بینونت صغری سے بھی استخلاص نفس کا ملک نکاح سے ہوتا ہی تو بینونت کبری یعنے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح
نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی بل تبین بواحدۃ ان قالت اخترت نفسی او انا اختار نفسی استحسانا بخلاف قولہ طلقی نفسک فقالت انا طالق
او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوہرۃ مالم یتعارف او تنو الانشاء بلکہ اختاری نفسک مین بائن ہوگی عورت ایک طلاق کر اگر یون کہیگی کہ مین نے
اپنی ذات کو اختیار کیا یا یون کہے کہ مین اختیار کرتی ہون اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقی نفسک تو
عورت نے جواب مین کہا کہ انا طالق یعنے مین مطلقہ ہون یا یون کہا کہ مین اپنی ذات کو طلاق دیتی ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ہی ایقاع طلاق کا تو قول
خود ایقاع طلاق نہین کذا فی الجوہرۃ عدم وقوع طلاق جبتک ہی کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اس زمانہ مین
صیغہ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج اور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ھ قیاس چاہتا ہی کہ
انا اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی خود انشاء طلاق نہین انشاء ہوتا ہی ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان کے اس لفظ سے طلاق
واقع ہوتی ہی وجہ استحسان کی یہ ہی کہ صحیح مسلم مین حدیث مروی ہی کہ جب آیت تخییر کی سلہ نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
یہ حال کہا تو صدیقہؓ نے کہا کہ انی ارید اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ یعنے مین اللہ اور اسکے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہون اور مسلم کی دوسری روایت مین یون ہی
کہ بل اختار اللہ ورسولہ یعنے بلکہ مین اللہ اور اسکے رسول کو اختیار کرتی ہون اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغہ مضارع معتبر رکھا
وذکر النفس او الاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط صحۃ الوقوع بالاجماع اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارۃ کا زوجین مین سے ایک کلام مین شرط ہی واسطے
صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنے وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہی ھ ذکر نفس اور اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہین بلکہ جو لفظ کہ
قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہی وہ بھی انہین دونون لفظون کی برابر ہی ویشترط ذکرہا متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح والا لا لانہا تملک
فیہ الانشاء اور شروط ہی ذکر نفس کا یا اختیارۃ کا متصل کلام مین پھر اگر منفصل ہی سو اگر اسی مجلس مین اسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ عورت مجلس مین انشاء
طلاق کی مالک ہی تو ذکر نفس اور اختیارۃ کی بھی مالک ہی والا لا الا ان یتصادقا علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامہما عن ذکر النفس ردتا
وافرہ الباقانی لکن رجحہ الکمال ونقلہ المحکم بقیل فالحق منعہ اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس مین نکیا تو ایقاع طلاق صحیح نہین تفویض باطل ہوگئی مگر اگر زوجین نے

سلہ یعنے سورۃ احزاب کی یہ آیت یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا

[illegible] دنیا کی [illegible] رخصت کر دون بھلی طرح [illegible] اور اسکے رسول کو [illegible]

اختیار نفس میں اتفاق کیا یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اُسنے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونوں کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدرر والغوائد اور تاجیہ میں ثابت لکھا ہو اس قول کو بہنسی اور باقانی نے لیکن رد کیا ہو اسکو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہو اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ مین بصیغۂ تمریض یعنی قیل کے لفظ سے تو ضعیف ہونا اس قول کا ٹھیک ہو بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہین کذا فی النہر الفائق فلو قال اختاری اختیارۃ او طلقۃ او امّک فقالت اخترت فان ذکر الاختیارۃ کذکر النفس لان التاء فیہ للوحدۃ وکذا ذکر التطلیقۃ پھر اگر کہا زوج نے اختاری اختیارۃ یا یون کہا اختاری طلقۃ یا یون کہا کہ اختاری امّک تو طلاق واقع ہوگی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطے کہ ذکر لفظ اختیارۃ کا مانند ذکر نفس کے ہو خصوصیت طلاق مین اسواسطے کہ لفظ اختیارۃ مین تے واسطے وحدت کے ہو اور تا وحدت نشانی ہو استحاد کی اور اسیطرح ذکر تطلیقۃ کا وقوع طلاق مین مثل ذکر نفس کے ہو بلکہ اُس سے بھی صریح تر ہو کذا فی حاشیۃ المدنی و تکرار لفظ اختاری و قولہا اخترت ابی او امی او اہلی او الازواج یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یون کہنا عورت کا کہ مین نے اپنے باپ یا اپنی مان کو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہرون کو اختیار کیا قائم مقام ہو ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والے کا موجب طلاق کا نہین لیکن اگر عورت کے مان باپ نہون اور اُسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ مین نے بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت مین بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی نافلا عن البحر والشرط ذکر ذلک فی کلام احدہما کما مثلنا فلم یختص اختارہ بکلام کما ظن اور شرط ہو ذکر کرنا اُسکا یعنے نفس یا قائم مقام نفس کا ایک کے کلام مین خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے چنانچہ ہمنے مثالون مین مذکور کیا تو نہین مخصوص ہو اُسکا ذکر زوج کے کلام مین چنانچہ بعضون کا گمان ہو ولو قالت اخترت نفسی و زوجی او نفسی لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنی زوج یا یون کہا کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو نہین بلکہ اپنے زوج کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگئی پھر زوج کو اختیار کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے اُس سے رجوع کرنا درست نہین وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب اختیار مین مسئلہ ثانیہ مین عدم وقوع طلاق مذکور ہو سو خطا ہو نعم لو عکست لم یقع اعتبارا للمقدم و بطل امرہا لو عطفتہ باو او شاہا المختارۃ فاختارت او قالت الحقت نفسی باہلی ہان اگر عورت اس کلام کو بالعکس کہے یعنے یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو نہین بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنے جسکو اول ذکر کیا اُسکا اعتبار ہو اور موخر کا کچھ اعتبار نہین اور باطل ہوگیا اختیار اُسکا چنانچہ باطل ہو اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنے یون کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنے اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو یا اپنے زوج کو اسواسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اُسکا باطل ہوگیا طلاق نہ واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی اختیار کرے سو اُسنے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہین ہوا اسواسطے کہ رشوت دینا حرام ہو بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہو یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنے مین نے اپنی ذات کو اپنے لوگون مین ملایا تو طلاق واقع نہو گی اسواسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و لو کررہا ای لفظۃ اختاری ثلثا بعطف او غیرہ فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا بلا نیۃ الزوج لدلالۃ التکرار ثلثا اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری واختاری واختاری کہا یا تکرار بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب مین فقط اخترت کہا یعنے مین نے اختیار کیا یا یون کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یون کہا کہ مین نے پہلے یا درمیان والی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کے اوپر طلاق کے اور صاحب کنز اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہو اسواسطے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اسمین نیت مشروط نہین کی اور زیادات اور جامع کبیر مین اور قاضیخان وغیرہا مین نیت مشروط ہو اور صاحب فتح القدیر نے بھی شرط نیت کو پسند کیا ہو بحر الرائق مین کہا کہ باعتبار روایت

منہ
اختیار کرے ایک
اختیار ۱۲ منہ
اختیار کرے ایک
طلاق ۱۲ منہ
اختیار کرے ایک
ان کو ۱۲

اور روایت کے یہی قول محمد ہی کہ نیت شرط ہی ذکرہ بعض کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا یقع فی اخترت الاولی الی الاخرۃ واحدۃ بائنۃ واختارہ الطحاوی یحتج اقرہ المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی وقد افاد ان قولہ ما ہو المفتی بہ لان قولہ وبہ ناخذ من الالفاظ المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی میں اور اخترت الوسطی یا واخترت الاخرۃ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے اسکو پسند کیا ہی کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہی اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہی کہ اس روایت کو ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام نے البتہ یہ فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہی اسواسطے کہ فقہا کا یون کہنا کہ بہ ناخذ یعنے ہم اسکو لیتے ہیں اُن الفاظ سے جنسے اعلام دیا جاتا ہی افتا پر ایسا ہی مرقوم ہی شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطلیقۃ او اخترت الطلقۃ الاولی بانت بواحدۃ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے کہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح میں اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہی تو عورت مالک نہیں غیر بائن کی یعنے رجعی کو اختیار نہیں کر سکتی امرک بیدک فی تطلیقۃ واختاری تطلیقۃ فاختارت نفسہا رجعیۃ لتفویضہ الیہا بالصریح والمقید بالبینونۃ اذا قرن بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہی ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہی نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہی جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہوجائیگا چنانچہ بالعکس اسکے یعنے جب صریح متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہوجاتا ہی چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنے لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہی پھر طلاق رجعی ہونے کی کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہی تو رجعی ہوجاتا ہی اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قید بفی ومثلہا الباء بخلاف لتطلق نفسک او حتی تطلقی فھی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے بے بھی ہی مقید کیا بسبب مخالفت لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے کہ اسمین ایک طلاق بائن ہوتی ہی یعنے امرک بیدک فی تطلیقۃ مین رجعی طلاق ہوتی ہی بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور بے یہان واسطے ظرفیت کے ہی اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہی بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنے تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہی تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یون کہا کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنے تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہی طلاق دینے تک کہ اسمین لفظ طلاق کا منفصل ہی اسواسطے کہ علت اور غایت شی کی شی سے جدا ہوتی ہی تو جب صریح بائن سے متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل امرھا بیدھا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان لفظ الطلاق لم یکن فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہی اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہونچے تو طلاق دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر زوج کیطرف سے خرچ نہ پہونچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے متصل نہ تھا پھر جب اتصال صریح کا بائن سے نہ تھا تو بائن طلاق واقع ہوگی ہم نفس الامر سے یہان واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہی فتامل **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال لرجل خیر امراتی فلا خیار لہا مالم یخیرھا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہین کر سکتی جب تک وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جبتک وہ مرد اسکو نکریگا زوج کا مامور بہ نا حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر بخلاف اخبرھا بالخیار لانہ اقرار بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہونچانے اس مرد کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنے اس قول میں اختیار مقدم ہی خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا قال لہا انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت فھی ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہی اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

سو کہا زوجہ نے کہ مین نے چاہا اور اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے قال اختاری الیوم و غدًا اعتبر کہا زوج نے
کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کریگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غدًا تعدد
اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ متعدد ہوا یعنے دو اختیار ہوئے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطے عطف کے اور عطف مقتضی ہے مغایرت کا تو آج کے
اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک هذا الشهر خیرت فی بقیتهما کہا کہ اختیار کر آج یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ مین ہے اس مہینے مین تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن مین اور بقیہ مہینے مین یعنے اگر زوج نے پہر دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے اور
اگر دسوین تاریخ اختیار دیا تو بیس یا انیس دن تک اختیار ہے ولو قال یوما او شهرا فمن ساعة تکلم الی مثلها من الغد والی تمام ثلثین یوما اور اگر زوج نے کہا
اختاری یوما یعنی اختیار کر ایک دن یا یون کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنے یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک پہلی صورت مین اور بولنے کے
وقت سے پورے تیس دن تک دوسری صورت مین عورت مختار ہے طلاق کی ولو جعل لها رأس الشهر خیرت فی اللیلة الاولی ویومها اور اگر زوج نے عورت کا اختیار
مہینہ کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اس مہینہ کی پہلی رات اور اسکے دن مین ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت او لا اور باطل نہین ہوتا معین
وقت مجلس مین عورت کے اعراض اور روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذر جانے سے عورت کو تخییر کا علم ہو یا نہو بخلاف اختیار غیر معین کے کہ اعراض سے باطل ہو

باب الامر بالید

یہ باب ہے امر بالید کا امر بمعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اسکے زوج نے اسکے تصرف مین کر دیا تخییر کو مقدم کیا
اسواسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اسمین اختلاف نہین لیکن صحابہ کا اجماع نہین کذا فی حاشیة المدنی هو کالاختیار الا فی نیة الثلث لا غیر
امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کیطرف محتاج ہونے مین اور مجلس تک مقید ہونے مین اور نفس کے ذکر کرنے مین یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین طلاق کی نیت
کرنے مین اختیار کے مانند نہین نہ اسکے غیر مین یعنے فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار مین تین طلاق کی نیت صحیح نہین اور امر بالید مین صحیح ہے باقی امور مین دونون برابر ہین
اذا قال لها ولو صغیرة لانه کالتعلیق بزازیة امرک بیدک او بشمالک او فمک او لسانک ینوی ثلثا ای تفویضها فقالت فی مجلسها اخترت نفسی
بواحدة او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن جبکہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت
صغیرہ ہو اسواسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیة اسطرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین یا تیرے بائین ہاتھ مین ہے یا تیرے منھ مین یا تیری زبان مین ہے تو بعض
تین طلاق سے تین کی نیت کر کے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس مین کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیاره واحدہ کر اختیار کیا یا قبول کیا مین نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا امر اپنا
یا عورت نے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہ تو مجھ سے بائن ہے یا مین تجھ سے بائن ہون یا طالق ہون تو سب صورتون مین تین طلاق واقع ہونگی ہم صغیرہ کی تخییر صحیح ہے مثل
تعلیق کے یعنے اگر یون کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا پس جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسیطرح صغیرہ کی ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیة المدنی وکذا لو قال ابوها قبلتها کذا فی الخلاصة وینبغی ان یقید بالصغیرة اور اسیطرح تین طلاق
واقع ہونگی اگر تفویض مذکور مین عورت کے باپ نے کہا کہ مین نے قبول کیا انکو یعنے تین طلاق کو کذا فی الخلاصة اور لائق یون ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ کیجیے یعنے صغیرہ کے
باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا ہم شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عبارت خلاصہ عام ہے یا فی
بائن لفظه وعلق امرها بید ابیها فقال ابوها قبلتها طلقت اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ مین ہوا اور پھر اسنے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ
اسواسطے کہ یہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی [illegible]
بید الله وبیدک او امری بیدک علی المختار خلاصة کامرک بیدک وذکر بسم الله تعالی [illegible] ولو لم ینو ثلثا فواحدة [illegible] بعضین نے تجھکو تیری طلاق [illegible]

باب الامر بالید

[illegible]

امرہا بیدہا کے ہاتھ میں ہے یعنے اختیار میں یا تیرے ہاتھ میں ہے اور امر میرا تیرے ہاتھ میں ہے بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ و اقوال مذکورہ مانند امرک بیدک کے ہیں تین طلاق واقع ہونے میں نیت سے اور اس قول میں کہ امرک بید اللہ و بیدک کے یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر محض برکت کے واسطے ہے اور اگر ان اقوال میں تین طلاق کی نیت نکریگا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی ولو طلقت ثلثا وقال نویت [illegible] لتقبل نیتہا علی الدلالۃ سما م اور اگر امر بالید وغیرہ میں عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق دیدی اور کہا زوج نے کہا کہ میں نے تخییر میں ایک ہی کی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اسوقت موجود نہیں تو قسم لیجاویگی زوج سے تین طلاق کی نیت نکرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو قبول ہونگے [illegible] اسکے اقرار پر دیا سمجھیے یہ مضمون اول باب الکنایات میں مذکور ہو چکا واتحاد المجلس [illegible] ولو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم بذلک وطلقت نفسہا لم تطلق لعدم شرط خانیہ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو بعد مذکور ہونا نفس یا اسکے قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے لفظ امر بالید عورت کو اختیار دیا اور اسکو اسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق کے یعنے علم کے کذا فی الخانیہ وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقت نفسی وقع بخلاف نحو طلقتک لان المرأۃ تتوصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہیں رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کیطرف سے بھی جواب کی لیاقت نہیں رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ میں طالق ہوں یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونوں لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں جانب زوج سے بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے تجھکو طلاق دی ہر چند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں اسواسطے کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق کرنے مرد کذا فی الاختیار یعنے عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس من الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر اسواسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنے کے الفاظ سے نہیں اور حالانکہ جواب کے لائق ہے عورت کیطرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقبول ابیہا کما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونے کا عورت کے قبول کرنے سے اور اسکے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب میں عنقریب مذکور ہو چکا سو اسکو غور کر یعنے مصنف نے دعوی کیا کہ سوائے لفظ اختیار کے جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اسکے باپ کا جواب کا صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہیں اور جواب مصنف کی طرف سے یوں ہو سکتا ہے کہ قبول کا جواب ہونا بتقدیر طلاق کے ہے یعنے گویا عورت یوں کہتی ہے کہ میں نے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونوں کے لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی جوابہا فی جواب امرک بیدک طلقت نفسی واحدۃ او اخترت نفسی بتطلیقۃ بانت بواحدۃ لما مر ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا اور یوں عورت کے کہنے میں مرد کے جواب امر بالید میں کہ میں نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق کر یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے میں تفویض زوج کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنے ہر چند عورت کے جواب میں لفظ طلاق ہے اور لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اسی کی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جبکہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اسکو اختیار ہوگا ولا یدخل اللیل فی قولہ امرک بیدک الیوم وبعد غد لانہما تملیکان اور نہ داخل ہوگی رات مرد کے اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ آج اور کل کے بعد یعنے پرسوں رات اسواسطے داخل نہیں کہ اس قول میں دو تملیکیں ہیں جدا جدا فان ردت الامر فی یومہا بطل الامر فی ذلک الیوم وکان امرہا بیدہا بعد غد لو طلقت لیلا لم یقع [illegible] سو اگر رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار اسی دن کا تو اسکا اختیار باقی رہیگا پرسوں کو اگر عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایک بار یعنے ہر چند دو تملیکیں ہیں یہاں جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا

وہ طلاق نہین دیسکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی ویدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم وبعد غد وان ردتہ فی یومہا لم یبق فی الغد لانہ تفویض واحد اور داخل ہو رات اس قول مین کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی آج اور کل اور اگر عورت رد کریگی تفویض کو آج تو باقی نہ رہیگا اختیار کل کے دن مین اسواسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی ولو قال امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غدا فہما امران لو ذکر بخلافہ ولا یدخل اللیل کما لا یخفی اور اگر زوج کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہی آج اور امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہی کل تو یہ دو امر ہین اسواسطے کہ وہ کلام مستقل ہین اور قاضیخان مین اس مسئلہ مین اختلاف فقہا کا مذکور نہین کیا اور اس مسئلہ مین رات نہین داخل ہیگی جیسا کہ مخفی نہین لکن فی حاشیۃ الحلبی تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہی شارح کیطرف سے دفع تناقض وغیرہ پر ظاہر ما مر انہ یرتد بردہا لکن فی العمادیۃ انہ یرتد قبل قبولہ لا بعدہ کالابراء ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہی کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہی اسکے رد کردینے سے اور ذخیرہ مین ثابت ہی کہ امر بالید لازم ہی عورت کے رد کرنے سے رد نہین ہوتا دونون قول مین تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ مین توفیق اس تناقض کی یون مذکور ہی کہ امر بالید مین اختیار عورت کا پھر جاتا ہی قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنے کے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہین کیا تو رد کر سکتی ہی اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہین کر سکتی مانند ابرا کے یعنے قرض سے ابرا کرنا ہر چند قرضدار کے قبول کرنے پر موقوف نہین لیکن اسکے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہی اور قبول سے یہان مباشرت مفوض الیہ کی ہی قبول لفظی ضرور نہین تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہ طلاق نہین رد ہو سکتی اور یہ دفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وانہ فی المتحد لا یبقی فی الغد لکن فی الولوالجیۃ امرک بیدک الی رأس الشہر فقالت اخترت زوجی بطل خیارہا فی الیوم ولہا ان تختار نفسہا فی الغد عند الامام ووجہہ فی الدرایۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا والا فتملیکا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہی کہ تخییر متحد مین یعنے امرک بیدک الیوم وغدا مین اگر عورت اول دن انکار کرگئی تو دوسرے دن مین بھی اختیار عورت کا باقی نہ رہیگا اور ولوالجیہ مین یون ہی کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی اس مہینے کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ مین نے اپنے زوج اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اسکا اسدن جسدن اسنے یہ کہا اور جائز ہی عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اسدن کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متحد ہونے کے ایک دن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ مین مذکور ہی کہ جب تفویض کے ساتھ وقت مذکور ہوگا تو اسکو تعلیق معتبر کرینگے اور اگر وقت مذکور نہین تو اسکو تملیک قرار دینگے حلبی نے کہا کہ یہان پر متون تصحیح مین وقت مذکور ہو تو شارح کی تقریر سے تناقض نہ دفع ہوا مدنی نے کہا کہ شارح کو یہان اثبات تناقض منظور ہی نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقہا بائنا ہل یبطل امرہا ان کان التفویض منجزا نعم وان کان معلقا کان دخلت الدار فامرک بیدک لا عمادیۃ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہوا اختیار عورت کا جواب اسکا یہ ہی کہ اگر تفویض منجز تھی یعنے معلق شرط پر نہ تھی تو البتہ اسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن کا بائن کو اور حالانکہ یہ جائز نہین اور اگر تفویض معلق ہی اسطرح کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہی یا تفویض وقت ہو اسطرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہی کل تو اختیار عورت کا باطل نہوگا اسواسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہی جیسا کہ سابق مین گذرا کذا فی العمادیۃ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لکن بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہی کہ ظاہر روایت یہ ہی کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہی یعنے دونون صورتون مین اختیار باقی نہین رہتا تو جواب عمادیہ کی تفصیل معتمد اسواسطے کہ ظاہر روایت مقدم ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے نکحہا علی ان امرہا بیدہا صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہو تو یہ صحیح ہی اور بحر الرائق مین خلاصہ اور بزازیہ سے یہی تفصیل مذکور ہی یعنی اگر یہ شرط مرد کی طرف سے ہی تو عورت کو اختیار نہین اور اگر عورت کیطرف سے ہی تو اختیار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادعت جعلہ امرہا بیدہا لم تسمع الا اذا طلقت نفسہا بحکم الامر ثم ادعتہ فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے مختار کرنے کا عورت کو اس دعوی کی سماعت نہوگی مگر جبکہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو بموجب امر زوج کے پھر اس تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے قالت طلقت فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لہا کہ عورت نے کہا کہ مین نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس مین بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اسکا انکار کیا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا جعل امرہا بیدہا ان ضربہا

بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر یعنی زوج نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر اسکو بے قصور مارے سو اسکو مارا پھر دونون مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ مین نے قصور پر مارا اور جورو کہتی ہے کہ نہین بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے و تقبل بینتہا علی الشرط للنفی کما سیجئ اور قبول ہونگے گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ بالتعلیق مین اسکا ذکر آویگا یعنی اگر عورت گواہ لاوے کہ زوج نے اسکو بلا قصور مارا تو لائق ہے کہ مقبول ہون ہر چند نفی پر گواہ مقبول نہین لیکن شرط منفی پر مقبول ہین طلبہا اولیاؤہا طلاقہا فقال الزوج لابیہا ما ترید منی افعل ما ترید وخرج فطلقہا ابوہا لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض والقول لہ فیہ خلاصہ عورت کے والیون نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اُسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت کے باپ نے اسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق نہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نہ کیا اور تفویض ہی کا قول امین معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لا تدخل نکاح الفضولی ما لم یقل ان دخلت امراۃ فی نکاحی زوج نہ داخل ہوگا نکاح فضولی کا جبتک زوج یون نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح مین یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر مین تجھپر دوسری عورت سے نکاح کرون تو اسکی طلاق تیرے اختیار مین ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اسکے نکاح مین فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو زوجہ اولی اسکی طلاق کی مالک نہوگی اسواسطے کہ زوج نے اس عورت سے خود نکاح نہین کیا بلکہ دوسرے شخص نے اسکا نکاح کر دیا اور اسنے اسکو جائز رکھا اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرہا بید رجلین فطلقہا احدہما لم یقع

زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر اُنمین سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ایکو فقط اختیار نہ دیا تھا

فصل فی المشیۃ

یہ فصل مشیت مین یعنے وہ مسائل جنمین طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر قال لہا طلقی نفسک لم ینو او نوی واحدۃ او ثنتین فی الحرۃ فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن قید بخطابہا لانہ لو قال طلقی ای نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاق کی نیت کی حرہ مین پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دوبار خواہ تین بار اور یہ تینون صورتین عدم نیت کے ساتھ ہون یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھ ہو تو ان سب صورتون مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یون کہتا کہ تو طلاق دے میری عورتون مین سے جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب مین نہ داخل ہوگی یعنی بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت مین خود اپنی ذات کو طلاق نہ دے سکتی وبقولہا فی جوابہ ابنت نفسی طلقت رجعیۃ ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب مین یعنی طلقی نفسک کے جواب مین عورت کا یون کہنا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک طلاق رجعی اُسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا اور زوج نے طلاق رجعی کو تفویض کیا اور زوجہ نے طلاق بائن دی تو اصل طلاق مین دونون کا کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہوگیا اور یہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور بسبب کنایہ ہونے کے احتیاج نیت کیطرف اشارہ کیا سو اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی لا باخترت نفسی وان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ منہ نہ واقع ہوگی طلاق عورت کے اس قول سے کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگر زوج اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین لہذا لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہین ہوتا تو اب بھی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہین زوج تینون قسم کی تفویض سے رجوع کرنے کا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یون ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہین کہ تفویض مین تعلیق کے معنی پائے جاتے ہین اور تعلیق مین رجوع کا اختیار نہین تو تفویض مین بھی نہین ویتقید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فلا یتقید بالمجلس اور طلقی نفسک مقید ہے مجلس علم سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جبکہ زوج نے متی شئت اور اسکے مانند کہ جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی طلاق تفویض ہونے کے وقت طلاق دے سکیگی یعنی

جیسا زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی شئت یا اذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے ولو قال لرجل ذلک او قال لہا طلقی ضرتک لم یتقید بالمجلس لانہ توکیل
فلہ الرجوع الا اذا زاد وکلما عزلتک فانت وکیل اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنے اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی سوت کو تو یہ مقید بمجلس نہوگا
یعنی اسکو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ یہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا شائبہ نہیں لگا ہوا نہیں پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا بھی درست ہے اسواسطے کہ وکالت عقد جائز ہے
نہ لازم مگر جسوقت کہ زوج نے تمام تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ جسوقت کہ میں تجھکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اب زوج وکیل کو معزول نہیں کر سکتا تھا بحر الرائق میں اس وکالت عامہ
کے عزل کی یہ صورت بتلائی گئی ہے یوں کہے کہ میں نے تجھکو جمیع وکالت سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا زاد ان شئت فیتقید بہ ولا یرجع لصیرورتہ تملیکا تو وکیل مقید بمجلس ہوگا
یعنی مثلاً توکیل میں زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں کہا طلاق دے تو میری زوجہ کو اگر تیرا جی چاہے تو اسوقت میں مقید بمجلس ہوگا اور زوج رجوع نکر سکیگا بسبب ہوجانے توکیل کے
تملیک یعنے جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوئی تو وکالت نہ باقی رہی اسواسطے کہ وکالت میں خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہیں۔ فی الخانیۃ طلقہا ان شاءت لم یصر
وکیلا ما لم تشأ فاذا شاءت فی مجلس علمہا طلقہا فی مجلسہ غیر الوکلاء عنہ غافلون اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد سے زوج نے کہا کہ طلاق دے زوجہ کو اگر وہ چاہے
تو وہ مرد وکیل نہوگا جب تک عورت طلاق کی خواہش کریگی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کریگی اپنی مجلس علم میں تو وکیل اسکو طلاق دے اپنی مجلس میں نہ غیر اس مجلس میں اسواسطے
کہ مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس پر تو اسیطرح وکالت اسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہیں یعنے وکلاء طلاق نہیں جانتے کہ ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے
تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اس قاعدہ سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن النہر قال لہا طلقی نفسک ثلثا او ثنتین فطلقت واحدۃ وقعت
لانہ بعض ما فوض وکذا الوکیل ما لم یقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا بھی ہوگا اور اسیطرح وکیل کا حکم ہے جب تک یوں زوج نکہے کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا
اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یوں کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے بعوض ہزار درم کے مثلاً تو اس صورت میں اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی
لا یقع شیء فی عکسہ وقالا واحدۃ نہ واقع ہوگی کوئی طلاق پہلے کے بالعکس میں یعنے اگر یوں کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے یکبارگی تین دے لیں تو کوئی طلاق نہ واقع
ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت واحدۃ و کذا عکسہ لا یقع فیہما لاشتراط الموافقۃ لفظا
لما فی تعلیق الخانیۃ امرہا بعشر فطلقت ثلثا او بواحدۃ فطلقت نصفا لم یقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی
عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنے طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق اگر سو عورت نے تین طلاق واقع کیں تو ان دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی بواسطے شرط
ہونے موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق میں ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اسطرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق
واقع کیں یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اسنے نصف طلاق واقع کی تو دو صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ میں بدون موافقت لفظی کے موافقت
معنوی کافی نہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کے جسمیں مشیت پر تعلیق نہیں امرہا ببائن او رجعی فعکست فی الجواب فیما امر الزوج بہ ویلغو وصفہا لان الاصل
ان المخالفۃ فی الوصف لا تبطل بخلاف الاصل وہذا اذا لم یکن معلقا بمشیتہا فان علق بمشیتہا فعکست لم یقع شیء لما مر فاما ان بمشیئتہ
ما فی حق الہی کالتعلیق ہے بحر امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب میں بالعکس کہا یعنی پہلی صورت میں طلاق رجعی اور دوسری صورت میں
طلاق بائن واقع کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا ہے اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو
ہو جائیگا اور قاعدہ کلیہ اسکا یہی ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف میں ہے تو مخالفت جواب کو باطل نہیں کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے جیسا کہ بائن اور رجعی کی مخالفت
اور مخالفت اصل ہے کہ اسمیں جواب ہی باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض میں تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور بعد جسکے تفویض زوج
کے واقع ہونا اسوقت ہے جبکہ طلاق معلق نہو سو اگر عورت کی مشیت پر وصف طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا لانی اس امر کو

جو اسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیہ قال لها انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ینوی الطلاق او قالت شئت ان کان کذا
لمعدوم ای لم یوجد بعد کان شاء ابی وان جاء اللیل وهی فی النهار بطل الامر لفقد الشرط کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے عورت نے کہا
مرد سے کہ میں چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا امر ہو جو ابھی معدوم ہے تعلیق کی مراد کہ
معدوم سے مراد ہے جو کہ محل الوجود ہے لیکن ہنوز موجود نہیں مثلا یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آوے اور حالانکہ عورت وقت کلام
دن میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوئی بسبب پائے جانے شرط کے اس واسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی
بلا قید او عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی وان قالت شئت ان کان کذا لامر قد مضی ای مراد بالماضی المحقق وجوده کان کان ابی
فی الدار وهو فیها او کان هذا لیلا وهو لیل طلقت لانه تنجیز اور اگر تفویض مذکور کے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی کے ساتھ مراد ماضی سے
وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں ہو اور حالانکہ اسکا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہے اور حالانکہ عورت اس وقت
رات ہی میں تھی مثلا تو عورت مطلقہ ہوگی اسی وقت اس واسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر در حقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے قال لها انت طالق متی شئت او متی ما شئت

او اذا ما شئت فردت الامر لا یرتد فلا یتقید بالمجلس ولا تطلق نفسها الا واحدة لانها تعم الازمان لا الافعال فتملك التطلیق فی کل زمان لا تطلیقا
بعد تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جبکہ تو چاہے یہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت ذکر کیا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے لفظ بیان کیا پھر عورت نے رد کیا
امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہ ہوگا اور مقید نہ ہوگا یہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دے سکیگی عورت مگر ایک طلاق اس واسطے
کہ یہ الفاظ سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک رہیگی طلاق کی ہر زمانہ میں ایسا مالک نہ ہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عموم افعال کے

وفی کلما تفریق الثلث فی کلما شئت ولا تجمع ولا تثنی لانها تعم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت میں یعنی مرد نے کہا کہ تو
طالق ہے ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس میں یوں ہی کہا تیسری مجلس میں یوں ہی کہا تو درست ہے ولیکن تین
طلاق کو ایک مجلس میں جمع نہ کر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اس واسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اس میں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہیں ولو طلقت بعد زوج
آخر لا یقع ان کانت طلقت نفسها ثلثا متفرقة والا فلها تفریقها بعد زوج آخر وهی مسئلة الهدم الاتیة اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد دوسرے زوج کے
تو طلاق نہ واقع ہوگی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہوگی یعنی اگر زید نے مثلا حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اس نے تین طلاق متفرق اپنے نفس پر واقع کیں
اور اس نے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق ثانی نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ تعلیق کلما شئت
کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہ ہوگی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی یا فقط
طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی ہے تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے بعد دوسرے زوج کے اور اسکا مسئلۃ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور

باب الرجعة میں آئیگا انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی المجلس ولو قامت من مجلسها قبل مشیتها لا مشیة لها لانهما للمکان ولا تعلق
للطلاق به فجعلا مجازا عن ان لانها ام الباب کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے
جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دے سکیگی مگر جبکہ چاہیگی مجلس علم میں اور اگر اٹھ کھڑی ہوگی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اس واسطے کہ
حیث اور این موضوع ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اس واسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیے گئے اس واسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اس واسطے کہ ظروف بدون شئی کے نہیں ہوتے ہیں یعنی
شروط بدون شئی کے نہیں ہوتا کذا فی حاشیة المدنی والطحطاوی وفی کیف شئت یقع فی الحال رجعیة اور انت طالق کیف شئت سے یعنی تو طالق ہے جس طرح کہ تو چاہے

ایک طلاق رجعی سے فی الحال واقع ہوگی یعنے قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک بدون مشیت کے طلاق نہوگی یعنی یہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق میں یعنے رجعی یا بائن واقع کرنے میں عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فان شاءت بائنۃ او ثلثا وقع ما شاءت مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والا بانت وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول صوابہ بعدہ فتنبہ سو اگر کیف شئت میں عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد میں اگر مشیت عورت کی موافق ہو ساتھ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہو مشیت زوجہ کے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت میں دونوں کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح کا باقی رہیگا اگر عورت مدخولہ ہو اور اگر مدخولہ نہیں تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی اور عینی کا قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے سو سہو سے قلم کا ٹھیک یون ہے کہ بعد دخول کے رجعی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت وما شئت لہا ان تطلق ما شاءت فی مجلسہا ولم یکن بدعیا للضرورۃ اور اس قول میں کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طالق ہے جتنا کہ تو چاہے یا جو بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہے طلاق دینے میں تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اسی مجلس میں اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی میں نہ شمار ہوگا بسبب ضرورت کے یعنی عورت مضطر ہے تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کے واسطے اسواسطے کہ اسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اسکو تین طلاق دینا بدعت ہے وان ردت او اتت بما یفید الاعراض الخ لانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذلک اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنے یوں کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی یا لائی اس فعل کو کہ جو مفید ہے اعراض کا تو امر رد ہوجائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ تملیک ہے فی الحال تو اسکا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے قال لہا طلقی نفسک من ثلث ما شئت تطلق ما دون الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین سے جسقدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کمتر تین سے یعنے دو یا ایک طلاق میں وہ مختار ہے اور مانند اسی قول کے یہ قول ہے کہ اختیار کر اپنے ذات کیواسطے تین سے جسقدر کہ تو چاہے اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث میں تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبینؒ نے کہ من بیانیہ ہے تو اس صورت میں عورت تین طلاق بھی دے سکیگی اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ من اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال انت طالق ان شئت او لم تشائی طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہیں تو ایک شرط بلاشبہہ ثابت ہوگی قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان تشاء ولا تشاء اور کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہے اور اگر اسکو مبغوض اور مکروہ جانتی ہو تو تو طالق ہے تو اس صورت میں عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ یہ جائز ہے کہ عورت طلاق کو محبوب رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں مشیت اور عدم مشیت عورت سے خالی ہونا جائز نہیں ولو قال لہما اشدکما حبا للطلاق او اشدکما بغضا لہ طالق فقالت کل انا اشد حبا لہ لم یقع لدعوی کل ان صاحبتہا اقل حبا منہا فلم یتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتوں سے کہ تم دو میں جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اسکو طلاق ہے یا یوں کہا کہ تم میں جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اسکو طلاق ہے سو کہا ہر عورت نے کہ میں زیادہ تر محبت رکھتی ہوں طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی یہ ہے کہ اسکی سوت کو کمتر ہے بہ نسبت مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنی کثرت حب کسی کی نہ ثابت ہوئی بسبب عدم تصادق آپس کے ثم التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضاء او الھوی والمحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرک بیدک بخلاف التعلیق بغیرہا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوا پر یعنے خواہش پر یا محبت پر یہ تملیک ہے جسمیں تعلیق کے معنی ہیں پھر جب یہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے بخلاف اس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہیں بلکہ محض تعلیق ہے تو مقید بمجلس نہوگی واللہ اعلم بالصواب

باب التعلیق

التعلیق

یہ باب ہے مسائل تعلیق طلاق میں جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ معلق مرکب ہے طلاق اور شرط سے لہذا طلاق منجز مفرد ہے بعد کو رہا هو من علقه تعليقا جعله معلقا واصطلاحا ربط حصول مضمون جملة بحصول مضمون جملة اخرى تعلیق باعتبار لغت کے ماخوذ ہے علقه تعليقا سے عرب اس کلام کو اسوقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو کوئی معلق کرے یعنی لٹکا دے اور اصطلاح فقہ میں تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام یعنے مضمون جزا کو مضمون شرط سے وابستہ کا تھنا او لٹکانا اسکا تعلیق کہتے ہیں چنانچہ انت طالق ان دخلت الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنے طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہے ويسمى يمينا مجازا اور تعلیق کو یمین بھی مجازا کہتے ہیں وشرط صحته كون الشرط معدوما على خطر الوجود فالمحقق كان كانت السماء فوقنا تنجيز والمستحيل كان دخل الجمل في سم الخياط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا معدوم جائز الوجود یعنے وقت تکلم کے شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا اسکا محال نہیں تو امر ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنے اگر کوئی یوں کہے کہ تو طالق ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو اسیوقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال جیسا کہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال سے معلق کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی وكونه متصلا الا لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح نہوگی مگر بسبب عذر کے البتہ صحیح ہوگی عذر یہ کہ ہکلا ہو مشکل بات پوری کرتا ہو وان لا يقصد به المجازاة فلو قالت يا سفلة فقال ان كنت كما قلت فانت كذا تنجز كان كذلك او لا اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کے کلام کے بدلا دینے کا نہ قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلہ یعنے او بے غیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ تو نے کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنے فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد سفلہ ہو یا نہو وذكر المشروط فنحو انت طالق ان لغو به يفتى اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انت طالق ان یعنے حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اس صورت میں طلاق نہ واقع ہوگی اسی پر فتویٰ ہے ووجود رابط حيث تاخر الجزاء كما يأتي اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہاں جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابط سے مراد وہ حرف ہے جو ربط دے شرط اور جزا کو جیسا کہ فا اور اذا مفاجات کا وشرط الملك حقيقة كقوله لقنه ان فعلت كذا فانت حر او حكما كقوله لمنكوحته او معتدته ان ذهبت فانت طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یوں کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک حکمی حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگر تو جائیگی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطے کہ مولی غلام کی گردن کا مالک ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکما کی مثال ہے تو ملک حکمی کی دو صورتیں ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃ اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو یہ ملک حکمی ہے حکما بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے کہ معتدہ محل ہے طلاق کی كذا في حاشية المدني او الاضافة اليه اي الملك الحقيقي عاما او خاصا كان ملكت عبدا او ان ملكت هذا العبد فكذا او الحكمي كذلك كان نكحت امراة او ان نكحت فلانة فطالق وكذا كل امرأة او یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کی طرف عام ہو یا خاص چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر میں مالک ہونگا تیرا یہ کہنا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کی طرف اسیطرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو وہ مطلقہ ہے یا یوں کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو طالق ہے یہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح كل امراة انكحها فهي طالق مثال ہے حکمی عام کی اضافت کی ويكفي معنى الشرط الا في المعينة باسم او نسب او اشارة اور اضافت ملک کی صحت کے واسطے کافی ہیں معنی شرط کے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہ ہو مگر جو عورت کہ معین ہو گئی نام یا نسب یا اشارہ کرنے سے تو وہاں معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق میں شرط صریح ضرور ہے ہم شارح نے باسم اور نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شلبی کی شرح ملتقی میں تعبیر کیا ہے یعنے باسم و نسب او تعبیر کیا اور نہایت خوب ہے صحت تعلیق میں

[illegible]

اور نسب کی یون ہے کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے مین نکاح کرونگا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی ہواسطے کہ زینب معین ہو چکی اسم اور نسب سے اُسکی تعلیق طلاق مین شرط کے کافی نہین بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی فلو قال المرأۃ التی اتزوجہا طالق تطلق بتزوجہا سو اگر کہیگا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون وہ طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہوگی بعد اسکے نکاح کے ہواسطے کہ یہ عورت باسم ونسب اور اشارہ معین نہین تو اسکی صحت تعلیق مین معنے شرط کے کافی ہین ولو قال ہذہ التی اتزوجہا بالاشارۃ لغا الوصف اور اگر یون کہیگا کہ ہذہ المرأۃ التی اتزوجہا طالق یعنے یہ عورت جس سے مین نکاح کرونگا طالق ہے تو اُسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگر بعد اس اضافت کے اُس سے نکاح کریگا ہواسطے کہ وہ معین ہو چکی بسبب اشارہ کے تو لغو ہوگیا وصف یعنی التی اتزوجہا کہنا بے فائدہ ہوگیا ہواسطے کہ وصف معتبر ہوتا ہے غیر معروف مین اور معروف مین وصف کی کیا حاجت ہے بلکہ عورت معینہ کی تعلیق اضافت مین شرط صریح ذکر کرنا اسطرح کہ اگر اس عورت سے نکاح کرونگا تو یہ طالق ہے تب تعلیق صحیح ہوگی فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت تو لغو ہوا یون کہنا مرد کا اجنبی عورت سے کہ اگر تو زیارت یعنے ملاقات کریگی زید سے تو تو طالق ہے پھر بعد اس قول کے اُس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی ملاقات کی یہ تعلیق اسواسطے لغو ہوئی کہ تعلیق کے وقت نہ ملک تھی مرد کی عورت پر اور نہ اضافت طرف ملک کے وکذا کل امرأۃ اجتمع معہا فی فراش فہی طالق فتزوج لم تطلق ومثلہ کل جاریۃ اطأہا حرۃ فاشتری جاریۃ فوطیہا لم تعتق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ جس عورت کے ساتھ مین جمع ہون فرش پر تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو یہ منکوحہ نہ طالق ہوگی اسواسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہین کہ فقط نکاح ہی سے ہو تو اجتماع فی الفراش نہ ملک ہے نہ اضافت ملک کی طرف اور مانند اُسکے یہ قول ہے کہ جس لونڈی سے مین صحبت کرون وہ آزاد ہے پھر مول لیا اُسنے ایک لونڈی کو پھر اس سے صحبت کی تو وہ آزاد نہوگی بسبب عدم ملک اور بسبب عدم اضافت الی الملک وافاد فی البحر ان زیارۃ المرأۃ فی عرفنا لاتکون الا بالطعام معہا یطبخ عند المزور فلیحفظ اور فائدہ بیان کیا ہے بحر الرائق مین یہ کہ عورت کی زیارت ہمارے عرف مین یعنے مصر کے عرف مین نہین ہوتی مگر جبکہ عورت کے ساتھ کھانا ہو اور اس کھانے کو جسکی زیارت کو گئی ہے اُسکے پاس پکادے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو بموجب اس عرف کے اگر عورت قرض مانگنے یا خرید فروخت کو گئی تو اسکو زیارت نہ کہینگے طحطاوی نے کہا کہ اب مصر مین یہ عرف باقی نہین ہے کما لغا ایقاعہ الطلاق مقارنا لثبوت ملکہ کانت طالق مع نکاحک ولیس مع تزوجی ایاک لتمام الکلام بفاعلہ ومفعولہ جیسا کہ لغو ہے واقع کرنا زوج کا طلاق کو اپنی ملک ثابت ہونے کے متصل یعنے بعد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہے چنانچہ یون کہنا کہ تو طالق ہے اپنے نکاح کے ساتھ اور ایقاع طلاق یون صحیح ہے کہ تو طالق ہے ساتھ نکاح کرنے میرے کے تجکو بسبب تمام ہوجانے کلام کے اپنے فاعل اور مفعول پر اور بحر الرائق مین دونون صورتون مین اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ مع تزوجی ایاک مین جب لفظ تزوج کا اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر کلام کامل ہوا تو تزوج بمعنی ملک مجازاً اقرار دیا گیا اور مع بمعنے بعد کے محمول ہوا واسطے تصحیح کلام کے اور مع نکاحک مین فقط مفعول ہے فاعل مذکور نہین تو کلام ناقص ہوا اسواسطے مع بمعنی بعد کے محمول ہوا لیکن اس تعلیل مین مناقشہ ہے کہ اگرچہ مع نکاحک مین فاعل مذکور نہین لیکن مقدر ہے اسطرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا بیان قیاسی ہے اور جبکہ فاعل مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہے تو اب دونون صورتون مین کچھ فرق نہ ثابت ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی او زوالہ کمع موتی او موتک یا لغو ہے ایقاع طلاق زوال ملک زوج کے متصل چنانچہ یون کہنا کہ تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا یون کہا کہ تو طالق ہے اپنی موت کے ساتھ یہ کلام لغو ہوا اسواسطے کہ حالت موت منافی ہے ایقاع اور وقوع طلاق کی چنانچہ طلاق صریح کے باب مین مفصل مذکور ہوچکا **فائدہ** فی المجتبی عن محمد فی الاضافۃ لایقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول الشافعی وللحنفی تقلیدہ بفسخ قاض شافعی بل بحکم بل افتاء عدل لہ یفتی بہ فی حادثتین بعد العلم لا یفتی بہ بزازیہ فائدہ ہے مناسب مقام کے مجتبی مین امام محمد سے روایت ہے کہ مضاف مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنے تعلیق باضافت ملک اسطرح کہ اگر مین تجھ سے نکاح کرون یا جس عورت سے کہ نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تو بقول امام محمد نکاح کرنے کے بعد طلاق نہ واقع ہوگی اور اسی پر فتویٰ دیا ہے علماء خوارزم نے انتہی عبارۃ المجتبی اور یہی قول ہے امام شافعی کا اور حنفی مذہب کو جائز ہے تقلید مذہب شافعی کی قاضی شافعی کے فسخ کردینے مین یعنے اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کی ہو تو اسکو جائز ہے کہ مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تاکہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر وطی اس عورت کی بلا تردد حلال ہوگی کذا فی البحر الرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق مین تقلید محکم یعنے حکم اور پنچ کی بھی جائز ہے لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہے اور تقلید محکم شافعی مین خلاف ہے بلکہ حنفی کو فتویٰ دینا عادل شافعی کا کافی ہے اور دو مفتیون کے دو فتوے پر عمل کرنا دو مقدمے مین جائز ہے یعنے ایک شخص کو ایک مفتی نے ابطال تعلیق مضاف کا فتویٰ دیا اور اُسنے اُس فتوے پر عمل کیا ایک عورت کے حق مین پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتویٰ دیا اور

شخص دوسرے فتوی پر عمل کرے دوسری عورت کے حق مین نہ پہلی عورت مین اور اس مسئلہ کو دریافت کر لینا چاہیے فتوی اس پر دینا نہ چاہیے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابو حفص نے کہا فائدہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوائی نے کہا اسکا علم رکھے فتوی نہ دے تاکہ جاہل لوگ مسلم مذہب کی راہ نپا دین اور بحر الرائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ مین فسخ یمین سے نکاح فضولی بہتر ہے اسطرح کہ کسی عالم پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کرے کہ اپنی احتیاج طرف نکاح فضولی کے بیان کرے سو عالم اسکا نکاح عورت سے کردے اور وہ شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کردے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہوگیا اور حانث بھی نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی (و) یبطل تنجیز الثلث للحرۃ والثنتین للامۃ تعلیقہ للثلث ما دونہا اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق مین اور دو طلاق لونڈی کے حق مین تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنے زوج نے اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اسکے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کردیا تو اگلی تعلیق کا کچھ اعتبار نرہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور بعد اسکے شرط تعلیق پائی جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی الا المضافۃ الی الملک کما مر تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی مگر اس تعلیق کو جو ملک کیطرف مضاف ہے مبطل نہین چنانچہ سابق مین یہ مذکور ہوچکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنے جو بار کہ مین تجھ سے نکاح کرون تو تو طالق ہے تو تنجیز تین طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہین ہوسکتی کذا فی حاشیۃ المدنی الطحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور ہوچکا سو درست نہین ہوا اسواسطے کہ سابق مین یہ مسئلہ کہین مذکور نہین لا تنجیز ما دونہا مبطل تعلیق ثلث کی نہین تین طلاق سے کمتر کی تنجیز اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملک دریافت کر کہ تعلیق طلاق کی باطل ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہے بینونت کبری سے یعنے تین طلاق سے حرہ مین اور دو طلاق سے لونڈی مین پھر جب تین طلاق کے بعد حلت زائل کامل ہوگئی اور حلت باطل ہوچکی تو اب وقوع طلاق کا محل باقی نرہا تو تعلیق بھی باطل ہوگئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے پیدا ہوگی وہ بالفعل معدوم ہے اور معدوم لائق اعتبار کے نہین فلو علق الثلث او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شیئ تو اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو واقع کردیا پھر نکاح کیا اسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہوگی تعلیق مذکور تو نہ واقع ہوگا کچھ عورت کے دخول دار سے اسواسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ باقی نرہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اس تعلیق کو کچھ علاقہ نہین ولو کان نجز ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ اور اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کردیا تو تعلیق نہ باطل ہوگی بالکل معلق واقع ہوگا تعلیق اسواسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک دو طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کے مطلقہ کی رضامندی سے نکاح کرلیتا اس صورت مین تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہوچکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہین ہوتی پھر جبتک حلت باقی ہے تو تعلیق بھی باقی ہے پھر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جائیگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہوگی خواہ ایک طلاق ہو خواہ دو خواہ تین (و) اوقع محمد بقیۃ الاول وھی مسئلۃ الھدم الآتیۃ اور واقع کرتے ہین امام محمد بقیۃ اول کو یعنے جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جسقدر ملک اول مین عدد طلاق کے باقی رہگئے اُتنے بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلاً زوج نے تین طلاق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی یعنے فی الحال واقع کردی اور بعد زوج ثانی کے پھر زوج اول کے نکاح مین عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر ملک اول مین دو طلاق کی تنجیز کی تھی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ مین آویگا خلاصہ یہ ہے کہ تنجیز ما دون ثلث مین باتفاق شیخین اور محمد تعلیق باطل نہین ہوئی لیکن اختلاف ہے وقوع معلق مین شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمد کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہے اُتنا واقع ہوتا ہے (و) ثمرتہ فیمن علق واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لہ رجعۃ عندہما خلافا لمحمد اور ثمرہ اختلاف شیخین اور محمد کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے ایک طلاق کی تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اُسنے دو طلاق کو فی الحال واقع کردیا پھر اُس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار مین داخل ہوئی تو شیخین کے نزدیک زوج اول کو رجعت کرنا عورت سے درست ہے اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کردیا گویا اسکا وجود ہی نتھا تو زوج اول کو بملک جدید پھر تین طلاق کا اختیار حاصل ہوا ایک

طلاق

طلاق معلق واقع ہوئی تو وہ طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اُسکو رجعت کا اختیار ہی بخلاف امام محمدؒ کے کہ اُنکے نزدیک زوج اول رجعت نہین کر سکتا اسواسطے کہ دو طلاق پہلے واقع ہو چکی تھی اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینون طلاق پوری ہو چکی رجعت کی گنجایش کہان رہی کذا یبطل بلحاقه مرتدا بدار الحرب خلافا لهما اور اسیطرح باطل ہوتی ہی تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب مین مرتد ہو کر بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہین ہوتی و بفوت محل البر کان کلمت فلانا او دخلت هذه الدار فمات او جعلت بستانا کما بسطناه فیما علقناه علی الملتقی دیکھو مسئلة الکوز بفروعها اور اسیطرح باطل ہوتی ہی تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنے قسم پورا کرنے کا مقام نہ باقی رہنے سے جیسا کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی یا داخل ہوگی اس گھر مین تو طالق ہی پھر وہ شخص مر گیا اور وہ گھر باغ بنایا گیا تو یہ تعلیق باطل ہو گئی یعنے اگر عورت اُس باغ مین جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اس مسئلہ کو ہمنے شرح ملتقی مین خوب واضح بیان کیا ہی اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب مین آویگا **فرع** مسئلة ملحقة شارح کا قال لزوجته الامة ان دخلت الدار فانت طالق ثنتا فعتقت فدخلت له رجعتها قنیه * کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہی تین بار پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی پھر گھر مین داخل ہوئی تو زوج کو اس سے رجعت کرنا درست ہی کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے زیادہ کا اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو جب طلاق معلق واقع ہوئی تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کر سکتا ہی والفاظ الشرط هی علامات وجود الجزاء ان المکسورة ولو فتحها وقع للحال ما لم ینو التعلیق فیدین اور الفاظ شرط کے یعنے نشانیان وجود جزا کی یعنے یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہین نزدیک وجود شرط کے ایک اُنمین سے ان مکسورہ ہی اور اگر زوج نے اُسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جبتک کہ زوج تعلیق کی نیت کرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضاء کے وکذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیة واسمیة وبجامد وبما وقد وبلن وبالتنفیس کما حققناه فی شرح الملتقی اور اسیطرح فی الحال طلاق واقع ہوگی اگر ف کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ مین اور جملہ اسمیہ مین اور جملہ فعلیہ جامدہ مین اور اُس جملہ مین جو متصل ہو ما اور لن او قد اور تنفیس سے شارح کہتا ہی جیسا کہ ہمنے اس مقام کو تحقیق کیا ہی شرح ملتقی مین جملہ طلبیہ عبارت ہی امر اور نہی اور تمنی اور تحضیض اور دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال جیسا کہ ان تعذبهم فانهم عبادک اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال جیسا کہ ان تبدوا الصدقات فنعما هی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سألتکم من اجر اور قد کی مثال جیسا کہ ان یسرق فقد سرق اخ له اور لن کی مثال جیسا کہ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروه اور تنفیس کی مثال جیسا کہ ان خفتم عیلة فسوف یغنیکم الله من فضله اور ان امور کی مثال مناسب تعلیق طلاق کی یون ہی ان دخلت فاطلقی او فانت طالق او فعسی ان تطلقی او فما انت لی بزوجة بنیة طلاق او فقد طلقتک او فلن تکونی معی بنیة طلاق او فسوف اطلقک خلاصہ یہ ہی کہ ان مواقع مین ف کا لانا واجب ہی پھر جب زوج ایسے موقع پر ف نہ لایا تو اُسنے شرط کی شرط نہ ادا کی پھر جب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہ ہوئی جب تعلیق نہ رہی تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہان اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانةً مقبول ہوگی نہ قضاءً کما مر والله اعلم

مثال طلبیہ مثال اسمیہ مثال فعلیہ جامدہ مثال ما مثال قد مثال لن مثال سوف

ولو واذا واذا ما وکل ولم تسمع کلما الا منصوبا ولو مبتدأ لاضافته للمبنی اور الفاظ شرط سے لو ہی اور اذا اور اذا ما اور کل اور مسموع نہین ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو بموجب مذہب ابن عصفور نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کے طرف مبنی کی مراد منصوب سے مفتوح ہی بدلیل اضافت الی المبنی ومتی ومتی ما ونحو ذلک کلو کانت طالق لو دخلت الدار تعلق به نحو لما اور الفاظ شرط سے متی ہی اور متی ما ہی اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنے تو طالق ہی اگر داخل ہوگی گھر مین تو طلاق معلق ہوگی عورت کے دخول کے ومنه نحو من دخل منکن الدار فهی طالق فلو دخلت واحدة مرارا طلقت بکل مرة لان الدخول اضیف الی جماعة فاراد عموما کذا فی الخانیة وهی ظهیریة وجعله فی البحر احسن القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہی جیسا کہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم مین سے داخل ہوگی گھر مین وہ طالق ہی تو اگر ایک عورت اُنمین سے داخل ہوگی گھر مین چند بار تو اُسپر بقدر ہر بار داخل ہونے کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کیطرف تو اُسکا عموم

[illegible]

بجائے الفاظ کے صرف نون [illegible] ۲ شه اگر تو [illegible] ۱۲ شه اگر تو گھر مین جاوے تو طلاق سے بالو طلاق والی ہو یا قریب ہو کر طلاق دیگا یا تو میری زوجہ نہین یا مین تجکو طلاق دے چکا ہون اگر تو میرے ساتھ نہ رہیگی یا آوے تجکو طلاق دونگا

زیادہ ہو گیا یعنی تعمیم فعل کی بدلہ بدرا ہوئی کذا فی الغایہ اور یہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہ ہے کہ تکرار فعل کی حفظ کلما میں مشہور ہے نہ اسکے غیر میں اور بحر الرائق میں روایت غایۃ
امداد القوامین مجہول یا ہی الخ کہا ہے کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فہا کلما تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط
مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور ان الفاظ شرط میں یمین باطل ہو جاتی ہے
بسبب باطل ہو جانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاوے مگر کلما کے لفظ میں ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہیں ہوتی ہے اسواسطے کہ کلما میں بعد تین بار کے یمین باطل
ہوتی ہے بسبب اقتضا کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہے لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کہ کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی گھر میں تین بار تو
وہ تین طلاق کر بائن ہو گی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آوے گی اور چوتھی بار گھر میں داخل ہو گی تو کچھ نہ واقع ہو گا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کلما امرأۃ
اتزوجہا فہی طالق یعنے جس عورت سے میں نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو ہر عورت مطلقہ ہو گی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع
ہو گی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہے نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا
لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہو گی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونے کے بعد اگر زوج اول اس سے
نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنے جب بار میں تجھسے تزوج کروں تو تو طالق ہے تو اس صورت میں بعد نکاح کرنے
تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہو گی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنے تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہیں تو طلاق واقع ہو گی ہر بار نکاح کرنے سے اگرچہ
نکاح کرے ستر زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جائیگی یعنی تزوج تو بالفور اسکو جزا لاحق ہو گی یعنے طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوئتہ کلما
طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ تقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جبکہ میں تجھکو طلاق دوں تو تو طالق ہے
پھر اسکو ایک طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہو گی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطہ وجود شرط کے وفی کلما وقع علیک طلاقی یقع
الثلث لتکرار الوقوع لکنہ لا یزید علی الثلث اور اس قول میں کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنے جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہے پھر اسکو ایک طلاق دی
تو تین بار طلاق واقع ہو گی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی
تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس لغیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے کہ تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اسمیں
تکرار وقوع کی نہیں تو دو ہی بار واقع ہو گی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک بعد الیمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باع عبدہ ثم نکحہا او اشتراہ فوجد
الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہیں باطل کرتا
تعلیق کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد تزوج ثانی کے یا اس
غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا بسبب بقاے تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے عورت اور غلام
ہے اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہیں یہ اس صورت میں ہے جبکہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے ہوا ہو تو بلا شبہ مبطل ہے
تعلیق کا اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر وینحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا لا اور باطل ہو جاتی
ہے تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنے وجود شرط کا ملک میں ہوا ہو یا غیر ملک میں دونوں طرح تعلیق باقی نہیں رہتی لیکن اگر ملک میں شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ
ہو گی اور غلام آزاد ہو گا اور اگر شرط ملک میں نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر میں مثلا بعد ابانت اور انقضاے عدت کے قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہو گی اسیطرح غلام
آزاد نہو گا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہیں ہوا غیر ملک میں چنانچہ اسی پر شارح نے مسئلہ آیندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقہا واحدۃ
ثم بعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے پھر بعد

یعنی بار بار داخل ہونے سے بعد دخول دار کے تو طلاق واقع ہوگی ۱۲

منہ

کہ اُسکی عدت گذر جاوے اور بعد عدت کے عورت گھر مین داخل ہو تو ٹوٹ جاویگی تعلیق اسواسطے کہ بوجود شرط کے تعلیق باطل ہوجاتی ہی پھر اُس عورت سے نکاح کریگا
اگر عورت پھر اُس گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا یہ اُس صورت مین ہی جبکہ تعلیق بکلمہ کلما نہو اور اگر بکلمہ کلما تعلیق ہو تو ایکبار داخل ہونے سے تعلیق نہ باطل ہوگی تو دوران
عدت کے قبل اعادۂ نکاح کے عورت کو نہین بلکہ گھر مین داخل ہونا چاہیے تب تعلیق باطل ہوگی یہ کلام فی حاشیۃ المدنی فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوتہ فیعم
العدمی فالقول لہ مع الیمین لانکارہ الطلاق پھر اگر اختلاف ہو مابین زوج اور زوجہ کے بیچ وجود شرط مین یعنے ثبوت شرط مین شارح نے وجود کو ثبوت کر اسواسطے
تفسیر کیا تاکہ شرط عدمی کو بھی شامل رہے چنانچہ ان لم تدخل الدار الیوم فانت طالق تو حالت اختلاف مین قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا بسبب انکار زوج کے طلاق
اور تب قول منکر کا ہوتا ہی ومفادہ انہ لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتہا ایاما فادعی الوصول وانکرت ان القول لہ وبہ جزم فی القنیۃ اور یہی تعلیل مذکور کا
یہ ہی کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو چند روز خرچ عورت کے نہ پہونچنے پر یعنی یون کہا کہ اگر تجکو تیرا نفقہ مثلا شہر رجب مین نہ پہونچے تو تو طلاق ہی پھر دعوی زوج نے حصول کا اور انکار کیا
اُسکا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہوگا اور اسی روایت پر یقین کیا ہی قنیہ نے بظاہر عورت منکر معلوم ہوتی ہی لیکن درپردہ مدعی ہی طلاق کی اور نفس الامر مین ثبوت شرط
او طلاق کا زوج منکر ہی تو اُسی کا قول معتبر ہوگا لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لہا واقرہ فی البحر والنہر وہو یقتضی تخصیص المتون لکن قال
المصنف وجزم شیخنا فی فتواہ بما یفیدہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذاہب کما لا یخفی لیکن تصحیح کی ہی خلاصہ اور بزازیہ مین اسکی کہ
مسئلہ سابقہ مین عورت ہی کا قول معتبر ہوا اور اسکو ثابت رکھا ہی بحر الرائق اور نہر الفائق مین اور یہ مقتضی ہی متون کی تخصیص کا اسواسطے کہ متون مین مطلقا قول زوج ہی معتبر ہی بخلاف
کے نزدیک خواہ وصول نفقہ مین اختلاف ہو یا اُسکے غیر مین لیکن مصنف نے منح الغفار مین کہا ہی کہ ہمارے استاد یعنے بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا اپنے فتوی مین موافق متون کے
شروح کے اسواسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہین نقل مذہب مین تو بلا شبہہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہوگی خلاصہ اور بزازیہ کی روایت پر اسواسطے کہ وہ دونون فتاوے مین داخل
ہین چنانچہ یہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہین الا اذا برہنت فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا کان لم تجی صہری اللیلۃ فامرأتی کذا فبرہنت انہ لم یجئہ
وطلقت ہے مگر جبکہ عورت گواہ لاوے اپنے دعوے پر تو گواہ مقبول ہونگے شرط پر اگرچہ شرط النفی کی ہو چنانچہ یون کہنا زوج کا کہ اگر آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی
نہ آویگی تو میری عورت طالق ہی پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ خوشدامن یا سالی زوج کے پاس نہین آئی تو یہ گواہی قبول ہوگی اور عورت مطلقہ ہوگی کذا فی منح الغفار ہر چند کہ نفی پر گواہی
مسموع نہین لیکن یہان اسواسطے مسموع ہوگی کہ بظاہر یہ نفی ہی لیکن حقیقت مین اثبات ہی طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی التبیین ان لم اجامعک فی حیضک
فانت طالق للسنۃ ثم قال جامعتک ان حائضا فالقول لہ لانہ یملک الانشاء والا لا انتہی قلت فالمسئلۃ السابقۃ والاتیۃ لیسا
علی اطلاقہما اور تبیین مین یون روایت ہی کہ زوج نے کہا کہ اگر مین تجھ سے جماع نہ کرون تیرے حیض کے اندر تو تو طلاق ہی موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ مین نے تجھ سے جماع
حیض مین کیا اگر دعوی جماع کی وقت عورت کو حیض موجود ہی تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ مالک ہی انشاء جماع کا یعنے حیض مین جماع کرنا اُسکو ممکن ہی گو شرعا جائز نہین اور اگر وقت دعوی جماع
کے عورت طاہر ہو حائض نہین تو قول زوج کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ واقع اُسکے قول کے مخالف ہی اور طلاق سنت کا وقت موجود ہی یعنے طہر شارح کہتا ہی کہ مسئلہ سابقہ یعنے ان اختلفا
فی وجود الشرط فالقول لہ اور مسئلہ آیندہ یعنی ان حضت فانت طالق یہ دونون مسئلے اپنے اطلاق پر نہین یعنے مقید ہین مطلق نہین اسواسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی تبیین کی روایت سے ثابت ہوئی
یعنے وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہین اور تقیید مسئلہ آیندہ کی خود وہین مصرح ہی وما لا یعلم وجودہ الا منہا صدقت فی حق نفسہا خاصۃ استحسانا لا علیہ
اور جس شرط کا وجود نہ معلوم ہو سکے بجز عورت کے چنانچہ حیض اور حسد و بغض تو وہان عورت کے قول کی تصدیق ہوگی فقط اُسکی ذات کے حق مین نہ غیر کے حق مین اسواسطے کہ اپنے حق
مین امین ہی اور اپنی سوت کے حق مین متہم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی تصدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہی یعنی قسم کے کذا فی النہر الفائق بنا وجہ استحسان کی یہ ہی کہ یہ شرط بدون عورت کے
معلوم نہین ہو سکتی اور اُسپر حکم شرعی مترتب ہوتا ہی تو عورت پر اُسکی خبر دینا واجب ہی تاکہ حرام مین نہ واقع ہو دم استحاضہ کبالغۃ واحتلام کحیض فی الاصح اور عورت قریب البلوغ یا نابالغ
کی برابر ہی بالغہ کے احتلام اور حیض کے یہ قول اصح ہی یعنے اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہوئی اور کہا قریب البلوغ نے کہ مجکو حیض آیا تو اُسکی تصدیق ہوگی مانند بالغہ کے اسواسطے کہ غلام قریب البلوغ کی انزال

مسائل متون و شروح بر فتاوی مقدم است

[illegible] طلاق واقع ہوگی

احتلام سے معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجکو احتلام ہوا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کقولہ ان حضت قلت طالق و فلانۃ وان کنت تحبین عذاب اللہ فانت کذا
او عبدہ حر فلو قالت حضت الحیض قائم فان انقطع لم یقبل قولہا زیلعی وعلی ذا لو احب طالقۃ ہی فقط ان کذبہا الزوج فلو صدقہا او علم وجود الحیض طلقتا
جمیعا حدادی چنانچہ یون کہنا زوج کا کہ اگر تو حائض ہوگی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یون کہا کہ اگر تو عذاب اللہ کو دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اسکا
آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ میں حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہوگیا تو اسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ زیلعی اور حدادی نے اسکو صحیح کیا ہے یا عورت نے یون کہا
کہ مسئلہ ثانیہ کے جواب میں کہ میں عذاب اللہ کو دوست رکھتی ہوں تو فقط وہی عورت مخبرہ مطلقہ ہوگی نہ اسکی سوت اگر زوج نے اسکی تکذیب کی اور اگر زوج نے اسکی تصدیق کی یا زوج کو حیض کا
ہونا معلوم ہوگیا تو دونوں عورتیں مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی اور اسکی سوت کذا صرح الحدادی • وفی ان حضت لا یقع برویۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان استمر ثلثا وقع
من حین رأت کان بدعیا اور اس قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی تو تو طالق ہے طلاق نہ واقع ہوگی بمجرد نظر آنے خون کے بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ استحاضہ کا ہو پھر اگر
خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہوگی اسوقت سے جبسے کہ عورت نے خون کو دیکھا اور یہ طلاق بدعی ہوگی اسواسطے کہ حیض میں واقع ہوئی فلو غیر مدخولۃ
فتزوجت بآخر فی ثلثۃ ایام صح فلو ماتت فیہا فارثہا للزوج الاول والثانی دونہ تصدقت فی حقہا دون ضرتہا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو نکاح کرے
دوسرے زوج سے تین دن میں تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح ثانی کے مر گئی تین دن کے اندر تو وراثت اس عورت کی زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہیں ہوا
کہ یہ خون حیض تھا یا نہیں کیونکہ حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اسکا وارث ہوگا اور تصدیق ہوگی عورت کے قول کی اسکے
حق میں نہ اسکی سوت کے حق میں کما مر وفی ان حضت حیضۃ او نصفہا او ثلثہا او سدسہا لعدم تجزیہ لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ اسم للکامل اور زوج کے اس
قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض کہ یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کے یعنی کل اور بعض حیض کہنا یکسان ہے بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض کی
تعلیق سے طلاق نہ واقع ہوگی یہان تک کہ پاک ہوجاوے عورت اس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا ہونا بدون پاکی کے متصور نہیں ثم انما یقبل قولہا
ما لم تر حیضۃ اخری جوہرہ پھر یہ ہے کہ قول عورت کا حیض ہونے میں وہان تک مقبول ہے کہ اسنے دوسری بار حیض نہیں دیکھا کذا فی الجوہرۃ یعنی جب بحالت حیض میں یا بعد پاک ہونے کے
حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی میں اظہار کیا تو مقبول نہوگا • وفی ان صمت یوما فانت طالق تطلق حین تغیب الشمس من یوم صومہا بخلاف ان صمت فانہ
یصدق بساعۃ اور اس قول میں کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جسدن روزہ رکھے بخلاف اس قول کے کہ ان صمت
یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہیں اسواسطے کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے قال لہا ان ولدت غلاما فانت طالق واحدۃ
وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول تلزمہ واحدۃ قضاء وثنتان تنزہا ای احتیاطا لاحتمال تقدم الجاریۃ کہا زوجہ سے
کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجکو ایکبار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو تجکو دوبار طلاق ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک کو دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہیں کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اسکو
ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دوبار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو • ومضت العدۃ بالثانی فلذا لم یقع بہ شیٔ
لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور آخر ہوگی عدۃ اس طلاق کی بولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ جو طلاق
کہ متصل ہو انقضاء عدت کے اسسے کچھ نہیں واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحققوا ولادتہما
معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اسمین کچھ کلام کی حاجت نہیں یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی
پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دوبار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع
ہوگی اور اگر زوجین میں اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہیں اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ
منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونوں کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اس صورت میں حیضوں سے ہوگی اسواسطے کہ عدت

بسبب ولادت کے منقضی نہیں ہوئی اسواسطے کہ ولادت وہی ہین جنسے طلاق واقع ہوگئی وان ولدت غلاما وجاریتین ولم یدر الاول یقع ثنتان قضاء و
اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیان اور پہلا ولد معلوم نہین تو دو بار طلاق باعتبار قضا کے واقع ہوگی اور تین بار بنا بر احتیاط کے ہوسکے کہ اگر لڑکا اول یا درمیان مین ہوگا
تو تین بار طلاق ہوگی ایک اسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہوگا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب ہونگی پھر باقی دو سے کچھ نہ واقع ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ناقلا عن النهر وان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاء وثلث تنزها اور اگر عورت دو غلام اور جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہین تو بنا بر قضا کے ایک
طلاق واقع ہوگی اور بنا بر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہین تو ایک طلاق ایک غلام کے سبب سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوگئی بسبب اول غلام کے اور
ولادت جاریہ سے کچھ نہوگا اسواسطے کہ انقضاء عدت اسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہے یا وسط تو تین طلاق واقع ہونگی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور دو بسبب جاریہ
کے تو یہ مسئلہ محتمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا مین اقل لازم ہوگا اور بنا بر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وهذا بخلاف ما لو قال ان کان حملک غلاما فانت
طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدت غلاما وجاریۃ لم تطلق لان الحمل اسم للکل فمالم یکن الکل غلاما اوجاریۃ لم تطلق
اور یہ مسئلہ ولادت کا مخالف ہے مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر کہا زوج نے کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہین پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھی جنی تو طلاق
نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جب تک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب نہ پائے جانے
شرط کے وکذا لو قال ان کان ما فی بطنک غلاما والمسئلۃ بحالها لعموم ما اور اسیطرح طلاق نہ واقع ہوگی اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے اگر وہ لڑکا ہے
تو تجکو ایک طلاق ہے پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جاوے حالانکہ ایسا نہین
بخلاف ان کان فی بطنک والمسئلۃ بحالها فانہ یقع الثلث لعدم اللفظ العام بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہے تو تجکو
ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہین پھر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھی جنی تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اس قول مین کوئی عام لفظ نہین کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ لفظ
فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونون پر صادق آتا ہے **فروع** مسائل متفرقہ شتی کے لو علق طلاقها بحبلها لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین من وقت
اگر معلق کیا طلاق کو عورت کے حمل پر تو طلاق اسپر نہ واقع ہوگی یہان تک کہ جنی دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جب تک دو برس سے زیادہ ولادت نہوگی طلاق
نہ واقع ہوگی اور اگر قبل دو برس کے یا پورے دو برس مین جنے تو طلاق نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی قال ان ولدت ولدا فانت
طالق او حرۃ فولدت ولدا میتا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنیگی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ لڑکا جنی تو زوجہ مطلقہ ہوگی اور لونڈی آزاد ہوگی اسواسطے
کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہین قال لام ولدہ ان ولدت فانت حرۃ تنقضی بہ العدۃ حلبی جوہرہ کہا مولی نے اپنی ام ولد سے کہ اگر تو جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی
تو اسکے تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جاویگی کذا فی الجوہرہ و حلبی اور طحطاوی مع شنبوبی نے کہا کہ اس مسئلہ مین سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر بعد آزاد ہونے کے اور
آزادی ثابت نہین ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی ہوگی شیخ حمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو یہ ہے کہ رحم کی
صفائی معلوم ہو اور ولادت سے صفائی تو ثابت ہوگئی لہذا ولادت ہی پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی علق العتاق والطلاق واو الثلث بشیئین حقیقۃ
بتکرر الشرط او حکما کان جاء زید وبکر فانت کذا یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک والا لا لاشتراط الملک حالۃ الحنث والمسئلۃ رباعیۃ
تعلیق کی عتاق اور طلاق کی گو تین طلاق ہون دو چیز پر فی الحقیقت دو بار تعلیق ہو بسبب مکرر لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا تعلیق
دو چیز پر بدون تکرار شرط کے ہو اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہوگی اگر شرط ثانی ملک یمین مین پائی جاوے اور اگر
آزادی ۱۲
شرط ثانی ملک مین نہ پائی جاویگی تو معلق نہ واقع ہوگی بسبب شرط ہونے ملک کے وقت حنث یعنے تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پھر جب شرط ثانی ملک مین حاصل
ہوئی تو معلق نہ واقع ہوگی اور شرط اول کا ملک مین حاصل ہونا کافی نہین اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنے چار صورتون کا محتمل ہے ایک صورت یہ کہ دونون چیزین ملک مین پائی جاوین اسمین

طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہ کہ دونون چیزین ملک مین نہ پائی جاوین اسمین طلاق نہوگی تیسری صورت یہ کہ اول چیز ملک مین پائی گئی نہ دوسری تو اسمین طلاق نہوگی
چوتھے یہ کہ دوسری چیز ملک مین پائی گئی نہ پہلی اسمین طلاق واقع ہوگی علق الثلث او العتق بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیہ العقر فی
المسئلتین باللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونون شرمگاہ کے یعنی
بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر دونون صورتون مین بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہین بلکہ
جماع عبارت ہی ادخال سے سو ادخال بعد طلقات ثلثہ او عتق کے نہین پایا گیا اور عقر عبارت ہی مہر مثل سے حرہ مین لونڈی مین دسوان حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو
تو بیسوان حصہ ولذا لم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ فقط ٹھہرنا بدون ادخال کے جماع نہین لہذا بسبب ٹھہرنے کے طلاق رجعی مین زوج مراجع
نہوگا یعنے زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو مجرد اس ٹھہرنے کے رجعت ثابت نہوگی نزدیک محمدؒ کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع
نہین کہتے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہی اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مساس سے خالی نہین اور مساس مثبت ہی رجعت کا بحر الرائق مین
کہا کہ مذہب ابو یوسفؒ کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہی کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم اولج ثانیا حقیقۃ او حکما بان حرک نفسہ فیصیر
مولجا بالحرکۃ الثانیۃ ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقۃً ہو اسطرح کہ آلہ تناسل کو
عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونون طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری حرکت کے
طلاق رجعی مین اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق مین اور حد نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے ہم اس قول سے شارح نے معراج الدرایۃ
کے اعتراض کو دفع کیا اسمین یون مذکور ہی کہ تعلیق عتق مین جبکہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اسواسطے کہ یہ وطی بعد آزاد ہونے
لونڈی کے نہ ملک مین واقع ہوئی نہ شبہ حلت مین بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہان شبہ حلت کا موجود ہی یعنے عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے
یہ فعل ابتدائی نہین ہر وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجدیدۃ فی قولہ للقدیمۃ ان نکحتہا ای فلانۃ علیک فہی طالق فاذا نکح
فلانۃ علیہا فی عدۃ البائن لان الشرط مشارکتہا فی القسم ولم یوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے سے زوج کے کہ اگر مین فلانی سے
نکاح کرون تیرے اوپر تو وہ طالق ہی جبکہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اسکی طلاق بائن کی عدت مین یعنے اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اسکی عدت مین جدیدہ
سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری مین حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق
بائن کے موجود نہین ہم عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہین اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر مین زوج نکاح کریگا تو بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر مین باری نہین
تو عدم بقائے نکاح قدیمہ سے تعلیل ہی عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نکح فی عدۃ الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدۃ ذکرہ مسکین وقیدہ
فی النہر بحثا بما اذا اراد رجعتہا والا فلا قسم لہا کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی مین یا زوج نے یون نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر
نکاح کرون بلکہ یون کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کرون تو وہ طالق ہی تو دونون صورتون مین منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق
مین بحث کرکے طلاق مذکور کو مقید کیا ہی قصد رجعت سے یعنے زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا
نہین تو مطلقہ رجعی کی باری نہین چنانچہ باب القسم مین اسکا بیان ہو چکا پھر جب اسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی ہوگی بسبب عدم شرط کے ہم کہتے ہین عنقریب گذرا
کہ سفر مین باری نہین حالانکہ وہان بھی نکاح جائز نہین تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق انشاء اللہ متصلا
الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او نداء کانت
طالق یا زانیۃ او یا طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء خانیۃ کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہی انشاء اللہ ملا کر مگر یہ کہ انشاء اللہ کو متصل نہ کہا

بسبب دم لینے کے یا کھانسی کے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلاپن سے یا کسی کے منھ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہو تاکید طلاق یا تکمیل طلاق کو فاصل تاکیدی کی مثال چنانچہ انت طالق طالق انشاء اللہ اور فاصل تکمیلی کی مثال چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثلثا اور بائنا انشاء اللہ یا بسبب فاصل کے جو مفید ہو حد کا یا طلاق کا یا ندا کا چنانچہ مفید حد کی مثال انت طالق یا زانیۃ انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انت طالق یا طالق انشاء اللہ اور ندا کی مثال انت طالق یا کلثوم انشاء اللہ سوان سب صورتوں میں استثنا صحیح ہے کذا فی الخانیہ یعنے اسقدر انفصال مانع اتصال استثنا کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا انشاء اللہ فیقع وبائنا لا یقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق رجعیا انشاء اللہ تو اسمیں طلاق واقع ہوگی لفظ رجعیا کا فاصل لغو ہے اسواسطے کہ لفظ طالق خود موضوع ہے واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بے فائدہ ہوا تو مانع ہوگا صحت استثنا کو اور اگر یوں کہیگا کہ انت طالق بائنا انشاء اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہ فاصل تکمیلی ہے چنانچہ عنقریب گذرا ولو قال رجعیا او بائنا یقع بنیۃ البائن لا الرجعی قنیہ وقواہ فی النہر اور اگر زوج نے کہا انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہوگی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی القنیہ اور تقویت دی ہے روایت قنیہ کو نہر الفائق میں م بحر الرائق میں قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق میں اسکی تقویت ہے اور در المختار کے محشیوں نے یعنے شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی تصویب کی ہے بسبب صراحت دلیل کے یعنے جب ذکر رجعی سبب ہے طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی سبب طلاق کی ہوگی اور جبکہ ذکر بائن سے طلاق نہیں ہوتی تو اسکی نیت سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعا بحیث لو قرب شخص اذنہ الی فمہ یسمع فصح استثناء الاصم خانیۃ استثنا متصل مسموع ہو اسطرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منھ کیطرف تو سنے تو صحیح ہوا استثنا کرنا بہرے آدمی کا کذا فی الخانیہ یعنے عیب سماع کی یہ حد ہوئی کہ دوسرا آدمی کان لگانے سے سنسکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہوگا ہر چند وہ خود نہیں سنتا لیکن دوسرا سن سکتا ہے تو یہ قول جو مشہور ہے فقہا کا کہ مسموع قول وہ ہے جسکو آپ سنے اس سے صم مستثنی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا یقع للشک نہ واقع ہوگی طلاق انشاء اللہ کہنے سے بسبب شک کے اسواسطے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہیں تو ہمکو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت میں اور نکاح ثابت ہوچکا ہے بالیقین تو طلاق نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے

وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوجہ مرگئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسیقدر کہا تھا کہ انت طالق ہنوز انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مرگئی تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی عدم طلاق کا ثمرہ یہ ہے کہ زوجہ غیر مدخولہ کا زوج وارث ہوگا اور اگر طلاق پڑتی تو زوج اسکا وارث نہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وان مات یقع اور اگر زوج مرگیا قبل تلفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہوگی بسبب عدم استثنا کے مع استثنا زوج کا ارادہ اسطرح معلوم ہو سکتا ہے کہ زوج نے قبل لفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو مذکور کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہیں صحت استثنا میں قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اسکی زبان سے انت طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی ولا التلفظ بھما اور شرط نہیں بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق وکتب الاستثناء موصولا او عکس او ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیۃ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل بولنے کے یا اسکے بالعکس کیا یعنے طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا یا طلاق اور استثنا دونوں کو لکھا پھر استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تلفظ مشروط نہیں کذا فی العمادیۃ ولا العلم بمعناہ حتی لو اتی بالمشیۃ من غیر قصد جاھلا لم یقع خلافا للشافعی فتح اور شرط نہیں جاننا معنی استثنا کا یہانتک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو اپنے کلام میں بلا قصد نادانستہ بولا تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک صحت استثنا میں قصد اور اسکے معنی کا علم شرط ہے وافتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف علی شیء بالطلاق فاستثنی لہ الغیر ظانا صحتہ بعدم الوقوع انتہی ولم ار لاحد من علمائنا واللہ اعلم اور فتوی دیا ہے شیخ رملی شافعی نے اس شخص کے حق میں جسنے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کھانے والے کے واسطے کسی غیر شخص نے اسحال میں کہ قسم کھانے والا صحت استثنائے غیر کا گمان رکھتا ہے فتوی دیا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی اسطرح کا اس عالم کے نزدیک صحیح ہے لہذا عدم وقوع کا فتوی دیا شامی کہتا ہے کہ میں نے اپنے علماء حنفیہ میں کسیکو نہیں دیکھا جسنے اس مسئلہ کا تعرض کیا ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء حنفیہ کا یہ ہے کہ استثنا متکلم شرط ہے تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہ ہوگا ھذا علم

عه تو طالق ہے ثلاث انشاء اللہ ۱۲

عه تو طالق ہے ایک یا بائن انشاء اللہ ۱۲

عه تو طالق ہے اے زانیہ انشاء اللہ ۱۲

عه تو طالق ہے اور طلاق والی انشاء اللہ ۱۲

عه تو طالق ہے اے کلثوم انشاء اللہ ۱۲

عه تو طالق ہے طلاق رجعی انشاء اللہ ۱۲

ولو شهدا بانه لا يذكر ها اذ كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب جاز له الاعتماد عليهما والا لا بحر اور گواہی دی دو گواہوں نے
مشیت کی یعنے انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہین اُسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہین جانتا تھا کہ کیا نکلتا تھا اُسکی زبان سے بسبب غضب کے
تو زوج کو اعتماد کرنا شاہدون کے قول پر جائز ہے اور اگر اسکو ایسی حالت بیخبری کی نہ تھی تو اسکو اُنکے قول پر اعتماد کرنا نچاہیے کذا فی بحر الرائق ویقبل قوله ان ادعاه
وانكرته في ظاهر المروي عن صاحب المذهب وقيل لا يقبل الا ببينة وعليه الاعتماد والفتوى احتياطا لغلبة الفساد خانية اور مقبول ہوگا قول زوج کا
اگر وہ مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اسکی عورت ظاہر الروایت مین جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہ ہے کہ زوج کا قول مقبول نہین بدون گواہون کے اور
اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہے بنا بر احتیاط کے بسبب غلبۂ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنے اہل زمانہ مین بسبب شیوع فسوق کے حلال حرام کی امتیاز نہین تو بدون گواہون کے
قول زوج پر اعتماد نچاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال کہین کیونکہ اہل ایک طرف بعضے طامع دنیا سے سائل کو یہی حیلہ سکھا دیتے ہین
تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر الله من شرور الفساد وقيل ان عرف بالصلاح فالقول له اور بعضے علما نے یعنے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین
کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اُسیکا قول معتبر ہے ہم خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ جب دو قول کی تصحیح مین اختلاف پڑے تو ظاہر الروایت
کیطرف رجوع کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحكم من لم يوقف على مشيته كالانس والجن والملائكة والجدار والحمار كذلك اور حکم اُس
شخص کا جسکی مشیت نہین معلوم ہوسکتی امر مذکور مین یعنی تعلیق بالمشیۃ مین چنانچہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدھا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے
یعنے اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہین یا دیوار یا گدھا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیون کی خواہش معلوم نہین ہوسکتی
اسیطرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہین ہوسکتی اور دیوار اور گدھے مین تو مطلق مشیت نہین دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدھے سے مراد جمیع حیوانات
ولو شرك كان شاء الله وشاء زيد لم يقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اُس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہوسکتی ہے مثلا یون کہا کہ تو مطلقہ
ہے اگر چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما لم اور مانند ان شرطیہ کے ہے لفظ الا وان لم اور اذا
اور ما اور ما لم کا یعنے اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق اذا شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق
مگر یہ کہ خدا چاہے ۱۲ اگر خدا نہ چاہے ۱۲ جب خدا چاہے ۱۲
ما شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ما لم یشاء اللہ تو ان سب مثالون مین طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کہ انشاء اللہ کہنے سے نہین واقع ہوتی ومن الاستثناء انت
جو چاہا خدا نے ۱۲ جبتک کہ خدا نہ چاہے ۱۲
طالق لولا ابوك او لولا حسنك او لولا اني احبك قدمه خانية اور استثنا مین سے یہ قول ہے کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہ ہوا اور انت طالق لولا حسنک یعنے تو مطلقہ ہے اگر
تیرا حسن نہوا اور انت طالق لولا انی احبک یعنی تو مطلقہ ہے اگر مین تیرا محب نہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہ قول استثنا مین اسواسطے
داخل ہوا کہ کلمہ لولا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنے طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان الله ذكره ابن الهمام في فتواه اور استثنا مین سے ہے
سبحان اللہ بیان کیا ہے اسکو کمال الدین بن الہمام نے اپنے فتوی مین یعنے اگر یون کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ
سے نہین ہوتی ہم سبحان اللہ بمعنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے کہ قتال وغیرہ محشیون کو پسند نہین اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ
استثنا کے ہونا ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکے متبادر ہوتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء الله او انت حر وحر
ان شاء الله طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثاني لغو ولا وجه لكونه تاكيدا للفصل بالواو بحر قوله حر حر او حر
وعتيق لا لانه توكيد وعطف تفسير فيصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہے تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے اور
حر ہے اگر چاہا اللہ تعالے نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم رح کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنے ثلثا اور حر لغو ہے لفظ اول سے کچھ زیادہ فائدہ
اسمین نہین اور لفظ ثانی تاکید بھی نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جدائی ہوگئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید مین جدائی نہین ہوتی تو استثنا صحیح

ف در اختلاف تصحیح رجوع بظاہر الروایت واجب است ۱۲

نہو بخلاف اس قول کے کہ انت حر ان شاء اللہ یا انت حر و عتق ان شاء اللہ اسواسطے کہ قول اول تاکید ہے اور قول ثانی عطف تفسیری ہے تو استثنا صحیح ہوگا تو غلام نہ آزاد ہوگا ولذا لایقع الطلاق بقوله ان شاء اللہ انت طالق فانه تطلیق عندهما تعلیق عند ابی یوسف لاتصال المبطل بالایجاب فلا یقع کما لو اخر وصححه البزازی وفی الخانیة علی قول ابی یوسف الفتوی وقیل الخلاف بالعکس وعلی کل فالمفتی به عدم الوقوع اذا قدم المشیة ولم یات بالفاء اور اسیطرح واقع ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ ان شاء اللہ انت طالق اسواسطے کہ یہ قول تطلیق ہے امام اور محمد کے نزدیک اور تعلیق ہے نزدیک ابی یوسف کے واسطے متصل ہونے مبطل کے ساتھ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہے اور ایجاب سے مراد انت طالق ہے سو جبکہ ایجاب باطل ہوا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ طلاق نہیں واقع ہوتی اگر استثنا مؤخر ہو اسیطرح کہ انت طالق ان شاء اللہ اور تصحیح کی ہے بزازی نے ابو یوسف کے قول کی اور خانیہ میں ہے کہ ابو یوسف ہی کے قول پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ خلاف بالعکس ہے یعنی ان شاء اللہ انت طالق ابو یوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور امام اور محمد کے نزدیک تعلیق اور ہر تقدیر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہے جبکہ مقدم کرے زوج مشیت کو یعنے ان شاء اللہ کو اور فی جزا میں فا نلاوے اسیطرح شارح نے تصریح کی کہ متن استثناء میں خلاف مفتی بہ ہے وان اتی بها لم یقع اتفاقا کما فی البحر والشرنبلالیة والقهستانی وغیرها اور اگر زوج قول مذکور میں فے لاویگا یعنے یون کہے کہ ان شاء اللہ فانت طالق تو باتفاق امام اور صاحبین کے طلاق واقع ہوگی چنانچہ بحر الرائق اور شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہا میں صرح ہے وثمرته فیمن حلف لا یحلف بالطلاق وقاله حنث علی التعلیق لا علی الابطال اور ثمرہ اس اختلاف کا اس شخص کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جسنے قسم کھائی کہ میں طلاق کی قسم نہ کھاؤنگا اور وہ قول بولا یعنی ان شاء اللہ انت طالق اسکی زبان سے نکلا تو اسکی قسم ٹوٹیگی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر ھم یہ مسئلہ مستقل ہے تقدیم شرط پر متفرع نہیں چنانچہ نہر الفائق میں قاضی خان سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا صحیح یمین ہے یعنے تعلیق ہے ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تعلیق نہیں بلکہ ابطال ہے یعنے اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہوگیا کذا فی حاشیة المدنی وبانت طالق بمشیة اللہ او بارادته او بمحبته او برضاه لا تطلق لان الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط اور اس قول سے کہ تو طلاق ہے ساتھ مشیت خدا کے یا ساتھ ارادہ خدا کے یا ساتھ محبت خدا کے یا ساتھ رضا الہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا کی بے معنی الصاق اور اتصال کے ہے تو یہ اتصال مثل اتصال جزا کے ہوا ساتھ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنے انت طالق ان شاء اللہ سے طلاق نہیں واقع ہوتی ویسے ہی اس قول سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیت الہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہیں بشر کو اطلاع انپر ممکن نہیں تو بسبب شک کے طلاق کیونکر واقع ہو وان اضافه ای المذکور من المشیة وغیرها الی العبد کان ذلک تملیکا فیقتصر علی المجلس کما مر اور اگر نسبت کیا مذکور سابق کو یعنے مشیت وغیرہا کو بندہ خدا کیطرف تو یہ تملیک طلاق ہوگی تو منحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیت میں اسکا بیان ہو چکا یعنے اگر یون کہا کہ تو طالق ہے بمشیت زید یا بارادہ زید یا بمحبت زید یا برضا زید تو زید کو اختیار طلاق دینے کا مجلس تک ہے نہ بعد مجلس کے وان قال بامره او بحکمه او بقضائه او باذنه او بعلمه او بقدرته یقع فی الحال اضافه الیه تعالی او الی العبد اذ یراد بمثله التنجیز عرفا کقوله انت طالق بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہے بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضا خدا یا باذن خدا یا بعلم خدا یا بقدرت خدا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کیطرف منسوب ہون خواہ بندہ کیطرف اسواسطے کہ ایسے قول سے عرف میں تنجیز مراد ہوتی ہے نہ تعلیق تو گویا مطلب یہ ہوا کہ تو مطلقہ ہوئی اسواسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال چنانچہ زوج یون کہے کہ تو طالق ہے بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی وان قال بحرف اللام یقع فی الوجوه کلها لانها للتعلیل اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی مشیت وغیرہ اور امر وغیرہ کو لام کے ساتھ کہا یعنی یون کہا کہ انت طالق لمشیة اللہ اور لامره تو سب صورتون میں طلاق واقع ہوگی اسواسطے لام موضوع ہے واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کیواسطے لازم میں ضرور نہیں وان کان ذلک بحرف فی ان اضافه الی اللہ تعالی لایقع فی الوجوه کلها لان فی بمعنی الشرط الا فی العلم فانه یقع فی الحال اذ القدرة [illegible] ضد العجز لوجوده فی حق اللہ تعالی قطعا کالعلم اور اگر الفاظ عشرہ قول مذکور میں مستعمل ہون بحرف فی اور اللہ کیطرف نسبت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتون میں اسواسطے کہ فی بمعنی شرط

عه
مستثنین خلاف
مفتی بہ ابو یوسف ×

عه
قول امام و محمد
[illegible] ١٢

عه
قول ابو یوسف [illegible]
عه ان شاء اللہ [illegible]

عه طالق والی ہو
عه تو طالق ہے بسبب
مشیت اللہ تعالی
یا بوجہ اعلام
[illegible] ١٢ ×

تو انت طالق فی مشیۃ اللہ بجائے انت طالق ان شاء اللہ کے ہی مگر لفظ علم مین فی الحال طلاق واقع ہوگی اسیطرح قدرت مین اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی تو طلاق واقع ہوگی سبب یہ ہے کہ وہ قدرت حق تعالے کے یقیناً مانند علم الٰہی کے ہے یعنے اگر یون کہا کہ انت طالق فی علم اللہ تعالیٰ یا یون کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الٰہی اور قدرت الٰہی قطعی الوجود ہین یا اُس قادر علیم سے کسی وقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہین تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حکیم مطلق کا ہے شی کو مقدر کرتا ہی اور کا ہے نہین تو اس صورت مین تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وان اضاف الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول وما عداھا کالمحبۃ والرؤیۃ تعلیقا فی غیرھا وھی ستۃ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف فی تو تملیک ہوگی پہلے چار امور مین یعنی مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا مین اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی ہو جیسا کہ ہوی یعنی محبت اور خواہش اور رؤیت یعنی رؤیت قلبی اور یہ اضافت تعلیق ہوگی ان چارون کے غیر مین اور وہ چھ ہین یعنے امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے یون کہا کہ انت طالق فی مشیۃ زید تو یہ تملیک ہی زید کو مجلس تک تطلیق کا اختیار ہی اور اگر یون کہا کہ انت طالق فی امر زید تو تعلیق ہی ثم العشرۃ اما ان تضاف للہ او للعبد والعشرون اما ان تکون بالباء او اللام او فی فہی ستون پھر الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کی طرف یا عبد کیطرف تو بیس ہوئی اور بیسون تین حال سے خالی نہین یا ساتھ بے کے مستعمل ہون یا لام کے یا فی کے جیسا کہ انت طالق بعلم اللہ او لعلم اللہ او فی علم اللہ او بعلم زید او لعلم زید او فی علم زید تو یہ ساٹھ صورتین ہوئین اسواسطے کہ بیس کو تین مین ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتی ہین وفی البزازیۃ کتب الطلاق واستثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ مین ہی کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہی اس عبارت سے دو صورتین مفہوم ہوئین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا کو ساتھ ہی بولے دوسرے یہ کہ دونون کو ساتھ ہی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو مین ضرب کیجیے تو ایک سو بیس ہوتے ہین شارح نے اس سے بھی زیادہ ترقی کا ارادہ کیا لہذا کہا وعلی ما مر من العمادیۃ حتی مائۃ وثمانون اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب مین عنقریب مذکور ہو چکا تو ایک سو اسی ہوتے ہین عمادیہ مین تین احتمال مذکور ہین ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فوراً لکھا دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا تیسرے یہ کہ استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین مین ضرب کیجیے تو ایک سو اسی ہوتے ہین حلبی محشی نے کہا بلکہ یہان تین سو بیس صورتین ہین اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہون اللہ کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہین کہ مستعمل ہو ان شرطیہ سے یا بے سے یا لام سے یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار مین ضرب کرنے سے اور ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونون ملفوظ ہون دوسرے یہ کہ دونون مکتوب ہون تیسرے یہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھے یہ کہ طلاق مکتوب ہو اور استثنا ملفوظ تو یہ تین سو بیس ہوئے اسیکو چار مین ضرب کرنے سے اور شیخ رحمتی محشی نے اٹھتر ہزار ایک سو بیس بلکہ جو اسی ہزار چار سو صورتین ثابت کین ہین وفوق کل ذی علم علیم جسکو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر تفصیل کا ضرور نجانا وفی کیف شاء اللہ تطلق رجعیۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنی تو طالق ہی جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ مین مذکور ہی کہ کیفیت باطل ہوگئی بسبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہ گیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی انت طالق ثلثا الا واحدۃ یقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق ہی تین بار مگر ایکبار نہین دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بالاتفاق جائز ہی یہان سے بحث استثناے تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثناے تعطیلی کے بحر الرائق مین کہا کہ استثنا دو قسم ہی ایک استثناے عرفی دوسرا استثناے وضعی استثناے عرفی مذکور ہو چکا یعنے تعلیق بالمشیۃ اور استثناے وضعی اب مذکور ہوتا ہی استثناے وضعی وہ ہی جو مابعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہوا اور مابعد الا کا حکم مین مخالف ہوتا ہی ماقبل الا یا اخوات الا کو مستثنیٰ منہ کہتے ہین اور مابعد الا کو مستثنیٰ بولتے ہین وفی الا ثنتین یقع واحدۃ اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا ثنتین یعنے تجکو تین طلاق ہین مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا یقع ثلث لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر او مساویہ اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین طلاق واقع ہونگے اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل ہی اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنیٰ منہ کے ہو یا معنی مین برابر اسکے ہو استثنا بلفظ صدر کی مثال متن مین مذکور ہو چکی یعنے ثلث سے ثلث مستثنیٰ ہو اور مساوی کی یہ مثال ہی کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ و [illegible] نسائی طوالق الا هذه وهذه وهذه الا زینب وعمرۃ وهند وعیک [illegible]

تاثیر وجوه ۱۵ استثناء [illegible] توطلاق [illegible] زید ۵۲ [illegible] طالق [illegible] ۱۵۳ اور [illegible]

الا ھؤلاء او اماؤ الا سالما وغانما وراشدا وھم الکل صح کما سیجیٔ فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور بغیر مساوی ہو چنانچہ نسائی طوالق الا ھؤلاء
یعنے میری عورتین مطلقہ ہین مگر یہ یا یون کہا کہ نسائی طوالق الا زینب وعمرۃ وہند یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر زینب و عمرہ اور ہند اور چنانچہ عبیدی احرار الا ھؤلاء
یعنے میرے غلام آزاد ہین مگر یہ یا یون کہا کہ میرے غلام آزاد ہین مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانکہ اسکی عورتین اور غلام اُتنے ہی ہین جتنے کہ اُسنے مذکور کیے تو یہ استثنا
صحیح ہے اگرچہ استثناے کل ہے اسواسطے کہ لفظ نسا عام ہے اگر واقع مین اسکی کل عورتین اُتنی ہی ہین اور لفظ عبید بھی عام ہے اگرچہ نفس الامر مین اُسکے غلام اُتنے ہی ہین
چنانچہ کتاب الاقرار مین آویگا ویعتبر فی المستثنیٰ کونہ کلا او بعضا من جملۃ الکلام لا من جملۃ الکلام الذی یحکم بصحتہ وھو الثلث اور مستثنیٰ
مین معتبر ہے ہونا اُسکا کل یا بعض مستثنیٰ منہ کا منجملہ مطلق کلام کے نہ منجملہ اُس کلام کے جسکی صحت پر حکم ہوتا ہے اور وہ تین ہین یعنے اگر مستثنیٰ منہ زیادہ ہو تین
طلاق سے تو اُسی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے فانت طالق عشرا الا تسعا یقع واحدۃ تو اس قول مین کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار ایک طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا کو منجملہ کلام صحیح کے اعتبار کرتے یعنے تین طلاق سے تو استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اسواسطے
کہ اکثر اقل سے نہین گر سکتا والا ثمانیۃ یقع ثنتان اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا ثمانیۃ یعنے تو طالق ہے دس بار مگر آٹھ بار دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے
کہ اگر دس سے آٹھ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہین والا سبعا یقع ثلث اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنے تو طالق ہے دس بار مگر سات بار تین طلاق
واقع ہونگی ومتی تعدد الاستثناء بلا واو کان کل اسقاطا مما یلیہ اور جبکہ چند استثنا ہون بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنیٰ کا اسقاط اپنے متصل سے اور یہی صحیح
مذہب نحویون کا ہے اور اگر چند مستثنیٰ بحرف واو ہون تو ہر ایک مستثنیٰ کا اسقاط صدر سے ہوگا چنانچہ انت طالق عشرا الا خمسا والا ثلثا والا واحدۃ مین ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے
کہ خمس او ثلث اور واحد کا مجموعہ نو ہین جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی فیقع ثنتان بانت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانیۃ الا سبعۃ جب مستثنیٰ
متعدد و بلا واو کا ضابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہونگی اس قول سے کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو مگر آٹھ مگر سات ہم اسکی دریافت کے دو قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ کہ اول
مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اُسکو ثانی مستثنیٰ پر بڑھایا اور ثالث مستثنیٰ کو ثانی سے ساقط کیا وعلی ہذا القیاس آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنیٰ مراد ہے سو مثال
مذکور مین اول مستثنیٰ تسعہ ہے اُسکو عشر سے ساقط کیا ایک باقی رہا اُسکو ثانی مستثنیٰ یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو تسعہ ہوا پھر اُس سے ثالث یعنے سبعہ کو ساقط کیا دو باقی رہ گئے
لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی اور دوسرا قاعدہ یہ کہ مستثنیٰ اخیر کو اُسکے قریب سے ساقط کیا جو باقی رہا اُسکو اُسکے قریب سے گرایا اسیطرح گراتے گئے
مستثنیٰ منہ تک سو مثال مذکور مین اخیر مستثنیٰ سبعہ ہے اُسکو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا تسعہ سے ساقط کیا آٹھ رہے آٹھ کو عشر سے ساقط کیا دو باقی رہے اسیواسطے شارح نے کہا
کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی ویلزمہ خمسۃ بلہ علی عشرۃ الا تسعۃ الا ثمانیۃ الا سبعۃ الا ستۃ الا خمسۃ الا اربعۃ الا ثلثۃ الا اثنین الا واحدا
اور لازم ہونگی مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلا زید نے کہا کہ خالد کے مجھپر دس درم ہین مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چھ مگر پانچ مگر چار مگر تین مگر دو مگر ایک درم وجہ اسکی
بموجب قاعدہ اولی کے یہ ہے کہ مستثنیٰ اول یعنے نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اُسکو آٹھ پر بڑھایا نو ہوئے اُس سے سات کو ساقط کیا دو باقی رہے اُنکو چھ پر بڑھایا
آٹھ ہوئے اُس سے پانچ کو گرایا تین باقی رہے اُنکو چار پر بڑھایا سات ہوئے اُس سے تین کو گرایا چار باقی رہے اُنکو دو پر بڑھایا چھ ہوئے اُس سے ایک کو ساقط کیا پانچ باقی
رہ گئے اور بموجب قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اُسکو تین سے گرایا دو باقی رہے اُنکو چار سے ساقط کیا دو باقی رہے اُنکو پانچ سے گرایا تین باقی
رہے اُنکو چھ سے گرایا تین باقی رہے اُنکو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے اُنکو آٹھ سے گرایا چار باقی رہے اُنکو نو سے ساقط کیا پانچ باقی رہے اُنکو دس سے گرایا پانچ
باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین پانچ درم لازم آتے ہین باقی رہا تیسرا قاعدہ اسکے دریافت کرنے کا سو اسکو شارح نے اپنے اگلے قول مین بیان کیا
وتقریبہ ان تاخذ العدد الاول بیمینک والثانی بیسارک والثالث بیمینک والرابع بیسارک وھکذا ثم تسقط ما بیسارک مما بیمینک
فما بقی فھو الواقع اور تقریب اسکے دریافت کی یہ ہے کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھ مین اور عدد ثانی کو اپنے بائین ہاتھ مین اور عدد

ثالث کو اپنے داہنے مین و عدد رابع کو اپنے بائین مین اور اسیطرح لیتا جا ایک داہنے مین اور ایک بائین مین آخر تک پھر ساقط کر بائین ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے اعداد سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہو تو مثال مذکور مین مستثنی اول کو یعنے نو کو داہنے ہاتھ مین لیا اور ثانی کو یعنے آٹھ کو بائین مین لیا پھر ثالث یعنی سات کو داہنے مین لیا اور رابع کو یعنی چھہ کو بائین مین لیا پھر خامس یعنے پانچ کو داہنے مین اور سادس یعنے چار کو بائین مین لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے مین اور ثامن یعنے دو کو بائین مین لیا باقی رہا ایک اسکو داہنے مین لیا تو داہنے مین نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا پچیس اور بائین مین آٹھ اور چھہ اور چار اور دو مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا بیس پھر بائین ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہگئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ درم لازم آتے ہین ماخرج بعض التطلیقة لغو بخلاف ایقاعہ ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہین بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اول باب مین مذکور ہوچکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہین فلو قال انت طالق ثلثا الا نصف تطلیقة وقع الثلث فی المختار وعن الثانی ثنتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہین مگر آدھی طلاق تو قول مختار مین تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ انکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے وفی السراجیة انت طالق الا واحدة یقع ثنتان انتہی فکانہ استثنی من ثلث مقدر اور سراجیہ مین ہے کہ اس قول مین کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگے انتہی کلامہ تو گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہین

سألت المرأة الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقة فقالت المرأة ثلث تکفینی فقال ثلث لک والبواقی لصواحبک وله ثلث نسوة غیرها تطلق المخاطبة لا غیرهن اصلا هو المختار لصیرورة الباقی لغوا فلم یقع بصرفه لصواحبها شیء مانگی عورت نے طلاق سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ تجھکو تین طلاق کافی ہین سو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیرے ساتھ والی سوتون کے واسطے اور حالانکہ اس مرد کے تین عورتین اور ہین سوا مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اسکے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب ہوجانے باقی طلاقات کے لغو یعنے سینتالیس کے باطل ہوگئے تو اسکی سوتون پر لغو طلاق کے صرف کرنے سے کچھ نہ واقع ہوگا **فروع** مسائل لمحقہ شارح کے فی ایمان الفتح ما لفظه وقد عرف فی الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث فاغتنم هذه للمصنف تمہ فتح القدیر کے کتاب الایمان مین یہ مسئلہ بایں لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنے باب الطلاق مین معلوم ہوچکا ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار ہو کذا فی حاشیة المدنی اور مصنف نے منح الغفار مین اسکو ثابت کیا ہے باب الایمان مین ان سکنت هذه البلدة فامرأته طالق وخرج فورا فخلع امرأته ثم سکنها قبل العدة لم تطلق فبانت عدتها طالق فلیحفظ کہا اگر مین رہون اس شہر مین تو اسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنے میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اسی شہر مین آ رہا قبل گذرنے عدت مختلعہ کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ شرط پائی جانے کیوقت وہ عورت اسکی زوجہ نہین کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یہ ہے کہ اگر کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر مین اس شہر مین رہون تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اس سے خلع کیا پھر بعد اسکے شہر مین آ رہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہوا یہ کہ اس صورت مین تعلیق ہو سکتی ہے بقید زوجیت نہین بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیة المدنی ان تزوجتك فان تزوجتك فانت کذا لم یقع حتی تتزوجها مرتین بخلاف ما لو لم یؤخر الجزاء محیط اگر مین تجھ سے نکاح کرون اور اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو ایسی ہے یعنے مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہان تک کہ اس سے دوبار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ صورت ہے کہ اگر جزا کو مؤخر نہ لاوے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان مین لاویگا دونون شرطون کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتك وان تزوجتك اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتك فانت طالق وان تزوجتك کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النهر والهندیة ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بیدك ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو اختلعها لا لانه غیر تعلیق زوج نے کہا کہ اگر مین تجھ سے غائب رہون چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہے پھر اسکو طلاق دی یہانتک کہ تین حیض گذرے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور

بعد عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی بعد اسکے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ زوال ملک سے باطل تعلیق نہین اور اگر عورت نے خلع کیا یعنے زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت سے خلع کیا پھر اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ تنجیز ہی نہ تعلیق یعنے تفویض منجز ما دام النکاح قائم ہی پھر جب نکاح نرہا تو تفویض بھی نرہیگی اور مثال اول تعلیق ہی تو زوال نکاح سے باطل نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی دعاها للوقاع فابت فقال یکون فقالت غدًا فقال ان لم تفعلی هذا المراد غدًا فانت کذا ثم نسیاه حتی مضی الغد لا یقع بلایا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے سو زوجہ نے انکار کیا تو زوج نے کہا یہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نکریگی تو تو ایسی ہی یعنے مطلقہ ہی پھر زوج اور زوجہ دونون اُسے بھول گئے یہان تک کہ کل کا دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ بقاے تعلیق وقت مین امکان بر ہی شرط ہی یہان بسبب نسیان کے اُسکا وقت باقی نرہا اس وجہ سے تعلیق باطل ہوگئی حلف لا یاتیها فاتته فجامعها ان مستیقظًا حنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت نکریگا پھر چت لیٹا سو عورت آئی اور اُسنے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع مین جاگتا ہوگا تو حانث ہوگا ان لم اشبعك من الجماع فعلی انزالها مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجھکو آسودہ نکرون جماع سے تو تجھکو طلاق ہی تو یہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہی اسواسطے کہ آسودگی سے مراد کسر شہوت ہی بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہین ہوتی ان لم اجامعك الف مرة فكذا فعلی المبالغة لا العدد مرد نے کہا کہ مین زوجہ سے ہزار بار جماع نکرون تو وہ مطلقہ ہی تو یہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہی نہ اس عدد خاص پر خانیہ مین کہا کہ ستر بار کثیر مین داخل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطئتك فعلی جماع الفرج وان نوى الدوس بالقدم حنث به ايضًا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تیری وطی کرون تو تو طالق ہی تو یہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہی اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہی اور اگر زوج وطی سے قدم روندنا اور کچلنا مراد لیگا تو اس معانی سے بھی حانث ہوگا بغیر جماع سے امراته جنب وحائض ونفساء فقال اخبثكن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہی کہ عورت اُسکی جنب جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض تیسری نفاس والی ہی سو اُس مرد نے کہا تم عورتون مین سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہی تو نفاس والی عورت پر طلاق واقع ہوگی ولو قال افحشکن فعلی الحائض اور اگر مرد نے کہا ان عورتون سے کہ تم مین سے افحش کو طلاق ہی تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کرنے مین حیض افحش اور معیوب تر ہی نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لی الیك حاجة فقال امرأته طالق ان لم تقضها فقال هی ان تطلق امرأتك فله ان لا یصدقه مثلاً زید نے کہا خالد سے کہ میری کچھ حاجت ہی تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر مین تیری وہ حاجت نکرون پھر زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہی کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے تو خالد کو جائز ہی کہ زید کی تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال دروغ گوئی زید کا ممکن ہی شاید کہ اُسکی حاجت کچھ اور ہی جب اُسنے دیکھا کہ یہ قسم کھا بیٹھا تو زوج یا زوجہ کی ضرر رسانی کیواسطے یون اظہار کیا اختلفا اگر زوج اور زوجہ مین وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہی تو یمین کے ساتھ بطریق اولی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابه ان لم اذهب بكم الليلة الى منزلی فامرأته كذا فذهب ببعض الطريق فاخذهم العسس فحبسهم لا يحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتھیون سے کہ اگر مین نہ لیجاؤن تمکو آج کی رات اپنے گھر کی طرف تو میری عورت مطلقہ ہی سو انکو لیچلا آدھی راہ تو پکڑا اُنکو کوتوال نے اور قید کرلیا سب کو اسکے گھر تک نہ پہونچ سکے تو وہ شخص حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق لیجانے پر تھی نہ گھر مین داخل کرنے کی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحريق لا يحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو گھر سے نکلیگی بدون حکم میرے تو تو طالق ہی پھر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ہی خوف انہدام اور خوف غرق اور خوف ڈاکے کا اسواسطے کہ نکلنے مین عرف یہ ہی اور ایسا امور عرف مین یمین سے مستثنے ہوتے مین حلف لا یخرج ثم رجع بشیء نسیه لا یحنث قسم کھائی شہر یا گھر سے نکلنے کی نہ بیٹھے گا پھر لوٹا کسی بھولی چیز کے لینے کے واسطے تو حانث نہوگا ان لم تجئی بفلان او ان لم تردی ثوبی الساعة فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر و اخذ الثوب منها قهرًا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے شخص کو نہ لاویگی تو تو طالق ہی یا یون کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم پر نہ پھیر دیگی تو تو طالق ہی پھر فلانا شخص خود آگیا دوسری طرف سے یا زوج نے فورًا اپنا کپڑا لیلیا عورت کے دینے سے پہلے تو حانث نہوگا کذا ان لم ادفع الیك الدینار الذی علی راس الشهر فکذا فابرأته قبل الشهر بطل الیمین اسیطرح حانث نہوگا اس قول مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو نہ دون وہ اشرفی جو مجھپر قرض ہی فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہی پھر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کردی اُس مہینے کے آنے سے پہلے تو یمین

باطل ہو گئی طلاق نہ واقع ہو گی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فان لم یمکنہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ ضرور نکالیگا اپنے گھر کے رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اسکے گھر کا مرد ظالم ہے سو اگر گھر والے کو اسکا نکالنا ممکن نہو تو یمین یعنے اداے قسم فقط زبان کے بولنے پر ہے یعنی زبان سے یون کہے کہ مین نے تجھکو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہوگا بقی ما یکتب فی التعالیق من قولہ اذا تزوج علیہا او ابرأتہ من کذا او من باقی صداقہا فلو دفع الکل ہل تبطل الظاہر لا لتصور بقصد تصحیح براءۃ الاسقاط والرجوع بما دفع باقی رہا کلام اسمین جو تعالیق مین لکھا جاتا ہے کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لیجاویگا یا دوسرا نکاح کریگا یا کہ زوج زوجہ کو فلانے قرض سے ابرا کرے یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دے تو آیا تعلیق براءۃ کی باطل ہو گی یا نہین جواب ظاہر یہ ہے کہ زوج کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہو گی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کیا ہے کہ بعد وصول دین کے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہے اور جو دیا ہے اسکا پھیر لینا درست ہے مع تعالیق سے مراد وہ وثائق ہین جو عقد نکاح کیوقت شروط لکھے جاتے ہین براءۃ اسقاط یہ کہ دائن مدیون کو اپنا دین معاف کردے اپنا حق اسکی گردن سے ساقط کرے سو براءۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تھا دائن سے پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ وہ براءۃ سے فارغ الذمہ ہو پس جب براءۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوئی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہو گی تو بعد براءۃ کے طلاق واقع ہو گی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ حر ان لم یکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ لانہ الصدق او لانہا غموس ولا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہین ہوا اس گھر مین آج پھر بولا کہ اسکا غلام آزاد ہے اگر آج اس گھر مین داخل ہوا ہو تو اسپر کفارہ قسم کا نہ لازم آویگا اور اسکا غلام بھی نہ آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آویگا یا بسبب قول نخعی کے یعنے عدم دخول وا اسکے یا اس سبب سے کہ وہ یمین غموس ہے اور غموس مین گناہ ہے کفارہ نہین اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہین خدا کی قسم مین خلاصہ یہ کہ یہ دونو قسمین متناقض ہین اگر ایک مین صادق ہوگا تو بالضرور دوسری مین کاذب ہوگا اور آزادی غلام کا [illegible] نہوگی جبتک اسے پہلی قسم مین صادق نہ اور دوسری قسم مین باللہ ہوا اسمین قاضی کے علم کو دخل نہ ہے پھر بدون قاضی کے اسکا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو [illegible] کفارہ ہو عتق حنث لو [illegible] طلاق وحنث فی یمینہ [illegible] فی القضاء یہان تک کہ اگر اسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہو گی تو وہ شخص دونون قسمون مین حانث ہوگا بسبب داخل ہونے دونون جزون کے قاضی کے حکم مین باقی بیان اسکا باب التعلیق مین انشاء اللہ تعالی آویگا اخذت من مالہ درہما فاشترت بہ لحما فخلطہ اللحام [illegible] کذا ذکرہ [illegible] اللحام وتسلمہ للزوج او ضاع عن اللحام فلم یعلم انہ دینہ سقط فی البحرۃ یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اس درم کو اپنے درمون مین ملا ڈالا اور اسکے زوج نے کہا کہ اگر اسی درم کو آج یہ پھیر لاویگی تو تو طالق ہے تو تدبیر اسکی یہ ہے کہ عورت قصاب کی تھیلی جسمین وہ درم داخل ہے لاوے اور زوج کو دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جبتک یہ معلوم نہو کہ وہی درم پگھلا ڈالا گیا یا دریا مین گر گیا تو زوج حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف اسکے اور سقوط فی البحر کے حلف ان لم یکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فکذا ایحبس ولو فی بیت حتی یمضی الیوم قسم کھائی کہ اگر مین آج جہان مین یا اس دنیا مین نہ اسکی زوجہ طلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گھر ہی مین قید رہے یہان تک کہ وہ دن گذر جاوے تو جبکہ وہ قید ہوگا حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے چنانچہ فرمایا او ینفوا من الارض تو گویا وہ حبس سے دنیا مین موجود نہ رہا اس مسئلہ مین عرف کا اعتبار نہین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بجائے ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تھا اسواسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہے نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ مضارع مثبت کا کیا نہ منفی کا ولو حلف ان لم یخرب بیت فلان غدا فقیدہ منعہ حتی مضی الغد حنث ہو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر مین نہ ویران کرون فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اسکے پاؤن مین بیڑیان ڈالین گئین اور روکا لیا ویران کرنے سے تو وہ حانث [illegible] کذا الا لم اخرج من ہذہ المنزل فکذا فقیدہ او لو [illegible] الی المنزل فاخذ [illegible] ان لم تحضری اللیلۃ منزلی فکذا فمنعہا ابوہا حنث فی المختار اسیطرح حانث ہوگا جسنے یون کہا کہ اگر مین نہ نکلون اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اسکے بیڑیان ڈالی گئین یا یون کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر مین تجھکو اپنے گھر نہ لیجاؤن تو ایسا ہو پھر اس عورت کو پکڑا سو وہ اس سے چھوٹ بھاگی یا یون کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہو گی آج کی رات

سنہ یا نکالدیے جاوین [illegible] سکتے ہیں نہ رکھے جاوین

۱۰/

میں گھر میں تھا ایسا ہوگا پھر اُسکے باپ نے اُسکو نکلوا دیا تو ان سب صورتوں میں وہ حانث ہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ مقید کرنا اور منع کرنا اکراہ ہے یعنے زبردستی ہے اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ عدم فعل میں اور ان مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو اسمیں اکراہ کی تاثیر نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لا اسکن فاعلم البلاد وفیہ بحث فی المختار بخلاف اس مسئلہ کے کہ کہا میں سکونت کرونگا اس گھر میں پھر دروازہ بند کر لیا گیا یا اُس شخص کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں تو حانث نہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ شرط حنث کی فعل ہے یعنے سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ والاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانے والا عاجز ہوا شرط حنث سے تو حانث ہوگا امر عدمی میں نہ امر وجودی میں یعنے قسم کا ٹوٹنا مرتب ہو عدم شی پر نہ وجود پر چنانچہ عدم مس اور عدم ضرب مسائل مابعد میں تو عاجز ہونیسے حانث ہوگا اور اگر قسم کا ٹوٹنا امر وجودی پر مرتب ہے چنانچہ دخول اور تجارت میں اور سکونت اس گھر میں تو بسبب عاجز ہونیکے حانث نہوگا قال فی النہر ومفادہ الحنث فیمن حلف لیوفین الیوم دینہ فعجز لفقرہ ولم یقرضہ احد خلافا لما بحثہ فی البحر فتدبر کہا نہر الفائق میں مستفاد ہوتا ہے اس اصل سے حانث ہونا اُس شخص کے حق میں جسنے قسم کھائی کہ آج کے دن اپنا دین دیدوں پھر وہ عاجز ہو گیا بسبب اپنی محتاجی کے اور قرض نہ دیا کسی شخص نے جو اسکو قرض دیوے بخلاف اس بحث کے جو بحر الرائق میں ہے سو غور اور تامل کر اس مقام میں ہم قائل اس کلام کا [illegible] حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنے عدم ادا قرض الیوم میں کہا قنیہ میں ثابت ہے کہ جب محلوف علیہ سے عاجز ہو اور یمین موقت ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور میں جب ادا دین سے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنی جب باطل ہوئی تو حانث بھی نہوگا [illegible] بالکہ اس صورت پر محمول ہے کہ شرط حنث کی وجودی ہو اور یہاں عدمی ہے بعض نے کہا کہ یہ مقام لائق تامل ہے تو یہاں [illegible] اسلئے شارح نے کہا اور تامل کر [illegible]

باب طلاق المریض

یہ باب ہے طلاق مریض کے احکام میں جبکہ مصنف طلاق کے اقسام منجز اور معلق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو طلاق مریض کی شروع کی عنونہ بہ لاصالتہ مصنف نے شروع باب کو طلاق مریض کی تعبیر کیا بسبب اُسکی اصالت کے یعنے مقصود بالذات اسمیں احکام مریض ہی کے ہیں اور احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہیں ویقال لہ الفار لفرارہ من ارثہا فیرد علیہ قصدہ الی تمام عدتہا [illegible] اور طلاق [illegible] کہتے ہیں یعنے بھاگنے والا بسبب اسکی بھاگنے کے عورت کی وراثت سے یعنے مرض الموت میں واسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اسکے مال کی وارث نہو تو مردود ہوگا اسپر ارادہ اُسکا تمامی عدت تک یعنی اُسکے فرار کا کچھ اثر نہوگا عورت عدت تک اُسکی وارث ہوگی اور کبھی فرار عورت کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب میں اسکا ذکر بھی آویگا من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت ہو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان تعجز عن مصالحہا داخلہ کما فی البزازیۃ یعنی شخص کہ غالب حال اُسکا ہلاکی ہو مرض سے یا غیر مرض سے اسطرح پر کہ توڑ دیا اور دبلا کر دیا اُسکو بیماری نے اتنا کہ عاجز ہو گیا اُسکے سبب سے اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنی بیماری سے باہر کے کاروبار ضروری نہیں کر سکتا ہے یہ قول تعریف مریض میں اصح ہے چنانچہ عاجز ہو جانا فقیہ مدرس کا مسجد کے جانے سے اور عاجز ہونا مرد بازاری کا اپنی دکان کے جانے سے اور عورت کے حق میں علامت مرض کی یہ ہے کہ وہ عاجز ہو جاوے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنے پکانے اور گھر جھاڑنے سے کذا فی البزازیہ ومفادہ انہا لو قدرت علی نحو الطبخ دون صعود السطح لم تکن مریضۃ قال فی النہر وہو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چھت کے چڑھنے پر تو وہ مریض نہوگی نہر الفائق میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے قلت وفی آخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضمن للمبیح لصلوتہ قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز شیخ حد التطاول بسنۃ انتہی میں کہتا ہوں کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر میں یوں ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے فنا ہونیمیں وہ وہی ہے جس سے مباح ہو جاوے نماز پڑھنا بیٹھ کر اور جسکو بیماری نے جھلا دیا اور جسکو فالج کی بیماری ہو یعنے آدھا دھڑ رہ گیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہو جبکہ وہ بیماری پرانی ہو جاوے اور اُسکو بستر پر نہ ڈالے تو یہ تینوں بیمار مانند تندرست اور صحیح کے ہیں پھر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبی فتاوے عالمگیری میں یہ حد تطاول کی صحیح تر تاشی سے منقول ہے اور واقعات میں شمس الائمہ سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد مادام یزداد کالمریض اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد جب تک

باب طلاق المریض

یہ بیماریاں بڑھتی باقی ہوں مانند مریض کے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب تک ان بیماریوں پر مرض کی ترقی ہے تو مریض کے مانند ہیں اور جب ترقی موقوف ہوگئی تو مانند
صحیح کے ہیں او بارز رجلا اقوی منه او قدم لقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینة او افترسه سبع وبقی فی فیه فار بالطلاق [illegible]
ہلاکی کا سطح پر ہو جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار میں یا باقی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے ٹکڑوں سے یا کھا لیا
اسکو درندہ جانور نے اور اسکے منہ میں بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہیں اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال میں متعلق ہو گیا شارح نے کہا کہ فار بالطلاق
ہے جس غالب حالہ الہلاک کی نہیں جسپر غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوی تر کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ولا یصح تبرعہ الا من الثلث اور صحیح
نہیں تبرع فار کا مگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عقود غیر لازمہ جیسے وقف یا نکاح کرنا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانہا وہو کذلک او ہی من اہل المیراث علم باہلیتہا ام لا بان
اسلمت او عتقت ولم یعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنے حرہ مسلمہ تھی زوج اسکی اہلیت کو جانتا ہو یا نجانتا ہو چنانچہ اسکی زوجہ کتابیہ
مسلمان ہوگئی یا اسکی زوجہ لونڈی آزاد ہوگئی اور زوج کو اسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہو طائعا بلا رضاہا فلو اکرہا او رضیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی
بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق میں زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہوگئی اپنی طلاق سے تو وارث نہوگی اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا اور مراد
نہیں کہ غیر زوجہ کا اکراہ باطل ہے وراثت کا اسواسطے کہ اس صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا مترجم نے ترجمہ میں اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی ولو اکرہہ علی
رضاہا او جامعہا ابنہ مکرہۃ ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اسکے راضی ہونے یعنے عورت سے زبردستی طلاق کا سوال کرا دیا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے صحبت کی تو عورت وارث ہوگی
اسواسطے کہ جبر میں رضامندی نہیں وہو کذلک ای بالحال ومات فیه او صح ثم مات فی عدتہا ترثه اور حالانکہ زوج طلاق دینے والا ویسا ہی بیمار ہے اسی حال
بنا رہا اور اسی مرض میں مر گیا تو اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہوگیا پھر زوجہ کی عدت میں مر گیا تو زوجہ وارث ہوگی اسکی بذلک السبب ثمہ او بغیرہ کان قتل المریض او
مات بجہۃ اخری فی العدۃ للمدخولۃ ورثت ہی منه لا ہو منہا لرضاه باسقاط حقه اسی مرض کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اسکی موت ہو جیسے کہ مریض قتل کر ڈالا جائے
یا کسی اور جہت سے مر جائے عدت میں عدت کی قید مدخولہ کیواسطے ہے تو مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت اول مر گئی تو زوج اسکا وارث نہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے اسقاط حق
سے ہم متن میں لفظ ورثت کا جزا ہے شرط کی یعنے فلو ابانہا کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اسکی بیماری میں عدت کے اندر مر جائیگا تو عورت مطلقہ
اسکی وارث ہوگی موت اسکی اسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی اسواسطے کہ ہر چند اسپر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث نہیں ہوتی
وعند احمد ترث بعد العدۃ ما لم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک زوجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کے بھی جبتک دوسرے زوج سے نکاح نکرے اور یہی مذہب ہے اسحق اور
ابن ابی لیلی کا اور امام مالک کے نزدیک اگر دوسرے ازواج سے نکاح کریگی تو بھی وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او طلاق فقط طلقت بائنا او ثلثا لان
الرجعی لا یزیل النکاح حتی حل وطیہا ویتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسیطرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق کی مانگنے والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق بائن کیساتھ یا تین طلاق
اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی یہانتک کہ وطی اسکی حلال ہے اور زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں عدت کے اندر ہر طرح سے یعنے خواہ صحت میں طلاق رجعی دی ہو
خواہ بیماری میں اور اگر عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا وتکفی اہلیتہا للارث وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کیواسطے زوج کی موت کے
وقت بخلاف بائن کے کہ اسمیں [illegible] اہلیت وراثت کی شرط ہے وکذا ترث مبانۃ قبلت او طاوعت ابن زوجہا المجامع بینونتہ اور اسیطرح
وارث ہوگی مطلقہ بائنہ جسنے [illegible] اپنے زوج کے بیٹے کا یا بخوشی اسکے ہم صحبت ہوئی بواسطے تہمت رست کے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کیطرف سے ہوئی نہ
زوجہ کیطرف سے تو تقبیل یا وطی وجہ کی مبطل وارث کی نہوگی ومن لاعنہا فی مرضه او الی منہا مریضا کذلک ای ترث ملاعنہ اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری میں یا ایلا
اسی حالت بیماری میں کیا اسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنے عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اسکی وجہ مذکور ہو چکی یعنے فرقت مرد کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے وان آلی فی صحته
وبانت به ای بالایلاء فی مرضه او بانہا فی مرضه فصح فمات او ابانہا فارتدت فاسلمت فمات لا ترثه لانه لا بد ان یکون المرض الذی طلقہا ۴۰

فیہ مرض الموت فاذا صح تبین انہ لم یکن مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت میں اور جدا ہو گئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اسکے مرض میں تو وارث نہو گی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں پھر وہ تندرست ہو گیا پھر مر گیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری میں پھر عورت مرتد ہو گئی پھر اسلام لائی پھر زوج مر گیا عدت میں تو عورت وارث نہو گی زوج کی در صورت صحت اسواسطے وارث نہو گی کہ وراثت مطلقہ میں یہ ضرور ہے کہ جس مرض میں زوج نے اسکو طلاق دی ہے وہ مرض الموت ہو جبکہ بعد مرض کے وہ تندرست ہو گیا تو ظاہر ہو گیا کہ وہ مرض جسمیں طلاق واقع ہوئی مرض الموت نہ تھا ولا بد فی البائن ان تستمر اھلیتہا للارث من وقت الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او اعتقت لم ترث اور درصورت ارتداد اسواسطے وارث نہو گی کہ ضرور ہے طلاق بائن میں کہ اہلیت وراثت کی عورت میں برابر ثابت رہی طلاق کے وقت سے موت کیوقت تک یہانتک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کیوقت پھر اسلام لاوے کتابیہ یا آزاد کیجاوے مملوکہ تو وارث نہو گی اسواسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک برابر ثابت نہیں تو دونوں میں اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت نہوئی اسواسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع وراثت کی ہے بخلاف ما لو طلقہا رجعیا او لم یطلقہا فطاوعت او قبلت ابنہ لمجیئ الفرقۃ منہا چنانچہ عورت وارث نہیں ہوتی اگر زوج نے اسے طلاق رجعی دی یا نہ دی عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہو گی کہ فرقت اسکی طرف سے آئی او ابانہا بامرہا قید بہ لانہا لو ابانت نفسہا فاجاز ورثت عملا باجازتہ قنیہ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اسکے کہنے سے تو وارث نہو گی مصنف نے امر عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا اپنے مرض میں تو عورت وارث ہو گی زوج کی اجازت پر عمل کرنے سے کذا فی القنیہ یعنی اس صورت میں زوال نکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق سے او اختلعت منہ او اختارت نفسہا ولو ببلوغ وعتق وجب وعنۃ لم ترث لرضاہا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ خیار بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی کے اور زوج کو مقطوع الذکر ہونے کے اور نامرد ہونے کے ہو وارث نہو گی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان سب صورتوں میں عورت نے جدائی بخوشی چاہی ہے لہذا وارث نہو گی ولو کان الزوج محصورا او فی صف القتال او مثلہ حال فشو الطاعون اشباہ او قائما بمصالحہ خارج البیت مشتکیا من الم او محموما او محبوسا لقصاص او رجم لا ترث لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج مقید ہے بسبب حبس کے یا صف قتال میں ہو اور یہی حال ہے زمانہ وبا کا کذا فی الاشباہ یا کہ زوج گھر کے باہر ہو کاروبار ضروری کرتا ہو بحالت دردمندی یا کہ زوج کو تپ آتی ہو یا کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم کے تو عورت وارث نہو گی اگر ان حالات میں مطلقہ ہوئی اور زوج ان حالات میں مر گیا بسبب غلبہ سلامتی کے ان حالات میں والحامل لا تکون فارۃ الا بتلبسہا بالمخاض وہو الطلق لانہا حینئذ کالمریضۃ وعند مالک اذا تم لہا ستۃ اشہر اور حاملہ فارہ نہیں ہوتی مگر بوقت لاحق ہونے درد زہ کے اسواسطے کہ وہ اسوقت میں مانند مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہیں کر سکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اسکو چھ مہینے پورے ہو جاویں تب فارہ ہوتی ہے مخاض بمعنی طلق ہے یعنی درد زہ اذا علق المریض طلاقہا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین ولو ولدہا منہ او بمجیئ الوقت والحال ان التعلیق والشرط فی مرضہ او علق طلاقہا بفعل نفسہ وہما فی المرض او الشرط فقط فیہ او علق بفعلہا ولا بد لہا منہ طبعا او شرعا کاکل وکلام ابوین وہما فی المرض او الشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جبکہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے سوا ہو اگرچہ شخص غیر اس عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر مثلا ابتداء محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی و محرم کا آنا اسکی بیماری میں ہوتی یا معلق کیا اسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل ذات مرض میں ہوئی یا فقط شرط ہی مرض میں ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر اور حالانکہ اس فعل سے عورت کو چارہ نہیں یعنی ضروری ہے خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے بات کرنا اور حالانکہ دونوں یعنی تعلیق اور شرط مرض میں ہوئی یا فقط شرط مرض میں ہوئی تو ان سب صورتوں میں عورت وارث ہو گی بسبب فرار زوج کے ومنہ ما فی البدائع ان لم اطلقک او ان لم اتزوج علیک فانت طالق ثلاثا فلم یفعل حتی مات ورثتہ ولو ماتت ہی لم یرثہا اور از قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع میں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ تجھکو طلاق نہ دوں یا تجھ پر دوسرا نکاح نکروں تو تجھکو طلاق ہے تین بار پھر زوج نے اسکو نہ کیا یعنی تطلیق یا تزوج نہ کیا یہانتک کہ وہ مر گیا تو عورت اسکی وارث ہو گی اور اگر اس صورت میں عورت مر گئی تو زوج اسکا وارث نہو گا

کہ بسبب تہمت طلاق اور تزوج کے اپنا اسقاط حق پر راضی ہوا و فی غیرہا لا ترث وھو ما اذا کانا فی الصحۃ والتعلیق فقط و بفعلہا منہ بد اور ان صورتون کے غیر مین وارث نہوگی اور وہ غیر وہ ہی جبکہ تعلیق اور شرط دونون صحت مین ہون خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت مین ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اسکو لابدی نہین خواہ تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہون خواہ تعلیق صحت مین ہو اور شرط مرض مین و حاصلہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجیء وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا و کل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط اما فی الصحۃ او المرض او مختلفا وقد علم حکمہا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ سولہ صورتین ہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہ چار صورتین ہوئین اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت مین ہین یا مرض مین یا ایک صحت مین اور دوسرا مرض مین یعنے تعلیق صحت مین اور شرط مرض مین یا شرط صحت مین اور تعلیق مرض مین تو یہ سولہ صورتین ہوگئین چار کو چار مین ضرب کرنے سے اور بالتحقیق معلوم ہو چکا حکم ہر صورت کا کہ چھ صورتون مین عورت وارث ہے اور دس صورت مین نہین ہم تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی یون ہی پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور تعلیق اور فعل اجنبی مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۵ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۷ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت مین ہوئی اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین بھی وارث نہوگی ۹ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث ہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث نہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۱۴ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر لیکن تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث نہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا فی صحتہ ان شئت انا و فلان فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لا ترث کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت مین کہ اگر مین چاہونگا اور فلانا شخص چاہیگا تو تو طالق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا کہ اول زوج نے چاہا بعد اسکے اجنبی نے پھر زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیۃ والفرق لا یخفی اذ بمشیئۃ الاجنبی اولا صار الطلاق معلقا علی فعلہ فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیۃ اور فرق دونون صورتون مین پوشیدہ نہین اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنے تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اسمین مشیت زوج کی جزو ہی علت کی نہ تمامی علت کی تصادقا ای المریض مرض الموت والزوجۃ علی ثلث فی الصحۃ ومضی العدۃ ثم اقر لہا بدین او اوصی لہا بشیء فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث للتہمۃ مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضائے عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوائے نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کے واسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملے گا یعنے اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہے میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پاویگی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہے اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کمتر مال ملے گا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو کہ اقرار یا وصیت اسکے واسطے صحیح ہو تا کہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق مین صحیح نہین اور احتمال ہے کہ زوجہ کی محبت سے زوج اسکے موافق ہو گیا ہو اور قدر میراث مین کچھ تہمت نہین لہذا کمتر مال عورت کے واسطے مقرر ہو گیا وتعتد من وقت الاقرار بہ یفتی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتویٰ ہے

ولو مات بعد مضیها فلها جمیع ما اقر او اوصی بها دیہ اور اگر مرگیا زوج بعد انقضاء عدت کے وقت اقرار سے تو عورت سب موصی مال کو پاویگی جسکا زوج نے اقرار کیا یا وصیت کی کذا فی العمادیہ اسواسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نرہی اجنبی ہوگئی تو اقرار یا وصیت اسکے حق مین صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لم یکن بمرض موتہ صح اقرارہ ووصیتہ ولو کذبتہ لم یصح اقرارہ شرح مجمع اور اگر تصادق اور اتفاق زوجین زوج کے مرض الموت مین نہو تو صحیح ہوگا اقرار اسکا اور وصیت اسکی اور اگر زوج نے صحت مین دعوی طلاق اور انقضاے عدت کا کیا اور عورت نے اسکی تکذیب کی تو نہ صحیح ہوگا اقرار اسکا کذا فی شرح المجمع اور اسی طرح وصیت بھی صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الفصولین ادعت علیہ مریضا انہ ابانہا فجحد وحلفہ القاضی فحلف ثم صدقتہ ومات ترثہ لو صدقتہ قبل موتہ لا لو بعدہ اور فصولین مین ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اسکی بیماری کی حالت مین کہ اسنے عورت کو طلاق بائن دی سو زوج نے اسکا انکار کیا اور قسم لی اس سے قاضی نے سو اسنے قسم کھائی طلاق ندینے پر پھر عورت نے عدم تطلیق مین زوج کی تصدیق کی اور زوج مرگیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اسنے تصدیق زوج کی کی اسکے مرنے سے پہلے اور اگر اسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہوگی طلقہا ثلثا بامرہا فی مرضہ ثم اوصی لہا او اقر فلہا الاقل مسئلہ تصادق کا حکم مانند اس عورت کے ہے جو مطلقہ ہوئی تین طلاق کہ اپنے امر سے زوج کی بیماری مین بعد اسکے زوج نے اسکے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کو کمتر مال ملیگا یعنے اگر وصیت کمتر ہے میراث سے تو وصیت کا مال پاویگی اور اگر میراث کمتر ہے وصیت سے تو میراث پاویگی قال صحیح لامرأتیہ احدیکما طالق ثم بین الطلاق فی مرضہ الذی مات فیہ فی احدیہما صار فارا بالبیان فترث منہ کما فی معاياة انہ لو صح ثم مریضا فبینہ فی احدیہما فلم ارہ کہا ایک تندرست نے اپنی دو عورتون سے کہ ایک تم مین سے طالق ہے پھر طلاق کی تصریح اور تعیین کر دی ایک عورت مین اپنے مرض کے اندر جسمین مرگیا تو ہوگیا زوج فار بسبب بیان کے تو عورت اسکی وارث ہوگی کذا فی الکافی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کھائی یعنے تعلیق کی زوج نے صحت مین اور حانث ہوا یعنے شرط واقع ہوئی مرض مین پھر تعلیق مبہم کا بیان کر دیا ایک عورت مین تو زوج فار ہوگا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ مین مینے نہین دیکھا کذا فی النہر الفائق وکذا یشترط علمہ ای الزوج باہلیتہا ای المرأۃ للمیراث فلو طلقہا بائنا فی مرضہ وقد کان سیدہا اعتقہا قبلہ او کانت کتابیۃ فاسلمت ثم لم یعلم بہ کان فارا اخترنہ ظہیریۃ اور شرط نہین علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری مین اور حالانکہ عورت کے مالک نے اسکو آزاد کیا تھا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تھی سو مسلمان ہوگئی اور زوج کو اسکی آزادی یا اسلام کا علم نہوا تو بھی زوج فار ہوگا تو عورت اسکی وارث ہوگی کذا فی الظہیریۃ بخلاف ما لو قال لامتہ انت حرۃ غدا وقال الزوج انت طالق ثلثا بعد غد ان علم بکلام المولی کان فارا والا لا ترث خانیہ بخلاف سابق کے یہ صورت ہے کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے کل اور اس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجھکو تین بار طلاق ہے پرسون اگر زوج کو کلام مولی کا علم ہوا تو فار ہوگا یعنے زوجہ وارث ہوگی اور اگر اسکو کلام مولی کا علم نہو تو عورت وارث نہوگی کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق طلاق کے اسکو علم نہ تھا تو ابطال حق کا قصد اسکی طرف سے ثابت نہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہو چکی تھی قبل نزول طلاق کے ولو علقہ بعتقہا او بمرضہ او وکلہ بہ وہو صحیح فاوقع حال مرضہ فارا قادرا علی عزلہ کان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی زوجہ کی تطلیق پر اپنی حالت صحت مین سو وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری مین واقع کیا حالانکہ زوج قادر تھا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج فار ہوگا تینون صورتون مین عورت وارث ہوگی ولو باشرت المرأۃ سبب الفرقۃ وہی ای والحال انہا مریضۃ وماتت قبل القضاء عدتہا ورثہا الزوج کما اذا وقعت الفرقۃ بینہما باختیارہا نفسہا فی خیار البلوغ والعتق او تقبیلہا ومطاوعتہا ابن زوجہا ونحوہ لانہا ماتت قبلہا ولذا لم یکن طلاقا اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تھی اور مرگئی قبل انقضاے عدت کے تو زوج اسکا وارث ہوگا چنانچہ جسوقت فرقت واقع ہوئی دونون مین بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ مین اور خیار عتق مین یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت ابن زوج کا یا اسکی مطاوعت سے اپنی بیماری کی حالت مین زوج با وجود جدائی کے اسواسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل مین فرقت عورت ہی کی طرف سے ہوئی اور اسمین [illegible] طلاق نہین کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہین بلکہ یہ جدائی فسخ ہے بخلاف وقوع الفرقۃ بینہما بالجب والعنۃ واللعان فانہ لا یرثہا [illegible] فی الخانیۃ والفتح

بانقضائها

عن الجامع وجزم به فی الکافی قال فی البحر فکان هو المذهب لانها طلاق فکانت مضافا الیه وقیل قائله الزیلعی هو کالاول فیرثها
بخلاف واقع ہونے فرقت کے دونون مین بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتون مین زوج وارث نہوگا وجہ کا بنا بر روایت خانیہ اور
فتح القدیر کے جامع سے اور عدم وراثت پر یقین کیا ہے کافی مین بحر الرائق مین کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہ فرقت طلاق ہے تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے
کہ یہ فرقت بھی مثل پہلی فرقت کے ہے تو زوج اس فرقت مین بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت ثم ماتت ولحقت بدار الحرب
فان کانت الردة فی المرض ورثها زوجها استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جا ملی تو اگر ارتداد اسکا مرض مین ہوا تھا تو زوج اسکا
وارث ہوگا باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہے عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر مین وراثت نہین والا بان ارتدت فی الصحة لا یرثها
بخلاف ردته فانها فی معنی مرض موته فیرثه مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت هی ورثته والا لا خانیة اور اگر عورت بیماری مین مرتد نہین ہوئی
اسطرح کہ صحت مین مرتد ہوئی تو زوج اسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجاے اسکے مرض الموت کے ہے اسواسطے کہ مرد اگر
ارتداد سے توبہ نہ کرے تو قتل ہوتا ہے تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری مین مرتد ہوا خواہ صحت مین اور اگر زوج اور زوجہ دونون ساتھ ہی مرتد ہوے
پھر اگر عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیہ قال آخر امرأة اتزوجها طالق ثلثا فنکح امرأة ثم اخری ثم مات
الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا خلافا لهما لان الموت معرف والاتصاف بالاخریة من وقت الشرط فثبت مستندا
کہا ایک مرد نے کہ پچھلی عورت جس سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تین بار سو اسنے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا
تو مطلقہ ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھ ہی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہے یعنے زوج کی موت سے
یہ معلوم ہوا کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہے اور متصف ہونا تزوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا یعنے تزوج کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی
وقت تزوج سے مستند ہو کر خلاصہ یہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کے وقت اور اسوقت زوج بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث نہ ہوگی اور
صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ابانها فی مرضه ثم قال لها اذا تزوجتك فانت
طالق ثلثا فتزوجها فی العدة ومات فی مرضه لم ترث لانها فی عدة مستقبلة وقد حصل التزوج بفعلها فلم یکن فارا خلافا لمحمد خانیة
زوج نے طلاق بائن دی زوجہ کو اپنے مرض موت مین پھر کہا اسسے کہ جب مین تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے تین طلاق کر پھر اسسے نکاح کیا عدت مین اور مرگیا
اپنے مرض مین تو وہ وارث نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ مین ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ یعنی طلاق
بائن کے پہلے عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدید عدت واجب ہوئی پھر جب پہلی عدت باطل ہوئی
تو وراثت کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہ ممکن نہین کہ عدت ثانیہ مین وارث ہو سکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت
ہی کی رضا سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہوگا کذبها الورثة بعد موته فی الطلاق فی مرضه فالقول لها کقولها طلقنی وهو نائم وقالوا فی الیقظة
ولوالجیة جھٹلایا عورت کو وارثون نے بعد موت زوج کے اسکی بیماری کے طلاق دینے مین یعنی زوج کے وارثون نے کہا کہ زوج نے اپنے مرض مین اسکو طلاق
نہین دی عورت کا دعوی غلط ہے تو اس صورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا جیسا کہ اسکا قول اس دعوی مین معتبر ہے کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا
اور وارثون نے کہا کہ جاگتے مین طلاق دی کذا فی الولوالجیہ طلقها فی المرض ومات بعد العدة فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لانها صارت
اجنبیة بخلافه فی العدة جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض مین اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا سبب
بیگانہ ہوجانے عورت مطلقہ کے بعد انقضاے عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت مین مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اسکے قبضہ مین ہوگا تو عورت

ہی کا قول اسوقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہین کہ مرد اور عورت دونون کے مناسب حال ہو چنانچہ نقد اور توشک اور لحاف خانہ کہ جب بعد عدت کے زوج مرگیا تو عورت وارث نہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب او اسلحہ کے اسمین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال ہوگا اسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونون کے مناسب حال ہی اُسکو شارح نے مشکل کہا اسمین زوج کے وارثون کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی +

باب الرجعۃ

یا الفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہ باب ہی رجعت کا رجعت کی ر کو فتح ہی اور اُسکو کسرہ بھی ثابت ہی اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہی اور گاہے بنفسہ متعدی نہین ہوتا بلکہ بواسطے عن اور الی کے متعدی ہوتا ہی رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہی واسطے رفع طلاق کے اور رفع نہین ہوتا مگر بعد وقوع کے هی استدامة الملك القائم بلا عوض ما دامت فی العدة ای عدة المدخول حقیقة اذ لا رجعة فی عدة الخلوة ابن الکمال اصطلاح فقہا مین رجعت عبارت ہی طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہی نکاح سے بدون عوض کے جبتک کہ مطلقہ عدت مین ہی اور مراد عدت سے عدت دخول کی ہی فی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت مین رجعت نہین کذا ذکرہ ابن الکمال م رجعتکو استدامت ملک قائم کہا اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا فامسکوهن بمعروف یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہی استدامت ملک قائم سے نہ اعادۂ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ رجعت مین مال دینے کی حاجت نہین اسواسطے کہ تصرف ہی اپنی ملک قائم مین بلکہ اگر رجعت مین کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اُسکا دینا واجب نہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت مین بقاے عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضاے عدت کے رجعت نہین بسبب باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی فی البزازیة ادعی الوطی بعد الخلوة وانکرت فله الرجعة لا فی عکسه اور بزازیہ مین ہی کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد خلوت کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے نہ اسکے بالعکس مین یعنے اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہو گیا وتصح مع اکراه وهزل ولعب وخطاء اور صحیح ہی رجعت ساتھ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور چوکنے کے کہ ہزل نقیض ہی جد کی اور قاموس مین ہی کہ لعب ضد ہی جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہری اور خطا کی صورت یہ کہ زوج اور کچھ کلام کیا چاہتا تھا اور اسکے منھ سے نکل گیا کہ مین نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بھی رجعت صحیح ہوگی بنحو متعلق باستدامة راجعتك او رددتك ومسكتك بلا نية لانه صريح استدامت ملک ثابت ہوتی ہی مانند لفظ راجعتک سے یعنے مین نے تجھسے رجعت کی اور لفظ رددتک یعنے مین نے تجھکو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنے مین نے تجھکو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہی بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ ہر لفظ الفاظ ثلثہ سے صریح ہی رجعت مین بلا خلاف اور صریح مین حاجت نیت کی نہین اور کنایات رجعت سے یہ قول ہی کہ انت عندی کما کنت کہ تو میرے نزدیک ویسی ہی جیسے کہ تھی وانت امراتی یعنی تو میری عورت ہی تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی وبالفعل مع الکراهة بکل ما یوجب حرمة المصاهرة کمس ولو منه اختلاسا او نائما او مکرها او مجنونا او معتوها ان صدقها هو او ورثته بعد موته جوهرة اور صحیح ہی رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اُس فعل سے صحیح ہی جو موجب ہو حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کی طرف سے بطور چھینا ماری کے یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ اُسپر زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونے کے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنے یون کہے کہ عورت نے مجھکو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کرین کذا فی الجوہرہ تو اس فعل سے ان حالات مین رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی رجعت مین شرط نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورجعة المجنون بالفعل بزازیة اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہی کذا فی البزازیہ یعنے جس زوج نے حالت صحت عقل مین زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہو گیا تو اسکی رجعت فعلی صحیح ہی اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہین لائق اعتبار کے نہین وبتزوجها فی العدة به یفتی جوهرة اور صحیح ہی رجعت عورت کے نکاح سے عدت مین

اسی پر فتوی ہی کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہ مذہب ہی امام محمد کا خلافا للشیخین و وطئها ولو فی الدبر علی المعتمد لانه لا یخلو عن مس بشهوة اور صحیح ہی رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد مین ہو بنا بر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی شہوت کے ساتھ مس سے خالی نہین ان لم یطلق بائنا فان ابانها فلا رجعت صحیح ہی اگر زوج نے طلاق بائن نہین دی اور اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہین ہو سکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے ولو ابت ام قال ابطلت رجعتی او لا رجعة لی فله الرجعة بلا عوض اگر طلاق بائن نہین دی تو رجعت صحیح ہی اگرچہ عورت انکار کرے یا اگر زوج یون کہے کہ مینے اپنی رجعت کو باطل کر دیا یا یون کہے کہ رجعت میرے واسطے نہین تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہی بدون عوض کے اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اسکی نفی کرنا خلاف مشروع ہی لہذا صحیح نہوگا ولو سمی هل یجعل زیادة فی المهر قولان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت مین یعنے یون کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہ مال مہر کی زیادتی مین قرار دیا جائیگا یا نہین جواب اس سوال کا یہ ہی کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین درست ہی اور دوسرے قول مین نہین ویتعجل المؤجل بالرجعی فلا یتاجل برجعتها خلاصة اور مہر مؤجل معجل ہو جاتا ہی بسبب طلاق رجعی کے اور مؤجل نہین ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اسکی یہ ہی کہ نکاح کیا عورت سے مہر مؤجل پر یعنے مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو آئین قریب تر ہی پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب مدت پائی گئی یعنے طلاق تو مدت مہر کی ساقط ہو گئی تو مہر معجل ہو گیا بسبب طلاق کے یعنے شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر مؤجل نہوگا یعنے مہر کی مدت پھر عود نہ کریگی اسواسطے کہ مدت ساقط ہو چکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہی وہ پھر عود نہین کرتا کذا فی حاشیة المدنی وفی الصیرفیة لا یکون المؤجل حالا حتی تنقضی العدة اور صیرفیہ مین یون ہی کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہین ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اسکی عدت نہ منقضی ہوجاوے ہم ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہی خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونون قولون مین یون ہی کہ خلاصہ کی عبارت اس صورت پر محمول ہی جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اس صورت محمول ہی جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیة المدنی وندب اعلامها بها لئلا تنکح غیره بعد العدة فان نکحت فرق بینهما وان دخل شمنی اور مستحب ہی خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنے زوج عورت کو رجعت کرنے کی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نہ کرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی اور شخص سے سو اگر زوج نے رجعت کی خبر نہ کی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کروائی جاویگی دونون مین یعنے عورت اور زوج ثانی مین اگرچہ اسنے وطی بھی کی ہو کذا ذکر الشمنی ہم جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہی زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت بعد عدت کے زوج اول پاس رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیة المدنی وندب الاشهاد بعدلین ولو بعد الرجعة بالفعل اور مستحب ہی گواہ کرنا دو عادل شاہدون کا اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخوله بلا اذنها علیها لتتاهب وان قصد رجعتها لکراهتها بالفعل کما مر اور مستحب ہی نہ داخل ہونا زوج کا عورت کے پاس بدون اسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کرے اگرچہ زوج اسکی رجعت کا قصد رکھتا ہی بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہدایہ مین کہا کہ جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہین شارح نے اسکو رد کیا کہ بدون اجازت جانے مین احتمال ہی کہ عورت برہنہ ہو اور ہو اسکی شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہی کذا فی حاشیة المدنی ادعاها بعد العدة فیها بان قال کنت راجعتک فی عدتک فصدقته صح بالمصادقة والا لا یعنے زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنے کا یعنے اسطرح کہا کہ مینے تجھسے رجعت کی تیری عدت مین سو عورت نے اسکی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے زوج کی تصدیق نہ کی تو دعوی رجعت کا صحیح نہوگا وکذا لو اقام بینة بعد العدة انه قال فی عدتها قد راجعتها او انه قال قد جامعتها لانه تقدم فیو لها علی نفس اللمس والتقبیل [illegible] اور اسطرح رجعت ثابت ہو گی اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تھا عورت کی عدت مین کہ مینے اس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تھا کہ مینے اس سے جماع کیا تھا اور فصل محرمات مین مقدم ہو چکا ہی کہ گواہ مقبول ہین نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر لمس اور تقبیل گواہی سے ثابت ہونگے عدت مین تو بھی رجعت ثابت ہوگی

کان رجعۃ لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ وھذا من اعجب المسائل حیث لا یثبت اقرارہ باقرارہ بل بالبینۃ یعنی اگر گواہی سے رجعت قولی باجماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہو اُسکے برابر ہی جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہو اور یہ عجیب تر مسئلہ ہو اسواسطے کہ مرد کا اقرار ثابت نہین ہوتا اُسکا اقرار کرنے سے بلکہ اُسکا اقرار ثابت ہوتا ہو گواہی سے ہم بحر الرائق مین اور نہر الفائق مین یہ اعجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہو اور حلبی محشی نے کہا کہ یہ مسئلہ کچھ تعجب کا مقام نہین اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یون اقرار کرنا کہ مین نے عدت مین رجعت کا اقرار کیا تھا مجرد دعوی ہو تو بدون گواہون کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو قال فیہا کنت راجعتک امس فانہا تثبت وان کذبتہ لملکہ الانشاء فی الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت مین کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کل کی تھی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اُسکی تکذیب کرے بسبب مالک ہونے زوج کے انشا فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہو وہ اخبار کا بھی مالک ہو بخلاف قولہ لہا راجعتک یرید الانشاء فقالت مجیبۃ لہ قد مضت عدتی فانہا لا تصح عند الامام لمقارنتہا لانقضاء العدۃ حتے لو سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہون اس قول سے انشا رجعت کا ارادہ کیا نہ اخبار سو عورت نے بلا توقف جواب مین کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہ رجعت صحیح نہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضاے عدت سے یہان تک کہ اگر عورت سکوت کریگی رجعت سُنکر پھر جواب دیگی انقضاے عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے رجعت بعد عدت کے صحیح نہین تو جب بلا سکوت عورت نے انقضاے عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کے قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضاے عدت سے مقارن اور متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہان اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اس صورت مین رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے نزدیک انقضاے عدت کی خبر اُسوقت مقبول ہوگی جب مدت محتمل ہو انقضا کی یعنے بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہون اور اگر دو مہینہ سے قبل انقضاے عدت کے عورت نے خبر دی تو مقبول نہوگی اور رجعت ثابت ہو جاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نکلت عن الیمین عن مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہو اگر قسم لیگی عورت سے انقضاے عدت پر سو اُسنے انقضاے عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامۃ بعدھا ای العدۃ راجعتہا فیہا فصدقہ السید وکذبتہ الامۃ ولا بینۃ او قالت مضت عدتی وانکر الزوج والمولی فالقول لہا عند الامام لانہا امینۃ کہا لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ مین نے اُس سے رجعت کی عدت کے اندر سو اُسکی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب اسکی کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہین یا کہ لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول معتبر ہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ لونڈی بیان عدت مین امین ہو فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع فلا تملک ابطالہ اگر تکذیب کی زوج کی عدت کی رجعت مین لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بنا بر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک لونڈی کی وطی مین سو ممکن نہین لونڈی کو ابطال اُسکا یعنے جب لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت حلت وطی مین ظاہر ہوچکی اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہین کرسکتی قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعۃ لاخبارھا بکذبہا فی حق علیہا شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پھر اُسنے کہا کہ عدت نہین منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر اُس حق مین جو اُسپر واجب تھا کذا ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط ولہ تحلیفہا انہ مستبین الخلق ولو بالولادۃ لم یقبل الا ببینۃ ذکرہ فی الفتح پھر تو اعتبار مدت کا اسی صورت مین ہو اگر انقضاے عدت حیض سے ہو یعنے اگر عورت نے انقضاے عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا بعد طلاق کے دو مہینے مین تو مسموع ہوگا اور اگر اس مدت سے کمتر مین دعوی کیا تو مقبول نہوگا اور مدت معتبر نہین اسقاط حمل مین اسواسطے کہ ممکن ہو کہ بعد طلاق کے بلا توقف اسقاط حمل ہوا اور عدت منقضی ہوجاے اور درصورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہو کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سے جو بچہ گرا اسکے یعنے عضا مخلوق ہوچکے تھے اسواسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہین منقضی ہوتی تا وقتیکہ کچھ صورت نہ بنے اور اگر عورت مدعی انقضاء عدت کی ہو بسبب

ولادت کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر۔ تنقطع الرجعۃ اذا طہرت من الحیض الاخیر لتمام الاکثر لعشرۃ ایام مطلقا وان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس دن کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہو گیا ہو یا کہ جاری ہو اگرچہ عورت نہائی نہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے او بمضی وقت صلوٰۃ یا اگرچہ وقت ایک نماز کا نگذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے عدت منقضی ہوگی ولاقل لا یقطع حتی تغتسل ولو بسور حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تتزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس دن سے کمتر میں تو مدت منقطع نہوگی یہان تک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنی مشکوک پانی کے غسل سے بھی طہارت ثابت ہوگی انقضاء عدت کے حق میں لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نہ کرے بنا بر احتیاط کے او یمضی علیہا وقت صلوٰۃ فتصیر دینا فی ذمتہا یا گذر جاوے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہو جاوے عورت کے ذمے میں مثلا اشراق کے وقت اقل مدت حیض میں عورت طاہر ہوئی اور عصر کیا تو عصر کیوقت اسکی عدت منقضی ہوگی ولو عاد ولم یجاوز العشرۃ فلہ الرجعۃ اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز نہ کیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہیں ہوئی او حتی تتیمم عند عدم الماء وتصلی ولو نفلا صلوٰۃ تامۃ فی الاصح یا یہان تک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح میں یعنی اقل حیض میں عورت طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہیں سو اسنے تیمم کر کے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی وفی الکتابیۃ بمجرد الانقطاع ملتقی لعدم خطابہا قلت وکذا ان المجنونۃ والمعتوہۃ کذلک اور مطلقہ کتابیہ میں بمجرد حیض منقطع ہونے کے عدت منقضی ہوتی ہے کذا الملتقی بسبب اسکے نہ مخاطب ہونے کے یعنی احکام شرعی کی وہ مخاطب نہیں شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسیطرح ہے یعنی اسکی عدت بھی بمجرد انقطاع حیض کے منقضی ہوگی اسواسطے کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہیں ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع لتسارع الجفاف فلو تیقنت عدم وصولہ او ترکتہ عمدا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا چنانچہ ایک انگلی کو تو عدت منقطع ہوگی بواسطے احتمال جلد خشک ہو جانے کے تو اگر عورت کو پانی نہ پہونچنے کا اس ٹکڑے میں یقین ہو یا اسنے اسکو عمدا ترک کیا ہو تو عدت منقطع ہوگی ولو نسیت عضوا لا تنقطع اور اگر غسل میں پورے عضو کا پانی پہونچانا بھول گئی مانند ہاتھ یا پاؤن کے تو عدت نہ منقطع ہوگی وکل واحد من المضمضۃ والاستنشاق کالاقل لا کالعضو الواحد علی الصحیح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونوں ملکر ایک عضو ہین بنا بر قول صحیح کے تو اگر کلی کرنا بھول گئی غسل میں تو عدت منقطع ہوئی طلق حاملا منکرا وطیہا فراجعہا قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستۃ اشہر من وقت الطلاق او لستۃ اشہر فصاعدا من وقت النکاح صحت رجعتہ السابقۃ طلاق دی حاملہ کو اسکی وطی سے منکر ہو کر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر حاملہ نے لڑکا جنی چھ مہینے سے کمتر میں طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں جنی نکاح کیوقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی اور جبکہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ عین عدت میں واقع ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر میں جنیگی تو شرعا تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد ولد کا قبل نکاح کے ہوا تو رجعت بھی صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی یہان در المختار کے نسخوں میں اختلاف ہے بعضے نسخوں میں یون ہے فجاءت بولد لاقل من ستۃ اشہر فصاعدا من وقت النکاح ظاہر ایہ نسخہ صحیح نہیں اسواسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھ مہینے میں ولادت ہونے سے شرعا تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار کیا وتوقف ظہور صحتہا علی الوضع لا ینافی صحتہا قبلہ فلا مسامحۃ فی کلام الوقایۃ اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل وضع حمل کے مخالف نہیں تو کچھ تساہل اور بیتاملی وقایۃ الروایۃ کے کلام میں نہیں ہے یہ شارح نے جواب دیا اس اعتراض کا جو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں

اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہ ہی کہ اگر حلالہ کو طلاق دے اُسکی وطی سے منکر ہو کر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہی خلاصہ عبارت شرح وقایہ کی اعتراض کا یہ ہی کہ وقت طلاق سے بدون کمتر چھ مہینے کی ولادت کے حمل ثابت نہین ہوسکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہوگئی پھر رجعت کیونکہ صحیح ہوگی اور حلت رجعت کی قبل وضع حمل کے مراد نہین ہوسکتی اسواسطے کہ زوج منکر ہی وطی کا اور بدون ولادت مذکورہ کے شرع اُسکی تکذیب نہین کرتی فقط شارح نے وقایہ کیطرف سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہی تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہ کہ وضع حمل پر ظہور صحت موقوف ہی نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہی نہ ظہور صحت پر تو اب اس کلام مین کچھ تساہل اور مسامحہ باقی نہ رہا کما حققتہ لو طلق من ولدت قبل الطلاق فلو ولدت بعدہ فلا رجعۃ لمضی العدۃ منکرا وطیہا لان الشرع کذبہ بجعل الولد للفراش فیبطل زعمہ حیث لم یتعلق باقرارہ حق الغیر چنانچہ رجعت صحیح ہی اگر طلاق دی منکر وطی ہو کر اُس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہین اسواسطے کہ بسبب ولادت کے عدت منقضی ہوگئی اور ولادت قبل طلاق مین باوجود انکار وطی کے رجعت اسواسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے فراش کے یعنے تا قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کیطرف منسوب ہوگا شرعًا تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہوگیا اس وجہ سے کہ اسکے اقرار پر غیر کا حق متعلق نہین ولو خلا بہا ثم انکرہ ای الوطی ثم طلقہا لا یملک الرجعۃ لان الشرع لم یکذبہ اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا منکر ہوا پھر اسکو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہو گا اسواسطے کہ شرع نے اُسکی تکذیب نہین کی ولو اقر بہ انکرتہ فلہ الرجعۃ اور اگر زوج نے بعد خلوت کے وطی کا اقرار کیا اور عورت نے اُسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہی اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد زوج کا ولو لم یخل بہا فلا رجعۃ لہ لان الظاہر شاہد لہا ولوالجیہ اور اگر زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اُسکی منکر ہی اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہین کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہی کذا فی الولوالجیہ فان طلقہا فراجعہا والمسئلۃ بحالہا فجاءت بولد لاقل من حولین من حین الطلاق صحت رجعتہ السابقۃ لصیرورتہ مکذبا کما مر پھر اگر طلاق دی عورت کو اور اُس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بھی بحال سابق کے ہی یعنے بعد خلوت کے وطی کا انکار کر کے طلاق دی پھر رجعت کی پھر عورت لڑکا جنی دو برس سے کمتر مین وقت طلاق سے تو صحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ بواسطے ہو جانے زوج کے دروغگو شرعًا چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب ولادت کے انکار وطی مین زوج کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر ببطنین یعنی بعد ستۃ اشہر ولو لاکثر من عشر سنین ما لم تقر بانقضاء العدۃ لان امتداد الطہر لا غایۃ لہ الا الایاس فہو ای الولد الثانی رجعۃ اذ یجعل العلوق بوطی حادث فی العدۃ بخلاف ما لو کان ببطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنیگی تو تو طالق ہی پھر وہ جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اُسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دو پیٹ سے یعنے ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگر ولد ثانی کو دس برس سے زیادہ مین جنی جبتک کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کرے اسواسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہین سواے بڑھاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائیگا عدت مین بخلاف اُس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنے دونون کی ولادت مین چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلا ولد اول کے بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ثابت نہین وفی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ فی الطلاق الاول کما مر وتطلق بہ ثانیا کالولد الثالث رجعۃ فی الثانی وتطلق بہ ثلثا عملا بکلما وتعتد للطلاق الثالث بالحیض لانہا من ذوات الاقراء ما لم تدخل فی سن الایاس فبالاشہر اور ایسے قول مین کہ جب تو جنیگی تو تو طالق ہی تو پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول مین چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے علوق اسکا عدت مین وطی جدید سے ہوا اور ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہی طلاق ثانی مین اور مطلقہ ہوگی عورت تین طلاق کر طلمہ

ثالث کے سبب سے کلما کے معنی پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ کلما مقتضی ہو عموم افعال کا اور طلاق ثالث کے واسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق
سے حیض آنے والی عورتون مین داخل ہو جبتک کہ وہ نا امیدی کے سن مین نہ داخل ہو پھر جب بڑھاپے مین داخل ہوگی تو اُسکی عدت مہینون سے ہوگی ولو کانوا ببطون
یقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء العدۃ بہ فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکون سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے واسطے منقضی ہونے عدت
کے اُسکی ولادت سے خواہ اول حمل سے دو پیدا ہوئے ہون خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین ویحرم ذلک فی البائن والوفات لزوجہا
الحاضر لا الغائب لفقد العلۃ اذ کانت الرجعۃ مرجوۃ والا فلا تفعل ذکرہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہو سنگار کرنا طلاق بائن مین اور منعوج کی وفات
مین مطلقہ رجعیہ اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کے واسطے بسبب فقدان علت کے یعنے سنگار فقط بامید رجعت ہو سو غائب مین حاصل نہین سنگار بوقت
مستحب ہو جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نہ کرے چنانچہ مسکین نے اسکو ذکر کیا ہو ولا یخرجہا من بیتہا ولو لما دون سفر للنہی المطلق ما لم
یشہد علی رجعتہا فتبطل العدۃ وہذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فتح بحثا واقرہ المصنف اور زوج مطلقہ رجعیہ کو
اُسکے گھر سے نہ نکال لیجاے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنے قران مجید مین مطلقہ کا مطلقا اخراج ممنوع ہو بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو
گھر سے نہ نکالے جبتک گواہ نہ کرلے اُسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنے اخراج بلا شہادت
کا رجعت نہونا موقوف ہو جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نہ کی ہو تو سفر مین مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہو باعتبار
دلالت حال کے چنانچہ یہ قید فتح القدیر مین بدلیل مصرح ہو اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین اسکو مسلم رکھا ہو والطلاق الرجعی لا یحرم الوطی خلافا للشافعی
فلو وطی لا عقر علیہ لانہ مباح اور طلاق رجعی حرام نہین کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی رح کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا
لازم نہ آویگا اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہو یعنے حرام نہین اگرچہ مکروہ ہو اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہو لکن تکرہ الخلوۃ بہا تنزیہا ان لم یکن من قصدہ المراجعۃ
والا لا یکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہو بکراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہین ویثبت
القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا بحر عن البدائع قال وصرحوا بان لہ ضرب امرأتہ علی ترک الزینۃ وہو شامل للمطلقۃ رجعیا
اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہو اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہین تو اُسکی باری بھی نہین کذا فی البحر عن البدائع صاحب
بحر الرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہو کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہو اور یہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ طلاق رجعی مین
زوجیت تا عدت منقطع نہین وینکح مبانتہ بما دون الثلاث فی العدۃ وبعدہا بالاجماع اور نکاح کرے زوجہ مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کمتر مین یعنے
اگر ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہو اور بعد عدت کے بھی جائز ہو ہم لفظ بالاجماع مطلق ہو فی العدۃ کا تو بہتر یون
تھا کہ بلا فصل اُسکے قریب ہوتا اور یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہو کہ حقتعالی فرماتا ہو ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ یعنے نکاح کا قصد نکرو
تا وقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہ خطاب شامل ہو زوج اور غیر زوج دونون کو پھر زوج کو عدت مین نکاح کرنے کی کیا وجہ ہو خلاصہ جواب یہ ہو کہ زوج اس عموم سے
بدلیل اجماع مخصوص ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدر المنتقی ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت مین نکاح کرنے سے
بسبب اشتباہ نسب کے یعنے اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ مین نکاح جائز ہوتا اور بعد اُسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہ نطفہ ہو یا ثانی کا ہم یہ
تعلیل صغیرہ اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہو تو یون کہنا بہتر ہو کہ نص قرآنی سے عدت مین نکاح کرنا عموما منع ہو اور زوج
اُسسے بالاجماع مخصوص ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحققہ بہا ای بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول
نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب مین بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت

لینگے اگر منکوحہ حرہ ہی تو بعد تین طلاق کے نکاح نہین اور اگر لونڈی ہی تو بعد دو طلاق کے نکاح نہین اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہین وما فی المشکلات باطل او ماول کما مر اور جو قول مشکلات مین ہے یعنے مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہی سو باطل ہی یا ماول ہی باطل اس وجہ سے ہی کہ نص اور اجماع کے مخالف ہی اور تاویل اسکی یون ہو سکتی ہی کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہی تو اس صورت مین اول طلاق سے بلا عدت جدا ہو گئی اور دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو گئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول مین مشرح ہو چکا حتی یطاھا غیرہ ولو الغیر مراھقا یجامع مثلہ وقدرہ شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہین یہان تک کہ جماع کرے اُس سے غیر اسکا اگرچہ غیر یعنے زوج ثانی مراہق یعنے قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کر سکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس کا مقرر کیا ہی یہ کہ زوج ثانی خصی ہو یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اسکی نوطی نہین لیکن آلہ تناسل ہی اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہو سکتی ہی کہ اسکا ولی اُسکا نکاح کردے مگر طلاق اُسکی بدون ہوش آنے کے صحیح نہوگی اور ذمی کے محلل ہونے کی یہ صورت ہی کہ کتابیہ ذمیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے ذمی اُس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اسکا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکحہا عبد بلا اذن سیدہ ووطیہا قبل الاجازۃ لا یحلہا حتی یطاءھا بعدہا زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہوگی نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اُس سے قبل اجازت مولی کے تو وطی اُس غلام کی عورت کو زوج اول پر حلال نہ کریگی جبتک دوبارہ اُس عورت سے وطی نہ کرے بعد اجازت مولی کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہی بدون اجازت کے نافذ نہین ومن لطیف الحیل ان تتزوج بمملوک مراھق بشاھدین فاذا اولج ملکہ لہا فیبطل النکاح ثم تبعثہ لبلد آخر فلا یظھر امرھا اور زوج اول پر حلال ہونے کی نہایت خوب تدبیر یہ ہی کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کردے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدون کے پھر جب وہ دخول کر چکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک کردے تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر مین بھیجدے کہ وہان بیچ ڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نہ کھلے اور حیلہ مبنی ہی ظاہر مذہب پر کہ کفائت نکاح مین شرط نہین لہذا شارح نے آیندہ قول مین اسکا استدراک کیا لکن علی روایۃ الحسن المفتی بہا انہ لا یحلہا لعدم الکفاءۃ ان لہا ولی والا فیحلہا اتفاقا کما مر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتوی ہو چکا ہی البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب کفارت کے اگر عورت کا ولی موجود ہوگا اور اگر ولی نہوگا تو اسکو حلال کردیگا بالاتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء والاولیا مین گذر گیا ثم قضی عدتہا او مطلقہ ثلثہ زوج اول پر اسوقت حلال ہوگی جبکہ زوج ثانی بنکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذرجائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی کذا فی حاشیۃ المدنی لا بملک یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلہا وطی المولی اور حلال نہین کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین سے بسبب مشروط ہونے زوج کے نص سے تو لونڈی کو حلال نکریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی پھر اُس لونڈی کے مالک نے اُس سے وطی کی بملکیت بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال نہوگی اسواسطے کہ نص قرانی مین حلت موقوف ہی زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا تلک امۃ بعد طلقتین او نہ مالک ہونا لونڈی کا بعد دو طلاق کے یعنے جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو دو بار طلاق دی پھر اُس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اسکی بملک یمین حلال نہین اسواسطے کہ حلت مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہین یعنے زوج ثانی کی وطی قال تعالی (حتی تنکح زوجا غیرہ) ھو مسئلۃ ملک امۃ کالا یحلہا وطی المولی پر معطوف نہین اسواسطے کہ وہ غیر کی ملک متفرع ہی بخلاف اسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اسکو بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی او حرۃ بعد ثلث وردۃ وسبی یا مالک حرہ کی بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنے ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہو گئی اور دار السلام مین گرفتار ہوائی پھر اُسکے مالک نے اُس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہ ہوگی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہی حلت کی نہ ملک یمین کی وطی ونظیرہ

من فرق بینهما بظهار او لعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکها لم تحل له ابداً اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ میں تفریق واقع ہوئی یعنے وطی ممنوع ہوئی پھر زوجہ مرتدہ ہو گئی اور دار الحرب سے دار الاسلام میں گرفتار ہو آئی پھر زوج اُسکا مالک ہو گیا تو یہ عورت مرد پر کبھی حلال نہو گی یعنے ظہار میں بدون کفارہ کے اور لعان میں بدون ابطال لعان کے حلال نہو گی تو شارح کے کلام میں یعنے حرمت موبدہ کا ذکر میں مسامحت ہے اس اعتماد سے کہ باب ظہار او لعان میں قیود مقررہ مذکور ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن به فلو کانت صغیرۃ لا توطأ مثلها لم تحل للاول اور شرط تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص میں وطی واقع ہونے کا یقین ہو یعنے محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ کسی لڑکی لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر حلال نہو گی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہیں اور اُسکی وطی شرعاً معتبر نہیں تو وجود کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا حلت وان افضاها بزازیۃ اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہو گی اگرچہ زوج ثانی صغیرہ کو مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیۃ مفضاۃ اُس عورت کو کہتے ہیں جسکے قُبل اور دُبر کے درمیان کا پردہ پھٹ کر ایک ہو جاوین فلو مفضاۃ لا تحل الا اذا حبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلها جب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہو گی مگر جبکہ وہ حاملہ ہو جاوے تاکہ بالیقین معلوم ہو جاسکہ وطی اُسکی قبل ہی میں ہوئی نہ دُبر میں اور بدون حمل ہونے کے قبل کی وطی کا یقین نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ دونوں مکان ملکر ایک ہو گئے ہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہاں قبل کی وطی میں شبہہ نہیں اسواسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے اُسکی یہ حالت ہو گئی تھی دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہو گیا کما لو تزوجت بمجبوب فانها لا تحل حتی تحبل لوجود الدخول حکما حتی یثبت النسب فتح فلا اقتصار علی الوطی قصور الا ان یعمم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول پر حلال نہو گی تا وقتیکہ حاملہ نہو اور جب حاملہ ہو گی تو اول کو حلال ہو گی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنے ہرچند یہاں دخول حقیقی متصور نہیں اسواسطے کہ زوج ثانی کا آلہ تناسل مطلق باقی نہیں لیکن حکمی دخول ہے یعنے شرع میں یہ حمل زوج ہی کی طرف سے منسوب ہو گا بسبب قیام نکاح کے یہاں تک کہ بسبب اسی دخول حکمی کے اُس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہو گا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر میں فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نرہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی میں داخل رہیگا والایلاج فی محل البکارۃ یحلها والموت عنها لا کما فی القنیۃ واستشکله المصنف اور ادخال محل بکارت میں حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول کیواسطے اور مر جانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑ کر حلال نہیں کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیۃ اور مشکل جانا ہے اس احلال کو مصنف نے اپنی شرح میں اور مثل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ میں کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت میں سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہیں اور تحلیل میں وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہیں قال فی النهر وکانه ضعیف لما فی التبیین یشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وهو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ تبیین میں یوں ثابت ہے کہ تحلیل میں شرط یہ ہے کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونوں شرمگاہوں کا ہے بدون حائل ہونے اُس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی اھ شیخ حموی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول کر محل واحد میں محال ہے تو اشکال مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونه عن قوۃ نفسه فلا یحلها من لا یقدر علیه الا بمساعدۃ الید الا اذا انتعش وعمل ولو فی حیض ونفاس واحرام وان کان حراما وان لم ینزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہے ہونا ادخال کا اپنی قوت ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نکریگا وہ شخص جو قادر نہیں ادخال پر بدون مددگاری ہاتھ کے مگر اُسوقت حلت ثابت ہو گی جبکہ بعد

ہو خواہ بمساعدت ید کے اسکو استادگی حاصل ہوا اور عمل کرے یعنے بلامساعدت داخل کرے اگرچہ داخل حیض اور نفاس اور احرام مین ہو اگرچہ وطی ان حالتون مین حرام ہی لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہوا اسواسطے کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہی نہ کہ سیری جماع سے قلت فی المجتبیٰ الصواب حلہا بدخول الحشفة مطلقا لكن في شرح المشارق لابن ملك لو وطيها وهي نائمة لا يحلها للاول لعدم ذوق العسيلة وينبغي ان يكون الوطي في حالة الاغماء كذلك شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ مجتبیٰ مین ہی کہ حق یون ہی کہ ثابت ہوتی ہی حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقا خواہ بمساعدت ہاتھ کے ہو خواہ بلامساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہی کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم ذوق عسل کے ذوق عسیلہ کنایہ ہی لذت جماع سے یعنے حدیث صحیح مین مرد اور عورت دونون کیواسطے جماع کی لذت پانی تحلیل کی شرط فرمائی ہی حالانکہ سوتی عورت کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہی کہ بیہوشی کی حالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح کا لائق تھا کے نہین اسواسطے کہ شارح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہین کہ اسکی روایت نقل مذہب مین درست ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اسکو رد کرتا ہی اور ذوق عسیلہ نائمہ کو موجود ہی حکما کیا تو نہین جانتا کہ جب نائم طراوت کو پاوے تو اسپر غسل واجب ہی حالانکہ خروج منی بدون لذت کے موجب غسل کا نہین تو نائم کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہ ہی کہ لذت حاصل ہوتی ہی مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی حاشیۃ المدنی وکره التزوج للثاني تحريما لحديث لعن الله المحلل والمحلل له بشرط التحليل كتزوجتك على ان احللك وان حلت للاول لصحة النكاح وبطلان الشرط فلا يجبر على الطلاق كما حققه الكمال خلافا لما زعمه البزازي اور مکروہ تحریمی ہی زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے بموجب حدیث عبد اللہ ابن مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنے والے پر اور اسپر جسکے واسطے تحلیل ہوئی یعنے زوج ثانی اور زوج اول دونون پر لعنت ہی شرط تحلیل کا طریقہ یون ہی جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ مین تجھکو طلاق دونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہوجانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہوجانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہین ہوسکتا طلاق دینے پر چنانچہ اسکو تحقیق کیا ہی کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل مین نکاح بھی جائز ہی اور شرط بھی ہی یہان تک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی بجبر اُس سے طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے اسکو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت مین ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہی اسواسطے کہ یہ شرط ایسی ہی جسکو عقد مقتضی نہین تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوجائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن لطيف الحيل قوله ان تزوجتك وجامعتك او امسكتك فوق ثلث مثلا فانت بائن اور تحلیل کے واسطے لطیف حیلہ زوج کا یون کہنا ہی کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور جماع کرون تو تو بائن ہی یا اگر مین تجھکو تین رات سے مثلا زیادہ رکھون تو تو بائن ہی تو اگر بعد جماع کے تین رات سے زیادہ زوج ثانی عورت کو رکھیگا تو عورت مطلقہ ہوکر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہوجاویگی ولو خافت ان لا يطلقها تقول زوجتك نفسي على ان امري بيدي زيلعي وتمامه في العمادية اور اگر عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اسکو طلاق ندیگا تو اسکے واسطے یہ حیلہ ہی کہ عورت ایجاب کے وقت یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ مین رہے یعنے طلاق کا مجھکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی فصول عمادیہ مین ہی ہم فصول عمادیہ مین یون ہی کہ جب عورت امساک محلل سے ڈرے تو یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ میرا امر میرے ہاتھ مین ہی اور زوج نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل رہیگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین رہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہ ہی کہ جب زوج نے عورت کو طلاق تفویض کی تو اسکے نکاح مین نہ تھی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین حالانکہ دونون امر اسوقت موجود نہین بخلاف پہلی صورت کے

فائدہ حیلہ

کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونے کی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجورا لقصد الاصلاح وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل مین رکھا یعنے زبان سے نہ کہا تو اس مرد کو ثواب ملیگا بسبب قصد اصلاح کے کہ بعد ازالہ حرمت کے دو بچھڑے مسلمانون کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہ ہے جبکہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ھذا کلہ فی صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المرأۃ او بلفظ ھبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا واراد حلہا بلا زوج یرفع الامر لشافعی فیقضی بہ ببطلان النکاح ای فی القائم ولا اثر للمنقضی بنایۃ پھر یہ سب کچھ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنے اگر زوج اول کا نکاح صحیح تھا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کیواسطے ان حیلون کی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تھا بلکہ خود عورت کی عبارت سے ہوا تھا یا بلفظ ہبہ تھا یا دو فاسق گواہون کے روبرو ہوا تھا پھر زوج نے اسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اس نکاح مین کرے جو قائم اور اب موجود ہے نہ نکاح گذشتہ مین کذا فی البزازیہ ہم شارح کی یہ تعبیر ٹھیک نہین اسواسطے کہ یہ تعبیر اسکو مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی اور بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب مین صحیح نہین بلکہ فاسد ہے حالانکہ یہ غلط ہے تو عبارت مین مقصود ہے یون کہنا تھا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہو اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ مین تو شافعی کے پاس مرافعہ کرے طحطاوی نے کہا ایسے مسائل لائق اظہار کے نہین کہ انمین مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے علاوہ اسکے تین طلاق کا وجود گاہے متحقق نہو سکیگا اسواسطے کہ جب شافعی نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے کیا تو عقد ثانی کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی پر ہو تو نہایت متعسر ہے اسواسطے کہ عدالت مشروط نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ مین اور اگر عقد ثانی بموجب مذہب حنفی کے ہو تو وہان آتش در کار

کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا ولو قال الزوج الاول ذلک فالقول لہ اور بزازیہ مین ہے کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تھا یا یون کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن مین نے اس عورت سے جماع نہین کیا یعنے بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول کو حلال نہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہ کہا یعنے فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج کا دعوی کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یھدم بالدخول فلو لم یدخل لم یھدم اتفاقا قنیہ ما دون الثلث ایضا کما یھدم الثلث اجماعا لانہ اذا ھدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمد اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے اسواسطے کہ جب تین طلاق کو اسنے گرایا تو کمتر کو بطریق اولے گراویگا بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہین گراتا پھر اگر زوج ثانی نے وطی نہین کی تو بالاتفاق نہ گراویگا کذا فی القنیہ فمن طلقت دونہا وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وبثنتین لو امۃ وعند محمد وباقی الائمۃ بما بقی وھو الحق فتح واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنے ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق دینے والے زوج کے نکاح مین پھر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق دینے کا اس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنے نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمد اور باقی امامون کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنے اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو بار طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمد کا حق ہے کذا فی فتح القدیر اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور مصنف کے سوا اور علمانے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قول امام کا علی الاطلاق ماخوذ ہے اور ابو یوسف کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ہے ترجیح کا اور اسیواسطے متون مین یہی ثابت ہے اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کے مخالف متون کے معتبر نہین

کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتملہ ای للاول ان یصدقہا ان غلب

ظنہ صدقہا اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانے کے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجائش رکھتی ہو انقضا عدت کی تو زوج اول کو جائز ہے کہ اسکی تصدیق کرے یعنے نکاح کرلے اگر اسکو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقل مدة عدة عندہ بحیض شھران وللامة اربعون یوما مالم تدع السقط کما مر اور کمتر مدت حیض والی کی عدت کی نزدیک امام کے حرہ کے واسطے دو مہینے ہین اور لونڈی کے واسطے چالیس دن ہین جبتک کہ عورت اسقاط کا دعوی نہ کرے چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی ہے ولو تزوجت بعد مدة تحتملہ ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت بالآخر لم تصدق لان اقدامہا علی التزوج دلیل الحل وعن السرخسی لا یحل تزوجہا حتی یستفسرہا اور نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اس مدت کے کہ انقضا عدت کی محتمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہین منقضی ہوئی یا کہ مین نے زوج ثانی سے نکاح نہین کیا تو عورت کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنے زوج اول پر حلال ہونے عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اسکا نکاح کرنا حلال نہین جبتک کہ عورت سے حلت کو دریافت نہ کرے وفی البزازیة قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزوج نفسہا منہ لیس لہا ذلک اصرت علیہ او کذبت نفسہا اور بزازیہ مین ہے کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اسی زوج سے تو عورت کو یہ نکاح کرنا جائز نہین خواہ عورت طلاق کے قول پر ثابت رہی ہو یا کہ اسنے اپنی ذات کو جھوٹلایا ہو یہ اس صورت مین ہے جبکہ عورت مدعی تھی طلاق کی اور زوج اسکا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اس سے درست نہوگا کذا فی حاشیة المدنی سمعت من زوجہا انہ طلقہا ولا تقدر علی منعہ من نفسہا الا بقتلہ لہا قتلہ بدواء ولو خوفت القصاص ولا تقتل نفسہا وقال الاوزجندی ترفع الامر الی القاضی فان حلف ولا بینة فالاثم علیہ ان قتلتہ فلا شی علیہا والبائن کالثلث بزازیة عورت نے اپنی زوج سے سنا کہ اسنے اسکو طلاق دی یعنے تین بار طلاق اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہین سکتی بدون اسکے تو عورت کو اسکا قتل کرنا دواسے جائز ہے قصاص کے ڈرسے یعنے زہر سے مارے کہ قصاص اسپر نہ لازم آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو اور اوزجندی نے کہا کہ اسکی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق نہ دینے کی قسم کھا جاے اور عورت کے گواہ نہون تو اب گناہ اسکا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اس صورت مین اگر عورت اسکو قتل کرڈالے تو اسپر کچھ گناہ نہین اور طلاق بائن کا انقطاع نکاح مین مانند تین طلاق کے ہے کذا فی البزازیة وفیہا شہدا انہ طلقہا ثلثا لہا التزوج باخر للتحلیل لو غائبا انتہی قلت یعنے دیانة والصحیح عدم الجواز قنیة اور بزازیہ مین ہے کہ دو گواہون نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کو تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا جائز ہے تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنے اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کریگا تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرے اور بعد وطی کے اس سے طلاق لے تاکہ زوج اول پر حلال ہو رہے پھر جب زوج اول آوے تو اس سے بعد عدت زوج ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیة المدنی والعالمگیریة شارح کہتا ہے کہ مین کہتا ہون کہ مراد بزازیہ کی یہ ہے کہ عورت کو دیانة نکاح جائز ہے یعنے قضاء جائز نہین اسواسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور مذہب صحیح یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا جائز نہین دیانة بھی درست نہین یعنے قضاء درست نہین کذا فی القنیة وفیہا ولم تقدر ان تتخلص عنہ ولو غاب سحرتہ وردتہ الیہا لا یحل لہ قتلہا ویبعد عنہا جہدہ اور قنیہ مین ہے کہ اگر زوج بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ چھوڑا سکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اس سے تو عورت اسپر جادو کرے اور پھیر لا دے اپنی طرف کو تو مرد کو اسکا قتل کرنا حلال نہین اور دور رہے اس سے اپنے مقدور بھر وقیل لا تقتلہ قائلہ الاسبیجابی وبہ یفتی کما فی التاتارخانیة وشرح الوہبانیة عن الملتقط ای والاثم علیہ کما مر اور دوسرا قول مطلقہ ثلثہ مین جو مرد کو نہین روک سکتی یہ ہے کہ مرد کو قتل نہ کرے قائل اس قول کا اسبیجابی ہے اور اسی قول پر یعنے عدم قتل پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ مین ملتقط سے یہ فتوی موجود ہے یعنے اس صورت مین گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت مجبور ہے چنانچہ تصریح اسکی قول اوزجندی مین مذکور ہو چکی قال بعدہ ای بعد طلاقہا ثلثا کان قبلہا طلقہا واحدة وانقضت عدتہا وصدقتہ المرأة فی

ذلك لا يصدق على المذهب المفتى به كما لو لم تصدقه هي وقيل يصدق ان كما زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہا اس تین طلاق سے پہلے میں نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اسکی منقضی ہو گئی تھی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تا مجھکو اس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسواسطے کہ تین طلاق بعد عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں تو مرد اور عورت کی تصدیق نہو گی بنا بر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اس صورت میں کہ عورت مرد کی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے ولو طلقها ثنتين قبل الدخول ثم قال كنت طلقتها قبلهما واحدة لغتا بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ میں اسکو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہوں غرض اس کلام سے یہ کہ دو طلاق باطل ہو جاویں اسواسطے کہ غیر مدخولہ پہلے ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہو گا تین طلاق کا اسواسطے کہ اقدام زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

باب الایلاء

یہ باب ہے ایلاء کا مناسبت لما بينهما ظاہر ہے مناسبت ایلاء کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنی جیسے طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہے ویسے ہی ایلاء میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے لہذا دونوں باب متصل مذکور ہوئے هو لغة اليمين وشرعا الحلف على ترك قربانها مدته ولو ذميا ایلاء لغت میں بمعنی قسم کے ہے اور شرع میں ایلاء وہ قسم ہے جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلاء ذمی کا یہاں متن میں مذکور ہو گا والمولى هو الذي لا يمكنه قربان امرأته الا بشيء مشق يلزمه الا لمانع كفر اور مولی بضم میم و کسر لام اسکو کہتے ہیں جسکو ممکن نہیں اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ یہ لازم ہوتی ہے اسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہیں آتا یعنی کافر اگر ایلاء کریگا تو اسکو قربت اپنی زوجہ کی ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے وركنه الحلف اور رکن ایلاء کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو بالتزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے وشرطه محلية المرأة بكونها منكوحة وقت تنجيز الايلاء اور شرط ایلاء کی یہ ہے کہ عورت محل ہو ایلاء کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلاء کے یعنی اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلاء واقع ہونے کے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنه ان تزوجتك فوالله لا اقربك اور ایلاء مذکور سے مثال ہے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نہ کرونگا ہر چند عورت اس قول میں وقت ایلاء کے منکوحہ نہیں لیکن بعد نکاح کے ایلاء ثابت ہو گا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گویا اسنے بعد نکاح کے ایلاء کیا ولو زاد وانت طالق ثم تزوجها لزمه الكفارة بالقربان ووقع بتركه اور اگر مثال مذکور میں وانت طالق زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ ان تزوجتك فوالله لا اقربك وانت طالق یعنی اگر میں تجھسے نکاح کروں تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہو گی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہو گی وطی چھوڑنے سے هم اس مثال میں کفارہ لازم آیا وطی سے اسواسطے کہ ایلاء ہے اور طلاق واقع ہو گی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہے کہ اسمیں تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہو گئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آویگا تو مراد یہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہو گئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکے دوسری بار اس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی واهلية الزوج للطلاق وعندهما للكفارة اور شرط ایلاء کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جسکو طلاق کی لیاقت ہے اسکو ایلاء کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلاء کی فصح ايلاء الذمي بغير ما هو قربة تو صحیح ہے ایلاء کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اسکا ایلاء بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاویگا تو صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلاء صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلاء تین طرح پر ہے ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنی بغیر عبادت کے قسم کھانا چنانچہ عتاق کی دوسرے عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہے تیسرے میں اختلاف ہے یعنی بنام خدا قسم کھانے میں کذا فی حاشیۃ المدنی اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہوا تو امام کے نزدیک اسکی ایلاء کا کیا فائدہ ہوا شارح نے اگلے قول میں اسکا جواب دیا

وفائدتہ وقوع الطلاق اور ایلاء ذمی کا فائدہ وقوع طلاق ہی یعنے اگر بعد ایلا کے چار مہینے تک قربت نکریگا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائطہ عدم النقص عن المدۃ اور ایلا کی شرائط سے ہی مدت معینہ سے کم نہونا تو اگر کوئی قسم کھاوے کہ مین ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلا نہ ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان تم فلم یطاء اور حکم ایلا کا یہ ہی کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اُسنے قسم پوری کی یعنے چار مہینے تک وطی نہ کی والکفارۃ والجزاء المعلق ان حنث بالقربان اور کفارہ اور جزائے معلق مشروط لازم آویگی اگر اُسنے قسم توڑی بسبب وطی کے والجزا کا واو بمعنی او ہی یعنے اگر قسم بدون تعلیق کے ہی تو کفارہ لازم ہی اور اگر تعلیق کی قسم ہی تو جزا لازم ہی اور گاہے کفارہ اور جزا ساتھی لازم آتا ہی جبکہ حلف باللہ اور تعلیق معًا ہو چنانچہ اس مثال مین کہ واللہ کہ قربت نکرونگا اور اگر قربت کرون تو مجھپر حج ہی وللمدۃ اقلہا للحرۃ اربعۃ اشہر وللامۃ شہران ولاحد لاکثرہا فلا ایلاء بحلفہ علی اقل الاقلین اور کمتر مدت ایلا کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہین اور لونڈی کیواسطے دو مہینے ہین اور اکثر مدت کی کچھ حد نہین تو دونون کمتر مدتون سے کمتر کی قسم کھانے مین ایلا نہین تو اگر حرہ مین دو یا تین مہینے کی قسم کھائی یا لونڈی مین ایک مہینے کی قسم کی تو ایلا نہ ثابت ہوگا وسببہ کالسبب فی الرجعی اور سبب ایلا کا مانند اُس سبب کے ہی جو طلاق رجعی مین ہی یعنے چنانچہ اختلاف مزاج اور ناموافقت طلاق رجعی کا سبب ہوتا ہی ویسیہی ایلا کا سبب پڑتا ہی والفاظہ صریح وکنایۃ اور الفاظ ایلا کے دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ جو فقط جماع مین مستعمل ہو اور کنایہ وہ جو جماع اور غیر جماع دونون مین مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہین بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی فمن الصریح لو قال واللہ وکل ما ینعقد بہ الیمین لا اقربک لغیر حائض ذکرہ سعدی لعدم اضافۃ المنع الی الیمین اور منجملہ ایلا صریح کے یہ مثال ہی کہ اگر زوج کہے زوجہ غیر حائضہ سے کہ مین تجھسے قربت نکرونگا اور جس لفظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہی وہ بھی مانند واللہ کے ہی یعنے بعظمۃ اللہ وبجلالہ وکبریائہ سے ایلا صحیح ہی اور بعلم اللہ اور بغضب اللہ سے صحیح نہین اسواسطے کہ اول سے یمین منعقد ہوتی ہی نہ ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلا مین عدم حیض کی قید لگائی بسبب مضاف ہونے منع قربت کے طرف یمین کے یعنی حالت حیض مین باز رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہی نہ کہ بسبب قسم کے او واللہ لا اقربک لا اجامعک لا اطاک لا اغتسل منک من جنابۃ اربعۃ اشہر ولو لحائض لتعیین المدۃ یا یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا تجھسے جماع نکرونگا تجھسے وطی نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیرے سبب سے چار مہینے اگرچہ خطاب حائضہ سے ہو بسبب معین کر دینے مدت کے یعنے تعیین چار مہینہ کی یہ قرینہ ہی کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہی نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک برابر حیض نہین ہوتا بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان قسم مین مدت مذکور نہین وان قربتک فعلی حج او نحوہ مما یشق بخلاف فعلی صلوۃ رکعتین فلیس بمول لعدم مشقتہا اور اگر قربت کرون مین تیری تو مجھپر حج واجب ہی یا مانند اسکے اس قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہی چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا عتاق بخلاف اُس قول کے کہ اگر مین قربت کرون تو مجھپر دو رکعت واجب ہین تو اُسکا قائل مولی نہین یعنے ایلا کرنے والا نہین بسبب شاق نہونے دو رکعت نماز کے بخلاف فعلی مائۃ رکعۃ وقیاسہ ان یکون مولیا بمائۃ ختمۃ او اتباع مائۃ جنازۃ ولم ارہ بخلاف اس قول کے کہ مین تیری قربت کرون تو مجھپر سو رکعتین لازم ہین تو اسواسطے کہ سو نماز اکثر لوگون پر شاق ہی اور قیاس مشقت کا اسکو مقتضی ہی کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہی کہ اسکو مین نے کتب فقہ مین نہین دیکھا یعنے اگر کوئی کہے کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھپر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی اور دفن کرنے کی شرکت مجھپر واجب ہی تو ایلا ثابت ہوا اسواسطے کہ اسمین غائب مشقت ہی او فانت طالق او عبدہ حر یا یون کہا کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو تو مطلقہ ہی یا غلام اسکا آزاد ہی ہم یہان تک مثالین ایلا صریح کی تہین ومن الکنایۃ لا امسک لا اتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک اور از قسم کنایہ ہین یہ مثالین کہ مین تجھکو نچھوونگا تیرے پاس نآونگا تیرے بچھونے کے نزدیک جاونگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنے تیرے پاس آونگا اور لا اغشاک بمعنی لا اتیک کے ہی یعنے تیرے پاس نآونگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی اتیان ہی کذا فی المغرب اور صراح مین کہا کہ غشیان بالکسر بمجامعت فرو گرفتن وبیہوش شدن ومن المؤبد لا حتی تخرج الدابۃ او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا اور از قسم ایلاء دائمی کے ہی یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا یہان تک

کر دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروب گاہ سے طلوع کرے فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وحینئذ ففی الحلف باللہ وجبت الکفارۃ وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء لانتہاء الیمین سو زوج نے وطی کی زوجہ سے مدت کے اندر اگرچہ زوج اس وقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا پھر اس وقت کہ حانث ہوگا تو اللہ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اسکے سوا مین یعنی تعلیق یمین مین جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ عتاق خواہ سوائے اسکے اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنے جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوئی تو اب حکم ایلا کا باجماع علما باقی نرہا یعنے بعد چار مہینے گذرنے کے اب طلاق نہ واقع ہوگی والا یقربہا بانت بواحدۃ بمضیہا اور اگر مدت مین وجہ سے وطی نکی تو عورت پر ایک طلاق باین واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے ولو ادعاہ بعد مضیہا لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور اگر زوج نے دعوی وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہون کے وسقط الحلف لو کان موقتا ولو مؤبدا لا اذ بمضی الثانیۃ تبین بثانیۃ وسقط الایلاء اور ساقط ہو قسم بعد جدائی کے اگر موقت اور معین ہوگی اگرچہ توقیت دو مدت کی ہو اسواسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے عورت پر دوسری طلاق باین واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے آٹھ مہینے صحبت نہ کرونگا پھر چار مہینے اسنے صحبت نہ کی تو ایک طلاق باین واقع ہوگی پھر مرد نے اس سے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نہ کی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اسکے بعد اب قسم کا اثر نہ باقی رہیگا یعنے اگر تیسری بار اس عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے تک صحبت نکریگا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے الا لو کان مؤبدا وکانت طاہرۃ کما مر اور قسم ساقط نہوگی باین ہونے سے اگر قسم دائمی ابدی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی یعنے بشرطیکہ حائض نہو عورت قسم کھانے کے وقت چنانچہ ذکر اس قید کا گذر گیا وفرع علیہ فلو نکحہا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فیء تبین بأخریین اور تفریع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی پر اس قول کو کہ اگر زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق باین اسپر پڑی اور اس سے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور دو مدتین بدون قربت کے گذر گئین تو عورت پر دوبار طلاق باین اور پڑینگی یعنے زوج نے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت نہ کی تو ایک طلاق باین پڑی پھر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق باین واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق باین پڑیگی اسواسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت والمدۃ من وقت التزوج اور مدت کا اعتبار ہے نکاح کیوقت سے یعنی اگر دائمی قسم کھائی اور بعد چار مہینے کے عورت باین ہوگئی اور مرد نے اس سے نکاح نکیا اور بعد باین ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ منکوحہ نہین اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہین فلو نکحہا بعد زوج آخر لم تطلق لانتہاء ھذا الملک سو اگر ایلا کرنے والے نے اس عورت سے نکاح کیا دوسری زوج کے بعد تو اب اسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب آخر ہونے اس ملک کے یعنے زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق باین عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے پھر عورت نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نہ کی تو اب اسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلف دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر واقع ہو بخلاف ما لو بانت بالایلاء دون ثلاث او بانت بتنجیز الطلاق ثم عادت بثلث یقع بالایلاء خلافا لمحمد کما مر فی مسئلۃ الہدم بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا ہوگئی بسبب ایلاء کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق باین دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آئی اور شیخین کے نزدیک زوج اول کو تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک بقدر مابقی طلاق واقع ہوگی چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعت کے اندر مسئلہ ہدم مین ہو چکی یعنے اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہوئی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا اور چار مہینے تک قربت نہ کی تو اسپر ایک طلاق باین پڑی پھر اس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نہ کی تو دو بار طلاق باین ہوئی پھر عورت نے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق سابق کو منہدم کر دیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق باین پڑیگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق واقع ہوگی پھر اگر نکاح کرکے

[illegible]

اور قرب قیامت کے لوگون سے بیان کریگا ۱۲ مـ

قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہو چکی ہی اور اسیطرح تنجیز طلاق کا حال ہی یعنے اگر کہا کہ واللہ مین قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے ایکبار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اُسنے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر زوج اول کے نکاح مین آئی تو مانند سابق کے تین بار تک طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک ایکبار ولو وطیہا بعد مدۃ اخری کفر لبقاء الیمین للحنث اگر قسم دائمی کھانے والے نے عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ دے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوا بسبب قسم توڑنے کے یعنے ہر چند بعد تین طلاق بائن ٹھہر جانے کے اب چوتھی طلاق نہ پڑیگی لیکن یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہی تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا واللہ لا اقربک شہرین و شہرین بعد ہذین الشہرین ایلاء للتحقق المدۃ اور یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نہ کرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینون کے تو ایلا ہی بسبب محقق ہونے مدت ایلا کے ہو اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہی واسطے جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوئے ولو مکث یوما ارادبہ مطلق الزمان اذ الساعۃ کذلک بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا پھر اُسنے ایکدن توقف کیا شارح کہتا ہی مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہی حکم مین کذا فی البحر الرائق ثم قال واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا قال بعد الشہرین الاولین اولا لنقص المدۃ پھر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنے اسیقدر بولا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا تو دونون صورتون مین مولی نہوگا یعنے ایلا نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنے جب اُسنے کہا کہ واللہ مین تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوئے پھر اُسنے ایکدن توقف کرکے دوسری قسم کھائی اسطرح کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے تو دونون یمین سے چار مہینے ہوئے ایکدن توقف کا درمیان سے ساقط ہو تو ایک دن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلا کے پوری چار مہینے ہین لہذا ایلا نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشہرین الاولین کو یمین ثانی مین نہ مذکور کیا تو دونون مین متداخل ہونگے مثلاً یمین اول غرۂ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر مین تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرۂ ربیع الاول کو تمام ہوئی مدت ایلا کی اسمین بھی نہ پائی گئی لکن ان قالہ اتحدت الکفارۃ والا تعددت لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورت مین اگر پہلے دو مہینون مین وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینون مین وطی کریگا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہی متداخل نہین اور دوسری صورت مین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دوہرا کفارہ لازم آویگا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونون یمین کی مدت متداخل ہی جدی جدی نہین او قال واللہ لا اقربک سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا وبقی من سنۃ اربعۃ اشہر فاکثر صار مولیا والا لا یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا ایک سال مگر ایک دن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کرے عورت سے اُسوقت جبکہ باقی رہگئے ہون ایک سال سے چار مہینے یا زیادہ اُسوقت مولی ہوگا اور اگر سال مین سے چار مہینے باقی نہین ہے مثلاً تین مہینے باقی رہے تھے کہ اُسنے قربت کی تو مولی نہوگا ولو حذف سنۃ لم یکن مولیا حتے یقربہا فیصیر مولیا اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرا ڈالا یعنے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا مگر ایک دن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پھر جب عورت سے قربت کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق مین بھی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا ابدا الا انہ استثنے کل یوم یقربہا فیہ فلم یتصور منعہ ابدا اور اگر اُسنے مثال مذکور مین الا یوما اقربک فیہ کو زیادہ کیا یعنے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا ایک سال مگر وہ دن جسمین تجھسے قربت کرونگا تو کبھی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ اُسنے ہر ایک اُسدن کو مستثنی کرلیا جسمین عورت سے قربت کرے تو اُسکا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہین تمام سال او قال وہو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وہی بہا لا یکون مولیا لانہ یمکنہ ان یخرجہا منہا فیطأہا یا کہ زوج بصرہ مین ہو اور اُسنے یون کہا کہ واللہ مین مکہ نجاؤنگا اور حالانکہ زوجہ مکہ مین ہو تو اس قول سے مولی نہوگا اسواسطے

کہ ممکن ہو کہ عورت کو مدت سے بالالیوے پھر اس سے وطی کرے الی من المطلقۃ رجعیا صح لبقاء الزوجیۃ ویبطل بمضی المدۃ ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذرجانے مدت ایلا کے یعنے چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے بسبب امتداد طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نہ رہنے محل کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والبحر یعنے نسخوں میں بمضی العدۃ ہے بجائے بمضی المدۃ کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا اسکو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من مبانۃ او اجنبیۃ نکحہا بعدہ ای الایلاء ولم یضفہ الی الملک کما مر لا یصح لفوات محلہ ولو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے بعد ایلا کرنے کے نکاح کیا اور ایلا باضافت الی الملک کیا یعنے نکاح پر تعلیق نہ کی چنانچہ اسکا ذکر ہوچکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنے نکاح کے اور اگر بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنے ہرچند ایلا نہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہے ولو آلی فابانہا ان مضت مدتہ وہی فی العدۃ بانت باخری والا لا خانیۃ اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز عدت میں ہے تو اسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہوگئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی خانیہ وحکمہ عجز حقیقیا لا حکمیا کاحرام لکونہ بالاختیار عن وطیہا لمرض احدہما او صغرہا او رتقہا او جبۃ او عنۃ او مسافۃ لا یقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیہا فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ وقولہ لا بحق ثم اری لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنے والا وطی سے حقیقی عاجزی کرنہ حکمی کر چنانچہ بسبب احرام باندھنے کے یا اعتکاف کے اسواسطے کہ یہ عاجزی اختیاری ہے نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے یا بسبب مقطوع الذکر یا نامرد ہونے مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کہ اسکو قطع نہیں کرسکتا اور پہونچ نہیں سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے زوج کے ناحق بشرطیکہ قادر نہو عورت کی وطی پر قیدخانہ میں کما فی البحر الرائق عن الغایہ شارح کہتا ہے حبس میں ناحق کی قید مصنف نے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو اسکے دریافت کرنے کو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ میںنے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوے عالمگیری میں اسکو پایا منقول غایۃ السروجی سے کہ حبس واجبی میں رجوع کرنا زبانی معتبر نہیں اور حبس ناحق میں معتبر ہے اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوے مذکور میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہوگیا وکذا حبسہا او نشوزہا ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوہ لانہ اذاہا بالمنع فیرضیہا بالوعد اور اسیطرح عاجز ہوا وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا اسکی زبانی قول سے کفایت کرتا ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے رجوع کیا زوجہ کیطرف یا یوں کہا کہ میں پھرا تیری طرف یا یوں کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کردیا یا یوں کہا کہ جو میں نے کہا تھا اس سے میں پھرا اور مانند ان اقوال کے یعنے بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نہ کرسکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی تھی بسبب منع وطی کے تو اسکو اب راضی کرے وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئہ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبر لا یکون فیئا پھر بعد رجوع قولی کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہے سو اگر غیر فرج میں وطی کریگا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی آلی وہو صحیح ثم مرض لم یکن فیئہ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہے قول مصنف سے یعنے فان قدر علی الجماع سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی میں ایلا کے وقت سے اسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کردیا ہے ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہے کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار ہوگیا تو اسکا رجوع کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وہو قیام النکاح وقت الفیء باللسان فلو ابانہا ثم فاء بلسانہ بقی الایلاء اور باقی ہے تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہے اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث

جو ہوا تھا میں مذکور کیا وہ قیام ہے محل کا وقت رجوع کرنے تک باقی ہے یعنی جبکہ وقت عورت منکوحہ ہونے باقی نہ تو اگر زوج نے بعد ایلاء کے عورت کو طلاق بائن دی پھر ثانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت ہوگا اور ایلاء باقی رہیگا قال لامرأته انت علی حرام وهو ذلك كانت معى فى الحرام ايلاء نوى التحريم او لم ينو شيئا وظهار ان نواه وهدر ان نوى الكذب وذا ديانة واما قضاء فايلاء قهستانى وتطليقة بائنة ان نوى الطلاق وثلث ان نواها ويفتى بانه طلاق بائن وان لم ينوه لغلبة العرف ولذا لا يحلف به الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور مانند اس کلام کے کچھ اور بولا جسمیں حرام کا لفظ ہو چنانچہ یون کہا کہ تو میرے ساتھ ہے حرام کے اندر تو یہ قول ایلاء ہے اگر اسنے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے یا زوج نے اس کلام سے کچھ ارادہ نکیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلاء ہے اور یہ کلام ظہار ہوگا اگر اسنے ظہار کا ارادہ کیا اور یہ کلام باطل اور مہمل ہوگا اگر اسنے کذب کا ارادہ کیا اور اسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلاء ہی ثابت ہوگا کذا فی القہستانی اور یہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اسنے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اسنے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اسپر ہے کہ یہ کلام یعنی انت علی حرام طلاق بائن ہی ہے اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نکی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنی بالفعل یہ قول طلاق ہی میں اکثر مستعمل ہے و لہذا اس قول سے سوائے مردون کے کوئی قسم نہیں کھاتا ولو لم يكن له امرأة وحلف به المرأة كان يمينا فكفارة لو ماتت وبانت لا الى عدة ثم وجد الشرط لم تطلق امرأته المنوية وحرمته على نفسها يمينا فلا تستقل طلاقا اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجھپر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی زوج سے خطاب کرکر بولی کہ تو مجھپر حرام ہے تو یہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے اگر مین غلام کو مارون پھر زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی بدون عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پھر شرط پائی گئی یعنی مثلاً غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اسکی عورت وہ عورت جس سے بعد موت زوجہ مطلقہ کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہے کہ زوجہ ثانیہ پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ہو جانے تعلیق کے یمین یعنی جب زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہونے محل کے یمین ہوگئی پھر جب تعلیق یمین ہوگئی تو یمین منقلب ہوکر طلاق نہیں ہوسکتی ومثله انت معى فى الحرام يلزم وحرمتك على وانت محرمة او حرام على او لم يقل على وانا عليك حرام او محرم او حرمت نفسي عليك او انت على حرام كالخمر او الخنزير بزازية او انت علی حرام کے مانند ان اقوال کہ تو ساتھ میرے ہے حرام میں یا حرام مجھکو لازم ہوا اور مینے تجھکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھپر محرمہ ہے یا حرام ہے یا کہ اس مثال میں مجھپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسیقدر کہا تو حرام ہے یا محرم ہے اور مین تجھپر حرام ہون یا محرم ہون یا کہ مینے اپنی ذات کو تجھپر حرام کیا یا کہ تو مجھپر حرام ہے مانند گدھے یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنی ان مثالوں سے طلاق بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کے زوجہ نہوگی تو یہ اقوال یمین ہوجاوینگے تو حانث ہونے سے کفارہ لازم آویگا ولو كان له اربع نسوة والمسئلة بحالها وقع على كل واحدة منهن طلقة بائنة وقيل تطلق واحدة منهن واليه البيان كما في الصيرفية وهو الاظهر والاشبه ذكره الزيلعي والبزازي وغيرهما وقال الكمال الاشبه عندي الاول وبه جزم صاحب البحر في فتاواه وصححه في جواهر الفتاوى واقره المصنف في شرحه اور اگر زوج کی چار عورتین ہون اور یہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو ذکر تحریم میں یعنی چار عورتون کے زوج نے کہا کہ امراتی علی حرام یعنی میری عورت مجھپر حرام ہے تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضون نے کہا کہ ان چار عورتون میں سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہے بیان و تعیین میں چنانچہ اسکا ذکر طلاق صریح میں ہو چکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور انکے سوا اور فقہا نے مثل صاحب خلاصہ اور ذخیرہ اور ہندیہ ہی نے اسکو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہے یعنے ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسیکا یقین کیا ہے صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی میں اور جواہر الفتاوی میں بھی اسکی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح میں قائم رکھا مصرح نہ اعتناء میں کلام محقق کا فتح القدیر سے یون منقول ہے کہ میرے نزدیک اشبہ بحق وہ ہے جو فتاوی میں ہے اسواسطے کہ یون کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہے

۴ [illegible]

صواب سطر [illegible] مقام ۲

یہ کو شامل ہی تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق مصنف اور اُسکے تابعین کا کلام حلال اللہ او حلال المسلمین میں مختلف ہی نہیں سو اسطے کہ خطاب صریحاً نافع ہی عموم کا اور نہ امراتی علی حرام میں ہی اور ظاہر نظر سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ یہ لفظ انت علی حرام میں ہی لہذا النہر الفائق نے قول میں اسکا اعتماد کیا لکن فی التوضیح ینبغی ان یکون معنی قول الزیلعی و للمسئلة بحالها یعنی التحریم لا یفید انت علی حرام فحکمها ما ذکرنا کما فی المتن بل یحتیج فیه ان لا یقع الا علی المخاطبة انتهی قلت یعنی بخلاف حلال الله او حلال المسلمین فانه تعم به یحصل التوفیق فلیحفظ یعنی نہر الفائق میں ہی کہ وجہ یہ ہی کہ جو منیع اس قول زیلعی سے کہ یہ مسئلہ بطور سابق کے ہی یعنے فقط تحریم میں مثل مسئلہ سابقہ کے ہی نہ کہ بقیہ خطاب میں یعنی مابعد کے حکم میں ہی یعنے کنز میں بلکہ یہ واجب ہی انت علی حرام میں کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجہ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہی کہ میں کہتا ہوں یعنے بخلاف حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہ عام ہی چارون عورتون کو شامل ہی اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنے تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح سے کلام فقہا میں اتفاق حاصل ہوگیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنے جو کہتا ہی کہ سب عورتون پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہی کہ حلال اللہ یا حلال المسلمین اور جو کہتا ہی کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہی کہ انت علی حرام اور شارح کا یہ مطلب نہیں کہ نہر الفائق کی تصریح سے متن بالصواب یعنے دونون قولون میں اتفاق ہوگیا اسواسطے کہ ان دونون قولون کا اختلاف امراتی علی حرام میں ہی سو جو فقہا کہ عموم کے قائل ہین سو امراتی کی اضافت کو اضافت جنس کہتے ہین اور جو خصوص کے قائل ہین وہ اضافت عہدی کہتے ہین خلاصہ یہ ہی کہ الفاظ تین طرح ہین قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین سو یہ عام ہی اور یہی مراد ہی اصحاب فتاوی اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انت علی حرام یہ خاص ہی مخاطبہ کو قسم ثالث امراتی علی حرام اسمین اختلاف ہی کذا فی حاشیة المدنی

فرع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی حرام الف مرة یقع واحدة زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہی ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ حرمت شئی ہی اسمین تعدد کی گنجائش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقها واحدة ثم قال لها انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدة عورت کو ایک طلاق دیدی پھر کہا کہ تو حرام ہی دو طلاق کی نیت کرکے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کیونکہ دو تین بلاولی طلاقا و بالثانی یمینا صح انت حرام کو دو بار کہا اور اول سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہی قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ حلال خدا کا حرام ہی اسپر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لهما انتما علی حرام و نوی فی احدیهما ثلثا و فی الاخری واحدة کما نوی یعنے یقع تمامه فی البزازیة کہا دو عورتون سے کہ تم دونون مجھپر حرام ہو اور ایک عورت میں تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اُسنے ارادہ کیا اسی پر فتوی ہی اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہی قال انتما علی حرام یحنث بوطی کل و لو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیهما والفرق یخفی کہا کہ تم دونون مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یون کہا کہ واللہ تم دونون سے میں قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونون کی وطی سے یعنی ایک کی وطی سے قسم نہ ٹوٹیگی اور وجہ فرق دونون مسئلون کی مخفی نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت میں ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری صورت میں جو دونون کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہی کہ پہلی صورت میں ایلاء معنوی ہی باعتبار معنی تحریم کے ہر ایک میں یمین ہی جو موجود ہی بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیة للمدنی ناقلا عن البحر وفی الجوهرة کرر واللہ لا اقربک ثلثا فی مجلس ان نوی التکرار فتعدد والا فالایلاء واحد والیمین ثلث وان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم جوہرہ میں ہی کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اسکو تین بار ایک مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلاء اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلا ہوا یعنے اگر چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنے اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور مجلسین متعدد ہونگی یعنے ہر مجلس میں ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلاء اور تین یمین ہونگی یعنے اگر چار مہینے تک قربت نہ کریگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے لازم آوینگے واللہ اعلم

باب الخلع

(هو لغة الازالة) یہ باب بیچ احکام خلع میں ہے خلع لغت میں بمعنی ازالہ ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے اور موزہ کو پاؤن سے (وکانها استعمل فی ازالة الزوجیة بالضم وفی غیره بالفتح) اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت میں بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر میں بفتح اول مستعمل ہے (وشرعا کما فی البحر ازالة ملک النکاح) خرج به الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونة والردة فانه لغو کما فی الفصول (او خلع) باعتبار اصطلاح شرع کے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے عبارت ازالہ ملک نکاح سے ہے یعنی ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد میں خلع کرنا اور طلاق بائن یا مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا خلع شرعی کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول (المتوقفة علی قبولها) خرج به ما لو قال خلعتک ناویا الطلاق فانه یقع بائنا غیر مسقط للحقوق لعدم توقفه علیه) یعنے ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کے قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے یون کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہوگا بسبب نہ موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور جو ازالہ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہیں وہ خلع نہیں (بخلاف ما لو کان بلفظ المفاعلة او اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانه خلع مسقط حتی لو کانت قبضت البدل ردته خانیة) بخلاف ما لو کان یعنے زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنے خلع قبول کر اور اسکے عوض میں کچھ مال مقرر نکیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہے مسقط حقوق زوجیت کا یہانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہوگی تو اسکو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا کذا فی الخانیہ (بلفظ الخلع) خرج الطلاق علی مال فانه غیر مسقط فتح) یعنے ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا اسواسطے کہ طلاق مذکور حقوق زوجیت کو ساقط نہیں کرتا کذا فی الفتح (وزاد قوله او ما فی معناه لیدخل لفظ المبارأة فانه تسقط کما یجئ ولفظ البیع والشراء فانه کذلک کما صحح فی الصغری خلافا للخانیة) یعنے خلع عبارت ہے اس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع ہو مصنف نے اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع میں داخل ہو جاے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ بیع و شرا داخل ہے خلع میں اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے فتاوی صغری میں برخلاف خانیہ کے اور اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی افراد کی جامع اور غیر کی مانع (وافاد التعریف صحة خلع المطلقة رجعیا لا بائنا) تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہے ازالہ ملک نکاح سے اور بقاے عدت تک طلاق رجعی میں ملک ثابت ہے لہذا خلع صحیح ہے بسبب نکاح کے (ولا باس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق) اور کچھ مضائقہ نہیں خلع کرنے میں وقت ضرورت کے جب آپس میں پھوٹ پڑے نا اتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت کے چھوڑنے کے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نا اتفاقی مرد کیطرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت عبداللہ بن عباس ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر میں پایا تھا اور اپنے زوج سے راضی نہ تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کرے اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے چنانچہ ترمذی میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جو عورت کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی تو اسپر بہشت کی خوشبو حرام ہے لیکن جب کسیطرح موافقت نہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز ہے کذا فی حاشیة المدنی (بما یصلح للمهر بغیر عکس کلی لصحة الخلع بدون العشرة وبما فی یدها وبطن غنمها وجوز العینی انعکاسها) خلع جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہو بدون عکس کلی کے یعنے جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہو وہ صلاحیت مہر کی بھی رکھے یہ کلیہ صحیح نہیں بسبب صحت خلع کے کمتر دس درہم سے اور بعوض اس مال کے جو عورت کے قبضہ میں ہے اور بعوض اس بچے کے جو بکری کے پیٹ میں ہے اور حالانکہ دس درہم سے کم میں اور عورت کے مقبوضہ سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچہ سے مہر صحیح نہیں اور علامہ عینی نے انعکاس جائز رکھا ہے بلکہ یہ وہم ہے کلام عینی میں یعنی انعکاس سے مراد شاید انعکاس منطقی ہے اسواسطے کہ منطق میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہے سو یہاں بھی صحیح ہے بلکہ عکس لغوی کسیطرح صحیح نہیں ہو سکتا (وشرطه کالطلاق) اور شرط

خلع کی مانند شرط طلاق کے ہی یعنے سکوت ہونا بعید کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہین و صفتہ ما ذکر بقولہ ہو یمین فی جانبہ لانہ تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسہ ویقتصر قبولہا علی مجلس علمہا اور خلع یمین ہی مرد کی جانب مین اسواسطے کہ وہ تعلیق ہی طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہین پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے اور صحیح نہین زوج کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہین زوج کی مجلس پر یعنے اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہی قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر یعنے جب عورت کو خلع کی خبر ہو اور وہ مجلس مین نہ قبول کرے آٹھ کر چلی ہو خلع باطل ہوگا و فی جانبہا معاوضۃ بمال فصح رجوعہا قبل قبولہا وصح شرط الخیار لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر و یقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب مین خلع بدلائی ہو عوض مال دینے کے تو صحیح ہی عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے زوج کے اور صحیح ہی عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو تمام کرے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہی صحت خلع کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق و عتاق و تدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ مشروط ہی عورت کی صحت قبول مین دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلا ہندی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان مین کرا دے تو قول صحیح مین صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہی اور بدلائی بدون دریافت کے نہین ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ انمین علم ہونا ضرور نہین اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہی اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہوجاتا ہی یعنے فقط قضاء صحیح ہی نہ دیانۃ کذا فی حاشیۃ المدنی وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کے آزادی بشرط مال مین مانند جانب عورت کے ہی طلاق مین یعنے اگر غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہی اور اگر مولی کہے کہ مین نے بعوض اتنے مال کے تجھکو آزاد کیا تو مولے اس کلام سے پلٹ نہین سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق والمبارأۃ کبعت نفسک او طلاقک وطلقتک علی کذا او بارأتک ای فارقتک وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہی بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات کے چنانچہ یعنی زوج کا کہنا کہ مین نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یون کہا کہ مبارأۃ کی مین نے تجھسے یعنے تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا اور خلع بلفظ شرا کے یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ مین نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمہ ان الواقع بہ ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما یجیء اور حکم خلع یہ ہی کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہی سو طلاق بائن ہی اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہی یعنے جبکہ بدل خلع مین مال باطل مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہی تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہی تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات مین داخل ہی تو خلع مین اعتبار کیا جاویگا اس امر کا جسکا کنایات مین اعتبار ہوتا ہی یعنے قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا اور المنتقی مین ہی کہ مال مقرر کرنا خلع مین یہ بھی قرینہ ہی طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات مین داخل ہی اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہی نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا شافعی بموجب اپنے مذہب کے خلع کے فسخ ہونے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر مین اجتہاد کی گنجائش ہی اور قول مجتہد فیہ مین حکم قاضی نافذ ہی اگرچہ قاضی شافعی ہو اور مدعی اور مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہی کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہین خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق قضاء فی الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ مین نے اس سے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع مین کچھ مال ذکر کر چکا ہی تو قول

اسکی تصدیق نہوگی چارون صورتون مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہی طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ تصدیق ہوگی لیکن اس صورت مین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہی ظاہر پر عمل کرنے مین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر

ولا یصدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمبارأۃ لانہما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ البیع والطلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا تو زوج کی تصدیق ہوگی اس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہی اسواسطے کہ یہ دونون لفظ کنایہ مین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اسمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ وہ دونون لفظ طلاق صریح مین قرینہ اور نیت کی کچھ اسمین حاجت نہین انتہی سو بیع طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہی زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہی وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو ظاہر الروایۃ الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین یعنے خلع اور مبارات کی کنایہ ہونے مین اشارہ ہی نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنے بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ ظاہر الروایت ہی مگر مشائخ نے کہا ہی کہ نیت شرط نہین اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہی چنانچہ قہستانی مین یہ مذکور ہی متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجاے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا وکرہ لہ تحریما اخذ شیء ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کیطرف سے ہو تو اسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہی اور اس سے ملحق ہی ابراء دین یعنے اگر عورت کا دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اسکی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہی طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یون ہی کہ اس حال مین مال لینا حرام قطعی ہی لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر نافرمانی اور ناموافقت عورت کیطرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کیطرف سے بھی ناموافقت ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہی اگرچہ خلع مین لینا دینے سے زیادہ ہو یعنے اگر مثلا دس درم مہر مین عورت کے دیے تھے اور بیس درم خلع کی عوض لیے تو بھی جائز ہی بنا بر اس قول کے جسکی وجہ خوب تر ہی کذا فی فتح القدیر وصحح الشمنی کراہۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا بأس یفید انہا تنزیہیۃ وبہ یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہت کو صحیح کہا ہی اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لا بأس بہ کے اسکا فائدہ دیتی ہی کہ کراہت تنزیہی ہی تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دو قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہی سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہی اور جو نفی کراہت کی کرتا ہی وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہی نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرہہا الزوج علیہ فتطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ رضامندی شرط ہی لازم ہونے مال مین اور ساقط ہونے مال مین یعنے خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کر لیا ہی یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین مال دینا لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدلہ فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ مین یا اسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر اسکی قیمت دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اسکے مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہین کرتا بخلاف بیع کے جبکہ بائع کے پاس ہلاک ہوجاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہوسکتی ہی خلعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوہا بمال وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی فی غیرہ وقوعا مجانا فیہما لبطلان البدل وہو الثمرۃ کہا گر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اسکے اس قسم سے کہ وہ مسلمانون کے حق مین مال نہین تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین دونون صورتون مین طلاق کا

واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہی جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا کہذا الخل فاذا ہو خمر رجع بالمہر ان لم یعلم وکذا لا شیئ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین حلال مال کا نام لیا چنانچہ یون کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکے کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا تو زوج مہر کو پھیرے اگر لے لیا ہو اور اگر ہنوز دیا نہین تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہین بلکہ شراب ہی تو مفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہین اس صورت مین کما لو خالعہا علی ما فی یدہا من الحبۃ ولا شیئ فی یدہا لعدم التسمیۃ چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہی اس صورت مین کہ عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اسکے ہاتھ مین کچھ نہین مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال مین ظاہری ہاتھ ہی نہ معنوی یعنی قبضہ و تصرف وکذا عکسہ اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس مین مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اسمین کچھ نہین بلکہ لو کان فیہا جوہرۃ لہا فقبلت فہو لہ علمت اولا لاضرارہا نفسہا بقبولہا لیکن اگر زوج کے ہاتھ مین عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول کریگی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہوجاویگا عورت کو ہاتھ مین جواہر ہونے کا علم ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اسکے قبول کر لینے سے وان زاد من مال او دراہم ردت علیہ فلا ولی مہرہا ان قبضتہ والا لا شیئ علیہا جوہرۃ او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور مین مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنے یون کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اسکے ہاتھ مین کچھ نہین تو پہلی صورت مین یعنے درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہین یعنے اگر مہر مرد پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت مین یعنے درصورت ذکر دراہم کے ہم ہاتھ سے مراد ان دونون صورتون مین ظاہری ہاتھ نہین بلکہ مقبوضہ مراد ہی ولو فی یدہا اقل کملتہا اور اگر مثال مذکور مین عورت کے ہاتھ مین تین درم سے کم ہون یعنے ایک درم ہو یا دو تین کو پورا کرے تا کہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر لم ارہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت کے ہاتھ مین درم نہین بلکہ دینار ہین شارح کہتا ہی کہ مین نے اسکا حکم کتب فقہ مین نہین دیکھا امام صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت مین دراہم ہی واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہین مصرح نہین دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبیت والصندوق وبطن الجاریۃ اذا لم تلد لاقل المدۃ وبطن الغنم وثمر الشجر کالید فذکر الید مثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کمتر مین نہ جنی ہو اور پھر بکری کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم مین مانند ہاتھ کے ہین تو ذکر ہاتھ کا امثلہ سابقہ مین بطور مثال کے ہی کذا فی بحر الرائق یعنے اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلون پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اسکی کوٹھری اور صندوق مین اور لونڈی اور بکری کے پیٹ مین اور درخت پر کچھ نہین تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت مین جنیگی تو مرد اسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنیگی تو مرد اسکا مالک نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم العلم فقال لو علم انہ لا متاع فی البیت وانہ لا مہر لہا علیہ فی خلعہا بمہرہا لا یلزمہا شیئ لانہا لم تعلمہ فلم یصر مغرورا ولو ظن ان علیہ المہر ثم تذکر عدمہ ردت المہر اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مسائل مذکورہ مین مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہا مین مقید کیا ہی بقید عدم علم کے سو یون کہا ہی کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق مین نہین یا خلع بعوض مہر مین زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اسپر کچھ مہر نہین تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت نے مرد کو کچھ لالچ نہین دکھلایا تو زوج کو عورت نے کچھ فریب نہین دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونے کا گمان تھا پھر اسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہین رہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کو دھوکا ہوا امام طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آئندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی

خالعت علی عبد ابق لها برائتها من ضمانه لم تبرأ و علیها تسلیمه ان قدرت والا فقیمته لانه لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر قادر ہو اسپر اور اگر غلام نمل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہین ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہین باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا بالف او علی الف فطلقها واحدة وقع فی الاولی بائنة بثلثه ای بثلث الالف ان طلقها فی مجلسها والا مجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت مین یعنی بالف مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس مین طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیة لو کان طلقها ثنتین فله کل الالف اور خانیہ مین ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دیچکا تھا تو اسکو پورے ہزار ملینگے یعنے اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوگئے عورت کا مطلب تھا پوری جدائی سے سو حاصل ہوگیا وفی الثانیة رجعیة مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنے جب عورت نے کہا کہ طلقنی ثلثا علی الف تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور مشروط منقسم نہین ہوتا اجزاء شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوگی کہ مال سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند بے کے ہے تو جیسے پہلی صورت مین ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی دوسری صورت مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لها طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسها واحدة لم یقع شیء لانه لم یرض بالبینونة الا بکل الالف بخلاف ما مر لرضاها بالبعض اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر پھر عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق بھی واقع نہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم مین بطریق اولی راضی ہوگی وفی قوله لها انت طالق بالف او علی الف فقبلت فی مجلسها لزم ان لم تکن مکرهة کما مر ولا سفیهة ولا هی مریضة کما یجیء الالف لانه تفویض او تعلیق مرد کا عورت سے یون کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اسے قبول کر لیا اپنی مجلس مین تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اسپر زبردستی نہ کی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہوچکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ فعل یا بدلائی ہے یا تعلیق ہے یعنے بالف کہنے مین بدلائی ہے اور علی الف مین تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیة قال لامرأتیه احدٰکما طالق بالف والاخری بمائة دینار فقبلتا طلقتا بغیر شیء اور بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتون سے تم مین سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درم کے اور دوسری بعوض سو درم کے سو قبول کر لیا اسکو دونون نے تو دونون پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھپر لازم نہین دینا مگر سو درم کا انت طالق وعلیک الف او انت حر وعلیک الف طلقت وعتق مجانا وان لم یقبلا لان قوله وعلیک الف جملة تامة وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال وفی الحاوی وبقولهما یفتی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھپر ہزار درم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونون نے ہزار درم دینا قبول بھی نہ کر لیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یون کہنا وعلیک الف یہ پورا جملہ ہے یعنے ما قبل سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اعراب مین خواہ واو عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درم کو قبول کر لیا ہے تو طلاق یا اعتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم ہوگا باعتبار اس عمل کے کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف پورا جملہ نٹھہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے درحالت وجوب

ہزار درم اور حاوی قدسی مین کہا ہو کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہو قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول لہ بیمینہ بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی و قالت قبلت فالقول لها و کذا لو قال لعبدہ کذلک کقولہ لغیرہ بعت منک ھذا العبد بالف امس فلم تقبل و قال المشتری قبلت فان القول للمشتری و الفرق ان الطلاق بمال یمین من جانبہ و ھی تدعی حنثہ و ھو ینکر اما البیع فاقرارہ بہ اقرار بالقبول فلو انکارہ رجوع فلا یسمع فلو برھنا اخذ ببینتها تاتارخانیہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہزار درم پر سو تونے ہزار درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تونے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو اس صورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اسکا بھی ایسا ہی حکم ہو یعنے اگر مالک نے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تھا سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر یون کہا کہ مین نے تیری ذات کو ہزار درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ مین نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یون کہنا غیر عبد سے کہ مین نے بیچا تھا تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مشتری ہی کا قول لائق اعتماد کے ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہو کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہو جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ لازم نہین اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہو اور زوجہ مدعی ہو زوج کے حانث ہونے کی یعنے تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اسکا انکار کرتا ہو اور قول معتبر نہین مگر منکر کا لہذا صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا و بیع کا تو یہ حال ہو کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہو قبول کا اسواسطے کہ بیع عبارت ہو ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہوگیا تو بیع کا اقرار کرکے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہو بیع سے تو مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاوین تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہو اور زوج نافی تو گواہ اثبات کے اولی ہین نفی سے کذا فی التاتارخانیہ ولو ادعی الخلع علی مال و ھی تنکر یقع الطلاق باقرارہ و الدعوی فی المال بحالها فیکون القول لها لانها تنکر و عکسہ لا کیف ما کان بزازیہ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہو تو طلاق واقع ہو جائیگی بسبب اقرار مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود ہی سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی اور اسکے بالعکس مین طلاق نہ واقع ہوگی یعنے اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع کرنے کی مالک نہین کیسطرح کا دعوی ہو طلاق نہ ہوگا کذا فی البزازیہ یعنے دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضہ من دینہ او اختلفا فی الطوع و الکرہ فالقول لہ زوج نے خلع سے انکار کیا یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلا یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اپنے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنے خلع کے ساتھ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض مین سے تھا یعنے زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونون مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین زوجہ کہتی ہو کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہو کہ اسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ نہونگے تو زوج ہی کا قول لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لها اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہو کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا ادعت المہر و نفقۃ العدۃ انہ طلقها و ادعی الخلع و لا بینۃ فالقول لها فی المہر لہ فی النفقۃ سو دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت

اور یہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہی اور مرد نے دعوی کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہی اور گواہ کسی کے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر ہوگا اور مرد کا قول نفقہ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین مین بقاے مہر اصلی امر ہی اور لائق اعتبار کے قول اُسیکا ہی جو متمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ عورت نفقہ عدت کے استحقاق کی مدعی ہی بسبب طلاق کے اور زوج اسکا منکر ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ یہ تعلیل مشکل ہی اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونون سے نفقہ ثابت ہوتا ہی تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خالع امراتیہ علی عبد قسمت قیمتہ علی مہریہما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتون سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونون عورتون کے مہرون پر مثلا قیمت غلام کی تیس درہم اور ایک عورت کا مہر دوسو درم کا ہی اور دوسری کا ہی سو درم کا تو دوسو درم والی پر بیس درم لازم ہونگے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہونگے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اُس صورت مین ہی کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونون عورتون کا ہو اور دونون کے مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتون کا مشترک ہو بالمناصفہ اور دونون کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہین وہی غلام بدل خلع کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خالعتک علی عبدی ووقف علی قبولہا ولم یجب شئ بہ مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین جیسا کہ یہ ہی تو بدون عورت کے قبول کے کیونکر درست ہوگا لیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہین ویسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاعمادی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتہا لکل منہما علی الآخر مما یتعلق بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہرہا بری عن الثانی لا الاول والمتعۃ بزازیہ اور ساقط کرتا ہی خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شرا کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہی مبارات یعنی ابراء جانبین اسطرح کہ عورت کہے کہ مجھکو بری کر اتنے مال پر اور مرد کہے کہ مین نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہی ہر ایک حق دوسرے پر اُس قسم کا حق جو متعلق ہی اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا یہانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا مہر ٹھہرا کر پھر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور مانند مہر کے متعہ ہی کذا فی البزازیہ یہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہی یعنے مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنے کے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کے وقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہی جو متعلق ہی نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قرض کے یا بجہت قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط نہ ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہی اسکی صورت یہ ہی کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنے ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہرچند قیاس اسکو مقتضی ہی کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن چونکہ متعہ عوض ہی مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہی ویسے یہ بھی ساقط ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن ابی سعود وفیہا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ مین ہی کہ عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ کچھ دعوی نہین کسی کا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اسکی یعنے میری اتنی روئی ہی عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہی بسبب مخصوص ہونے برارت کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنے خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہوجاتے ہین نہ اور حقوق الا نفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان الا اذا نص علیہا فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح وہو مستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتہا بل بعدہا سب حقوق متعلق نکاح ساقط ہوتے ہین مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہین ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہی حقتعالی نے فرمایا کہ لا تخرجوہن من بیوتہن یعنی نہ نکالو مطلقات کو اُنکے رہنے کے مکان سے یعنے تا انقضاے عدت

مگر جبکہ عورت مرد کو بری الذمہ کر دے باربرداری اور سکنی کے خرچ سے اس طرح کہ مثلاً دونوں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ لازم کر لیا یوں ہی کہ میں دوسرا گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنے مملوک گھر میں رہتی ہو تو اس طرح صحیح ہو کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ایسے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقہ عدت اور سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں بموجب ہمارے بیان کے یعنی قولہ لثابتۃ وقتہا بعد قول المصنف کل حق کی اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی واجب ہی نہیں وقت خلع اور مبارات کی بلکہ بعد انکے واجب ہوتے ہیں یعنی اگر مصنف ثابت وقتہا کی قید لگاتا جیسے شارح نے لگائی ہے تو استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی میں یوں ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم ہوتی ہے اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا النفقۃ العدۃ استثناء منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وقید بالطلاق علیمال لا یسقط المہر کالخلع فی المعتمد کذا ذکرہ البزازی اور قول نامعتمد یہ ہے کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہے کہ ساقط نہیں کرتا کذا ذکرہ البزازی ولا یبرأ بابرأک اللہ ذکرہ المجتبی اور زوج بری نہیں ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ مجتبی نے اسکو ذکر کیا ہے اور انکا شاگرد علامہ باقانی اور خیرالدین رملی بھی اسکے قائل ہیں لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابرا صحیح ہوگا اور گازرونی انکا تابع ہو گیا ہے اپنے فتاوے میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے میں یہ رائج ہے کہ مرد عورت سے برات چاہتا ہے سو عورت کہتی ہے کہ اللہ تجھکو بری کرے اور میں نے لکھدیا ہے کہ یہ برات صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ثم قولہ [illegible] شرط البرء من نفقۃ الولد ان وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المجتبی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وترضعہ حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونوں نے کوئی برات کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہو گیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہ ہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی البحر الرائق اور مجتبی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیرخوار ہوگا تو شرط برات کی صحیح ہوگی اگرچہ دونوں نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اسکو دودھ پلاوے دو برس تک اسواسطے کہ شیرخوار میں قرینہ دلالت کرتا ہے کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہے بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہے کہ اگر اسکی پرورش کی مدت مقرر نہیں ہوتی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کر لینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو تزوجت او ہربت او ماتت او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برات نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اس عورت سے نکاح کیا کہ عورت نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مر گئی یا کہ لڑکا مر گیا تو زوج پھیر دے بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو در صورت نکاح کر لینے مختلعہ مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہو گیا اور یہاں اگر لڑکے کو بھی اسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو جسقدر عدت بعد عدت باقی رہی ہوگی اتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے نفقہ ولد کو [illegible] ہرب سے یا یہ مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہے کہ عورت ناشزہ ہو جاوے یعنی نافرمانی کرے تا کہ نفقہ عدت کا ساقط ہو جاوے کذا فی البحر الرائق اور در صورت مر جانے عورت کے اسکے ترکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج بھر لے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا شرطت براءتہا در صورت مرنے عورت یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اسوقت نہ لے سکیگا جبکہ عورت نے اپنی برات شرط کر لی ہو یعنی خلع کیوقت عورت نے یہ شرط کر لی ہو کہ میں مر گئی یا کہ لڑکا مر گیا تو میں بری الذمہ ہوں نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو خلعہا فیہ کالطعام اور جس صورت میں کہ خلع بعوض نفقہ وارد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اسکے باپ سے طلب کرے مگر اس صورت میں مطالبہ نہوگا جبکہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ لڑکا شیرخوار نہو تو بھی خلع کرنا بعوض اسکے لباس کے صحیح ہے چنانچہ اجارہ دائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہے ہر چند یہ اجارہ مجہول ہے لیکن منازعت کا باعث

نہین ہو اسواسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت ولد کے دائی کے کہانے اور لباس دینے مین تنگی نہین کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقتہ ولدہ شہرا مثلا وھی معسرۃ فطالبت بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اسکے ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور یہ عورت محتاج ہو سو اسنے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاویگا اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر یعنے چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم اسکا خرچ ضرور ہی دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض باقی رہیگا جب انکو مقدور ہوگا تو مرد لیگا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح فی الانثیٰ لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ فیرجع بہ علیہا اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق مین نہ پسر کے حق مین اسواسطے کہ لڑکا عورت کی صحبت مین تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردون کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہے اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہون عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہے اسواسطے کہ یہ حق ہے ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ مین یعنے مثلا ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو مہینہ بہر لڑکے کو رکھا تو کتنا اسپر خرچ ہوا تو اسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیر لے خلع الاب صغیرتہ بمالہا او مہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت وھی ممیزۃ ولم یلزم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اسکے مال یا اسکے مہر کے عوض تو اسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح مین چنانچہ طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت مین کہ اگر صغیرہ تمیزدار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہے یعنے مفت غیر ضروری ہے تو معتبر نہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسیطرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم نہ آویگا مگر جبکہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا ہو تو اسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام مالم تلتزم البدل اور صحیح نہین خلع صغیرہ کا ماں کی طرف سے جبتک کہ ماں اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرلے بسبب عدم ولایت ولا علی صغیر اصلا اور صحیح نہین خلع کرنا ولد صغیر پر یعنے کسیطرح نہ باپ خلع کر سکتا ہے نہ ماں خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیر کے مال سے اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہین تو ماں یا باپ اسکے نائب بھی نہین ہو سکتے کذا فی شرح المنتقی کما لو خالعت المرأۃ بذلک ای بمالہا او مہرہا وھی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق وقع رجعیا انہر الوہبانیہ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہین یعنے امور دنیاوی مین نادان ہے تو وہ مطلقہ ہوگی اور اسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہانتک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونون صورتون مین یعنے صورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح تھا از عوض ہے کذا فی شرح الوہبانیہ فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ لان الخلع من الاجنبی فلابی اولی بلا سقوط مہر لانہ لم یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہوکر یعنے مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے خلع کیا نہ صغیرہ کیطرف سے کفیل ہو کر بسبب واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہے اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنے جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت مین داخل نہین ومن حیل سقوطہ ان یحیل الاب بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیلہ الزوج من لہ ولایۃ قبض ذلک منہ بزازیہ اور حیلہ سقوط مہر کا یہ ہے کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہراوین بقدر مہر کے تو اجنبی یون کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھے لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اسکو جسکو زوج سے مہر لینے کی ولایت ہے یعنے باپ کو کذا فی البزازیہ یعنے زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانے اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اسطرح سے صغیرہ کا زوج سے مہر ساقط ہوگا ولو شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وھی من اہلہ بان کانت تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب

طلقت بلا شئ لعدم اہلیتہا للغرامۃ وان لم یقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط
کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اسکو لیاقت تھی قبول کرنے کی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہی کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہی اور خلع سے مال جاتا ہی
تو اسپر طلاق واقع ہوگی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہین اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اسکو اتنا فہم نہین کہ نکاح سے
مال حاصل ہوتا ہی اور خلع سے نقصان ہوتا ہی تو اسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اسکے باپنے قبول کرلیا ہو اسکی طرف سے قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی
ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر و المنتقی مین کہا کہ اگر صغیر نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ صغیر بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا فی حاشیۃ
المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المہر المؤجل لو کان علیہ والا یکن علیہ
من المؤجل شئ ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لما مر انہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ مینے تجھسے خلع کیا سو قبول
کرلیا عورت نے اور دونون نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے ایجاب و قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر مؤجل سے اگر مہر مؤجل ہی
اسپر ہوگا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہوگا تو عورت پھیردے اسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اسکو دے چکا ہی اسواسطے کہ یہ مذکور ہوچکا ہی کہ خلع معاوضہ ہی
عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ و بدل الخلع ان خرج من الثلث
والا فالاقل من ارثہ والثلث ان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار
عورت کا معتبر ہو اسکے تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری مین خلع کرنا تبرع ہی اور تبرع صحیح نہین مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع مین سے جو کمتر ہوگا
سو زوج اسکو پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث مین سے جو کمتر ہوگا
زوج کو ملیگا یعنی اگر زوج کی وارثت کم ہی ثلث سے تو وارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہی ارث سے تو ثلث پاویگا یہ اُس صورت مین ہی جبکہ عورت عدت مین مرگئی
ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو تو ثلث
ہی پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہی اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ نے
تو لازم ہوگا اسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنے ہنوز مال دیکر اسنے
اپنی گلو خلاصی نہین کی لہذا اسکو عقود زایدہ غیر ضروریہ جائز نہین ولو امۃ و ام الولد ان باذن المولی لزمہا المال للحال فتباع الامۃ وتسعی ام الولد
والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہی تو اُن دونون پر فی الحال مال لازم ہوگا
تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجاویگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کرکے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہی
تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا اُنپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا حر صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنے خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا تو
اگر زوج لونڈی کا آزاد ہی تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اسکا زوج مکاتب ہی یا غلام ہی یا مدبر ہی تو خلع صحیح ہی اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہوجاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہی تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور
مدبر کی ظاہر ہی مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اسکی ملکیت تام نہین تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اسکی ام ولد ہوجاویگی اگر اولاد
ہوگی اور اگر اولاد نہوگی نکاح فسخ ہوکر اسکی لونڈی بن جاویگی تو یہ جو متن مین کہا ہی کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہوجاویگی یہ اُس صورت مین ہی جبکہ

وہ آزاد تو نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکہا ابطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہ اختیار اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہے کہ اگر وہ لونڈی کا مالک ہو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح میں ابطال خلع کا ہو گیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہے لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تاکہ یہ قباحت لازم نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے

قال خالعتک علی الف قالہ ثلثا فقبلت طلقت ثلثۃ بلا الف لتعلیقہ بقبولہا زوج نے کہ میں نے تجھے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو بیوی نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنے جب زوج نے کہا کہ میں نے تجھے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو تو مختلعہ ہے ہزار پر پھر جب اسکو تین بار کہا اور اخیر میں عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنے قبول کرنا عورت کا لہذا تین بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف وان قبلت الثلث لہ لطلقت علیہ بقبولہا بازاء کلامہ درالمنتقی میں ہے کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہے چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اسپر تین بار طلاق واقع ہوگی عوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاویگی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق میں سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہے تو جبتک چار طلاق کو عورت نہ قبول کریگی شرط نہ پائی جاویگی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول وعلی ان تدخلی الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنے بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہو اور اگر یوں کہا کہ انت طالق علی ان تدخلی الدار یعنے تو طالق ہے اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر میں تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونوں صورتوں میں وجہ فرق کی تلاش کرنا چاہیے اسواسطے کہ ان اور اسکے بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہے تو پہلے مسئلہ میں بھی مصدر ہے یعنے دخول اور دوسرے مسئلہ میں بھی معنوی مصدر ہے پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت میں تو قبول پر طلاق موقوف ہے اور دوسری صورت میں دخول پر موقوف تو اسکے جواب میں غور و تامل کرو مصدر صریح اور مصدر مأول میں البتہ فرق ثابت ہے چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہیں تو یوں کہنا درست نہیں کہ انت اما دخولک الدار واما عدمہ تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی یعنی انت طالق علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے کے دخول دار کو لہذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر مأول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا درست ہے کہ انت اما ان تدخلی واما ان لا تدخلی اسواسطے کہ فعل میں ضمیر موجود ہے کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہیں تو انت طالق علی ان تدخلی الدار میں حمل صحیح ہے بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہے اس لفظ کا اور التزام دخول مجازا ہے اور ہوتے حقیقت کے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی قال خلعتک واحدۃ بالف وقالت انما سألتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ میں نے تجھے خلع کیا ایک طلاق کر بعوض ہزار کے اور عورت نے کہا کہ میں نے تجھسے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنے مع الیمین خلعہا علی ان صداقہا لولدہا او لاجنبی او علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہے یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہے اور یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہے کہ زوجین میں ایک کا حق دوسرے پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو عورت کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعا ثابت ہے تو ساقط کرنے سے ساقط نہ ہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک یقع بائن وقیل رجعی عورت نے کہا کہ میں خلع چاہتی ہوں تجھسے سو مرد نے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہے اسواسطے کہ تعلیق اختلاع کے جواب میں واقع ہوئی اور اختلاع مفید ہے جدائی کا اور اسی ہم

۴ [illegible]

نہ داخل ہونا ۱۲ تو یا داخل ہو یا نہ داخل ہو ۱۲

فتوی دیا ہے امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے اسواسطے کہ اعتبار مرد کے ایقاع کا ہے نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق دی ہے تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہے قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا روایۃ لو قالت ابرأتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی فطلقہا رجعیا لکن فی الزیادات انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالبدل لہما وہما بائنان لکن یقع غدا بغیر شئ ان لم یعد ملکہ اور قنیہ میں کہا کہ کوئی روایت نہیں اس صورت میں کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اسکو رجعی طلاق دی پس اس صورت میں بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات میں یون ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری رجعی طلاق ہے عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونون طلاق کا ہوگا اور دونون طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی اور کل دوسری طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نکیا تو عورت پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ طلاق بائنہ کا التزام مال صحیح نہیں بسبب نہ باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی ہم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ میں کہا کہ مسئلہ مذکورہ میں روایت نہیں سو اسکی روایت بخوبی ثابت ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال لصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک تطلقین بتبرئتی من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر ویقع الرجعی اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر مین غائب ہون تجسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہے بعد اس امر کے کہ تو مجھکو بری الذمہ کر دے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنے چار مہینے زوج غائب رہا سو صغیرہ نے اسکو مہر سے بری کر دیا اور اپنی ذات کو طلاق دے تو مہر اسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہیں پھر جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازی خلعتک بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما وکذا منا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء لان الخلع اوسع من البیع اور بزازی میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اسکو بیس درم دے یا اتنے من چانول دے تو یہ خلع صحیح ہے اور شرط نہیں مکان معین کرنا واسطے درم اور چانول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہے بیع سلم سے یعنے جیسے بیع سلم میں مکان جنس لینے دینے کا شرط ہے ویسا خلع میں شرط نہیں قلت ومفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہون کہ روایت بزازی سے یہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہو گیا لیکن یہ اس صورت مین ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے بالجملہ زوج پر بدل خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہے فقہا میں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا امتعتہا فقبل لم یحرم ولم یشترط کتب الصک ورد الامتعۃ فی المجلس اور قنیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنے لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ ہے یا اس شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اسکو قبول کر لے تو بمجرد قبول کرنے کے عورت مرد پر حرام ہو جاویگی بلکہ حرام ہونے میں لکھ دینا زوج کا اقرار نامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس میں شروط ہے طحاوی نے کہا چونکہ خلع مسقط ہے حقوق کا تو عورت کا مہر اس صورت میں ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

یہ باب ہے ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونون فی الباعث عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہین اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اسکی حرمت زائد ہے بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار میں نکاح باقی رہتا ہے ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت میں مصدر ہے ظاہر کا عرب ظاہر من امرأتہ اسوقت بولتے ہین جبکہ مرد نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری مان کی پیٹھ یہ استعارہ ہے واسطے حرمت کے یعنے تو حرام ہے ظہار کے معنی

لغت مین ہر چند اور بھی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسکو مخصوص بذکر کیا و شرعاً تشبیہ المسلم فلا ظہار لذمی عندنا اور اصطلاح شرع مین ظہار عبارت ہی تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہین ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہی اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق نہین مگر مسلمان کیواسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری مان ہی ظہار سے نکل گیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہی اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار مین من نسائہم کا لفظ ارشاد ہوا ہی اور عرف مین نساء رجل اسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ اور صغیرہ اور مجنونہ بلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہی کما سیجئ اور فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہی کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے جبکہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہی او تشبیہ ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیداً بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت ہی تشبیہ اس عضو سے جس عضو کر عورت کی تعبیر کیجاتی ہی جیسا کہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہی عورت کے جز شائع کی تشبیہ سے ساتھ اس شخص کے جو اوپر ہمیشہ حرام ہی ایسے وصف کر کہ ممکن نہین زوال اسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ کاہے زوال پذیر نہین خواہ حرمت باعتبار نسب اور صہریت کے ہو خواہ باعتبار رضاعت کے جز شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہی کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ کی تشبیہ دینا یا اسکے اس عضو کی تشبیہ دینا جو بجاے کل واقع ہوتا ہی یا جز شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہین چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسے میری مان کی پیٹھ یا تیری گردن ایسی جیسی میری مان کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری مان کی پیٹھ فخرج تشبیہہ باخت امرأتہ او بمطلقۃ الثلاث وکذا بمجوسیۃ لجواز اسلامہا تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہی لیکن وصف حرمت کا ایسا نہین کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجاے یا بعد طلاق کے اسکی عدت گذر جاے تو اسکی بہن سے نکاح جائز ہی اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہی اور اسیطرح مجوسیہ کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہین بسبب احتمال اسکے اسلام کے یعنے ہر چند مجوسیہ مسلم پر حرام ہی لیکن اگر وہ مسلمان ہوجاے تو مرد پر حلال ہوگی تو اسکی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری وقولہ بمحرم صفۃ لشخص الشامل للذکر والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہراً قالہ المصنف تبعاً للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہی شخص مقدر کے جو شامل ہی مرد اور عورت کو تو مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہی تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنے ظہار کا حکم اسپر لازم آویگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہی نساء سے ہو یا رجال سے مان اور باپ دونون کی شرمگاہ حرمت مین برابر ہین مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہی اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق مین اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہی کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا ہی بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط سے ایک یہ شرط ہی کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہان تک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح نہین اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہی اور شرع کا حکم عورتون مین وارد ہی نہ مردون مین نعم یرد ما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا کان کما نوی علی الصحیح ہان بدائع کے قول پر اعتراض وارد ہوتا ہی خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا تو مجھپر ایسی ہی جیسا کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا

اور ریا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہی اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہی بنا بر قول صحیح کے ہم خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نساء کی تشبیہ مین بھی ظہار ہوتا ہی تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہو سکتے ہین جواب اول یہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہ ہی کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہین اور یہ مطلب نہین کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہین بلکہ ان امور سے اُسکی عبارت ساکت ہی جواب ثانی یہ کہ بدائع مین ظہار صریح کا ذکر ہی اور خانیہ مین کنایات ظہار مذکور ہین تو کچھ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہ جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اُسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتاوے قاضیخان مین مذکور ہی کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہی اسمین روایات مختلف ہین اور صحیح قول یہ ہی کہ اگر کچھ نیت نہ کریگا تو ایلا ہی اور اگر اور طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہین معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہی خانیہ کے اور موافق ہی بدائع کے واللہ اعلم

كانت علي كامي فان التشبيه بالام تشبيه بظهرها وزيادة ذكره القهستاني معزيا للمحيط چنانچہ صحیح ہی نیت ظہار کی اس قول مین کہ تو میرے نزدیک ایسی ہی جیسے کہ میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے مین اُسکے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنے جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو اُسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہی محیط کیطرف منسوب کرکے وصح اضافته الى ملك او سببه كان نكحتك فكذا حتى لو قال ان تزوجتك فانت علي كظهر امي مائة مرة فعليه لكل مرة كفارة تاتارخانية اور صحیح ہی اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت مین ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو ایسا یہان تک کہ اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو مجھپر ایسی ہی جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظهارها منه لغو فلا حرمة ولا كفارة به يفتى جوهرة ورجح ابن الشحنة ايجاب كفارة يمين اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہی یعنے اگر عورت اپنے مرد سے یون کہے کہ تو مجھپر ایسا جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یون کہے کہ مین تجھپر ایسی ہون جیسے تیری ماں کی پیٹھ تو اس قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہی اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہی کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنے اگر عورت ظہار کریگی تو اسپر کفارہ یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہی اور یہی روایت ہی ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وهو الظهار كانت علي كظهر امي وكذا لو حذف علي كما في البحر

او راسك كظهر امي ونحوه كالرقبة مما يعبر به عن الكل او نصفك ونحوه من الجزء الشائع كظهر امي او كبطنها او كفخذها او كفرجها او كفرج اختي وعمتي او فرج امي او فرج بنتي لكن في نسخ الشرح ولا يخفى ما فيه من التكرار وكذا في نسخ المتن او فرج ابي بالياء او قريبي فقد علمت رده

اور یہ یعنے ظہار کی مثالین چنانچہ یون کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہی جیسے کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری ماں کی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ علی کا محذوف ہو جاوے کذا فی النہر الفائق یا یون کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہی اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنے ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہی چنانچہ عتق یا یون کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنے تیرا ثلث یا ربع میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہی یا مانند اُسکے پیٹ کے ہی یا مانند اُسکی ران کے ہی یا مانند اُسکی شرمگاہ کے ہی یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہی یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہی یا میری ماں یا بیٹی کی شرمگاہ کے مانند ہی شارح نے کہا کہ اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخون مین واقع ہی اور اسمین جو تکرار ہی سو مخفی نہین اور جو متن کے نسخون مین ہی سو بجاے فرج امی کے فرج ابی اور قریبی ہی اور تجھکو اُسکا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہی نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنے ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہین خلاصہ یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی اُن اعضا سے جنکو دیکھنا اُسکو جائز نہین تو ظہار صحیح ہی تو اگر ہاتھ یا پاؤن کے ساتھ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہی بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے يصير به مظاهرا ابلا نية لانه صريح فيحرم وطؤها عليه و

دواعیه لعلمه عن القاس الشامل للکل وکذا یحرم علیها تمکینه ولا یحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر له تقبیلها للشفقة ؎ زوج ان
الفاظ مذکورہ سے مظاہر ہو جاتا ہے بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ صریح ظہار ہے اور صریح محتاج نیت کا نہین پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہے وطی منکوحہ
کی زوج پر اور دواعی وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالیٰ من قبل
ان یتماسا اور یہ شامل ہے وطی اور اسکی دواعی کو سب کو اور محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہے اسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور
مہربانی کے نہ باعتبار شہوت کے بحر الرائق مین کہا کہ قید سفر کی اس روایت مین تحریف ہے اسواسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونون مین درست ہے کذا
حاشیة المدنی حتی یکفر وان عادت الیه بملک یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار [illegible] مظاہر پر وطی اور اسکے دواعی حرام ہین یہانتک کہ کفارہ دیوے یعنی بدون
کفارہ کے وطی وغیرہ حلال نہین اگرچہ عورت دوبارہ آوے مظاہر کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے اسواسطے کہ باقی رہنے حکم ظہار کے اور یہی حکم ہے لعان کا اور ملک یمین
کی یہ صورت ہے کہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اس سے ظہار کیا پھر اسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہو گئی اور دار الحرب مین جا ملی پھر وہان سے گرفتار ہو آئی
اور زوج اسکا مالک ہوا اور زوج ثانی کی یہ صورت ہے کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اس سے ظہار کیا پھر اسکو تین بار طلاق دی اور اسنے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد
طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہین بدون کفارہ دینے کے وطی
عورت کی حلال نہین فان وطی قبله تاب واستغفر وکفر للظہار فقط وقیل علیه اخری پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا توبہ اور استغفار
کرے اور فقط ایک کفارہ ظہار کا دے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسپر دوسرا کفارہ بھی لازم ہے جامع ترمذی اور امام مالک کی مؤطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہے کذا فی حاشیة المدنی
ولا یعود لوطئها ثانیا قبل الکفارة اور دوبارہ عود نہ کرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کر چکا ہو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہے وعوده
المذکور فی الآیة عزمه عزما موکدا فلو عزم ثم بدا له ان لا یطاها لا کفارة علیه علی استباحة وطئها ای یرجعون عما قالوا فیریدون الوطی
قال الفراء العود الرجوع واللام بمعنی عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی مین مذکور ہے یعنی ثم یعودون لما قالوا مین سو مراد اس سے عزم مصمم اور قصد مؤکد ہے
عورت کی وطی کی اباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم مؤکد نہ رہا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ
پھر پلٹیں اپنے قول سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آوین سو ارادہ وطی کا کرین فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہے اور لام لما قالوا مین بمعنی عن ہے حاصل کلام یہ ہے کہ
سبب کفارہ واجب ہونے کا ظہار اور قصد وطی ہے اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثابتہ کا رافع ہے جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے رافع ہے حدث کی ولها ان تطالبه
بالوطی لتعلق حقها به اور جائز ہے عورت کو کہ زوج مظاہر سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ ادا کر کے بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ وطی کے وعلیها
ان تمنعه من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامه به ای بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور واجب ہے عورت پر
کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہے لازم پکڑنا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر دور ہو قاضی پہ زوج کا
قید کرنا یا مارنا لازم ہے یہانتک کہ کفارہ دے یا عورت کو طلاق دے فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب سو اگر زوج کہے کہ مین کفارہ ظہار کا دے چکا ہون
تو اسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور بدروغ گوئی نہ ہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدون گواہون کے تصدیق کرنا نہ چاہیے ولو وقته بوقت سقط بمضیه
اور اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین اور مقرر کر دیا تو ظہار ساقط ہے اسوقت کے گذر جانے سے مثلاً ایک مہینے کے لیے ظہار کیا تو مہینے کے اندر سو اگر وطی کا
ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہے وتعلیقه بمشیة اللہ تعالی یبطله بخلاف مشیة فلان اور تعلیق کرنا ظہار کا
حق تعالیٰ کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہے مثلاً یون کہنا کہ انت علی کظہر امی انشاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہے جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہے بخلاف مشیت
فلانے شخص کے یعنی اگر ظہار بمشیت زید یا عمر کریگا تو اسکی مشیت سے ظہار صحیح ہے وان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خانیة

[illegible]

یعنی بدون ۱۲ اسکے
پھر رجوع کرین
اس مباحثہ سے
کرتا ہون ذکر
۱۲

برا او طلاقا او ظهارا صحت نيته ووقع ما نواه لانه كناية اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہی یا بجائے مثل امی کے کامی بولا ہو تو اسی طرح ہی اگر علی کا لفظ محذوف کر دیا یعنے یون کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہی نیت اسکی اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہی اور کنایہ محتاج ہی نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ نہ واقع ہوگی اور طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا ویعین الاولی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنے انت علی مثل امی سے کچھ نیت نکریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنے یون کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کرامت یعنے تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی بلکہ تیر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ صحۃ الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ اور مکروہ ہی زوج کا یون کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہی اور یون کہنا کہ تو میری بیٹی اور اور میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہرچند اس قول سے ظہار ثابت نہین ہے کہ تشبیہ سے خالی ہی لیکن مکروہ تحریمی ہی اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہی اور سنن ابی داؤد مین بحدیث مرفوع ثابت ہی کہ جورو کو بہن کہنا ممنوع اور مکروہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وبانت علی حرام کامی صح ما نواہ من ظہار او طلاق ومنعہ ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو یثبت الادنی وہو الظہار فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہی میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہی اور جائز نہین اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اسمین تحریم کا لفظ نہین اور اگر کچھ نیت نکریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنے ظہار قول اصح مین وبانت علی کظہر امی یثبت الظہار لا غیر لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہی نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ صریح ہی ظہار مین تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار من امتہ اور ظہار صحیح نہین اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نسا کا جو آیت ظہار مین واقع ہی وہ لونڈی کو شامل نہین اسواسطے کہ عرف مین نساء رجل اسکی زوجات کو کہتے ہین نہ لونڈیون اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ اور ظہار صحیح نہین اس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اسکے امر کے پھر اس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز رکھا بسبب عدم زوجیت کے یعنے وقت ظہار کے وہ زوجہ نہ تھی اسواسطے کہ اسکو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اسکا نکاح کر دیا تھا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل وقال مالک واحمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتون سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہی سب عورتون سے باتفاق فقہا کے اور کفارہ دے مرد ہر عورت کے واسطے اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتون کی حلت کیواسطے کافی ہی مانند کفارہ ایلا کے یعنے اگر مرد نے قسم کھائی کہ مین اپنی عورتون سے صحبت نہ کرونگا پھر اسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتین حلال ہو جاوینگی ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار والتاکید فان بمجلس صدق قضاء والا لا علی المعتمد وکذا لو علقہ بنکاحہا کما مر عن التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس مین تو واجب ہی اسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس مین کہا تو باعتبار قضا کے اسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس مین چند بار ظہار کر چکا ہی تو قضاء اسکی تصدیق نہوگی لیکن دیانۃ البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہی اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ مین مذکور ہو چکی ہم مصنف نے تصدیق تاکید مین اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اسکا استاد کی روایت کے مخالف ہی یعنے صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق مین یون ہی کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس مین یا چند مجلس مین تو اسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم آویگا مگر جبکہ تاکید کی نیت کریگا یعنے تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابون مین ایک مجلس اور چند مجالس مین فرق

نہین

کیا ہی اور معتمد اول ہی قول ہی انتہی مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین تفصیل ایک مجالس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہی اور حالانکہ اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہی بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری مین بھی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہی کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل لمحقۃ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم اتحد ولو فی کل یوم تجدد ولہ قربانہا لیلا اگر زوج نے کہا تو مجھپر ایسی ہی جیسیکہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن تو یہ قول ایک ہی ظہار ہی تو اسپر رات اور دن وطی حرام ہی بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور مین فی کا لفظ لایا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنے تو مجھپر ایسی ہی جیسیکہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن مین تو ہر روز جداگانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاویگا تو اُسدن کا ظہار باطل ہوگا پھر جب دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا لیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات مین جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہی اور ظرف مین معنی شرط کے ہوتے ہین تو دن کا ظہار ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہی جیسیکہ میری ماں کی پیٹھ ہی آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت مین جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسری ظہار کر یعنے ہر روز جداجدا ظہار ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہی بحر الرائق کے جسمین یون ہی کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آج کے دن یعنے اور جب دن گذر جائیگا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات مین زوج کو قربت کا اختیار ہی پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری بار مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدید ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کو بقا کو ذکر کیا سو وہ اُس صورت مین ہی جب یون کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہی نہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بغیر کفارہ کے ظہار اول نہ باطل ہوگا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر ومع تعلیقہ بشرط متکرر تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلا یون کہا جبکہ تو گھر مین داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہوگی تو جتنی بار عورت گھر مین داخل ہوا اُتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آویگا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحد استحسانا ویصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان کمن ظاہر واستثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز ولا جاز تاتارخانیہ اور یون کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہ ایک ہی ظہار ہوگا باعتبار استحسان کے اور اسواسطے صحیح ہی کفارہ دینا اس ظہار کا رجب مین نہ شعبان مین اور کفارہ رجب کے ظہار رمضان بھی ساقط ہوگا بسبب متحد ہونے ظہار کے چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنے کر لیا یعنے یون کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز مستثنا مین یعنے جمعہ مین تو جائز نہوگا اور اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی الفتاوی التاتارخانیہ ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ظہار مین یہ شرط ہی کہ زوج اہل ہو کفارہ دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہین

باب الکفارۃ

باب الکفارۃ

یہ باب ہی کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار والعود اختلاف علما ہی کفارہ کے سبب مین جمہور علما کا یہ مذہب ہی کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہی یعنے عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہی اور عود اسکی شرط ہی اور بعضون نے اسکے بالعکس کہا ہی ھی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت مین ماخوذ ہی اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہ اسوقت بولا جاتا ہی جب حق تعالی گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہی اور حکم کفارہ کا یہ ہی کہ واجب ساقط ہو جاتا ہی گردن سے اور حصول ثواب ہی بسبب محو ہو جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہین بنابر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہی تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سے تو گناہ نہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادا کفارہ مرجاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو حرر ابیہ ناویا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع مین عبارت ہی تحریر رقبہ سے قبل کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہی یعنے گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت مین پاکر ادا کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہوگا

خود بخود بلا نیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہ اعتاق نہین بلکہ عتق ہے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا او مباح الدم
اعتاق غلام صحیح ہے اگرچہ غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص مین اُسکے قتل کا حکم دیا پھر اُسکے مالک نے
کفارہ ظہار مین اُسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثون نے خون معاف کر دیا تو اُسکی جواز عتاق مین اختلاف ہے فتح القدیر اور نہایہ مین کہا ہے کہ یہ جائز نہین اور شرح مبسوط
مین کرخی سے منقول ہے کہ یہ اعتاق جائز ہے واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنے مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اُسکا آزاد کرنا لکفارہ ظہار
مین درست ہے لیکن جسقدر مال پر رہن ہوگا اُتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا او ابقا علمت حیوتہ او مرتدۃ
یا غلام قرضدار ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہے یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد و حربی خلی سبیلہ خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی مین جسکو
مالک نے مطلق العنان کر دیا اختلاف ہے فقہا کا فتح القدیر مین ہے کہ غلام حربی کا دار الحرب مین آزاد کرنا جائز نہین اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اگر اُسکو دار الحرب مین
مطلق العنان کر دیا تو بعضون کے نزدیک جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وان اصم ان صیح بہ یسمع والا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سنتا ہو تو اُسکے ازاد کرنے سے
کفارہ ادا ہوگا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہوگا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو جسکی
شرمگاہ مین ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارہ ظہار مین جائز ہے او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونون کان کٹے ہون
او ذاہب الحاجبین وشعر اللحیۃ والرأس یا غلام کے دونون ابرو کے بال اور ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہون او مقطوع انفا و شفتین ان قدر
علی الاکل والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اُسکے دونون لب کٹے ہون بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہین او اعور او اعمش او مقطوع
احدی یدیہ و احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چیپڑا یا اُسکا ایک ہاتھ یا ایک پاؤن کٹا ہو دوسری طرف سے یعنے داہنا ہاتھ تو بایان پاؤن یا بایان
ہاتھ تو داہنا پاؤن اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤن کٹا ہوگا تو اُسکا اعتاق کفارہ مین جائز نہین چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا لم یود شیئا او اعتقہ
مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہین کیا اور مکاتب کو اُسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے وارث نے یعنے اگر
مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کے مر گیا پھر اُسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو جائز نہین وکذا یقع عنہا
شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہے کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ مثلا مظاہر کا
بھائی کسی کا غلام نہ تھا اور اُسنے بہ نیت ادائے کفارۂ ظہار اُسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہوگا اسواسطے کہ مول لینا اُسکا اختیاری فعل ہے بخلاف ارث کے کہ وہ فعل اختیاری
نہین یعنے اگر کوئی اپنے قرابت دار کو ارث مین پاوے اور نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو یہ اعتاق نہوگا
بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب گذر گیا و اعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجی اور آزاد کرنا اپنے نصف
غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہے کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اُسکا ذکر آویگا لا یجزی فائت جنس المنفعۃ لانہ
ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اُس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہو گئی ہو یعنے منفعت سمع اور بصر کی اور بولنا اور ہاتھ سے تھامنا اور پاؤن سے چلنا
کی اور عقل کی فوت ہو گئی ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہوگا اسواسطے کہ وہ حکم میت ہے اور معتبر فوت منفعت سے یہ ہے کہ بالکل منفعت فوت ہو نقصان منفعت کا
کفارہ مین ضرر نہ کریگا کاعمی و مجنون لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ ومریض لا یرجی برؤہ وساقط الاسنان غلام مفقود المنفعت جیسے
اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش مین آجاتا ہے تو اُسکا آزاد کرنا جائز ہے ہوشیاری کی حالت مین اور ایسا بیمار جسکی صحت کی امید نہ ہو
اور جسکے دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ یہ بلا چبانے پر قادر نہین والمقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید و رجل من جانب
اور جائز نہین وہ غلام جسکے دونون ہاتھ یا دونون ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونون پاؤن یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن ایک طرف سے کٹا ہو اسواسطے کہ ان

سو تو ان مین تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہے ومعتوہ مغلوب کافی اور جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یجزئ مدبر وام ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز تحریرہ جاز وھی حیلۃ الجواز لبعد اداء بعضہ شیئا اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اُس مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلا ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہین ہو گیا ادائے باقی سے سو اگر عاجز ہو گیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا بنیت کفارہ تو جائز ہے اور یہی عاجزی حیلہ ہے اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنے جس مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اُسکا مالک بہ نیت کفارہ اُسکو آزاد کیا چاہے تو اُسکی یہی تدبیر ہے کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اُسکی قیمت کے بواسطے جم جانے نقصان کے نصف اخیر مین یعنے ایک غلام کے دو مالک تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بنیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا تو نصف اخیر کی مملوکیت مین نقصان پڑ گیا یعنے دوسرا مالک اب اُسکو بیچ نہین سکتا لہذا اگر آزاد کرنیوالا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ نہ ادا ہوگا ہان اول اپنا حصہ آزاد نکرتا اور نصف باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ونصف عبدہ عن کفارتہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا للامر قبل التماس اور کفایت نہین کرتا ہے یعنے نصف غلام کو آزاد کرنا بنیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کر چکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہے اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہین فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی الجوہرۃ لہ عبد للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم فیحمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی نقل سو اگر ظہار کرنے والا نپاوے اُسکو جسکو آزاد کرے اگرچہ محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اُسکو بیچ کر اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہے غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ مین یون ہے کہ مظاہر کا ایک غلام ہے خدمت کیواسطے تو اُسکو ادائے کفارہ ظہار مین روزہ رکھنا درست نہین بلکہ اُسی غلام کو آزاد کرے مگر اُسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ رکھنا درست ہے جبکہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نسکے انتہی کلام الجوہرہ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اُسکا آزاد کرنا درست نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تاکہ کلام اسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر یکون کی مولی کیطرف پھیر دیجاوے تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت مین نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنے تاوقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح اس باب مین ثابت نہو احتمال اخیر نا مقبول ہے مترجم چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اسکی توجیہ معقول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے ولا یعتبر مسکنہ اور گھر اسکا معتبر نہین یعنے اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جسمین وہ رہتا ہے تو اُسپر اُسکا بیچنا اُسکی قیمت سے ادائے کفارہ ظہار کیواسطے غلام کا خرید کرنا ضرور نہین ہے کیونکہ مکان ضروریات مین داخل ہے تو اُسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال وعلیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزأہ الصوم والا فقولان اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو اور اتنا ہی قرض ہو ادا کر دے تو اُسکو صوم کفایت کرتا ہے اسواسطے کہ وہ اعتاق پر اب قادر نہین اور اگر قرض کو ہنوز ادا نہین کیا تو اسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی ہے اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہین ولو لہ مال غائب انتظرہ اور اگر اُسکا مال غائب ہو یعنے مثلا سفر مین ہو تو اُسکے حصول کا منتظر رہے جب آوے تو غلام خرید کرکے آزاد کرے ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام عن احدیہما ثم اعتق عن الاخری لم یجز وبعکسہ جاز اور اگر دو کفارے ہون یعنے دو عورتون سے ظہار کیا ہو اور اُسکے ملک مین ایک ہی غلام ہو سو اُسنے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارے سے غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہین لیکن کفارہ اعتاق بلاشک صحیح ہے اور بالعکس اسکے جائز ہے یعنے اگر اول آزاد کرے اور دوسرے کفارے مین روزے رکھے تو درست ہے اسواسطے کہ عدم قدرت مین صوم کافی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین بالہلال ولو ثمانیۃ وخمسین یوما والا فستین یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ دو مہینے کے اٹھاون دن ہون چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور دو مہینہ دوسرا مہینہ اُنتیس ۲۹ دن کا ہو تو اٹھاون دن کے روزے کفایت کرینگے

اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہیں کیا تو دو مہینے کے ساتھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی آخر الیوم الآخر لزمہ العتق اور اگر قادر ہوگیا غلام آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن میں تو لازم ہوگا اسپر آزاد کرنا یعنے ساٹھویں دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو یہاں پایا نہ گیا تو یہ صوم اسکا نفل ہوگیا اسپر واجب ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے واتم یومہ ندبا ولا قضاء لو افطر لانہ صار نفلا اور مستحسن ہے کہ صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے تو اسپر قضا واجب نہیں اگرچہ یہ صوم نفل ہوگیا یعنے جب افطار صوم نفل سے قضا واجب ہے لیکن اس صورت میں باوجود نفل ہونے کے قضا واجب نہیں اسواسطے کہ شروع صوم بقصد نفل نہ تھا لہذا نہ اسکی قضا واجب ہے نہ اتمام لیکن اشباہ میں ہے جبکہ بوجہ قدرت اعتاق کے فی الفور صوم کو قطع کردیا اور اگر بعد قدرت اعتاق کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہوگیا اب اسپر اتمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہوچکا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی متتابعین قبل المسیس لیس فیہما رمضان وایام نہی عنہ صومہا دو مہینے پے در پے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم ہو جنمیں رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم منع ہے نہ واقع ہوں اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان میں آجاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ میں تتابع نہ رہا انقطاع ہوگیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بنیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح ہوگا اسیطرح درمیان میں آنا رمضان کا مانع ہے تتابع کا اسیطرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کا وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع اسیطرح جس صوم میں لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان اور ایام منہیہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارۂ قتل میں اور کفارہ افطار میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معین جسمیں تتابع مشروط کرلیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح فان افطر بعذر کسفر ونفاس بخلاف حیض الا اذا ایست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے جیسے بسبب سفر یا نفاس کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہیں کفارہ قتل اور کفارہ فطار میں اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہیں پا سکتی جو حیض سے خالی ہوں مگر جبکہ عورت کا بسبب پیری کے حیض منقطع ہوگیا ہو اور اسنے مثلاً کفارہ فطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اسکو پھر سرے سے روزہ رکھنا پڑیگا اور کفارہ ظہار میں حیض اور نفاس کا ذکر ہی اسے خود نہیں اسواسطے کہ یہ کفارہ سوا مرد کے عورت پر واجب نہیں ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اسکو بھی ذکر کردیا او بغیرہ او وطیہا ای المظاہر منہا اما لو وطی غیرہا وطیا لایفسد الصوم لم یضر اتفاقا کالو وطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اسی عورت سے جس سے ظہار کیا ہے وطی کرے لیکن اگر اس عورت کے سوا اور دوسری سے ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنے رات میں یا دن کو سہو سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کی کفارہ کو مضر نہیں باتفاق طرفین اور اسی کے نزدیک جسکی وطی کرنا کفارۂ قتل میں مضر نہیں فیہما ای الشہرین مطلقا لیلا او نہارا عامدا او ناسیا کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن ملک باللیل غلط لکن فی القہستانی انہا قید لہ فتنبہ اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے کسیطرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھول کر چنانچہ یہ اطلاق صحیح ہے مختار وغیرہ میں اور قید لگانا ابن ملک کا وطی شب میں ساتھ عمد کے غلط ہے یعنے یہ جو ابن ملک نے کہا ہے کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ ہے اور سہواً مضر نہیں یہ قول غلط ہے بلکہ عمداً اور سہواً مطلقاً مضر ہے اور بعض کتابوں میں وطی لیل میں عمد کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ میں تصریح ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی میں وہ قول ہے جو مخالف ہے بحر الرائق کے تو خبردار ہونا چاہیے قہستانی نے یوں کہا ہے کہ اگر مظاہر منہا سے شب کو عمداً وطی کرے تو ابتداءً صوم کرے چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور تحفہ میں ہے اسکے سوا اور کتابوں میں یوں ہی ہے اور فقط اسبیجابی کے قول جو شرح طحاوی میں یوں لکھا گیا ہے کہ وطی لیل میں عمد اور نسیان برابر ہے لائق نہیں کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام میں قید اتفاقی پر محمول کیجیے چنانچہ صاحب کفایہ اور اسکے تابعین نے کیا ہے حالانکہ صاحب نہایہ نے اسکی طرف التفات نہیں کیا انتہی کلام القہستانی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی میں ابن ملک کے موافق ہوگیا اور جو تقیید کی عبارتیں قید اتفاقی پر محمول ہیں اُنسے استدلال کرتا ہے اور حالانکہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے کہ عمد اور نسیان دونوں برابر ہیں چنانچہ مختار اور

ہدایہ

اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسپر شاہد ہین کذا فی حاشیۃ المدنی استانف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ لاطلاق
النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر وصیام یعنے اگر کفارہ ظہار مین بعذر یا بلا عذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اندر
کرے صوم کا نہ اطعام کا یعنی پھر سرے سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہین اگر درمیان اطعام کے اُسی عورت سے وطی کرے بسبب مطلق ہونے نص
قرآنی کے اطعام مین اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام مین یعنے حقتعالی نے کفارہ اطعام مین قبل مساس کے قید نہین لگائی اور وطی مفسد اطعام نہین اور اعتاق اور
صیام مین قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہے تو استیناف لازم ہوا والعبد ولو مکاتبا او مستسعی ھکذا الحر المحجور علیہ بالسفہ علی المعتمد
اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جسکے مالک نے مثلا نصف آزاد کر دیا ہو باقی کی خلاصی کیواسطے اُس سے محنت مزدوری کرواتا ہو اور اسیطرح وہ حر ہے جسکے تصرف
مالی کو اُسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنے بموجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت نہین کرتا مگر
صوم مذکور یعنے دو مہینے پے در پے روزے رکھنا کفارہ ظہار مین واجب ہے غلام اور مکاتب اور حر محجور علیہ کو اور اُس غلام کو جو پورا آزاد نہین اور بسبب عدم قدرت کے انکو اعتاق
اور اطعام نہین ہے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے قاعدہ یہ ہے کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہے اور کفارہ بھی عقوبت ہے لازم یون تھا کہ کفارہ عبد کا نصف
ہوتا کفارہ حر سے یعنے ایک مہینہ کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آئیندہ قول مین دیا ہے ولم یتنصف لما فیہا من معنی العبادۃ
اور کفارہ غلام کا آدھا نہوا اسواسطے کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہے یعنے ہر چند کفارہ مین مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونون ہین لیکن عبادت مین غلبہ ہے
اور حالانکہ عبادت مین تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلوۃ مین اسیطرح کفارات مین ولیس للسید منعہ منہ اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنے کا
اسواسطے کہ یہ منجملہ حقوق نکاح کے ہے جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اُسکے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سے روک سکے ولو
اعتق السید عنہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اھلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی قیل ندبا وقیل وجوبا کفارہ ظہار مین اعتاق اور اطعام غلام کا
کفایت نہین کرتا اگرچہ اُسکا مالک اُسکی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ یہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنے اعتاق اور اطعام
بدون ملک کے نہین ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اُسکو تملیک کرے مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہے یعنے اگر غلام باجازت مولی حج کا احرام
کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نجا سکے تو مولی اُسکی طرف سے اطعام کرے یعنے قربانی کا جانور اُسکی طرف سے حرم مین بھیجے کہ وہان ذبح کر کے تصدق ہو بعضے علما نے
کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولی پر مستحب ہے اور بعضون نے کہا کہ واجب ہے ہم اطلاق اطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہے شارح نے اسمین صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہے فان
عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برءہ او کبر اطعم ای ملک ستین مسکینا ولو حکما ولا یجزئ غیر المراھق بدائع سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی
بیماری کے کہ توقع نہین اُسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو اطعام دے یعنے طعام کا مالک کر دے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو
ساٹھ دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہین کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنے اطعام اُس صغیر کا جو قریب البلوغ نہین کافی نہین کالفطرۃ
قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص اذ العطف للمغایرۃ ہر مسکین کو دے مانند صدقہ فطر کے مقدار مین اور مصرف مین کما مر فی الزکوۃ یعنے اگر گیہون سے
دے تو نصف صاع دے اور اگر جو اور کھجور سے دے تو پورا صاع دے یا اُسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنے اگر گیہون اور کھجور اور جو کے سوا اور کوئی اناج دے تو قیمت
کا اعتبار ہے تو اگر ربع صاع چاول کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہے یا دو صاع باجرا برابر ہوا ایک صاع جو کے یا نصف صاع کھجور کے تو درست ہے
اسواسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہے مغائرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کھجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ اعتبار قیمت
کا غیر منصوص مین ہے اور گیہون اور کھجور تو دونون منصوص ہین انمین اعتبار قیمت کا صحیح نہین وان اراد الاباحۃ فغداھم وعشاھم او غداھم واعطاھم
قیمۃ العشاء او عکسہ او اطعمہم غداءین او عشاءین او عشاء وسحورا واشبعہم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ لا بر اور کفارہ

دینے والا محتاجون کو تملیک طعام نہ کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلا دے یا دن چڑھتے انکو کھلا دے
اور دن ڈھلتے وقت کھانے کی قیمت دے یا اسکے بالعکس کرے یعنے اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلا دے یا انکو دو روز دن چڑھتے کھلا دیا دو روز دن ڈھلتے کھلا دے
یا دن ڈھلتے اور سحر کے وقت کھلا دے لو پیٹ انکا بھر دے خلاصہ یہ ہی کہ اگر ساٹھ محتاجون کو دو وقت آسودہ کرکے کھلا دے تو جائز ہی بشرطیکہ سالن ہو جو اور جوار
کی روٹی کے ساتھ نہ گیہون کی روٹی کے ساتھ یعنے گیہون کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہین کہ اسمین بدون سالن بھی آسودگی ہوتی ہی بخلاف جو اور
جوار کے کہ انمین بدون سالن کے پیٹ نہین بھرتا ہم تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہ فرق ہی کہ تملیک طعام مین محتاج مالک ہوتا ہی طعام کا جو چاہے سو کرے
اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہین طعام کا کچھ اسمین تصرف نہین کر سکتا فقط کھانے کا اسکو اختیار ہی اور اباحت طعام مین مقدار طعام کی کچھ مقرر نہین نصف صاع
مین آسودہ ہو جاے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجة چنانچہ یہ بھی جائز ہی کہ اگر
طعام دے ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہی بسبب تجدد حاجت کے یعنے ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہی تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ عنقریب یہ کو ہو چکا ولو اباحة
کل الطعام فی یوم واحد اجزأه عن یومہ ذلک فقط اتفاقا اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کریگا ایک دن مین تو فقط اسی ایک
دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنے ظاہر یہ ہے کہ ساٹھ محتاج کا طعام دینا اور واجب تھا وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی
لفقد التعدد حقیقة وحکما اور اسیطرح جبکہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چند بار ایک دن مین بنا بر قول اصح کے ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے یعنے ایکدن مین ایک شخص کو ساٹھ
کو دینا کفایت نہین کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی اور حکمی کے نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غیرہ ان یطعم عنہ عن
ظہارہ ففعل الغیر ذلک صح وهل یرجع ان قال علی ان ترجع علیّ رجع وان سکت ففی الدین یرجع اتفاقا وفی الکفارة والزکوة لا یرجع علی المذهب
امر کیا مظاہر نے کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہ صحیح ہی یعنے کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا اور غیر آدمی
بقدر الطعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر مظاہر نے ڈالنے کے وقت یون کہا تھا کہ مجھسے لے لیجو تو لیوے اور اگر مظاہر چپ ہو رہا تھا تو دین مین یعنی ادا
قرض مین بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوة مین نہ لے بنا بر ظاہر مذہب کے وصحت الاباحة بشرط الشبع فی طعام الکفارات سوی القتل وفی الفدیة
لصوم وجنایة حج چنانچہ صحیح ہی مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سواے کفارہ قتل کے اسواسطے کہ کفارہ قتل مین طعام کا حکم نہین اور اباحت
صحیح ہی فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین صوم فدیہ سو شیخ فانی پر ہی عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے بحالت تملیک مین اور بقدر سیری کے بحالت اباحت مین اور جنایت احرام
کے مثل ایسا کوئی امر ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اسکو پیٹ بھر کھلا دے یا تین روزے رکھے وجاز الجمع بین الاباحة
والتملیک اور جائز ہی جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلا دے اور دوسرے وقت کے کھانے کی قیمت دے یا تیس محتاجون
کو بطور اباحت کے کھلا دے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہون تملیک کرے دون الصدقات والعشر نہ صدقات اور عشر مین یعنے زکوة اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح
نہین بلکہ تملیک انمین ضرور ہی والضابط ان ما شرع بلفظ الطعام جاز فیہ الاباحة وما شرع بلفظ ایتاء واداء شرط فیہ التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت
اور عدم اباحت کا یہ ہی کہ جو بلفظ اطعام اور طعام مشروع ہی تو اسمین اباحت جائز ہی اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہی تو اسمین تملیک مشروط ہی تو کفارہ ظہار اور کفارہ
یمین مین اور کفارہ افطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہی اور اطعام عبارت ہی تمکین سے یعنے طعام پر محتاج کو قادر کر دینا خواہ
با اباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوة وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہی اور ایتا اور ادا بمعنی دینے کے ہی لہذا انمین تملیک شرط ہی اباحت کافی نہین حرر عبیدین
عن ظہارین من امرأة او امرأتین ولم یعین واحدا لواحد صح عنہما وکذا فی الصحة الصیام اربعة اشہر والاطعام مائة وعشرین
معتقا الا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونون ظہار ایک عورت سے کیے ہو یا دو عورتون سے اور مظاہر نے معین اور مقرر نہ کیا

فرق درمیان اباحة و تملیک ۱۲

کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے یعنے یوں تعیین نہ کی کہ یہ غلام اول ظہار کیواسطے ہے اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لئے ہے تو یہ اعتاق دونو ظہار کیطرف سے صحیح ہے اور ماسی کے مثل ہے صحت میں روزے رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور اطعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنے دونو ظہار چونکہ متحد الجنس ہیں لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہیں ہے اور بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہے بخلاف اختلافہ الا ان ینوی بکل کلا فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارہ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارہ قتل ہے اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین کے آزاد کرے تو صحیح نہوگا جبتک کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کیواسطے مقرر کریگا اسواسطے کہ کفارات مختلف الجنس ہیں یہ اعتاق صحیح نہیں مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہے ہر چند ایں بسبب غلام یعنے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور رفع ابہام نہیں لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہیں کذا فی المحیط اور طحطاوی نے کہا کہ یہ متبادر ہوتا ہے کلام شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہیں بلکہ وہی مراد ہے جو مذکور ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار میں یوں مصرح ہے کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کرکے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او صام عنہما شہرین صح عن احدہما ولہ ان یجعلہا عن التی شئت منہما دون الاخری اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ رکھا تو یہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا اس ایک ظہار کیطرف سے جسکو مظاہر مقرر کرے یعنے مظاہر کو اختیار ہے کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے اور مظاہر کو وطی اس عورت کی درست ہے جسکی ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظہار وقتل لا یصح لما مر ولو حرر کافرۃ فتصح عن الظہار استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارہ قتل سے تو یہ اعتاق صحیح نہیں کسی کفارہ سے جبتک کہ کافر غلام کو نہ آزاد کرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہ اعتاق صحیح ہوگا کفارہ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کیواسطے کفارہ قتل کے یعنے کفارہ قتل میں غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہے تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہو جاویگا اسواسطے کہ ظہار میں اعتاق مسلم اور کافر دونو کا درست ہے پس کفارہ ظہار اور کفارہ قتل میں اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اسواسطے صحیح نہیں کہ یہ دونو کفارہ مختلف الجنس ہیں تعیین نیت ضرور ہے چنانچہ اسکا بیان سابق میں مذکور ہو چکا اطعم ستین مسکینا کلا صاعا بر دفعۃ واحدۃ عن ظہارین کما مر صح عن واحد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن لم یصح ای عنہما خلافا لمحمد ورجحہ الکمال طعام دیا ساٹھ محتاج کو ہر ایکسکو ایک صاع گیہوں یکبارگی دو ظہار کیطرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کئے ہوں یا دو عورتوں سے جیسا کہ سابق میں مذکور ہو چکا تو یہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سے اسیطرح لفظ صح کا ہے مصنف کی شرح کے نسخوں میں اور اون متن کے نسخوں میں جو شرح سے علیحدہ ہیں لم یصح کا لفظ ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں کا دینا دو ظہار کی طرف سے صحیح نہیں بلکہ ایک ظہار سے درست ہے برخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک دونو ظہار کیطرف سے صحیح ہے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں ہم ترجمہ گیہوں کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین او محمد کا ایک صاع گیہوں اور دو صاع جو اور کھجور میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے ایکبار کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہوں دو بار کرکے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونو ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دو بار دو دنون میں کہ اسواسطے کہ ایکدن میں چند بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہیں کرتا چنانچہ مذکور ہو چکا وعن افطار وظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببہ لغو وفی المختلف سببہ مفید اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں دیا یکبارگی کفارہ افطار اور کفارہ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونو کفارون سے بالاتفاق شیخین اور محمد کے اور اصل یہ ہے کہ جس جنس کا سبب متحد ہو اسمیں تعیین کی نیت لغو ہے اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہے اسمیں تعیین کی نیت مفید ہے لغو نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اتحاد جنس عبارت ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہے اختلاف سبب سے تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہیں اسواسطے کہ انکا سبب ایک ہی ہے یعنے ظہار تو دو کفارہ ظہار میں جب تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہے کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرلے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہے تو اسمیں تعیین نیت لغو نہیں بلکہ مفید معتبر ہے لہذا دونو صحیح ہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور اور افلاس میں کفارہ دینے کا وقت معتبر ہے یعنے وقت وجوب

کفارہ معتبر نہیں بلکہ کفارہ دینے کے وقت مقدور ہے تو روزہ رکھنا جائز نہیں اگرچہ وقت وجوب کفارہ وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے وقت مفلس ہے تو روزہ رکھنا درست ہے اگرچہ وقت وجوب کفارہ اسکو مقدور تھا ﴿ولو اطعم مائة وعشرين في يوم لم يجز الا عن نصف الاطعام فيعيد على ستين منهم غداء او عشاء في يوم آخر للزوم العدد وعدم المعتاد﴾ کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن میں ایک وقت تو کفایت نکریگا مگر نصف الطعام سے تو دوبارہ کھانا کھلاوے ان میں سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اگرچہ دوسرے دن کھلاوے تو بھی درست ہے اعادہ الطعام ضرور ہے بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھ مقدار کے یعنے اباحت طعام میں ساٹھ محتاجون کا شمار اور دو وقت کھلانیکی مقدار لازم ہے تو ساٹھ محتاجونکا شمار ایک سو بیس کے ضمن میں تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار الطعام یعنے دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو ایک بار اور کھلانا لازم ہوا ﴿ولم يجز اطعام فطيم ولا شبعان﴾ اور کفارہ ظہار میں جائز نہیں کھانا کھلانا اس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہے اور شکم سیر کا یہ مضمون مکرر ہو گیا اسواسطے کہ اسی باب میں بدائع سے مذکور ہو چکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہیں تو اسمین دودھ چھوڑنیوالا لڑکا بھی داخل تھا اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ محتاجون کا پیٹ بھر دینا شرط ہے حالانکہ شکم سیر میں یہ حاصل نہیں تو اسکا کھلانا بھی جائز نہیں

باب اللعان

یہ باب ہے لعان کا ﴿هو لغة مصدر لاعن كقاتل من اللعن هو الطرد والابعاد سمي به لا بالغضب للعنه نفسه قبلها والسبق من اسباب الترجيح﴾ لعان باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہے یعنے لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہے اور لعن عبارت ہے ہانکنے اور دھتکارنے اور دور ڈالنے سے یعنے رحمت الہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی یہ لعان ہوا نہ بغضب حالانکہ لعنت اور غضب دونو لعان میں مذکور ہوتے ہیں بسبب لعنت کے ذکر کے اپنی ذات کو قبل غضب عورت کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہے اور حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق میں اترا حق تعالی فرماتا ہے سورہ نور میں کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگاویں اور کوئی گواہ نہو سوا انکی ذاتون کے تو عیب لگانیوالا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کی لعنت اس پر اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت سے مار یون ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اسکا زوج جھوٹا ہے اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اس پر یعنے عورت پر اگر مرد سچا ہو ﴿وشرعا شهادات اربعة كشهود الزنا مؤكدات بالايمان﴾ اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیون سے مانند شہود زنا کے یہ گواہیان جو مؤکد اور مستحکم ہون قسمون سے اسواسطے کہ لفظ اشہد کا متشابہ یقینی اور قسم پر محتوی ہے چنانچہ اسکو فقہانے کتاب الشہادۃ میں ذکر کیا ہے اور در المنتقی میں کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہیں جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت میں کذا فی حاشیة المدنی ﴿مقرونة شهاداته باللعن وشهاداتها بالغضب لانهن يكثرن اللعن فكان الغضب ادرع لهن﴾ اور پانچوین گواہی مرد کی مقرون بلعنت ہو اور عورت کی پانچوین گواہی مقرون بغضب ہو عورت کو لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو میں اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی عادت ہوئی اس سے وحشت اور خوف کم ہو جاتا ہے تو غضب کا لفظ انکے واسطے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا ﴿قائمة شهاداته مقام حد القذف في حقه وشهاداتها مقام حد الزنا في حقها اي اذا لاعنا سقط عنه حد القذف وعنها حد الزنا لان الاستشهاد بالله مهلك كالحد بل اشد﴾ مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد قذف کے اسکے حق میں اور عورت کی گواہیان قائم مقام حد زنا کے اسکے حق میں یعنے جبکہ دونو نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنے تہمت زنا لگانے کی ساقط ہو گئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹ میں اللہ کو گواہ کرنا ہلاک ہے مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہے اسواسطے کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑتی ہے بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہے اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا میں تکلیف ہے اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونو میں تکلیف ہے ﴿وشرطه قيام الزوجية وكون النكاح صحيحا لا فاسدا﴾ اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہے اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ ثلاثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہیں بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے ﴿وسببه قذف الرجل زوجته قذفا يوجب الحد في الاجنبية خصت بذلك لانها هي المقذوفة فتعلمها شروط الاحصان﴾ اور سبب لعان کا تہمت لگانا مرد کا اپنی زوجہ کو

ایسی تہمت ہو کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی تہمت لگا دے تو مرد پر حد واجب ہو یعنے عورت آزاد مسلمان پاک دامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوے پر گواہ نہوں اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بلفظ مذکور کی اسواسطے ہوئی کہ تہمت اُسی پر لگی ہے تو شروط احصان کے اُسکے واسطے پورے چاہئیں ورکنہ شہادات مؤکدات بالایمان مقرونۃ باللعن اور لعان کا رکن گواہیاں ہیں جو موکد بقسم و لعن ہوں وحکمہ حرمۃ الوطی والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل التفریق بینہما لحدیث المتلاعنان لا یجتمعان ابدا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہے باہم لعنت کرنیکے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنے بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہے اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سے ہے وجوب تفریق ہے اور وقوع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا تا عدت دارقطنی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان یعنے زوجہ اور زوج لعان کرنے والے جب جدا ہوں تو مجتمع نہوں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد میں کچھ مضائقہ نہیں یعنے ہر چند قوی نہیں لیکن لائق عمل کے ہے اور حضرت عمر اور علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبدالرزاق نے روایت کی کہ یہ سنت جاری ہے کہ لعان کرنے والے کبھی مجتمع نہوں یعنے جبتک لعان کی حقیقت پر اصرار کریں تو بالاتفاق آپس اتفاق کا ہی نہیں ہو سکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کریں تو بعد طلاق بائن واقع ہونیکے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واہلہ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم اور اہل لعان کا وہ ہے جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہے یعنے حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہیں وصح قذف بصریح الزنا فی دار الاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی العفیفۃ عن فعل الزنا وتہمتہ بان لم توطا حراما ولو مرۃ بشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب سو جسنے عیب لگایا صریح زنا کا دار الاسلام میں اپنی زندہ زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہے بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت میں عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاک دامن ہے فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اسطرح پر کہ اُس سے کسی نے حرام وطی نکی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کے اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اسطرح کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہو ہم قیود مذکورہ سے معلوم ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ و متہمہ سے لعان ساقط ہے وصلحا لاداء الشہادۃ علی المسلم فخرج نحو قن وصغیر ودخل الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہوں مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل ہو گیا اس قید میں اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ دونو اہل ہیں ادائے شہادت کے او نفی نسب الولد منہ او من غیرہ یعنے نسب لڑکے کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنے یوں کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہے میرا نہیں اور نہ اسکے زوج سابق کا وطالبتہ او طالبہ الولد المنفی بہ ای بموجب القذف وہو الحد عند القاضی ولو بعد العفو او التقادم فان تقادم الزمان لا یبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اُس سے ولد منفی النسب نے اسکا جو قذف سے واجب ہوتا ہے یعنے عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق اللہ ہے تو عورت کے عفو سے عفو نہیں ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہیں اسواسطے کہ زیادہ مدت گذر جانا حق کو باطل نہیں کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد میں کذا فی الجوہرہ ہم لعان میں مطالبہ اسواسطے مشروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو لعان نہ ہوگا اسواسطے کہ لعان حق ہے عورت کا تا کہ اپنی ذات سے دفع عار کرے والافضل لہا الستر و للحاکم ان یامرہا بہ اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہئے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنے عورت کو پردہ پوشی مناسب ہے تا کہ بدکاری مشہور نہو لاعن خبر لقذف ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکر ولا بینۃ لہا لم یستحلف وسقط اللعان لفظ لاعن کا خبر ہے قذف کی یعنے جو اپنے زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگاوے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو یا اسکا قذف گواہی سے ثابت ہو گیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہوں تو مرد سے قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہوگا چنانچہ کتاب الدعوے میں آویگا فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی

ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغ گوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنے اسّی کوڑے فَاِنْ لَاعَنَ لَاعَنَتْ بعدہٗ لانہ المدعی فلو بدأت
بِلِعانِہا اَعادتْ فلو فرّق قبل الاعادۃ صحّ لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہے تو اسکی تقدیم
چاہیئے پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرالے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترکیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کردے دونوں میں قبل
اعادہ عورت کے تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کے یعنے تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہوچکا کذا فی الاختیار ولا حُبِسَتْ حتی تلاعن او تصدقہ فینتفی
بہ اللعانُ اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق کریگی
تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تُحَدُّ وان صدقتہ اربعاً لانہ لیس باقرار قصداً اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاویگی
اگرچہ مرد کی چار بار تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصداً بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہے کہ اسکو لعان نہ کرنا پڑے ولا ینتفی النسب لانہ حق
الولد فلا یصدقان فی ابطالہ اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب لڑکی نفی نہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو زوجین
کی تصدیق نہوگی اسکے ابطال حق میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حُبِسَا وحملہ فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأۃ اور اگر بعد نالش کے زوجین
نے لعان سے انکار کیا تو دونو قید کئے جاوینگے اور محمول کیا ہے حبس زوجین کو بحر الرائق میں اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کردیا ہو تو بعد معافی کے دونو
محبوس نہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہوچکا واستشکل فی النہر حبسَہا بعد امتناعہ لعدم وجوبہ علیہا حینئذٍ اور مشکل جانا ہے
نہر الفائق میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب واجب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت میں یعنے جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہیں تو
اسوقت میں اسکی حبس کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہ ہے کہ یہ جو بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے انمیں حبس زوجہ
کی کیا وجہ اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہیں شیخ محشی محقق نے اس اشکال کا یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہیں کہ دونوں نے ان واحد
میں امتناع کیا تا دونو کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر واحد عند الطلب لعان نکریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے بعد قذف کے ہوگا اور
زوجہ سے بعد لعان زوج کے ۔ اذا لم یصلح الزوج شاہداً لرقّہ او کفرہ وکان اہلاً للقذف ای بالغاً عاقلاً ناطقاً حُدَّ لانّ الاصل ان اللعان اذا سقط لمعنی من
جہتہ فلو القذف صحیحاً حُدَّ والّا فلا حدّ ولا لعانَ اور جبکہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونیکی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنے بالغ و عاقل اور
بولتا ہو تو اسپر قذف کی حد ماری جاوے اور اصل اسکی یہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنے شروط قذف کی جامع ہے تو مرد پر حد ماری جاویگی
اور اگر قذف کی شروط حاصل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہے یا دیوانہ ہے یا گونگا ہے تو حد ہے نہ لعان وان صلح شاہداً والحال انہا ہی لم تصلح ممن لا یحد قاذفہا
فلا حدّ علیہ کما لو قذفہا اجنبیّ ولا لعانَ لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسماً لہذا الباب ہذا نصیح بما فہم اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونیکی
رکھتا ہو اور حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہیں یعنے صغیرہ ہے یا دیوانی ہے یا عیب لگانیکی مار کھاچکی ہے اور ایسی زوجہ نہیں جسکے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماری جاوے
یعنے عفیفہ نہیں زانیہ ہے تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہیں چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاویگا تو اسپر بھی حد نہیں اور زوج پر جیسا کہ
حد نہیں ویسی لعان بھی نہیں اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہیں تو اسکا قائم مقام بھی نہیں لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی واسطے سد باب کے یعنے تعزیر اسواسطے
ہے تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہوجاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا یعنے عدم حد اور لعان تصریح ہے اسکی جو اسکے قول سابق سے مفہوم ہوچکا تھا یعنے من تقذف
زوجتہ العفیفۃ الخ ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا وہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او اعتقت فلا حدّ ولا لعانَ زیلعی اور معتبر ہے محصنہ
ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہے نہ لعان
کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہے نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونیکے زوج سے قذف صادر نہیں ہوا کہ حد ہو یا لعان ویسقط اللعان ٤.

بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجہا بعدہ لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنے بعد قذف کے جب لعان مرد پر واجب ہوا پھر اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہو گیا پھر لعان عود نکریگا اسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی زوجیت وہ نہیں پھرتی یعنے بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہو گیا اسواسطے کہ زوجہ منقطع ہو گئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اُس سے نکاح کریگا تو بھی حکم لعان نہ عود کریگا وکذا یسقط بزناھا ووطئہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود لو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اُسکی شبہ کی وطی سے اور اُسکے مرتد ہونے سے اور عود نہیں کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف کی موت سے اور اسکے غائب ہونے سے یعنے اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مر جاوین یا غائب ہو جاوین تو لعان ساقط ہوگا لا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد اور ساقط نہیں ہوتا لعان اگر اندھا ہو جاوے شاہد یا مرتد ہو جاوے ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود فلا لعان لاسنادہ لغیر محلہ اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ سے کہ تونے زنا کیا جب کہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اُسکا معلوم ہے تو لعان نہیں اسواسطے منسوب ہونیکے زنا کے بغیر اپنے محل کے یعنے لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل حیث تلاعنا لاقتصاره فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تونے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تونے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی چالیس برس سے کم ہے مثلا بیس یا تیس برس کی ہے اسواسطے کہ اب زوجین لعان کرینگے واسطے کوتاہ کرنے زوج کے قذف کے وقت پر کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ زنا قبل ولادت عورت کے متصور نہیں نہ حقیقۃ نہ مجازا تو چالیس برس کا ذکر لغو ہو گیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہ گیا اور یہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما نطق النص الشرعی من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار بار کہے کہ میں اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں اُسکی طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچوین بار کہے کہ خدا کی لعنت اُسپر اگر وہ جھوٹا ہو اُسکی طرف زنا کی نسبت میں اور ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار بار کہے کہ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچوین بار کہے کہ اللہ کا غضب اُسپر یعنے عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کی طرف زنا کی نسبت کرنے میں بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ لعنت دو قسم ہے ایک رحمت الٰہی سے دور کرنا ایسی لعنت کافرونکے مخصوص ہے مسلمانوں کے حق میں ہرگز جائز نہیں دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور کرنا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان میں کذا فی حاشیۃ المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی وقع اللعان عندہ ویفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ شمنی پھر اگر لعان کیا دونوں نے اگرچہ چار بار نہیں بلکہ اکثر بار یعنے تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہو گی یعنے نکاح ٹوٹ جاویگا بسبب جدا کرنے حاکم کے یعنے فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہو گی لہذا دونو باہم وارث ہونگے قبل تفریق اُس حاکم کے جسکے سامنے لعان واقع ہوا ہے اور حاکم جدائی کر داوے اگرچہ دونو جدائی سے راضی نہوں اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ لعان کرنیوالے کبھی ملاپ نہین کذا ذکرہ الشمنی ولو زالت اہلیۃ اللعان فان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہے کہ اسکا دور ہونا متوقع ہے جیسا کہ جنون تو حاکم دونو کو جدا کر دے اور اگر مزیل اہلیت کا متوقع الزوال نہیں جیسا کہ زوج نے اپنی تکذیب کی یا دونوین سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اُسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین میں سے کوئی گونگا ہو گیا تو ان صورتوں میں حاکم زوجین میں تفریق نکرے بسبب باقی رہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدہما ووکل بالتفریق فرق تاتارخانیۃ ومفادہ انہ اذا لم یوکل ینتظر اور اگر دونوں نے لعان کیا پھر ایک اُنمیں سے غائب ہو گیا قبل تفریق کے اور کسیکو اپنا وکیل کر گیا تفریق کے واسطے تو حاکم حکم تفریق کا کرے کذا فی التاتارخانیۃ اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسیکو وکیل اپنا نکر جاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنیکا اسواسطے کہ قضا علی الغائب درست نہیں

اور یہ تقریر صاحب نہرالفائق کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبله الحاکم الثانی خلافاً لمحمد اختیار و پھر اگر بعد لعان کے
حاکم نے تفریق نکی یہانتک کہ حاکم معزول ہوگیا یا مرگیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کرائے اور تفریق کرے یعنے حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق کرنا نہین چاہئے
بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک اعادہ لعان شرط نہین تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار ولو اخطأ الحاکم ففرق بینهما بعد وجود الاکثر من کل منهما
صح ولو بعد الاقل لا ای ثلثة او مرة نفذ کا اور اگر چوک گیا حاکم سو اُسنے تفریق کردی دونوں مین بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنے تین تین لعان کے بعد حاکم نے تفریق کردی
تو صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر بجا کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنے ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اُسنے کردی تو یہ تفریق صحیح نہین ہے اسواسطے کہ اقل کالعدم ہے ولو
فرق بعد لعانه قبل لعانها نفذ لانه مجتهد فیه تاتارخانیه وقیده فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما هو فلا ینفذ
اور اگر تفریق کردی حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ اس مقام مین اختلاف مجتہدین ہے یعنے حضرت
امام اعظم کے مذہب مین تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہرالفائق اور بحرالرائق کے اندر اسمین قید لگائی ہے غیر قاضی
حنفی کی یعنے اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہوگی خواہ زوجین حنفی ہون یا شافعی اور اگر حنفی مذہب
قاضی ایسی تفریق کریگا تو نافذ نہوگی اسواسطے کہ مقلد قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہین و حرم وطئها بعد اللعان قبل التفریق لما مر ولها نفقة
العدة اور حرام ہے وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اُس حدیث کے جو مذکور ہوگئی یعنے متلاعنین مین اجتماع نہین اور نفقہ عورت کی عدت کا مرد
پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد نفی الحاکم نسبه عن ابیه والحقه بامه بشرط صحة النکاح وکون العلوق فی حال
یجری فیه اللعان حتی لو علق وهی امة او کتابیة فعتقت واسلمت لا ینتفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زندہ ولد کی نفی
کرکے تو حاکم ولد کے نسب کو اُسکے باپ سے نفی کرے اور اُسکی ماں سے اُسکو ملاوے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اس حال مین جسمین لعان
جاری ہوسکتا ہے یہانتک کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہوگئی تو اس صورت مین ولد کی نفی نہوگی بسبب عدم تلاعن کے
ف صحت نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطین ہین نفی ولد کی تو نکاح فاسد مین نفی ولد سے لعان نہوگا اور نسب کی بھی نفی نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر
والبحر واما شروط التی فستة مبسوطة مذکورة فی البدائع دیکھو اور نفی ولد کی شرطین تو چھ ہین تفصیل مذکور ہین بدائع مین اور کچھ شرطین نفی ولد کی اسی باب مین
عنقریب آوینگی ہم شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحةً یا دلالةً چوتھی حیات ولد چنانچہ مسئلہ سابق
مین اُسکی تصریح ہو چکی پانچوین یہ کہ بعد تفریق کے اُسی حمل سے دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹی یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً نہ حکم ہوگیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فان
اکذب نفسه ولو دلالة بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبه حد للقذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحةً تکذیب نکی
دلالةً کی اسطرح کہ جس ولد کی نفی کرچکا تھا سو مال چھوڑ کر مرگیا سو اُسکی نسب کا اُسنے دعوے کیا تو اُسکو حد قذف کی ماری جاوے گی وله بعد ما اکذب نفسه
ان ینکحها بعد الحد اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہ کہ نکاح کرے اُس عورت سے بعد حد قذف کی اُسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے لعان
باقی نہین تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہوگئی وکذا ان قذف غیرها فحد او صدقته او زنت وان لم تحد لزوال العفة والحاصل ان له
تزوجها اذا خرجا او احدهما عن اهلیة اللعان اور اسیطرح نکاح کرلینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اُسپر حد قذف کی ماری گئی
یا عورت نے قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اُسپر حد زنا نہوئی ہو یہ نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کرلینا
بعد لعان کے جائز ہے جبکہ دونو یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او احدهما وکذا لو طرأ ذلک الخرس بعده ای اللعان قبل التفریق
فلا تفریق ولا حد لدرئه بالشبهة مع فقد الرکن وهو لفظ اشهد ولذا لا یلاعن بالکتابة اور لعان نہین اگر زوجین گونگے ہون یا ایک اُن مین سے

ف قضاء قاضی بر خلاف مذہب خود غیر نافذ

ف [illegible]

کوئی گونگا ہو اگرچہ یہ گنگی پیدائشی نہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہو گئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب تفریق ہو گی نہ حد واسطے ٹل جانے حد کے بسبب شبہہ کے ساتھ گم ہونے رکن لعان کے یعنے شہد کا لفظ رکن ہے لعان کا سو یہ گونگی سے متصور نہیں اور چونکہ لفظ شہد کا ضرور ہے لہذا ایما لعان کرنا لکھنے سے جائز نہیں ہے جب زوج گونگا ہو گا تو اسکو حد قذف نہ ماری جاوے گی اسواسطے کہ اسکی قذف میں شبہہ ہے کما لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنه عند القذف چنانچہ لعان نہیں حمل کی نفی سے بسبب نہ متیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنه بولادته لاقل المدة یصیر کانه قال ان کنت حاملا فولدک لیس منی والقذف فلا یصح تعلیقه بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہو گیا بسبب ولادت کمتر مدت کے یعنے وقت قذف سے کمتر چھ مہینے میں جنی تو بھی امام اعظم کے نزدیک لعان ثابت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ نفی حمل اس صورت میں تعلیق ہو گئی گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو حاملہ ہو گی تو تیرا لڑکا مجھ سے نہیں حالانکہ قذف کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہو گا وتلاعنا بقوله زنیت وهذا الحمل منه للقذف الصریح اور دونوں لعان کریں زوج کے یوں کہنے سے کہ تونے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہے لعان کریں بسبب صریح قذف کے یعنے اس مسئلہ میں صریحا زنا کی نسبت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کہ اسمیں حمل کی نفی ہے نہ زنا کی نسبت ولم ینف الحاکم الحمل لعدم الحکم علیه قبل ولادته اور حاملہ کے لعان میں حاکم نفی حمل کی نکرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اسکی ولادت کے یعنے بدون ولادت کے ثبوت حمل متصور نہیں کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو پھر جب ثبوت حمل میں تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ سنن ابی داؤد میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کر دی اور حکم کر دیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نکہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کر دی پھر کیا وجہ کہ حاکم نکرے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول میں دیا ونفیه علیه الصلوة والسلام ولد هلال لعله بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تھا یعنے حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے تب نفی نکی اب ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہیں نفی الولد الحی عند التهنئة ومدتها سبعة ایام عادة وعند ابتیاع آلة الولادة صح وبعده لا لانه اقر به دلالة ولو غائبا فحالة علمه کحالة ولادته اور مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کے وقت اور مدت مبارکبادی دینے کی سات دن ہیں باعتبار عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خرید کرنے سامان ولادت کے نفی کی تو یہ نفی صحیح ہے اور بعد اسکے نفی کرنا صحیح نہیں بسبب اسکے اقرار کر لینے نسب کے باعتبار دلالت حال کے یعنے سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ نسب لڑکا مقر ہے تو اب نفی کرنا اسکا مسموع نہو گا اور اگر مرد غائب ہو اور لڑکا اسکی غیبت میں پیدا ہو تو اسکے علم آنیکی حالت مانند حالت ولادت کے ہے یعنے جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہے ویسی ہی غائب کو بعد دریافت کے سات دن تک نفی صحیح ہے نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنے چالیس دن تک نفی صحیح ہے کذا فی الهدایه ولاعن فیهما فیما اذا صح او لا لوجود القذف فعدم تحقق اللعان بنفی الولد ولم ینتف النسب فقوله فیما مرّ ونفی نسبه لیس علی اطلاقه اور لعان کرے دونوں نفی کی صورتوں میں یعنے جسمیں نفی صحیح ہے یا نہیں صحیح ہے بسبب پائے جانے قذف کے دونوں صورتوں میں تو حالت عدم صحت نفی میں لعان تو بسبب نفی ولد کے ثابت اور نسب لڑکا منتفی نہوا تو مصنف کا قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اسکا نسب نفی کرے سوا اپنے اطلاق کے نہیں بلکہ وہ مقید ہے بقید صحت نفی کے یعنے جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح ہو تب قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے نہ مطلقا نفی اول التوأمین واقر بالثانی حد ان لم یرجع لتکذیبه نفسه مرد نے نفی کی اول توام کی اور اقرار نسب کا کیا دوسرے توام کا تو اسکو حد قذف ماری جاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات کے ہم تو امان ان دو لڑکوں کو کہتے ہیں جنکی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو جب اول کی نفی کی اور ثانی کا اقرار کیا تو اسکی تکذیب نفس لازم آئی اسواسطے کہ وہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اسلئے کہ اقل مدت پوری حمل کی چھ مہینے کی ہے تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہیں شارح نے حد میں عدم رجوع کی قید لگائی یعنے اگر اپنے قول سے نہ پھر جاویگا تو حد ماری جائیگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ قید شارح کی بے موقع ہے اسواسطے کہ ولد ثانی کے اقرار سے اسکو تکذیب نفس لازم ہو گئی اسواسطے کہ دونوں ایک نطفہ سے ہیں تو وہ قاذف ہو گیا

اب رجوع کرنا اُسکا اس قول سے مسقط حد نہیں اور اسیواسطے بحر الرائق اور نہر الفائق اور دُرر اور منح الغفار اور شرح ملتقی میں اس قید کو ذکر نہیں کیا تھا شاید کہ یہ لفظ
کاتب کے اغلاط سے ہو انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ المدنی وان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہا بنفیہ اور اگر سابق کے بالعکس کیا یعنے اول توام کے نسب کا اقرار کیا اور ثانی
کی نفی کی تو لعان کرے بشرطیکہ اپنے قول سے یعنے نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنے جب اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا
قائل ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہوگا والنسب ثابت فیہما لانہما من ماء واحد اور نسب دونوں بچوں کا دونوں صورتوں میں
ثابت ہے اسواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہیں ولو جاءت بثلثۃ فی بطن واحد فنفی الثانی واقر بالاول والثالث
لاعن وہم بنوہ اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے سو مرد نے ولد ثانی کی نفی کی اور اول اور ثالث ولد کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف عورت کے
نفی ولد سے اور وہ تینوں لڑکے بیٹے ہیں مرد کے بحر الرائق میں نوادر سے بروایت فتح القدیر یہاں لعان ہی کو ثابت کیا ہے اور نہر الفائق میں جو کہا ہے کہ اسمیں
حد ہے سو لائق اعتماد کے نہیں کہ یہ قول مذہب کے مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نفی الاول والثالث واقر بالثانی یحد وہم بنوہ کموت احدہم شمنی
اور اگر ولد اول اور ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اُسپر حد ماری جاویگی بسبب تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اُسکے بیٹے ہیں مانند مر جانے ایک لڑکے کے کذا
ذکرہ الشمنی یعنے اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مر جاوے تو اُسکا نسب نفی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ نفی میں حیات شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو ما بقی کا بھی
ثابت ہوگا مات ولد اللعان ولہ ولد فادعاہ الملاعن ان ولد اللعان ذکرا یثبت نسبہ اجماعا وان انثی لا لاستغنائہ بنسب ابیہ خلافا
لہما ابن ملک مر گیا ولد لعان کا اور اُسکا ایک ولد ہے لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے باُمید ارث مال ولد لعان کی نسب کا دعوے کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا تو اُسکا
نسب ملاعن سے ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہر چند میت نسب سے مستغنی ہے لیکن اُسکا لڑکا البتہ محتاج ہے نسب کا تو دعوے ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے
اثبات نسب ولد میت کے اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اُسکا نسب ملاعن سے نہ ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے باپ کے نسب کے یعنے ہر چند
ماں اُسکی ثابت النسب نہیں لیکن اُسکا باپ تو ثابت النسب ہے تو اُسکی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اعتبار نسب کا باپ ہی سے ہے نہ ماں سے
بخلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک اس صورت میں بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک **فوائد** مسائل ملحقہ بشارح کے الاقرار بالولد الذی لیس
منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ یعنے اقرار کرنا اُس لڑکے کے نسب کا جو اُسکے نطفہ سے نہیں حرام ہے مانند سکوت کے یعنے جب معلوم ہو کہ
یہ لڑکا میرے نطفہ سے نہیں تو اُسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہاں تک سکوت کرنا کہ لوگ اُسکو اسکا بیٹا کہنے لگیں تو یہ اقرار اور سکوت حرام ہے واسطے ملا دینے نسب اُس شخص کے
جو اُسکے نطفہ سے نہیں کذا فی البحر الرائق یعنے نسب کا خلط ملط جائز نہیں تو جو اپنے نطفہ سے نہو اُسکی صاف نفی کردے تاکہ خلط نسب نہو جاوے وفی سنن ابی داؤد
میں ابو ہریرہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ایک قوم میں اُسکو ملا دیگی جو اُس قوم سے نہیں یعنے ولد زنا کو اپنے زوج کا بیٹا
ظاہر کریگی اُسکو خدا بہشت میں نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے کو نفی کریگا خدا اُسکو اولین و آخرین میں فضیحت کریگا وفیہ متی سقط اللعان بوجہ ما وثبت
النسب بالاقرار او بطریق الحکم لم ینتف نسبہ ابدا اور بحر الرائق میں ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو نسب ایکبار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہو چکا
بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل میں اُسکا نسب کبھی نفی نہیں ہوسکتا فلو نفاہ فلم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد فقد ثبت نسب الولد ولا ینتفی
بعد ذلک سو اگر زوج نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہیں کیا یہاں تک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کو لڑکے کا عیب لگایا یعنے یوں کہا کہ یہ لڑکا اُسکے زوج کا نہیں
سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب ولد کا عورت کے زوج سے ثابت ہوگیا شرعا تو اب بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اُس لڑکے کا نسب
نفی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمنا ثابت ہوگیا اور یہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے نفی نسب التوأمین ثم مات احدہما عن توأمہ
وامہ واخ لام فالارث ثلاثہ اثلاثا فرضا وردا للام السدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم وبہ علم ان نفیہما یخرجہ عن کونہ عصبۃ ۱۲

ف غیر کے بچہ کو اپنا کہنا اور اپنے بچے سے انکار [illegible]

نفیہ

اور بحر الرائق میں شرح تخلیص سے منقول ہے کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک اُنمین سے مر گیا اپنے توام بھائی اور ما اور اخیافی بھائی کو چھوڑ کر تو ان تین وارثوں کی ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور رد و بار دینے کے اسطرح کہ ماں کا چھٹا حصہ اور دونو بھائیوں کا تہائی باقی رہا نصف سو وہ بھی تینونکو پھیر دیا جائیگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دو نو توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبہ میت کا نہونے دیا ہر چند دو نو توام ایک نطفہ سے پیدا ہیں لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو وہ تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر قال وقد صرحوا ببقاء نسبہ بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمین الارث والنفقۃ فقط حتی لا تصح دعوۃ غیر النافی وان صدقہ الولد انتہی کہا صاحب بحر الرائق نے اور البتہ تصریح کردی ہے فقہا نے ولد لعان کے بقا نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام میں یعنے ولد منفی میں جمیع احکام ولدیت کے ثابت ہیں بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنے زوجیت کے مگر دو حکم میں اُسکی ولدیت ثابت نہیں ایک وراثت میں اور ایک وجوب نفقہ میں فقط یعنے نہ مرد ولد کی وراثت پاسکتا ہے نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہیں بلکہ اُسکی ماں پر واجب ہے وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے ثابت ہیں یہاں تک کہ نفی کرنیوالے کے سوا کسیکو اُس ولد کے نسب کا دعوے کرنا صحیح نہیں چنانچہ ثابت النسب میں صحیح نہیں اگرچہ لڑکا اس غیر کے دعوی کی تصدیق بھی کرے تو بھی اُسکا دعوی صحیح نہیں انتہی کلامہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ ولد ملاعنہ بعضے احکام میں ثابت النسب ہے چنانچہ اُسکی گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہیں اور نہ ملاعن کی گواہی اُسکے واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہیں اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہے اور ولد فرع ملاعن کی فرع پر حرام ہے اور کسی غیر انسان کا دعوی النسب ولد لعان صحیح نہیں باوجود تصدیق ولد کے اور بعضے احکام میں ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہے یعنے ارث اور نفقہ میں قلت قال البہنسی الا ان یکون ممن یولد مثلہ لمثلہ او ادعاہ بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کہتا ہے بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہیں مگر اس صورت میں صحیح ہے کہ شخص غیر نافی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والیکا ویسا ولد پیدا ہوسکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت نافی کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیئے طحطاوی نے کہا کہ بہنسی نے اس قول کو کسی ایسی فقیہ کیطرف نسبت نہیں کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنے یہ استثناء طلاق کتب معتبرہ کے مخالف ہے تو بدون سند کے لائق اعتماد نہیں

باب العنین وغیرہ

باب العنین وغیرہ

جو کہ عورت پر قادر نہو [illegible]

یہ باب عنین یعنے نامرد وغیرہ کے احکام میں ہے غیر عنین میں خصی اور مسحور اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر اور رتقا داخل ہیں رتقا بوزن عماء اسکو کہتے ہیں جو عورت کے کھینچنے سے منزل ہوجاوے پھر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کرسکے کذا فی حاشیۃ المدنی ہو لغۃ من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول و جمعہ عنن وہ یعنے عنین بوزن سکین لغت میں اسکو کہتے ہیں جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل یعنے مفعول یعنے محبوس اور ممنوع جماع سے اور جمع اسکی عنن ہے وشرعا من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ یعنی لمانع منہ ککبر سن او سحر اذ الرتقاء لا خیار لہا للمانع منہا خانیہ اور اصطلاح شرع میں عنین اُسکو کہتے ہیں جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہو تو جو شخص وطی فرج پر قادر نہو اور وطی ادبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہے یعنے عدم قدرت بسبب قصور مرد کے ہو چنانچہ زیادہ بڑھاپا پایا جاوے اسواسطے کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اُسکو اختیار تفریق کا نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں نقصان عورت کی طرف سے ہے نہ مرد کیطرف سے کذا فی الحاشیۃ اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا او مقطوع الذکر فقط او صغیرہ جدا کالزر ولو قصیرا لا یمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر ــ جب کہ پاوے عورت اپنے زوج کو مجبوب یعنے مقطوع الذکر والخصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے یا زوج کے آلہ تناسل کو نہایت صغیر پاوے جیسے قمیص کی گھنڈی اور اگر آلہ تناسل ایسا چھوٹا ہو کہ اُسکو اندرونی فرج میں نہ داخل کرسکے تو عورت کو جدائی کا اختیار نہیں کذا فی البحر الرائق اور اسمیں بحث اور گفتگو ہے یعنے جب بسبب کوتاہی کے ادخال پر قادر نہو تو وہ شخص مقطوع الذکر کے برابر ہے پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض کی صاحب بحر الرائق سے ہے بعد نقل

عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التاجیل ومجئ الولد اور بحر الرائق میں ہے کہ مجبوب مانند عنین کے ہے مگر دو مسئلوں میں ایک تاجیل میں یعنے عنین کی فرقت میں مدت ہے اور مجبوب میں مدت نہیں اور دوسرا لڑکا کا ہونے میں یعنے مجبوب کی زوجہ سے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہوگی اور عنین میں تفریق باطل ہو جاویگی ام بحر الرائق میں یہ بھی مذکور ہے کہ تفریق مجبوب میں بلوغ شرط نہیں بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب میں صحت مجبوب شرط نہیں بخلاف عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء او قرناء او غیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کروا دے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اسکی شرمگاہ میں گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع نہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی نجانتی ہو یا بعد نکاح کے اس حال پر راضی نہو گئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اسکو نہیں بلکہ اسکی مالک کو ہے اور اگر صغیرہ ہو تو تا بلوغ تفریق نہوگی کہ شاید وہ راضی ہو جاوے اور اگر اسکی شرمگاہ میں گوشت زائد یا ہڈی ہو تو مانع عورت کی طرف سے ہے تو اسکا طلب فرقت میں حق نہیں اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اسکو طلب فرقت میں اختیار نہیں بینہما فی الحال ولو المجبوب صغیرا لعدم فائدۃ التاخیر مجبوب اور اسکی زوجہ میں حاکم بعد درخواست عورت کے فوراً جدائی کروا دے اگرچہ مجبوب نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع کرنیکے بعد اسکے آلات تناسل کاٹے گئے یا کہ زوج عنین ہو گیا عورت سے ایکبار جماع کرنے سے بعد تو دونو صورت میں تفریق نکیجاویگی بسبب حاصل ہو جانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنے سے زیادہ جماع کرنیکا استحقاق دیانۃً ثابت ہے نہ قضاءً کذا فی البحر الرائق ناقلا عن جامع قاضی خان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی میں کچھ گناہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر جاءت امرأۃ المجبوب بولد ولم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تتارخانیہ اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنے جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہیں ہے مجبوب نے اس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہو جاویگا نسب اسکا بعد اسکے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اسکو جدائی میں اختیار ہے کذا فی التاتارخانیہ ولو ولدت بعد التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لانزالہ بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کے بعد تفریق کے دو برس تک لڑکا جنی تو اسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑنے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہے بسبب بقاء مجبوبیت کے ولو کان عنینا بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کر دی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اسکی لڑکا جنی دو برس کے اندر تو تفریق باطل ہو گئی بواسطے زوال اسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہے تفریق گواہوں سے یعنے گواہوں نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کر چکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق نہ باطل ہوگی بسبب تہمت کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہو گیا امام زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ طلاق واقع ہو گئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہے پھر یہ تفریق کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہیں **جواب** اس اعتراض کا یہ ہے کہ ثبوت نسب مجبوب سے باحتمال انزال ہے اور تفریق باعتبار قطع الآت تناسل تھی سو موجود ہے بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوا اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہو گئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے اسمیں عورت پر تہمت ہے ابطال قضا کی یعنے احتمال ہے کہ عورت جھوٹ بولتی

اسواسطے کہ یہی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اُسکا اقرار لائق سماعت کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وجدتہ عنیناً ھو من لا یصل الی النساء لمرض او کبر او سحر ویسمّی المعقود دھانیہ اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہے جو وطی نسا پر قادر نہو بسبب بیماری کے یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنے مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نکر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہین کذا فی البنایہ اور بالفعل عربی مین اسکو مربوط بولتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی او خصیاً لا ینتشر ذکرہ فان انتشر لم تخیر بحر وعلیہ فہو من عطف الخاص علی العام لخفائہ وان کان باو لان الفقہاء یتساھلون فی ذلک نہر یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جسکے آلہ تناسل مین استادگی نہین خصی اُسکو کہتے ہین جسکے آلہ تناسل ہو اور فوطے نہون خواہ مل ڈالنے سے خواہ قطع کرنے سے سو اگر ایسا خصی ہو کہ اُسکے آلہ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اُسکی عورت کو اختیار فرقت کا نہین کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلہ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہے عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم مین داخل ہوتا ہے لیکن بالتخصیص اُسکو ذکر کیا بسبب اُسکے مخفی ہونے کے یعنے شاید کسیکو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہو اور ہر چند عطف خاص کا عام پر بواو عاطفہ مخصوص ہے اور یہان عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہے لیکن فقہا ایسے امور مین تساہل کرتے ہین اسواسطے کہ اصل مقصود انکا افادہ احکام ہے کذا فی النہر الفائق اور نہر الفائق مین یہ جواب ہے اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اسواسطے کہ خصی کو عنین شامل تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہے تو بواو عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او اجّل سنۃ لاشتمالہا علی الفصول الاربعۃ یعنے اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے واسطے شامل ہونے سال کے چار فصلون پر تو اگر نامردی پیدائشی نہوگی بیماری سے ہوگی تو سال بھر مین بسبب تبدل فصول مختلفہ کے دفع ہو جاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کذا فی الہدایہ ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلد اور سوائے قاضی شہر کے اور کسیکا مدت ٹھہرانا معتبر نہین ہم تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہین کذا فی فتاوی قاضی خان قمریّۃ بالاھلۃ علی المذھب ھی ثلثمائۃ واربعۃ وخمسون یوماً وبعض یوم یعنے مدت عنین کی قمری سال سے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے ہے اور قمری سال وہ ہے جسکے بارہ مہینونکا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہے اور اُسکے تین سو چون دن پورے ہوتے ہین کچھ تھوڑا دن اور بھی جسکی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقے ہوتے ہین کذا فی القہستانی اور بعضے فقہا نے کسر کو ذکر نہین کیا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن الکافی اور واقعات ولوالجیہ مین سال قمری کی تصحیح کی ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ صاحب مذہب سے یہی ثابت ہے کذا فی منح الغفار وقیل شمسیۃ بالایام وھی ازید باحدی عشر یوماً وبعض اور قول ضعیف یہ ہے کہ مدت عنین مین سال شمسی معتبر ہے جسکا شمار ایام سے ہے نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہے بعضون نے کہا یعنے صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہے اور یہ روایت حسن کی ہے امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان اور ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہے بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اقوال محدث ہین اسواسطے کہ امیر المومنین عمر نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمر نے عنین کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور چونکہ عرب سوا سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نجانتے تھے تو جہان مطلق سال مذکور ہوگا وہان قمری ہی مراد ہوگا تا وقتیکہ تصریح اسکی خلاف پر ثابت ہو اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہے تو وہی معتمد ہوگا اور اسکا خلاف لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اُجّل فی اثناء الشہر فبالایام اجماعاً اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنے خواہ سال قمری یا شمسی کا اُس صورت مین ہے جب کہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلاً دسوین یا پندرھوین تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق حساب سال کا دنون سے ہوگا نہ مہینون سے یعنے تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورمضان وایام

لفظ عنین منصوص اور [illegible] [illegible] بکار کردیا بھی [illegible] ۱۲ منہ

حیضہا سنہا دکذا حجۃ وغیبتہ لامدۃ حجہا وغیبتہا ومرضہ ومرضہا مطلقاً وبہ یفتی ولوا لجیۃ اور رمضان اور عورت
کے ایام حیض سال ہی مین داخل ہین اور اسیطرح مرد کے ایام حج اور اسکے سفر کرنیکے ایام بھی سال مین داخل ہین نہ عورت
کے حج کی مدت اور نہ اسکی سفر کی مدت اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقاً خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتویٰ ہی کذا فی الولوالجیہ
یعنے جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اتنی مدت سال پر زیادہ کیجاویگی اور اسیطرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑہائی جاویگی بخلاف رمضان
اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے ویوجل من وقت الخصومۃ مالم یکن صبیاً او مریضاً او محرماً فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت
اور نالش کے وقت سے مقرر کیجاوے جب تک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم
ہوگا تو بعد تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاہراً لا یقدر علی العتق اجل سنۃ وشہرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ
ظہار کے غلام ازاد کرنے پر قادر نہو تو اسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کئے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوئے تاکہ انمین
روزہ رکھکر کفارہ ادا کرے کیونکہ صحبت قبل کفارہ کے نہین فان وطئ مرۃ فیہا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا
یتعلق بالجمیع فیعم امرأۃ المجبوب کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاءً عورت کا حق ادا ہوگیا اور اگر
سال کی مدت مین ایکبار بھی وطی نکر سکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اسکے طلاق دینے سے انکار
کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ
سے متعلق ہی تو مجبوب کی عورت کو بھی شامل ہی چنانچہ تفریق مجبوب مین قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہی م درصورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے
تفریق کر دیگا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک بالمعروف سے تو اسپر تسریح باحسان واجب ہی پھر جب اسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اسکا
نائب ہو جاویگا دفع ظلم کیواسطے ولو مجنونۃ بطلب ولیہا او من نصبہ القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اسکے ولی کی طلب سے
یا اس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے مجنونہ کیطرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار لمولاہا لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار
تفریق کا اسکے مالک کو ہی نہ لونڈی کو اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اسکے مالک کی مملوک ہی وہو ای ہذا الخیار علی التراخی لا الفور فلو وجدتہ عنیناً او مجبوباً
ولم تخاصم زماناً طویلاً لم یبطل حقہا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلہا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیہ اور وہ یعنے یہ اختیار فرقت کا طلب
تفریق کی دیرنگی کے ساتھ ثابت ہی نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اس سے جھگڑا نکیا تو اس دیرنگی سے اس عورت کا حق باطل
نہین ہوتا اور اسیطرح اگر جھگڑا کرکے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اسکو مطالبہ کا اختیار ہی اگرچہ ان دنونمین زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع
کے مساس وغیرہ سے دونو منزل بھی ہو جاتے ہون کذا فی الخانیہ والبحر کما لو دفعتہ الی قاض فاجلہ سنۃ ومضت السنۃ ولم تخاصم زماناً زیلعی چنانچہ اگر عورت نے
عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اسنے مطالبہ نکیا تو بھی عورت کا اختیار
باقی ہی کذا ذکرہ الزیلعی ولو ادعی الوطی وانکرتہ فان قالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ہی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجہا اقل بیضۃ خیرت
فی مجلسہا اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتونکا کہنا قریب تر باحتیاط
ہی کہ یہ عورت باکرہ ہی اور باکرہ کی یہ علامت ہی کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہی اور اگر اسکی ران پر بہے تو وہ باکرہ
نہین یا اسکی شرمگاہ مین زردی انڈے کی ڈالے اگر داخل ہو جاوے تو باکرہ نہین اور داخل نہو تو باکرہ ہی بہرصورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت
کو اختیار دیا جاوے اسی مجلس مین وصال اور جدائی کا سو اگر راضی ہوگئی زوج سے یا کھڑی ہوگئی قبل تفریق تو اختیار باطل ہوگیا م یہ مسئلہ

سلہ یعنی قرآن مجید مین حکم ہی کہ [illegible] بمعروف او تسریح

[illegible]

زیلعی

مخالف ہو مسئلہ سابق سے کہ وہان تا سنت ور لذا اختیار باقی رہا اور یہان مجلس تک مقصور ہو اسکا جواب یہ ہی کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت ہی کما فی البحر عن البدائع اور یہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ کے ہی کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قالت ھی ثیب او کانت ثیبا صُدِّقَ بحلفه فان نکل فی الابتداء اُجِّلَ وفی الانتہاء خُیِّرَت اور اگر ستی عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہی باکرہ نہین یا وہ قبل نکاح اس زوج سے ثیبہ تھی تو زوج کے قول کی تصدیق کی جاویگی ساتھ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا مین یعنے قبل تاجیل کے تو سال بھر کی مدت مقرر کی جاویگی اور اگر انتہا مین انکار کیا یعنے بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاویگا چاہے زوج کے پاس رہے چاہے جدا ہو جاوے وکما یُصَدَّقُ لو وجدھا ثیبا وزعمت زوال عذرتھا بسبب آخر غیر وطیہ کاصبعہ مثلا لانہ الظاہر والاصل عدم اسباب اُخر معراج چنانچہ زوج کی اس صورت مین بھی تصدیق ہوگی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوائے وطی زوج کے یعنے مثلا یون ظاہر کرے کہ زوال بکارت زوج نے اپنی اونگلی سے کر دیا اس صورت مین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہوگی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہی کہ زوال بکارت کا جماع ہی سے ہوتا ہی نہ انگلی سے اور اصل اور اسباب کا عدم ہی سوائے جماع کے اور قول اسیکا معتبر ہی جو متمسک بالاصل ہی اور ظاہر حال اسکا شاہد ہو کذا فی المعراج ولو اختارته ولو دلالة بطل حقھا کما لو وجد منھا دلیل اعراض بان قامت من مجلسھا او اقامھا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار وبہ یفتی واقعات لامکانه مع القیام فان اختارت طلقت او فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کر لیا اگرچہ یہ اختیار باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہو جاویگا حق اسکا چنانچہ اسطرح بھی اسکا حق باطل ہو جاتا ہی اگر اس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنے طلب فرقت سے بے التفاتی کرے اسطرح پر کہ کھڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اسکو مددگار قاضی کے کھڑا کر دین یا قاضی خود کھڑا ہو جاوے قبل اختیار کرنے فرقت کے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کھڑے ہونے سے اسواسطے اسکا حق باطل ہو گیا کہ کھڑے ہونے کے ساتھ بھی اسکو خیار فرقت کا ممکن تھا پھر باوجود اسکے سکوت کرنا دلیل ہی رضا کی اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دیوے اور اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی تفریق کر دے فلو نکح الاولی او امرأة اخری عالمة بحاله لاخیار لھا علی المذھب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیة نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو بعد تاجیل اور تفریق قاضی کے جدا ہو گئی تھی یا نکاح دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہی کہ اسکی زوجہ مین بسبب نامردی کے جدائی ہو چکی ہی تو بعد نکاح کے عورت کو جدائی کا اختیار نہین نہ زوجہ اولے کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اسواسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کر چکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور یہ قول مفتی بہ مخالف ہی تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اور زوجین مین سے کسیکو اختیار جدائی کا نہین دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت بڑا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت دونو کو شامل ہین اور پچھلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی مین ہی کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار فرقت کا ہی اور اسیطرح ہر عیب کی وجہ سے کہ عورت بدون مضرت اسکے پاس نہ ٹھہر سکے عورت کو اختیار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وخالف الائمة الثلثة فی الخمسة لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور اختلاف کیا ہی تینون اماموں نے یعنے مالک اور شافعی اور احمد نے امراض خمسہ مذکورہ مین اگر یہ بیماریان زوج مین ہوں اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کر دے تو صحیح ہوگا اسکا حکم کذا فی فتح القدیر م شارح اس قول مین چند خلل ہین اول یہ کہ ظاہر کلام شارح اسکو مقتضی ہی کہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریون سے عورت کو تو اختیار فرقت کا ہی نہ زوج کو حالانکہ حق یہ ہی کہ انکے نزدیک جنون اور جذام اور برص مین دونو کو اختیار ہی اور پچھلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہی دوسرا خلل یہ کہ اس قول سے لازم آتا ہی کہ رتق اور قرن کی بیماری زوج کو ہوتی ہی حالانکہ یہ خلاف واقع ہی تیسرا خلل یہ ہی کہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین ہمنے اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا شاید کہ یہ تحریف ہی

کاتبوں کی ہے بلکہ صواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تراضیا ای العنین وزوجتہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح واگر دونوں یعنے عنین اور اسکی عورت راضی ہو گئی دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح ہے یعنے تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہیں جو دائمی حرمت ہوجاوے وله شق رتق امته ولكن ازوجته وهل تجبر الظاهر نعم لان التسليم الواجب عليها لا يمكن بدونه نهر اور مالک کو جائز ہے اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنے بستگی مکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہے اور اسیطرح زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز ہے اور اگر زوجہ نہ مانے تو اسمیں کیا زبردستی کرنا درست ہے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ درست ہے واللہ اعلم اسواسطے کہ تسلیم نفس کہ عورت پر واجب ہے وہ بدون اسکے ممکن نہیں کذا فی النہر الفائق قلت وافاده البهنسي بحثا لو تزوجته على انه حر او سني او قادر على المهر والنفقة فبان بخلافه او على انه فلان بن فلان فاذا هو لقيط او ابن زنا كان لها الخيار فليحفظ شارح کہتا ہے کہ بہنسی نے بیان کیا ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ وہ آزاد ہو یا سنی مذہب ہو یا قادر ہو مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ وہ اسکے برخلاف ہے یعنے غلام ہے یا رافضی یا خارجی ہے یا محتاج کہ اسکو مہر اور نفقہ کا مقدور نہیں یا اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ فلان بن فلان ہے اور ناگہاں وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو ان مسائل میں اختیار رہیگا فسخ کا سو اسکو یاد رکھنا چاہئے لقیط وہ لڑکا جو کہیں پڑا ہوا ہو اور والدین اسکے نہ معلوم ہوں عورت کو ان مسائل میں اختیار فسخ ہوا بسبب نقصان کفاءت کے اول میں قیمت کے سبب سے اور ثانی میں کفاءت دینی نہیں اور ثالث میں کفاءت ملی نہیں اور رابع میں کفاءت نسبی نہیں

باب العدۃ

یہ باب ہے احکام عدت کے بیان میں هي لغة بالكسر الاحصاء وبالضم الاستعداد للامر لغت میں عدت بکسر اول و تشدید ثانی بمعنے شمار اور گنتی کے ہے اور بضم اول اور تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونا اور تیار رہنے کو کہتے ہیں آمادہ اسباب اور ہتھیار کو بھی کہتے ہیں جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکھے وشرعا تربص يلزم المرأة او الرجل عند وجود سببه اور عدت بالکسر شرع میں اس توقف اور انتظار کو کہتے ہیں جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہے نزدیک پائے جانے سبب انتظار کے اور مرد کے اسباب انتظار سے وہ مواضع مراد ہیں کہ جو موانع ہیں وطی کے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہے لیکن اصطلاح فقہا میں عدت مخصوص ہے عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی فتح القدير ومواضع تربصه عشرون مذكورة في الخزانة وحاصلها يرجع الى من امتنع نكاحها عليه لمانع لابد من زواله كنكاح اختها واربع سواها اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہیں خزانۃ الفقہ میں مذکور ہیں اور حاصل اُن بیسوں مواضع کا رجوع کرتا ہے اس قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہو بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہے انتظار کرنا مرد کو اُس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت میں یا چار عورتوں سے نکاح کرنا سوائے اپنی زوجہ کے اور فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں بیسوں مواضع کو یوں ضبط کیا ہے کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اسکی عمہ اور خالہ اور اسکی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح بی بی پر اور عدت میں بعد نکاح فاسد کے وطی کر کے پھر اسکی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے شبہہ نکاح وطی کر کے پھر اُسکی بہن سے نکاح کرنا چاہے یا چوتھی عورت سے نکاح بنکاح فاسد یا بالشبہہ نکاح وطی کر کے پانچویں سے نکاح کرنا بدون گذرنے عدت کے جائز نہیں اسواسطے کہ نکاح فاسد اور شبہ نکاح میں بعد وطی کے عدت واجب ہوتی ہے اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا اور حاملہ زانیہ سے نکاح کر کے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اُس حربیہ سے جو دار الحرب میں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اُس حربیہ سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہیں بدون ایکبار حیض ہو جانیکے یا ایک مہینہ گذرنیکے اگرچہ صغیرہ یا کبیرہ ہو اور اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزاد ہونے کے یا عاجز ہونیکے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست اور مرتدہ اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہوئے نکاح کرنا ایسی بیس صورتوں میں نکاح یا وطی جائز نہیں بدون گذرنے مدت اور رفع موانع کے کذا فی فتح الغفار اور اکیسویں صورت ایک یہ ہے کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہیں واصطلاحا تربص يلزم المرأة او ولي الصغيرة عند زوال النكاح او شبهته كنكاح

فاسدٍ و نحو فرقۃ لعنوزدھا و ینبغی زیادۃ او شبہۃ لیشمل عدۃ ام الولد اور اصطلاح فقہا مین عدت عبارت ہے اُس انتظار سے جو عورت کو لازم ہے یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہے نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہین لازم ہے واسطے زنا کے اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہہ نکاح سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عورتین شب زفاف مین زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہونچا دین اور کہین کہ یہ تیری زوجہ ہے اور وہ مرد وطی کرے تو اسپر عدت واجب ہے شارح کہتا ہے کہ تعریف عدت مین لائق یہ ہے کہ شبہۃ النکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جاوے کیونکہ ام ولد کو وطی آزاد کرے یا اسکو چھوڑ کر مولی مرجاوے اسواسطے کہ ام ولد کو بھی انتظار لازم ہے بسبب زوال شبہہ کے بسبب ہم بستری مولی کے کذا فی البحر الرائق ھم شبہہ بکسر اول و سکون ثانی اور بفتح اول و ثانی بھی صحیح ہے جیسے ستار شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج سے انتظار واجب نہین اسواسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہین تو اسوقت مین صغیرہ کے ولی پر انتظار کرانا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہین اسواسطے کہ طلاق رجعی مین نکاح نہین زائل ہوتا اسیواسطے بلا تجدید نکاح عدت مین رجعت کرنا صحیح ہے لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہے کہ عدت نام ہے اُس مدت کا کہ واسطے انقضاے بقیہ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اسمین سب افراد عدت کے داخل ہوگئے یہان تک کہ بقید فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہوگئی اور صغیرہ کا اعتراض دفع ہوگیا اسواسطے کہ اس تعریف مین ذکر لزوم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **حکایت عجیبہ** قبل مشہور ہونے امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ ہوا دو بھائیون کا شب کا نکاح ہوا تھا دو بہنون سے عورتون نے چوک کر اسکی زوجہ اسکے اور اسکی اسکے پاس کر دی آخر شب صبح کو یہ حال کھلا اور فقہاے مشہور سے فتوے دریافت کیا گیا سب علما نے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہے بعد عدت کے ہر عورت اپنے زوج پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہے امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میرے نزدیک اس سے آسان تر حکم ہو سکتا ہے علما نے فرمایا کہ وہ کیا ہے بیان کرو امام اعظم نے دونون بھائیون کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونو کو یہ پسند ہے کہ ہر ایک کے پاس وہی رات والی عورت بنی رہے دونو نے کہا کہ ہم بدل اسی پر راضی ہین امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اپنی ہم بستر عورت سے نکاح کرے تو اسمین عدت لازم نہوگی کہ طلاق قبل دخول مین عدت نہین سب علما نے اسکو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہم بستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من موتٍ او خلوةٍ صحيحةٍ فلا عدة بخلوة الرتقاء اور عدت واجب ہونے کا سبب عقد نکاح ہے جو متاکد ہو تسلیم وطی یا قائم مقام وطی کی ہے قائم مقام وطی عبارت ہے موت سے یا خلوت صحیحہ سے پس عدت لازم نہین رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہین بسبب مانع حسی کے رتقا وہ عورت جو بسبب بستگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہین وشرطها الفرقة اور شرط عدت کی جدائی ہے وركنها حرماتٌ ثابتةٌ بها كحرمة تزوجٍ وخروجٍ وصحة الطلاق فيها اى فى العدة اور عدت کے رکن وہ حرمتین ہین جو بسبب عدت کے ثابت ہین جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گھر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونے کی صحت عدت کے اندر شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہین حقیقت شے کو تو مصنف و شارح کو مناسب تھا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے حرمات مذکورہ تو عدت سے پیدا ہوتے ہین تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ حکم اسکو کہتے ہین جو شے پر مبتنی ہو اور اسیطرح صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بھی حکم مین داخل ہے تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور صاحب درر غرر نے ایسا ہی کہا ہے یعنے جنکو یہان رکن کہا ہے انکو حکم عدت مین مذکور کیا ہے وحكمها حرمة نكاح اختها وعورت کی بہن سے نکاح حرام ہونا حکم ہے عدت کا وانواعها حيضٌ واشهرٌ ووضع حملٍ كما افاده بقوله اور اقسام عدت کے حیض اور مہینے اور وضع حمل مین چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا وهى فى حق حرةٍ ولو كتابيةً تحت مسلمٍ تحيض لطلاقٍ ولو رجعيا او فسخٍ بجميع اسبابه ومنه الفرقة بتقبيل ابن الزوج نحوا اور عدت حرہ کے حق مین اگرچہ حرہ کتابیہ ہو جو مسلمان کے تحت اس حرہ کی جسکو حیض آیا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے ہو بجمیع اسباب فسخ چنانچہ کتاب النکاح مین

حکایت عجیبہ

اسباب فسخ کے بتفصیل مذکور ہو چکے اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہے جو عورت کو حاصل ہوتی ہے اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے سے کذا فی النہر منح الغفار میں مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق رکھا تاکہ جمیع اسباب فسخ کو شامل ہو خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین و ارتداد احد الزوجین اور عدم کفاءت کو بعد الدخول حقیقۃً او حکماً اسقطہ فی الشرح وجزم بان قولہ الاٰتی ای وطئت دخل فیہ الصحیح بعد دخول کے دخول حقیقی ہو جیسے کہ وطی یا دخول حکمی جیسا کہ خلوت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں حقیقۃً او حکماً کو ساقط کر دیا ہے اور یہ یقین کیا ہے کہ اسکا آیندہ قول یعنے ان وطئت سب کو شامل ہے یعنے عدت بالحیض اور عدت بالاشہر کو تو یہاں حقیقۃً او حکماً کہنا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے ثلث حیض کوامل لعدم تجزی الحیضۃ حرہ مذکورہ کی عدت پوری تین حیض ہیں بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے یعنے بموجب نص قرآنی جب عدت کے تین حیض کامل ٹھہرے تو اگر عورت کو حیض کے اندر طلاق ہوئی تو لازم تھا کہ اسکی تکمیل بعض حیض رابع سے کیجاوے لیکن چونکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق نہیں لہذا کل حیض رابع تک عدت ممتد ہوگی اور حیض اول بسبب نقصان کے کالعدم ہو فالاولیٰ لتعرف براءۃ الرحم والثانیۃ لحرمۃ النکاح والثالثۃ لفضیلۃ الحریۃ جب معلوم ہوا کہ عدت تین حیض ہیں تو اسکی شروع ہونیکی حکمت دریافت کرنا چاہئے تو پہلا حیض اسواسطے دریافت ہو کہ خالی رحم کے ہے اسواسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا حیض واسطے تعظیم نکاح یعنے تاکہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ عفت اسکو حاصل تھی اور کھانے کپڑے کا اسکو فکر نہ تھا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادگی اسواسطے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہیں تو واسطے امتیاز اور عزت حرہ کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہ بھی احتمال ہے کہ واسطے احتیاط نسب کے تین حیض کو مقرر فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہو اسواسطے کہ استحاضہ حمل میں بھی ہوتا ہے اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہے احتمال کا کذا عدۃ ام ولد مات مولاها او اعتقها لان فراشہا کالحرۃ مالم تکن حاملۃ او آیسۃ او محرمۃ علیہا اور اسیطرح عدت اُس ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہیں جسکا مالک مر گیا یا اُسکو اُسنے آزاد کر دیا اسواسطے کہ ام ولد کو بھی مثل حرہ فراش ثابت ہے مانند حرہ کے یہ عدت ام ولد کی اسوقت تک ہے جب تک وہ حاملہ اور آیسہ اور مالک پر حرام نہو اور اگر حاملہ ہوگی تو تا وضع حمل اُسکی عدت ہے اور اگر آیسہ ہوگی تو تین مہینے اُسکی عدت ہے اور اگر مالک پر حرام ہو گئی ہو کسی سبب سے تو کچھ عدت نہیں اور مالک پر حرام ہونیکی یہ صورت ہے کہ غیر کے نکاح یا عدت میں ہو یا مولے کے فرزند کی شہوت سے تقبیل کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الخانیۃ ولو مات مولاها وزوجها ولم یدر الاول تعتد باربعۃ اشہر وعشر او بابعد الاجلین بحیض اور اگر مولے ام ولد کا اور زوج اُسکا مر گیا اور معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت چار مہینے دس دن کی یا کہ جو دو مدتوں میں ابعد ہے اُسکو عدت ٹھہراوے کذا فی البحر الرائق ہم اگر معلوم ہو کہ مولے پہلے مر گیا تو ام ولد پر عدت نہیں اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اُسکے دو مہینے پانچ دن عدت ہیں اور اگر مولے زوج کی عدت میں مر گیا تو کچھ عدت نہیں اور اگر مولے بعد عدت زوج کے مر گیا تو تین حیض کامل اُسکی عدت ہے اور اگر مولے اور زوج کی موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہو تو اُسکی تفصیل بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر اسقدر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہے تو اس صورت میں ام ولد کی عدت چار مہینے اور دس دن کی ہو یعنے کہ بدون اعتبار رکہنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت یا زیادہ گذر گئی ہے تو اُسکی عدت چار مہینے اور دس دن ہیں باعتبار استکمال تین حیض کے اور اگر دونوں موت کے درمیان کی مدت معلوم نہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ کون پہلے مر گیا تو امام کے نزدیک چار مہینے دس دن کی عدت ہو بدون اعتبار رکہنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین ہے یعنے چار مہینے اور دس دن باستکمال حیض اور ابعد الاجلین کی تفسیر اور توضیح بعد تین ورق کے آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا تورث من زوجها لعدم تحقق حریتها یوم موتہ اور ام ولد وارث نہوگی اپنی زوج کی سب صورتوں میں بسبب نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدۃ علی امۃ و مدبرۃ کان یطأها لعدم فراشها جوہرۃ اور عدت نہیں لونڈی پر اور مدبرہ پر جس سے مولے وطی کرتا تھا بسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرۃ ولہذا لونڈی اور مدبرہ کے ولد کا نسب مولے سے ثابت نہوگا بدون اقرار مولے کے بخلاف ام ولد کے کہ اُسکا فراش مثل حرہ کے ثابت ہے یہانتک کہ اُسکے ولد کا نسب مولے سے ثابت ہے بدون اقرار کے بھی وکذا موطوءۃ بشبہۃ

بنکاح

کمزفوفۃ لغیر بعلہا او نکاح فاسد کموتہ فی الموت والفرقۃ یتعلق بالصورتین معًا اور اسی طرح تین حیض کامل کی عدت ہے اُس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہو گئی چنانچہ عورت شب زفاف میں اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس پہونچائی گئی یا اندھیری رات میں زوج اپنی زوجہ جانکر کسی اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت اور متعہ سے اور نکاح بلا شہود سے عدت مذکور لازم ہے مرد کی موت میں بھی اور جدائی میں بھی تو حاصل کہنا ہے موت اور جدائی دونو صورت سے متعلق ہے یعنے وطی بشبہہ سے موت اور جدائی میں تین حیض کی عدت ہے اور وطی بنکاح فاسد کے بھی موت اور فرقت میں تین ہی حیض کی عدت ہے ان صورتوں میں مرد کی موت سے عدت وفات اسواسطے واجب نہوئی کہ عدت وفات واسطے اظہار غمناکی کے ہے زوج کے فوت سے جسکا مرتے دم تک ساتھ رہا بخلاف ان صورتوں کے کہ اسمیں اصل زوجیت ثابت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والعدۃ فی حق من لم تحض حرۃ او ام ولد لصغر بان لم تبلغ تسعًا او کبر بان بلغت سن الایاس اور عدت اُس عورت کے حق میں جسکو حیض نہیں آیا لونڈی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز وہ نو برس کو نہیں پہونچی یا بسبب بڑی عمر کے کہ ناامیدی کی عمر کو پہونچ گئی یعنے پچاس یا پچپن برس کی ہوئی او بلغت بالسن وخرج بقوله ولم تحض الشابۃ الممتدۃ الطہر بان حاضت ثم امتد طہرہا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ حد الایاس جوہرۃ وغیرہا یا بالغ ہو گئی عورت بسبب عمر کے یعنے پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز اُسکو حیض نہیں آیا اور حیض نہ آنیکی قید سے اس مسئلہ سے خارج ہو گئی جوان عورت لنبی طہر والی جسکو حیض ایکبار آیا پھر اسکا طہر ممتد اور دراز ہو گیا تو اُسکی عدت باعتبار مہینوں کے نہیں بلکہ اسکی عدت باعتبار حیض کے ہوگی یہانتک کہ ناامیدی کی حد کو پہونچی یعنے پچاس یا پچپن برس اگر حیض نہ آویگا تو اُسکی طلاق یا فسخ کی عدت تمام نہوگی اور جب پچاس یا پچپن برس کی ہوگی تب تین مہینے کی اُسکی عدت ہوگی کذا فی الجوہرۃ وغیرہا وما فی شرح الوہبانیۃ من انقضائہا بتسعۃ اشہر غریب مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ اور جو روایت کہ شرح وہبانیہ میں ہے کہ لنبے طہر والی کی عدت نو مہینے میں منقضی ہو جاتی ہے سو نادر روایت ہے مخالف ہے جمیع روایات معتبرہ کے سو کوئی مفتی حنفی مذہب اُسکا فتویٰ نہ دے اور یہ کوئی ظاہر عبارت شارح سے نہ سمجھے کہ اُسکی عدت نو مہینے کی ہے بلکہ مطلب ہے کہ جب جوان عورت کو چھ مہینے تک حیض نہ آوے تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اسطرح چھ اور تین ملا کر نو مہینے ہوئی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا کہ اگر جوان عورت کو چھ مہینے تک حیض نہ آیا اور ابد اسکے اُس نے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اُسپر حکم دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور یہ یاد رکھنے کے لائق ہے اسواسطے کہ کثیر الوقوع ہے اور بعضوں نے کہا اس روایت پر فتویٰ ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی میں کہا کہ بعضے ہمارے اصحاب اور استاد امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں اس مسئلہ میں بنا بر ضرورت اور مجبوری کے اور جامع الفصولین اور شرح منظومہ میں بھی انقضاء عدت نو مہینے میں مذکور ہے لیکن بحر الرائق میں یوں ہے کہ روایت نو مہینے کی روایت معتمدہ کے مخالف ہے تو لائق فتوے کے نہیں نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتوے دینے کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ قاضی مالکی کیطرف مرافعہ کرنا کفایت کرتا ہے کہ وہ موجب اپنے مذہب فیصلہ کر دیگا طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہے اسواسطے کہ بقول حموی اکثر ملکوں میں حنفی مذہب ہیں مثلاً بخارا اور ہندوستان میں اور وہاں قاضی مالکی نہیں پھر کسکے پاس مرافعہ کرے اور فتویٰ دینا بقول مالک یہ عین تقلید ہے اور اسکے جواز میں کسیکو نزاع و گفتگو نہیں بشرط عدم تلفیق کے کیف وفی الخلاصۃ لو قیل لحنفی ما مذہب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ کما فی البحر والنہر اور کیونکر فتوے دیا جاوے امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح میں یوں مذکور ہے کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی مسئلہ پوچھے کہ امام شافعی رح کا مذہب ایسی امر میں کیا ہے تو حنفی مذہب پر واجب ہے کہ یوں کہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس امر میں یوں کہا ہے ہاں اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے کی عدت کا حکم کر دے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا یعنے حنفی مذہب اُسکو توڑ نہیں سکتا اسواسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے محکم ہو جاتا ہے کذا فی البحر الرائق والنہر الفائق م حنفی مذہب جو سوال مذہب شافعی رح کے بموجب امام اعظم کے مذہب کے جواب اسواسطے دے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ تکلم بالصواب کرے نہ بخطا اور حنفی کے اعتقاد میں غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہے لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہے نہ مقلد یعنے مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہے اور غیر کے قول کو خطا محتمل الصواب

تلفیق [illegible] ایک امام کی اور کسی دوسرے کی ۱۲ منہ

اعتقاد کرتا ہی اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہین بلکہ فقہا نے تصریح کر دی ہی کہ تقلید مفضول کی جائز ہی باوجود فاضل کے حالانکہ مفضول کی خطا زیادہ تر ہی فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل مین اسکو بیان کیا ہی اور اسیواسطے حموی نے کہا ہی کہ صاحب نہر الفائق نے جو خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت چاہی ہی وہ مسلم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ لیس طہر بتسعۃ اشہر ؎ وقاعدۃ تدبن مالکی یفرد ؎ ومن بعدہ لا وجہ للنقض ہکذا ؎ یقال بلا نقض علیہ یسطی شارح کہتا ہی اور البتہ نظم کیا ہی اسکو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے سو یون فرمایا ہی کہ نو واسطے اس عورت کے جسکا طہر ممتد ہو نو مہینے پوری عدت ہی اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرکے ثابت کر دے اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ نہین ہی حکم توڑنیکی یعنے قاضی حنفی اس حکم کو نہین اٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جسپر کوئی اعتراض وارد نہین ہو تمام و قاعدۃ اصل مین فاعدۃ ہی لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کر دیا اور بعضے نسخون مین لیقدر بجاے یفرد کے ہی طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہی سو مذکور ہو چکا یعنے اکثر ملکون مین مالکی قاضی میسر نہین تو وہان نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض النہر تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر للاطہار وثلثۃ حیض بشہر احتیاطا اور جس عورت کا حیض دراز ہو جاوے یعنے ہمیشہ خون جاری رہتا ہی اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول مفتی بہ جو فتح القدیر کے باب الحیض مین مذکور ہی یہ ہی کہ اسکے طہر کا اندازہ دو مہینے ہین تو اس حساب سے کل عدت اسکی سات مہینے ہین چھ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین حیض کا بنا بر احتیاط کے ہی اور یہ قول حاکم کا ہی اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہی کہ اسکے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہین اور اگر عورت کا خون ہمیشہ جاری ہو اور اسکو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجاے ممتدۃ الحیض کے مستحاضہ کا لفظ کہتا تو خوب تھا اسواسطے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنے صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر حائضہ کے حق مین تین مہینے کی عدت ہی اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر مہینے کا دنون سے ہوگا یعنے ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو جمیع مسائل مذکورہ مین اگرچہ وطی حقیقی نہین بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین ہو چکا شارح نے خلوت کو مطلق کہا یعنے خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونون سے عدت لازم ہوتی ہی اور یہی قول صحیح ہی اور ابتداے باب العدت مین فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کہا موافق قدوری کے قول کے جو غیر صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیہ اور اگر زوج شیر خوار ہو اور بعد خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور امام محمد کے نزدیک مہر نہ واجب ہوگا کذا فی القنیہ صورت فراق شیرخوار کی یہ ہی کہ شیرخوار کے باپ نے اسکا نکاح فاسد کر دیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی والعدۃ للموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوج کی موت کی چار مہینے مین بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اسکا ہو چکا اور دس دن یعنے چار مہینے دس دن عدت موت ہی بشرط باقی رہنے نکاح کے صحیح موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد مین مرنیکی صورت مین عدت وفات کی نہین ہی اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کرکے مر گیا تو اسکی زوجہ پر عدت وفات نہین ہی سواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہین ہی بسبب آزاد ہونے مکاتب کے اداے بدل کتابت سے پھر جسوقت قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور حالانکہ ملک احد الزوجین سے نکاح باقی نہین رہتا مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہی عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت مین کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن سے خالی نہین سوا حاملہ کے اسکی عدت وضع حمل ہی قلت وعم کلامہ ممتدۃ الطہر کالمرضع وہی واقعۃ الفتوی ولم ارہا فلیراجع شارح کہتا ہی کہ کلام مصنف کا بیان عدت وفات مین ممتدۃ الطہر کو بھی شامل ہی ممتدۃ الطہر کی مثال جیسے دودھ پلانیوالی عورت کہ اسکو اکثر حیض نہین ہوتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا اور مین نے

اسکو کسی کتاب فقہ میں مصرح نہیں دیکھا سوا اسکے مصنف در المختار کے اب اس مسئلہ کو تلاش کیجیو کتب فقہ میں علامہ طحطاوی نے کہا جب فقہا تصریح کر چکے کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہیں سوا حاملہ کے تو اس قاعدے کلیہ میں مسئلہ ظہیریہ بھی داخل ہے تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے وفی حق امۃ تحیض للطلاق والفسخ حیضتان لعدم التجزی اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہے تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اسکے حق میں دو حیض کی عدت ہے بواسطہ عدم قسمت پذیری حیض کے یعنے قاعدہ شرع کا یہ ہے کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہے یعنے ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض میں نصف اور ثلث متصور نہیں لہذا النصف کو پورا کر دیا وفی امۃ لم تحض للطلاق والفسخ او مات عنہا زوجہا نصف ما للحرۃ لقبولہ التنصیف اور اس لونڈی کے حق میں جسکو حیض نہیں آتا بسبب خوردی یا بزرگی کے یا بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اسکا زوج اسکو زندہ چھوڑ کر مر گیا حرہ کی آدھی عدت ہے بسبب لیاقت تنصیف کے یعنے حرہ کی عدت ایسی صورتوں میں آدھی ہو سکتی تھی لہذا لونڈی کی عدت یہاں آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ بلا حیض کی عدت طلاق یا فسخ میں ڈیڑھ مہینہ ہے اور عدت وفات دو مہینے پانچ دن ہے وفی حق الحامل مطلقاً ولو امۃ او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلی من زنا فدخل بہا ثم مات او طلقہا تعتد بالوضع جواہر الفتاوی وضع جمیع حملہا لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق میں مطلقاً اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اسطرح پر کہ مثلاً زید نے نکاح کیا اس عورت سے جسکو زنا کا حمل تھا پھر وطی کی اس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تھی پھر زید مر گیا یا اسکو طلاق دی تو اسکی بھی عدت بوضع حمل ہوگی کذا فی جواہر الفتاوے وضع جمیع حمل عدت ہے حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلاً آج ایک لڑکا جنی اور بعد چھ مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اسکی عدت پچھلے لڑکے سے منقضی ہوگی نہ اول ولد سے وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلہا للازواج احتیاطاً اور بحر الرائق میں ہے کہ نکلنا اکثر بدن ولد کا مانند نکلنے کل بدن کے ہے سب احکام میں مگر عورت کے حلال ہونے میں واسطے ازواج کے اکثر بچہ کا حکم نہیں بنا بر احتیاط کے یعنے اگر حاملہ کے پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہو گئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہیں بنا بر اس احتیاط کے کہ جمیع حمل کا وضع نہیں ہوا ولا عبرۃ بخروج الرأس ولو من قبل فلا قصاص بقطعہ اور کچھ اعتبار نہیں سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھ سر نکلا ہو تو اسقدر نکلنے سے عدت آخر نہوگی اور قصاص بھی نہوگا اسکے قطع کرنے میں بلکہ پورا خون بہا بھی واجب نہوگا بلکہ بیسواں حصہ خون بہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر حمل گر گیا تو اگر کچھ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہوں تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا گرا تو عدت منقضی نہیں ہوئی کذا فی العالمگیریہ ناقلاً عن البدائع ولا یثبت نسبہ من المبانۃ لو لاقل من سنتین ثم باقیہ لاکثر اور ثابت نہیں ہوتا نسب ولد کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو برس سے سر نکلا پھر اسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجہا المیت صغیراً غیر مراہق وولدت لاقل من نصف حول من موتہ فی الاصح لعموم واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہے اگرچہ زوج اسکا جو مر گیا ہے صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی ہو صغیر کی زوجہ کمتر چھ مہینے سے بعد موت زوج سے بنا بر قول اصح کے ہر چند صغیر سے حمل متصور نہیں لیکن انقضائے عدت بدون وضع حمل کے نہیں بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالے نے فرمایا کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اسمیں خصوصیت بالغ کی نہیں فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکساں ہو گئی اور یہ قول امام اور محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک موت کی عدت لازم ہے نہ حمل کی وفیمن حبلت بعد موت الصبی بان ولدت لنصف حول فاکثر عدۃ الموت اجماعاً لعدم الحمل وقت الموت اور اس عورت کے حق میں جو حاملہ ہو گئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چھ مہینے یا زیادہ میں موت کے بعد سے تو اسکو موت کی عدت لازم ہے بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب فی الحالین اذ لا ماء للصبی اور نسب ولد کا صغیر سے ثابت نہیں دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ صغیر میں منی نہیں پھر جب منی نہیں تو ولد کہاں نعم ینبغی ثبوتہ من المراہق احتیاطاً فتح ہاں لائق ہے ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے کو کہتے ہیں [illegible]

ولو مات فی بطنها ینبغی بقاء عدتها الی ان ینزل او تبلغ حد الایاس نہر اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ میں مرگیا تو اسکی بقائے عدت اسکے گرنے تک منتظر رہی یا کہ عورت ناامیدی تک پہونچی کذا فی النہر الفائق م یہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہیں یہ تجویز ہی صاحب نہر کی شیخ رحمتی نے کہا کہ جب عورت ناامیدی کی عمر کو پہونچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہ مخالف ہی عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیونکی عدت وضع حمل ہی اور شاید صاحب نہر الفائق نے حد ایاس سے دو برس پورے کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اسواسطے کہ فقہا کا یہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں ٹھہرتا زندہ اور مردہ دونوکو شامل ہی کذا فی حاشیة المدنی وفی حق امرأة الفار من الطلاق البائن ان مات وهی فی العدة ابعد الاجلین من عدة الوفاة وعدة الطلاق احتیاطا بان تتربص اربعة اشهر وعشرا من وقت الموت فیها ثلث حیض من وقت الطلاق شمنی وفیه قصور لانها لو لم ترفیها حیضا تعتد بعدها بثلث حیض حتی لو امتد طهرها تبقی عدتها حتی تبلغ الایاس فتح اور زوجہ فار کی حق میں طلاق بائن کی عدت کو وہ مرگیا ہو عورت کی عدت میں تو ابعد الاجلین ہی یعنی عدت وفات اور عدت طلاق میں جو بعید تر ہی وہ عدت کرنا لازم ہی بنا بر احتیاط کے اسطرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موتکے وقت سے اسی چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جاوین شروع طلاق سے کذا ذکرہ الشمنی اور اس بیان میں قصور ہی یعنے ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی پوری نہیں کہ سب صورتونکو شامل نہیں اسواسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن میں حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کرے جتنے دنونمیں ہو جاوین یہانتک کہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جاوے حیض نہ آوے تو اسکی عدت باقی رہیگی ناامیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی اور تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاوے قاضی خان کے یوں ہی کہ اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جاوین تو عدت منقضی ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکیں اور تین حیض نہو چکیں تو جبتک تین بار حیض نہوگا عدت آخر نہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے ہو چکیں تو بدون تمام ہونے چار مہینے دس دن کی عدت منقضی نہوگی **فائدہ** عدت ابعد الاجلین چار صورتونمیں ہوتی ہی ایک فار کی عورت جسکا بیان ابھی ہوا دوسری صورت یہ کہ زوج کی دو عورتیں ہیں اور اسنے ایک کو معین کرکے طلاق دی بشرطیکہ دونوں سے وطی کر چکا ہو اور دونوں حیض والیاں ہوں پھر زوج مرگیا اور یاد نہ رہا کہ دونوں میں سے مطلقہ کون ہی تو ہر عورت پر واجب ہی ابعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتونمیں سے ایک کو بلا تعیین تین بار طلاق دی اپنی صحت میں پھر مرگیا بدون بیان کرنے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہی چوتھی یہ صورت کہ دو عورتونمیں سے ایک کو طلاق دی بلا تعیین صحت میں پھر اپنے مرض الموت میں بیان کر دیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضائے عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوے قاضی خان اور پانچوین صورت ابعد الاجلین کی وہ ہی جسکو شارح اسی باب میں مذکور کر چکا یعنے جب ام ولد کا مولی اور زوج دونوں مرجاوین اور معلوم نہو کہ کون پہلے مرگیا وقید بالبائن لان المطلقة الرجعی بالموت اجماعا اور فار کی زوجہ کی ابعد الاجلین عدت ہونے میں مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی اسواسطے کہ اسکی مطلقہ رجعی کی عدت تو وہی موت کی عدت ہی بالاتفاق یعنے چار مہینے دس دن کی عدت ہی خواہ انمیں تین حیض ہوں یا نہوں والعدة فیمن عتقت فی عدة رجعی لا عدة البائن والموت اتمت کعدة حرة اور عدت اس لونڈی کے حق میں جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت میں نہ طلاق بائن کی عدت میں اور نہ موت کی عدت میں یہ ہی کہ پوری کرے عدت کو مانند حرہ کے عدت کے یعنے لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق رجعی دی تو اسکی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینا لیکن ہنوز اسکی عدت منقضی نہوئی تھی کہ اسکے مولی نے اسکو آزاد کر دیا تو اب اسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنے تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین مہینے کی عدت ولو عتقت فی عدة البائن والموت فکعدة امة لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا زوج کی موت میں تو اسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہی بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی میں نہ بائن اور موت میں یعنے چونکہ رجعی میں نکاح قائم ہی لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہی بخلاف بائن اور موت کے وقد تنتقل العدة ستا کامة صغیرة منکوحة طلقت رجعیا فعتدت بشهر ونصف

فحاضت تصیر حیضتین فاعتقت تصیر ثلثا فامتدّ طهرها الی الایاس تصیر بالاشهر فعاد دمها تصیر بالحیض فمات زوجها فتصیر اربعة اشهرٍ وعشرًا اور گاہے بدلتی ہے عدت چھ طرح پر چنانچہ لونڈی صغیرہ منکوحہ کو طلاق رجعی ہوئی تو اسکی عدت ہے ڈیڑہ مہینہ پھر اسکو قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضاے عدت کے وہ آزاد ہوگئی تو اسکی عدت تین حیض کی ہوگئی پھر قبل تین حیض کے طہر اسکا دراز ہوگیا یعنے پچاس برس کی عمر تک حیض نہ آیا تو اب اسکی عدت تین مہینے کی ہوگئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا تو تین حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضاے تین حیض کے زوج اسکا مرگیا تو اب چار مہینے دس دنکی عدت ہوگئی تو یہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چھہ بار کے انتقال کا قائل ہے تو شاید کہ انہوں نے پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہے واللہ اعلم آیسة اعتدت بالاشهر ثم عاد دمها علی جاری عادتها وحبلت من زوج آخر بطلت عدتها وفسد نکاحها واستانفت بالحیض لان شرط الخلفیة تحقق الایاس عن الاصل وذلک بالعجز الدائم الی الموت وهو ظاهر الروایة کما فی الغایة واختاره فی الهدایة فتعین المصیر الیه قاله فی البحر بعد حکایة ستة اقوال مصححة واقره المصنف آئسہ نے مہینوں کی عدت کی پھر عود کیا اسکے حیض نے بکثرت جاری ہوکر موافق عادت قدیم کے یا کہ اسکو حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کی عدت کے اسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہوگئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ ہونے سے مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اور نکاح ثانی فاسد ہوگیا اسواسطے کہ عین عدت مین ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو بحساب حیض شروع کرے اسواسطے کہ عدت بالاشہر خلیفہ تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلیفہ ہونے کی یہ ہے کہ اصل سے نا امیدی متحقق ہوا اور تحقق نا امیدی بسبب نا امیدی دائمی کے ہوتا ہے جو موت تک ہو تو اس صورت مین بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونے کے نا امیدی نہ رہی اسواسطے کہ آئسہ وہ ہے جسکو نہ حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان اور استیناف عدت ظاہر الروایت ہے کذا فی الغایہ اور اسکو پسند کیا ہے ہدایہ مین تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہوگیا ایسا کچھ کہا ہے بحر الرائق مین بعد نقل کرنے چھ قول کے جنکی تصحیح ہو چکی ہے اس مسئلہ مین اور اسی ظاہر الروایت کو ثابت رکھا ہے مصنف نے متن اور شرح مین ہم آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد مین چند قول ہین لیکن ترجمہ مین کثرت سیلان ہی کو مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق مین مذکور ہے کہ معراج الدرایہ مین اسی قول پر فتوی ہے لکن اختار البهنسی ما اختاره الشهید انها ان رأته قبل تمام الاشهر استانفت لا بعدها قلت وهو ما اختاره صدر الشریعة وملا خسرو والباقانی واقره المصنف فی باب الحیض وعلیه فالنکاح جائز وتعتد فی المستقبل بالحیض کما صححه فی الخلاصة وغیرها وفی الجوهرة والمجتبی انه الصحیح المختار وعلیه الفتوی وفی تصحیح القدوری وهذا التصحیح اولی من تصحیح الهدایة وفی النهر انه اعدل الاقوال وتمامه فیما علقته علی الملتقی لیکن اختیار کیا ہے بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آئسہ نے قبل تمام ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تب تو عدت مہینوں کی باطل ہوئی سرے سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے حیض دیکھا تو عدت پوری ہوگئی اب استیناف عدت کا نکرے شارح کہتا ہے اسیکو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہے اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض مین ثابت رکھا ہے اور بموجب اس قول مختار کے بعد تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہے نہ فاسد اور زمان مستقبل مین اگر زوج ثانی طلاق دے تو عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسیکی تصحیح کی ہے خلاصہ وغیرہا مین اور جوہرہ اور مجتبی مین کہا ہے کہ یہی قول صحیح اور مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور تصحیح قدوری مین یون ہے کہ تصحیح اس قول کی بہتر ہے تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق مین کہا ہے کہ یہی قول سب روایات مین معتدل تر ہے اور پوری تقریر اسکی شرح ملتقی کی اس شرح مین ہے جو ملتقی الابحر پر لکھی والصغیرة لو حاضت بعد تمام الاشهر لا تستانف الا اذا حاضت فی اثنائها فتستانف بالحیض کما تستانف العدة بالشهور من حاضت حیضة او ثنتین ثم ایست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل اور صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین مہینے کے تو استیناف عدت کا حیض سے نکرے مگر جبکہ اسکو درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع کرے چنانچہ استیناف عدت کا مہینوں سے وہ عورت کرتی ہے جسکو ایکبار یا دو بار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہوگئی یعنے پچپن برس کو پہونچ گئی ان صورتون مین پہلی عدت چھوڑکر دوسری عدت کا

حکم اسواسطے ہوا تاکہ جمع ہوجانے اصل اور بدل سے بچاؤ رہے اسواسطے کہ بدل کی صورت تعذر اصل ہوتا ہی تو کچھ مدت اصل ہو اور کچھ بدل جائز نہین
والإياس سِنُّهُ للرومية وغيرها خمس وخمسون عند الجمهور وعليه الفتوى وقيل الفتوى على خمسين اور ایاس یعنے نا امیدی
کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہی نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ پچاس برس ہی
فتوی ہی کذا فی النہر الفائق ہم محمد سے روایت ہی کہ روم کی عورت مین مدا ایاس پچپن برس اور اسکے سوا مین ساٹھ یا ستر برس لیکن اس روایت پہ
فتوی نہین کذا فی البحر الرائق وفی المجتبی عن الجامع صغیرة بلغت ثلثین سنة ولم تحض حکم بإیاسها اور بحر الرائق مین جامع سے منقول ہی کہ صغیر تیس
برس کو پہونچی اور اسکو حیض نہ آیا تو اسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدة المنكوحة نكاحا فاسدا فلا عدة في باطلة وكذا موقوف قبل الإجازة
اختيار لكن الصواب ثبوت العدة والنسب بحر اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہی تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اسمین عدت
نہین نکاح باطل یہ کہ غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور اسیطرح نکاح موقوف مین قبل اجازت کے عدت نہین کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح
فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولے لیکن حق یہ ہی کہ نکاح موقوف مین عدت اور نسب ولد کا ثابت ہی کذا فی البحر الرائق والموطوءة بشبهة
ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها كما سيجيء وللموطوءة بشبهة أن تقيم مع زوجها الأول وتخرج بإذنه في العدة لقيام النكاح بينهما وإنما حرم
الوطء حتى تلزمه نفقتها وكسوتها بحر بحثا إذا لم تكن عالمة راضية كما سيجيء اور عدت اس عورت کی جسکی وطی بالشبہ ہوئی اور منجملہ وطی بالشبہ غیر کی عورت سے نکاح
کر لینا ہی نا دانستہ چنانچہ آخر باب مین آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہ نہین صریح زنا ہی اسمین عدت نہین اور جسکی وطی بالشبہ ہو گئی
اسکو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہی اور نکلنا گھر سے اسکی اجازت سے عدت مین لازم ہی بسبب قائم رہنے نکاح کے دونون مین اور زوج اول کو حرام تو فقط
وطی ہی عدت تک قیام نکاح کا یہان تک ثابت ہی کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہی کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہی نفقہ زوج اول پر اسوقت لازم
ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنے دونو قیدین یا ایک قید ضرور ہی وجوب نفقہ مین چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہین لیکن بجبر اسکو مرد کے
پاس شب زفاف مین کر دیا ہو اور مرد سے کہا ہو کہ یہ تیری زوجہ ہی اور وقت وطی کے ہر چند عورت نے کہا ہو کہ مین غیر کی زوجہ ہون لیکن اسنے اعتبار نکیا ہو
اور تلوار سے دھمکایا ہو تو اس صورت مین کسی پر حد نہین مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اسپر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر
لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وأم الولد فلا عدة على مدبرة ومعتقة غير أم الولد لغير الآيسة والحامل فإن عدتهما
بالأشهر والوضع اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہین در آنحالیکہ ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی دو مہینون سے
ہی اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہی الحيض للموت أي موت الواطئ وغيره كفرقة أو متاركة لأن عدة هؤلاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحيض
ولم يكتف بحيضة احتياطا یعنے عدت منکوحہ بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہین وطی کرنیوالی کی موت
مین بھی حیض کی عدت ہی نہ مہینونکی اور غیر موت مین بھی تین حیض ہی کی عدت ہی غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد مین فرقت ہو گئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک
وطی کے عزم کا ایسی عورتونکی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہی اور یہ دریافت نہین ہو سکتا مگر حیض
سے اور ہر چند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہی لیکن ایک حیض پر کفایت نکی بلکہ بنابر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے ولا اعتداد بحيض طلقت
فيه إجماعا اور اس حیض کا جسمین طلاق واقع ہوئی ہو عورت پر شمار نہین عدت مین بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت مین تین حیض اور حدیث سے
لونڈی کی عدت مین دو حیض ثابت ہین تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا الطلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہی یعنے اسکے سوا تین اور حیض حرہ مین
اور دو حیض لونڈی مین لازم ہون گے وإذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة أخرى لتجدد السبب وتداخلتا والمرئي من الحيض منهما

ویلیم

وعلیھا ان تتم العدۃ الثانیۃ ای تمت الاولی اور جب وطی ہو گئی عدت والی عورت کی شبہ سے اگرچہ طلاق دینے والے زوج نے ہی وطی کی تو واجب ہو گی معتدہ پر دوسری عدت بسبب متجدد ہونے سبب عدت کے اور دونو عدتیں متداخل ہو جاوینگی یعنے ملجاوینگی اور جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے دیکھائی دیگا وہ دونو عدتوں میں شمار ہوگا اور واجب ہوگا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہو گئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی اور اسکو ایک حیض آیا بعد اسکے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو اور دو بار حیض آیا تو یہ تینوں حیض دونو عدتوں میں محسوب ہونگے تو زوج اول کی عدت تو پوری ہو گئی پہلا حیض اور یہ دو حیض ملکر اور زوج ثانی کی عدتمیں فقط دو ہی حیض ہیں تو جب ایک حیض اور رہیگا تب ثانی کی عدت تمام ہو گی خلاصہ یہ ہے کہ یہاں چار حیض ہیں پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہے اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہے اور درمیان کے دو حیض دونو عدتوں میں مشترک اور متداخل ہیں ہم معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہے تاکہ زوج مطلق کی وطی داخل ہے وطی بشبہہ میں اور اگر طلاق رجعی کی عدت میں معتدہ سے زوج وطی کریگا تو رجعت ثابت ہو جاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو کانتا بالاشھر او بھما او معتدۃ وفاۃ اور اسیطرح متداخل ہونگی دو عدتیں اگرچہ ایک عدت مہینوں کی ہو چنانچہ آئسہ کی عدتمیں وطی بشبہہ ہو گئی تو اگر پہلی عدت آخر ہو گئی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینوں سے واجب ہوگا یا ایک عدت مہینوں کی ہو اور دوسرے حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنے ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دن کی عدت میں تھی کہ اسکی وطی بشبہہ ہو گئی تو دوسری عدت حیض کی ہو گی تو اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی ہو گئے تو دونو عدتیں منقضی ہو گئیں بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت میں حیض جاری نہوا تو بعد اس مدت کے تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہو گی کذا فی البحر الرائق فلو حذف قولہ والموت منھما لعمھما وعم الحامل لو حبلت فعدتھا الوضع لا معتدۃ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل کما مر وصححہ فی البدائع سو جب معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتوں کا جیسا حیض کی عدتوں میں ہوتا ہے ویسا ہی مہینوں کی عدتمیں بھی ہوتا ہے تو اگر مصنف اپنے قول والموت منھما کو محذوف کرتا یعنے رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونو قسم کی عدتوں کو شامل ہوتا اور اس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت میں حاملہ ہو گئی تو اسکی عدت وضع حمل ہی یعنے اس عورت کو دو عدتیں لازم ہیں ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونو عدتیں وضع حمل سے منقضی ہو جاوینگی اسواسطے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا کذا فی الکافی ہر حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مگر معتدہ وفات کی عدت مہینوں کے حساب سے ہے اسکو تغیر نہیں ہوتا حمل سے چنانچہ گذر گیا اسکا بیان زوجہ صغیر میں جبکہ بعد موت شوہر کے وہ حاملہ ہو جاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی ہے بدائع میں ومبدأ العدۃ بعد الطلاق وبعد الموت علی الفور اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہے یعنی الفور بلا توقف وتنقضی العدۃ وان جھلت المرأۃ بھما ای بالطلاق والموت لانھا اجل فلا یشترط العلم بمضیہ سواء اعترف بالطلاق او انکر اور آخر ہوجاتی ہے عدت اگرچہ عورت کو خبر نہو طلاق اور موت کی یعنے زوج نے طلاق دی اور تین حیض ہو گئی یا زوج مرگیا اور چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہو گئی عورت کو طلاق اور موت کی خبر ہو یا نہو اسواسطے عدت نام ہے مدت معین کا سو گذر گئی تو اسکے گذر جانیکا علم شرط نہیں خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امرأتہ ثم انکر واقیمت علیہ بینۃ وقضی القاضی بالفرقۃ کان ادعت علیہ فی شوال وقضی بہ فی المحرم فالعدۃ من وقت الطلاق لا من القضاء بزازیہ سو اگر زوج نے طلاق دی ہی اپنی عورتکو پھر منکر ہو گیا اور گواہوں نے اسکو جھوٹا کیا اور قاضی نے حکم دیا جدائی کا مثلا عورت نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو شوال میں طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا ہوا محرم میں تو عدت کی ابتدا طلاق کے وقت سے ہو گی یعنے شوال سے نہ قاضی کے حکم دینے سے یعنے محرم سے کذا فی البزازیہ وفی الطلاق المبھم من وقت البیان اور طلاق مبہم میں ابتداء عدت بیان کے وقت سے ہو گی نہ طلاق سے ولو شھدا بطلاقھا بعد ایام عدۃ وقضی بالفرقۃ فالعدۃ من وقت الطلاق لا القضاء بحر اور اگر دو شاہدوں نے گواہی دی عورت کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدونکی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتداء عدت وقت طلاق سے ہو گی نہ قضا سے بخلاف ما لو اقر بطلاقھا منذ زمان ماض فان الفتوی انھا من وقت الاقرار مطلقا نفیا لتھمۃ المواضعۃ بخلاف اس صورت کے کہ اگر زوج نے اقرار

کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے مثلا رجب میں کہا کہ میں نے محرم میں طلاق دی تھی تو فتویٰ اسپر ہو کہ ابتداے عدت اقرار کے وقت سے ہوگی مطلقاً خواہ عورت اسکی تصدیق کرے یا تکذیب یا کہے کہ مجھکو معلوم نہیں یہ فتوے ہوا تاکہ موافقت زوجین کی تہمت دور ہو جاوے یعنے احتمال ہو کہ خلاف واقع اظہار انقضاے عدت میں زوج اور زوجہ موافق ہو گئی ہوں کسی غرض سے مثلا زوج کی یہ غرض ہو کہ پانچوین عورت سے نکاح کرے اور عورت کی یہ غرض ہو کہ زوج ثانی سے نکاح کرے تو اس تہمت کے منع ہونیکے واسطے فتویٰ یہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لکن ان کذبتہ فی الاسناد او قالت لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولہا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ ان وطیہا لزمہ مہر ثان احتیاطا ولا نفقۃ ولا سکنی ولا کسوۃ لہا لقبول قولہا علی نفسہا خانیہ لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد میں کی یعنے زوج نے جو طلاق کو زمان ماضی کیطرف منسوب کیا تھا اسکی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ میں نہیں جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنے مرد پر لازم ہوگا اور اگر عورت نے زوج سے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سوا اسبات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہو گی بعد اسوقت کے جسمیں ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہی تو دوسرا مہر اسپر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنے اور نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنے عورت خود قائل ہو چکی کہ میری عدت گذر گئی تو اسکا حق ساقط ہو گیا ولو ابانہا ثم اقام معہا زمانا ان مقرا بطلاقہا تنقضی عدتہا والا ان منکرا لا خانیہ اور خانیہ میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اسکے پاس رہا کیا اب دیکھنا اگر مقر ہی اسکی طلاق کا تو عدت اسکی منقضی ہو گی اور اگر منکر ہی طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی وفی اول طلاق جواہر الفتاوی ابانہا واقام معہا فان اشتہر طلاقہا فیما بین الناس تنقضی والا لا وکذا لو خالعہا ان بین الناس او اشہد علی ذلک تنقضی والا لا ہو الصحیح وکذا لو کتم طلاقہا لم تنقض زجرا انتہی وحینئذ فمبداہا من وقت الثبوت والظہور اور جواہر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق میں یوں ہی کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اسکے ساتھ رہا کیا سو اگر اسکا طلاق دینا لوگوں میں مشہور ہو گیا تو عدت اسکی منقضی ہو گئی اور اگر طلاق مشہور نہیں تو انقضاے عدت نہیں اور اسیطرح اگر خلع کیا عورت سے سو اگر خلع مشہور ہو گیا اور گواہ کیا لوگوں کو اسپر تو عدت منقضی ہو گئی ورنہ نہیں تو نہیں یہی قول صحیح ہی اور اسی طرح اگر مرد نے عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہو گی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہی کہ اسوقت یعنے عدم شہرت طلاق میں ابتداے عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی ومبداہا فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما ثم لو وطئہا حد جوہرۃ وغیرہا وقیدہ فی البحر بحثا بکونہ بعد العدۃ لعدم الحد بوطئ المعتدۃ اور ابتداے عدت نکاح فاسد میں بعد تفریق کر دینے قاضی کے ہی دونوں میں پھر اگر مرد وطی اس عورت سے کریگا تو اسکو حد ماریگا کذا فی الجوہرۃ وغیرہا اور بحر الرائق میں دلیل بیان کرکے مخصوص کیا ہی وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنے حد اس صورت میں لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اسلئے کہ معتدہ کی وطی میں حد نہیں او المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطئہا بان یقول بلسانہ ترکتک ونحوہ یا ابتداے عدت نکاح فاسد میں بعد متارکت کے ہی یعنے قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ میں نے تجھکو چھوڑا یا اسیطرح کچھ اور کہے ومنہ الطلاق وانکار النکاح لو بحضورہا والا لا بمجرد العزم لو مدخولۃ والا فیکفی تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہی طلاق دینا یا نکاح فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہو گی اگر عورت کو منکوحہ فاسدہ مدخولہ ہی تو بمجرد عزم ترک متارکت نہ جائز ہو گی اور اگر مدخولہ نہیں ہی تو فقط تفرق ابدان کافی ہی یعنے عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اسکے پاس آنیکا ارادہ نہو والخلوۃ فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ اور خلوت کرنا نکاح فاسد میں خواہ خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کے نہیں والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوہرۃ فلا تعتد فی بیت الزوج بزازیہ اور نکاح فاسد میں طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہیں کرتا یعنے اگر دوسری بار اس عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی

طلاق فسخ ہو نہ طلاق واقعی کذا فی البحر ہر و اور نکاح فاسد میں عورت زوج کے گھر میں عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ واقع میں وہ زوج ہی نہیں کذا فی البزازیہ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبھا الزوج قبل قولھا مع حلفھا والا تحتمل المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالف الظاھر کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجائش رکھتی ہی انقضاے عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہی تو مقبول ہو گا قول عورت کا ساتھ قسم کہانے عورت کے اور اگر مدت میں انقضاے عدت کا احتمال نہیں تو قول عورت کا مقبول نہیں ہی اسواسطے کہ ہر چند عورت اس باب میں امین ہی اور امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہی لیکن امین کے قول کی اسوقت تصدیق ہوتی ہی جب ظاہر حال اسکے بیان کے مخالف نہو اور جب مدت میں گنجائش انقضاے عدت کی نہووے تو ظاہر حال اسکا مخالف ہوا لہذا اسکا قول مقبول نہو گا فتح کو بالشہور فالمقدّر بالمذکور ولو بالحیض فاقلھا لحرۃ ستون یوما وللامۃ اربعون پھر اگر مدت عورت کی مہینوں کی ہو جیسے صغیرہ اور آئسہ کی تو تقدیر اسکی مذکور ہو چکی یعنے طلاق اور فسخ میں تین مہینے اور موت میں چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدھی اسکی ۔ اور اگر عدت حیضوں کی ہو تو کمتر مدت انقضاے عدت کی حرہ کے حق میں ساٹھ دن ہیں اور لونڈی کے حق میں چالیس دن ہم ساٹھ دن اس حساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر میں طلاق واقع ہوئی قبل وطی کے اسواسطے کہ معتبر طلاق سنی ہی نہ بدعی تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے باعتبار اوسط ترتیب کے پندرہ دن تو سب ساٹھ دن ہوئے اور اسیطرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہ مذہب امام اعظم کا ہی بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس دن ہیں اس حساب سے کہ گویا اسکو آخر طہر میں طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس دن ہوئے اور تین حیض کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھہ دن مجموعہ اکیس دن ہوئے تو بموجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوے کرے ساٹھ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہو گئی تو اسکا قول مع الیمین مقبول ہو گا اور اس مدت سے کم میں مقبول نہو گا مالم تدّع السقط کما مرّ فی الرجعۃ ومالم یکن طلاقھا معلقا بولادتھا فیضم لذلک خمسۃ وعشرین للنفاس کما مرّ فی الحیض اس اقل مدت کا اعتبار اسوقت تک ہی جبتک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوے نہیں کیا چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ میں مذکور ہو چکی اور جبتک کہ طلاق عورت کی اسکی ولادت پر نہ معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہو گی تو اقل عدت کے ساتھ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ اسکا بیان باب الحیض میں ہو چکا خلاصہ یہ کہ اگر عورت اسقاط حمل کا دعوے کریگی بشرطیکہ ولد کے کچھ اعضا بن گئے ہوں تو فورا بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہو جاویگی اور اگر زوج نے یوں تعلیق کی کہ اگر تو جنے گی تو تو مطلقہ ہی تو اس صورت میں کمتر مدت انقضاے عدت حرہ کے پچاسی دن میں ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے ہر چند نفاس کی اقل مدت معین نہیں لیکن عدت کی تعیین میں پچیس ہی دن مقرر ہو چکے ہیں نکح نکاحا صحیحا معتدتہ ولو من فاسد وطلقھا قبل الوطی ولو حکما وجب علیہ مھر تام وعلیھا عدۃ مبتداۃ لانھا مقبوضۃ فی یدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وھو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اسکی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی اسکو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنے بعد خلوت کے تو واجب ہو گا مرد پر پورا مہر اور لازم ہو گی عورت پر دوسری عدت سر نو سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ اور قابو میں ہی بسبب اول وطی کے بواسطے بقاے اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہی عدت سے تو جب اسنے دوسرا نکاح کیا تو قبض اول بجاے قبض ثانی ہو گیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبضہ میں ہو اور وہ اسکے مالک سے اسکو خرید کرے تو بمجرد خرید کے وہ قابض ٹھہریگا تجدید قبض کی کچھ حاجت نہیں وھذہ احدی المسائل العشرۃ المبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہ ایک مسئلہ ہی ان مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہی کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہی نکاح ثانی کی وطی کے ہم تفصیل ان مسائل عشرہ کی یوں ہی کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پھر اسی عدت میں نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہو گی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد ذکر کر چکا ہی ۳ نکاح کیا اور بعد دخول صحت میں طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پھر حالت مرض الموت میں قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کر دی دونوں میں پھر عدت کے اندر اس مرد نے نکاح ثانی بمہر جدید کیا اور قاضی نے پھر تفریق کر دی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق دی

اور صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی پھر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۲ ایک عورت سے نکاح کیا پھر بعد دخول کے اسکو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہو گئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت میں زوج نے اس سے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۳ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہو گئی پھر مسلمان ہوئی پھر اُس سے عدت میں نکاح کیا پھر قبل دخول طلاق دی ۴ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہو گئی قبل دخول کے ۵ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی اسواسطے اپنی ذاتکا اختیار کرکے نکاح فسخ کیا پھر عدت میں اُس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۶ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ آزاد ہو گئی اور اُسنے فسخ نکاح کر دیا قبل دخول کے سوان مسائل عشرہ میں دخول نکاح اول بجاے دخول نکاح ثانیکے ہی امام اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہی نہ عدت مستقلہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وقولُ زفر لا عِدّۃ علیہا اَبْطَلَہُ المصنفُ بما یطولُ وجَزَمَ بانّ القاضی المقلدَ اذا خالَفَ مشہورَ مذہبِہِ لاینفذُ حُکمُہُ فی الاصحّ کما لو ارتشی الّا ان ینصَّ السلطانُ علی العملِ بغیرِ المشہورِ فیسُوغُ فیصیر حنفیًا زفریًا وھذا لم یقع بل الواقعُ خلافُہ فلیحفظ اور زفر کا یہ قول ہی کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اُسپر عدت واجب نہیں سو اس قول کو مصنف نے باطل کیا ہی بکلام طویل اور یقین کیا ہی اسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنی مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اُسکا حکم جاری نہوگا قول اصح میں چنانچہ اگر رشوت لیکر حکم کریگا جاری نہوگا مگر یہ کہ سلطان تصریح کردے سند قضا میں غیر مشہور پر عمل کرنیکی تو حکم جاری ہو جائیگا تو اسوقت میں وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا حکم سلطان کا ہنوز واقع نہیں ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اسکے مخالف واقع ہی یعنی قول راجح پر عمل کرنیکا حکم ہی روم اور شام اور حرمین شریفین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ذمّیۃٌ غیرُ حاملٍ طلّقہا ذمیٌ او ماتَ عنہا لم تَعتدّ عند ابی حنیفۃَ اذا اعتقدوا ذلک لِانّا اُمِرنا بترکِہم وما یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق دی ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چھوڑ کر ذمی مرگیا تو اُسپر عدت نہیں نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے معتقد ہوں اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم تعرض ہیں انسے اور اُن کے اعتقادیات سے اور اسواسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں ولو کانت الذمیۃ حاملًا تعتدّ بوضعہ اتفاقًا وقیّدَ الولوالجی بما اذا اعتقدوہا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اُسکے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہی کذا فی الہدایہ اور ولوالجی نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب عدت حاملہ کے معتقد ہوں اور یہ قول ضعیف ہی اور پہلا صحیح ہی کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلّقہا مُسلمٌ او ماتَ عنہا فتعتدّ اتفاقًا مطلقًا لانّ المُسلمَ یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دے یا اسکو زندہ چھوڑ کر مرجائے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقًا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسواسطے کہ مسلمان وجوب عدت کا معتقد ہی ولکن لا تعتدُّ مسبیّۃٌ افترقت بتباینُ الدارین لانّ العدّۃ حیثُ وجبت حقًا للعبادِ والحربیُّ مُلحقٌ بالجمادِ الّا الحاملَ فلا یصحُّ تزوجُہا لا لانّہا معتدّۃٌ بل لانّ فی بطنِہا ولدًا ثابتَ النسبِ اور اسیطرح قتل ذمیہ کے وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الاسلام میں گرفتار ہو کر اپنے زوج سے جدا ہو گئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہاں کہیں واجب ہوئی ہی تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہی اور کافر حربی ملحق ہی ساتھ بہائم اور جماد کے سواے حاملہ حربیہ کے کہ اُس سے نکاح کر لینا صحیح نہیں پر عدم صحت اسوجہ سے نہیں کہ وہ معتدہ ہی بلکہ اس وجہ سے کہ اُسکے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہی کحربیّۃٍ خرجت الینا مُسلمۃً او ذمّیۃً او مُستامنۃً ثم اسلمت او صارت ذمیّۃً لما مرّ انّہ مُلحقٌ بالجمادِ الّا الحاملِ لما مرّ چنانچہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الحرب چھوڑ کر ہماری طرف نکل آئی مسلمان ہو کر یا ذمیہ ہو کر یا امان لیکر پھر ہو گئی یا ذمیہ ہو گئی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حربی جانور اور پتھر میں داخل ہی سواے حاملہ کے بدلیل گذشتہ یعنی ہر چند اسپر عدت نہیں لیکن بخیال ولد ثابت النسب اس سے نکاح کرنا صحیح نہیں وکذا لا عدّۃ لو تزوّج امرأۃ الغیرِ ووطیہا عالمًا بذلک وفی نسخِ المتنِ ودخل بہا ولا بُدّ منہ ویُحدّ وبہ یُفتی ولھذا یُحدّ مع العلمِ بالحرمۃ لانّہ زنا والمزنیُّ بہا لا تحرُمُ علی زوجہا وفی شرح الوہبانیۃ لو زنتِ المرأۃ

بلکہ حکم [illegible] نہیں علما کے بعد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

لایقربہا زوجہا حتی تحیض لاحتمال علوقہا من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ فلیحفظ لغرابتہ اور اسیطرح عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی امر غیر کی منکوحہ سے اور وطی کرے اس سے غیر کی منکوحہ جان کر اور متن کے نسخون مین و دخل بہا داخل ہی اور مصنف کی شرح سے ساقط ہی اور یہا لائق ہی کہ قید دخول کی ضرور ہی اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کرکے دخول نکریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور اسی قول پر یعنے عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوے ہی اور جبکہ منکوحہ غیر پر عدت نہین بسبب نکاح ثانی کے اسیواسطے مرد پر حد مارینگے ساتھ دانست حرمت کے اسواسطے کہ غیر منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا بھی زنا ہی اور زنا موجب عدت کا نہین اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنی زوج پر حرام نہین اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ تحریم مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین یون ہی کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اوسکا زوج اوس سے قربت نکرے یہان تک کہ اوسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو اس روایت کو یاد رکھنا چاہیے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ مین کچھ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کرچکا ہی کہ روایت وہبانیہ کی ضعیف ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیئے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا لم یعلم حیث تحرم علی الاول الی ان تنقضی العدۃ ولا نفقۃ لعدتہا علی الاول لانہا صارت ناشزۃ خانیۃ قلت لو عالمۃ راضیۃ کما مر فتدبر بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو معلوم نہو کہ یہ عورت غیر کی منکوحہ ہی اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اسوقت مین عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہان تک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی ہوجاوے اسواسطے کہ یہ زنا نہین شبہ نکاح ہی اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہی کہ عورت نافرمان اسوقت ہوگی جب کہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہین اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل اسی باب مین مذکور ہوچکی سو اسکو غور اور تامل کر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ادخلت منیہ فی فرجہا ہل تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتیاجہا لتعرف براءۃ الرحم وفی النہر بحثا ان ظہر حملہا نعم والا لا عورت نے ڈالی مرد کی منی اپنی شرمگاہ مین کیا اسپر عدت لازم ہی بحر الرائق مین بنابر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت لازم ہی واسطے دریافت کیہو جانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق مین بدلیل اس سوال کے جواب مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت وضع حمل تک لازم ہی اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین ہی دونو جواب کا ثمرہ اختلاف یہ ہی کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور بعد اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہی اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہی تو بخوف اضاعت ولد اور اشتباہ نسب کے ہر صورت عدت لازم ہوگی اور بحث صاحب نہر کی اپنے بھائی یعنے صاحب بحر سے بلاوجہ ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقہا ومضی سبعۃ اشہر فنکحت آخر لم یصح اذا لم تحض ثلث حیض ان لم تکن حاضت قبل الولادۃ لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ مین ہی کہ ایک عورت جنی پھر زوج نے اسکو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے پھر عورت نے دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہین جبتک کہ اس مدت مین تین حیض اوسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض نہین آتا وہ حاملہ نہین ہوتی تو اسکی عدت حیضون کی ہوگی نہ مہینون کی وفیہا طلقہا ثلثا ویقول کنت طلقتہا واحدۃ ومضت عدتہا فلو مضیہا معلوما عند الناس لم یقع والا یقع اور قنیہ مین ہی طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہی کہ مین اسکو ایک طلاق دیچکا تھا اور اسکی عدت بھی گذر گئی یعنے تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہی کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب عدم بقاے ملک کے تاکہ بلا توسط زوج ثانی نکاح جدید عورت اسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگونکو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع ہونگی اور اگر لوگون کو انکی عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگے اور بلا توسط زوج ثانی عورت اسکو حلال نہوگی ولو حکم علیہ بوقوع الثلاث بالبینۃ بعد انکارہ فلو برہن انہ طلقہا قبل ذلک بمدۃ طلقۃ لم تقبل بحر اور اگر قاضی کا حکم ہوچکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونیکا بسبب شہادت کے

بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دیچکا ہے تو یہ گواہی مقبول نہوگی کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہوں سے نہیں ہوسکتا وفیہ عن الجوھرۃ اخبرھا ثقۃ ان زوجھا الغائب مات او طلقھا ثلثا او اتاھا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق ان اکبر رایھا انہ حق فلا بأس ان تعتد وتتزوج اور بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ عورتوں کو خبر دی ثقہ نے کہ اُسکے غائب زوج نے اُسکو طلاق دی تین بار یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کیطرف سے خط آیا طلاق کا معتمد شخص کے ہاتھ سو اگر عورت کو ظن غالب ہوا کہ خبر اور خط حق ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرلے ولکن لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لا بأس ان ینکحھا اور اسیطرح اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھکو طلاق دی ہے اور اُسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مرد اُس سے نکاح کرے ھم لا بأس کی قید سے معلوم ہوا کہ نکاح نکرنا اولی ہے بالتحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق میں کافی حاکم سے منقول ہے کہ اگر عورت کو شک پڑے زوج کی موت کے وقت میں تو عدت کرے اُسوقت سے کہ جسمیں یقین ہو جاوے موت کا بنا بر احتیاط کے وفیہ عن المحیط لکن نکحہ فی مدۃ تحتمل لم تسقط نفقتہا وجاز لہ نکاح اختہا عملا بخبریہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت نسبہ ولم یفسد نکاح اختہا الاصح فترثہ لو مات دون المعتدۃ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے مرد نے دعوی کیا کہ عورت انقضاے عدت کی خبر دیچکی ہے اور عورت اُسکی تکذیب کرتی ہے اُس مدت میں جو انقضاے عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کرلینا اُسکی بہن سے بنا بر عمل کرنے دونوں کے خبر پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ میں عورتوں کی خبر پر عمل کیا اور اُسکی بہن کے جواز نکاح میں مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح میں تو اُسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ

فصل فی الحداد

یہ فصل ہے حداد میں یعنے سوگ میں جاء من باب اعد ومد وفر وروی بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم بھی مروی ہے بجاے مہملہ بمعنے قطع یعنے قطع زینت اور صحیح تر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وھو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت میں چنانچہ قاموس میں ہے عبارت ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی عام ہے معنے شرعی سے وشرعا ترک الزینۃ ونحوھا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع میں حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے تحد بضم الحاء وکسرھا کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ او موت وان امرھا المطلق والمیت بترکہ لانہ حق الشرع اظہارا للتاسف علی فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت بالغہ عاقلہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اسکی وطی کرچکا ہو سوگ اُسوقت واجب ہے جبکہ زوجہ قطع نکاح اور موت زوج سے عدت میں ہو بتہ یعنے قطع نکاح عبارت ہے تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا ایلاء وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح اور موت سے سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کرگیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے نعمت نکاح کے فوت ہوجانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہیں شارح کہتا ہے کہ نکاح میں دخول کی قید لگائی یعنے اس قول مصنف کے باعث سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہیں مگر بعد دخول کے م حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کے واسطے مضر ہے اسواسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک زینت واجب ہے مدخولہ ہو یا نہو تو یہی قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا کسب الا فیہ والدھن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

اوا حج بالصیم اذا الضرورات تُبِیحُ المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتونکی کنگھی کرنے سے تو کشادہ دانتونکی کنگھی منع نہیں اسواسطے کہ وہ سنگھار کی چیز نہیں دافع تکلیف ہے کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کی ترک سے اگرچہ عورت کا کوئی اور پیشہ نہو سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر میں ڈالنا یا بدن میں ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر اور سرمہ و مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیروا اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن میں ہوتی ہے اس سے کپڑے رنگتے ہیں ان سب چیزونکا استعمال جائز نہیں مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش اور جوؤن کے جائز ہے اور سرمہ لگانا آنکھونکی بیماری میں درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شب کو لگا دے اور صبح کو دھو ڈالے اور اگر کوئی کپڑا میسر نہو تو کسم و زعفران کا رنگین کپڑا پہننا جائز ہے ولا باس باسود ازرق ومعصفر خلق لا رائحۃ لہ اور کچھ مضائقہ نہیں سیاہ اور کرنجی کپڑے میں اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے میں جسمیں کسم کی خوشبو باقی نہیں لا حداد علی سبع کافرۃ وصغیرۃ ومجنونۃ ومعتدۃ عتق کموتہ عن ام ولدہ ومعتدۃ نکاح فاسد او وطی بشبہۃ او طلاق رجعی سوگ نہیں سات عورتون پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونیکی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چھوڑ کر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہ اور طلاق رجعی کی عدت والیون پر ہم کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہیں کہ وہ مکلف نہیں اور ام ولد قید مملوکیت سے چھوٹی تو اسکو تاسف کا کیا مقام ہے اور نکاح فاسد اور وطی بشبہ سے نعمت نکاح کی فوت نہیں ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی میں سوگ کا کیا ذکر ہے بلکہ اسکو آرایش اور سنگار کرنا چاہئے تاکہ اسکا زوج مائل ہوکر رجعت کرے ویباح الحداد علی قرابۃ ثلثۃ ایام فقط وللزوج منعہا لان الزینۃ حقہ فتح وینبغی حل الزیادۃ علی الثلثۃ اذا رضی الزوج اولم تکن متزوجۃ نہر اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والونکی موت میں فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہے کہ اپنی زوجہ کو تین دنکی اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اسواسطے کہ آرایش حق ہے زوج کا کذا فی فتح القدیر اور لائق یون ہے کہ حلال ہو زیادتی ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جبکہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق ھ صحیحین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں اُس عورت مسلمان کو جو حق تعالے اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسیکے غم میں سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن فتح القدیر میں اسیقدر ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دنسے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر ازواج کی موت میں اور یہ جو شارح نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ تین دن میں بھی منع کرے یا زوج کو درست ہے سو یہ وہم پڑ گیا ہے اسکو یہ فتح القدیر کی عبارت نہیں بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہ عبارت ہے اور یہ جو صاحب نہر نے بشرط رضائے زوج یا عدم زوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والون کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے اطلاق حدیث مذکور کی اور مخالف ہے روایت فقہ کے امام محمد نے نوادر میں کہا کہ حلال نہیں عورت کو سوگ کرنا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماں کی موت میں یعنے تین دنسے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کیواسطے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی التاتارخانیۃ ولا تعذر فی لبس السواد وہی آثمۃ الا الزوجۃ فی حق زوجہا فتعذر الی ثلثۃ ایام قال فی البحر وظاہرہ منعہا من السواد تاسفا علی موت زوجہا فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ عورت معذور نہیں سیاہ کپڑے پہننے میں تقریب ماتم اور وہ اس سیاہ پوشش سے گنہگار ہے مگر زوجہ اپنے زوج کے حق میں سو تین دن تک معذور ہے بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ یہ دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہے اپنے زوج کی موت کے تاسف پر تین دن سے زیادہ ھ شارح مختصر سے تصریح کر چکا ہے کہ سیاہ پوشش میں کچھ مضائقہ نہیں او تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز نہیں تو مطلب یہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہیں چنانچہ یہ تفصیل تاتارخانیہ کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہے و فی النہر لو بلغت فی العدۃ لزمہا الحداد فیما بقی اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی عدت کے اندر تو اسپر سوگ کرنا لازم ہوگا مابقی عدت میں والمعتدۃ ای معتدۃ کانت عینی فیعم معتدۃ عتق ونکاح فاسد واما الخالیۃ

تُخطَب اذا لم یَخطُبہا غیرہ و تَرضٰی بہ فلو سَکَتَتْ فقولانِ تَحرُمُ خِطبتُہا بالکسرِ و الضمِّ اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی
ہو کذا فی العینی تو معتدۂ عتق اور معتدۂ نکاح فاسد کو بھی یہ حدیث شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اُس سے پیام دینا درست ہے اسوقت جب کہ دوسرے
نے اُسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اسمیں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے
کہ پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہیں ہے اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ
لا یخطب احدکم علی خِطبۃ اخیہ یعنے کوئی تم میں سے پیام نکاح کا نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر بنقطہ خِطبہ بکسر اول بمعنے پیام نکاح اور بعضی اہل لغت بضم اول بھی قائل
ہیں وصحّ التعریض کاُرِیدُ التزوّجَ لو معتدۃَ الوفاۃِ لا المطلقۃَ اجماعًا لافضائہ الی عداوۃِ المطلِّقِ و مفادُہ جوازُہ لمعتدۃِ عتقٍ
و نکاحٍ فاسدٍ و وطیٍ بشبہۃٍ نہر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنے گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھول کر چنانچہ یوں کہنا کہ میں
نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالے مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہیں تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق
دینے والے کے عداوت کی نوبت پہونچتی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدہ وطی بشبہہ کے
اسواسطے کہ ان صورتونمیں کوئی طلاق دینے والا نہیں جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات انّ بناءَ التعریض علی الخروج
لیکن قہستانی میں مضمرات سے یوں منقول ہے کہ بناء تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض کرنا درست نہیں اور سوا معتدہ وفات کے کسی معتدہ
کا گھر سے نکلنا جائز نہیں اسواسطے کہ نفقہ سب عدت والیوں کا خاوند پر فرض ہے سوائے معتدہ وفات کے پھر جب نکلنا اور عدت والیوں کو جائز نہو تعریض کرنا کیونکر ہوگا
ولا تَخرجُ معتدۃُ رجعیٍّ و بائنٍ بایِّ فرقۃٍ کانت علی ما فی الظہیریۃ و لو مختلعۃً علی نفقۃِ عدتہا فی الاصحّ اختیار او علی السکنیٰ فیلزمُہا ان
تکتریَ بیتَ الزوجِ معراج لو حرّۃً او امۃً مُبوّأۃً ولو من فاسدٍ اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ و بائن کسی طرح سے جدائی ہو گئی ہو کذا فی الظہیریۃ اگرچہ عورت
نے اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح میں کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اس صورتمیں زوج کے گھر کو کرایہ لینا تا عدت
کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے
گھر سے نہ نکلے ہم اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اُسکو عدت میں نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ
اسواسطے کہ خدمت مولی کی اُسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق مکلّفۃٌ من بیتہا اصلًا لا لیلًا و لا نہارًا ولا الی صحنِ دارٍ فیہا منازلُ لغیرہ ولو باذنہ لانّہ
حقُّ اللّٰہ تعالی بخلافِ نحوِ امۃٍ لتقدّمِ حقِّ العبدِ یعنے نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے گھر سے جسمیں قبل عدت کے رہتی تھی اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو نہ گھر کے اُس
صحن میں نکلے جسمیں غیر زوج کے مکانات ہوں اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے میں ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالے کا تو زوج اُسکو باطل نہیں کر سکتا قرآن
مجید میں ارشاد فرمایا لا تُخرجوہنّ من بیوتہنّ ولا یَخرُجنَ یعنے عدت والیوں کو اُنکے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں بخلاف لونڈی
کے کہ اُسکو عدت میں نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنے مولی کے خدمت کے و مُعتدّۃُ موتٍ تَخرُجُ فی الجدیدینِ و تبیتُ
اکثرَ اللیلِ فی منزلِہا لانّ نفقتہا علیہا فتحتاجُ للخروجِ حتی لو کان عندہا کفایتُہا صارت کالمطلقۃِ فلا یحلُّ لہا الخروجُ فتح
اور موت زوج کی عدت والی نکلے دونوں اوقات میں اور اکثر شب اپنے گھر میں شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اُسکا اُسی پر ہے نہ وارثوں پر تو ضرورت
ہوئی اُسکو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہانتک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کے مانند ہو جاویگی پھر اُسکو بھی باہر نکلنا
جائز نہو گا کذا فی فتح القدیر مراد جدیدین سے رات اور دن ہے اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے و جوّز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح
مالا بدّ لہا منہ کزراعۃ ولا وکیلَ لہا اور جائز رکھا قنیہ میں نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کیواسطے جیسے کھیتی کی خبر گیری کیواسطے

اُس حالت میں جب کہ کوئی اُسکا رنڈوہ ہو طلقت او ماتت وھی زائرۃ فی غیر مسکنھا عادت الیہ فوراً لوجوبہ علیھا مطلقہ ہوئی یا کہ زوج
مر گیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ملنے کو گئی تھی اور کسی مکان میں اپنے گھر کے سوا تو طلاق یا موت سنکر فوراً اپنے گھر میں پلٹ آوے اسواسطے کہ عورت
پر پلٹ آنا واجب ہی وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ اور معتدۂ طلاق اور معتدۂ موت عدت پوری
کریں اُس مکان میں جسمیں عدت واجب ہوئی ہی اور نہ نکالی جاویں اس سے الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا
ولا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج معتدہ کو نکلنا جائز نہیں
مگر اُسوقت جبکہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا ورثہ یا گھر منہدم ہو جاوے یا ڈرے گھر کے گر پڑنے سے یا اپنے مال کے تلف ہونے سے ڈرے یا گھر کے کرایہ دینے
کا اوسکو مقدور نہو اسی قسم کی ضرورتوں میں نکلے ورنہ اُس مکان میں جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنے حتی الامکان دور نہ جاوے یہ حکم تھا معتدۂ وفات
کا اور طلاق کی عدت میں اگر اس قسم کی ضرورتیں پیش آویں تو وہاں رہے جہاں کہ زوج چاہے ولو لم یکفھا نصیبھا من الدار اشترت من الاجانب مجتبی
وظاھرہ وجوب الشراء لو قادرۃ او الکراء بحر واقرہ اخوہ والمصنف قلت لکن الذی رایتہ بنسختی المجتبی استترت من الاستتار فلیحرر
اور اگر معتدۂ وفات کو کفایت نکرے اُسکا حصہ جو زوج کے گھر سے بطور وراثت کے اُسکو ملا تو خرید کرے بیگانوں سے کذا فی المجتبی اور ظاہر کلام مجتبے دلالت کرتا ہی
مول لینے کے جواب پر اگر اُسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اسکو صاحب بحر کے بھائی یعنے صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح میں
مسلم رکھا ہی شارح کہتا ہی لیکن جو کہ میں نے مجتبے کے دو نسخوں میں دیکھا ہی بجاے اشترت کے سوا استترت ہی جسکا مصدر استتار ہی تو اسکو تحقیق و تنقیح کرنا چاہیے
تو اس تقدیر میں مطلب مجتبے کا یہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نکرے تو عورت بیگانے لوگوں سے پردہ کرے طلبی اور شیخ رحمتی محشی نے لکھا کہ جن نسخوں میں
شارح نے استترت دیکھا سو غلط نسخے تھے اسواسطے کہ صورت تو یہ مفروض ہی کہ حصہ عورت کا اتنا تنگ ہی کہ رہنے کو کفایت نہیں کرتا ہے جب مکان بقدر کفایت نہوا تو پردہ
کر لینے سے کیا کام نکلیگا علاوہ اسکے پوری عبارت مجتبی کی یوں ہی کہ اشترت من الاجانب او لاوہ الکبار یعنے عورت خرید کرے بیگانوں اور زوج کی اولاد کبار سے
تو در صورت استتار کے مطلب یہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بھی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہیں اسواسطے کہ وہ عورت کے محرم ہیں کذا فی حاشیۃ
المدنی ولابد من سترۃ بینھما فی البائن لئلا یختلی بالاجنبیۃ ومفادہ ان الحائل یمنع الخلوۃ المحرمۃ اور طلاق بائن میں ضرور ہی پردہ مرد اور
عورت کے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی عورت سے خلوت نہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہو گئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع ہی خلوت محرم
کا یعنے اگر کوئی چیز درمیان میں حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہیں ہوتی وان ضاق المنزل علیھما او کان الزوج فاسقا
فخروجہ اولی لان مکثھا واجب لا مکثہ ومفادہ وجوب الحکم بہ ذکرہ الکمال اور اگر تنگی کرے مکان مرد و عورت پر یعنے پردہ کرنے سے لائق گذران کے
نہ رہے یا کہ زوج فاسق ہو جسکو حرام حلال کی کچھ تمیز نہیں تو نکل جانا مرد کا اُس مکان سے بہتر ہی اسواسطے کہ رہنا عورت کا اُس مکان میں تا عدت واجب ہی مرد کا
رہنا اُس مکان میں کچھ واجب نہیں اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی کہ واجب ہی حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر م ہر چند فقہا نے زوج فاسق
کے خروج کو اولی کہا ہی اور اولی سے وجوب نہیں ثابت ہوتا ہی لیکن اولویت کی تعلیل میں وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہی تو اس قرینے سے اولی بمعنی ارجح
ہی تو حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم متعارض ہوتے ہیں تو ترجیح محرم کو ہوتی ہی کذا فی فتح القدیر وحسن ان یجعل القاضی بینھما
امرأۃ ثقۃ ترزق من بیت المال بحر عن تلخیص الجامع قادرۃ علی الحیلولۃ بینھما اور مستحب یہ ہی کہ قاضی مرد اور عورت کے درمیان ایک ثقہ
عورت کو مقرر کرے جسکی روزی بیت المال سے دی جاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ قادر ہو مرد و عورت میں حائل ہونے پر یعنے یہ
قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کر کے لوگوں کو بلا سکے وفی المجتبی الافضل الحیلولۃ بستر ولو فاسقا فامرأۃ قال ولھما

[illegible]
اس سے اصل مطلب [illegible]
[illegible]

[illegible]
اور حرام [illegible]
۱۲ منہ

ف بسترۃ

اى يسكنا بعد الثلث فى بيت واحد اذا لم يلتقيا التقاء الازواج ولم يكن فيه خوف فتنة انتهى اور مجتبى مين يون ہے کہ بہتر يہى ہے کہ آڑ کر ديجاوے بيچ مين اور اگر زوج فاسق ہو تو ايک عورت مقرر کيجاوے کہ وہ حائل رہے دونون مين کہا مجتبى کے مصنف نے کہ جائز ہے مرد اور عورت کو رہنا ايک گھر مين بعد عدت کے بشرطيکہ دونون زوج اور زوجہ کيطرح نہ ملتے ہون مثلاً عورت سر اور ہاتھون کو برہنہ نہ کرتى ہو مرد کے سامنے اور بشرطيکہ دونون کے يکجا رہنے مين کچھ فساد کا خوف نہو انتهى کلامه وسئل شيخ الاسلام عن زوجين افترقا ولكل منهما ستون سنة وبينهما اولاد تتعذر عليهما مفارقتهم فيسكنان فى بيتهم ولا يجتمعان فى فراش ولا يلتقيان التقاء الازواج هل لهم ذلك قال نعم واقره المصنف اور کسى نے سوال کيا شيخ الاسلام سے زوجين کے باب مين جنمين طلاق وغيرہ سے جدائى ہو گئى اور عدت گذر گئى اور ہر ايک کى ساٹھ ساٹھ برس کى عمر ہے اور دونون کى اولاد ہے کہ انکا چھوڑنا دونون پر سخت مشکل ہے سو دونون اولاد والے گھر مين رہتے ہين اور ايک فرش پر جمع نہين ہوتے اور آپسمين جورو خاوند کيطرح نہين ملتے کيا اسطرح کا رہنا انکو درست ہے شيخ الاسلام نے کہا کہ ہان درست ہے اور مصنف نے بھى اس روايت کو اپنى شرح مين مسلم رکھا ہے ابانها او مات عنها فى سفر ولو فى مصر وليس بينها وبين مصرها مدة سفر رجعت ولو بين مصرها مدته وبين مقصدها اقل مضت طلاق بائن دى عورت کو يا اسکو چھوڑ کر سفر مين مر گيا اگرچہ راہ مين نہين بلکہ کسى شہر مين طلاق يا موت واقع ہوئى ہو اور نہو درميان اس جگہ کے اور درميان عورت کے شہر کے سفر کى مدت يعنے تين دنکى راہ نہو تو عورت لوٹ آوے اپنے شہر مين اور اپنے گھر مين عدت منقضى کرلے اور اگر عورت کے شہر مين اور اس جگہ مين تين دنکى راہ ہو اور جہان کو جاتى تھى اسکى مسافت وہان سے تين منزل سے کم ہو تو وہين چلى جاوے وان كانت تلك اى مدة السفر من كل جانب منها ولا يعتبر ما فى ميمنة وميسرة فان كان فى مفازة خيرت بين رجوع ومضى معها ولى او لا فى الصورتين اور اگر اس جگہ سے دونون طرف مدت سفر کى ہو يعنے وہان سے وطن بھى تين منزل ہو يا زيادہ اور مکان مقصود بھى تين منزل ہو يا زيادہ تو اگر مکان طلاق يا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختيار ہے وطن کے پھر آنے مين اور مکان مقصود کيطرف چلے جانے مين اور داہنے بائين اگر کوئى شہر قريب ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہين عورت کے ساتھ کوئى اسکا محرم ہو يا نہو دونون صورتون مين جب وطن تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اسکے ساتھ محرم ہو يا نہو اور جب دونون طرف مدت سفر کى ہو تو عورت کو پھرنے اور چلے جانے مين اختيار ہے خواہ محرم ساتھ ہو يا نہو والعود احمد لتعتد فى منزل الزوج اور جب کہ دونون طرف مدت سفر کى ہو تو ہرچند عورت مختار ہے ليکن وطن مين پھر آنا مستحب ہے تاکہ عورت کو زوج کے گھر مين منقضى کرے ولكن ان مرت بما يصلح للاقامة كما فى البحر وغيره وزاد فى النهر وبينه وبين مقصدها سفر او كانت فى مصر او قرية تصلح للاقامة تعتد ثمة ان لم تجد محرما اتفاقا وكذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان كان وليکن اگر عورت کا جانے يا پھرنے مين ايسے مقام پر گذار ہو جو رہنے کے لائق ہے يعنے شہر ہو يا گانو نہ جنگل کما فى البحر وغيرہ اور نہر الفائق مين اتنى قيد اور زيادہ کى کہ اس محل اقامت مين جہان گذار ہوا اور عورت کے مکان مقصود مين سفر کى مدت ہو يا کہ عورت طلاق اور موت کے وقت کسى شہر يا گانو مين ہو جہان رہنے کے ہو تو وہين عدت کرے اگر محرم کو نپاوے باتفاق امام اور صاحبين کے اور اسيطرح وہين عدت کرنا چاہئے اگر محرم کو بھى پاوے نزديک امام کے پھر بعد عدت کے وہان سے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو اسکو تين منزل يا زيادہ سفر کرنا حرام ہے يہان تک کہ اسکا محرم آوے يا کہ عورت وہان کسى سے نکاح کرلے اور نہر الفائق کى قيد سے معلوم ہوا کہ اگر درميان کے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کى مدت سے کم مسافت ہو گى تو عدت وہين کرنا واجب نہين بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلى جاوے کذا فى حاشية الطحطاوى وتنتقل المعتدة المطلقة بالبادية فتعم اهل الكلأ فى محفة او خيمة مع زوجها ان تضررت بالمكث فى المكان الذى طلقها به فلو ان يتحول بها او لا ✓ اور نقل مکان کرتى ہے وہ عدت والى جسپر طلاق واقع ہوئى جنگل مين کذا فى فتح القدير يعنے جب زوج مرد صحرائى اور باديہ نشين ہو انکا دستور ہے کہ ايک جگہ نہين ٹھہرتے جہان جہان

جاہے اور پانی آنکے جانوروں کو ملتا ہو وہاں ٹھہرتے ہیں پھر جب چارہ ہو چکا تو پھر کوچ کرتے ہیں تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت انھیں چارہ پانی تلاش کرنے والوں کے ساتھ نقل مکان کرتی رہے ڈولی میں یا خیمہ میں اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر لوگوں کے پاس رہنے سے اُس مکان میں جسمیں زوج نے اسکو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت میں زوج کو جائز ہے کہ اُسکو ساتھ لیکر چلتا پھرتا رہے ڈولی یا خیمہ میں اور اگر عورت کو طلاق کے مکان میں کچھ ضرر نہو تو وہیں عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے ولیس للزوج المسافرۃ بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر اور جائز نہیں زوج کو سفر میں لیجانا عدت والی کا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت کے عورت اجنبی ہو جاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن فیما مر غیر انہا تمنع عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانۃ اور مطلقہ رجعیہ بائن کے مانند ہے احکام سابقہ مذکورہ میں یعنے اگر سفر میں طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو اودھر چلی جاوے وغیرذلک مطلقہ بائنہ اور رجعیہ میں فقط اتنا فرق ہے کہ اگر جنگل میں طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدت ہو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہے اپنے زوج کی مفارقت سفر کی مدت میں بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اُسپر مفارقت لازم ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے طلب من القاضی ان یسکنہا بجوارہ لا یجیبہ وانما تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریہ زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس رکھے تو قاضی اُسکو نہ قبول کرے وہیں عدت کرے عورت جہاں مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجہا فلہ السکنی لا النفقۃ تتارخانیہ زوجہ نے ابن زوج کا بوسہ لشہوت لیا تو جدا ہو گئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیہ لا تمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبی قلت مر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدائع لہ منعہا لتحصین مائہ ککتابیۃ ومجنونۃ وام ولد اعتقہا فلیحفظ روک نہیں معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہے کہ روایت بزازیہ کی اسکے مخالف گذر گئی لیکن بدائع میں ہے کہ مرد کو جائز ہے منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولی نے آزاد کر دیا ہو روکنا جائز ہے واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیئے ہم شارح نے کلام بدائع سے مجتبی اور ظہیریہ کا تخالف مٹا دیا یعنے مجتبی کی نفی منع خروج اسپر محمول ہے کہ روکنا حق الدین نہیں اور روایت ظہیریہ اسپر محمول ہے کہ روکنا باعتبار وجوب شرعی کے نہیں لیکن اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے ہے اور یہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکے مخالف ہے سو یہ سہو کاتب ہے اسواسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے اوپر مذکور ہو چکی بزازیہ

[illegible]

فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ہے ثبوت نسب کے بیان میں یعنے ولد کا نسب زوج سے کس امر میں ثابت ہوتا ہے اور کس میں نہیں اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃ رضی اللہ عنہا کما فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہیں بدلیل خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو باب الرضاع میں مذکور ہو چکی اور تینوں اماموں کے نزدیک یعنے امام مالک اور شافعی رح اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہیں ہم سنن دارقطنی اور بیہقی میں بطریق ابن مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حمل زیادہ نہیں ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش تکلہ مغزل یعنے جتنی دیر سایہ چرخے کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہے اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا یہ کنایہ ہے کمال سرعت سے اور ہر چند یہ اثر ہے حدیث مرفوع نہیں لیکن چونکہ تعیین مدت داخل اجتہاد مجتہد نہیں تو بالضرورہ یہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ میں نے حدیث عائشہ صدیقہ کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا انھوں نے کہا سبحان اللہ دیکھو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس میں جنی ہر بار چار برس میں لیکن یہ استدلال تمام نہیں اسواسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہیں ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ امتداد طہر سالہا سال ہوتا ہے اور بیماری سے پیٹ بھی پھول جاتا ہے یہانتک کہ سوا اور ریاح سے حرکت بھی حمل کی طرح معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ حمل نہیں ہوتا کذا فی فتح القدیر واقلہا ستۃ اشہر اجماعا اور کمتر مدت حمل کی چھ مہینے ہیں باجماع ائمہ اربعہ اسمیں کسیکو خلاف نہیں حق تعالے نے فرمایا حملہ وفصالہ

ثلٰثون شہرًا یعنے حمل ولد کا اور فصال اسکا ہی تیس۳۰ مہینے یہان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت مین ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت دو برس ہین تو معلوم ہوگیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہین اور یہ جو علما نے آیت مذکور سے باب الرضاع مین امام اعظم کے مذہب کیواسطے استدلال کیا ہی کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہی لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل کی مدت نہین ہی سو یہ استدلال صحیح نہین اسواسطے کہ لفظ ثلٰثون سے الطلاق واحد مین رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس مہینے ارادہ کرنا یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہی حالانکہ یہ صحیح نہین علاوہ اسکے تحقیق یہ ہی کہ عدد مین گنجائش مجازیت کی نہین کذا فی فتح القدیر فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی ولو بالاشہر لایاسہا بدائع وفاسد النکاح فی ذلک کصحیحہ قہستانی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا وعلوقہا فی العدۃ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ عدت اسکی مہینون کے حساب سے ہو بسبب یاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب مین برابر نکاح صحیح کے ہی کذا فی القہستانی اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو گو بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہوجاویگا بسبب احتمال دراز ہونے اسکے طہر کے اور با احتمال اسکے حاملہ ہونے کے عدت مین یعنے احتمال ہی کہ مثلا بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اسکو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت ہنوز قائم ہی پھر عدت مین زوج نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس مین لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب یعنے زوج ہی کا ٹھہریگا مالم تقر بمضی العدۃ والمدۃ تحتملہ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اُس صورت مین ہوگا جبکہ عورت اقرار نکرچکی ہو انقضا عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضاے عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کرچکی تھی تو ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہین اور اقل مدت حمل چھ مہینے مین تو آٹھ مہینے انقضاے عدت اور حدوث حمل اور تولد کے محتمل ہین اور اگر انقضاے عدت کا اُسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت کی محتمل نہین تو خبر عورت کی تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین لڑکا پیدا نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت مین حمل رہا تھا مہ ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ مین یہی روایت صحیح ہی کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر مین عورت جنی گی تو ولد ثابت النسب ہوا اور یہ جو شرح وقایہ مین بجاے اقرار طلاق کا لفظ ہی سو اغلاط کاتب سے ہی کذا فی الدرر وکانت الولادۃ رجعۃ لو فی الاکثر منہما لعلوقہا فی العدۃ لا فی الاقل للشک وان ثبت نسبہ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین جنی بسبب حمل رہنے کے عدت مین اور دو سال سے کمتر مدت مین جنی تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر مین بھی ثابت ہوگا مہ ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہی تو جب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت مین حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنے نو مہینے یا بارہ مہینے مین مثلا ولادت ہوئی تو احتمال ہی کہ حمل قبل طلاق کے ہو اور محتمل ہی کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہین ہوسکتی لیکن نسب بہر صورت ثابت ہی کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ چنانچہ ثابت ہوتا ہی نسب بدون دعوی زوج کے مبتوتہ مین یعنے مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ مین جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر مین طلاق کیوقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنے جب مبتوتہ دو سال سے کمتر مین جنی تو یہ احتمال ہوسکتا ہی کہ طلاق کیوقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب مین شارع کو اہتمام زیادہ ہی تا لڑکا ضائع نہو لہذا اسکے ثبوت مین احتمال بھی کافی ہی یقین ہونا کچھ ضرور نہین بخلاف ثبوت رجعت کے اسمین احتمال کافی نہین یقین چاہیئے ولم یعترف بمضیہا کما مر یعنے ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے مین اُسوقت ثابت ہوگا جبکہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نکرچکی ہو بشرط احتمال مدت چنانچہ یہ مضمون عنقریب مذکور ہوچکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال سے کمتر اور چھ مہینے سے اکثر مین جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار کے

چھ مہینے سے کمتر میں جنی گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی تبعًا تکذیب ہوگی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہو گی اور وقت عدت سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البرجندی شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے تصریح کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو نسب اسکا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان لتمامہا لا یثبت النسب وقیل یثبت مقصورًا بالعقد فی حالۃ الطلاق مذکور فی الجوہرۃ انہ الصواب اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس میں تو نسب ثابت نہوگا بروایت قدوری کی اسواسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں دلالت ہوئی حالانکہ یہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قبل زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے قاضی خان کا اور مصنف جوہرہ نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ یہی قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت میں سہو ہے بحر الرائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب میں متون متفق ہیں چنانچہ کلام صاحب کنز اور وقایہ اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اس پر دلالت کرتا ہے اور یہی روایت مرجح ہے کیونکہ متون زیادہ معتبر واقع ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولابد من دعوتہ لانہ التزمہ وهی شبہۃ عقد ایضًا پوری دو سال کی ولادت سے ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوے سے البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کو اپنا اوپر خود لازم کر لیا اور یہاں شبہ عقد کا بھی ہے م یہ شارح نے جواب دیا زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت میں فقط شبہۃ الفعل ہے اور اس سے نسب نہیں ثابت ہوتا تو دعوی زوج سے کیونکر نسب ثابت ہوگا بحر الرائق میں جواب دیا کہ یہاں فقط شبہۃ الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی نسب کا ہو سکتا ہے اور تفسیر شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد کی کتاب الحدود میں معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اذا ولدت توأمین احدہما لاقل من سنتین والآخر لاکثر پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جب کہ مبتوتہ دو لڑکوں کو ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر میں جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ میں جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوی کے ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوے ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے ہیں ولا اذا ملکہا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت الشراء ولو لاکثر من سنتین من وقت الطلاق پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہو جاوے اسطرح کہ مثلاً لونڈی منکوحہ تھی پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوے اگر وہ خرید کے وقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ طلاق کے وقت سے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی العالمگیریۃ عن التبیین وکالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور عتق اور عدم کفاءت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے ہیں لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدعوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منہا لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یہ منقول ہے کہ ثبوت نسب میں دعوت زوج کی شرط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں یعنی پورے دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا یہ شارح نے استدراک کیا متن کا کیونکہ ظاہر یہ وہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری کو اختیار کیا جو موافق متون وان لم تصدقہ المرأۃ فی روایۃ وهو الاوجہ فتح یعنی پوری دو سال کی ولادت مبتوتہ میں دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی با قرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں ہے کہ دعوی زوج میں یہاں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ کہ دعوی میں تصدیق عورت کی شرط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہیں اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے ویثبت نسب ولد المطلقۃ رجعیا المراہقۃ المدخول بہا وکذا غیر المدخول بہا ان ولدت لاقل من اقل اور ثابت ہو نسب مراہقہ مطلقہ کے ولد کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ بشرطیکہ کمتر جنی ہو کمتر سے کمتر مدت میں اور کمتر مدت چھ مہینے ہیں اور اس سے کمتر مثلاً ساڑھے پانچ مہینے خلاصہ یہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اسکا ولد ثابت النسب ہے مراہقہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہے پر نشانیاں بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہو تو اسکی ولادت متصور نہیں اسواسطے

کہ اُسمین لڑکا نہین کذا فی حاشیۃ المدنی غیر المقرۃ بانقضاء عدتہا ولکن المقرۃ ان ولدت لدون ذلک من وقت الاقرار اذا لم تتزوج حبلا فلو اقرت بعد
جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاے عدت کا اقرار نہین کیا اُسکا ولد ثابت النسب ہی اور اسیطرح اُس مقرہ کا ولد ثابت النسب ہی جو چھ مہینے سے کم مین جنی اقرار کے وقت سے
یعنی اسوقت مین ہی جبکہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونیکا دعوے نہین کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کے مانند ہی لاقل من تسعۃ اشہر من طلاقہا لکون
العلوق فی النکاح او العدۃ ولا لا یکونہ بعدھا لانہا لصغرہا یجعل سکوتہا کاقرارہا بمضی عدتہا اور مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب ہی جبکہ بعد
طلاق کے نو مہینے سے کم مدت مین ہو اسواسطے حمل مینے کے نکاح مین یا عدت مین اور اگر نو مہینے سے کم مین نہ جنی بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ مین جنی تو ثبوت نسب نہوگا بسبب احتمال حمل
کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اُسکا سکوت بجاے اقرار انقضاے عدت قرار دیا جاویگا اھ یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ پورے نو مہینے
یا زیادہ مین جنی تو احتمال ہی کہ اُسکو نکاح مین یا عدت مین حمل رہا ہو پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور مسئلہ مفروض ہی عدم اقرار مین ہاں اگر اقرار انقضاے عدت کرتی
اور اُسکے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مین لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہی چونکہ انقضاے عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک
ہی طور پر تھا یعنے فقط مہینون پر نہ حیض پر تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب کم عمری کے اُسکا سکوت کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہی تو جب کہ بعد تین
مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب نہ ثابت ہوگا فلو ادعت حبلا فہی ککبیرۃ فی بعض احکام
یا البلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہوگی یعنے احکام مین بسبب اقرار بلوغ کے ھم بحر الرائق مین کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن
مین پھر کم تر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی مین ستائیس مہینے سے کم مین جنی تو اُسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی غایۃ البیان مراہقہ اس حکم مین تو کبیرہ کے برابر ہوئی لیکن اور
احکام مین برابر نہین مثلا طلاق رجعی مین اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے مین یا زیادہ مین جنے گی تو نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اُسکے ولد کا نسب یاس تک ثابت
ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما من وقتہ ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول
بہا اور ثابت ہوتا ہی نسب معتدہ موت کا اگر ابتداے موت سے کم تر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ فراش عقد سے ثابت ہوتا ہی نہ دخول
اور اجتماع زوجین سے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا اور معتدہ موت کی اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے
اور دس دن سے کم مین جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضاے عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کے
ہوے اور باقی اقل مدت حمل ہی اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ مین جنی تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث ہوا لوقوعہ بمضیہا
اربعۃ اشہر وعشر وولادت لستۃ اشہر بعدہا اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضاے عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی تو اگر چھ مہینے مین تو
نسب ثابت نہوگا الا الائسۃ فکحائض لان عدتہا الموت بالاشہر للکل لا الحامل زیلعی اھ عدت موت مین آئسہ برابر حائضہ کے ہی اسواسطے کہ عدت
موت کی مہینون کے حساب سے ہی ہر معتدہ کیواسطے سوا حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی وان ولدت لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع ولو لہما فکالاکثر
اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتداے موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال مین جنی تو اُسکا حکم مثل اکثر دو سال کے ہی
کذا فی البحر یہان بحث یہ ہی کہ معتدہ موت کو معتدہ مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولکن المقرۃ بمضیہا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت
الاقرار ولاقل من اکثرہا من وقت البت للتیقن بکذبہا اور اسیطرح ثابت ہوتا ہی نسب اُس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا اپنی عدت کے گذر جانیکا اگر وہ جنی چھ مہینے
سے کم مدت مین اقرار کیوقت سے اور اگر جنی دو برس سے کم مدت مین وقت فراق سے یعنے طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہو جانے دروغ گوئی عورت
کے یعنے جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے مین جنی تو معلوم ہوا کہ اُسوقت اُسکے رحم مین نطفہ تھا اور اُسکا اقرار انقضاے عدت کا محض غلط تھا اسواسطے کہ چھ
مہینے سے کم مین تولد ہونا ممکن نہین خلاصہ یہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ چھ مہینے سے کم مدت مین جنی اقرار سے دوسری شرط یہ کہ

وقت فراق سے دو سال سے کمتر میں جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنی گی تو ولد ثابت النسب نہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو چنانچہ اگر بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد اُس نے اقرار انقضائے مدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ شرط ثانی نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہو کذا فی منح الغفار۔ والا لا یثبت لاحتمال حدوثه بعده لا قولها اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں یا وقت فراق سے دو برس سے زیادہ میں مقرہ جنی تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضائے اکثر مدت حمل کے وقت فراق سے ویثبت نسب ولد المعتدة بموت او طلاق ان جحدت ولادتها بحجة تامة واكتفيا بالقابلة من ورجل او ثابت ہوتا ہی نسب لڑکا معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت کی ولادت کا انکار ہو گیا ہو یعنے زوج نے طلاق میں اور زوج کے وارثوں نے موت میں انکار کیا ہو کہ معتدہ نہیں جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی تو نسب بحجت پوری دلیل سے ہوگا یعنے دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی ہی اور ایک روایت یوں ہی کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہی او حبل ظاهر وهل يكفي الشهادة بكونه ظاهرا في البحر بحثا نعم یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں ولادت ہو کذا فی الجواہرہ اور مفتی ابو سعود نے کہا کہ حمل ظاہر سے مراد کہ نشانیاں حمل کی اسقدر ظاہر ہوں کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور کیا کفایت کرتی ہی گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق میں بدلیل کہا ہی کہ ہاں شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت اور انکار زوج کے حمل موجود نہیں تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی او اقرار الزوج به اي بالحبل یا اقرار زوج سے کہ حمل ہی سے نسب ثابت ہوگا ولو انكر تعيينه تكفي شهادة القابلة اجماعا كما تكفي في معتدة رجعي ولدت لاكثر من سنتين لا لاقل اور اگر تعیین ولد میں انکار ہو یعنے زوج یا ورثہ کہتے ہوں کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہیں تو اس صورت میں دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی ہی باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہی گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی میں جو دو برس سے زیادہ مدت میں جنی نہ دو برس سے کم میں یعنے اگر معتدہ رجعی دو برس سے کم میں جنی گی تو ثبوت میں درحالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنے دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی لازم ہوگی او تصديق بعض الورثة فيثبت في حق المقرين بالتصديق کرنے بعض لوگوں سے نسب ثابت ہوگا یعنے زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور مرگیا اسکے بعد بعضے وارثوں نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنیوالے وارثوں کے حق میں نہ سب وارثوں کے حق یعنے ورثہ مقرین ولد کو اپنے حصوں سے وراثت دیں گے نہ ورثہ منکرین وانما يثبت النسب في حق غيرهم حتى الناس كافة ان تم نصاب الشهادة بهم بان شهد مع المقر رجل آخر وكذا لو صدق المقر بقية الورثة وهم من اهل التصديق فيثبت النسب ولا ينفع الرجوع ابدا ثابت ہوجاویگا نسب غیر مقرین کے حق میں یہاں تک کہ سب لوگوں کے حق میں اگر پوری ہوجاوے نصاب شہادت کی انہیں سے اسطرح پر کہ گواہی دے ولادت مقر کے ساتھ دوسرا مرد اور اسیطرح اگر تصدیق کریں وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی ہوں تصدیق کے یعنے عاقل بالغ ہوں تو اسوقت میں ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا اور نفع نکریگا بعد تصدیق کے منکر ہوجانا یعنے حصہ ولد کا دینا پڑیگا وان لم يتم نصابها لا يشارك المكذبين اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوئی یعنے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں تصدیق نکریں وارثوں میں سے بلکہ ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کریں تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہوگا بلکہ فقط ورثہ مقرین سے حصہ لیگا وهل تشترط لفظ الشهادة ومجلس الحكم الاصح لا نظرا الى شبهة الاقرار وشرط العدد نظرا لشبهة الشهادة اور وارثوں کی تصدیق میں کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہی قول اصح یہ ہی کہ شرط نہیں برعایت شبہ اقرار اور شرط کیا ہی فقہائے شمار مقرین کا بمناسبت شبہ شہادت خلاصہ یہ ہی کہ تصدیق ورثہ کی دو امر سے مشابہ ہی ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار میں لفظ شہادت اور مجلس حکم شرط نہیں تو اسواسطے تصدیق میں بھی شرط نہیں اور چونکہ شہادت میں عدد لازم ہو تو تصدیق میں بھی لازم کیا ونقل المصنف عن الزيلعي ما يفيد اشتراط العدالة ثم قال فقول شيخنا وينبغي ان لا تشترط العدالة مما لا ينبغي قلت فيه انه كيف تشترط العدالة في المق

ما اللهم الا ان يقال لا اجل السراية فتأمل و لنواجہ اور نقل کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہی اشتراط عدالت کا یعنے ورثہ مقرین کی
عدالت ضرور ہی پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے استاد یعنے صاحب بحر الرائق کا یون کہنا کہ مناسب نہین مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہین اسواسطے کہ روایت زیلعی
کی مخالف ہی شارح کہتا ہی کہ اشتراط عدالت مین بحث ہی اور کیونکہ مشروط ہوگی عدالت اقرار کرنے والے مین یعنے مقر کا اقرار بہر صورت اُسپر حجت ہی خواہ عادل ہو خواہ
فاسق مگر یون جواب ہو سکتا ہی کہ عدالت مشروط ہی غیر پر حجت ہونے کے واسطے نہ کہ اپنی ذات کیواسطے سو اس مطلب کو غور کر اور اس مسئلہ کی کتب معتمدہ مین تلاش کرنا چاہیے
ہم چلپی محشی نے کہا یہی جواب ٹھیک ہی جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط ہی لیکن شارح نے بنا بر دیانت اور احتیاط کہا الیقین حکم
نہین دیا اب مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب ارث تصدیق کرین تو کچھ عدالت کی حاجت نہین ولو ولدت فاختلفا
في المدة فقالت المرأة نكحتني منذ نصف حول وادعى الاقل فالقول لها بلا يمين وقالا تحلف وبه يفتى كما سيجيء في الدعوى اور اگر معتدہ
جنی پھر دونون مین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تونے مجھسے نکاح کیا ہی چھ مہینے سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کیا یعنے چار یا پانچ مہینے کا تو قول عورت کا بدون قسم
کے معتبر ہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لیجاویگی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہی چنانچہ کتاب الدعوی مین اسکا ذکر آویگا وهو اي الولد
ابنه بشهادة الظاهر بالولادة من نكاح حملا لها على الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اُسی مرد کا بیٹا ہی اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا
شاہد ہی بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کر کے قال ان نكحتها فهي طالق فنكحتها فولدت لنصف حول منذ نكحها لزمه نسبه احتياطا
لتصور الوطي حالة العقد ولو ولدت لاقل منه لم يثبت ولكن للاكثر ولو بيوم لكن بحث فيه في النهر واقره في البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرون مین اس
عورت سے تو اسکو طلاق ہی پھر نکاح کیا اُس سے سو وہ پورے چھ مہینے مین ابتداے نکاح سے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب لڑکا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے حالت
عقد نکاح مین یعنے عین ایجاب و قبول کی حالت مین وطی ہوئی اور اختتام نکاح اور انزال ساتھہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر وہ عورت
چھ مہینے سے کمتر مین جنی گی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ یہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہر گیا اور اسیطرح ولد ثابت النسب نہوگا اگر چھ مہینے سے زیادہ
مین عورت جنے گی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہو گیا ہو لیکن فتح القدیر مین عدم ثبوت نسب مین بحث کی ہی اور اسکو بحر الرائق مین مسلم رکھا ہی فتح القدیر مین کہا کہ مدت
حمل دو برس تک ہی تو چھ مہینے سے زیادہ مین نفی النسب کی کرنا مخالف ہی احتیاط کے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہی نہایت بعید ہی اسواسطے کہ حادث
اکثری ولادت کی نو مہینے مین طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہو لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہو سکتی ولزمه مهرها لجعله واطئا حكما فلا يكون به
محصنا نهاية اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہو گئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا فی النہایہ اسواسطے کہ محصن
وہ مرد ہی جو نکاح صحیح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہی ایجاب اور قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ مین وطی واقع ہی قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح اسپر صادق نہین علق
طلاقها بولادتها لم تطلق بشهادة امرأة بل بحجة تامة خلافا لهما كما مر معلق کیا مرد نے طلاق عورت کو اُسکی ولادت پر تو طلاق واقع ہوگی ایک عورت
کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اقر المعلق مع ذلك بالحبل او كان ظاهرا طلقت بالولادة بلا شهادة
لاقراره بذلك واما النسب ولوازمه كامومية الولد فلا يثبت بدون شهادة القابلة اتفاقا اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق کرنیوالی زوج
عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کر چکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور لوازم اُسکے جیسے
اُس عورت کا ماں ہونا اُس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کے شہادت کے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی البحر قال لامته ان كان
في بطنك ولد فهو مني فشهدت امرأة ظاهرة يعم غير القابلة بالولادة فهي ام ولده اجماعا ان جاءت به لاقل
من نصف حول من وقت مقالته وان لاكثر منه لاحتمال علوقه بعد مقالته قيد بالتعليق لانه لو قال هذه حامل مني ثبت نسبه الى

[illegible]

سنتین حتی ینفیہ غایۃ کہا مولے نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اسوقت موجود تھا تو وہ میرا لڑکا ہی پھر ایک عورت نے گواہی دی ولادت کی کہ وہ عورت دائی جنائی ہے یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی اسکی ام ولد ہی بالاتفاق اگرچہ وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولی کے وقت سے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو ام ولد نہوگی بواسطہ احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کر مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولی نے بلا تعلیق یون کہا کہ یہ لونڈی حاملہ ہے مجھسے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہانتک کہ اسکی نفی کرے مولے کذا فی غایۃ البیان قال لغلام ہو ابنی ومات المقر فقالت امہ المعروفۃ بالحریۃ الاصل وبالاسلام وبانہا ام الغلام انا امرأتہ وہو ابنہ یرثانہ استحسانا کہا کسی نے ایک لڑکے کو کہ یہ میرا بیٹا ہی اور مر گیا مقر سو کہا اسکی ماں جسکی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماں ہونا مشہور ہے کہ مین عورت ہون مقر کی اور لڑکا اسکا بیٹا ہی تو یہ دونو وارث ہون گے اس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اس سے پیدا ہو سکتا ہو اور لڑکا معروف النسب نہو اور مرد کی تکذیب بھی نکرے کذا فی حاشیۃ المدنی فان جہلت حریتہا او امومیتہا لم ترث وقولہ فقال وارثہ انت ام ولد ابی قید اتفاقی اذ الحکم کذلک لو لم یقل شیئا او کان صغیرا کما فی البحر او کنت نصرانیۃ وقت موتہ ولم یعلم اسلامہا وقتہ او قال وارثہ کانت زوجۃ لہ وہی امۃ لا ترث فی الصور المذکورۃ وہل لہا مہر المثل قیل نعم پھر اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی ماں ہونا معروف ومشہور نہو تو عورت وارث مقر کی نہوگی تو عدم وراثت مین مصنف کا یہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہے یہ قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا ہی حکم ہو اگر وارث کچھ نکہے گا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تھی وقت موت مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ اور تھی یا اور یہ عورت لونڈی ہو تو ان مسائل مذکورہ مین وارث نہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضون نے کہا کہ ہان مہر ملے گا امام تمرتاشی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہین اور اتقانی نے اسکو نکیا ہی کذا فی النہر الفائق زوج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح وہو لا یقبل الفسخ مالک نے نکاح کر دیا اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اسکا دعوی کیا مالک نے یعنے کہا کہ میرا بیٹا ہی تو اسکا نسب مالک سے ثابت نہوگا بسبب لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنے اگر نسب لڑکا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہی کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہین ہوتا بعد تمام ہونے کے ہم ترجمہ مین تمام ہونیکی قید لگائی تاکہ فسخ بعدم کفاءت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہے اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ یہ فسخ نہین یہ انفساخ ہے یعنے نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کے اور فسخ عبارت ہی توڑنے سے وعتق الولد وتصیر الامۃ ام ولد لاقرارہ ببنوتہ وامومیتہا اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونے کا اور لونڈی کے ماں ہونے کا ولدت امتہ الموطوءۃ لہ ولدا توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ لضعف فراشہا کسی کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب ولد کا مالک کے دعوی پر یعنے بدون دعوی مولے کے وہ ولد ثابت النسب نہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اسکا ولد بدون دعوی مولی کے بھی ثابت النسب ہی لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاویگی اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہی اور منکوحہ سے ضعیف کامۃ مشترکۃ بین اثنین ستولدہا واحد عبارۃ الدر استولدہا فجاءت بولد لا یثبت النسب بدون دعوۃ لحرمۃ وطیہا کام ولد کاتبہا مولیہا چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصون مین کہ انمین سے ایک شخص نے طلب ولد کی یعنے اسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب در کی یہ عبارت ہی کہ دونو نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب ثابت نہوگا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اس ام ولد کی وطی حرام ہی جسکے مولی نے اسکو مکاتبہ کیا تو اسکا ولد بھی ثابت النسب نہوگا بدون دعوی مولے کے وسیجئ فی الاستیلاد ان الفراش علی اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد مین آویگا کہ فراش عورت کا چار مراتب پر ہی ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈی کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہین دوسرا متوسط یعنے فراش ام ولد کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب

ہو لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا قوی یعنے فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اُنکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہی اور اُسکی نفی نہیں ہو سکتی بدون لعان کے چوتھا اقوی یعنے فراش معتدہ بائن کہ اُسکا ولد ثابت النسب ہی بلا دعوی اور اُسکے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی کسیطرح اسواسطے کہ نفی موقوف ہی لعان پر اور لعان کی شرط ہی قیام زوجیت سو وہ بائنہ میں قائم نہیں اور اسیطرح منکوحہ فاسدہ اور لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی بسبب معدوم ہونے شروط لعان کے یعنے صحۃ اور حریت ۔ وَقَدِ اکْتَفَوْا بِقِیَامِ الْفِرَاشِ بِلَا دُخُولٍ کَتَزَوُّجِ الْمَغْرِبِیِّ بِمَشْرِقِیَّۃٍ بَیْنَہُمَا مَسَافَۃُ سَنَۃٍ فَوَلَدَتْ لِسِتَّۃِ اَشْہُرٍ مُنْذُ تَزَوَّجَہَا لِتَصَوُّرِہٖ کَرَامَۃً وَاسْتِخْدَامًا فتح ۔ اور البتہ کفایت کی ہی فقہانے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب میں قیام فراش عبارت ہی حلت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی اور حکمی کچھ بھی نہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنے مرد منتہائی مغرب اور عورت منتہائی مشرق میں اتنے فاصلہ سے رہتے ہوں کہ دونوں کی درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پورے چھ مہینے میں جنی ابتداء نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہو بسبب متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنے ممکن ہی کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب میں ساعت واحد میں آیا ہو اور وطی کرے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہی کہ بعد نکاح کے چھ مہینے اور ایک ساعت میں ولادت فرض کیجائے تاکہ اُس ساعت میں زوج کا زوجہ کے پاس پہونچنا متخیل اور متصور ہو لکن فی النہر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاول تبعا لمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت تزور واحدا من الاولیاء ہل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاہل الولایۃ جائز عند اہل السنۃ ولا لبس بالمعجزۃ لانہا اثر دعوی الرسالۃ وبادعائہا یکفر فورا فلا کرامۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ من السیر عند قولہ ۔ ومن لولی قال طی مسافۃ ۔ یجوز جہول ثم بعض یکفر ۔ واثباتہا فی کل ما کان خارقا ۔ عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر ہذا القول بنص محمد انا نومن بکرامات الاولیاء ۔ لیکن نہر الفائق میں ہی کہ تصور وطی مغربی میں دوسری وجہ یعنے استخدام جن پر اقتصار کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل میں کرامات میں داخل نہیں شارح کہتا ہی لیکن شرح عقائد نسفی میں ملا سعد الدین تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہی یعنے طی مسافت کو کرامت میں داخل کیا ہی باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہی کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز ہی یا نہیں سو مفتی ثقلین نے جواب میں کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کیواسطے جائز ہی اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہیں کرامت میں ساتھ معجزے کے یعنے یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونو خارق عادت ہیں تو کیا فرق ہی کرامت اور معجزہ میں اسواسطے کہ معجزہ نہیں ہوتا مگر بعد دعوے پیغمبری کے اور ادعاے رسالت سے فوراً کافر ہوتا ہی ولی پھر کرامت کہاں بلکہ وہ استدراج ہی اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ میں کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہی کہ جو ولی کیواسطے طی مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہی پھر بعض علما اُسکو کافر کہتے ہیں اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت میں خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکی نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور منصور ہی یعنے اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کے اس قول سے ہی کہ ہم تصدیق کرتے ہیں کرامات اولیا کی ہم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتھ پر ہو وہ معجزہ ہی اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہی اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو وہ استدراج اور مکر ہی تو اس نظر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ نہیں شرح وہبانیہ میں ہی کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانہ قلیل میں ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہیں رکھتے اور اُسکے مجوز کو جاہل کہتے ہیں اور بعضے کافر اور ایسا ہی ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کرڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کرکے پانی بہنا انگلیوں سے اور طعام قلیل سے جماعت کثیر کا سیر کرنا بطریق کرامت کے ناجائز جانتے ہیں اور حق یہ ہی کہ طی مسافت کرامت میں داخل ہی اور اُسکا معتقد جاہل یا کافر نہیں امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہی کہ خوارق عادات بطریق کرامت کے جائز ہیں سواے اُس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہی جیسے قرآن کے برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بانصاف امام نسفی کا کلام ہی جو مذکور ہو چکا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی ۔ غَابَ عَنِ امْرَاَتِہٖ فَتَزَوَّجَتْ بِاٰخَرَ وَوَلَدَتْ اَوْلَادًا ثُمَّ عَادَ ثُمَّ جَاءَ الزَّوْجُ الْاَوَّلُ فَالْاَوْلَادُ لِلثَّانِیْ عَلَی الْمَذْہَبِ الَّذِیْ رَجَعَ اِلَیْہِ الْاِمَامُ

ف جواز کرامت طی الارض ۱۲

سمعانی نے کہا کہ امام الحرمین [illegible] بعض [illegible]

ف فرق معجزہ و کرامت

وعلیہ الفتویٰ کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرھا وفی حاشیۃ شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتویٰ لاحتمال الحال لکن فی آخر دعوی المجمع حکی اربعۃ اقوال ثم افتی بما اعتمدہ المصنف وعللہ ابن ملک بانہ المستفرش حقیقۃ والولد للفراش الحقیقی وان کان فاسدًا وتمامہ فیہ خواجہ۔ غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اسکو موت زوج کی یا طلاق کی خبر پہونچی سو اُسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سنے دعوی موت یا طلاق کا کرکے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہونگے بنا بر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم نے آخرکار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیہ والجوہرۃ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہ ہے کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقاے نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ میں جو ابن حنبلی کا تصنیف ہے یوں ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونگی فتوی ہی پر لیکن ظاہر حال اسکا متعین ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھ مہینے میں لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت میں ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی میں اس مسئلہ میں چار قول نقل کئے ہیں پھر فتوی اُسی پر دیا ہے جسکو مصنف نے معتمد جانا ہے یعنے زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونیکی ابن مالک نے شرح مجمع البحرین میں یون بیان کی ہے کہ حقیقت میں زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنے مالک فراش ہے عورت اُسکی تحت تصرف میں ہے تو نسب لڑکا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہے اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین میں ہے سو اُسکی طرف رجوع کرو طحطاوی نے کہا زوج ثانی کے ثبوت نسب میں یہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اسکی تصریح ہو چکی اور یہ اختلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب میں ہے نہ عورت میں اسواسطے کہ جب زوج اول آویگا تو عورت اُسکو دلائی جاویگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الحاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح نکح امۃ فطلقہا فاشتراہا فولدت لاقل من نصف حول منذ شراہا لزمہ نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اُسکو طلاق دی پھر اُسکو مول لیا پھر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں ابتداے خرید سے تو نسب ولد کا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا ولد معتدہ نہ ولد مملوک اسواسطے کہ خرید کیوقت سے قبل مدت حمل نہیں گذری اور ذکر طلاق کا اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اُسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہے ولہ الا المطلقۃ قبل الدخول والمبانۃ بثنتین فمن طلقہا اور اگر لونڈی بعد خرید کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت نہوگا بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اس صورت میں ولد مملوک ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے کل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق قبل دخول ہوئی ہے یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہو گئی ہے تو وہاں اعتبار ولادت کا ابتداے طلاق سے ہوگا نہ ابتداے خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو ولد اُسکا ثابت النسب ہے بلا شرط اقرار لکن فی الثانیۃ یثبت لسنتین فاقل لیکن دوسری صورت میں یعنے جسکو دو بار طلاق بائن ہوئی تو اُسکے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا کمتر مدت میں یعنے اس صورت میں بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہیں بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت میں جنیگی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہو جاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اُسکی وطی نہیں ہو سکتی لہذا اُسکے حمل کو ابعد اوقات کیطرف نسبت کیا یعنے ماقبل طلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعد ان یکون لاقل من نصف حول منذ شراہا فی المسئلتین اور طلاق رجعی میں ولد ثابت النسب ہوتا ہے اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت میں پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس لیکن شرط یہ کہ ابتداے خرید سے چھ مہینے کمتر مدت ہو تو یہ دونو صورتوں میں پہلی صورت بعدہ مطلقہ مراد ہے جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہیں یا طلاق قبل دخول کے ہو یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہیں کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہیں یا بینونت صغری ہے یعنے ایک طلاق بائن یا بینونت کبری یعنے دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اُسمیں تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت اور طلاق میں چھ

چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ ہیں تو نسب ثابت ہو اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت میں تو نسب ثابت نہیں اور اگر ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق میں دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہو اور اگر ولادت اور خرید میں پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو مرد پر اسکا نسب لازم نہیں بلکہ ولادت اور طلاق میں پورے دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیوں نہو ہر صورت نسب ثابت ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولکن لو اعتقہا بعد الشراء اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو آزاد کردیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی خرید کے وقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی فلو باعہا فولدت لاکثر من الاقل مذ باعہا فادعاہ هل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو خرید کیا پھر اسکو بیچڈالا پھر وہ جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں ابتدائے بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت میں تصدیق مشتری کی حاجت ہے یا نہیں یہاں دو قول ہیں ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہے بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہیں اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہوگیا اور محمد کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لدون سنتین لزمہ ولاکثر لا الا بتصدیقہ مولی مرگیا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر یا اسکو آزاد کردیا پھر وہ جنی دو سال سے کم میں بعد موت یا آزادی کے تو نسب ولد کا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اسکا مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدۃ فولدت لسنتین من عتقہ او موتہ ولنصف حول من تزوجت وادعیاہ معا کان للمولی اتفاقا لکونہا معتدۃ بخلاف مالو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق میں پھر جنی پورے دو برس میں آزاد کرنے سے یا اسکے مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ابتدائے نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا یعنی مولی کہتا ہے یہ میرا ولد ہے اور زوج ام ولد کا کہتا ہے کہ میرا ہے تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کرلیا بدون اذن مولی کے پھر وہ پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی ابتدائے نکاح سے پھر ولد میں مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا اور شارح کے قول میں موت کا ذکر بے معنی ہے اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہے ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین مذ بانت ولاقل من الاقل مذ تزوجت فالولد للاول لفساد نکاح الاخر اور اگر نکاح کرلیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت میں ابتدائے طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کم میں ابتدائے نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت میں ہوا ولو لاکثر منہما مذ بانت ولنصف حول من تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتدائے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں ابتدائے نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول کی طرف نسبت ولد کی متعذر ہوگئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہے ولو لاقل من نصفہ لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتدائے طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اس ولد کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب لازم نہ ہوا کہ نسبت اسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہوجانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہے اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت متعذر ہوگئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہے اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت میں ولادت ہونا دلیل ہے کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ میں نہ تھا تو حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا نہ لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لاقل منہما ولنصفہ ففی عدۃ البحر بحثا انہ للاول لکن نقل هنا عن البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد والولد للاول ان امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین مذ طلق او مات اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتدائے طلاق بائن سے اور

[illegible]

پورے چھ مہینے مین نکاح ثانی سے تو بحر الرائق کے باب العدت مین بحث کر کے کہا ہی کہ یہ ولد زوج اول کا ہی اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہی بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے وہین نقل کیا ہی بدائع سے کہ یہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیشتر ہی کہنا عورت کا نکاح پر دلیل ہی اُسکے انقضاء عدت پر اور بعد عدت کے زوج اول سے ملحق نہین ہو سکتا اور یہی یعنے روایت بدائع کی قوی ہی تو بحث صاحب بحر الرائق اعتماد کے نہین اور الحاق ولد کا زوج ثانی کیواسطے اُس صورت مین ہی جب کہ اُسکو بقاے عدت اول کا علم نہو یہان تک کہ اگر زوج ثانی نکاح کیوقت بقاے عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہو ثبات اُسکا زوج اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر مین ابتداے طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت مین اور نکاح سے پورے چھ مہینے مین جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃً فجاءت بسقط مستبین الخلق فان لاربعۃ اشہر فنسبہ للثانی وان لاربعۃ الا یوماً فنسبہ للاول وفسد النکاح الکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اُسکے پیٹ سے بچہ ناتمام جسکے بعض اعضا ظاہر ہو چلے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے مین گرا تو نسب اُسکا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم چار مہینے مین گرا تو نسب اُسکا زوج اول سے ہوگا اور نکاح فاسد ہوگا یہ سب مسائل بحر الرائق سے منقول ہین پورے چار مہینے مین زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضا ظاہر نہین ہوتی مگر ایک سو بیس دن مین بر چالیس دن نطفہ پیٹ مین رہتا ہی اور چالیس دن خون بستہ ہوتا ہی اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہی کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت ثانیہ مین اسواسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت مین واقع ہوا قلت وفی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃً فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل صریح کہتا ہی کہ مجموع الفتاوی مین ہی کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اُس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہین ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہین اسواسطے کہ یہ نکاح باطل ہی بخلاف نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اُسکی وطی الشبہہ ہی لہذا اُسمین نسب ثابت ہوتا ہی ع اگر ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اُس سے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ ثابت ہوگا بشرطیکہ یون نہ کہا ہو کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہی اور اگر یون کہیگا کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہی تو نسب ثابت نہوگا اور لڑکا اُسکا وارث نہوگا کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی تو وہ اولاد امام کے نزدیک مرد سے ثابت النسب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہین اسواسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہی امام کے نزدیک اور باطل ہی صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریۃ نسب اشارہ کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہی باوجود قدرت تکلم کے کذا فی النہایۃ ہکذا فی العالمگیریۃ

باب الحضانۃ

باب الحضانۃ بفتح الحاء وکسرہا تربیۃ الولد

یہ باب ہی حضانت مین حضانت بفتح وکسر حا عبارت ہی تربیت ولد سے یعنے لڑکون کی پرورش کے احکام اس باب مین مذکور ہین صراح اور قاموس مین حضانت کو بکسر ہی لکھا ہی اور شارح نے باعتبار مصباح اور بحر اور نہر کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہی اور حاضنہ وہ عورت ہی جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود مین رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا کہ شروط حضانت کے یہ ہین کہ حاضنہ حرہ بالغہ امینہ ہو قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح مین نہو اور اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اُسمین بھی یہی شرط ہین سوا آخر شرط کے کذا فی حاشیۃ المدنی تثبت للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ ولو بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ فحتی تسلم لانہا تحبس ثابت ہی حق پرورش کا نسبی ماں کو اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اور اگر بعد جدائی زوج کے ہو مگر یہ کہ ماں لڑکی کی مرتد ہوگئی ہو تو اُسکو حق پرورش نہین یہان تک کہ وہ اسلام قبول کرے اسواسطے ابتدا دین حق پرورش نہین کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہیگی پھر حبس مین پرورش کیونکر ہو مجوسیہ ہونیکی یہ صورت کہ لڑکے کے ماں باپ دونون مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہو گیا اور عورت مجوسی رہی تب بھی حق پرورش اُسکا ہوگا اسواسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدایشی امر ہی کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرۃ فجوراً یضیع الولد بہ کزناء وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنہر بحثاً قال المصنف والذی یظہر العمل باطلاقہم کما ہو مذہب الشافعی ان الفاسقۃ بترک الصلوۃ لا حضانۃ لہا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور ما لم یعقل ذلک یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاوے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے چنانچہ یہ تفصیل بحر الرائق

در نہر الفائق میں یہی بحث کے ساتھ اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنے کی اسکو خو پڑی تو گھر میں نہ ٹھہرے گی تو لڑکا
تباہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ جواہر کی شکل بالطلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہے وہ یہ ہے کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اسکو حق
پرورش نہیں اور قنیہ میں ہے کہ ماں ضرور وار ہے یعنی خروج اور میں اگرچہ وہ بطریق مشہور فسق ہو جبتک لڑکی کو بدکاری کا شعور رہو انتہی کلام المصنف اکثر کتب فقہ میں وارد ہے
کہ فاجرہ ماں کو حق پرورش نہیں صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہے جو پرورش ولد سے غافل ہو جاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہے ترک صلوٰۃ کو اسواسطے کہ جب کتابیہ حق بالولد
ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولی ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ و فاسقہ میں فرق کیا کہ کتابیہ اپنے اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے
شیخ رحمتی اور طحطاوی محشیوں نے کہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہوا تو بحث مصنف کی بیجا ہے اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور تفرقہ کتابیہ و فاسقہ کا حضانت
میں کچھ مفید نہیں مفتی ابو السعود نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہیں تا وقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونے کا نہو عزمی زادہ نے کہا کہ لحاظ اس قید کا ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا یا ولد کی ماں غیر مامونہ ہو یعنی اسپر اطمینان نہو مجتبی میں تفسیر غیر مامونہ کی اسطرح پر کی ہے
کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو یا مردہ شوئی ہو

امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالھن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقا کان احق بہ
لانہ للمولی مجتبی یا کہ ماں ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہے بسبب مشغول ہونے
ان عورتوں کے خدمت مولی میں تو انکو پرورش ولد کی فرصت کہاں لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولی کا تو یہی عورتیں اس لڑکی پرورش کیواسطے لائق تر ہیں اسواسطے
کہ وہ ولد مولی کا ہے تو اسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہے کذا فی المجتبی مگر تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہیں آتی ہے اسواسطے کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہیں تو
نفی حضانت کی یوں علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہے اور ان عورتوں کو اپنی ذات پر ولایت نہیں تو غیر پر بطریق اولی ولایت نہو گی

او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر یا وہ کہ جسکی ماں نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہو گا اور اگر اسکی ماں نے
اسکے محرم کے ساتھ نکاح کیا ہو مثلا ولد کے چچا کے ساتھ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہیں اور محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی

وابت ان تربیۃ مجانا والحال ان
الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجانا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ علی المذھب ھل ترجع العمۃ
والعمۃ علی الاب اذا ایسر قیل نعم مجتبی والعمۃ لیست بقید فیما یظھر یا کہ ماں انکار کرے ولد کے مفت پالنے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور اجرت دینے کا نہیں اور
عمہ ولد کی اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہے اور ماں کو بیٹے کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہیں تو اس صورت میں ولد کی ماں سے کہا جاویگا کہ لڑکے کو مفت اپنے پاس رکھ یا
اسکی عمہ کو دے کہ وہ رکھے یہی حکم ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش میں صرف ہوا ہے اسکو باپ سے پھیر لینا جبکہ باپ کو مقدور ہو درست ہے یا نہیں
بعضے علما نے جواب دیا کہ ہاں پھیر لینا ہو سکتا ہے کذا فی المجتبی اور ظاہر ذکر عمہ کا اس مسئلہ میں کچھ قید نہیں بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے اور باپ کو
مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہے کہ اجنبی پالے کذا ذکر شرنبلالی فی کشف النتایج علی حاشیۃ الدرر تو توقف شارح کا
عمہ کے اتفاقی قید ہونے میں اس روایت سے زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی و فی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ و ارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدرۃ
و اراد وصیہ تربیتہ بھا فہی اہلہا لانہ ابقاء لما لہ اور منیہ میں ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی ماں بلا مقرری کے
اسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیکر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کرا دے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاوے گا نہ وصی کو تاکہ مال صغیر کا باقی
رہے و فی الحاوی تزوجت باجنبی و طلبت تربیتہ بنفقۃ والتزمہ ابن عمہ مجانا و لا حاضنۃ لہ فلہ ذلک اور حاوی میں ہے کہ نکاح کیا
صغیر کی ماں نے اجنبی سے اور پرورش دار کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم کر لی پرورش اسکی مفت اور حالانکہ صغیر

[illegible] الطلاق [illegible]

کی کوئی ماں وہ عورت حاضنہ نہیں تو ان ہم کو اسکا اختیار ہی ولا تجبر من لها الحضانة عليها الا اذا تعينت لها بأن لم يأخذ ثدي غيرها او لم يكن
للاب ولا للصغير مال به يفتى خانية وسيجيء في النفقة اور جس عورت کو حق حضانت شرعاً ثابت ہی اسپر جبر کرنا پرورش کیواسطے نہیں ہو سکتا کہ شاید وہ
نہو سکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہو جاوے اسطرح پر کہ صغیر کسیکی چھاتی نہ لیتا ہو سوائے اُس عورت کے یا کہ باپ اور صغیر مالدار نہوں تا کہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو اس صورت
مین بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتوی ہی یعنے عدم جبر پر اور صورت تعیین کذا فی الخانیۃ اور عنقریب اسکا ذکر باب النفقہ مین آویگا امام ابو
اور تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ مین اسی روایت پر فتوی ہی کہ حاضنہ پر جبر نہیں اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو پرورش کیواسطے ماں پر
جبر کیا جاویگا تا کہ صغیر ضائع نہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اسقطت الام حقها صارت كميتة او متزوجة فينتقل للجدة بحر اور جبکہ ماں نے اپنا حق
پرورش ساقط کر دیا تو مانند میت اور متزوجہ کے ہو گی تو اس صورت مین حق حضانت نانی کیطرف منتقل ہو گا کذا فی البحر ولا يقدر الحاضنة على ابطال
حق الصغير فيها حتى لو اختلعت على ان تترك ولدها عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانه حق الولد فليس لها ان تبطله بالشرط وان لم يوجد
غيرها اجبرت بلا خلاف فتح وهذا يعم ما لو وُجِد وامتنع من القبول بحر وحينئذ فلا اجرة لها جوهرة اور قدرت نہین حاضنہ کو حق صغیر
باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات مین ثابت ہی یہان تک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہو گا اور شرط عدم پرورش کی باطل
ہو جاویگی اسواسطے کہ پرورش حق ہی صغیر کا تو عورت کو اختیار نہین کہ اسکو باطل کر سکے شرط کر کے اور اگر ماں سوا کوئی حاضنہ نہ پائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی
فتح القدیر اور یہ یعنے غیر ام کا نہ پایا جانا شامل ہی اس صورت کو کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا اقبال نکرے کذا فی البحر اور اسوقت مین یعنے سوائے ماں کے کوئی نہو یا ہو مگر اقبال نکرے تو ماں کو اجرت
پرورش کی نہ پاویگی اسواسطے کہ جب کرنے پر مجبور ہی اجرت نہین کذا فی الجوہرہ ہم معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ ماں پر جبر نہین پرورش مین چنانچہ قبل اسکے تفصیل
اسکی مذکور ہو چکی اور دوسرا قول یہ ہی کہ ماں مجبور ہی پرورش صغیر پر اور یہی منقول ہی فقہائے ثلثہ سے یعنے فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہرزادہ سے اور فتح القدیر مین کافی حاکم
سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کر کے فقہائے ثلثہ کی تائید کی ہی اور کہا ہی کہ کافی جامع ہی کلام محمد کی تو معلوم ہوا اگر یہی ثبوت جبر ظاہر الروایت ہی محقق نے کہا کہ کیونکہ ماں پر جبر
ثابت ہو گا یعنے در صورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہو گئے ہین اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ظاہر روایت سے عدول کر کے مفتی بہ
عمل ہوتا ہی انتہی اور تعجب ہی مصنف اور شارح سے کہ اس مقام مین جمع بین المتناقضین سے راضی ہوئے اور لازم یون تھا کہ ایک قول کو پسند کرتے اور دوسرے پر جابجا اشارہ
کر دیتے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحق الحاضنة اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لابيه وهي غير اجرة ارضاعه ونفقته كما في البحر عن السراجية
خلافا لما نقله المصنف عن جواهر الفتاوى اور مستحق ہوتی ہی حاضنہ اجرت حضانت کی جبکہ وہ منکوحہ اور معتدہ اسکے باپ کی نہو لیکن اگر صغیر منکوحہ یا معتدہ
کے پیٹ سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہو گا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہو گی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہی کذا فی البحر
عن السراجیہ تو باپ پر تین چیزین واجب ہین اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی الشرنبلالیہ اور مغایر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف
ہی اُس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوے سے نقل کیا ہی منح الغفار مین جواہر الفتاوے سے یون منقول ہی کہ قاضی خان سے سوال ہوا کہ منکوحہ کو اجرت
حضانت کی ہو سکتی بعد ایام شیرخوارگی کے جواب دیا کہ نہین تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغایر نہین شیخ رحمتی محشی نے لکھا کہ شاید جواہر الفتاوے
کی عبارت مین تحریف یا سقوط ہو اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغایر چیزین ہین رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے
دوسری کیونکر ساقط ہو وفی شرح النقاية للباقاني عن البحر المحيط سئل ابو حفص عمن لها امساك الولد وليس لها مسكن مع الولد فقال على
الاب سكناهما جميعا وقال نجم الائمة المختار انه عليه السكنى في الحضانة وكذا ان احتاج الصغير الى خادم يلزم الاب به اور باقانی کی شرح
نقایہ مین بحر محیط سے منقول ہی کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر رکھنے کا حق پہونچتا ہی اور اس عورت کا کوئی مکان نہین جہان صغیر کو

یعنی پرورش کرنیکا جبر کیا جاویگا ۱۲

ساتھ لیکر رہے تو جواب یہ ہیں کہا باپ پر دونوں کیواسطے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا قول مختار یہی ہے کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش میں واجب ہے اور اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا وفی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی مال المحضون لو لہ مال والا فعلی من تلزمہ نفقتہ قال شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ ثم حرر ان الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ میں ہے کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اسکو مال وراثت سے ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہو تو حضانت کا صرف اُسپر واجب ہے جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہم حنفیوں کے قواعد بھی اسیکو مقتضی ہیں تو اسی پر فتوی دینا چاہیئے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہے کہ حضانت مانند رضاعت کے ہے یعنے بنا بر قول راجح کے جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثوں پر واجب ہے ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسمیں تصریح روایت کی نہیں لیکن نظیر فقہی اسکو مقتضی ہے کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثوں پر واجب ہے بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقھا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیۃ القربی پھر بعد ماں کے اسطرح کہ مر گئی یا وہ نامحرم غیر سے بیاہی یا ماں نے حضانت قبول نکی یا اُسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کر لیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہے اگرچہ بچند واسطہ نانی بعیدہ ہو مثلاً نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنے اگر نانی غیر کی منکوحہ ہوگی تو اُس صورت میں حق پرورش صغیر کا نانی کو نہ پہونچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہے اگرچہ دادی بچند واسطہ بعیدہ ہو بشرط مذکور یعنے دادی بعیدہ کو در صورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہونچیگا واما ام ابی الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے موخر کیجاوے بلکہ خالہ سے بھی کذا فی البحر الرائق ثم الاخت لاب وام ثم لام لان ھذا الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہے پھر مادری بہن مقدم ہے سوتیلی بہن سے اسواسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہے ماں کی قرابت والیوں ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہے پھر بعد اسکے سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو سہو ہے سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہیں بنا بر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضی خان و بحر الرائق یہ روایت غیر صحیح ہے جو شارح نے یہان ذکر کی چنانچہ قول آئندہ میں خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالاؤں کے مراتب ہیں اسیطرح یعنے پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہے پھر مادری خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیاں ثم العمات کذلک پھر بھتیجیوں کے بعد پھوپھیاں اسیطرح ہیں یعنے پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ثم خالۃ الام کذلک پھر پھوپھیوں کے بعد ماں کی خالہ اسیطرح ہے یعنے پہلے ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اسکے بعد سوتیلی خالہ ثم خالۃ الاب کذلک پھر ماں کی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اسیطرح ہے یعنے اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ ثم عمات الامھات والآباء بھذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں کی پھوپیاں پھر باپ کی پھوپیاں اسی ترتیب گذشتہ سے یعنے ماں کی سگی پھوپھی مقدم ہے پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ہکذا الفھم من فتح القدیر ہم اس ترتیب مذکور کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ولایت پرورش کی اصل مستفاد ماں کی جانب سے ہے لہذا در باب حضانت قرابت ماں کی مقدم ہے باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابو داؤد میں عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری چھاتی اُسکے دودھ کی مشک تھی اور میری گود اسکا گہوارہ اور رہنے کا ٹھکانا تھا اور اسکے باپ نے مجھ پر طلاق دی ہے اور چاہتا ہے کہ اس لڑکے کو مجھسے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکے رکھنے میں تو حق ہے جبتک کہ تو دوسرا نکاح کرے اور اختیار شرح مختار میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم کو طلاق دی اور لڑکے کو لینا چاہا تو دونوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی ماں لڑکے کیواسطے بہتر ہے تجھسے پھر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے اور اصل اس روایت کی امام مالک کی موطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کذا فی فتح القدیر اور سنن ابو داود

میں علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہ رضی کی دختر کو مکہ سے لائے یعنے مدینہ میں تو جعفر طیار رضی نے کہا کہ میں اسکو پالونگا میں احق ہون میرے چچا کی بیٹی اور اُسکی خالہ میرے پاس ہی علی مرتضی نے کہا کہ میں احق ہون کہ میرے چچا کی بیٹی ہی اور رسول اللہ کی بیٹی میرے پاس ہی وہ اسکی احق ہی پھر زید نے کہا کہ میں اسکا احق ہون کہ میں اسکو مکہ سے لایا ہون پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ تو جعفر کے پاس اپنے خالہ کے ساتھ رہیگی اسواسطے کہ خالہ ماں کے برابر ہی ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ پھر نساء مذکورات کے عصبات رجال ترتیب میراث حضانت میں احق ہیں تو باپ صغیر کا مقدم ہی پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر بھتیجے اسیطرح یعنے سگے بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کی بیٹے پہ مقدم ہی پھر چچا پھر اسکے بیٹے اسی ترتیب پر یعنے سگا مقدم ہی سوتیلے پر واذا اجتمعوا فالاورع ثم الاسن اختیار سوی فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وھو غیر مامون اور اگر مستحق حضانت چند شخص یکدرجہ جمع ہون جیسے سگے بھائی یا سگے چچا تو انمیں جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہی اور اگر پرہیزگاری میں دونون برابر ہون تو عمر زیادہ ہو وہ الاسن مقدم ہی کذا فی الاختیار شرح المختار سواے عصبہ فاسق اور بیوقوف کے یعنے عصبہ فاسق او بیدحواس لائق حضانت کے نہیں اور اسیطرح چچا کا بیٹا جسپر اطمینان نہو وہ صغیرہ لائق شہوت کے حضانت کیواسطے سزاوار نہیں ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام فیدفع للاخ لام ثم لابنہ ثم للعم لام ثم للخال لابوین ثم لاب ثم لام برہان وعینی بحر پھر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہو تو ذوی الارحام پرورش کیواسطے احق ہونگے تو مادری بھائی کو صغیر دیا جاویگا پھر اسکے بیٹے کو مادری چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر مادری ماموں کو کذا فی البحر ناقلا عن البرہان والعینی فان تساووا فاصلحھم ثم اورعھم ثم اکبرھم ولا حق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ لعدم المحرمیۃ پھر اگر چند ذوی الارحام درجہ میں برابر ہون چنانچہ تین بھائی مادری تو انمیں سے جو زیادہ تر کارساز ہو صغیر کا وہ مقدم ہی پھر جو زیادہ تر متقی ہو پھر جو عمر میں زیادہ تر ہو اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کے بیٹون کو حق پرورش نہیں بسبب نامحرم ہونیکے والحاضنۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ کمسلمۃ مالم یعقل دینا ینبغی تقدیرہ بسبع سنین لصحۃ اسلامہ حینئذ نہر او الی ان یخاف ان یالف الکفر فینزع منھا وان لم یعقل دینا بحر اور حاضنہ ذمیہ اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہی جبتک کہ لڑکا دین کو نہ سمجھتا ہو نہر الفائق میں کہا مناسب یون ہی کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس کی مقرر کیجاوے بسبب صحیح ہونے اسلام لڑکے کے اسوقت میں یا یہانتک کہ ڈر معلوم ہونے لگے الفت کفر کا یعنے کافرہ کی صحبت سے جب یہ خوف ہو کفر کا تو اگرچہ صغیر دین کو نہ سمجھتا ہو تو اسکے پاس سے لینا چاہیئے کذا فی البحر والحاضنۃ یسقط حقھا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکناھا عند المبغضین لہ لما فی القنیۃ لو تزوجت الام باخر فامسکتہ ام الام فی بیت الراب فللاب اخذہ اور حاضنہ کا حق ساقط ہو جاتا ہی صغیرہ کے غیر محرم سے نکاح کر لینے سے اور اسیطرح حق ساقط ہوتا ہی حاضنہ کے رہنے سے اس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکھتا ہی اسواسطے کہ قنیہ میں ہی کہ اگر ماں نے نکاح کیا اجنبی سے پھر صغیر کو اسکی نانی نے رکھا اسی اجنبی کے گھر میں تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہونچتا ہی اسواسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کی پہلے شوہر کی اولاد سے غالبا خوش نہیں ہوتا وفی البحر قد ترددت فیما لو امسکتہ الخالۃ ونحوھا فی بیت اجنبی عازبۃ والظاہر السقوط قیاسا علی ما مر لکن فی النہر والظاہر عدمہ للفرق البین بین زوج الام والاجنبی اور بحر الرائق میں ہی میں متردد ہون اس حکم میں کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اسکے کوئی اور حاضنہ اجنبی کے گھر میں رکھے حالانکہ خالہ مجردہ ہی بلا زوج ظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ حق حضانت ساقط ہی قیاسا اسکے کہ مذکور ہو چکا یعنے جیسے نانی کا حق پرورش ساقط ہوگیا دوسرے داماد کے گھر کے رہنے سے ویسا ہی خالہ کا حق بھی ساقط ہو اجنبی کے گھر میں رہنے سے لیکن نہر الفائق میں ہی کہ مسئلہ مذکورہ میں ظاہر حکم عدم سقوط حضانت ہی اسواسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان میں فرق صریح ہی اسواسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال اکثر نہیں ہوتا بخلاف زوج ام کے قال والرحم فقط کابن العم کالاجنبی صاحب نہر نے کہا فقط قرابت جسمین محرمیت نہیں جیسا چچا کا بیٹا وہ اجنبی کے برابر ہی یعنے اگر صغیرہ کی ماں صغیرہ کے ابن عم سے نکاح کریگی تو حق حضانت ساقط ہو جاویگا اور اسیطرح شیرخوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں رضاعی بلکہ رضاعی بھائی اجنبی کے برابر ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وتعود الحضانۃ بالفرقۃ البائنۃ لزوال المانع اور پھر آتا ہی حق حضانت کا بسبب فرقت بائنہ کے زوج اجنبی

ف انتہی سقوط حضانت بعمل اجنبی ہیں

سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنے حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہو گئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آویگا
تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج مین یعنے زوج مطلقہ نے کہا کہ تو نے
دوسرا نکاح کر لیا ہے تیرا حق حضانت ساقط ہو گیا اور عورت اسکی منکر ہے اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہین تو ہسوقت مین عورت کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط
نہوگا وکذا فی تطلیقہ ان ابہمتہ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے مین اگر اسنے زوج ثانی کو مبہم بیان کیا نہ مقبول
ہوگا قول عورت کا اگر اسکو معین ذکر کیا یعنے اگر عورت نے دعوی کیا کہ مین نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا سو اسنے مجھے طلاق دی تو اس صورت مین اسکا قول مقبول ہوگا
اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ مین نے زید سے نکاح کیا تھا سو اسنے مجھکو طلاق دی تو اس صورت مین دعوے طلاق کا مسموع نہوگا بدون گواہون کے
یا اقرار زید کے ہسواسطے کہ یہان صاحب حق ایک شخص متعین ہے والحاضنۃ اما او غیرہا احق بہ بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب
اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہے لڑکا رکھنے مین یہان تک کہ اسکو حاجت نرہے عورتون کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت سات برس
کی مقرر ہوئی ہے اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ تقدیر سات برس کی حصول استغنا مین غالب ہے اور یہ تقدیر خصاف کی ہے اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے
کہانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کر لے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور واقع مین دونو قولون مین کچھ تفاوت نہین اسواسطے کہ
اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس کا لڑکا خود کہاتا پیتا ہے اور استنجا کر لیتا ہے ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا
اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہے اور ماں کہتی ہو کہ چھ برس کا ہے تو قاضی کسی سے قسم نلے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے
سو اگر لڑکا خود کہاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اور استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاویگا اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنے اگر باپ نہ قبول کرے تو حاکم زبردستی دے اسواسطے کہ بعد مدت
پرورش کے باپ پر تعلیم اور تادیب اور نماز سکہانا واجب ہے اور اگر لڑکا کہانے پینے اور لباس اور استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو آپ نکر سکتا ہو تو باپ کو نہ دلایا جاویگا بلکہ ماں کے
پاس رہیگا والام والجدۃ لام او لاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ کے رکھنے مین سزاوار تر ہین
یہان تک کہ اسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہے کہ بالغ ہو جاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایت ہے اسواسطے کہ لڑکی بعد
مدت حضانت کے عورتون کے آداب دریافت کرنیکی محتاج ہے جیسے سینا کاتنا کہانا پکانا اور ایسی امور کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر ہے اور جب کہ صغیرہ بالغ ہوئی
تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہے سو اسپر باپ زیادہ تر قوی اور قادر ہے بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحر بحثا واقول
ینبغی ان یحکم بسنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے مین ماں کہتی ہو کہ ہنوز اسکو حیض نہین آیا اور باپ کہتا ہو کہ ہوتا ہے تو ماں کا قول
معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے بحث یہ ہے کہ عورت منکر ہے اور قول نہین ہوتا مگر منکر کا شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ اختلاف مذکور مین
یون لائق ہے کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنے اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہونچی ہو کہ جسمین حیض آتا ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی
عمر کو نہ پہونچی ہو تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہے یہ قول ہے صاحب نہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز علما کی کچھ حاجت نہین بلکہ روایت
پر عمل کرنا مناسب ہے کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ مین تو صغیر اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیئے اگر وہ بلوغ کا اقرار کرین تو انکی تصدیق کرنا چاہیئے کہ وہ امین
ہین اس امر مین ماں باپ کو اسکی کیا اطلاع ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج عینی
اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہین اپنے پاس رکھنے مین یہان تک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اسکی وطی کرنے لگے کذا فی العینی
وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا اور حاضنہ جیسے
خالہ یا عمہ احق ہے صغیرہ کی پرورش مین یہان تک کہ وہ مشتہاۃ یعنے لائق شہوت اور رغبت کے ہو اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہے مشتہاۃ کی یہ تقدیر ہے

فقیہ ابو اللیث کی اور اسی پر فتوی ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہے باتفاق علما کذا فی الزیلعی ہم ماں یا نانی کے پاس تو بلوغ تک رکھنے کا حکم ہے اور انکے سوا خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہے اسواسطے کہ تعلیم آداب نساء کی جیسے سینے پکانے کے بدوں خدمت لینے کے نہیں ہو سکتی اور ماں یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ انکی طرح خدمت نہیں لے سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر روایت یہ ہے کہ ماں اور نانی میں بھی یہی حکم ہے یعنے ماں نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے زیادہ نہ رہے اور اسی روایت پر فتوی ہے بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی اور نقایہ اور وقایہ اور ضیاء اور غیاث المفتی اور بحر الرائق میں بھی اسی روایت پر فتوی ہے نقایہ میں کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہے موافق محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی ہم صغیرہ کو بعد نو برس کے ملک باپ کے پاس رکھنا ظاہر اُس صورت میں ہے جب کہ باپ نے اُسکو طلاق دی ہو اور وہ کہیں جدی رہتی ہو اور اگر ماں مطلقہ نہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اُس سے جدا کرنیکی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجہا ما دامت لا تصلح للرجال الا فی روایۃ عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ، مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہے یہ ثابت معلوم ہوا کہ حق حضانت کا ساقط نہیں صغیرہ کے نکاح سے جبتک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت میں ابو یوسف سے یوں ہے کہ جب صغیرہ لائق موانست زوج کے ہو اور زوج اسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہے اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیۃ موانست سے یہ مراد ہے کہ زوج کا تنہائی میں صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہے کہ مذہب معتمد کے مخالف ہے یعنے نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی فی منزلی وارادا اخذ الصبی منع حتی یعلم القاضی امہ تحضر فتاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنتہ ثم ادعی احقیۃ غیرہا واحتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدۃ لا ما ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا فالقول للرجل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے اور میری بیٹی مر گئی ہے تو مجھکو اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ماں کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہ میرا بیٹا ہے لیکن ماں اسکی نہیں مر گئی اور وہ میرے گھر میں ہے اور ارادہ کیا اُس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہاں تک کہ قاضی اُسکی ماں کو جانے، اور لڑکے کی ماں قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لیجاوے اسواسطے کہ مرد کو لڑکا نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اُس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونے کا اقرار کیا پھر دعوی کیا استحقاق غیر کا یعنے نانی اور ماں دونو کو حق پرورش ثابت ہے لیکن بہ نسبت ماں کے نانی سے ماں احق ہے پرورش میں اور یہ دعوی احق ہونیکا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنے نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے اور میرا بیٹا ہے اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہ میری بیٹی نہیں اور میری بیٹی اس لڑکے کی ماں تو مر گئی ہے تو اس صورت میں قول مرد کا اور اس عورت کا جو اس مرد کے ساتھ ہے معتبر ہوگا اور لڑکا انہیں دونوں کو دلایا جاویگا اسواسطے کہ فراش دونوں کا ثابت ہے تو ظاہر یہ لڑکا انہیں دونوں کا ہے کزوجین بینہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست فقالت ہو ابنی لا منہ حکم بکونہ ابنا لہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہے پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے نہ اس زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے سو اُسنے یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں میں گواہ کسیکے پاس نہیں تو حکم کیا جاویگا کہ یہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے اسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنے بسبب ثبوت فراش یعنے حلت زوجین کے ظاہر حال یہی ہے کہ دونوں کا بیٹا ہے وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا ولو احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ المرأۃ فقد انکر کونہا جدتہ فیکون منکرا لحق حضانتہا وہی اقرت لہ بالحق فتعین ملخصا اور اسیطرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو

مر گئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہی تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اُس عورت سے اور اسیطرح اگر مرد نے حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہی نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اُس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ ہی سزاوار تربیت صغیر کا ہی اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہی اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اُسنے نانی ہونے کا انکار کیا تو اُسکے حق حضانت کا بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو اُسکو نانی بتاتی ہی مرد کے حق کا اقرار کر چکی اُسکا بیٹا کہکر آخر ہو گیا یہاں تک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہوکر لا خيار للولد عندنا مطلقا ذكرا او انثى خلافا للشافعي قلت وهذا قبل البلوغ اما بعده فيخير بين ابويه وان اراد الانفراد فله ذلك مويد زاده معزيا للمنية اور نہیں ہی مختیار صغیر کو ہمارے نزدیک مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہی چاہے ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے شارح کہتا ہی کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہی اور بعد بالغ ہونے کے تو اُسکو اختیار ہی ماں باپ کے پاس رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اُسکو جائز ہی چنانچہ اسکو مویدزادہ نے ذکر کیا ہی منیہ کیطرف منسوب کرکے تنہا رہنا مشروط ہی اُسکے رشید ہونے پر اور اگر اسکی تنہائی میں خوف ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ ہم امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہی کہ ایک عورت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا زوج میرے بیٹے کو لئے جاتا ہی اور حالانکہ بیٹا کنوئیں سے پانی بھر لاتا ہی میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہی تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہی اور یہ تیری ماں ہی تو ہاتھ پکڑ لے جسکا تو چاہے تو اُسنے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا سو وہی اُسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار رہے حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہ لڑکا بالغ ہو گیا تھا اسواسطے کہ کنوئیں سے پانی بھر لانا دلیل ہی بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہیں کہ لڑکا نافہم ہی وہیں کا رہنا اختیار کریگا جہاں کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہی کہ صحابہ کرام لڑکوں کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الہدایہ وحاشیۃ المدنی وافاده بقوله بلغت الجارية مبلغ النساء ان بكرا ضمها الاب الى نفسه الا اذا دخلت فى السن واجتمع لها راى فتسكن حيث احبت حيث لا خوف عليها اور حکم بلوغ کو مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ پہونچی لڑکی عورتوں کی حد کو یعنے بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہی تو اُسکو باپ اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اُسکو فاسق مردونکے مکروفریب کی خبر نہیں مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہو جاوے اور عقل کامل ہو چکے تو رہے جہاں اُسکا جی چاہے اسواسطے کہ اسپر اب خوف باقی نہیں رہا مرام دخول فی السن سے مراد یہ ہی کہ مسنہ اور بڈھی ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الوخیر وکفایۃ المتحفظ وان ثيبا لا يضمها الا اذا لم تكن مامونة على نفسها فللاب والجد ولاية الضم لا لغيرهما كما فى الابتداء بحر عن الظهيرية اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنے ایکبار اُسکا نکاح ہو چکا ہو تو باپ کو ولایت اُسکو پاس رکھنے کی نہیں مگر جبکہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنے خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہی نہ اوروں کیلئے کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا میں پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسی ہی خوف فساد میں بھی ولایت ہی کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریہ والغلام اذا عقل واستغنى برايه ليس للاب ضمه الى نفسه الا اذا لم يكن مامونا على نفسه فله ضمه لدفع فتنة او عار وتاديبه اذا وقع منه شىء ولا نفقة عليه الا ان يتبرع بحر اور لڑکا جب عاقل ہوا اور ایسا ہوشیار ہو جاوے کہ دوسرے کا محتاج نرہے سمجھانے کا تو باپ کو اُسپر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اسپر اطمینان اور اعتماد نہو یعنے امرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت میں باپ کو اختیار ہی اُسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار وننگ کے اور باپ کو ولد بالغ کی تادیب کا اختیار ہی اگر اُس سے کوئی فعل بد واقع ہو اور باپ پر اُسکا نفقہ واجب نہیں اگر بالغ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیۃ بحر الرائق وحاشیۃ المدنی والجد بمنزلة الاب فيه فيما ذكر اور دادا باپ کے برابر ہی اسمیں جو مذکور ہو چکا وان لم يكن لها اب ولا جد ولكن لها اخ او عم فله ضمها ان لم يكن مفسدا وان كان مفسدا لا يمكن من ذلك وكذا الحكم فى كل عصبة ذى رحم محرم منها اور اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور اُسکا بھائی یا چچا ہو تو اُسکو اختیار ہی بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو مراد مفسد سے فاسق ہی نہ مفسد مال

بالغہ اسواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اسکو بالغہ کے پاس رکھنے کا اختیار نہوگا اور
اسیطرح حکم ہے عصبہ میں جو بالغہ کا قرابتی ذی رحم ہو یعنے صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا اب ولا جد و
لا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مأمونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی والا وضعہا عند امرأۃ امینۃ قادرۃ
علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر و ثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور نہ انکے سوا کوئی اور عصبہ ہو
یا عصبہ فاسق ہو تو اسمیں حاکم کو فکر کرنا چاہیئے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم اسکو چھوڑ دے جہان چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اسکو کسی
امانتدار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اسکی حفاظت پر کچھ فرق نہیں اسمیں باکرہ اور ثیبہ میں حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانونکو
دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچاوے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرہم و ینفق
علیہم من اجرتہم بخلاف الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤید زادہ معزیا للخلاصۃ اور جب کہ
ہو چکیں لڑکے کسب کی حد کو یعنی کسب و کار کے لائق ہوں قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ انکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کریں یا ان سے نوکری
اور مزدوری کراوے اور انکی اجرت سے انپر خرچ کرے بخلاف لڑکیوں کے کہ انکا خرچ باپ پر واجب ہے نکاح کر دینے تک اگرچہ وہ قادر ہوں نوکری اور مزدوری پر اور اگر
باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہوں اسکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے چنانچہ باقی املاک صغیر امین کے پاس سپرد رہینگے
اگر باپ فضول خرچ ہو کر چنانچہ اسکی تصریح کی ہے مؤید زادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کر کے لیس للمطلقۃ بائنا بعد عدتہا الخروج بالولد من بلدۃ الی اخری بینہما
تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث انہ یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری شمنی
جائز نہیں مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان میں زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونوں شہر میں زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ
ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر اسیدن اپنے شہر میں پھر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نجاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جبکہ دونوں
شہروں میں اتنی مسافت ہے کہ ایک دن میں جانا اور آنا متصور ہو تو اس شہر میں جانا ایسا ہی ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کیطرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی الا اذا
انتقلت من القریۃ الی المصر فی عکسہ لا یضر الولد لتخلقہ باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا وقد نکحہا ثمہ ای
عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکونا مستامنین درصورت تفاوت دو شہروں کے مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز نہیں مگر
اس صورت میں جائز ہے کہ مطلقہ گانوں سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر میں صغیر کو شعور اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس یعنے شہر سے گانوں میں لیجانا درست
نہیں بسبب ضرر صغیر کے اسواسطے کہ گنواروں کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی مگر اس صورت میں شہر سے دوسری بستی میں بھی لیجانا درست ہے جبکہ وہ بستی جسمیں
مطلقہ گئی ہو وطن ہے اسکا اور حالانکہ وہیں زوج نے اسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گانوں ہو بنا بر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہو تو
وہاں صغیر کا لیجانا درست نہیں مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونوں کافر مستامن ہوں تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب میں بھی جائز ہے وہذا الحکم فی الام المطلقۃ
فقط اما غیرہا کجدۃ وام ولد اعتقت فلا یقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا
ما بقیت حضانتہا اور یہ حکم یعنے صغیر کا دوسری بستی میں لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق میں ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہوئی ہو سو
قادر نہیں صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونوں میں عقد نکاح نہیں مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاویگا اخراج صغیر سے ماں کے
شہر سے بدون ماں کے رضامندی کے جبتک صغیر ماں کی پرورش میں ہے فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ ان یسافر بہ الا ان یعود حق
امہ کما فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدہا وہو ظاہر سو اگر طلاق دینے والے زوج نے

اپنا اثر کا لیا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہی باپ کو سفر میں ساتھ لیجانا صغیر کا یہان تک کہ عود کرا دے حق اُسکی ماکا یعنے جب صغیر کی ماکو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر میں صغیر کا رکھنا جائز نہین بلکہ ماکے پاس پہونچانا چاہیئے کہ مانع حضانت کا زائل ہوگیا حق حضانت نے عود کیا کذا فی السراجیۃ و مصنف نے بھی شرح میں جواز سفر کو مقید کیا ہی تمام ہونے سے کہ جب بعد ماکے حق حضانت نے کسی طرف انتقال نکیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہی مقام تردد یہین نہین یعنے ماکے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہ ہوگی تو البتہ باپ کو سفر میں لیجانا صغیر کا درست ہوگا اور اگر نانی موجود ہوگی تو سفر میں لیجانا نہ جائز ہوگا اسواسطے کہ بعد ماکے حق پرورش کا نانی کو تا ہی عم تنزیلا میں برہان سے وہ روایت منقول ہی جو سراجیہ کے مخالف ہی کہ باپ کو صغیر کا لیجانا محل اقامت سے قبل استغنائے صغیر کے جائز نہین اگرچہ ماکے حضانت نہ رہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہو جانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الحاوی له اخراجه الى مكان يمكنها ان تبصر ولدها كل يوم كما في جانبها فليحفظ اور حاوی مین ہی کہ بعد نکاح کر لینے کے باپ کو صغیر کا لیجانا باہر شہر کے اُس مکان تک درست ہی کہ ممکن ہو ماکو دیکھہ آنا اپنے ولد کا ہر روز چنانچہ ایک شہر کے دوسرے کنارہ مین لیجانا بھی اسی شرط کر مشروط ہے یعنے ہر روز دیکھہ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے قلت وفی السراجية اذا سقطت حضانة الام واخذه الاب لا يجبر على ان يرسله لها بل هي اذا ارادت ان تراه لا تمنع من ذلك وافتى شيخنا الرملي بان يسافر به بعد تمام حضانتها وبان غير الاب من العصبات كالاب معزيا للخلاصة والتاتارخانيه شارح کہتا ہی اور سراجیہ مین ہی کہ جب ساقط ہوی حضانت ماکی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہین باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر کو ماکے پاس بلکہ ماجب صغیر کے دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نجاویگی اور فتوی دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر مین لیجاوے اور اسکا فتوی بھی دیا ہی کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہین صغیر کو اپنے پاس رکھنے مین مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہین رکھہ سکتا کذا فی الخلاصۃ والتاتارخانیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا خرج بالولد ثم طلقها فطالبته بردہ ان اخراجه باذنها لا يلزمه رده وان بغير اذنها لزمه كما لو خرج به مع امه ثم ردها ثم طلقها فعليه رده بحر بحر الرائق مین ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہی کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ مین پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ مین لے گیا پھر عورت کو طلاق دی پھر مطالبہ کیا عورت نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ مین لے گیا ہو تو اسکو بصرہ مین عورت کے پاس پہونچا دینا لازم نہین بلکہ عورت سے کہا جاویگا کہ اگر تو چاہے تو وہان جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اُسکے لے گیا تھا تو صغیر کو پہونچا دینا ماکے پاس لازم ہوگا باپ پر چنانچہ صغیر کو ساتھ اُسکی ماکے لے گیا تھا پھر ماکو کوفہ سے بصرہ روانہ کر دیا پھر اسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہی پہونچا دینا صغیر کا ماکے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی ۞

باب النفقۃ

هي لغة ما ينفقه الانسان على عياله یہ باب ہی نفقہ کے احکام مین نفقہ لغت عرب مین اسکو کہتے ہین جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل و عیال پر وشرعا هي الطعام والكسوة والسكنى در شرح مین نفقہ عبارت ہی طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ مخفف شرعی محمد سے منقول ہین کذا فی منح الغفار اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہی اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر مین یون ہی کہ اصطلاح شرعی مین نفقہ شے کا عبارت ہی اُس خرچ معین کرنے سے جس سے وہ شے باقی رہے تو اسمین بہائم مملوکہ کا بھی نفقہ شامل ہوگیا وعرفا هي الطعام اور عرف مین نفقہ فقط طعام ہی کو کہتے ہین لہذا اکثر کتب فقہ مین نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہین اسواسطے کہ عطف مقتضی ہی مغایرت کا م وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہی حقتعالے نے آیت مین یون ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہی دستور کے موافق اور دوسری آیت مین فرمایا کہ رکھو عورتونکو جہان تم رہتے ہو اور تیسری آیت مین ارشاد ہوا چاہیئے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اسکو دیا ہی اتنا صرف کرے حقتعالے کسی جان پر بقدر وسعت زیادہ حکم نہین فرماتا اور صحیح مسلم مین مروی ہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین خطبہ کے اندر یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا تمہ پر رزق واجب ہی موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہوگیا ہی کذا فی فتح القدیر ونفقۃ

الغير تجب على الغير باسباب ثلثة زوجية وقرابة وملك بدأ بالاول لمناسبة ما مر ولانها اصل الولد ۔ اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہے غیر شخص پر تین سبب سے ایک زوجہ ہونیسے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونیسے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بواسطہ مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہاں تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آتے ہیں لہذا باب النفقہ میں بھی پہلے اسیکا ذکر کرنا مناسب ہوا یا اسواسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہے زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا فتجب للزوجة بنكاح صحيح فلو بان فساده او بطلانه رجع بما اخذته من النفقة بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح کہ وہ معتدہ نکلے غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ وہ شرعًا زوجہ نہیں تو اسکا نفقہ بھی واجب نہیں لیکن نکاح فاسد میں عدت واجبہ ہے اور نکاح باطل میں عدت نہیں اسواسطے کہ وہ زنا ہے اور زانیہ پر عدت نہیں ... نے کہا کہ بحر الرائق میں نفقہ پھیر لینا مذکور نہیں مگر نکاح باطل میں اور شبلی نے البتہ نکاح فاسد میں نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہے بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقرر ہوا اور اگر بغیر حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہیں اور یہی عالمگیریہ میں بھی مذکور ہے کذا فی حاشیة الحلبی للزوجة لانها جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلا ہے احتباس کا یعنی زوج کے گھر میں مقید ہوئی تلاش معاش کو نہیں جاسکتی لہذا زوج پر اسکی خبرگیری ضروریات کی واجب ہوئی یہ دلیل عقلی ہے وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہے جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی وكل محبوس لمنفعة غيره تلزمه نفقته كمفت وقاض وعامل ووصي زيلعي ومقاتلة قاموا بثغر العدو ومضارب سافر بمال مضاربة ۔ اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کے واسطے تو غیر پر اس محبوس کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ انکا بقدر کفایت انکی اور انکی اہل وعیال کے مسلمین کے بیت المال سے واجب ہے اسواسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی میں مصروف اور محبوس ہیں اپنی تلاش معاش نہیں کرسکتے اور اسیطرح نفقہ وصی کا میت کے مال میں واجب ہے اس مدت تک کہ صغیر کے مہمات میں مصروف رہے کذا فی الزیلعی اور اسیطرح رزق مجاہدین کا بیت المال میں واجب ہے کہ دفع اعداء دین پر وہ قائم اور مستعد ہیں اور جس مضارب نے کہ مضاربت کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت میں اسکی روزی واجب ہے ولا يرد الرهن لحبسه لمنفعتهما اور اعتراض نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونوں کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہ قاعدہ ہوا کہ حبس کی غیر کی منفعت کیواسطے محبوس ہو تو غیر پر اسکی روزی واجب ہے تو لازم یہ ہے کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اسکی روزی واجب ہو حالانکہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر شارح نے اسکا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہیں جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونوں کو فائدہ ہے راہن کو یہ فائدہ ہے کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہے تو جب دونوں کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئے لہذا مالک پر بجہت ملکیت کے نفقہ اسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر ولو صغيرا جدًا في ماله لا على ابيه الا اذا كان ضمنها كما مر في المهر اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اسکے مال میں نہ صغیر کے باپ پر مگر اس صورت میں باپ پر واجب ہوگا جب کہ وہ ضامن ہوا نفقہ کا چنانچہ باب المہر میں اسکا ذکر ہوچکا لا يقدر على الوطی لان المانع من قبله اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہیں نفقہ زوجہ کا واجب ہے اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے ہاں اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہو گی تو نفقہ واجب نہوگا جیسا کہ شارح قول آئندہ میں مذکور کریگا او فقيرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا ولو كانت مسلمة او كافرة او كبيرة او صغيرة تطيق الوطی او تشتهي للوطي فيما دون الفرج حتى لو لم تكن كذلك وكان المانع منها فلا نفقة كما لو كانا صغيرين نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے برابر ہے کہ زوجہ مسلمہ ہو یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہے یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل اور مساس کے بھی لائق نہو گی تو مانع استمتاع کا زوجہ کی طرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت میں نفقہ اسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے جیسا کہ اسطرح بھی نفقہ واجب نہیں

جب کہ زوج اور زوجہ دونوں نہایت صغیر ہوں ہر چند صغیرین میں دونوں طرف سے مانع موجود ہے لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہے تو باوجود قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہ ہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ مصنف کو مناسب تھا کہ یہ کہتے ولو کانت معلمۃ کے سوا کانت کہتا کما لا یخفی علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ لو کا نکیا فقیرۃ او غنیۃ موطوءۃ اولا ولو کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار مدخولہ ہو یا نہو اسطرح پر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے تم اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب زیادتی ہڈی یا گوشت زائد کے لائق جماع کے نہو تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس چاہتا ہی کہ اسکا نفقہ زوج پر واجب نہو اسکا جواب یہ ہی کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہیں کیونکہ زوج ایسی صورت میں تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہو سکتا ہی اور نفقہ واجب ہوتا ہی احتباس للمنفعت سے مطلقا نہ بالخصوص احتباس للوطی سے او معتوہۃ لو کبیرۃ لا لو لہا وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور اسیطرح اُس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہی جو لائق خدمت گذاری اور موانست کے ہی اگر زوج اسکو اپنے گھر میں رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور یہی قول کو پسند کیا ہی صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق ولو منعت نفسہا للمہر دخل بہا او لا ولو کلہ موجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی العمادیۃ وارتضاہ محشی الاشباہ لانہ منع لحق فیستحق النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہی اگرچہ اُسنے اپنی ذاتکو روکا ہو یعنی وطی پر تیار نہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہیں اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر کو موجل کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور یہی قول ابو یوسف پر فتوی ہی چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہی اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہی اسلئے کہ مہر لینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہی تو باوجود اسکے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی بقدر حالہما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ولو موسرا وہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہی موافق حال زوجین کے اور یہی پر فتوی ہی کذا فی الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونو مقدور والے ہیں تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہی اور اگر دونو مفلس ہیں تو تنگی نفقہ کی لازم ہی اور اگر زوج کم مقدور ہی اور زوجہ مقدور والی ہی تو زوج مخاطب ہی بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہی اور زوجہ محتاج ہی تو لازم نہیں زوج پر کہ کھلاوے اسکو جس سے آپ کھاتا ہی بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہی خلاصہ یہ ہی کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکسان نہو ایک صاحب مقدور ہو اور دوسرا مفلس تو وہاں متوسط نفقہ واجب ہی یعنی مالدار عورتوں سے کم اور محتاجوں سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین خصاف کا قول ہی اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ میں زوج کا حال معتبر ہی نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایت ہی اور یہی مذہب ہی امام شافعی کا ظاہر الروایت کی دلیل نص قرانی ہی کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اُسکے موافق دے ہدایہ میں قول مفتی بہ کیواسطے اُس حدیث سے استدلال کیا ہی جو صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہی کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہی مجکو اسقدر نہیں دیتا جو مجھکو اور میرے ولد کو کفایت کرے لیکن اگر اسکی نادانستگی میں لیلیوں تو مجھکو کفایت کر سکتا ہی حضرت نے فرمایا کہ لیلیا کر جو تجھکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے یعنی متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث میں حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین نص قرانی کے بھی موافق ہی کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہی اسکے مقدور سے وہ اسپر دین رہیگا جب مقدور ہوگا تب ادا کریگا ولو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ زوجہ کا واجب ہی اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نکیا ہو اور سسرال میں استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ کو اپنے گھر میں اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال میں دونوں میں خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طالبہا ولم تمتنع او امتنعت للعوض او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت ولنفسہا ما منعت

وعلیہ الفتوی کما حررہ فی الفتح اھ اسیطرح نفقہ واجب ہی جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اسنے انسے انکار نکیا ہو یا انکار کیا ہو واسطے مہر معجل لینے کیواسطے یا بیمار ہو گئی ہو زوج کے گھر مین اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نہی ہو تو بھی مستحق ہی نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس کے اور حاصل ہونے استیناس اور دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسیطرح واجب ہی نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر مین پھر زوج کے گھر مین آئی یا اپنی گھر مین بیمار رہی اور زوج کو اپنے پاس آنے سے مانع نہوئی اور یہی روایت پر فتوی ہی چنانچہ فتح القدیر مین اسکو تحریر کیا ہی وفی الخانیۃ مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابیھا ان لم یمکن نقلھا بمحفۃ ونحوھا فلھا النفقۃ والا لا کما لا یلزمہ مداواتھا اور خانیہ مین ہی کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر مین پھر زوج نے اپنے گھر مین بلایا تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہو اسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری مین تو وہ نفقہ کی مستحق ہی اور اگر ڈولی مین آسکتی ہو اور نہ آوے تو اسکا نفقہ لازم نہین چنانچہ زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا اعلاج کرنا واجب نہین اور نہ اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہی کذا فی العالمگیریۃ لانفقۃ لاحدی عشرۃ مرتدۃ ومقبلۃ ابنہ ومعتدۃ موت ومنکوحۃ فاسدا وعدتہ وامۃ لم تبوء وصغیرۃ لم توطأ والخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ خلافا للشافعی زوج پر نفقہ واجب نہین گیارہ عورتون کا زوجہ مرتدہ کا اور اس عورت کا جسنے زوجہ کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہی جمیع اصول اور فروع زوج کی تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اسکے واسطے علیحدہ مکان رہنے کو نہین دیا اور زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہین اور نفقہ واجب نہین اس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو شرع مین ناشزہ کہتے ہین یہان تک کہ زوج کے گھر مین پھر آوے تو ناشزہ نرہیگی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے زوج کے گھر مین آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ انکے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر مین آئی تو نفقہ اسکا واجب نہوگا تاوقتیکہ زوج گھر مین آوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن حاشیۃ البحر للرملی نشوز لغت مین عبارت ہی ناموافقت اور نافرمانی زوجہ سے اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہی خروج ناحق اور منع نفس سے اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہی کذا فی البحر والقول لھا فی عدم النشوز بیمینھا وتسقط بہ المفروضۃ لا المستدانۃ فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہی عدم خروج مین ساتھ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہین ہین اور زوجہ منکر ہی نشوز کی اور اسپر قسم کھاتی ہی تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہی بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مقروضہ قول اصح مین مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور چند ماہ اسپر گذر گئے اور اسنے نہ پایا اور پھیر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہو گیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اسنے نفقہ قرض لیا ہو اور پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حال ہی موت کا خواہ زوج مر گیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مقروضہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ قید بالخروج لانھا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر مین وطی سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہی چنانچہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی سے کذا فی الزیلعی وشمل الخروج الحکمی کان کان المنزل لھا فمنعتہ من الدخول علیھا فھی کالخارجۃ مالم تکن سألتہ النقلۃ اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہی چنانچہ مکان عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت برابر خارجہ کے ہی اسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جبتک زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا نہ سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گھر مین رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھکو دوسرے مکان مین لیچل مین یہان نرہونگی اور اگر زوج نے اسمین توقف کیا ہو اور زوجہ نے اس حالت مین اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو نفقہ اسکا ساقط نہوگا ولو کان فیہ شبھۃ کبیت السلطان فامتنعت منہ فھی ناشزۃ لعدم اعتبار الشبھۃ فی زماننا بخلاف ما لو خرجت من بیت الغصب او ابت الذھاب الیہ او السفر معہ او مع اجنبی بعثہ لینقلھا فلھا النفقۃ اور اگر اس گھر مین جسمین زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہی شبہہ ہو معلوم نہین کہ حلال مال سے بنا ہی یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت وہان جانے سے

انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہی بسبب نا جستجو ہونے شبہات کے ہماری زمانہ میں یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے لائق نہیں کہ شبہات سے آدمی بچے حرام خالص سے بچنا البتہ
ضرور ہی علاوہ اسکے اجتناب سے شبہات مستحب ہی اور اطاعت زوج فرض ہی اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے جنون ہی بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھ غصب کیے گھر میں ہی پھر معلوم ہوا کہ یہ
گھر غصب کا ہی سو وہ وہان سے نکل گئی تو ناشزہ نہو گی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی ہی یا زوج غصب کے گھر میں رہتا ہی اور وہان بیوی کو بلایا اور وہان جانے سے اسنے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر میں
ساتھ لیجاوے اور اسنے ساتھ جانے سے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہیں اور اسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہی اسواسطے کہ سفر میں لیجانا بعد ادائے مہر وغیرہ کے زوج کو جائز نہیں یا زوج سفر میں ہی اور اسنے ایک
اجنبی نامحرم کو بھیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اسنے اسکے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ نہیں اور اسکا نفقہ زوج پر لازم ہی اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز
نہیں اور اگر سفر سے کم مدت ہی یعنی ایک منزل ہی اور نامحرم کے ساتھ جانے سے انکار کریگی تو نفقہ ساقط ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا لارضاع صبی وزوجہا
شریف ولم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہی اگر اسنے نوکری کرلی لڑکے کو دودھ پلانیکی اور زوج اسکا شریف ہی کہ اسکو عار آتی ہی دودھ
پلانے کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہیں نکلی بلکہ وہین دودھ پلاتی ہی تو ناشزہ نہیں اور دوسرا قول یہ ہی کہ یہ عورت بھی ناشزہ ہی اور اسی قول کو جسکو شارح نے ضعیف
کہا ہی محشیون نے قوی کہا ہی اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہی پھر کیون وہ ننگ اور عار شریف زوج کو لگاتی ہی ولو سلمت نفسہا باللیل دون النہار
او عکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی وبہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا بانہ لو تزوج من المحترفات التی تکون بالنہار فی مصالحہا وباللیل
عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہو اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہو یا اسکا عکس کیا یعنی دن کو
زوج کے پاس رہتی اور رات کو نہیں غرضکہ یا یون ہوتی ہو تو اسکا نفقہ زوج پر لازم نہیں بسبب نقصان تسلیم کے۔ اور مجتبی میں ہی کہ اس روایت سے معلوم ہو گیا جواب اس واقعہ کا جو
ہمارے زمانہ میں پیش ہوا اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتون سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو یا مشاطہ جو دن کو اپنے کامون میں رہتی ہیں اور رات کو آکر زوج کے پاس رہتی
ہین تو انکا نفقہ ازواج پر نہ لازم ہو گا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق میں کہا کہ اس جواب میں اعتراض ہی مگر شارح نے اعتراض کو بیان نہیں کیا بھی
محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہ ہی کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب میں معذور ہین بخلاف اسکے جو بلا عذر رات یا دن کو تسلیم نفس نکرے شیخ رحمتی نے اسکا جواب دیا کہ کسب
قابلہ وغیرہ کا عذر نہیں اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہی تو وہ کسب سے منع کرسکتا ہی طحطاوی نے کہا کہ مغصوبہ اور مجبورہ اور حاجہ باوجود معذور ہونیکے بھی
ساقط النفقہ ہین بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہیں ہو سکتی ومحبوسۃ ولو ظلمًا الا اذا حبسہا ہو بدین لہ فلہا النفقۃ
فی الاصح جوہرۃ وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیۃ کحبسہ مطلقًا قیدی عورت کا نفقہ زوج پر نہیں اگرچہ ظلم قید ہوا ہو اسواسطے کہ زوج کے احتباس
اور قابو میں نہیں مگر جبکہ زوج ہی نے اسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہی تو اسکو نفقہ ملیگا قول اصح میں کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ
نفقہ پاویگی اگر زوج قیدخانہ میں اس تک پہونچکر اسپر قادر ہوتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے میں نفقہ اسپر لازم ہی ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہوا یا حق پر
عورت اس تک پہونچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ فوت احتباس اور عدم تسلیم یہان عورت کی طرف سے نہین علاوہ اسکے زوج کے گھر میں موجود بھی ہی اور وہ کل تجارت اپنی بھی
ہنو گا تو فی الحقیقت تسلیم قائم ہی لکن فی تصحیح القدوری لو حبسہ بحق السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری میں یون ہی کہ اگر زوج قیدخانہ
سلطانی میں ہو گا تو قول صحیح یہ ہی کہ نفقہ ساقط ہی طحطاوی اور رملی محشیون نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری میں یہ مسئلہ قاضیخان سے منقول ہی حالانکہ فتاوی ہندیہ یعنی
عالمگیری میں اسکے مخالف ہی تو غلط نقل میں یا صاحب تصحیح قدوری سے ہی یا صاحب نہر سے جہان سے شارح نے نقل کیا ہی اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے فی العقد
کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہی باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ عورت کی طرف سے مانع تسلیم نہیں تو محبوس سلطانی میں بطریق اولی واجب ہو گا اور فتاوی قاضیخان
اور عالمگیری کو میں نے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کے مخالف ہی عبارت قاضیخان کی یہ ہی وان حبس فی سجن السلطان ظلمًا اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی اگر زوج
محبوس ہو قیدخانہ سلطانی میں بظلم تو اسمین علما کا اختلاف ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ زوجہ مستحق ہی نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری میں یہی عبارت بعینہ نقل کی ہی واللہ اعلم فی البحر عن الخانیۃ انہ لو

خیف علیہا الفساد تحبس معہ عند المتاخرین اور بحر الرائق میں مال الفتاوی سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کیجاوے ساتھ زوج کے نزدیک متاخرین کے خواہ زوجہ نے اسکو اپنے دین کے سبب سے قید کرایا ہو کسی غیر نے بشرطیکہ وہاں اجنبی مرد نہوں کذا فی حاشیۃ المدنی ومریضۃ لم تزف ای لم یمکنہا الانتقال معہ اصلا فلا نفقۃ لها وان لم تمنع نفسہا لعدم التسلیم تقدیرا بحر اور اس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہیں جو بیماری کے سبب سے زوج کے گھر میں نہیں آئی یعنی ایسی بیمار ہے کہ بعد نکاح کے ہرگز نہیں آسکتی زوج کے ساتھ تو اسکا نفقہ واجب نہیں اگرچہ زوج کے گھر میں آنے سے انکار نکرتی ہو تو بھی نفقہ نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے تقدیرا کذا فی البحر ومغصوبۃ کرہا اور اس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہیں جسکو زبردستی کسی نے چھین لیا اور ابی یوسف کے نزدیک نفقہ مغصوبہ کا لازم ہے زوج پر اور اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحاجۃ ولو نفلا لا معہ ولو بمحرم لفوات الاحتباس اور اس زوجہ کا نفقہ نہیں جو حج کرنے گئی نہ اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگرچہ نفل حج ہو نفقہ ساقط ہے بسبب جاتے رہنے احتباس کے اور ابویوسف کے نزدیک اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہے حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تہا کہ لو نفلا کے مقام پر لو فرضا لکھتا اسواسطے کہ فرض حج کے جانے میں سقوط اور عدم سقوط نفقہ میں اختلاف ہے اور نفل حج میں تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے ولو معہ فعلیہ نفقۃ الحضر خاصۃ لا نفقۃ السفر ولا الکراء اگر زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنیکو چلی تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذا فی الدرر امتنعت المرأۃ من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بہا علۃ فعلیہ ان یأتیہا بطعام مہیأ انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہاں غور کرنا چاہیے اگر زوجہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایسی کام نہیں کرتے چنانچہ عمدہ خاندان امیر شریف زادی یا کہ جو شریف امیر زادی نہیں لیکن اسکو ایسی بیماری ہے کہ اپنا کھانا پکا نہیں سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ اسکو پکایا کھانا طیار دیوے والا بان کانت ممن تخدم نفسہا وتقدر علی ذلک لا یجب علیہا اور اگر زوجہ ان عورتوں میں سے ہو جو اپنا کام آپ کرتی ہوں اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا طیار کھانا دینا واجب نہیں بلکہ اسکو اناج دیوے اپنے واسطے پیس پکالیا کرے اسواسطے کہ یہی کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب ہیں اگرچہ قاضی اسپر جبر نہیں کرسکتا سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہیں لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اسکو دال اور سالن نہ دے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہیں کہ پکایا ہوا سالن نہ دے بلکہ دودہ یا گھی دے تاکہ روٹی بخوبی کھاسکے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یجوز لها اخذ الاجرۃ علی ذلک لوجوبہ علیہا دیانۃ ولو شریفۃ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمۃ فجعل اعمال الخارج علی علی رضی اللہ عنہ والداخل علی فاطمۃ رضی اللہ عنہا مع انہا سیدۃ نساء العالمین اور جائز نہیں زوجہ کو اجرت لینا اسپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اسپر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا میں بانٹ دے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا لانا یہ علی مرتضی کے ذمہ پر کردیے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر میں جہاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ پر کردے حالانکہ وہ تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہیں یہانتک کہ عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہیں اسواسطے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سید الخلق ہیں اجمعین پھر جب اندر گھر کے کام سیدہ عالمین کے ذمہ پر ہیں تو اب کون شریف زادی عذر کرسکتی ہے لیکن چونکہ بعضے علما ثبوت تقسیم اعمال خارجی اور باطنی میں گفتگو کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کاموں کو سیدہ بنا بر عادت عرب کے کرتی تہیں نہ بحکم رسالت اور اسمیں بھی تامل ہے کہ صحابی عورتیں کاروبار خانگی بنا بر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تہیں یا بنا بر حکم شرعی کے لہذا مجتہد نے دیانۃ واجب کہا نہ قضاء اسواسطے کہ جنکو کام کی عادت نہیں ایسے کاموں کے اسپر جبر نہیں ہے لہذا قاضی اسپر جبر نہیں کرسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب علیہ آلۃ طحن وآنیۃ شرب وطبخ ککوز وجرۃ وقدر ومغرفۃ وکذا سائر ادوات البیت کحصیر ولبد وطنفسۃ وما تنظف بہ وتزیل الوسخ کمشط واشنان وما یمنع الصنان ومداس رجلہا وتمامہ فی الجوہرۃ والبحر اور زوج پر واجب ہیں آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل اور بٹہ اور پانی پینے اور پکانیکے برتن جیسے کوزہ اور گھڑا یا مٹکا اور ہانڈی اور ڈوئی اسیطرح

[illegible]

[illegible]

اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیاں بچھونے چارپائیاں مخدہ اور فرش یعنی دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورتکے بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے کنگھی اور اشنان جو مدینہ میں گھاس ہے بال صاف ہو جاتی ہیں اس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورتکی بغل گندگی کو دور کرے اور زوجہ کے پانون کی جوتیاں واجب ہیں اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحر الرائق میں ہے حاشیہ مدنی میں باقی مضمون جوہرہ کا یون منقول ہے کہ تلذذ اور زینت کی چیز جیسے خضاب سرمہ سو زوج پر واجب نہیں اسکا اختیار ہے چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب نہیں مگر اسقدر کہ بساہند کو دور کرے یہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہیں اور اتنا پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دھولے اور اپنے بدن کا میل چھوڑا دے نہا کر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہ ہے کہ زوج پر واجب ہیں لکڑیاں جلانیکی اور کھانا پکانے اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے کذا فی الظہیریہ والواقعات اور یہ جو خلاصہ میں ہے کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہیں سو ضعیف روایت ہے وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرھا من زوجۃ او زوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحر الرائق میں ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اسپر ہے جسنے اسکو بلایا مزدوری ٹھہراکر خواہ زوجہ نے یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی دونوں پر اسکی مزدوری کا احتمال ہے وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ حرًّا وبردًا اور فرض ہے عورتکو پوشاک دینا ہر نصف سال میں ایکبار یعنی سال میں دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہیں بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے میں کام نہیں آسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی میں کام آتی ہے لہذا سال بھر میں دوبار پوشاک کی حاجت ہوئی اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر اسنے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب نہیں کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ والزوج الانفاق علیہا بنفسہ ولو بعد فرض القاضی خلاصہ الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ فیفرض ای یقدر لہا بطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتلبس ثیابا من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصہ وغیرہا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورتکو بذات خود یعنی اسکے ضروریات کا خرید کر دینا تاکہ عورتکو باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے قاضی نے نفقہ نہ معین کر دیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہراوے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورتکی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہ کہ بوقت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہیں اور بعد معین کر دینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تا زوج عورتکو نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستارخوان نہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستارخوان ہے کہ بہت لوگ اسکی کشادہ چشمی کے سبب سے اسکے دستارخوان پر کھاتے ہیں تو قاضی کو نفقہ دینے کا اسپر حکم کرنا بیجا ہے اسواسطے کہ عورتکو بھی اختیار ہے کہ اسکے کھانے میں کھالے اور اسکے کپڑوں میں سے کپڑا لیلیا کرے بے اسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص بسبب اپنے جود اور سخاوت کے غیروں کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کے نفقہ کے واجب میں کیونکر کمی کریگا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اسکو قید کرے اس قید ہونے سے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا کذا فی الخلاصہ وغیرہا قولہ فی کل شہر ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کرے مراد اسکی یہ ہے کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہراوے جو مناسب ہے اس شخص کے چنانچہ پیشہ ور کیواسطے ایک دن کی مدت ٹھہراوے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بھر کی مدت ٹھہراوے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے لوہار بڑھئی یا مزدور ہر روز محنت کر کے کماتے ہیں اور کھاتے ہیں تو قاضی ایسے لوگوں پر حکم کرے کہ نفقہ مفروضہ ہر روز دیا کریں اسواسطے کہ ان پیشہ وروں سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہیں ہو سکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دے سکتا ہے اور اگر زوج سوداگر ہو یا ایسا نوکر ہو جسکو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو تو ہر مہینے بھر کا زوج معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے نہ احترازی ولہ الدفع کل یوم کما لہا الطلب کل یوم علی الظاہر

لما فی اور زوج کو اختیار ہی ہر روز کا نفقہ دیگا جیسے عورت کو اختیار ہی ہر روز طلب کریگی شام کیوقت دے اگلے دن کا نفقہ تاکہ بفراغت پیسے اور پکا کر حلا دیوے
کہ مہینے اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کہ اسکا ترک جائز ہو بلکہ بنا بر تخفیف زوجین کے ہی اور اگر وہ راضی ہوں کہ ہر روز دیا لیا کریں تو بھی جائز ہی ولو اخذ
کفیلا بنفقۃ شہر فاکثر خوفا من غیبتہ عند الثانی وبہ یفتی فتح وقس سائر الدیون علیہ وبہ یفتی بعضہم جواہر الفتاوی من کتاب الکفالۃ الباب الاول اور زوجہ
کو جائز ہی مہینہ بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہو جانے زوج کے یعنی اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہیں چلا جاویگا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال بھر کے نفقہ
کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی کہ بخوف اسکے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو قیاس
کر تو جبکہ دیون پر غائب ہونیکا خوف ہو تو اسکے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہانے فتوی دیا ہی چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے پہلے باب میں یہ
مذکور ہی فتح القدیر میں ہی کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا بقائے نکاح کا ضامن طلب کرے تو صحیح ہی ولو کفل لہا کل شہر کذا
لزمہ فی الابد ولکن لم یقل ابدا عند الثانی بہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہوا زوج کا یعنی ہر مہینے میں اسقدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کریگا زوج کو تو یہ ضمانت دائمی ہوگی
باتفاق ائمہ ثلثہ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کے اگر ہمیشہ کا لفظ نکہا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ میں ہر مہینے میں اتنا دیا کرونگا زوج
کیطرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر الرائق وفیہ علیہا دین لزوجہا لم یلتقیا قصاصا الا برضاہ لسقوطہا بالموت بخلاف سائر الدیون
اور بحر الرائق میں ہی عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کردے اور زوج کا دین تھا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم مجرا نہوںگے بدون رضامندی
زوج کے یعنی اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو میرے دین میں حساب کر لو تو البتہ برابر ہو جاوینگے اور بدون رضامندی زوج کے نفقہ اسکے دین میں مجرا ہوگا اسواسطے
کہ نفقہ دین ضعیف ہی کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہی بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب میں مجرا ہو جاتے ہیں خواہ دونو
شخص باہم مجرا دین یا نہ دین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفیہ لو حط دارہا من جہازہا یسکنان فیہ لا اجر علیہ اور بحر الرائق میں ہی کہ زوجہ نے کرایہ دیا اپنا
گھر زوج کو اور وہ دونوں اسمیں رہتے ہیں تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہوگا لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے فروع میں حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہی کہ
فتوی اس روایت کے مخالف ہی یعنی زوج پر کرایہ اس صورت میں واجب ہی چنانچہ وہاں معلوم ہوگا ولو دخل بہا فی منزل کانت فیہ بالاجر فطولبت بعد
سنۃ فقالت لہ اخبرتک بان المنزل بالکراء علیک الاجر فہو علیہا لانہا العاقدۃ بزازیہ اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ کے اس گھر میں جسمیں وہ
بکرایہ رہتی تھی پھر عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اسنے زوج سے کہا کہ میں تجھکو خبر دے چکی ہوں کہ یہ مکان کرایہ کا ہی اور کرایہ تیرے ذمہ ہی
تو زوج پر کرایہ لازم نہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہی نہ زوج کذا فی البزازیہ ومفہومہ انہا لو سکنت بغیر اجارۃ فی وقف
او مال یتیم او معد للاستغلال فالاجرۃ علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل کا فائدہ ہونیگا یہ ہی کہ بدون اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم میں یا اس مکان میں
جو غلہ رکھنے کیواسطے تیار ہو زوجہ رہے تو اسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہیں کیا اور سکنے زوجہ کا زوج پر لازم ہی لہذا زوج کو
اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویقدرہا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراہم ودنانیر کما فی الاختیار وعزاہ المصنف
لشرح المجمع للمصنف اور قاضی ٹھہرادے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا درہم اور دینار سے کذا فی الاختیار شرح المختار
اور مصنف نے اپنی شرح میں اس عدم تقدیر کو ماتن کی شرح مجمع کیطرف منسوب کیا ہی لکن فی البحر عن المحیط ثم المجتبی ان شاء القاضی فرضہا اصنافا
او قومہا بالدراہم ثم یقدر بالدراہم لیکن بحر الرائق میں محیط پھر مجتبی سے منقول ہی کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلا گیہوں اتنے اور گوشت
اتنا اور گھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المرتب یا اقسام ماکولات کی قیمت ٹھہرادے درہم سے پھر مجموعہ کا اندازہ درہم سے
کردے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپے زوجہ کو دیا کرے وفیہ لو تقترت علی نفسہا فلہ ان یرفعہا للقاضی لتاکل بما فرض

[illegible]

لها خوفا علیها من الهزال فانه یفترضه کما له ان یرفعها للقاضی لیلبس الثوب لان الزینة حقه او بحر الرائق منح ہی جب کہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کر دیا پھر اگر زوجہ اپنی ذات پر تنگی کرے اور جمع جمع کر کے کم کھاوے تو زوج کو جائز ہی کہ اسکی نالش قاضی کے پاس کرے تاکہ وہ اچھی طرح کھایا کرے اسمین سبب یہ ہی کہ اسکے لیے مقرر ہو گیا ہی مبادا کہ نہایت ضعیف اور دبلی ہو جاوے اسواسطے کہ ایسی زوجہ کی زوج کیواسطے ظاہر ہی کہ لائق رغبت اور شہوت کے نہین رہتی چنانچہ جائز ہی زوج کو اسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتے اور کیون میلی کچیلی رہتی ہی اسواسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہی اور جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کیواسطے لازم ہی ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے لازم ہی یعنی حجامت بنوانا اور مونچھو کا کتروانا اور موے زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہی اسواسطے کہ جب عورت یا مرد بے سلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کو خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیر کی طرف نظر جانے لگے گی پھر وہ فساد ہونگے کہ خدا پناہ مین رکھے چنانچہ بنی اسرائیل میں جب زنی زینت ترک کر دیے انواع مفاسد وہ پیش ہوے بلکہ عورت کے حقوق سے یہ بھی ہی کہ مرد سر عورت انزال سے آپکو بچاوے اور اسکا خیال رکھے اسواسطے کہ عورتوں کو اکثر بعد دیر کے انزال ہوتا ہی عبد اللہ بن عباس سے مروی ہی کہ مجھکو سرمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہی جیسا کہ اپنا سرمہ لگانا پسند آتا ہی اور یہ مطالب اس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حق تعالی نے فرمایا کہ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ کہ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہی جیسا مردون کا حق عورتون پر ہی بطریق مشروع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتزاد فی الشتاء جبة ودثار اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما مین جبہ اور پائجامہ ہمارے ملک کی عورتون کے حق مین ہی جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین اور جنکو معلوم پائجامہ کی عادت ہی چنانچہ شرفا ہند میں تو انکو سرما اور گرما مین پائجامہ دینا لازم ہی اور ظہیریہ مین منقول ہی کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بھر کی یون بیان کی ہی کہ دو درع اور خمار اور ایک ملحفہ درع کرتے گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑہا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہی بعضے کہتے ہین وہ بڑی چادر ہی جس سے تمام بدن لپیٹ کر عورت باہر نکلتی ہی اور بعضوں کے نزدیک شبخوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجاے درع کے قمیص کو ذکر کیا ہی درع اور قمیص حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہی فرق اتنا ہی کہ درع وہ ہی جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص وہ جسکا دونو مونڈھون کیطرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیری مین ینابیع سے منقول ہی کہ لباس کا مرد پر واجب ہی موافق دستور کے جیسا کہ عورت کیواسطے مناسب ہی باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کی مختلف ہی تو ہر ملک مین ویسا ہی کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ وہ لباس شیطانی جو لکھنو وغیرہ مین بالفعل رائج ہی کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہی حق تعالی انکو حیا نصیب کرے [illegible] اور وہ لباس زیادہ کرنا چاہیے سرما اور گرما مین جس سے کہ گرمی اور جاڑا دور ہو ولحافا وفراشا وحدها لانها ربما تعتزل عنه ایام حیضها ومرضها زیادہ دیا جاوے جاڑے مین لحاف اور بچھونا عورت کو علحدہ یعنی سوا اس لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ پاس ملکر لیٹتے ہین علحدہ اسواسطے چاہیے کہ گاہے عورت جدا رہتی ہی زوج سے حیض کے ایام مین یا بیماری کے دنوں مین صحیح حدیث مین وارد ہی کہ ایک اوڑہنا بچھونا زوج کا اور ایک دوسرا زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہی اور اطلب لباس کے ان تمام مذکورہ کو قاضی مقرر کر دے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہ حق ہی زوجہ کا بدون اسکی نالش اور خواہش کے حاکم پر ٹھہرا دینا لازم ہی نہین ویختلف ذلک یسارا واعسارا وحالا وبلدا اختیار اور مختلف ہوتی ہی یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنابر موسم اور ملک کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہی اور مفلس پر اسکے موافق اور گرمی مین گرمی کے موافق اور سردی مین اسکے موافق جیسے ہر ملک کی عادت اور دستور ہی ہر شہر بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو ولیس علیه خف ولا مکعب لها اور واجب نہین مرد پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اسکی لونڈی کا موزہ واجب ہی اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہی نہ بی بی کذا فی المجتبی اگر مرد باستقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر وقد استفید من هذا انه لو کان لها امتعة من فرش ونحوها لا یسقط عن الزوج ذلک بل علیه وقد رأینا من یامرها بفرش امتعتها له ولاضیافه جبرا علیها وذلک حرام لمنع کسوتها انتهی اور بحر الرائق مین ہی کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور فرش سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان واسباب ہوا از قسم فرش او ظروف

[illegible]

اسکے تو بھی زوج سے اسکا دینا ساقط نہوگا بلکہ واجب ہوگا کیونکہ وہ مقرر دیکھا ہی ہمنے بعضے مردون کو کہ عورت کے فروش اور ظروف پر حکومت کرتے ہین اسی واسطے اور اپنے مہمانون کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہ زبردستی بیگانہ مال ہے اور ظلم ہے جیسے اسکی پوشاک دینا حرام ہوتا ہی کلامہ لکن قدمنا فی المھر عنہ عن المنتقی لو زفت الیہ بلا جھاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ لا یحرم علیہ الانتفاع بہ وفی عرفنا یلتزمون کثرۃ المھر لکثرۃ الجہاز وقلتہ لقلتہ ولا شک ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بما مر کذا فی النھر شارح کہتا ہی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین باب المہر مین بحر الرائق سے بروایت منتقی کہ اگر زوجہ پہونچائی جاوے زوج کے پاس بدون اُسقدر جہیز کے جو اُسکے مناسب حال ہی تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہونچتا ہی مگر اُس صورت مین مطالبہ نہین جب زوج چند مدت چپ ہو رہے تو اس تقدیر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ جائز ہوا تو اگر جہیز مین زوجہ کے ساتھ فروش اور ظروف آئے تو زوج پر اُسسے منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہوا ہوگا اسواسطے کہ ہمارے عرف اور رواج مین یعنی مصر مین کثرت مہر التزام کرتے ہین واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے ہین واسطے قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہی وہ مشروط کے برابر ہی تو لائق ہی عمل کرنیکے جو مذکور ہو چکا یعنی عورت کے جہیز کا استعمال مرد پر حرام نہین کذا فی النہر الفائق ہم صاحب نہر کے کلام پر حاشیون پر بہت گفتگو کی ہی اور ذکر کرنا اُسکا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہی خلاصہ یہ ہی کہ جہان بالیقین اسکا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز بیٹی کیواسطے کچھ دیتے ہون مثلا مہر وہان کا سو درم ہوا اور زوج نے دو سو درم دیئے سو مہر کے اور سو جہیز کے اور زوجہ کے باپ نے موافق سو درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہی اور اگر باپ نے اسکا جہیز نہ دیا یا سو درم سے کم دے تو البتہ اس صورت مین زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہونچتا ہی اور اگر اسطرح کا معمول اور رواج نہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف مین لانا زوج کو جائز نہین بدون خوشی زوجہ کے اسواسطے کہ مالک جہیز کی زوجہ ہی نہ زوج ہان زوجہ کو البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہی اگر وہ مہر لیا ہو زوج سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن قضاء البحر ھل تقدیر القاضی النفقۃ حکم منہ قلت نعم لان طلب التقدیر بشرطہ دعوی ملزمۃ فظاھر سقوطھا بمضی المدۃ انتھی النہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضا سے منقول ہی کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کے حکم مین داخل ہی یا نہین مین کہتا ہون کہ ہان تقدیر قاضی کی حکم ہی اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اپنی شرط کے موافق یعنی زوج کے حضور مین یہ دعوی ہی اور بعد دعوای کے مقرر کر دینا قاضی کا اسیکا نام حکم ہی پھر جب یہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ اُسکو ایام گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لھا کل یوم او کل شھر ھل یکون قضاء ما دام النکاح قلت نعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح مما مضی ومن شھر مستقبل اور جب تقدیر قاضی نفقہ معین ہوگیا عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہ حکم قضا بقاء نکاح تک ہوگا یا ایک دن یا ایک مہینہ تک مین کہتا ہون کہ ہان یہ حکم تا بقاء نکاح زوجین مین جاری چلا جاویگا مگر بسبب مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا جیسے نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا باوجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ دین ہو جاتا ہی لہذا فقہا نے کہا ہی کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کر دینے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین مین اور دین ہونا نفقہ کا بدون حکم قاضی یا بدون تراضی طرفین کے نہین ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہی اسواسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر النہر حتی لو شرطا فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر والکسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلھا بعد ذلک طلب التقدیر فیھما یہان تک کہ اگر زوج نے نکاح مین یہ شرط کی کہ نفقہ بقدر ضرورت ہی بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس مین شرط کی کہ ایک ہی لباس رہیگا گرمی اور جاڑے کین تو یہ شرط لازم نہوگی تو عورت کو اختیار ہی کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس مین قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہ شرط حکم قاضی نہین اور اس مین شرط کی ہی کہ ہنوز واجب نہین ہوا اور یہ بحث ہی صاحب بحر کی روایت صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلک فللحنفی تقدیرھا لعدم الدعوی والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہی تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہی بسبب نہ پائے دعوی اور حادثہ کے کہا صاحب بحر الرائق نے کہا مین نے یہ مسئلہ صریح نہین دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا مین یون منقول ہی کہ حکم قاضی کا اختلاف مذہب

کو نہیں ہٹاتا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ مدعی اور مدعی علیہ میں تو یہ مقتضی ہے کہ بعد حکم قاضی مالکی کے بھی حنفی کو تقریر جائز ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں مفروض ہے کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اسکی صحت کا حکم کیا تو یہاں خصومت اور دعوی پہلے نہیں واقع ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بفرضها دراهم هل للشافعی بعده ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات الاحکام لا وعلیه فلو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافه فلیحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معه تموینا بطل المفروض السابق لرضاها بذلك باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقریر نفقہ کا درہم سے یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام میں کہ جائز نہیں اور بنا بر اس عدم جواز کے اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اسکے مخالف جائز نہیں اسواسطے کہ جب حکم اول جامع شرط رافع خلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اسکو توڑ نہیں سکتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہاں اگر زوج اور زوجہ دونو بعد تقریر نفقہ کے راضی ہوگئے کہ زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھا لے تو باطل ہو جاویگی تقریر سابق یعنی جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ زوجہ آپ ہی اس پر راضی ہوگئی وہ مثل مشہور یہاں صادق آئی کہ جب خصم راضی تو کیا کریگا قاضی لیکن اگر بعد اسکے پھر ناراض ہوگی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی السراجیۃ قدر لکسوتها دراهم ورضیت ونفذ به هل لها ان ترجع وتطلب کسوة قماشا اجاب نعم اور سراجیہ میں ہے کہ عورت کی پوشاک میں درم مقرر ہو گئے اور وہ راضی ہو گئی اور موافق اسکے قاضی کا حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اس سے پھرنا اور پوشاک میں کپڑا طلب کرنا درست ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں درست ہے وقالوا ما بقی من النفقة لها فتقضی باخری بخلاف اسراف وسرقة وهلاك ونفقة محرم وکسوة الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملت معها اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہے کہ جتنا بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہے تو اسکو اور نفقہ قاضی دلاویگا یعنی مثلا قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج نے اپنی خوشی دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم میں رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اسکی مالک عورت ہے ماہ شوال میں یہ درم باقی ماندہ مجرا نہونگے بلکہ ماہ شوال میں اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس زوجہ کی یعنی اگر عورت نے فضول خرچ کیا کہ مثلا مہینے بھر کے خرچ کو دس دن میں اوٹھا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہوگا اور اگر اقربا محرم کا نفقہ بچ رہیگا تو مدت آئندہ میں مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہوگا اور اسیطرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلا دی اور چار پانچ مہینے میں سب کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلاویگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے باحتیاط استعمال ہوئی اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہو گئی تو اس صورت میں دوسری پوشاک دلائی جاویگی یا عورت نے اس پوشاک کے ساتھ پہنے اور دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونو پوشاکیں سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہو گئیں تو اسکے واسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونوں صورتوں میں تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی کہ اتنی پوشاک اتنی مدت میں عورت کے واسطے کافی تھی تو اب دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب لخادمها المملوك لها علی الظاهر ملکا تاما ولا شغل له غیر خدمتها بالفعل فلو لم یکن فی ملکها او لم یخدمها لا نفقة له لان نفقة الخادم بازاء الخدمة اور نفقہ واجب ہے ظاہر الروایت میں زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہو خادم کو سوا اسکی خدمت کے تو اگر خادم مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپاویگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہے پھر جب خدمت نہیں تو نفقہ بھی نہیں اور اگر زوجہ کا خادم مکاتب ہو تو بھی اسکا نفقہ نہیں اسواسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہیں ولو جاءها بخادم لم یقبل منه الا برضاها فلا یملك اخراج خادمها بل ما زاد علیه بحر بحثا لو حرة لا امة جوهرة لعدم ملکها اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم نہ مقبول ہوگا بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہوگا زوجہ کے خادم نکالنے کا بلکہ جو خادم کہ ایک سے زیادہ ہو اسکے نکالنے پر زوج کو اختیار ہوگا کذا فی البحر بحثا لا روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب ہوگا اگر زوجہ حرہ ہو نہ لونڈی کذا فی الجوہرہ بسبب عدم ملکیت لونڈی کے

کہ موسر لا معسر ای لا تتم والقول له فی الاعسار ولو برهنا فبينتها اولى خانيہ زوجہ کے خادم کا نفقہ فقط اسی وقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس تمام الی صحیح میں اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس میں اور گو دونوں گواہ گذرانیں زوجہ گواہ اسکے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہ اسکے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہونگے کذا فی الخانیہ ولو له اولاد لا یکفیه خادم واحد فرض علیه لخادمین او اکثر اتفاقا فتح اور اگر زوج کیے چند لڑکے ہوں جنکو ایک خادم کفایت نہ کرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر وعن الثانی غنیة زفت الیه بخدم کثیرة استحقت نفقة الجمیع ذکره المصنف ثم قال وفی البحر عن الغایة وبه ناخذ قال وفی السراجیة ویفرض علیه نفقة خادمها وان کانت من الاشراف فرض نفقة خادمین وعليه الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار پہونچائی گئی زوج کے پاس بہت خادم اسکے ساتھ تو سب خادموں کے نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق میں غایة البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ میں ہے کہ زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایت میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہیں کہ اسکے واسطے خادم نوکر رکھدے بلکہ بازار سے سودا خرید کر لادینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن السراجیة لا یفرق بینهما بعجزه عنها بانواعها الثلثة ولا بعدم ایفائه لو غائبا حقها ولو موسرا اور نہ جدائی کیجاویگی دونوں میں بسبب عاجز ہونے زوج کے تینوں قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس و رہنے سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو بسبب اسکے عدم ایفاء حق زوجہ سے اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر میں ہو اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور کے تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کرسکتا وجوزه الشافعی باعسار الزوج وبتضررها بغیبته ولو قضی به حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی به نفذ اذا لم یرتش الآمر والمامور اور جائز رکھی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہنچنے عورت کے زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہیں ہوتا ہاں اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کردے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ رشوت کا حکم نافذ نہیں ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ زوجہ نے گواہ گذرانے ہوں افلاس زوج غائب پر اسواسطے کہ افلاس مقدور میں سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدوں کے سفر میں زوج مالدار ہو گیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہیں ہو سکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کر دیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک وہاں جائز ہے جہاں مشہود بہ ثابت ہو گیا ہو سو یہاں ثابت نہیں ہو سکتا شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہو گیا ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر والذخیرة وبعد الفرض یامرها القاضی بالاستدانة لتحیل علیه وان ابی الزوج اما بدون الامر فیرجع علیها وهی علیه ان صرحت بانها علیه او نوت ولو انکر نیتها فالقول له مجتبی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادائے قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اس سے کہے کہ میں تجھسے بحکم قاضی قرض لیتی ہوں تو اپنا قرض مجھسے زوج سے لیجیو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کردی ہو کہ میں زوج پر قرض لیتی ہوں یا اپنے دل میں اسکی نیت کرلی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یوں کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہیں کی تو زوج ہی کا قول معتمد ہوگا کذا فی المجتبی وتجب الادانة علی من تجب علیه نفقتها ونفقة الصغار لولا الزوج کاخ وعم ویحبس الاخ ونحوه اذا امتنع لان هذا من المعروف زیلعی واختیار وسیتضح اور واجب ہے قرض دینا اسپر جسپر عورت اور اسکے چھوٹے لڑکوں کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج نہوتا جیسے بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بھائی اور جو اسکے مانند ہے جب کہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اسواسطے کہ یہ معروف اور مروج ہے کذا فی الزیلعی والاختیار اور عنقریب واضح ہوگا

فرع میں ہم زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار میں ہی کہ اگر عورت اُسکا زوج مفلس ہین اور اسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہی یا بھائی مالدار ہی تو نفقہ عورت کا زوج پر واجب ہی اور حکم کیا جاویگا عورت کے بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب اُسکے زوج کو مقدور ہو تو اس سے اپنا قرض بھرے جتنا کہ عورت کو دیا ہی اور اگر بھائی یا بیٹا نفقہ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اسواسطے کہ ایسے حال مین بطور قرض دینا راجح اور مشہور ہی تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ قرض دینا عورت کے نفقہ کیواسطے جب عورت اور اُسکا زوج مفلس ہوں واجب ہی اُس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہوتا اور اسیطرح اگر زوج مفلس کی اولاد صغیر ہو اور اُسکو انکے خرچ کی طاقت نہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا اُسپر جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر انکا باپ نہوتا جیسے ماں اور بھائی اور چچا پھر جب صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جسقدر اُنکو کھلایا پہنایا ہو اُس سے بھرلے کذا فی حاشیۃ المدنی فیقضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ یسارہ فی المستقبل قاضی نے حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوجین کے پھر بعد اسکے مالدار ہو گیا اور عورت مفلس بنی رہی پھر جھگڑا کیا عورت نے زوج سے نفقہ مین تو پورا کر دے قاضی نفقہ کو موافق مقدور زوج آیندہ کیواسطے نہ زمانہ گذشتہ کیواسطے نفقہ یسار زوج سے مراد یہاں نفقہ متوسط ہی اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو بموجب قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہی اور اگر مصنف یوں کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہی جیسا کہ قول آیندہ مین ہی تو واضح ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی وبالعکس وجب الوسط کما مر یا اسکے بالعکس ہو یعنی زوج اور زوجہ دونوں مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کر دیا تھا پھر زوج مفلس ہو گیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنی مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دیگا اور باقی اُسپر قرض رہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب مین اسکا بیان گذر گیا صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی دراہم ثم قالت لا تکفینی زید ثم صالحہ کر لیا عورت نے اپنے زوج سے بعوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پھر عورت نے کہا کہ مجھکو اسقدر درم کفایت نہیں کرتے ہیں تو زیادہ دلائے جاوینگے ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتا ہی کہ بمجرد دعوی کے بدون ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ مین زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم متعین ہی تو اسکے دعوی کو نہ سنے ورنہ بقدر کفایت زیادہ کر دے چنانچہ خانیہ مین ہی کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اسقدر پر کہ اُسکو کفایت نہیں کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھرنا اور بقدر کفایت کے طلب کرنا جائز ہی اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ جب قاضی عورت کا نفقہ معین کر دے پھر غلہ گران ہو گیا یا سستا ہو گیا تو قاضی اُسکو بدل دیگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فہو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا درہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھکو اسقدر درم دینے کی طاقت نہیں تو یہ صلح لازم ہی تو کچھ التفات نکیا جاویگا اُسکے قول پر کسی حال مین اپنا مقدور ظاہر کرے یا نکرے اسواسطے مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہی اسکے قادر ہونے پر الا اذا تغیر سعر الطعام وعلم القاضی ان مادون ذلک المصالح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا نقلہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان یتعرف القاضی عن حالہ بالسؤال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جب کہ بدلجاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہوگئی ہی اس سے کم تر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہی تو اسوقت مین قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کر دے نقل کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین خانیہ سے اور بحر الرائق مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ مصالحہ زوج پر لازم ہی مگر یہ کہ معلوم کرے قاضی زوج کی بیقدری لوگوں سے پوچھکر تب ٹھہراوے نفقہ کو بقدر اُسکے طاقت کے وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شہر علی مائۃ درہم والزوج محتاج لم یلزمہ الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ مین ہی کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینہ کے نفقہ مین سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہی تو لازم نہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل کا یعنی عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہوگا والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصناف او دراہم فقبل ذلک لا یلزمہ شیء اور نفقہ زوجہ کا دین نہین ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضا طرفین یعنی دونوں کے مصالحہ کر لینے سے قدر معین پر خواہ درموں پر صلح ہوگئی ہو خواہ طعام کی قسموں پر مثلاً گیہوں اتنے اور دال اتنی اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہوگا یعنی چند مہینے تک بدون نفقہ گذر گئی اور پھر قاضی نے نفقہ معین کر دیا یا دونوں تعداد معین پر راضی ہوگئے تو ہر گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہوگا وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض اور بعد قضا یا رضا کے جسقدر عورت خرچ کریگی اُسکو زوج سے بھر لیگی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدون قاضی کے حکم کے ولو تطلقا فی المدۃ فالقول

ع

له والبينة لها ولو انكرت النفقة فالقول لها بيمينها ذخيرة اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا مثلاً عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ تعین کر دیا ہے اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ اسکے قسم کھانے کے کذا فی الذخیرۃ وبموت احدهما وطلاقها ولو رجعيا كما فى الظهيرية والخانية واعتمد فى البحر بحثا عدم سقوطها بالطلاق لكن اعتمد المصنف ما فى جواهر الفتاوى عدم سقوطها بالرجعى كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشى الاشباه وبالاول افتى شيخنا لكن صحح الشرنبلالى فى شرحه للوهبانية فالحيلة فى البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال وهو الاصح ورد ما ذكره ابن الشحنة فتامل عند الفتوى سقط المفروض لانه صلة اور ساقط ہوتا ہے نفقہ مقرر وضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظہیریۃ والخانیۃ اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہے اور عطا موت اور طلاق سے ساقط ہے چنانچہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہے اور بحر الرائق میں بذکر چند دلائل عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہے طلاق میں رجعی ہو یا بائن لیکن مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ طلاق رجعی میں عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہے تاکہ لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالیں اسقاط نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دیکر رجعت کرلیں تاکہ کل نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمیں عورت کا بڑا نقصان ہے اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی میں اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہے یعنی مطلق طلاق سے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اُس قول کی تصحیح کی ہے جسکی بحث بحر الرائق میں کی ہے یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور کہا ہے کہ عدم سقوط ہی صحیح ہے اور رد کیا ہے اسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہے واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہے سو تامل اور غور کیجو اے مفتی اس مسئلہ میں فتوی دینے کے وقت یعنی اگر بعد نفقہ مفروض ہونیکے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کیواسطے اُسنے طلاق دی ہے تو عدم سقوط پر حکم کرے یا فتوی دے اور اگر زوجہ کی بد مزاجی سے طلاق دی ہے تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے تفصیل رمز تامل یہی مذکور کی ہے اور طحطاوی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموت وطلاق فى الصحيح لما مر انها كاستدانة بنفسه عبارة ابن الكمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امره فتح مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح میں کذا فی المحیط اسواسطے کہ مذکور ہو چکا ہے کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہے بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہے ایسی ہی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن کمال کی یوں ہے کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہے مگر جب عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہیں ہوتا اگرچہ بدون حکم قاضی کے قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیے ہم حلبی نے کہا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہے تو لائق اعتماد کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت او طلاق عجلها الزوج او ابوه ولو قائمة به يفتى اور نہ پھیر دیا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا نہ موت سے پھر سکتا ہے نہ طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود ہو صرف میں نہ آیا ہو تو بھی مسترد نہ ہونگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانية والفتح ويباع القن ويسعى مدبر ومكاتب لم يعجز المأذون بالنكاح ودين نه يطالب بعد عتقه فى نفقة زوجته المفروضة اذا اجتمع عليه ما يعجز عن ادائه ولم يفده ذخيرة ولو بنت المولى اپنی زوجہ کے نفقہ مفروضہ میں بیچا جاویگا خالص غلام جسکو اذن دیا مولی نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اُس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اسکے آزاد ہونے کے ہوگا اور مدبر اور وہ مکاتب جو عاجز نہیں ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اُس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا جب اسپر اُس قدر نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ اسکے ادا کرنے سے عاجز ہو اور اُسکا مالک اسکے عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرۃ اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی اُسکے واسطے بیچا جاویگا لا امته ولا نفقة ولده ولو زوجته حرة بل نفقته على امه ولو مكاتبة لتبعيته للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اُس زوجہ کا جو لونڈی ہے غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اسکے ولد کا اگرچہ زوجہ اُسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا ولد کی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں اُسکی مکاتبہ ہو اسواسطے کہ ولد تابع ہے اپنی ماں کا حر اور مکاتب ہونے میں یعنی اگر ماں حرہ ہے تو لڑکا بھی حر ہے پھر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اُسکا نفقہ کیونکر ہوا اور ماں اُسکی مکاتبہ ہے

تو لڑکا بھی مکاتب ہی اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہی یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اُسکا مولی پر ہی اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہی مولی کا ولو مکاتبین یسعی کامہ ونفقتہ علی ابیہ جوہرۃ اور اگر زوج اور زوجہ دونون مکاتب ہون تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اُسکے کسب کی ماں مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہی اور نفقہ ولد کا اُسکے باپ پر ہی کذا فی الجوہرہ مگر عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہی کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونونکو مکاتب کیا پھر دونونکے ولد پیدا ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت مین داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اُسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون الجوہرہ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو شرح مین ہی کہ نفقہ ولد کا اُسکے باپ پر ہی سو غلط ہی اسواسطے کہ مخالف ہی جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ اگر کسی نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونونکا نکاح کر دیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ عبارت شرح کی یہان غلط ہی ویباع مرۃ بعد اخری ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ اولم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا وکذا المشتری الثالث وہلم جرا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال خلافا للدرر تبعا للصدر وہو سہو غلام خالص بھی وجہ کے نفقہ مین بار بار بیچا جاویگا یعنی اگر غلام پر دوسرا نفقہ جمع ہوا بعد خرید کرنے اُس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اُسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنیکے بعد اُسنے جانا اور راضی ہو گیا یعنی نقصان جانکر رد بیع نکیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہ حال جانکر یا بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا و علی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچوین بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہی یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہی تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اُسکے ادا دینے سے عاجز ہوگا تو اتنی بار ادا نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہین ہوتے ہین لہذا مہر وغیرہ دیون مین ایکبار غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسیطرح مذکور کیا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین اور ابن کمال نے ایضاح مین اور اصطلاح مین سہو جو کہ درر غرر مین باتباع صدر الشریعۃ مذکور ہی سو سہو اور غلط ہی ہم شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ کے کلام کا حاصل یہ ہی کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اُسکا نفقہ غلام پر مقرر کر دیا ہو اُسپر ہزار درم جمع ہوگئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا اور یہی اُسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اُسپر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہی تو دوسری بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین کسی اور سبب سے ہو اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ درر غرر مین ہی تو بظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ بیع ثانی غلام کیواسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہی کہ نفقہ مین جو غلام بار بار بیچا جاتا ہی سو اُسکی علت یہ ہی کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہی مشتریکے پاس اور حالانکہ پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہین ہوئے تو اُنکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اُسکے ادا کیواسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح الغفار و حاشیۃ المدنی ویسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح اور ساقط ہوتا ہی نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح مین ویباع فی دین غیرہا مرۃ لعدم التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین مین ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہین ہوتا جاتا ہی بلکہ یکبارگی ہوتا ہی تو اُسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی وسیجئ فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ ومفادہ ان لہا استسعاءہ فی النفقۃ کل یوم اور آویگا احکام عبد ماذون مین کہ صاحبان دین کو کسب کرانا غلام سے اور اُسکی اجرت لینا درست ہی اپنے دین مین تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اُس سے محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروانا جائز ہی اگرچہ ہر روز نفقہ کیواسطے ہو کذا فی [illegible] اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہی قال وہل یباع فی کفنہا ینبغی علی قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتہا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہی یا نہین جواب دیا کہ ہاں کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورتکی پوشاک کیواسطے بکتا ہی ہم یہ جواب روایت مذہب نہین بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہی صاحب بحر نے استخراج کیا ہی اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ وام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈیکا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہین واجب ہوتا ہی زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اُسکو سپرد کر دے مالک اور اُس سے خدمت نہ لے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کار بار مین رکھیگا تو

زوج پر نفقہ نہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنی اسکے نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہیں اور اگر مولی دن بھر لونڈی کی خدمت لے اور رات کو زوج کے
پاس بھیجدے تو نفقہ زوج پر لازم رہیگا اور اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت مین رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
فلو استخدمہا المولی واھلہ بعد ھا دبوّاھا بعد الطلاق لاجل انقضاء العدۃ لا قبلہ ای ولم یکن بوّاھا قبل الطلاق سقطت بخلاف حرۃ نشزت فطلقت فعادت
سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگون نے یا علیحدہ مکان دیا اسکو بعد طلاق کے واسطے انقضا عدت کے نہ قبل اسکے یعنی قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اسکو نہ دیا تھا
تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ واجب ہی نہوگا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکل گئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر مین پلٹ آئی واسطے
عدت کے تو اسکا نفقہ واجب ہوگا زوج پر وفی البحر بحثا فرض النفقۃ قبل التبویۃ باطل ونفقات الزوجات المختلفۃ مختلفۃ بحالہما اور بحر الرائق مین بنا بر بحث کے ہے کہ لونڈی
منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہین مناسب حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ یعنی اگر مثلا زوج غنی کی دو زوجہ ہین
ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجہ غنیہ کا نفقہ بکشائش ہوگا موافق مقدور زوجین کے اور زوجہ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور اگر زوج فقیر ہے تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا
اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وکذا تجب لہا السکنی فی بیت خال عن اھلہ سوی طفلہ الذی لا یفھم الجماع وامتہ وام ولدہ واھلہا ولو ولدہا من غیرہ بقدر
حالہما کطعام وکسوۃ اور جسطرح طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اسیطرح سکنی بھی واجب ہے یعنی زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹھڑی دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے
لوگونسے یعنی اسمین زوج کی ماں بہن یا بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہین جانتا اور زوج کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچھ حرج کا موجب نہین ہے
کہ نا فہم طفل سے شرم نہین آتی اور لونڈی اور ام ولد کا ہٹا دینا صحبت کے وقت اختیاری کام ہے اور چنانچہ مکان زوجہ کا زوج کے لوگون سے خالی چاہئے ویسے ہی زوجہ کے لوگون سے بھی خالی چاہئے
اگرچہ زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اسواسطے کہ مکان مالدار کا برابر نہین محتاج کے مکان کے وبیت منفرد من دار
لہ غلق زاد فی الاختیار والعینی ومرافق ومفادہ لزوم کنیف ومطبخ وینبغی الافتاء بہ بحر کفاہا لحصول المقصود ھدایہ اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گھر مین سے
ایک کوٹھری بقفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز مین کوٹھری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھ ضروریات مکان بھی چاہئے لازم ہے تو مستفاد
ہوا اس سے لازم ہونا پاخانہ اور باورچی خانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہو کذا فی البحر الرائق ہدایہ مین ہے کہ کوٹھری مقفل عورت کو کافی ہے اسواسطے کہ حصول مقصود کے یعنی اسباب
محفوظ رہیگا اور معاشرت بلا دخل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ مین فقط کوٹھری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہین کیا اور صاحب بحر نے بروایت اختیار اور
عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترکہ
اگرچہ اجنبی مرد اسمین نہ جاتے ہون خالی مضرت سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ثم جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا مرد پر دینا واجب ہے تو یہ جو ہندوستان کے
علی الخصوص قصبات مین رواج ہے کہ زوجہ کیواسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہین کرتے خصوصا جسکے گھر مین فقط ایک دالان یا ایک چھپر ہے اسمین سب گھر کے لوگ رہتے
ہین اور دالان یا چھپر مین ایک پٹری کا پردہ زوج اور زوجہ کیواسطے کر دیتے ہین یہ رسم مخالف ہے شرع شریف کے اور اسمین صریحا زوجہ کی حق تلفی ہے اور صریح بیحیائی ہے بسبب
اتحاد مکانی کے زوجین کی حرکات سے خبردار ہونا متصور ہے نہین تو اسکو ہلکا نہ سمجھنا چاہئے علیحدہ مکان مقید کا اہتمام بالضرور لازم ہے وفی البحر عن الخانیۃ یشترط
ان لا یکون فی الدار احد من احماء الزوج یوذیہا اور بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہ ہے کہ گھر مین کوئی زوج کا قرابتی نہو جو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا
ہو مع لغت عرب مین احماء انکو کہتے ہین جو زوجہ کے رشتہ دار ہون جانب زوج سے جیسے عورت کا سسر یا جیٹھہ یا دیور لیکن بزازیہ مین تصریح ہے کہ جب ایک گھر مین مکان
متعدد ہون اور زوجہ کو ایک کوٹھری بقفل علیحدہ مل گئی ہو تو سسر اور دیور کا گھر مین رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہین پہنچتا کذا فی منح
الغفار ونقل المصنف عن الملتقط کفایتہ مع الاحماء لا مع الضرائر فلکل من زوجتیہ مطالبتہ ببیت من دار علیحدہ اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرنا ہے کوٹھری کا ساتھ
سسر یا دیور کے نہ ساتھ سوتون کے تو دونون زوجہ مین سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹھری علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہونچتا ہے اسواسطے کہ جب تک عورت کو سوتن سے ہم ہیئت تکلیف

ہوتی ہی اتنی سُسر یا دیور سے نہین ہوتی ہم علی الخصوص ہندوستان کی عورتین کہ سوت سے نہایت رنج مین ہوتی ہین بسبب قلت رواج کے تو ہندوستان مین دو یا تین یا چار سوتونکو ایک گھر مین رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہی ولا یلزمہ اتیانہا بمؤنسۃ ویؤمر الزوج باسکانہا بین جیران صالحین بحیث لا تستوحش سراجیہ اور واجب نہین زوج پر کہ زوجہ کے پاس ایسی عورت رکھنا جو اُسکا دل لگایا کرے اور زوج پر دار القضا سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو نیکبخت ہمسایہ مین ایسی جگہ جہان وہ نہ گھبرائے اور اُسکو وحشت نہو کذا فی السراجیہ ہم یہان سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہی دو فتاوی کہ سراجیہ کرکے مشہور ہی کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیون کے ایسے گھر قریب ہون کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو اُنکو پکار سکے یا تنہائی کیوقت ہمسائی عورتون سے کلام کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا کہ جہان پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ ان البیت بلا جیران لیس مسکنا شرعیا اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد پیش پڑوسی لوگ نہون وہ مکان مسکن شرعی نہین اسواسطے کہ اُسمین عورت کو امن نہین کذا فی البحر الرائق وفی النہر وظاہرہ وجوبہا لو البیت خالیا عن الجیران لا سیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ علت لکن نظر فیہ الشرنبلالی بما مر ان ما لا جیران لہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہی یعنی زوج پر واجب ہی کہ ایک عورت بات چیت کرنیوالی زوجہ کے پاس مقرر کر دے اگر مکان خالی ہو پڑوسیون سے خصوصاً جب کہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہی لیکن اس مین اعتراض کیا ہی شرنبلالی نے اُس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنی جس مکان کے پڑوسی نہون اُسکو شرع مین مکان ہی نہین کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہین بلکہ پڑوسیون کا اعتبار ہی تو جہان پڑوسی نیکبخت نہین تو وہان سے نقل مکان لازم ہی دوسری عورت کا مقرر کرنا موانست کیواسطے لازم نہین ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا واحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور نہ منع کرے زوج زوجہ کو ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ مین یعنی سات دن مین ایکبار بشرطیکہ والدین اُسکے پاس نہ آسکتے ہون یہ حکم بنا بر اُس روایت کے ہی جسکو اختیار مین اختیار کیا ہی اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اُسکو ہو اور وہ اُسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اُسکی خبر گیری اور خدمت واجب ہی اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اُسکی خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی منح الغفار اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اُسپر خبر گیری واجب نہین اور عورت اسقدر عصیان زوج سے ناشزہ نہوگی کہ اُسکا نفقہ زوج پر واجب نہ رہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وغیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی اور زوج منع نہ کرے زوجہ کے والدین کو اسکے پاس آنیسے ہر ہفتہ مین ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال مین ایکبار آنیسے منع نکرے تو عورت کو اُنکے پاس جانا اور اُنکو عورت کے پاس آنا جائز ہی کذا فی الزیلعی ویمنعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ من البیتوتۃ لکن عبارۃ ملا مسکین من القرار عندہا بہ نفتی خانیۃ اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اسواسطے کہ ٹھہرنے سے گاہی زوج کو ضرر پہونچتا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخانیہ اور متن کے ایک نسخہ مین بیتوتت ہی بجای کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہی کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کی لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا ہم فتاوی عالمگیری مین قاضیخان اور غایۃ سروجی سے منقول ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانیسے اور اُنکو اسکے پاس آنے سے ہر جمعہ مین ایکبار منع کرنا جائز نہین اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر مین ایکبار مفتی بہ ہی ہان یہ البتہ زوج کو اختیار ہی کہ اُنکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار مین مصرح ہی کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہی کہ عورت سے باتین کرین اور اُسکو دیکھین بشرطیکہ گھر مین نہ داخل ہون زوج کو اسکا منع کرنا نہین پہونچتا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہی اور صحیح حدیث مین ثابت ہوا ہی کہ قاطع رحم بہشت مین نہ داخل ہوگا بحر الرائق مین ہی کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ مین ایک بار اور محارم کے ملنے کیواسطے سال مین ایکبار با اجازت و بلا اجازت زوج کے جائز ہی اور اُس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہین اور خلاصہ مین ہی کہ زوج کو جائز ہی کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور اُنکی بیمار پرسی کو اور اُنکی ماتم پرسی کو یا اُن دونون مین سے فقط ایک کے ملنے کو یا ایک

کی بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار ويمنعها من زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة وان اذن كانا عاصيين كما مر في باب المهر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگون کے ملنے سے اور انکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ کو نکل جانے سے اجنبی لوگون سے مراد وہ لوگ ہین جو عورت کے محرم نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرمون کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین گذر چکا ہم محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورت کا جانا جائز نہین اگرچہ اسکے باپ ہی کا نکاح ہوا ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے خالی نہین اور اسمین انواع فساد محتمل ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفي البحر له منعها من الغزل وكل عمل ولو تبرعا لاجنبي ولو قابلة او مغسلة لتقدم حقه على فرض الكفاية اور بحر الرائق مین ہے کہ زوج کو جائز ہے منع کرنا زوجہ کا چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی کیواسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو بے اجازت زوج کے یہ کام نہین کر سکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض کفایہ ہے عورت پر لہذا زوج کا حق اسپر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اسمین زوج منع نہین کر سکتا اگر اسکے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین پر حق زوج کا مقدم نہین ہو سکتا اور خلاصہ مین روایت ہے کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے قرض کی نالش کو عورتکا نکلنا جائز ہے زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہے قبل مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جب تک مہر معجل کو زوج نے نہین دیا ہے تب تک زوجہ بے اجازت نکل سکتی ہے یا یہ محمول ہے کہ اس جگہ سوا اس عورت کے کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہ ہو تو اسوقت مین اسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو اسواسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نرہا بلکہ فرض عین ہو گیا اور فرض کیواسطے نکلنا اگر عورت پردہ دار نہین تو بلا اجازت جائز ہے اور اگر پردہ دار ہو تو اسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نالش کیواسطے اسکی طرف سے وکیل کفایت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعن مجلس العلم الا لنازلة امتنع زوجها من سؤالها اور جائز ہے زوج کو منع کرنا عورتکا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین جانے سے دینا درست ہے مگر زوجہ کو اس مسئلہ کی کے دریافت کرنیکے واسطے بلا اجازت زوج کے نکلنا درست ہے جس مسئلہ کو زوج اسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت نہین کر دیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے اسکو بتا دیگا تو پھر عورت کو نکلنا جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنیکی نہایت ضرورت ہو اور یہ چاہے کہ مجلس علم مین جاؤن کہ مسائل وضو اور صلوۃ کے سیکھون تو اگر زوج مسئلہ دان ہو تو اسکو بتا دے اور وہان جانے سے رکھے اور اگر جاہل ہو تو بہتر ہے کہ گاہے گاہے مجلس علم مین جانے دے لیکن اگر منع کریگا تو بھی درست ہے اسلئے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنیکی اسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ومن الحمام الا النفساء وان جاز بلا تزين وكشف عورة عند احد قال الباقاني وعليه الفتوى فاده خلاف منعهن العلم بكشف بعضهن وكذا في الشرنبلالية معزيا للكمال اور جائز ہے زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام مین جانا عورتونکا بدون آرائش اور بدون اس امر کے کہ کسیکے سامنے بدن کھل جاوے جائز ہے باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے مگر جب عدم آرائش اور عدم کشف عورت شرط ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھ اختلاف باقی نرہا عورتون کے منع کرنیمین دخول حمام سے اسواسطے کہ بالیقین معلوم ہے کہ بعضی عورتین بلکہ اکثر مکشوف العورۃ ہو جاتی ہین اور اسیطرح شرنبلالیہ مین ہے بنقل کلام کمال الدین کے شیخ رحمتی نے کہا اور اسیطرح عورتونکے نکلنے مین فی الحقیقت اختلاف نہین اسواسطے کہ انکی عادت ہے کہ بدون آرائش اور زینت کے نہین نکلتی ہین اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ثم فتح القدیر مین کمال الدین نے کہا ہے قول فقیہ یہ ہے کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہے اور قاضی خان نے کہا کہ مشروع ہے بشرط عدم کشف عورہ تو فی الحقیقت اب کچھ اختلاف دونون قولونمین نرہا اور منع کرنا عورتونکا متفق علیہ ہو گیا اسواسطے اکثر نساء مکشوف العورۃ ہو جاتی ہین حمام مین اور چند احادیث موید ہین فقیہ کے قول کے یعنی منع دخول حمام کی لیکن نفاس والی عورت اور مریضہ کا استثنا ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہے انتہی کلامہ وتفرض النفقة بانواعها لزوجة الغائب مدة سفر وفيه واستحسنه في البحر ولو مفقودا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی الصیرفیہ اور اسکو بحر الرائق مین پسند کیا ہے اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہو گیا ہو ہم زوجہ غائب کے نفقہ ٹھہرانے مین مدت سفر شرط نہین کذا فی العالمگیریہ عن القنیہ عن قاضیخان

والمحیط وطفله ومثله کبیر زمن وانثی مطلقا ورنہ مقرر کیا جاے نفقہ طفل غائب کیواسطے اور مانند طفل کے وہ بالغ بیٹا ہی جو لنگڑا ہو اور بیٹیاں صغیرہ ہوں یا کبیرہ وابویه فقط فلا تفرض لملوکه واخیه ونحوه عنه دینه لانه قضاء علی الغائب اور مقرر کیا جاے نفقہ غائب کے والدین کیواسطے فقط تو اسکے غلام اور بھائی کیواسطے نہ مقرر ہوگا اور نہ غائب کیطرف سے اسکا دین ادا کیا جاے اسواسطے کہ اسکی طرف سے دین ادا کرنا یہ غائب پر حکم کرنا ہی اور قضا علی الغائب جائز نہیں فی ماله من جنس حقهم کنقد وطعام اما خلافه فیفتقر للبیع فلا یباع مال الغائب اتفاقا غائب کے اس مال میں نفقہ ٹھہرایا جاے جو زوجہ اور طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اناج یا کپڑا ہو ان کے لباس کے مناسب اور جو مال کہ انکے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب البیت تو انہیں بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ انکا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں عندهم او علی من یقر به عند الامانة وعلی الدین دینا وبالاولی نحو اس کے اس مال سے نفقہ مفروض ہوگا جو ان لوگوں کے پاس یا اس شخص پر ہو جو امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو ماتن کے کلام میں لفظ عند کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہی اسواسطے کہ امانت کا مال بعینہ اسکے پاس رہتا ہی اور مدیون کے پاس دین بعینہ نہیں ہوتا بلکہ دین عبارت ہی امر معنوی سے کہ اسکے ذمہ پر لازم ہوتا ہی پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہی اور دوسرے شخص پر دین ہی تو نفقہ زوجہ وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاے اسواسطے کہ امانت میں ہلاکی متصور ہی بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیرخواہ ہی غائب کا تو اسپر لازم ہوا کہ پہلے امانت کو صرف کرادے بعد اسکے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس گھر میں ہو تو بہتر یہ ہی کہ قاضی اول اسکو صرف کرادے پھر امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیة المدنی فلو انفقا بلا قضاء ضمنا ولا رجوع اور اگر غائب کے امانت دار مدیون نے زوجہ اور طفل اور والدین کو نفقہ دیا بلا حکم کرنے قاضی کے تو دونوں ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہا سے نفقہ کو نہ پھیر سکیں گے ویقبل قول المودع فی الدفع للنفقة لا المدیون الا ببینة او اقرارها او جحدها یمینه یعنی بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ میں نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول ہوگا اور مدیون کا قول اسمیں مقبول نہوگا بدون گواہوں کے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا وبالزوجیة وبقرابة الولاد اور زوجیت اور قرابت ولاد کا اقرار کرے امانت دار یا مدیون یعنی فرض نفقہ کی دو شرطیں ہیں ایک یہ ہی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کریں دوسری شرط یہ کہ اقرار کریں اسکا کہ ہاں یہ عورت غائب کی زوجہ ہی یا یہ طفل غائب کا بیٹا ہی یا یہ شخص غائب کے والدین میں سے کذا الحکم ثابت اذا علم قاض بذلک ای بمال وزوجیة ونسب اور اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہی جبکہ قاضی کو اسکا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم باحدهما احتیج للاقرار بالآخر لا یمین ولا بینة هنا لعدم الخصم اور اگر قاضی دو چیزوں میں سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر کیواسطے اقرار کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نجانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہی اور مدیون اقرار زوجیت اور نسب کا کرے اور اگر زوجیت اور نسب کو جانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہوں کا یہاں کام نہیں دوسرے امر کے اثبات کیواسطے بسبب نہونے خصم کے یعنی غائب یا اسکا وکیل نہیں جو قسم یا گواہ سے کام نکلے وکفلها ای اخذ منها کفیلا بما اخذته وجوبا فی الاصح اور ضامن لے قاضی زوجہ سے اس مال کا جسکو زوجہ نے نفقہ میں لیا با وجوب نہ بطور امانت کے قول اصح میں تو قاضی کو ضامن لینا عورت سے مال پر واجب ہی سرخسی کے قول سے اور مستحب ہی خصاف کے قول سے اور صدر شہید نے وجوب کی تصحیح کی ہی کذا فی حاشیة الطحطاوی وحلفها معه ای مع الکفیل احتیاطا وکذا کل آخذ نفقة فلو ذکر الضمیر لکان اولی اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونوں سے قسم لے بنابر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین سے اور لنگڑے ولد اور جوان بیٹیوں سے سوا صغیر کے تو اگر ماتن ضمیر مذکر لاتا بجاے مونث کے یعنی بجاے کفلها وحلفها کے کفله وحلفه لاتا چنانچہ ابن کمال نے مذکر ضمیر کو مذکور کیا ہی ایضاح الاصلاح میں تو بہتر ہوتا ہر اخذ یعنی ہر لینے والے کو شامل ہوتا اور ماتن کے کلام میں فقط زوجہ پر کفالت اور قسم مقصور ہی کذا فی حاشیة المدنی ان الغائب لم یعطها النفقة ولا کانت ناشزة ولا مطلقة مضت عدتها زوجہ اور کفیل سے قاضی یہ قسم لے کہ زوج غائب نے اسکو نفقہ نہیں دیا اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہی جسکی عدت منقضی ہو چکی ہو م واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہیں جو کوئی تحلیف کو بعد فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب واقعی یوں ہی کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیة الطحطاوی ناقلا من ایضاح الاصلاح فان حضر الزوج وبرهن انه اوفاها النفقة

طولبت هي او كفيلها برد ما اخذت وكذا الولم يقرّ هي ونكلت پھر اگر بعد اسکے زوج غائب حاضر ہوا اور اسنے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دیکر گیا ہی تو زوجہ یا اسکے ضامن سے مطالبہ ہوگا اسکے پھیر دینے کا جو وہ لیچکی ہی بابت نفقہ کے اور اسیطرح اگر زوج گواہ نہ لا سکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے مطالبہ ہوگا پھیر دینے کا ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لاسکیگا اور زوجہ قسم کھاویگی کہ مجھکو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا ہم یہ عبارت صحیح نہیں ہمیں کاتبون کی تحریف ہی کہ کتب معتمدہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہی کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہوں اور عورت قسم کھاوے کہ مینے نفقہ نہیں پایا تو عورت اور کفیل دونو بری الذمہ ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیریہ میں بدائع سے منقول ہی کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجھکو نفقہ پہلے دیگیا تھا تو زوج مطالبہ کریگا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہی کہ اصل عبارت شارح کی یوں ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبون نے تحریف کرکے بجاے اقرت کے حلفت لکھدیا اور دلیل واضح کاتبون کی تحریف پر یہ ہی کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہ عبارت بدائع کے موافق کی ہی فاذا رجع و برہن انہ عجلها الا او لفها الکل رجع علی الکفیل والزوجۃ وان اقرت یاخذہا ای النفقۃ یرجع علیها فقط کما فی القہستانی عن شرح الطحاوی انتہی لا تفرض علی غائب باقامۃ الزوجۃ بینۃ علی النکاح والنسب نہ مقرر کیا جاویگا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذرانے سے نکاح پر یا گواہ لانے قریب کے مثلاً نسب پر یعنی اگر عورت گواہ لاوے قاضی کے پاس کہ میں منکوحہ ہوں غائب کی یا قرابت والا گواہ لاوے کہ میں غائب کا باپ ہوں اور غائب کا مدیون یا امین اسکا اقرار نکرین تو قاضی نفقہ نہ دلاویگا ولا تفرض القضاء ان لم یخلف مالا فان اقامت بینۃ لیفرض علیہ ویامرہا بالاستدانۃ ولا یقضی بہ لانہ قضاء علی الغائب اور اس صورت میں بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاویگا اگر زوج غائب مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تاکہ قاضی زوج غائب پر نفقہ مقرر کرے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو اسمیں قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اسواسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہی اور حالانکہ یہ صحیح نہیں وقال زفر یقضی بها ای بالنفقۃ لا بہ ای بالنکاح وعمل القضاۃ الیوم علی ہذا للحاجۃ فیفتی بہ وہذہ من الست التی یفتی بہا بقول زفر اور زفر نے کہا کہ جب عورت نے نکاح کے گواہ گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیون کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہی بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہی اور یہ مسئلہ ایک ہی ان چھ مسائل سے جنمیں زفر کے قول پر فتوی ہی کذا فی البحر والنہر والقاضیخان والعالمگیریہ عن العینی شرح الکنز اور حموی نے پندرہ مسائل مفتی بہا قول زفر کے ثابت کیے ہیں نظم میں کہ تحصیل انکی موجب تطویل ہی کذا فی حاشیۃ للمدنی وعلیہ فلو غاب ولہ زوجۃ وصغار تقبل بینتها علی النکاح ان لم یکن عالما بہ ثم یفرض لہم ویامرہا بالانفاق او بالاستدانۃ لترجع اور بنابر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہوا اور اسکے ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہیں تو مقبول ہونگے گواہ اسکے نکاح پر واسطے نفقہ ٹھہرانیکے نہ نکاح پر حکم کرنیکے واسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پھر قاضی لڑکون کیواسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اسکے پاس مال ہو یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوج کے اس سے پھیر لے کذا فی البحر الرائق وتجب لمطلقۃ الرجعی والبائن والمفرقۃ بلا معصیۃ کخیار عتق وبلوغ والتفریق بعدم الکفاءۃ النفقۃ والسکنی والکسوۃ طالت المدۃ اور مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور اس جدا شدہ عورت کے واسطے جو بلا قصور ہو جیسا کہ خیار عتق اور خیار بلوغ سے یا عدم کفاءت کی تفریق سے واجب ہی نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اس صورت میں واجب ہوگی جب سے عدت کی دراز ہو جاوے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت میں پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور ذخیرہ اور خانیہ اور مجتبی میں لباس کو بھی ساتھ نفقہ اور سکنے کے مذکور کیا ہی اسکی کیا وجہ ہی شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہو جاتی ہی تو پوشاک کی حاجت نہیں ہوتی لہذا اسکو مذکور نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہوگی تو ضرور پوشاک کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولا تسقط النفقۃ المفروضۃ بمضی العدۃ علی المختار بزازیہ اور ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذر جانے سے بنابر قول مختار کے کذا فی البزازیہ ہم معتدہ نے جب کہ نفقہ لیا یا زوج نے اسکو نہ دیا اور عدت گذر گئی تو حلوانی نے کہا کہ قول مختار یہ ہی کہ ساقط نہو گا کذا فی منح الغفار عن البزازیہ ولو ادعت امتداد الطہر فلها النفقۃ ما لم یحکم بانقضائها ما لم تدع الحبل فلها النفقۃ الی سنتین منذ طلقها اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اسکو اسواسطے نفقہ لازم ہوگا جبتک کہ قاضی نے انقضاء عدت اسکا نہ حکم کیا ہو اسطرح پر کہ زوج نے گواہ گذرانے ہوں کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار کر چکی ہی پھر جب قاضی انقضاء عدت کا حکم دیگا تو بعد اسکے

[illegible]

دعوی امتداد طہر کا مسموع ہوگا اور نفقہ عورت کو نہ دیگا تاوقتیکہ حمل کی مدت منقضی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اسکو نفقہ دیا جاویگا دو سال تک اسلئے کہ اطلاق اتا سے ہم یہ کہتے ہیں کہ سکوت مقتضی ہی کہ جب ثبوت دعوی حمل کا بعد حکم انقضاء عدت کے کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثبوت النسب کے باب میں گذر چکا کہ اگر عورت انقضاء عدت کا اقرار کریگی مدت محتمل میں پھر لڑکا جنیگی تو ولد ثابت النسب نہ ہوگا پھر جب نسب ہی ثابت نہ ہوگا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا تو اگر شارح واو عاطفہ لاتا یعنی یوں کہتا ولم تدع الحبل تو یہ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ ادعاء حمل کا مسئلہ جدا ہوتا ما قبل سے متعلق نرہتا کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی ولو مضت ثم تبین ان لا حبل لا رجوع علیہا وان شرطہ لانہ شرط باطل بحر سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک نفقہ جاری رہا پھر ظاہر ہوا کہ حمل نہ تھا تو عورت سے نفقہ پھیر لینا نہ پہونچتا اگرچہ زوج اسکو شرط بھی کر لیا ہو یعنی کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جھوٹا نکلا تو میں نفقہ پھیر لونگا اسواسطے کہ یہ شرط باطل ہے کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض لا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کر لی معتدہ سے عدت کے نفقہ کی یعنی چند درم مقرر کر لیئے تو اگر عدت اسکی مہینوں کے حساب سے ہوگی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اسکی حیض سے ہوگی تو یہ صلح صحیح نہیں بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اسکی مدت معین نہیں ہو سکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا واجب نہیں تینوں قسم کا نفقہ معتدہ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹھہرنا معتدہ موت کا زوج کے گھر میں باعتبار حق زوج کے نہیں بلکہ باعتبار حق شرع کے ہے اور عدت موت میں معرفت صفائی رحم ملحوظ نہیں لہذا اسکی عدت حیض سے نہیں پس نفقہ جو واجب ہوتا ہے تو اندک اندک زوج کی ملک میں واجب ہوتا ہے اور بعد موت زوج کے اسکی ملک باقی نہیں سو وارثوں پر واجب کرنا ممکن نہیں کذا فی منح الغفار لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اسکا نفقہ واجب ہے اور قہستانی میں بھی مضمرات سے قول ضعیف اسمیں منقول ہے تو معلوم ہوا کہ اسمیں اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ السید ملا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرۃ معتدہ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہیں مگر جبکہ ام ولد حاملہ ہو اپنے مولی سے تو اسکے واسطے نفقہ واجب ہے کل مال میت سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہ ہوگا وتجب السکنی فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی ہذہ الفرقۃ قہستانی وکفایہ کردۃ وتقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام وکسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ تعالی فلا تسقط بحال والنفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا اور واجب ہے فقط سکنی اس عدت والیکے واسطے جسکی معصیت سے جدائی ہو گئی مگر جبکہ زوج کے گھر سے نکل گئی تو اسکے واسطے سکنی بھی نہ ہوگا اس جدائی میں کذا فی القہستانی والکفایہ معصیت کی فرقت کی مثال جیسے عورت کا مرتد ہو جانا یا زوج کے ولد کا بوسہ بشہوت لینا سوا سکنی کے طعام اور لباس واجب ہوگا فرقت معصیت میں اور وجہ فرق کی یہ ہے کہ سکنے حق ہے اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا اور طعام اور لباس حق ہے عورتکا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہو گیا ماحاصل خلاصہ میں ہے کہ جب جدائی زوج کیطرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت کیطرف ہو اگر بلا معصیت ہو چنانچہ خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفاءت میں تو نفقہ واجب ہے اور اگر جدائی بمعصیت ہے چنانچہ ارتداد اور تقبیل زوج کے اصول یا فروع کی تو نہیں نفقہ ساقط ہے تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج میں اور اسیطرح خوشدامن کی وطی میں نفقہ عورتکا واجب ہی اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے کذا فی العالمگیریہ وتسقط النفقۃ بردتہا بعد البت ای ان خرجت من بیتہ والا فلا خولیۃ مستار اور نفقہ ساقط ہوتا ہے عورت کے مرتد ہونیسے بعد طلاق بائن کے اگر وہ زوج کے گھر سے نکل گئی اور اگر گھر میں موجود ہو تو نفقہ واجب ہے کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پھر وہ عدت میں مرتد ہو گئی تو اسکا نفقہ ساقط ہو گیا فقط ارتداد کے سبب سے نہیں بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہیگی توبہ کرنے تک تو سقوط النفقہ کی علت حبس ہے نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہوگی زوج کے گھر میں رہیگی تو نفقہ واجب ہوگا بخلاف اس ارتداد کے جو قبل طلاق ہے کہ اسمیں مطلقا نفقہ ساقط ہے لا تمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا النفقۃ نہ ساقط ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کر دیا یعنی وطی سے راضی ہو گئی تو اسکا نفقہ نہ ساقط ہو گا بسبب نہ محبوس ہونے زوجہ کے یعنی حاکم کے پاس اسکا مقید ہونا لازم نہیں جو اسکا نفقہ ساقط ہو جاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا نفقہ بسبب حبس حاکم کے

ساقط ہو یہان تک کہ اگر مرتدہ محبوس تھی یا حاکم نے اُسکو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اُسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم جاءت وتابت بسقوطها باللحاق لانه كالموت بحر وهو يشير الى انه قد حكم بلحاقها والا فتعود نفقتها بعودها مگر جب کہ عورت مرتد ہوکر دار الحرب مین چلی گئی پھر وہان سے آئی اور توبہ کرکے مسلمان ہوگئی تو اس صورت مین نفقہ اُسکا نہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار الحرب سے اسواسطے کہ لحوق دار الحرب کا برابر موت کے ہی کذا فی البحر اور یہ تعلیل لحوق کی اسکی مشیر ہی کہ سقوط نفقہ مین حکم ہوگیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جب تک قاضی مرتد کیواسطے لحوق دار الحرب کا حکم نہ دے تو لحوق مرتد کا موت حکمی مین نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر آویگی تو اُسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کرنیکے ساتھ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہوگیا جامع مین روایت یہ ہی کہ نفقہ عود نہین کرتا بعد لحوق دار الحرب اور عود کے تو وہان مراد یہ ہی کہ بعد حکم لحوق کے عود نہین کرتا اور ذخیرہ کی روایت یہ ہی کہ عود کرتا ہی تو اسکا مطلب یہ ہی کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب النفقة بانواعها على الحر لطفله يعم الانثى والجمع اور واجب ہی نفقہ تینون قسم کا حر پر اُسکے طفل کا شامل ہی مونث اور جمع کو بیٹا اور بیٹی چند ہون یا ایک سب کا وجوب نفقہ ثابت ہوا اور حر کی قید سے غلام نکل گیا کہ اُسپر ولد صغیر کا نفقہ واجب نہین ہم طفل عبارت ہی صغیر سے جب کہ اپنی ماں کی پیٹ سے پیدا ہوا تا بلوغ اور طفل صبی و صبیہ دونو انکو شامل ہی کذا فی المغرب اور کہا ہے طفل واحد اور جمع بھی ہوتا ہی مثل جنب کے کذا فی منح الغفار الفقير الحر فان نفقة المملوك على مالكه والغنى فى ماله الحاضر فلو غائبا فعلى الاب ثم يرجع ان اشهد لا ان نوى الا ديانة فقط باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہی اسواسطے کہ طفل مملوک کا نفقہ اُسکے مالک پر ہی اور طفل مالدار کا نفقہ اُسکے موجود مال مین ہی جو اُسکو بطریق ارث کہین سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو وہان حاضر نہو تو اُسکے باپ پر نفقہ ہی پھر اُسکا باپ اُسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا پھیر لے اگر نفقہ دینے کیوقت اُسنے رجوع پر گواہ کرلیے ہون نہ رجوع کرسکیگا اگر اُسنے نیت اسکی کی ہوگی مگر باعتبار دیانت کے البتہ رجوع کرسکتا ہی نہ باعتبار قضا کے ولو كانا فقيرين فالاب يكتسب او يتكفف وينفق عليهم ولو لم يتيسر انفق عليهم القريب ورجع على الاب اذا ايسر خانية اور اگر باپ اور اُسکا ولد صغیر دونون محتاج ہون تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی اُسکو طاقت نہو تو سوال کرے اور اولاد صغیر کو کھلاوے اور اگر کسب نہ آوے یا کفایت نکرے تو قرابت والا چچا ہو یا ماموں انکو نفقہ دے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے پھیر لے کذا فی الذخیرہ ولو خاصمت الام فی نفقتهم فرضها القاضی وامره بدفعها للام ما لم تثبت خيانتها فيدفع لها صباحا ومساء او يامر من ينفق عليهم اور اگر اولاد صغار کی ماں نے باپ سے جھگڑا کیا انکے نفقہ مین تو قاضی اُنکا نفقہ مقرر کردے اور باپ کو حکم کرے کہ انکا نفقہ ماں کو دے جبتک کہ ماں کی خیانت ثابت نہو اور اگر خیانت اسکی ثابت ہو تو یکبارگی نفقہ ندے بلکہ ہر روز صبح یا شام ماں کو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ اُنپر خرچ کیا کرے ہم صباحا ومساء کا واو بمعنی او ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وصح صلحها على نفقتهم ولو بزيادة يسيرة تدخل تحت التقدير وان لم تدخل طرحت ولو على ما لا يكفيهم زيدت بحر اور صحیح ہی صلح کرلینا ماں کا باپ سے اولاد صغار کے نفقہ پر اگرچہ ایسی تھوڑی زیادتی پر صلح ہوگئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہوسکتی ہی مثلا دس درہم پر صلح ہوئی ہو اور حالانکہ انکو آٹھ یا نو درم کافی ہین لیکن جب اندازہ کرنیوالے لوگ آٹھ کو کوئی انہین سے دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہین اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین کے نہ داخل ہو یعنی مثلا سب اندازہ کرنیوالے آٹھ ہی درم پر متفق ہون تو ایسی زیادتی کھٹائی جاویگی اور اگر صغار کی ماں نے اسقدر پر صلح کرلی کہ انکو کافی نہین ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو هلكت رجعت بنفقتهم دون حصتها اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہو ماں کے پاس سے تو اُسکا نفقہ دوبارہ لے نہ اپنا حصہ وفی المنية اب معسر وام موسرة تؤمر الام بالانفاق وتكون دينا على الاب فهو اولى من الجد الموسر وفيها لا نفقة على الحر لاولاده من الامة ولا على العبد لاولاده من حرة وعلى الكافر نفقة ولده المسلم لكفاية مجتبى اور منیہ مین ہی کہ باپ محتاج ہی اور ماں مالدار تو ماں پر حکم کیا جاوے والا القضا سے نفقہ دینے کا اور یہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب اُسکو مقدور ہو تو ادا کرے اور ماں مالدار ماں مقدم ہی دادا مالدار سے یعنی اگر ماں اور دادا دونون مقدور والے ہون تو صغار کا نفقہ ماں ہی پر ہوگا بسبب قرب جزئیت اور مزید شفقت کے اور اسی کتاب مین ہی کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہین اُسکی اولاد کا جو لونڈی منکوحہ سے ہوا اور نہ غلام پر نفقہ واجب ہی اُسکی اولاد کا اگرچہ حرہ کے پیٹ سے ہون بلکہ انکی ماں پر نفقہ

لازم ہی اور کافر باپ پر اُسکے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہی چنانچہ اُسکا ذکر آویگا کذا فی البحر م یہ وعدہ اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر کا ہی اپنی کتاب مین نہ شارح کا کذا فی حاشیۃ
المدنی وکذا یجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا وزمن ومن یلحقہ العار بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی
اور اسیطرح سے واجب ہی نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہی کمائی سے چنانچہ پانون سے لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہی صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اُس لڑکا کا نفقہ
باپ پر واجب ہی جسکو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند انبیا اکرام کے اور اُس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہی جسکو تحصیل علم سے فراغت نہوتی ہو پیشہ وری
کی واسطے کذا فی الزیلعی والعینی م یہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف اور اولاد کرام کو پیشہ کرنا عار ہی اسواسطے کہ صحابہ اور اہل بیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہی کہ اُنکی عمدگی خاندان
کے سبب سے لوگ شرماتے ہون اور اُنکو نوکر رکھتے ہون مزدوری نہ لگاتے ہون چنانچہ حلوانی نے کہا ہی کہ اگر ولد انبیا اکرام سے ہو اور لوگ اُسکو مزدوری مین نہ لگاتے
ہون تو وہ عاجز ہی اسکے باپ پر نفقہ اُسکا واجب ہی کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الوجیز وکذا فی منح الغفار ناقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمہا لطلبۃ زماننا
کما بسطہ فی القنیۃ ولذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رشد اور فتوی دیا ہی ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علمون کے واسطے بسبب فسق اور عدم تمیز کے
چنانچہ اُسکو خوب واضح بیان کیا ہی قنیہ مین اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہی خلاصہ مین رشد الہمہ کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طلب علم مین نہ کہ تحصیل
منصب دنیاوی ناپائدار اُسکا نفقہ باپ پر واجب ہی م فتاوی عالمگیری مین وجیز سے منقول ہی کہ جب طالب علم عاجز ہون بسبب اشتغال علم کے کسب کرنے سے تو اُنکا
نفقہ اُنکے باپون پر واجب ہی بشرطیکہ علوم شرعیہ مین مشغول ہون نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیانات فلاسفہ مین اور اُنمین آثار صلاح اور تقوی کے معلوم ہوتے
ہون اور اگر ایسے نہون تو اُنکا نفقہ بھی واجب نہین لا یشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی ما لم یکن معسرا فیلحق بالمیت
فتجب علی غیرہ بلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب الا الام موسرۃ بحر نہین مشارک ہی کوئی باپ کا اس امر مین اگرچہ باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور
بیٹیونکے نفقات مین باپ کا کوئی شریک نہین اُسی پر واجب ہی نہ اُسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہی نہ اُسکے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہی
نہ غیر پر اور اسی پر فتوی ہی یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہی تا وقتیکہ نہایت تنگدست نہو اور جب کہ تنگدست ہوگا تو وہ میت مین داخل ہی تو اُس صورت مین
باپ کے سوا اُس قرابت والے پر واجب ہوگا جسپر نفقہ طفل کا واجب ہوتا در صورت نہ باپ ہونے کے تو ایسی قریب پر نفقہ واجب ہی بدون اسکے کہ باپ سے پھیرے
بنا بر صحیح مذہب کے مگر مالدار ماں ولد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے پھیرے کذا فی البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرۃ
صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہی کذا فی الجوہرۃ یعنی جب مذہب صحیح یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت
والے پر طفل کا نفقہ واجب ہی اور حالانکہ متون فقہ مین اسپر اتفاق ہی کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ مین کوئی شریک نہین تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شروح
کو درست کرنا ضرور ہوا خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ مین کہا ہی کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہی کہ باپ کے ہوتے اُسکی اولاد کے نفقہ مین کوئی
شریک نہین خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی مین اُسکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہی جب باپ کو مقدور ہو تو اُس سے پھیر لے متون اور شروح مین
اسی روایت پر اتفاق ہی اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہی اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہی وہ لائق التفات کے نہین اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے متون
ہی مخصوص ہین شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہی صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام مین چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اُسکی عادت ہی اور زیادہ تر
تعجب اسپر آتا ہی کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اُسکے اُستاد خیر الدین رملی نے اُسکے خلل پر آگاہ کر دیا ہی اور دوسرا خلل یہ ہی کہ شارح کی عبارت
مین یہ ہی کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ درمختار مین موجود ہی تو اس سے لازم آتا ہی کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ
یہ غلط ہی اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہی صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اُسکا یہ مطلب خلاف متبادر رکھا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ
سے یہ روایت کی ہو سو بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ بحر مین یہ روایت جوہرہ سے منقول نہین محشی مدنی نے کہا کہ مین نے ایک نسخہ درالمختار

کا دیکھا جسکو شیخ عزمی نے محشی کیا تھا اُسمین یون عبارت تھی وفی الجوہرۃ فرع حسین نغرع مدید شارح کے جوہرہ سے منقول ہین اور یہی بلاشبہ ٹھیک ہے اور باقی نسخ سب غلط ہین **فروع** مسائل ملحقہ شرح کے لو لم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر ہو مگر ایک نفقہ پر یعنی قلت مقدرت سے ما باپ دونوکو نفقہ نہ دیسکتا ہو ایک کو دیسکتا ہو تو ما زیادہ تر حقدار ہی اسواسطے کہ تکلیفات جسمی ولدکی جہت سے ماپر زیادہ تر گذرتی ہین اور تیز خدمت گذاری مین ما مقدم ہی چنانچہ تعظیم اور توقیر مین باپ مقدم ہی اور روایت ضعیفہ یہ ہی کہ باپ مقدم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو لہ اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمہا فیہما اور اگر ایک شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دیسکتا ہو تو طفل زیادہ ترحقدار ہی اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہین اور بعضے کہتے ہین قول ضعیف یہ ہی کہ نفقہ کو دونون مین تقسیم کرے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل وعلیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اُسکے ام ولد کا نفقہ واجب ہی بلکہ فرزند پر باپ کا نکاح کردینا یا تصرف کیواسطے لونڈی لے دینا واجب ہی بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولو لہ زوجات فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعہا للاب لیوزعہا علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہون تو فرزند پر ایک ہی زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہی یک نفقہ باپ کو دیگا تاکہ اُنپر وہ تقسیم کردے بقدر اُنکے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی مین ہی کہ نفقہ بہو کا سسر پر ہی اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا ہو وفی الواقعات المفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدہا اور قدری افندی کے واقعات المفتین مین ہی اور باپ سے زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور بہو کے ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبدالقادر بن یوسف ہی چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے خطبہ مین مذکور ہی اور یہ بزرگ بلاد روم کے مفتیون کے رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان مین مولوی فاضل کو کہتے ہین وکذا الام علی نفقۃ الولد لترجع بہا علی الاب اور اسیطرح ما سے زبردستی دلا دیا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ ما اسکے باپ سے نفقہ پھیر لے جب کہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام لیرجع علی زوج امہ اور اسیطرح ولد سے زبردستی ما کا نفقہ دلایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ما کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ لیرجع بہا علی الاب وکذا الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسیطرح بھائی سے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ جبرا دلایا جاویگا تاکہ پھیر لے انکے باپ سے جب وہ سفر سے آوے اور اسیطرح ابعد سے بجبر نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جبکہ اقرب غائب ہو پھر جب اقرب آوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اُسکو اُس سے پھیر لے انتہی کلام الواقعات وفی الفصولین من الرابع والثلثین اجنبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقر بہ الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعد ما انفق یقبل قول الوصی لو المنفق علیہ صغیرا انتہی اور فصولین کی چونتیسوین فصل مین ہی کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعضے وارثون کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ مین نے وارثون کو نفقہ وصی کے کہنے سے دیا اور اُسکا وصی نے بھی اقرار کیا اور اُس نفقہ دینے کا حال معلوم نہین ہوا بعد خرچ کر چکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اس صورت مین قول وصی کا مقبول ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو نفقہ دیا ہی صغیر ہو انتہی کلامہ اور اگر وارث بالغ ہو گا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جسکا ادا کرنا ترکہ میت سے لازم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ قال انفق علی او علی عیالی او اولادی ففعل قیل یرجع بلا شرطہ وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرطہ وکذا کل ما کان مطالبا من جہۃ العباد کجنایۃ ومؤن مالیۃ ثم ذکر ان الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا لخلاصہ قیل یرجع وقیل لا کما فی الصحیح بہ یفتی اور فصولین مین ہی کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو نفقہ دے یا میرے عیال اور اولاد کو نفقہ دے پھر اُسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہ ہی کہ اُس سے پھیر لے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہ ہی کہ بدون شرط کے پھیر نہین سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اُسکے کہنے سے تو پھیر لیگا اگرچہ پھیر لینے کی شرط نکی ہو اور اسیطرح سے بلا شرط پھیر سکتا ہی جیسے مصارف جن کا امر کرنیوالے پر مطالبہ ہو جانب عباد کے چنانچہ جنایت مین اور مصارف مالیہ مین مانند عشر اور خراج کے جنایت یعنی قصور کی صورت یہ ہی کہ مثلا زید نے کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی اور زید پر خون بہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خون بہا ادا کر اور اُسنے دیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نکی ہو لیکن خالد زید سے اُسقدر مال اپنا پھیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اسکو بھی پھیر لیگا بلا شرط پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور اُس شخص نے جسکو بادشاہ نے بظلم مال لینے کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد سے کہ مجھکو

چھڑالے سو مرد مامور نے اپنا مال جبکہ اسکو قید سے یا پادشاہ کی گرفتاری سے چھوڑایا تو بعضوں نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال اس سے پھیر لے اور بعضوں نے کہا نہ پھیر لے بنا بر قول صحیح کے اور اسی پر فتوی ہے یعنی نہ پھیر لینے پر ولیس علی امہ ارضاعہ قضاءً بل دیانۃً اور واجب نہیں صغیر کی ماں پر دودھ پلانا اسکا بنا بر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار دیانت کے ہم ماں بسبب نور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلوتہی نہیں کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھکو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اسپر جبر نہیں کرسکتا اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدہا یعنی والدہ کو اسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نچاہیے تو دودھ کیواسطے جبر کرنا یقینا ضرر رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے البتہ اسپر واجب ہے اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین یعنی مائیں دودھ پلاتی ہیں اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودھ پلانا ایسا ہی ہے جیسے اور گھر کے کام ہیں چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہیں نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجھسے نہیں ہوسکتا تو اسپر کوئی زبردستی نہیں کرسکتا کہ شاید عاجزی سے انکار کرتی ہو الا اذا تعینت فتجبر کما مر فی الحضانۃ مگر جب کہ ماں ہی متعین ہو جاوے دودھ پلانیکے واسطے اسطرح پر کہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنے ماں کے یا کوئی دائی دودھ پلائی نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونوں محتاج بے مال ہوں تو ایسی صورتوں میں ماں پر دودھ پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانت میں مذکور ہو چکا وکذا الظئر تجبر علی بقاء الاجارۃ بزازیہ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاوے نوکری کے باقی رکھنے پر کذا فی البزازیہ یعنی مثلا دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اسنے نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہیں ملتی یا لڑکا اسسے نہایت ہلگیا ہے تو نوکری باقی رکھنے میں اسپر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر تلف نہو ولیستاجر الاب من ترضعہ عندہا لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ اور دودھ پلانیوالیکو باپ نوکر کرکے صغیر کی ماں کے پاس رکھے اسواسطے کہ حق پرورش ماں کیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اسکی ماں کا باپ پر واجب ہے اور اگر صغیر کی ماں نہو تو جسکو حق حضانت پہونچتا ہو اسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام ما لم یشترط فی العقد اور لازم نہیں دائی کا قیام کرنا ماں کے پاس جبتک اسکی شرط نہوئی ہو عقد اجارہ میں اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماں کی رضامندی سے صغیر کو اپنے گھر لیجاوے یا گھر میں نہ داخل ہو ڈیوڑھی میں دودھ پلاجایا کرے اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کرلی ہو ماں کے پاس رہنے کی تو اس صورت میں اسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر لا یستاجر الاب امہ لو منکوحۃ ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبی نوکر نہ رکھے باپ صغیر کی ماں کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اسکو صغیر کے مال سے نوکری دینا ہے بخلاف ذخیرہ اور مجتبی کے کہ انہیں مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ ماں کا جائز رکھا ہے اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ فتوی اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماں کو نوکر رکھنا دودھ پلانیکے واسطے جائز ہے طحطاوی نے کہا ثواب ذخیرہ اور مجتبی کا قول مفتی بہ ظہر کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اسکو نوکر رکھے وجاز فی البائن فی الاصح جوہرۃ کاستئجار منکوحۃ لہ او من غیرہا اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن میں نوکر رکھنا جائز ہے قول اصح میں یعنی اگر صغیر کے باپ نے اسکو طلاق بائن دی ہو اور وہ عدت میں ہو تو اسکا نوکر رکھنا دودھ پلانیکے واسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اسکے لڑکے کے دودھ پلانیکے واسطے جائز ہے جو اس منکوحہ کے بطن سے نہیں چنانچہ زید کا لڑکا ہے حلیمہ سے اور اسکی دوسری زوجہ کریمہ ہے تو کریمہ کو نوکر رکھنا حلیمہ کے لڑکے کے واسطے درست ہے اسواسطے کہ کریمہ کو اسکا دودھ پلانا واجب نہیں یعنی نوکری نہ درست ہو وہی احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا لم تطلب زیادۃ علی ما تاخذہ الاجنبیۃ ولو دون اجر المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا زیلعی فی بلا ارضاع اور ماں زیادہ تر مستحق ہے اپنے لڑکے کے دودھ پلانیکی نوکری میں بعد گذرجانے عدت کے بشرطیکہ وہ زیادہ نہ مانگتی ہو اس اجرت سے جسکو اجنبی عورت پاتی ہے اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم پاتی ہو اور ماں اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودھ پلانیوالی زیادہ تر سزاوار ہے دودھ پلانیمیں اس ماں سے جو بدون اجرت کے نہیں پلاتی کذا فی شرح الزیلعی اما اجرۃ الحضانۃ فللام کما مر اور پرورش کی اجرت تو ماں ہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ میں مذکور ہو چکا یعنی اگر باپ نے صغیر کے دودھ پلانیکے واسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو ماں کا حق پرورش ہنوز باقی ہے ساقط نہیں اسکی اجرت وہی پاویگی وللرضیع نفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہے شیرخوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط دودھ صغیر کو کفایت نہیں کرتا بلکہ چٹانیکے واسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کھیر یا کچھڑی مثلا تو قاضی اسکو بھی مقرر کردے سو اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

ع
ایک نسخہ میں [illegible] یعنی [illegible] نہیں [illegible] صورت میں [illegible] دودھ [illegible] نسخہ [illegible] دودھ پلانا [illegible] قضاء

کذا فی حاشیة المدنی وللام اجرة الارضاع بلا عقد اجارة اور مطلقہ ماکیواسطے اجرت دودہ پلانیکی ثابت ہی بدون عقد اجارہ کے یعنی جب دو برس کی مدت گذر گئی اور صغیر کو دودہ پلاویگی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اسکو نوکر نرکھا ہو تو یہ مسئلہ مستثنی ہی اُس قاعدہ فقہیہ سے کہ اجرت لازم نہیں ہوتی بدون عقد کے وحکم الصلح کالاستیجار اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہی یعنی صلح نوکری کے برابر ہی احکام مذکورہ میں تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کر لیا ہو کہ اتنے درم ہر مہینے میں لیا کرونگی اور دودہ پلاونگی تو اگر یہ بات یا معتدہ رجعی ہی تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت میں صلح کی تو بموجب روایت جوہرہ کے جائز ہی اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہی جیسے نوکری جائز ہی کذا فی حاشیة المدنی وفی کل موضع جاز الاستیجار ووجبت النفقة لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوة للغرماء لانها اجرة لا نفقة اور جس جگہ زوجہ یعنی صغیر کی ماکو نوکری کرنا جائز ہی اور نفقہ اُسکے واسطے واجب ہی تو اُسکے دودہ پلانیکی اجرت ساقط نہیں ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپکے مرنے سے بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب قرض والوں کے یعنی جیسے اور قرض والوں کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی ماکو بھی ملیگا اسواسطے کہ اجرت ہی نہ نفقہ جو زوج کی موت سے ساقط ہو جاوے وتجب علی موسر ولو صغیرا یسار الفطرة علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہی ایسے ولد مقدور والے پر جو صدقہ فطر واجب ہی بنا بر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا کہ فاضل ہی حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہی اور یہی مختار ہی صاحب ہدایہ کا اور اسی پر فتوی ہی اور در المنتقی نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول میں نصاب زکوة کا مالک ہونا مشروط ہی اجناس میں کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی حاشیة المدنی ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبه اور ترجیح دی زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں نفقہ دینے کو اصول میں ولد کے فاضل کسب سے نہر الفائق میں فتح القدیر سے منقول ہی کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو تو امام محمد کا قول معتبر ہی یعنی جو اسکے اور اسکے عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلاً بیٹا ہر روز چھ پیسے کماتا ہو اور چار پیسے میں اسکے عیال کا خرچ ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہوں تو اُسپر واجب ہی کہ دونوں پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول پر اعتماد کرنا واجب ہی اور یہی لائق فتوی کے ہی کذا فی حاشیة المدنی وفی الخلاصة المختار ان الکسوب یدخل ابویه فی نفقته اور خلاصہ میں ہی کہ قول مختار یہ ہی کہ بیٹا کمائی والا اپنے باپ کو اپنے خرچ میں داخل اور شریک کرے خواہ اُسکی کمائی اُسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر میں ہی کہ حق تعالی نے والدین کافر کے حق میں فرمایا ہی وصاحبهما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ با احسان دنیا میں بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا رکھنا حد درجہ احسان اور نیکی کے خلاف ہی وفی المبتغی للفقیر ان یسرق من مال ابنه اذا لم یکفه ان ابی ولا قاضی ثمه والا اثم اور مبتغی میں ہی کہ محتاج باپکو جائز ہی اپنے مقدور والے بیٹے کے مال سے چرا لینا بقدر کفایت کے جس صورت میں کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہاں قاضی نہو اور اس چوری میں اُسپر کچھ گناہ نہیں اور اگر وہاں قاضی ہو تو چوری کرنا درست نہیں قاضی سے نالش کرے وہ نفقہ دلاویگا کذا فی حاشیة المدنی عن البحر المنفقة لاصوله ولو ابا لأمه ذخیرة الفقراء ولو قادرین علی الکسب مقدور والے ولد پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہی اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرة اور اگرچہ اصول محتاجین کسب پر قادر ہوں ہم اصول سے مراد ماں اور باپ اور دادا دادی اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اُس وقت فرض ہوگا جب باپ مر گیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اُس صورت میں نواسی پر واجب ہوگا جب ماں نہو یا محتاج ہو اور اصول کے وجوب نفقہ میں عدم قدرت کسب کی شرط نہیں بلکہ والدین اگر کسب پر قادر بھی ہوں تو بھی ولد مالدار پر اُنکا نفقہ واجب ہی اسواسطے کہ احسان اور نیکو کاری سے بعید ہی کہ باوجود مقدور کے اُنکو کسب کی مشقت میں ڈالنا والقول لمنکر الیسار والبینة لمدعیه اور قول معتبر ہی مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہیں مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہی اور بیٹا منکر ہو مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ پیسے والا ہی مجھپر اسکا نفقہ واجب نہیں اور باپ اپنے مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہوں یعنی بیٹا مقدور والا ہونا ثابت کرتا ہی اور منکر بھی اسکو جو مدعی ہوگا مقدور کا اُسکے گواہ مقبول ہونگے نہ منکر کے بالسوية بین الابن والبنت وقیل کالارث وبه قال الشافعی نفقہ اصول کا اولاد پر برابر واجب ہی بیٹے اور بیٹی میں کچھ فرق نہیں تو اگر محتاج باپ کی بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ اُسپر واجب ہی اور آدھا اُسپر یہی قول حق ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر والخلاصة اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہی سو دونوں کو برابر ہی اور قول

ضعیف یہ ہے کہ بطور ارث واجب ہے تو بیٹا دو حصہ دے اور بیٹی ایک حصہ اور یہی قول ہے امام شافعی رح کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اصول کا اولاد پر برابر ہے اگر مقدور میں کم تفاوت ہو اور اگر ایک نہایت زیادہ مقدور والا ہو اور دوسرا کم مقدور ہو تو قدر نفقہ میں بھی تفاوت لازم ہے کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرۃ والمعتبر فیہ القرب والجزئیۃ فلو لہ بنت وابن ابن او بنت بنت واخ النفقۃ علی البنت وبنتہا لانہ لا یعتبر الارث الا اذا استویا کجد وابن ابن فکارثہما الا لمرجح کوالد وولد فعلی ولد للترجح بانت ومالک لابیک اور نفقہ ولادت کے وجوب میں معتبر ہے قرب اور جزئیت تو اگر دو شخصوں میں جزئیت پائی جاوے اور ایک زیادہ تر قریب ہو دوسرے سے تو اقرب ہی پر نفقہ واجب ہوگا بلا اعتبار ارث نہ ابعد پر سو اگر ایک شخص کی بیٹی ہو اور پوتا یا ناتن ہو اور بھائی تو نفقہ اسکا پہلی صورت میں بیٹی پر واجب ہوگا نہ پوتی پر اور دوسری صورت میں ناتن پر واجب ہوگا نہ بھائی پر اسواسطے کہ یہاں ارث معتبر نہیں ہاں مگر ارث وہاں معتبر ہے جب قرب میں دونوں برابر ہوں جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کا دادا اور پوتا ہو تو اسکا نفقہ دونوں پر بقدر انکے ارث کے ہوگا یعنی سدس دادا پر اور باقی پوتے پر اسواسطے کہ دونوں سے قرابت بیک واسطہ برابر ہے تو یہاں ترجیح نہوگی مگر بجہت ارث کے اور در صورت تساوی قرابت کے ارث معتبر ہے مگر کسی مرجح کی جہت سے تساوی قرابت اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہے چنانچہ ایک محتاج کا باپ اور بیٹا مالدار ہوں تو اسکا نفقہ ولد پر ہوگا نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونوں کی بلا واسطہ برابر ہے اور اگر ارث کا یہاں اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد پر بالجملہ رجحان وجوب کا ولد ہی پر ہے بمقتضا اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ولد کے مال کو باپ کا مال قرار دینا یہی وجہ ترجیح وجوب انفاق کی ہوئی اور یہ نہیں فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کا ہے م بھائی اور باپ دادا کا ذکر کرنا شارح کا ان مثالوں میں اور آیندہ مثالوں میں بھی مہمل ہو گیا اسواسطے کہ گفتگو یہاں ہے وجوب نفقہ اصول کی فروع پر کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخانیۃ لہ ام وأب أب فکارثیہما اور خانیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور دادا تو اسکا نفقہ بقدر انکے ارث کے ہے جیسا کہ اوپر ترجمہ میں اسکی مثال گزری اسواسطے کہ ماں کو ترجیح ہے بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہے بسبب عصوبت کے لہذا ارث کا اعتبار ٹھہرا وفی القنیۃ لہ ام واب ام فعلی الام اور قنیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور نانا تو اسکا نفقہ ماں پر ہوگا اسواسطے کہ نانا ذوالارحام سے ہے لہذا ماں کو ترجیح ہوئی بخلاف پہلی صورت کے ولو لہ عم واب ام فعلی اب الام اور اگر محتاج کا چچا ہے اور نانا تو اسکا نفقہ نانا پر ہے بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہاں اعتبار نہیں اگرچہ وارث چچا ہے نہ نانا واستشکلہ فی البحر بقولہم لہ ام وعم فکارثہما اور بحر الرائق میں بتقاضائے اس قول کے مشکل جانا ہے کہ ایک محتاج کے ماں ہے اور چچا تو اسکا نفقہ دونوں پر بقدر انکے ارث کے ہے یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث چچا پر وجہ اشکال کی یہ ہے کہ وجوب نفقہ میں ماں مقدم تھی بسبب جزئیت کے پھر ارث کیسے اعتبار کرلیا گیا وجہ یہی قال ولو لہ ام وعم واب ام ہل یلزم الام فقط ام کالارث احتمالا کہا صاحب بحر نے کہ اگر ایک شخص کے ماں ہو اور چچا اور نانا تو آیا نفقہ فقط ماں ہی کو لازم ہوگا یا مانند ارث کے ہوگا یہاں دونوں کا احتمال ہے م شیخ رحمتی نے کہا کہ اس اشکال کا منشا صاحب قنیہ کا ہے صاحب بحر نے اسکی پیروی کی ہے اور حقیقت الحال یہ ہے کہ یہاں دو روایتیں ہیں ایک قوی اور دوسری ضعیف قوی یہ ہے کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہے اور ضعیف یہ ہے کہ ارث معتبر ہے صاحب قنیہ نے دونوں روایتوں کو مذکور کیا اور ایک کو دوسرے کا متناقض جانکر اشکال پیدا کیا حالانکہ ضعیف روایت ہرگز قوی سے معارضہ کے لائق نہیں تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جسکو صاحب بحر نے مشکل جانا ہے اور اس مسئلہ میں جسمیں صاحب بحر کو احتمال و تردد ہے بموجب روایت قوی کے یہ حکم ہے کہ ماں پر نفقہ واجب ہے نہ چچا پر واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا ویجب ایضا لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغۃ صحیحۃ اور یہی واجب ہے نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست بالغہ ہو م وجوب نفقہ کا سبب قرابت ہے ساتھ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہے لیکن محرم نہیں اور رضاعی بھائی بہن کا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ محرم ہیں لیکن قرابت نسبی نہیں محرم سے مراد وہ ہے کہ جسکے ساتھ نکاح نہ جائز ہو بجہت قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا اور محرم عورتیں خالہ عمہ بہن بھانجی بھتیجی داخل ہیں انکا نفقہ واجب ہے صغیر ہوں یا بالغہ تندرست ہوں یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہوں اور غیر منکوحہ اسواسطے کہ منکوحات کا نفقہ انکے ازواج پر فرض ہے وکان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج یا اس قریب محرم کا نفقہ واجب ہے جو مرد بالغ ہو لیکن کسب سے عاجز ہے بسبب مرض دائمی بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا اور فاتر العقل ہونا اور فالج ہونا زاد فی الملتقی والمختار او لا یحسن الکسب لخرقہ

او لكونه من ذوي البيوتات او طالب علم زیادہ کیا ہی ملتقی اور مختار مین یا بالغ بخوبی پیشہ نکرسکتا ہو بسبب خبط حماقت کے یا عمدہ خاندان ہو یا طالب علم ہو تو اسکا نفقہ بھی واجب ہی اور شرط وجوب نفقہ عمدہ خاندان اور طالب علم کی نفقہ ولکبیر من غیر سب مذکور ہو چکی فقيرا حال من المجموع بحيث تحل له الصدقة ولو له منزل و خادم على الصواب بدائع لفظ فقیر حال ہی جمیع محارم مذکورین سے یعنی صغیر و انثی اور مرد عاجز جبکہ ایسے محتاج ہوں کہ انکو صدقہ لینا حلال ہو تب انکا نفقہ واجب ہی اگرچہ انکا مکان میں مکان ہو رہنے کا اور خادم ہو خدمت کیواسطے بنابر قول درست کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ رہنے کا مکان اور خدمت کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہیں تو اسکا وجود بمنزلہ عدم کے ہی بقدر الارث بقوله تعالى وعلى الوارث مثل ذلك ولذا يجبر عليه محارم نسبیہ کا نفقہ واجب ہی بقدر ارث کے بدلیل قول حقتعالی کے کہ وارث پر ہی مثل اسکے یعنی جیسا نفقہ مورث پر واجب ہی تو مورث کے بعد وارثوں پر ویسا ہی نفقہ واجب ہی تو اس آیۃ شریفہ مین حکم مرتب ہوا وارثیت کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی علت ارث ہی تو بقدر ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مرجاتا مال چھوڑکر تو اسکا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اسکے کل مال کا وارث ہوتا تو اس فقیر کا کل نفقہ اس قریب پر واجب اور بعض کا وارث ہوتا تو اسی قدر اسپر نفقہ بھی واجب ہوگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہی ولذا اجبر کیا جاویگا قریب پر نفقہ رسانی مین یعنی اگر قریب نفقہ اپنے محرم کو نہ دیگا تو قاضی بردستی اسسے دلاویگا بسبب وجوب کے کذا فی المنح وحاشیۃ المدنی ثم فرع على اعتبار الارث بقوله فنفقة من اي فقير له اخوات متفرقات موسرات عليهن اخماسا پھر مصنف نے تفریع کی اعتبار ارث پر اپنے اس قول سے کہ نفقہ اس فقیر کا جسکی چند قسم کی مالدار بہنین ہین بحساب پانچ حصوں کے انپر واجب ہی یعنی اگر اسکی تین بہنین ہین ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری مادری تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر ہی اور ایک خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اسواسطے کہ ان بہنوں کے ارث بھی اسی حساب سے ہی یعنی اگر انکا بھائی مرتا تو اسکے نصف مال کی سگی بہن وارث ہوتی اور ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنابر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چھ سہام سے ہی لیکن چونکہ ایک سہم زیادہ ہوتا تھا لہذا اسکو پانچ حصوں کیطرف پھیرا ولذا اخوة متفرقين فسدسها على الاخ لام والباقي على الشقيق كارثه اور اگر اس فقیر کے چند قسم کے بھائی مالدار ہوں تو اسکے نفقہ کا ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہی اور باقی سگے بھائی پر مانند ارث اس فقیر کے یعنی اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مرجاتا تو اسکا مادری بھائی ششم حصہ اسکے مال کا پاتا اور باقی مال کو سگا بھائی بسبب عصبہ ہونیکے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہوتا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہین اور سگے اور مادری بھائی پر بقدر انکے ارث کے نفقہ واجب ہوا ولكن لو كان معهن او معهم ابن معسر لا يجعل كالميت بخلاف الورثة اور اسیطرح حکم سابق بحال رہیگا اگر متفرق بہنوں کے ساتھ یا متفرق بھائیوں کے ساتھ فقیر کا مفلس بیٹا ہو اسواسطے کہ وہ بسبب افلاس کے میت کے مانند قرار دیا جاویگا تاکہ بہنین یا بھائی اسکے وارث ٹھہرین اور بموجب ارث کے انپر نفقہ اسکا واجب ہو اور اگر اسکو زندہ قرار دیجیے تو بھائی اور بہنین اسکے ہوتے وارث نہونگی پھر نفقہ اس فقیر کا کسپر واجب ہو ولو كان مكانه بنت فنفقة الاب على الاشقاء فقط لارثهم اور اگر بجائے ولد کے بیٹی ہو فقیر کی تو اسکے باپ کا نفقہ سگے بھائی یا سگی بہنوں پر ہوگا فقط نہ کسی اور بھائی بہن پر اسواسطے کہ سگے بھائی بہن وارث ہوتے ہین میت بیٹی کیساتھ اسواسطے کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہی اور سوتیلی بہن سگی بہن کی جہت سے محجوب ہی اسواسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ ملکر عصبہ ہوجاتی ہی تو وارث بیٹی اور سگی بہن نصف نصف ہی لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے کالمیت ہی لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کی بیٹی اور بھائی متفرق ہوں تو مادری بھائی بیٹی کی جہت سے محجوب ہی اور سوتیلا بھائی سگی بہن کے سبب سے ساقط ہی لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا وعند التعدد يعتبر المعسرون احياء فيما يلزم الموسرين ثم يلزم منه الكل كذي اخوات متفرقات ولام والشقيقة موسرتان فالنفقة عليهما ارباعا اور جبکہ اشخاص مالدار اور مفلس ہوں تو مفلسوں کو زندہ اعتبار کیا جاوے مالداروں کے لزوم مین یعنی مفلسوں کا زندہ اعتبار کرنے کا یہ فائدہ ہی تاکہ ظاہر ہوجاوے کہ ہر مالدار پر کسقدر نفقہ لازم ہی پھر بعد دریافت قدر لزوم کے نفقہ اسکا فقط مالداروں ہی پر لازم ہوگا تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ماں اور متفرق بہنین ہین اور حالانکہ ماں اور سگی بہن کو مقدور ہی اور سوتیلی اور مادری بہن دونوں مفلس ہین تو نفقہ اسکا ماں اور سگی بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہوکر چہارم ماں پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک مرد ماں اور تین متفرق بہنین چھوڑکر مرگیا تو وارث اسکی یوں ہین کہ

ے پیسے تیسری [illegible] اور اسکا سگی بہن پر سگے بھائی کی [illegible] مسئلہ مین فقیر نفقہ فرض کیا ہے [illegible] متفرق بھائی مین

علاوہ اسکے سوتیلا بھائی سگی بہن کے سبب [illegible] بھی نہین ہو سکتا ۱۲

ماں کا چوتھا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور ماں جائی بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اسکی چھ سہم سے ہے ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی اور ماں جائی بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور ماں جائی بہنیں مفلس تھیں انکو بعد دریافت کر لینے سہم وارثین کے میت قرار دیا تو انکے دو سہم ساقط ہو گئے باقی رہے چار سہم لہذا یہ حکم ہوا کہ ایک ربع نفقہ واجب ہے اور سگی بہن پر تین ربع سو یہ مطلب ہے شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ مالداروں پر لازم ہوگا والمعتبر فیہ اے فی المحرم اھلیۃ الارث لا حقیقتہ اذ لا یتحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم میں ارث کی لیاقت ہے یعنی اسکا وارث ہوتا ہو محرم محض نہو نہ کہ حقیقت ارث معتبر اسواسطے کہ حقیقۃ ارث ثابت نہیں ہوتی مگر بعد موت کے فنفقۃ من لہ خال وابن عم علی الخال لانہ محرم سو نفقہ اس فقیر عاجز کا جسکا ایک ماموں ہے اور چچا کا بیٹا ماموں پر ہے اسواسطے کہ وہ محرم ہے بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہرچند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہے نہ ماموں لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہے نہ محض وراثت پر ولو استویا فی المحرمیۃ کعم وخال رجح الوارث للحال مالم یکن معسرا فیجعل کالمیت اور اگر دو شخص محرمیت میں برابر ہوں جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دیجاویگی وارث فی الحال کو یعنی چچا کو تاوقتیکہ وارث فی الحال مفلس نہو اور اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار میں ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا نہ علے چچا وفی القنیۃ یجبر الابعد اذا غاب الاقرب اور قنیہ میں ہے کہ محرم ابعد پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے میں جبکہ محرم اقرب حاضر نہو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہے اور دوسرا سوتیلا اور سگا بھائی کہیں چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی سے زبردستی نفقہ دلاویگا پھر جب سگا بھائی آوے تو جسقدر دیا ہے اتنا اس سے پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی عن القنیۃ وفی السراج معسر لہ زوجۃ ولزوجتہ اخ موسر اجبر اخوھا علی نفقتھا ویرجع بہ علی الزوج اذا ایسر انتھی اور سراج میں ہے کہ ایک مفلس کی زوجہ ہے اور اس کا ایک بھائی ہے مالدار تو جبر اس سے اسکی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اسکا زوج مقدور والا ہو تو اس سے پھیر لے انتھی کلامہ وفیہ النفقۃ انما ھی علی من رحمہ کامل ولذا قال القہستانی قولہم وابن العم فیہ تطویل لانہ لیس بمحرم والکلام فی ذی الرحم المحرم فافہم اور سراج میں یہی ہے کہ وجوب نفقہ کا تو اسی پر منحصر ہے جسکی قرابت کامل ہے یعنی قرابت با محرمیت اور اسیواسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول میں کہ نفقہ ماموں پر ہے نہ چچا کے بیٹے پر اسمیں اعتراض ہے اسواسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہیں اور یہاں گفتگو ہے قریب محرم کی ترجیح میں سو اسکو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہوا تو اسکو ماموں کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہیں ولا نفقۃ بواجبۃ مع الاختلاف دینا الا للزوجۃ والاصول والفروع علوا وسفلوا اور نفقہ واجب نہیں ساتھ اختلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی کے بھی واجب ہے عالی ہوں اصول چنانچہ باپ دادا پردادا یا سافل ہوں فروع چنانچہ بیٹا پوتا پرپوتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہیں اور نہ مسلم کا کافر پر اسواسطے کہ مدار وجوب نفقہ کا بعض قرابت کے وراثت پر ہے اور حالانکہ مسلم اور کافرین وراثت نہیں بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ میں وجوب نفقہ کی علت احتباس ہے اور اصول و فروع میں وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہے اور حالانکہ احتباس اور جزئیت میں بسبب اختلاف دین کے اختلال نہیں ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف دین مانع وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سنی کا نفقہ شیعی مالدار پر اور شیعی کا سنی مالدار پر شاید لازم ہوگا بشرطیکہ تفضیلیہ شیعہ ہو اور اگر غالی شیعہ ہو یعنی اصحاب کبار علی الخصوص شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ مرتد ہے اگر اسکا تبرا ثابت ہو تو حاکم اسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی الذمیین لا الحربیین ولو مستامنین ان اصول اور فروع کا نفقہ واجب ہے جو کافر ذمی ہیں نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہوں اور اصول اور فروع حربیوں کا نفقہ اسواسطے واجب نہیں کہ انکے ساتھ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہیں لانقطاع الارث اختلاف دین میں نفقہ واجب نہیں بسبب انقطاع ارث کے اور یہ تعلیل ہے نفقہ اختلاف دینی کی تو اسکا بلا فاصلہ ذکر کرنا یہیں مناسب تھا یعنی یوں کہنا تھا کہ لا نفقۃ مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی ویبیع الاب لانہ لہ ولایۃ التصرف لا الام ولا بقیۃ اقاربہ ولا القاضی اجماعا عرض ابنہ الکبیر الغائب لا الحاضر بیچے باپ بیٹے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اسکا مال نہ بیچیں باجماع امام اور صاحبین کے باپکو بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو ولایت ہے تصرف کی نہ غیر کو لا عقارہ فیبیع عقار صغیر ومجنون اتفاقا نہ بیچے اسکے عقار کو یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا ناجائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون کا عقار بیچے بالاتفاق للنفقۃ

ف غالی یعنی تبرا کرتا ہو ع جب کہ اختلاف دینی نفقہ کے مانع نہیں تو سبب نفقہ نہ ملنے کا انقطاع ارث ہے ۱۲

والزوجته والاطفاله كما فى النهر مختاباً بقدر حاجته لا فوقها ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اسکی اطفال کے نفقہ کیواسطے كذا فى البحر بیچنا اپنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ ہم شیخ رحمتی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو تینوں لفظوں میں یعنی باپ نے اپنے نفقہ اور اپنی زوجہ اور اپنے اطفال کے نفقہ کیواسطے اسکے مال منقول کو بیچ لے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا ہی کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اسکے اطفال کا نفقہ مالدار پر واجب ہی كذا فى حاشية المدنى ولا فى دين له علیٰ سواها لمخالفة دين النفقة لسائر الديون اور نہ بیچے باپ بیٹے ولد غائب کے مال کو اپنے دین میں جو اُسپر ہی سوا نفقہ کے بسبب مخالف ہونے دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی اور دیون میں بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہی بخلاف دین نفقہ کے کہ وہ واجب ہوچکا ہی قبل قضا کے سو قاضی کا ایسا حکم دینا واسطے بیع کے اعانت ہی واجب سابق کی نہ قضا علی الغائب كذا فى حاشية الحلبى عن البحر ضمن قضاءً لا ديانةً مُودَعُ الابن كمديونه لو انفق الوديعة على ابويه وزوجته واطفاله بغير امر المالك او قاضٍ ان كان وإلّا فلا ضمان استحسانا تاوان دیگا قضاءً نہ دیانةً امانت دار ولد کا چنانکہ اُسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد غائب کے ماں باپ زوجہ اور اطفال پر بدون حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہاں ہو اور اگر قاضی وہاں نہو گا اور امانتدار غائب کے عیال پر امانت کو صرف کریگا تو اُسپر تاوان نہیں بدلیل استحسان وجہ استحسان کی یہ ہی کہ اُسنے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد كما لا رجوع چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں بعد تاوان دینے کے اسواسطے کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا النفقہ مدفوعہ کا تو اب وہ محسن ٹھہرا اپنا مال مملوک دیکر كذا فى حاشية المدنى عن البحر وكما لو انحصر ارثه فى المدفوع اليه لانه وصل اليه عين حقه اور اسطرح پھیر لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اسی شخص میں جسکو اُسنے نفقہ دیا اسواسطے کہ اُسکو بعینہ اُسکا حق پہنچ گیا مثلاً زید نے کچھ امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مرگیا اور خالد نے وہ امانت زید کی ولد پر صرف کی اور حالانکہ سوا اُس ولد کے زید کا کوئی وارث نہیں تو اب خالد اُس امانت کو ولد سے نہیں پھیر سکتا والابوان لو انفقا ما عندهما للغائب من ماله على انفسهما وهو من جنس حق النفقة لا يضمنان لوجوب نفقة الولاد والزوجة قبل القضاء حتى لو ظفر بجنس حقه فله اخذه ولذا فرضت فى مال الغائب بخلاف بقية الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کریں غائب ولد کے اُس مال کو جو انکے پاس ہی اپنے اُوپر اور حالانکہ وہ مال از قسم نفقہ ہی یعنی اناج اور کپڑا ہی تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہیں پاجاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اُسکو لینا اُسکا جائز ہی بلا حکم قاضی اور بدون رضا غائب کے واسطے مال غائب میں اُنکا نفقہ مفروض ہی بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ اُنکو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدون حکم قاضی یا بلا رضا غائب کے ولو قال الابن انفقته وانت موسر وكذبه الاب حكم الحال يوم الخصومة فلو برهنا فبينة الابن خلاصه اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ لینے باپ کے اور اُسنے باپ سے کہا کہ تونے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اُسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنے اگر نزاع اور خصومت کے دن اُسکا باپ مقدور والا ہوگا تو قول ولد کا مقبول ہوگا اور اگر اُسدن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں اپنے دعویٰ کے گواہ گذرانینگے تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے كذا فى الخلاصة اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہیں نفی کے قضى بنفقة غير الزوجة زاد الزيلعى والصغير ومضت مدة شهر اى شهر فاكثر سقطت لحصول الاستغناء فيما مضى اور القضا سے حکم ہوگیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ میں یعنی اقارب کا نفقہ واجب ہی واسطے دفع حاجت کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نرہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہی ہم زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہی قاضی کے حکم سے نفقہ صغیر کا انتہی اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غفلت ہی ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان کرتے ہیں اسواسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے بالتصریح ثابت ہی کہ نفقہ قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اُس شرط سے دین ہوتا ہی جب قاضی صغیر کی ماکو نفقہ کیواسطے قرض لینے کا حکم کرے اور بدون اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا كذا فى حاشية المدنى ملخصا واما ما دون الشهر ونفقة الزوجة

والصغیر فتصیر دینا بالقضاء اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہوجاتا ہی قاضی کے حکم سے ایک مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے کم مدت قصیر ہی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے مین نفقہ کا حکم دیتا ہی تو باعتبار عادت قضات کے طول اور قصر مذکور ہوا باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول سابق مین مذکور ہوچکی اور یہی حق ہی واللہ اعلم الا ان تستدین بغیر الزوجۃ بامر قاض فلو لم تستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہی مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہوجاویگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلاً اوسکے صدقات سے اپنی گذران کی تو اوسکو رجوع کرنیکا اختیار نہو گا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کمثل فی الذخیرۃ لو اکل اطفالہ من مسائلۃ الناس فلا رجوع لہم بل فی ذخیرہ مین ہی کہ اگر غایب کے اطفال نے لوگون سے سوال کرکے کہایا بعد حکم استدانت کے تو انکو پھیر لینا نفقہ کا انکے باپ سے جایز نہین اسواسطے کہ حاجت دفع ہوگئی ولو اعطوا شیئا واستدانت شیئا فالنفقۃ من مالہا رجعت بما زاد اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ نفقہ اسکی ماں نے لیا قرض بحکم قاضی یا اپنے مال سے انپر خرچ کیا تو انکے باپ سے پھیر لے جسقدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ وینبغی منعاعہ فی البحر للمبسوط لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا اثر لانفاقہ مما استدانتہ حتی لو استدانت وانفق من غیرہ دون ما استدانتہ لم یسقط ایضا انتہی نفقہ محارم کا اوسوقت دین ہوتا ہی جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اوسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق مین اس شرط اتفاق کو مبسوط کیطرف منسوب کیا ہی لیکن نہر الفائق مین اس شرط مین گفتگو کی ہی کہ مال مقروض سے صرف کرنیکا کچھ اثر نہین یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور غیر قرض سے صرف کرے اور اوسکو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہو گا انتہی کلامہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہین کہ وہ محرم کا مال ہی یا کسی اجنبی کا اگر اوسیکا مملوک ہی تو نفقہ ساقط ہوا بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہی تو اوسی کا نام قرض ہی تو قرض سے صرف کرنا اوسپر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا محض بیجا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فلو مات الاب او من علیہ النفقۃ بعدہا ای الاستدانۃ المذکورۃ فہی ای النفقۃ دین ثابت فی ترکتہ فی الصحیح بحر ثم نقل عن البزازیۃ تصحیح ما یخالفہ ونقل المصنف عن الخلاصۃ قائلا ولو لم ترجع حتی مات لم تاخذہا من ترکتہ ہو الصحیح انتہی ملخصا فلیتامل سو اگر باپ مرجاوے یا وہ شخص مرجاوے جسپر نفقہ دینا واجب ہی بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال مین بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرہ پھر صاحب بحر نے اسکے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار مین خلاصہ سے نقل کیا یون بیان کرکے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اوسکو اوسکے باپ سے نہ پھیر لیا یہانتک کہ اوسکا باپ مرگیا تو باپ کے مال متروکہ سے نہ لے سکیگی یہی قول صحیح ہی انتہی قول المصنف ملخصا تو اس مقام مین تامل کرنا چاہیے رحم حلبی نے کہا کہ یہ امر تامل کرنیکا مفتی کیواسطے ہی یعنی جب دو قولون مین تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تامل کرے جسمین آسانی خلق پر ہو اوس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب مین اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہی وفی البدائع الممتنع عن نفقۃ القریب یضرب لا یحبس لفواتہا بمضی الزمن فیستدرک بالضرب وقیدہ فی البحر بما فوق الشہر لعدم سقوط ما دونہ کما مر اور بدایع مین ہی کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ نہ دے تو اوسپر مار پڑیگی اور قید نہو گا بسبب ساقط ہوجانے نفقہ کے مدت گذرجانے سے تو اسکا تدارک مار سے ہی اور بحر الرائق مین بنا بر جسکے نہ ہونے بدایت کے عدم حبس کو مقید کیا ہی بقید ما فوق الشہر اسواسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہین ہوتا چنانچہ اسکا بیان عنقریب ہوچکا اور عدم حبس سے یہ مراد نہین کہ حبس اوسکا مطلقا جائز نہین بلکہ مراد یہ ہی کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہین اسواسطے کہ فصل حبس مین اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہی اگر وہ اپنے قریب کو نفقہ دینے سے باز رہا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح الامر بالاستدانۃ لترجع علیہ بعد بلوغہ اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہین تاکہ ماں قرض لے کر اوسکو کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اوس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اوس شہر مین نہو دوسری صورت یہ ہی کہ جسپر صغیر کا نفقہ واجب ہی وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقۃ بانواعہا لمملوکہ منفعتہ وان لم یملکہ رقبتہ کموصی بخدمتہ اور واجب ہی تینون قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اوسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کے

واسطے دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اُسکا کھانا کپڑا واجب ہی ہم لونڈی غلام کا کھانا اور کپڑا بقدر حاجت بطور غالب عادت اُس شہر کے واجب ہی یعنی اُس شہر کی اکثر خلق جیسا کچھ کھاتے اور پہنتے ہوں ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہی اور تھوڑا کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہیں اور اگر مالک عمدہ کھانا کھاتا ہو اور نفیس عمدہ پوشاک پہنتا ہو تو اُسپر واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ یہ مستحب ہی اور اگر مالک بسبب بخل یا زہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور لباس میں بنسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کے لیے غالب عادت شہر کی رعایت رکھنا چاہیے بنابر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہوں تو اُنکو کھانے کپڑے میں برابر رکھنا مستحب ہی اور اگر غلام یا لونڈی کھانا پکا کر لاوے تو انسانیت اور ایمان کے مناسب ہی کہ اُسکو ساتھ کھلاوے پھر اگر وہ بنابر ادب کے نہ بیٹھے اور ساتھ نکھاوے تو مالک کو لائق ہی کہ اُس طعام سے اُسکو بھی کچھ کھانے کو دیوے اور پاس بٹھلانا غلام کا افضل ہی کہ دلیل ہی تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوہاج اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف میں ہو تو اُسکی امتیاز چاہیے کھانے اور کپڑے میں بنابر عرف کے کذا فی العالمگیریۃ عن غایۃ السراجی اور صحیحین میں ابوذر غفاری سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بھائی ہیں یعنی بنی آدم ہیں حقتعالی نے اُنکو تمہارا زیردست کیا ہی سو جسکے پاس اُسکا بھائی زیردست ہو تو اُسکو کھلاوے جیسے آپ کھاتا ہی اور پہناوے جیسے آپ پہنتا ہی اور نہ ایسا تکلیف کا کام لو جو اُنپر شاق اور سخت ہو اور اگر سخت کام لو تو آپ بھی اُنکے مددگار ہو یعنی کام میں شریک ہو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غلام کا کھلانا اور پہنانا اپنے برابر واجب ہی بلکہ مستحب ہی اسواسطے کہ طحاوی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامہ وکسوتہ یعنی غلام کا کھانا کپڑا واجب ہی اسمیں یہ نہیں فرمایا کہ مالک پر اپنا سا طعام اور لباس لازم ہی بلکہ حدیث صحیحین کا یہ مطلب ہی کہ اپنے ماکول اور ملبوس کی جنس سے اُنکو بھی دو مثلاً اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی پہناوے اگرچہ خود ململ یا تنزیب پہنے اور غلام کو گاڑھا یا گزی پہناوے اور صحابہ کبار سے ہرگز منقول نہیں کہ غلاموں کو اپنا سا پہناتے ہوں مگر بعضے اصحاب بہ نظر استحباب برابر رکھتے تھے کذا فی فتح القدیر وحاشیۃ المدنی وفی القنیۃ نفقۃ المبیع علی البائع ما دام فی یدہ ہو الصحیح واستشکلہ فی البحر بانہ لا ملک للبائع رقبۃ ولا منفعۃ فینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ میں ہی کہ نفقہ غلام یا جانور مبیع کا بائع پر ہی جبتک کہ وہ اُسکے ہاتھ میں ہی اور یہی قول صحیح ہی اور مشکل جانا ہی اس قول کو بحر الرائق میں اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچھ ملکیت نہیں نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت لینے کے تو لائق یہ ہی کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعضے علما نے اس اشکال کو یوں جواب دیا ہی کہ جبتک مبیع بائع کے پاس ہی تو اُسکے ضمان میں ہی تو اُسپر نفقہ بھی واجب ہی جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہی حالانکہ غاصب اُسکا مالک نہیں نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع ففی کسبہ ان قدر بان کان صحیحا ولو غیر عارف بصناعۃ فیؤجر نفسہ کمعین البناء بحر پھر اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دے تو اُسکا نفقہ اُسکی کمائی میں ہی اگر وہ قادر ہو اسطرح پر کہ تندرست ہو اور اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نہ جانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے معمار کا مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارہ دینا ہر تندرست سے ہو سکتا ہی عاقل ہو یا احمق والا ککونہ زمنا او جاریۃ لا یؤجر مثلہا امرہ القاضی ببیعہ وقالا یبیعہ القاضی بہ یفتی اور اگر غلام مزدوری نکر سکتا ہو چنانچہ لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری نکر سکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اُسکی مزدوری میں فساد کا احتمال ہو تو قاضی اُسکے مالک پر بجبر حکم کرے اسکے بیچ ڈالنے کا اور صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اُسکو بیچ ڈالے مالک سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اور اسی پر فتوی ہی ان محلا لہ والا کمدبر وام ولد الزم بالانفاق لا غیر غلام مذکور کو بیچے اگر وہ محل ہو بیع کا یعنی اگر اُسکا بیچنا جائز ہی اور اگر اُسکا بیچنا نہ جائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اُسکے مالک پر اُسکا نفقہ قاضی لازم کر دے یہ حکومت اسکے سوا اور کچھ نکرے عبد لا ینفق علیہ مولاہ اکل او اخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ بلا رضاہ ان عاجزا عن الکسب او لم یاذن لہ فیہ ایک غلام ہی کہ اُسکا مالک اُسکو نفقہ نہیں دیتا تو اُس نے کھایا یا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون اُسکی رضامندی کے تو اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اُسکا مالک کسب کی اجازت نہ دیتا ہو تو اُسکو کھانا اور لینا جائز ہی والا لا کما لو منع علیہ مولاہ لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر مجتبی اور اگر غلام کسب پر قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہو تو بدون رضامندی مولی کے غلام کو اُسکا مال کھانا اور لینا جائز نہیں چنانچہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنی بقدر حاجت کھانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اُسکا مال بدون اُسکی رضامندی کے

ف
اگرچہ نسخہ میں نفقہ
ہے نہیں شاید
ترجمہ اوس کے بعد
نسخہ ملا ہو جس میں
ہو ود سا اور نسخہ
یہ لفظ زائد
معلوم ہوتا ہے ۱۲

کھانے بلکہ کمائی کرے اگر اُسکو طاقت ہو کذا فی المجتبی وفیہ تنازعا فی عبدٍ او دابۃ فی ایدیھما یجبران علی نفقتہما اور مجتبی میں ہے کہ دو شخصوں نے جھگڑا کیا غلام یا جانور میں جو اُن دونوں کے قبضے میں ہے تو اُنپر جبر کیا جاویگا اُسکے نفقہ میں یعنی دونوں سے زبردستی اُسکا قوت دلایا جاویگا تا وقتیکہ ایک کا دعویٰ ثابت ہو نفقۃ العبد المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے یہانتک کہ اُسکے مالک کے پاس اُسکو پہونچاوے فان طلب الغاصب من القاضی الامر بالنفقۃ او البیع لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ ولکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ سو اگر طلب کرے غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت میں قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت مانگے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے اسواسطے کہ غاصب پر تاوان ہر صورت ثابت ہے خواہ غلام زندہ رہے یا مرے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اُسکو قاضی بیچڈالے نہ غاصب اور اُسکی قیمت کو قاضی اُسکے مالک کیواسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اُسکو دے طلب المودع او آخذ الآبق او احد شریکی عبدٍ غاب احدھما من القاضی الامر بالنفقۃ علی عبد الودیعۃ ونحوھا لا یجیبہ لئلا تأکلہ النفقۃ بل یؤجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ ثمنہ لمولاہ دفعًا للضرر طلب کیا امانت دار نے یا بھاگے غلام کے پکڑنے والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت میں طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا حکم امانت کے غلام کے نفقہ کیواسطے اور مانند اُسکے یعنی غلام گریختہ یا مشترک کے نفقہ کے واسطے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی ان غلاموں کے نفقات کیواسطے نہ دے تاکہ نفقہ نہ اُسکو کھاجاوے یعنی کثرت قرض سے غلام کی قیمت نہ اُس میں مجرا ہوجاوے بلکہ قاضی اُس غلام کو اجارہ دے اور اُسکی مزدوری سے اُسکو کھلاوے یا اُسکو بیچڈالے اور اُسکی قیمت کو اُسکے مولیٰ کیواسطے رکھ چھوڑے تاکہ مولیٰ کا ضرر نہو اجارہ غلام گریختہ کا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی تو شارح پر اسکا آگاہ کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیۃ المدنی والنفقۃ علی الآجر والراہن والمستعیر وما کسوتہ فعلی المعیر وتسقط بعتقہ ولو زمنًا او مملوکًا لبطلان ملکہ اور نفقہ غلام کا اجارہ دینے والے پر ہے نہ مستاجر پر اور گرو رکھنے والے پر ہے نہ مرتہن پر اور عاریت مانگنے والے پر ہے نہ عاریت دینے والے پر اور لباس عاریت دینے والے پر واجب ہے اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کا اُسکے آزاد کر دینے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور ایسے عاجز کا نفقہ مسلمین کے بیت المال میں لازم ہے کذا فی الخلاصہ اور اسیطرح شیخ کبیر اور مریض بیمار کا نفقہ بیت المال میں ہے اگر اسکے پاس مال نہو اور کوئی قرابت دار نہو کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات دابۃ مشترکۃ بین اثنین امتنع احدھما من الانفاق اجبرہ القاضی لئلا یتضرر شریکہ جوہرۃ جانور چارپایہ مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مالک اُسپر کچھ صرف نہیں کرتا تو قاضی اُسپر زبردستی کرے اور اُس سے بھی صرف کراوے تاکہ اُسکے شریک کو ضرر نہ پہونچے کذا فی الجوہرہ وفیہا ویؤمر اما بالبیع واما بالانفاق علی بہائمہ دیانۃ لا قضاء علی ظاہر المذہب للنہی عن تعذیب الحیوان واضاعۃ المال اور جوہرہ میں ہے کہ جانوروں کے مالک سے کہا جاوے کہ یا انکو بیچڈالے یا چوپایوں کو چارہ پانی دے یہ امر دیانۃ کیا جاوے یعنی اگر کوئی فتویٰ پوچھے تو فتویٰ دے بطریق بالمعروف اور یہی حکم کے نہ قضاء یعنی بحکومت جبر نکرے بنابر ظاہر مذہب کے ہدایہ میں کہا کہ عدم جبر اصح ہے الفاظ کا امر اسواسطے کہ حدیث شریف میں نہی وارد ہے جاندار کی تکلیف رسانی سے اور مال ضائع کرنے سے اور حیوان کے نفقہ نہ دینے میں دونوں ممنوع کام مجتمع ہیں تعذیب بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمۃ الثلٰثۃ اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ جانور کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور یہی قول ترجیح دی ہے طحاوی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہ اگرچہ یہاں کوئی مدعی نہیں لیکن مالک کے ترک واجب میں تامل نہیں تو قاضی ترک واجب ہی پر جبر کرے اور یہی قول ہے اماموں کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی حق ہے کذا فی فتح القدیر ولا یجبر فی غیر الحیوان وان کرہ تضییع المال ما لم یکن لہ شریک کما مرّ اور نہ جبر کیا جاوے سوا جاندار کے اور مال پر صرف کرنیکا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ کی مرمت میں اگرچہ مکروہ ہے مال کا ضائع کرنا جبتک کہ اُسکا دوسرا شریک نہو اور اگر اُسکا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان میں بھی جبر ہوگا چنانچہ مضرت شریک کا مسئلہ مذکور ہوچکا قلت وفی الجوہرۃ فان کان العبد مشترکًا فامتنع احدھما انفق الثانی ورجع علیہ ونقل المصنف تبعًا للبحر عن الخلاصۃ انفق الشریک علی العبد فی غیبۃ شریکہ بلا اذن الشریک او القاضی فہو متطوع وکذا النخل والزرع والودیعۃ واللقطۃ والدار المشترکۃ اذا استہدمت شارح کہتا ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصوں میں اور ایک شریک اُسکو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اُسکو نفقہ دے اور اپنے شریک

سے بقدر اُسکے حصے کے پھیرے برابر ہی کہ اُسکو قاضی نے صرف کرنیکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور مصنف نے منح الغفار مین باتباع بحرالرائق کے تلاش سے نقل کیا ہی کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت مین بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اُسنے احسان کیا یعنی شریک غائب بقدر اُسکے حصے کے پھیر نہین لے سکتا اور یہی حکم ہی گلستان اور کھیت اور ودیعۃ اور لقطہ اور مشترک گھر کا جبکہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزون مین صرف کرنیوالا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو اُنکے مالک یا شریک سے پھیر نہین سکتا ملتقط مین لکھا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت مین یہ فرق ہی کہ جوہرہ کی روایت مین شریک وہان حاضر ہی اور غلام مشترک پر صرف نہین کرتا ہی بسبب شرارت اور سرکشی کے تو اُس سے پھیر لینیکا اور ہی حق اور خلاصہ کی روایت کہ وہان شریک حاضر نہین ہی اسلیے اُسکی سرکشی ثابت نہین تو پھیر لینا بھی لازم نہین تو معلوم ہوا کہ دونون روایتون مین تناقض نہین واللہ اعلم جوہرہ مین ہی کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اُسکا دودھ نہایت نچوڑ کر دوھنا مکروہ ہی اور اگر دودھ کی کثرت ہو تو دوھنا بھی مکروہ ہی کہ تکلیف کا سبب ہی اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جو اُسکے پینے سے زیادہ بچے تو اُسکو دوھے جبتک کہ بچہ چارہ نہ کھاتا ہو اور مستحب ہی کہ دوھنے والا اپنے ناخن بہت نہ رکھے تاکہ جانور کو تکلیف نہو اور اسیطرح سواری اور لادنے کا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے اور نہ زیادہ منزل کرے کذا فی العالمگیریہ

کتاب العتق

کتاب العتق

یہ کتاب ہی آزادی کے احکام مین کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے مذکور کیا کہ دونون مشترک ہین رفع قید مین یعنی طلاق عبارت ہی رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہی رفع قید مملوکیت سے اہل تاریخ نے ذکر کیا ہی کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ غلام آزاد کیے اور حجۃ الوداع مین تریسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کیے اور تریسٹھ ہی برس عمر مین تھی اور صدیق اکبر نے بھی اتنا ہی جیسے اور تریسٹھ ہی غلام آزاد کیے اور عبد الرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کیے کذا فی حاشیۃ المدنی مُیِّزَتِ الاِسقاطاتُ باسماءٍ اختصاراً فاسقاط الحق عن القصاصِ عفوٌ وعما فی الذمۃ ابراءٌ وعن البضعِ طلاقٌ وعن الرق عتقٌ حقوق کے اسقاط شرع مین جُدے جُدے اسما ممتاز اور جدا جدا کیے گیے ہین غرض اختصار ہے تاکہ بولنے مین زیادہ کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہی اور اسقاط دین کا نام ابرا ہی اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہی اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہی مناسب یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ عن الرق اعتاقٌ اسواسطے کہ عتق لازم ہی اور اعتاق متعدی ہی تو عتق سقوط حق ملک ہی اور اعتاق اسقاط حق ہی وعنون بہ لا بالاعتاق لیعمّ نحو استیلادٍ وملکِ قریبٍ اور مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا مانند احکام استیلاد اور ملک قریب کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہی نہ اعتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہی ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب مین وقوع عتق ہی نہ ایقاع عتق اور یہ تصریح شارح کی مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان اسقاط ملک مولی کو عتق بولا ہی اور اسقاط مولی کا فعل ہی اور اسی کا نام اعتاق ہی اور کنز اور ملتقی الابحر مین کتاب الاعتاق کر تعبیر کیا ہی نظر بجانب احکام ہو لغۃً الخروجُ عن المملوکیۃ من باب ضرب ومصدرہ عِتقٌ وعَتاقٌ عتق لغت عرب مین مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہین کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسیطرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر ہین ہر چند لغت عرب مین عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور قدم اور قوت کے بھی آیا ہی لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی مین مناسبت ضرور ہی لہذا شارح نے یہان فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہی بلکہ درحقیقت اتحاد ہی بخلاف اور معانی کے کہ اُنمین ایسی مناسبت صریح نہین اور جبکہ غلام آزاد ہوا تو اُسکو عتیق اور معتق اور محرر بولتے ہین وشرعاً عبارۃٌ عن اسقاطِ المولی حقہ عن مملوکہ بوجہٍ مخصوصٍ یصیر المملوک بہ ای بالاسقاطِ من الاحرار اور اصطلاح شرع مین عتق عبارت ہی اسقاط حق ملکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کرے کہ اُسکا مملوک اس اسقاط کے سبب سے احرار مین داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے غلام نہ باقی رہے تو تدبیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل ادا بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گیی مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے یہ سب ساقط ہو جاتے ہین اور وجہ مخصوص سے مراد صریح لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃ بہ نیت عتق مملوک کو اپنا قریب بنانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اُسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہو گا چنانچہ مزید تصریح ان وجوہ کی مسائل سے معلوم ہو گی ورکنہ اللفظ الدال علیہ اوما یقومُ مقامہ کملکِ قریبٍ ودخولِ حربیٍ اشتری مسلماً دار الحربِ اور رکن عتق کا

وہ لفظ ہی جو اوسپر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اسکے جیسے قریب کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دارالاسلام مین یا مان پھر غلام مسلمان خرید کرکے دارالحرب مین لیجانا تو بمجرد داخل ہونے دارالحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاویگا برابر آزاد کرنے کے نزدیک امام کے اور اسیطرح اگر حربی غلام مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آویگا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر حربی غلام دارالحرب مین مسلمان ہوگا تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن المنح وصفتہ واجبٌ لکفارۃٍ ومباحٌ بلا نیۃٍ لانہ لیس بعبادۃٍ حتی صح من الکافر ومندوبٌ لوجہ اللہ تعالی لحدیث عتق الاعضاء اور صفت عتق کا یہ ہی کہ وہ واجب ہی اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب تو وہ ہی جو کفارہ قتل اور ظہار اور افطار اور قسم مین آزاد کرے اور عتق مباح وہ ہی جو بلا نیت ہو عتق مین نیت شرط نہین اسواسطے کہ وہ عبادت نہین یہان تک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہی اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہین ہان اگر مسلمان واسطے رضا حق تعالی کے آزاد کریگا تو اسوقت عتق البتہ عبادت ہو جاویگا اور عتق مستحب وہ ہی جو حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے ہو بموجب اوس حدیث کے جسمین عتق اعضا کا ذکر ہی وہ صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کریگا تو حق تعالی اسکے ہر عضو کے عوض مین آزاد کریگا اسکا ہر عضو دوزخ سے آزاد کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وھل یحصل ذلک بتدبیرٍ وشراء قریبٍ الظاھر نعم اور کیا یہ ثواب بھی عتق اعضا مدبر کرنے مین اور اپنے قریب کے مول لینے مین حاصل ہوگا یا نہین ظاہر جواب یہ ہی کہ ہان انمین بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہی اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہی اعتاق اگرچہ بعد موت مالک کے ہی اور شراء قریب مین دوہرا ثواب ہی ایک اعتاق کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ومکروہٌ لفاسقٍ اور عتق مکروہ وہ ہی جو کسی آدمی کی غلام سے ہو مگروہ اسواسطے ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہوگیا اور بحرالرائق مین بروایت محیط اسکو مباح مین شمار کیا ہی تو ظاہر الکراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وحرامٌ بل کفرٌ للشیطانِ اور عتق حرام وہ ہی جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہی یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہی اور اگر تعظیم منظور ہو تو صاف کفر ہی بہر صورت شیطانی کام ہی اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دارالحرب مین چلا جاویگا یا مرتد ہو جاویگا یا چوری یا قطاع الطریقی کریگا تو اسکا بھی آزاد کرنا حرام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح من حرٍ مکلفٍ ولو سکران او مکرھًا او مخطئًا او مریضًا او لا یعلم بانہ ملوکہ کقول الغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدی ھذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہی آزاد کرنا حر مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو یا سہو سے یا کہ مولی چوک گیا ہو اسطرحپر کہ مثلاً اسکے غلام کا نام صالح تھا سو اسنے چاہا کہ یون پکار کر یا صالح سو اسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی وآزاد دیا اگرچہ مولی بیمار ہو بمرض الموت یا وہ نجانتا ہو کہ یہ میرا غلام ہی چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر دو اور اشارہ کیا مبیع کیطرف مشتری نے یا مغصوب کیطرف غاصب نے تو وہ آزاد ہو جاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کیطرف اشارہ کرکے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر سو مالک نے نادانستہ اسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام مالک کا آزاد ہو جاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع کیطرف اشارہ کرکے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کرا ور حالانکہ مشتری کو یہ معلوم نہین کہ یہ میرا غلام ہی سو بائع نے اسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام آزاد ہوگا مشتری کی جانب سے اور مشتری اسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت دینا اسکو لازم ہوگا کذا فی المنح عن الکشف الکبیر مستی اور اکراہ اور خطا اور نادانستگی مانع عتق کی نہین اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہی کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ قصد اور دانستگی اسمین ضرور نہین چنانچہ اسکی تصریح کتاب النکاح اور کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی لا من صبیٍ ومدھوشٍ ومعتوہٍ ومبرسمٍ ومغمی علیہ ومجنونٍ ونائمٍ کما لا یصح طلاقھم صحیح نہین آزاد کرنا صغیر کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل بجا نہی ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور مجنون کا اور سونیوالے کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہین ولو اسندہ لحالۃٍ مما ذکر او قال وانا حربیٌ فی دار الحرب وقد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یون کہا کہ مین نے غلام کو بچپن یا جنون یا بیہوشی مین آزاد کیا تھا یا یون کہا کہ جب مین نے آزاد کیا تھا تو مین حربی تھا دارالحرب مین اور یہ حال لوگون کو معلوم بھی ہو تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتبٍ وخرج عتق الحمل اذا ولدت لستۃ اشھرٍ او اکثر لا اقل منہ صحیح ہی عتق حر مکلف کا اپنی ملک مین اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جب کہ لونڈی پورے

چھ مہینے یا زیادہ مین جنی اور اگر چھ مہینے سے کمتر مین جنی تو عتق صحیح ہی یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے سے کمتر مین جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ مین موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور اگر چھ مہینے یا زیادہ مین پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا مشکوک ہو یا نہو تو شک سے ملکیت نہ ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہوگا اسواسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح نہین ولو باضافته الیه کان ملکتك ای سبب کان اشتریتك فانت حر عتق مالک کا صحیح ہی اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو کے غلام کو کہا کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہی پھر اسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا یا بسبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یون کہا عمرو کے غلام سے کہ اگر مین تجھکو خرید کرون تو تو آزاد ہی تو بعد خریدنے کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہ کہ عتق صحیح نہین مگر ملک سے یا تعلیق بملک سے یا تعلیق بسبب ملک سے بخلاف فان مات مورثی فانت حر لا یعتق لان الموت لیس سببا للملك بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مرجائیگا تو تو آزاد ہی تو یہ عتق صحیح نہین اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہین ہوسکتا کہ جائز ہی کہ موت مورث کی وارث کے قتل کرنے سے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے وارث کو وراثت نہین پہونچتی یا احتمال ہی کہ مورث کی موت کے وقت وارث مرتد ہوجاوے یا کہ وہ غلام مورث کے قبل از موت اسکے ملک سے نکل جاوے ہان اگر یون کہے کہ اگر مین تجکو وراثت مین پاؤن تو تو آزاد ہی تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ ارث ملک کا سبب ہی و من لطائف التعلیق قوله لامته ان مات والدی فانت حرة فباعها ابیها ثم نکحها فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظهیریه وکانه لان الملك ثبت مقارنا لهما بالموت فتامل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مولی کا یہ قول ہی اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرے تو تو آزاد ہی پھر اس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر اُس سے نکاح کیا پھر یون تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرے تو تجکو دو بار طلاق ہی پھر اسکا باپ مرگیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظهیریہ اور شاید کہ طلاق اور عتق اسواسطے واقع نہونگے کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپ کے مرتے ہی ملک اور طلاق اور عتاق معاً پائی گئی اسواسطے کہ وارث نہین ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینون دفعۃً پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور عتاق کی شرطون پر نہ ثابت ہوا تو بوجہ مالک ہونے کے نکاح لونڈی کا فسخ ہوگیا تو طلاق کیواسطے محل وقوع نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہی نہ مملوکہ اور عتق نہین ہوتا مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہان ملک اور عتق مین تقدم نہین بلکہ اقتران ہی اور چونکہ یہ تعلیق دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اسمین تامل اور غور کر ویعتق بصریحه بلا نیة عتق صحیح ہی صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ ہی جو لغت اور شرع مین مستعمل ہوتا ہو مگر عتق مین تو لفظ صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہی اسواسطے کہ نیت اسوقت مشروط ہی جب مراد متکلم مین اشتباہ ہو اور صریح مین تو اشتباہ نہین لہذا نیت کی بھی حاجت نہین کذا فی منح الغفار سواء ذکرہ صفة کانت حر تو برابر ہی کہ عتق صریح کو بصیغہ وصف لاوے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہی جو ذات اور مصدر پر دلالت کرے چنانچہ یون کہے کہ تو حر ہی لفظ حر کا وصف ہی اسواسطے کہ حر اُس ذات کو کہتے ہین جسمین حریت پائی جاوے او عتیق یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق ہی یعنی معتق ہی او مصدر چنانچہ لفظ عتق کا مصدر ہی کہ اُسمین ذات کے معنی نہین لیکن مصدر بمعنی وصف مستعمل ہی چنانچہ زید عدل یعنی عادل مشہور ہی او عتیق او معتق او محرر یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہی یعنی آزاد کیا ہوا ولو ذکر الخبر فقط کان کنایة و اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر ڈالے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہونگے یعنی انت حر نکہے بلکہ یون کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اسوقت مین عتق صریح نہونگے بلکہ کنایہ ہونگے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی کہ اگر کسی نے کہا حر پھر کسی نے اُس سے پوچھا کہ تو نے کسکو حر کہا سو اُس نے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبر نحو حررتك او اعتقتك و اعتقك الله فی الاصح ظهیریة یا عتق صریح کو بصیغہ خبر لاوے اگرچہ جملہ خبریہ یہان فی الحقیقت بمعنی انشا ہی چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجکو محرر کیا یا معتق کیا یا خدا نے تجکو آزاد کیا اعتقک اللہ قول اصح مین عتق صریح ہی نیت کا محتاج نہین کذا فی الظهیریہ اسواسطے کہ یہ لفظ عرف مین مستعمل نہین مگر انشاء عتق مین جیسے مدیون سے ابراك اللہ کہنا ابرا کیواسطے مستعمل ہی کذا فی حاشیة المدنی او هذا مولای او نادی نحو یا مولای او یا مولاتی یا غلام کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا مولی ہی یا غلام کو کہا

ف

کنایہ کی تعریف میں حصر [illegible] ایسے ہی سمجھ میں [illegible] صریح مشترک کنایہ عتق

ان الفاظ کو کنایہ میں جو کہا [illegible]

ف

پکارا کہ یا مولائے یا لونڈی کو یوں پکارا کہ یا مولاتی تو معنی کا لفظ مشترک ہے معانی کثیرہ میں چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہیں منجملہ ناصر اور ابن عم اور مالک اور
آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہیں ہوتے سوائے آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی المنح عن الولوالجیۃ بخلاف
انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو اس سے عتق نہیں ہوتا قول اصح میں اسواسطے کہ یہ کلمہ تلطف اور مہربانی
کا ہے یہ عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حرۃ من العمل صُدِّق غلام کو یوں پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا کہ میں نے اس قول سے کذب کا ارادہ
کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاء اسواسطے کہ ظاہر لفظ کے مخالف ہے الا اذا سماہ بہ واشہد عند تسمیتہ
خانیہ فلا یعتق مالم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہے مگر جبکہ مالک اپنے غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور نام رکھنے کے وقت لوگوں کو اسکا شاہد بھی
کرے کذا فی الخانیہ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہوگا جبتک کہ حریت یا عتق کا ارادہ نکریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی حکم ہے یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہوا اور لوگ اسکے گواہ ہوں
ہوں تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جبتک طلاق کا ارادہ نکریگا ثم بعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ بمرادفہ بالعجمیۃ کیا آزاد او عکس بان سماہ
بآزاد وناداہ بالعربیۃ بیا حر عتق لعدم العلمیۃ پھر غلام کو مسمی بحر کرنیکے بعد جب اسکو زبان عجمی میں لفظ مترادف سے پکاریگا چنانچہ یا آزاد یا بالعکس کرے یعنی اسکا آزاد نام رکھے
اور زبان عربی میں اسکو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت میں اسکا حر نام ہے نہ آزاد اور دوسری صورت میں اسکا آزاد نام
ہے نہ حر وکذا راسک حر ووجہک حر ونحوھا مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اور اسیطرح غلام آزاد ہوگا یوں کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیرا چہرہ
آزاد ہے اور مانند ان اعضا کے جنسے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ ذکر ان اعضا کا کتاب الطلاق میں گذر گیا ولو اضافہ لجزء شائع کثلثہ عتق ذلک القدر وتجزیئہ
عند الامام کما سیجئ اور اگر عتق کو جزء شائع کیطرف مضاف کیا مثلا یوں کہا کہ ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اسیقدر آزاد ہوگا جتنا مولی نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا تو ثلث
آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا بسبب متجزی ہونے عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ومن الصریح قولہ لعبدہ انت حرۃ ولامتہ
انت حر خانیہ اور عتق صریح کی قسم سے یوں کہنا ہے مولی کا اپنے غلام سے کہ تو حرہ ہے یا اپنی لونڈی سے کہ تو حر ہے اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے مقاموں میں
اعراب تذکیر اور تانیث کا اعتبار نہیں ومنہ وھبتک وبعتک نفسک فیعتق مطلقا ولو زاد بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یوں کہنا
مولی کا اپنے غلام سے کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی یا میں نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے غلام آزاد ہوجاویگا ہر طرح اس سے ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا نکرے
اگرچہ اسنے عتق کی نیت نکی ہو اور اگر مولی نے یوں زیادہ کرکے کہا کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی دس درم کے عوض یا بیع کی پانچ درم کے عوض مثلا تو غلام کا آزاد ہونا اسکے
قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر میں ملحق بصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری میں حاوی قدسی سے بھی یہی امر منقول ہے اور شارح نے اسکو
صریح میں داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہے کہ یہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو یہ عبارت تھی ویلحق بالصریح
قولہ لعبدہ وہبتک نفسک وبعتک نفسک الی آخرہ واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک وعتقک علی فتعتق بلا نیۃ ولو زاد واجب لم یعتق
لجواز وجوبہ لکفارۃ ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہے مصدر چنانچہ یوں کہنا کہ عتاق تجھپر واقع ہے یا تیرا عتق مجھپر ثابت ہے اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یوں کہیگا کہ تیرا
عتق مجھپر واجب ہے تو غلام نہ آزاد ہوگا اس احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیواسطے واجب ہو کذا فی الظہیریۃ پھر جب احتمال کی گنجایش ہوئی تو صریح نہ باقی رہا
وفی البدائع قیل لہ اعتقت عبدک فاومی برأسہ ان نعم لم یعتق اور بدائع میں ہے مولی سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اسنے سر سے اشارہ
کیا کہ ہاں اسطرح سے غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ اسنے عتق کا لفظ نہیں کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اسکا اشارہ کافی ہے عتق میں ولو زاد من ھذا العمل
عتق قضاء اور اگر انت حر کے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یوں کہیگا کہ تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاء نہ دیانۃ ثم یہ عبارت شارح کی مسئلہ
ایما پر اس سے متعلق نہیں کما ہو المتبادر بلکہ اصل کلام کیطرف راجع ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی المدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

یا

۵/ اور عتق صریح سے ہے سر کہ یہ کہنا اپنے غلام کو کہ میں نے نفس بخشا یا بیچا تجھکو تیرا نفس بخشا ۱۲

انتَ حُرٌّ ولا نیّۃ لہ عتق المجیب لا قال عَنیتُ السائل عتق قضاءً اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہوں سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب دیا غانم نے سو مولی نے کہا کہ تو آزاد ہی اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنیکا سالم کا تھا تو جواب دینیوالا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاویگا بسبب خطاب کے اور یہ محتاج نیت کا نہیں اور اگر مولی نے کہا کہ انت حر سے میں نے سالم کی آزادی کا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاءً دونوں آزاد ہو جاوینگے لیکن دیانۃً وہی آزاد ہو گا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ کیا وفی الجوہرۃ قال لمن لا یحسن العربیۃ قل لعبدک انتَ حُرٌّ فقال لہ عتق قضاءً اور جوہرہ میں ہی کہا ایک شخص نے اس کو جو عربی زبان خوب نہیں جانتا کہ اپنے غلام سے یوں کہہ کہ انت حر سو اس نے اپنے غلام سے یوں ہی کہا تو قضاءً اسکا غلام آزاد ہو گا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃً نہ آزاد ہو گا بسبب عدم قصد کے ولو قال رأسک رأسُ حرٍّ بالاضافۃ لا یعتق اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر مانند سر حر کے ہی اگر راس حر کو بترکیب اضافت کہا تو آزاد نہو گا اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہی اور تشبیہ کا عام ہونا ہی اور یہ کلام ہے خاص تو عتق میں شک واقع ہوا البتہ اگر دل میں نیت کرے آزاد نہو گا وبالتنوین عتق لانہ وصف لا تشبیہ اور اگر راسک راس حر میں لفظ راس کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہو گا اسواسطے کہ اس صورت میں حر صفت ہی راس کی نہ تشبیہ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ تو حر ہی وبکنایتہ ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک او لا سبیل او لا رق وخرجت من ملکی وخلیت سبیلک اور صحیح ہی عتق کنایات عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات میں عتق اور غیر عتق دونوں کا احتمال ہی چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھپر نہیں یا میری کوئی سبیل نہیں تجھپر یا میری ملکیت تجھپر نہیں اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجکو میں نے چھوڑا ام یہ اقوال کنایات ہیں کہ انمیں عتق اور غیر عتق دونوں محتمل ہیں اسواسطے کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہی کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو جب ان اقوال میں مولی اعتاق کی نیت کریگا تو احتمال مندفع ہو کر تعیین مقصود ہو گا کذا فی الدرر وکقولہ لامتہ قد اطلقتک وانت اعتق او لزوجتہ انت طالق من فلان ترید ہی مطلقۃ تعتق وتطلق ان نوی [illegible] اور چنانچہ مولی کا یہ قول اپنی لونڈی سے کہ میں نے تجکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہی فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہی یا اپنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہی فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہی تو پہلی مثال میں لونڈی آزاد ہو گی اور دوسری مثال میں زوجہ اسکی مطلقہ ہو گی بشرطیکہ متکلم نیت عتاق اور طلاق کی کریگا جیسے عتاق اور طلاق کی ہجی میں نیت شرط ہی چنانچہ غلام سے یوں کہے کہ انت حر یا زوجہ سے یوں کہے کہ انت طالق نہر الفائق میں محیط سے ابو یوسف کا قول نقل کیا ہی کہ عتاق اور تطلیق کو اگر کوئی ہجی کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ قال لعبدہ انت غیر مملوک لا یعتق بل تثبت لہ احکام الاحرار حتی یقر بانہ مملوکہ ویصدقہ فیملکہ وکذا لیس ہذا بعبدی لا یعتق وقاسوا علیہ فی البحر لا ملک لی علیک لکن نازعہ فی النہر اور خلاصہ میں ہی کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہیں تو وہ آزاد نہو گا بلکہ ثابت ہونگے اس غلام کو آزادوں کے احکام یعنی اب مولی اسکی مملوکیت کا دعوی نکر سکیگا بسبب تناقض کے اور اس سے خدمت نلے سکیگا اور اگر وہ مر جاوے تو مولی بطریق ولا اسکی وراثت نپاویگا بحر الرائق میں کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہیں لیکن بظاہر حر ہی تو احرار کے احکام اسپر جاری رہینگے یہاں تک کہ اسکی عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اسکا غلام ہو گا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کے بعد اقرار کرے کہ میں مملوک ہوں اسکا اور مولی بھی اسکی تصدیق کرے تو ہاں تب ملک اسکی ہی تب اسکا مالک ہو گا اور اسیطرح غلام کو عتق ثابت نہو گا لیکن حکم احرار کے ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہیں اور بحر الرائق میں علماء کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہی بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا کہ میری ملک تجھپر نہیں تو وہ آزاد نہو گا لیکن احکام احرار اسپر ثابت رہینگے تاوقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اسکی تصدیق کرے تب اسکا مالک ہو گا لیکن نہر الفائق میں صاحب بحر الرائق سے اس قیاس میں نزاع کیا ہی یعنی یوں کہا ہی کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں اسواسطے کہ لا ملک لی علیک میں متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہی غیر کی ملکیت کی نفی نہیں بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک میں مطلقاً نفی ہی طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ معتبر نہیں جب کوئی دوسرا مالک اس غلام کا نہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے علی الاطلاق ثابت ہو گی تو دونوں قول برابر ہو گئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس ہذا بعبدی و لا ملک لی علیک بلا تکلف یکساں ہیں تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح ایضا بہذا ابنی [illegible] اصغر سنا من المالک والاکبر

وکذا ھذا ابی او جدی او ھذہ امی وان لم یصلحوا لذلک اولم ینو العتق لانھا صرائح لا کنایۃ ولذا جاء بالیاء واخرھا لتفصیلھا اور یہی صحیح ہی عتق مملوک یون کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور لونڈی کو یون کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہی خواہ مملوک عمر مین چھوٹا ہو یا مالک سے بڑا اور اسیطرح سے یون کہنا غلام کو یہ میرا باپ ہی یا دادا یا لونڈی سے یون کہنا کہ یہ میری ماں ہی اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونیکی یا بیٹی اور ماں ہونیکی صلاحیت اور لیاقت نرکھتے ہون یا مالک نے اس قول سے عتق کا قصد نکیا ہو تو بھی آزاد ہوجاوینگے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح عتق ہین نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہون اور اسی واسطے متن مین ان الفاظ پر بائے جارہ لایا ہی تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف نہ ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا اسواسطے تفصیل احکام کے یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا وجہ ہی کہ انکو صریح کے ساتھ نہ ذکر کیا شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام مین تفصیل زیادہ تھی لہذا انکو موخر لانا مناسب ہوا ھم مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہی بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہی اور ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہی اور اسیطرح باپ یا دادا یا ماں کہنے مین عتق بطریق مجاز ہی فان صلحوا او جھل نسبھم فی مولدھم ولیس للقائل اب معروف ثبت النسب ایضا مالم یقل ابنی من الزنا فیعتق فقط پھر اگر مملوک باعتبار عمر کے صلاحیت رکھتے ہون مولی کا باپ یا بیٹا ہونیکی اور غلامون کا نسب بھی انکے وطن مین مجہول ہو اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ کہا ہی اسکا باپ معلوم اور مشہور نہین کہ کون ہی تو عتق کے ساتھ نسب بھی ثابت ہوگا جبتک یون نکہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہی اور اگر یون کہیگا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہی زنا سے تو نسب اسکا ثابت نہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا ھم تفصیل اس اجمال کی یون ہی کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہی اور اسکا غلام بیس برس کا ہی مجہول النسب پھر زید نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا ھم مثلاً اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام چالیس برس کا تو اسوقت مین بیٹا کہنے سے نسب نہ ثابت ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان اور اسیطرح کی تفصیل ہی غلام کو باپ کہنے مین یا لونڈی کو ماں کہنے مین لیکن ثبوت نسب مین اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہ ہی چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہی وھل یشترط تصدیقہ فیما سوی دعوۃ البنوۃ قولان اور کیا مشروط ہی ثبوت نسب مین تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ تصدیق غلام کی شرط نہین اسواسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک پر صحیح ہی بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہ ہی کہ دعوی فرزندی کے سوا مین تصدیق مملوک کی شرط ہی اسواسطے کہ اسمین تحمیل ہی نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے کہ اسمین غیر کا تحمیل نسب ہی اپنی ذات پر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصیر امہ ام ولد اور نہین ہوجاتی ماں غلام کی ام ولد یعنے جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اسکی ماں مولی کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبدہ ھذہ بنتی او لامتہ ھذا ابنی عتق بالنیۃ اور اگر کہا اپنے غلام کو یہ میری بیٹی ہی اور اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو عتق مین احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ موافق مشار الیہ کے نہین تذکیر اور تانیث مین کذا فی الہدایۃ وفتح القدیر وفی ھذا خالی او عمی عتق وفی اخی لا مالم ینو النسب اور مولی کے یون کہنے مین کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہی غلام آزاد ہوگا اور یون کہنے مین کہ یہ میرا بھائی ہی آزاد نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت نکرے اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہی نسبی اور دینی مین قال اللہ تعالی (انما المؤمنون اخوۃ)ط اور مشترک بدون نیت کے متعین نہین ہوسکتا بخلاف عم اور خال کے ولا یعتق بیا ابنی یا اخی یا ابی او یا اختی غلام آزاد نہین ہوتا یون کہنے سے کہ اے میری بیٹے اور اے میرے بھائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ اسواسطے کہ ندا کرنے سے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہی نہ تحقیق معنی کے بخلاف یا حر کے اسواسطے کہ یا حر عتق صریح ہی اسمین معنی قصد کرنیکی حاجت نہین کذا فی منح الغفار ولا سلطان لی علیک اور غلام کو یون کہنے مین بھی عتق نہین کہ میری قدرت نہین تجھپر اسواسطے کہ باوجود بقائے ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف اسمین متصور ہی چنانچہ غلام مکاتب مین ولا بالفاظ الطلاق صریحۃ وکنایتہ بخلاف عکسہ کما مر اور عتق واقع نہین ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق واقع ہوتی ہی بلفظ عتق چنانچہ اسکی تصریح باب الطلاق مین مذکور ہوچکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجکو طلاق ہی یا تو مجھپر حرام ہی تو آزاد نہوگی وان نوی قید للاخیرۃ لتوقفہ فی النداء علی النیۃ کما نقلہ ابن الکمال کذا فی السلطانی کما رجحہ الکمال واقرہ فی البحر الفاظ طلاق سے عتق نہین ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے اسواسطے کہ نیت وہان مفید ہوتی ہی جہان لفظ مین مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اسمین معنی عتق کی صلاحیت نہین شارح کہتا ہی باوجود نیت کے عتق نہونا یہ عبارت اخیرہ کی قید ہی نہ نداء کی

ط ایمان دار سب بھائی ہین ۱۲

کی اور یعنی سلطان کی بسبب موقوف ہونے عتق منادی مذکور کی نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہی کہ یا ابنی مین اگر عتق کی نیت کریگا تو غلام آزاد ہوگا اور اسیطرح لا سلطان[1] لی علیک مین عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہی کمال نے فتح القدیر مین اور مسلم رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین هم فتح القدیر مین کہا ہی کہ بعضے مشایخ کا یہ قول ہی کہ لا سلطان لی علیک مین نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہی امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کا اور اپنے قول کو دلیل مقتضی ہی ولکن انت مثل الحر یعتق بالنیة ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسیطرح یہ قول کہ تو حر کے مانند ہی غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ اسکو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہی اسواسطے کہ اس قول مین مماثلت اور تشبیہ ہی اور کاہے عام ہوتی ہی اور کاہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کنایات عتق سے ہی کذا فی حاشیة المدنی عن الزیلعی لا فی قولہ اطلقتک ولو لعبدہ نعم امرک بیدک او اختاری فانہ یعتق مع النیة فهو من کنایات العتق ایضا ولا بدّ بلام ویتوقف علی القبول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہین ہوتا مگر مولیٰ کے اس قول مین کہ مین نے تجھکو مطلق العنان کیا اگرچہ یہ قول لونڈی سے نہین بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولیٰ کے اس قول مین اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہی یا تو اختیار کرلے یعنی عتق کو تو ان تینون قولون مین مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بالید اور اختیار کنایات عتق سے بھی ہین چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہین اور اسمین کچھ غرابت اور تعجب نہین کہ ایک لفظ دو چیزون کے کنایہ ہونیکی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونون متقارب المعنی بھی ہون کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہی نہ ایقاع عتاق کی کنایات سے ہی لہذا شارح نے کہا کہ امر بید اور اختاری مین موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اُس مجلس مین عتق کو قبول کرلیا تو آزاد ہوگی ورنہ بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف اطلقتک کے کہ اسمین قبول کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ وہ تفویض نہین بلکہ ایقاع ہی وکذا اختر العتق او امر عتقک بیدک وان لم ینو للنیة لانہ تملیك کالطلاق فی اور اسیطرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہی مولیٰ کے اس قول مین کہ آزادی اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ مین ہی اگرچہ اس قول مین نیت مولیٰ کی حاجت نہین کہ صریح ہی نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہی اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہی مانند طلاق کے اور تملیک بدون قبول کے تمام نہین ولا عتق بقولہ انت علیّ حرام وان نوی لکن یلغی بوطیها اور عتق ثابت نہین اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہی اگرچہ مولیٰ عتق کی نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کرے تو کفارہ دے یمین کا اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہی ویصح ایضا بقولہ عبدی او حماری حر اور عتق صحیح ہی اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدھا آزاد ہی یا میری دیوار آزاد ہی چونکہ گدھا اور دیوار لائق حریت کے نہین لہذا حریت غلام ہی کیواسطے مخصوص ہی کما لو جمع بین امرأتہ وبهیمة او حجر وقال احدکما طالق طلقت امرأتہ چنانچہ اگر زوج نے اپنی عورت اور جانور اور پتھر کو ملایا اور کہا دونون مین ایک کو طلاق ہی یعنی زوجہ یا جانور کو تو اُسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور اور پتھر مین صلاحیت طلاق کی نہین لا لو جمع بین امرأتہ وامته الحیة والمیتة جوهرة[2] نہ طلاق واقع ہوگی اگر ملاویگا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوهرة هم بهتر یون تھا کہ شارح موافق جوهرة کے یون کہتا لا لو جمع بین میتة وحیة والمیتة یعنی مولیٰ کی ایک لونڈی زندہ ہی اور دوسری مردہ سو اُسنے یون کہا کہ ان دونون مین سے ایک آزاد ہی تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہی اور جوهرہ مین مسئلہ طلاق کا مذکور نہین شارح نے زیادہ کیا ہی کذا فی حاشیة المدنی ویعتق ایضا بملك ذی رحم محرم ای قریب یحرم نکاحه ابدا اور یہی صحیح ہی عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام ہی تو اگر ایک شخص نے اپنے ماموں یا چچا کو خرید کیا تو بمجرد خرید کے آزاد ہو جاویگا خرید کرنیوالا آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے مین محرمیت ثابت ہی یعنی اگر ان دونون مردون مین کوئی عورت ہوتا تو آپسمین کاہے نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام[3] یا بنی اخوال[4] کو خرید کریگا تو آزاد نہونگے اسواسطے کہ اگرچہ یہ قرابت دار ہین لیکن محرم نہین اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہی لیکن قریب نہین نسائی نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اُسپر آزاد ہوگا ہرچند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ راوی کے سبب سے تضعیف کی ہی لیکن عبد الحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہی اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ مین موجود ہی تو یہ حدیث

---

[1] میرا تجھ پر کچھ دباؤ نہین ۱۲

[2] ایک نسخہ مین جوہرہ کے بعد زیلعی ہی ۱۲

[3] چچا کی اولاد ۱۲

[4] ماموں کی اولاد ۱۲

حجت ہی شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہی نہ جمیع محارم کی ملک سے ولو شقصًا فیعتق بقدرہ عندہ او حملًا وکذا لو ولد جاریۃ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اُسیقدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے یا حمل کا مالک ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہی اُسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اُسکے بیٹے نے اُس حاملہ کو خرید کیا تو یہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن قبل ولادت اُسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنے گی تو ولد اُسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہی ولو المالک صبیًّا او مجنونًا او کافرًا فی دارنا حتی لو اعتق المسلم او الحربی عبدہ فی دار الحرب لا یعتق بعتقہ بل بالتخلیۃ فلا ولاء خلافًا للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہی اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر جو دار الاسلام میں ہی اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو مجرد ملک کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام مسلمین کے وہاں جاری نہیں یہانتک کہ اگر مسلمان یا حربی دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اُسکے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک مالک کیواسطے حق ولا ثابت نہیں اسواسطے کہ آزادی اعتاق سے نہیں بلکہ مخلی بالطبع کر دینے سے ہی بخلاف ابو یوسف کے کہ نزدیک ولا مولیٰ کو ثابت ہی کیونکہ اُنکے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب میں صحیح ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو عبدہ مسلمًا او ذمیًّا عتق بالاتفاق لعدم محلیتہ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولیٰ کا غلام دار الحرب میں مسلمان ہو یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا بالاتفاق امام و صاحبین کے اسواسطے کہ مسلمان اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی ویصح ایضًا تحریرہ لوجہ اللہ تعالیٰ والشیطان والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہی اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے وہ گنہگار ہوگا صنم اس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اُسکو وثن کہتے ہیں کذا فی غایۃ البیان وکفر بہ ای بالاعتاق للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان وللصنم کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہو جائیگا نزدیک قصد کرنے تعظیم کے کہ اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہی اور جوہرہ میں یہ عبارت ہی کہ اگر یوں کہیگا کہ میں نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاویگا ویصح ایضًا بکرہٍ ولو بغیر ملجئ اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہی اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے اتنی نکی ہو جسمیں جان یا عضو تلف ہونیکا خوف ہو ہرچند اکراہ میں رضائے مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہی اور حالانکہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنیوالے پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی وسکر بسبب محظور سیجیٔ ان کل مسکر حرام فلا یخرج الا شراب المضطر فانہ کالاغماء اور صحیح ہی عتق اُس مستی اور نشے میں جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہی کہ اشیائے مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا استعمال بقصد قوت اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے نہوں کذا فی المنح شارح کہتا ہی باب الاشربہ میں امام محمدؒ کا قول مفتی بہ مذکور ہوگا کہ جو مسکر ہی سو حرام ہی اور مسکر کا قلیل و کثیر سب حرام ہی تو اشیاء مذکورہ میں سے کوئی چیز مسکر محرم سے خارج نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہی سوائے شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق میں لقمہ اٹک گیا ہی نیچے نہیں اترتا اور پانی وہاں نہیں تو اسوقت لقمہ اُتارنے کیواسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اُسکے بعد نشہ ہوگا تو مانند بیہوشی کے اُس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہی جیسے کہ شہد سے بعضے صفراوی مزاجوں کو نشہ ہو جاتا ہی تو اُس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا ویصح ایضًا مع ہزل ہو عدم قصد حقیقۃ ولا مجاز اور عتق صحیح ہی ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہی عدم قصد حقیقت اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہوں وہ ہزل چنانچہ خوش طبعی میں حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہیں ہوتا وان علق العتق بشرط کدخول دار صح وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولیٰ نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہ تعلیق صحیح ہی اور غلام آزاد ہوگا جب گھر میں داخل ہوگا اور مولیٰ کو اختیار ہی کہ قبل دخول دار اُسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر میں داخل ہوا پھر اُسکو مالک اول نے خرید کیا اور دوسرے بار گھر میں غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والتعلیق بامر کائن تنجیز ولو قال لعبدہ وھو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

عتق للحال بخلاف قوله لمكاتبه ان انت عبدي فانت حر لا يعتق لقصور الاضافة ظهيرية اور معلق کرنا عتق کا اس امر پر جو فی الحال موجود ہو تنجیز ہے نہ تعلیق یعنی فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولیٰ نے اپنے اس غلام سے کہا جو اسکی ملکیت میں ہے کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے تو وہ غلام فی الحال آزاد ہو جاویگا بخلاف یوں کہنے مولیٰ کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب آزاد نہ ہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریۃ پورا غلام وہ ہے جو بدون اجازت مولیٰ کے کوئی تصرف نکر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات میں مختار ہے تو پورا غلام نہوا تو شرط عتق نہ پائی گئی لہذا آزاد نہوگا وفيها نعم هو تعليق اور ظہیریہ میں ہے کہ یوں کہنا مولیٰ کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہو کر تعلیق ہے اعتاق کی صبح کیوقت پر گویا یوں کہا کہ جب تو صبح کیوقت میں داخل ہوگا تو آزاد ہوگا ولو قال تقوم حرا وتقعد حرا تنجيز اور یوں کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوتا ہے آزاد ہو کر اور بیٹھتا ہے آزاد ہو کر یہ فی الحال اعتاق ہے اسواسطے کہ مقصود اس کلام کا یہ ہے کہ تو ہر حال میں آزاد ہے قال ان سقيت حماري فذهب للماء ولم يشرب يعتق لان المراد عرضه على الماء علمیہ کہا مولیٰ نے اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدہے کو پانی پلاوے تو تو آزاد ہے سو غلام اسکو پانی پلانے کو لے گیا اور اسنے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام کی یہ ہے کہ گدہے کے سامنے پانی ہو جاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہ مراد نہیں کہ پیاسا ہو یا نہو پانی پلانا اسکو لازم ہے قال عبدي الذي هو قديم الصحبة حر عتق من صحبة سنة هو المختار مولیٰ نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہے وہ آزاد ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا جو اسکے ساتھ سال بھر رہا اور یہی قول مختار ہے ولو قال انت عتيق ونوى في الملك دين اور اگر مولیٰ نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہے اور لفظ عتیق سے یہ نیت کی کہ قدیمی مملوک ہے تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ عتیق لغت میں بمعنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی نہ تصدیق کریگا اسواسطے کہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہیں ولو زاد في السن لا يعتق اور اگر یوں زیادہ کر کے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنی تو عمر میں بڑا ہے تو آزاد نہوگا غلام نہ قضاء نہ دیانۃ اسواسطے کہ یہ معنی عتق سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا عتق بما انت الا حر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہیں مگر حر ہے اسواسطے کہ استثناء نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے جیسا کہ کلمہ توحید میں لا بما انت الا مثل الحر وان نوى تو اس قول سے کہ تو نہیں مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط ولا بكل مالي حر اور یوں کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہے اسواسطے کہ حر سے مراد یہاں صاف اور خالص ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی المدنی عن البحر ولا بكل عبيد في الارض وكل عبيد الدنيا او اهل بلخ حر عند الثاني به يفتى اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہیں ہوتا کہ زمین میں سب غلام آزاد ہیں یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہیں یا بلخ کے رہنے والے آزاد ہیں اور حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ میں داخل ہے ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان بخلاف هذه السكة او الدار بخلاف اس قول کے کہ اس کوچہ کے رہنے والے آزاد ہیں یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہیں کذا فی البحر الرائق وهم ظاہر کلام شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت ہے بحر الرائق میں حالانکہ یہ خلاف واقع کے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں بروایت ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یوں مذکور ہے کہ اسمیں بالاتفاق عتق ثابت ہے اور مسئلہ سکہ اسمیں مذکور نہیں لیکن صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ اگر یوں کہیگا کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہیں اور حالانکہ اسکا غلام بھی اس سکہ میں داخل ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضیخان سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ میں عتق نہیں اور اہل دار میں بالاتفاق عتق ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں یا تحریف کاتب ہے یا سہو شارح واللہ اعلم حرر حاملا عتقا اصالة وقصدا اذا ولدته بعد عتقها لاقل من نصف حول مولیٰ نے آزاد کیا حاملہ لونڈی کو اپنی تو لونڈی اور اسکا ولد دونوں بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جب کہ بعد عتق اپنے کے اسکو کمتر چھ مہینے سے جنے گی ماں کا بالاصالت آزاد ہونا تو صریح ہے اور بچہ اس راہ سے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جزو تھا اسوقت اپنی ماں کا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جزو ہے اسواسطے کہ جب اقل مدت حمل میں جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ وہ قبل اعتاق کے اسکے پیٹ میں موجود تھا ولو لاكثر عتق تبعا [illegible] اور اگر بعد عتق کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی تو اسکا ولد بالاصالت نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہیں بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی ماں کے آزاد ہونے سے وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونوں صورتوں میں آزاد ہوا تو بالاصالۃ اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے شارح نے

اسکا جواب دیا گیا ہے کہ شرح اس شرط کا ملاو کے اظہر میں ہے مگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی میراث اسکے مال کی اُسکے ماکے مالکوں کو ملیگی اُسکے باپ کے مالکوں کیطرف انتقال نکریگی اور اگر ولد بالطبع آزاد ہوا تو اسکے مال کی میراث اُسکے باپ کے مالکوں کیطرف انتقال کر جاویگی اور انتقال ولا کی یہ صورت ہے کہ زید کے غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا اپنی ماکی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولا کی میراث اُسکی ماکے مالکوں کو جنہوں نے اُسکو آزاد کیا تھا پہنچے گی پھر جب زید اپنے اس غلام کو آزاد کریگا تو یہ غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچکر اپنے مولی کو پہونچا دیگا پھر اگر اپنے مولی کی زندگی میں غلام آزاد مریگا اور اُسکے بعد اُسکا ولد مریگا تو ولد کے مال کا اُسکا مولی یعنی زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و حسن چلپی علی شرح الوقایہ ولو حررہ ولو بلفظ علقۃ ومضغۃ او ان حملت بولد فہو حر عتق فقط ولم یجز بیع الام ولا ہبتہا اور اگر مولی نے اپنی لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علقہ و مضغہ آزاد کیا یعنی یوں کہا کہ جو خون بستہ یا گوشت کا ٹکڑا تیرے پیٹ میں ہے سو آزاد ہے یا یوں کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو تو وہ آزاد ہے تو یوں کہنے میں فقط بچہ آزاد ہوگا نہ اُسکی ما اور بیع ماکی جائز نہیں جبتک کہ وہ حاملہ رہیگی اور ہبہ اُسکا جائز ہے اسواسطے کہ بیع میں استثنا کرلینا حمل کا جائز نہیں اور ہبہ میں جائز ہے لہذا بیع صحیح نہوئی اور ہبہ صحیح ہوا لیکن اگر لونڈی کو بیع کریگا تو بطلان ثابت نہوگا تاوقتیکہ اقل مدت حمل میں نہ جنے گی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو دبرہ لم تجز ہبتہا فی الاصح لانہ کمشاع اور اگر مولی لونڈی کے حمل کو مدبر کریگا یعنی یوں کہے کہ میری موت کے بعد یہ حمل آزاد ہے تو اُس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح میں صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ ہبہ مشاع کے مانند ہے اسواسطے کہ مدبر کرنے میں ملک مولی کی حمل سے زائل نہیں ہوتی پھر جب بعد مدبر کرنے کے لونڈی کسی کو ہبہ کی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو ایسی ہبہ مشاع کے معنی پائے گئے اور حالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز میں درست نہیں وبطل شرط المال علیہ ولکن لعلی امہ لکن یشترط قبولہا لیعتق اور باطل ہے شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اسواسطے کہ پیٹ کا بچہ الزام مال کے قابل نہیں اور اسیطرح اُسکی ما پر مال کا شرط کرنا بچہ کی آزادی کے واسطے باطل ہے لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اُسکی ماکا قبول کرلینا شرط ہے واسطے عتق حمل کے اگرچہ اُسکو مال کا دینا لازم نہوگا وفی الظہیریۃ قال ما فی بطنک حر متی ادیت الی الفا تعلیق اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے سو آزاد ہے جبکہ وہ مجھکو ہزار درم دیوے تو یہ قول تعلیق ہے عتق کی یعنی اگر تا مدت حمل میں وہ جنی اور ولد نے بعد ہوشیاری کے کسی طرح سے ہزار درم ادا کیے تو اُسوقت آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ومنہا اوصی بہ دمات فاعتقہ او رثتہ جاز وضمنوہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ میں ہے کہ مولی اُسنے لونڈی کے حمل کی مثلاً زید کے واسطے وصیت کی اور مولی مرگیا پھر وارثوں نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت حمل کے وارث ضامن ہونگے بروز ولادت یعنی جسقدر قیمت بعد ولادت کے اُسکی ٹھہرے سو زید کو وارث مولی کے دین طحطاوی نے کہا اعتاق حمل سے مراد یہ ہے کہ اُسکی ماکو آزاد کیا تو بالتبع وہ بھی آزاد ہوگیا اور یہ ظاہر مطلب نہیں ہوسکتا کہ حمل کو وارثوں نے بالاصالۃ آزاد کیا اسواسطے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثوں کا مملوک نہ تھا ولو قال اکبر ولد فی بطنک حر فولدت ولدین فاولہما خروجا اکبر اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہے پھر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلیگا وہ بڑا ہے سو وہی آزاد ہوگا کذا فی المحیط والولد ما دام جنینا یتبع الام ولو بہیمۃ فیکون لصاحب الانثی ولو کل ویفتی بدلوامہ کذلک اور بچہ جب تک کہ ماکے پیٹ میں ہے تو احکام میں اپنی ماکا تابع ہے بالاجماع نہ باپ کا اسواسطے کہ باپ کا نطفہ ماں میں مستہلک ہے تو ماہی کی جانب غالب ٹھہری اور اسواسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہیں اور ماکے نطفہ میں کچھ تردد نہیں بالیقین ثابت ہے و لہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا نسب فقط ماکو ثابت ہے ماں اُسکی وارث ہے اور وہ ماکا وارث کذا فی البحر بالجملہ بچہ ماکا تابع ہے اگرچہ ما جانور ہو تو بچہ اُسکے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنے تو اُسکا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسیطرح اگر زید کا گھوڑا خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنے تو اُسکا مالک خالد ہے نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہے اگر اُسکی ما ماکول اللحم ہے اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے اگر اُسکی ما قربانی کے لائق ہے بحر ق میں ہے کہ اگر وحشی جانور اس اہلی سے بچہ پیدا ہو یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو تو اُسکا کھانا درست ہے اگر ما اُسکی ماکول اللحم ہو اور قربانی بھی درست ہے اگر ما قربانی کے لائق ہے مثلاً اگر گورخر اور گاے سے بچہ پیدا ہو یا بیل گاؤ اور گاے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اُسکی جائز ہے اور یہی قول معتمد ہے اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت کے قائل ہوئے ہیں سو قول ضعیف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک بسائر اسبابہ والرق الا ولد المغرور و یہ بچہ تابع ہے ماکا ملک میں جمیع اسباب ملک کے ساتھ جیسے ہبہ اور

ف در حلت حیوانات سے کہ گوشت تو مرتبہ ہو میں ماں کا ضمناً ۱۲

ہبہ اور وارث تو اگر حاملہ بیچی یا ہبہ ارث سے تو اسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق میں بچہ تابع ہی ماکا مگر ولد مغرور تابع نہیں الا ولد مغرور نہیں مغرور وہ مرد جسنے فریب کھایا اسطرح پر کہ ایک
عورت سے بشرط اسکی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اسکا ولد حر ہوگا بعوض قیمت دینے کے اور جس نے اُسکو لونڈی کہا اسکے آپنی اولاد کی حریت شرط کرلی تو اُسکی اولاد تابع ماکی نہوگی شارح کو
اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب مقام رق عبارت ہی اُس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافرون پر بعوض سرکشی اور نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے گردن کشی
اور تجبر کیا تو اُس مالک علی الاطلاق نے اپنے غلاموں کا انکو غلام بنا دیا تو سبب رق کا انکا کفر ہی پایا گئے اصول کا کفر خلاصہ یہ ہی کہ رق اس عجز حکمی کا نام ہی کہ جس سے انسان ولایت
اور شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نرہے اور چونکہ بظاہر ملک اور رق مترادف معلوم ہوتے ہیں اور حالانکہ ان میں مغایرت ہی لہذا شارح نے واسطے اثبات مغایرت
کے قولہ آئندہ میں اسکی تصریح فرمائی وصورۃ الرق بلا ملک کالکفار فی دار الحرب فان کلھم ارقاء غیر مملوکین لاحد تا دل ما یوخذ الاسیر
یوصف بالرق لا المملوکیۃ حتی یحرز بدارنا فاذا اخذت ومعھا ولدھا یتبعھا فی الرق قہستانی فصورت رق کی بلا ملک جیسے کافر دار الحرب
میں کہ وہ سب رقیق ہیں پر کسی کے مملوک نہیں تو اسیر حربی اول گرفتاری میں موصوف بصفت رقیت ہی نہ بصفت مملوکیت یہان تک کہ دار الاسلام میں پہونچکر قابو میں آجاوے تب
مملوکیت اُسپر صادق آویگی تو کافرہ اسیرہ جب گرفتار ہوئی اپنے ولد کے ساتھ تو ولد اُسکا تابع ہوگا رقیت میں کذا فی القہستانی ہم تفرقہ رق اور ملک کا جو شارح نے بیان کیا سو
صحیح ہی لیکن مثال صحیح نہیں سو واسطے کہ اس صورت میں ولد تابع اپنی ماکا نہیں رقیت میں بلکہ صفت رقیت اُسکو بالاصالۃ ثابت ہی بلکہ مثال صحیح یہ ہی کہ کافرہ حاملہ
گرفتار ہوئی تو حمل تابع ہوگا اُسکا رقیت میں سو واسطے کہ یہان گفتگو ہی اتباع جنین میں کذا فی حاشیۃ الحلبی بصورت ملک اور رق میں فرق ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوا کہ کسی شی
کے تصرف پر قادر ہونا اسکا نام ملک ہی خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہیں ہوتا مگر انسان میں اور بیع سے ملک کی ملک زائل ہوجاتی ہی نہ رق اور
عتق سے ملک زائل ہوتی ہی قصداً اسواسطے کہ وہ حق مالک ہی اور رق زائل ہوتا ہی ضمناً اسواسطے کہ فراغت ہوگئی حقوق العباد سے اور زیادہ تر ملک اور رق کا فرق
ام ولد اور مکاتب میں ظاہر ہوتا ہی اسواسطے کہ قن میں ملک اور رق دونوں کامل ہیں اور ام ولد میں ملک کامل ہی اور رق ناقص لہذا کفارہ میں اُسکا اعتاق صحیح نہیں اور مکاتب میں
رق کامل ہی یہان تک کہ کفارہ میں اُسکا اعتاق صحیح ہی اور ملک اُسمین ناقص ہی اسواسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف میں نہیں اور اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہی تو مکاتب
نہ آزاد ہوگا بسبب نقصان ملک کے کذا فی الدر عن الزیلعی والحریۃ والعتق وفرعہ کالکتابۃ والتدبیر المطلق والاستیلاد اذا لم یشترط الزوج حریۃ الولد حکما
اور جنین تابع ہی ماکا حریت اصلیہ میں اور عتق میں اور عتق کی فروع میں جیسے کتابت اور تدبیر مطلق اور استیلاد میں تاوقتیکہ لونڈی کے زوج کی حریت کی مولی سے نہ شرط کرلی ہو چنانچہ
کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق میں اسکا حکم مذکور ہوچکا حریت اصلیہ کی مثال یہ ہی کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اُس سے تو اُسکا بچہ بھی ماکا تابع ہوکر
حر اصلی ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہوچکا حاملہ کے عتق میں اور کتابت کی یہ مثال ہی کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے اقل مدت حمل میں بچہ
پیدا ہوا تو بعد ادا بدل کتابت کے ما اور بچہ ساتھ ہی آزاد ہونگے اور تدبیر مطلق یہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی تو دونون
ساتھ ہی آزاد ہونگے اور اگر مولی تدبیر مقید اسطرح پر کریگا کہ اگر میں اس بیماری میں مرگیا تو تو آزاد ہی تو اسمیں ولد تابع ماکا نہوگا اور استیلاد کی مثال یہ ہی کہ مولی نے اپنی ام ولد کا
نکاح کردیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولی کے دونون آزاد ہونگے وفی الرھن اور رہن میں تابع ہی ماکا یعنی اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی مرہون ہوگا یہانتک
کہ راہن اُسکو مرتہن سے نہیں لے سکتا والدین اور دین میں تابع ہی ماکا یعنی حاملہ لونڈی کو مولی نے تجارت کرنے کی اجازت دی پھر وہ مقروض ہوگئی تو بچہ بھی دین میں اُسکا
تابع ہوگا یعنی قرض دینے والے ولد کو بیچ لینگے وحق الاضحیۃ اور حق اضحیہ میں ماکا تابع ہوگا اسطرح پر کہ مثلاً قربانی کیواسطے گاے یا بکری گابھن خریدی اور اُسکے بچہ پیدا
ہوا تو ماکے ساتھ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے زندہ نکلے گا تو ذبح ہوگا واسترداد البیع اور استرداد بیع میں ماکا تابع ہوگا یعنی لونڈی یا گاے یا بکری کی بیع
فاسد ہوئی پھر مشتری کے پاس وہ حاملہ ہوئی تو استرداد بیع میں ولد تابع ہوگا ماکا وسرایۃ الملک اور سرایت ملک میں تابع ہی ماکا یعنی مالک قدیم کا حق ملکیت
اُس تک پہونچ جاتا ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اسکے بسبب عیب قدیمی کے مالک اول پر مسترد ہوئی اور حالانکہ وہ حاملہ تھی

تو اُسکا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ ففی اثنی عشر تو یہ بارہ مواضع مین جنین حمل تابع اپنی ما کا ہوتا ہی یعنی ملک رق حریت عتق کتابت تدبیر طلاق
استیلاد رہن دین عتق اضحیہ استرداد بیع سریان ملک کالا یتبعھا فی کفالۃ اور جنین تابع نہین ہوتا اپنی ما کا کفالت مین یعنی اگر حرہ حاملہ نے یا لونڈی نے باجازت مولا اپنی
ضامنی یا حاضر ضامنی کی تو ضمانت مدت تک نبی رہی یہان تک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ ولد ضمانت مین ما کا تابع نہین واجارۃ اور اجارہ مین ما کا تابع نہین یعنی
دس برس حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ مین داخل نہین تو اسیطرح خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا وجنایۃ اور جنایت مین تابع ما کا نہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی
جنایت کی تو ولی جنایت کو ما کے ساتھ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر مالک عذر یہ دیگا تو فقط ما کا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر مین کہا کہ جنایت ماکیطرف سے
ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وحد وقود اور حد اور قصاص مین تابع ما کا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد ولادت کے اور قصاص لیا جاویگا
مگر بعد وضع حمل کے وذکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانورون مین بچہ تابع ما کا نہین ورجوع فی ھبۃ اور ہبہ پھیر لینے مین بچہ تابع ما کا نہین یعنی اگر لونڈی کسی کو بخشی اور وہان
حاملہ ہوئی اور وہ جنی اُسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل مین رجوع کرنا جائز نہین کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز رکھا ہی چنانچہ اسکا ذکر کتاب الہبہ مین آویگا وایصاء
بخدمتھا اور اُسکی خدمت کی وصیت مین یعنی مولا نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کیواسطے وصیت کی تو اُسکا بچہ وصیت مین تابع ما کا نہین ولا یتذکی بذکوۃ امہ
اور حلال نہین ہوتا بچہ اپنی ما کے ذبح کرنیسے پورا بن گیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گاے یا بکری کو ذبح کیا اور اُسکے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو اُسکے ما کا ذبح کرنا کفایت
نہین کرتا اسکو بھی ذبح کرنا چاہیے اور یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہی یعنی ذبح کرنا جنین کا مانند ذبح کرنے اُسکی ما کے ہی بدلیل
روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیے نزدیک امام اعظم کے اور زفر او حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ بچہ پورا ہو چکا ہی تو اُسکا کھانا حلال
ہی بسبب ذبح ہونے اُسکی ما کے ففی تسع کما بسطہ فی بیوع الاشباہ تو یہ نو مواضع ہین جنمین جنین تابع ما کا نہین چنانچہ ابن نجیم نے اسکو مفصل بیان کیا ہی اشباہ
کے باب البیوع مین وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو تزوج ہاشمی امۃ فولدہا ہاشمی کابیہ رقیق کامہ اور ابن نجیم نے بحرالرائق مین مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ
اور زیادہ کیا ہی کہ ولد تابع نہین اپنی ما کا نسب مین تا اینکہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اُسکا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا
مانند اپنی ما کے اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے بھی تو اُسنے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب مین ولد اپنے باپ کا اسواسطے تابع
ہوا کہ نسب واسطے تعریف اور شناخت کے ہی تو مرد کی جانب اسمین غالب ہوئی اسواسطے کہ مردون کا حال مکشوف ہوتا ہی عورتون کا نہین کذا فی منح الغفار اور حموی نے
کہا کہ یہ نص صریح ہی کہ اگر باپ سید نہو اور ما سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہی اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہی کہ جسکا
باپ سید نہو اور ما سیدہ ہو تو اُسکا ولد سید شریف ہی اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر اور مشرف کی ابتدا سے ماکیطرف سے آئی ہی یعنی سیدۃ النساء بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سفناقی نے کہا کہ مین نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا اُسنے کہا مین نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے
کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حقتعالی نے قرآن مجید مین عیسیٰ علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہم السلام کی ذریت مین فرمایا ما کی جہت سے اور فتاوی خیریہ مین ہی کہ جب ما سیدہ
ہو تو معول مختار یہ ہی کہ ولد سید ہی اور جامع الفتاوی مین ہی کہ جسکا باپ سید نہو ما ہو تو اُسکے سید ہونے مین اختلاف ہی شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی بہ قول یہ ہی کہ وہ سید ہی اور بعضے
علماء نے کہا کہ جسکی ما سیدہ ہو اُسکو شرافت نسبی حاصل ہی تو یہ قول اختلاف مین القولین کے توفیق کیواسطے صالح ہی تو جسنے کہا کہ وہ سید نہین تو مطلب اُسکا یہ ہی کہ جسکی
فقط ما سیدہ ہو اُسکی شرافت اُسکے برابر نہین جسکا باپ سید ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا ولا یتبعھا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین اذا استحقت الام
ببینۃ واذا بیعت البہیمۃ ومعھا ولدھا دخلا اور بچہ اپنی ما کا تابع نہین ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلون مین ایک تو یہ کہ جب ما غیر کی مستحق ملک ٹھہری بسبب گواہی کے
اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جاوے اور اُسکا بچہ ہمراہ ہو بیع کے وقت تو وہ بھی بیع مین تابع اپنی ما کا ہو جاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر
عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہوگا کما فی الدر المنتقی اور قنیہ مین ہی کہ شیر خوار بچہ گاے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع مین تابع ہی ما کا انتہی

بچہ

[illegible]

بچہ دودہ نہیں پیتا کذا فی حاشیۃ المدنی وولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اسکے زوج کے نطفہ سے ملک ہے اسکے مولی کا ماں کا تابع ہوکر وولدہا من مولاہا حر اور لونڈی کا ولد اپنے مولی کے نطفہ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ ابتدائے علوق سے آزاد ہے اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حر اور یہ نہیں کہ اول مملوک ہوکر ولد مولی کا آزاد ہو جاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وفی یکون حرا من المعتقین بلا تحریر کان نکح عبد امۃ ابیہ فولدہ حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریۃ اور کا ہے و ورقیق کا ولد حر ہوتا ہے بدون آزاد کرنیکے چنانچہ نکاح غلام نے اپنے باپ کی لونڈی سے کیا تو اسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہے کذا فی الظہیریہ وعلیہ فولدہا من سیدہا او من ابنہ او ابیہ حر اور بنا بر قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اسواسطے کہ دونوں قول ترتیب کے محرم ملک میں یکساں ہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا حملت امۃ کافر لکافر من کافر فاسلم فہل یؤمر مالکہا الکافر ببیعہا للاسلام تبعا قال فی الاشباہ لم ارہ قلت الظاہر انہ لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافر لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہوگیا یعنی زوج تو لونڈی کے مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہوکر حکم کیا جاویگا اسوجہ سے کہ حمل دین میں خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے یا نہ حکم کیا جاویگا اشباہ میں کہا کہ میں نے اسکا حکم کلام فقہا میں مصرح نہیں دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے ظاہر جواب اس سوال کا یہ ہے کہ مالک پر بیع میں جبر نہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا و لہذا خانیہ میں کہا ہے کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسیکے واسطے وصیت کی تو اگر وصیت کے دن اسکے پیٹ میں بچہ ہو اسطرح پر کہ اقل مدت حمل میں جنی اسنے تو وصیت صحیح ہے اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر

باب عتق البعض

باب عتق البعض

یہ باب ہے عتق البعض کے احکام میں جب پورا عتق مذکور ہوچکا تب دوسرا عتق شروع ہوا اسواسطے کہ دوسرا قلیل الوقوع ہے اور ثواب میں کمتر ہے کہ پورے سے اعتق بعض عبدہ ولو مبہما صح ولو مبہما آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہے اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا بعض مبہم کا امام اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد کرے بلکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہے خواہ بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے مثلا یوں کہے کہ میں نے بعض غلام کا یا جز غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام قاضی اس سے بیان کراویگا کہ بعض یا جز سے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یوں کہے کہ میں نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی المنح وسعی فیما بقی وان شاء حررہ اور سعی کرے غلام ما بقی میں اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کرے یعنی اگر مثلا سو درم قیمت تھی غلام کی اور مولی نے آدھا آزاد کیا باقی رہے پچاس درم تو محنت مزدوری کرکے غلام اسقدر مولی کو پہونچا دے تو پورا آزاد ہو جاوے لیکن اسکا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر مالک بھی آزاد کر دیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہوگی وہو ای معتق البعض کمکاتب حتی یؤدی الا فی ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع بطل فیہ ولو قتل ولم یترک وفاء فلا قود بخلاف المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کے مانند ہے یہاں تک کہ باقی کو ادا کرے سعی کرکے مگر تین امر میں مکاتب کے مانند نہیں ایک یہ کہ اگر عاجز ہو سعایت سے تو رق کیطرف نہیں پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کیطرف عود کرتا ہے امر ثانی یہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض و خالص غلام کے بیع میں یعنی دونوں کو ساتھ ہی بیچے تو دونوں میں بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور خالص غلام کی ساتھ ہی بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور امر ثالث یہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر حاجت ادا ہو تو اسکے قاتل پر قصاص واجب نہیں اسواسطے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہہ پڑا کہ اسکے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تھا تو مولی مدعی ہے اور اگر آزاد تھا تو اسکے وارث مدعی ہیں بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادائے بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو رقیت اسکی ثابت تھی تو بلا شبہہ اسکے خون کا مدعی فقط مولی ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہو گا سوائے مولی کے تو ظاہر اقتضائے تعلیل یہ ہے کہ اس صورت میں اسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والصحیح قول الامام قہستانی

عن المضمرات۔ اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کریگا تو کل آزاد ہو جاویگا تو سعایت اسپر لازم نہوگی اور صحیح امام اعظم کا قول ہے کذا فی القہستانی عن المضمرات ہم صحیحین میں موافق مذہب امام کے عبداللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ ایک غلام میں سے آزاد کرے اور اسکے پاس مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اسکی معتدل قیمت ٹھہرائی جاوے تو اور شریکوں کے حصے آزاد کرنیوالا ادا کرے اور غلام اسکی طرف سے آزاد ہوگا اور اگر اسکو مقدور نہو تو غلام سے اسیقدر آزاد ہوگا جتنا اسنے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ اعتاق بعض صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق یوجب زوال الملک عنده وهو متجز وعندهما زوال الرق وهو خلاف متجز اور امام اور صاحبین کے خلاف کی بنا اسپر ہے کہ امام کے نزدیک آزاد کرنا موجب ہے زوال ملک کا اور چونکہ ملک بالاتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہے اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور حالانکہ رق قسمت پذیر نہیں تو عتق بھی قسمت پذیر نہیں ہم معلوم ہوا کہ اختلاف مذہبین اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہے خلاصہ دلیل امام کے مذہب کی یہ ہے کہ اعتاق ازالہ رق سے عبارت نہیں جیسا کہ صاحبین کہتے ہیں بلکہ اعتاق عبارت ہے ازالہ ملک سے اسواسطے کہ انسان کا اختیار نہیں مگر اپنے ازالہ ملک میں اور ملک بالاتفاق متجزی ہے تو اسیطرح اسکا ازالہ بھی متجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا ثبت ہے تو تحقیق معلول یعنی عتق کا نہوگا بدون تحقیق علت کل کے یعنی ازالہ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی هذا الخلاف التدبیر والاستیلاد ولا خلاف فی عدم تجزی العتق والرق اور اسی خلاف پر تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک تدبیر اور استیلاد متجزی ہے نہ صاحبین کے نزدیک تو اگر نصف غلام کو مولی مدبر کریگا تو بعد موت مولی کے نصف باقی کیواسطے غلام سعی کریگا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت وہ آزاد ہوا اور اگر مشترک لونڈی کا استیلاد کریگا تو نصف میں استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے مالک ہوگا اور امام اور صاحبین میں اختلاف نہیں عتق اور رق کی قسمت پذیری میں اسواسطے کہ عتق عبارت ہے اس قوت حکمیہ سے جسکے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادات اور تصرفات مالیہ کے ہوا اور یہ قوت حاصل نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ اسکی ضد زائل ہو یعنی رق عبارت ہے اس ضعف حکمی سے جسکے سبب سے انسان اہل قضا اور شہادات اور تصرفات مالیہ کے نہ ہو تو معلوم ہوا کہ ایک انسان میں عتق اور رق جمع نہیں ہو سکتے کہ آدھا آزاد ہو اور آدھا رقیق اور جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام اور صاحبین کا اتفاق ہے ویسے ہی ملک کے متجزی ہونے پر بھی اتفاق ہے تو اختلاف نہیں مگر اعتاق کی قسمت پذیری میں ومن الغریب ما فی البدائع من تجزیهما عند الامام لان الامام لو ظهر علی جماعة من الکفرة فرای الرق علی انصافهم ومن علی الانصاف جاز ویکون حکمه بقاء کالمعتق البعض اور غریب روایت وہ ہے جو بدائع میں ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہیں اسواسطے کہ امام مسلمین جب غالب ہوگا فرقہ کافروں کے کسی گروہ پر اور انمیں سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم رکھے اور نصف نصف پر احسان کرے بسبب آزاد کرنیکے تو یہ جائز ہے اور رہیگا حکم ہر شخص کا بعد اس عمل کے مانند معتق البعض کے جسکا جی چاہے امام انکو آزاد کر دے اور جو چاہے باقی کیواسطے سعی کراوے ہم اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق اور رق امام کے نزدیک قسمت پذیر ہے حالانکہ یہاں امام کا عتق نہیں بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہیں کیونکہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا فتح القدیر میں اسکو مستبعد کہا ہے ولو اعتق نصیبه فلشریکه ست خیارات بل سبع اما ان یحرر نصیبه منجزا او مضافا الی مدة کمدة الاستسعاء فتح اور اگر ایک غلام کے دو مالک ہوں اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر میں اختیار ہے یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کرے یا آزادی کی کچھ مدت مقرر کر دے مانند مدت سعی کروانے کے کذا فی فتح القدیر یعنی اعتاق کو مدت طویل کیطرف اضافت نکرے نہیں تو وہ تدبیر کے مساوی ہو جاویگی بلکہ یوں کہے کہ برس یا دو برس میں تو آزاد ہوگا نہایت یہ ہے کہ جتنی مدت میں وہ محنت مزدوری کر کے اپنی نصف قیمت ادا کر سکے اتنی مدت کیطرف اسکے عتق کو مضاف کرے او یصالح او یکاتب لا علی اکثر من نصف قیمته لو من النقدین ولو بعرض استسعی فان امتنع آجره جبرا یا شریک صلح کرے مال پر یا مکاتب کرے غلام کو بشرطیکہ اسکی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہو اگر بدل کتابت چاندی سونے کی قسم سے ہو اور غیر نقدین میں زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام عاجز ہو ادائے بدل کتابت سے تو اس سے سعایت کرا دے اگر وہ سعایت نکرے تو زبردستی اسسے مزدوری کراوے او یدبره ولزمه السعایة للحال لموت المولی فلا سعایة ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنے سے فی الحال اسکو سعایت لازم ہوگی او نصف قیمت ادا کرکے آزاد ہو جاویگا سوا اگر مولی یعنی شریک مر گیا تو غلام پر سعی لازم نہیں اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہو سکے او یستسعی العبد کما مر

ف بہتر یہ تھا کہ مترجم اول بصیغہ مجہول ترجمہ کرتا اسلیئے کہ انتشار ضمائر لازم نہ آتا یعنے جس غلام کا بعض آزاد کیا جائیگا وہ کل آزاد ہوگا ۱۲

یا شریک سعایت کرا دے غلام سے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا م سعایت بالکل عبارت ہی اُس عمل سے جسکو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تاکہ مابقی آزاد ہو جاوے کذا فی القاموس والولاء
لهما لانهما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ مین دونون شریکون کیواسطے ہی پہلا شریک جسنے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا اور دوسرا شریک جسنے اپنا حصہ
آزاد کیا یا مال پر صلح کرکے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اُس سے سعایت کی درخواست کی بہرصورت جس آزاد غلام کے یہی دونون شریک وارث ہونگے اسواسطے کہ اُسکے آزاد کرنیوالے
بھی یہی دونون ٹھہرے ویضمن المعتق لو موسرًا وقت العتق بلا اذنه فلو به استسعا ملتقى شریک مذکور کو اختیار ہے کہ آزاد کرنیوالے سے اپنے حصہ کا ضمان لے اگر مقدار
والا ہو بشرطیکہ بے اذن شریک کے اسنے آزاد کیا ہو اور اگر اُسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکیگا غلام سے سعایت کرا دیگا بنا بر ظاہر الروایت کے ہم درصورت اجازت ضمان
کے نفی مراد ہی نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہین کذا فی حاشیة المدنی عن البحر ویرجع بما ضمن علی العبد والولاء کله له لصدور العتق
کله من جهته حیث ملکه بالضمان اور آزاد کرنیوالا پھیر لے غلام سے اُتنا مال جتنا اُسنے ضمان دیا یعنی اُسقدر مال کیواسطے سعایت کرا لے اور تمام وراثت غلام کی
آزاد کرنیوالے کو ملیگی بسبب صادر ہونے کل عتق کے اسی کی جہت سے اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہو گیا ضمان دیکر وهل یجوز الجمع بین السعایة والضمان ان تعدد
الشریک نعم والا لا اور کیا جائز ہی جمع کرنا سعایت اور ضمان مین یا جائز نہین جواب یہ ہے کہ ہان جائز ہی اگر چند شریک ہون یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہون اور
ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو دونون شریکون کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کرا دے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیة
المدنی عن البدائع والمبسوط ومتی اختار امرًا تعین الا السعایة فله الاعتاق اور جبکہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سبعہ سے تو وہی امر معین و مقرر ہو جاتا ہے
یعنی اُسکو بدل کر دوسرا امر اختیار نہین کر سکتا سوائے سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اُسکو آزاد کر دینے کا اختیار ہے طحطاوی نے کہا ظاہر
کتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم ولو باعه او وهبه نصیبه لم یجز لانه کالمکاتب اور اگر شریک اپنا حصہ آزاد کرنیوالے کے ہاتھ بیچے یا اسکو ہبہ کرے تو
جائز نہیں اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کے مانند محل تملیک باقی نہ رہا ویساره بکونه مالكا قدر قیمة نصیبه الآخر یوم الاعتاق سوی ملبوسه وقوت یومه
فی الاصح مجتبی اور آزاد کرنیوالے کا مقدور ثابت ہوتا ہے بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے اعتاق کے دن سوا کپڑا پہننے اور اُسدن کے کھانے کے یعنی اگر معتق بقدر قیمت حصہ
شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے مین اُسکا مقدور ثابت ہے قول اصح مین کذا فی المجتبی ولو اختلفا فی قیمته فان قائمًا قُوّم للحال وان [illegible] فالقول للمعتق لانکاره الزیادة
ولو اختلفا فی یساره واعساره اور اگر معتق اور شریک اختلاف کرین غلام کی قیمت مین عتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اسکی قیمت ٹھہرا لیجاوے اور اگر مر گیا ہو
تو معتق کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا اور اسیطرح اگر دونون مین اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور مفلسی مین تو
بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شهدا ای اخبر لعدم قبولها وان تعددوا بحر هو مغتنمًا بل ثم کل من الشریکین بعتق الآخر حظه فانکر کل سعی لهما
اور اگر گواہی دے ہر شریک دوسرے شریک کے آزاد کرنے کی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنیکا تو غلام سعایت کرے دونون کے حصے ادا کرنے کیواسطے شارح کہتا ہے
شہادت یہان بمعنی خبر دینے کے ہی اسواسطے نہ مقبول ہونے شہادت کے اگرچہ چند شریک ہون اور اُنمین سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دین تو بھی گواہی نہ مقبول ہوگی اسواسطے
کہ دونون اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہین یعنی چاہتے ہین کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصون کا ضمان اُس سے لین کذا فی البدائع مالم یحلفهما القاضی
فحینئذ یسترق او یستسعی فی حظهما دونون شریکون کیواسطے غلام سعایت کرے تاوقتیکہ قاضی نے دونون سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونون سے قسم لی تو صورت
مین غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونون کے حصون مین سعایت کرے ہم درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ
فتح القدیر مین مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونون شریکون نے اعتاق کو دوسرے کیطرف منسوب کیا تو اسکا حکم کچھ نہیں سوائے سعایت کے اور اگر قاضی کے
پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونون سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونون نے انکار کیا اور قاضی نے دونون کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ مینے آزاد نہیں کیا تو
غلام پر رقیت نہ ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اُسکے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقرر اُسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام کا تہائی

حرام ہی اسواسطے کہ معتق البعض ہی پھر جب اُسکا استرقاق صحیح نہوا تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار رہوگا وہکذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو نکل احدُھما صار مقرًا فلا سعایۃ اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اُسکے واسطے سعایت کا حق نہ رہا تو کل لیئے سعایت کرا دیگا ولو مات قبل اَن یتفقا فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونون مالک ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہون تو غلام کی بیت المال کی ہوگی نہ مالکون کی اسواسطے کہ ہنوز کسی کا اعتاق ثابت نہیں کذا فی البحر یہ مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول میں ہوتا اور امام کے مذہب میں اسکے ذکر کرنے سے غلط نہیں ہوگیا مطلقًا ولو موسرین او مختلفین والولاء لهما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک ہرطرح اگرچہ دونون شریک مالدار ہون یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اور ولا دونون کا حق ہی وقالا یسعی للمعسرین لا الموسرین ولو تخالفا سعی للموسر لا المعسر والولاء موقوف فی الکل حتی یتصادقا کذا فی البحر والملتقی وعامۃ الکتب قلت ففی المتن خلط لا یخفی فتنبہ ثم رایت شیخنا الرملی نبہ علی ذلک کذلک اور صاحبین نے کہا کہ غلام مذکور مفلس شریکون کیواسطے سعایت کرے نہ مالدارون کیواسطے اور اگر دونون مقدور میں مختلف ہون یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے اسواسطے کہ مفلس بسبب مالداری اپنے شریک کے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولا یعنے میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتون میں موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہی یہانتک کہ دونون شریک متفق ہون ایک شخص کے اعتاق پر تب متفق وارث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مریگا تو اُسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام صاحبین کا مذہب اسیطرح مصرح ہی بحر الرائق اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ میں شارح کہتا ہی تو متن میں خلط مذہبین ہوگیا ہی کہ مخفی نہیں سو اسے ملاحظہ کرو ہوشیار رہو پھر میں نے اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ اُسنے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس خلط مذہبین پر اسیطرح آگاہ کر دیا ہی ہم فی الحقیقت متن میں خلط دونون مذہب کا ہوگیا کہ مذہب امام میں بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کر دیا یعنی تخالف یسار میں مالدار کیواسطے سعایت ہی نہ مفلس کیواسطے اسلیئے کہ امام کے نزدیک مطلقًا سعایت لازم ہی اور ولا غلام کی شریکون کو ہی اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہی لیکن طرفہ ماجرا ہی کہ اگر متن میں ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام میں دو خطا میں ہو ہیں اول خطا یہ کہ در صورت تحلیف قاضی استرقاق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ اسمیں ہرگز استرقاق نہیں اور ثانی خطا یہ کہ خلط مذہبین کا اعتراض متن پر کیا پھر آپ ہی اسمیں مبتلا ہو یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب صاحبین کا اسکو امام کے مذہب کے ساتھ کمال میل کر کے بلا تنبیہ مذکور کر دیا انسان ہرچند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا و نسیان سے خالی نہیں لہذا ماخوذ اور معاتب نہیں **فرع** مسئلہ محصہ شارح کا قال احد الشریکین للاٰخر بعت منک نصیبی وان لم اکن بعتہ منک فهو حر وقال الاٰخر ما اشتریتہ وان کنت اشتریتہ منک فهو حر فالقول لمنکر الشراء بیمینہ فان حلف ولا بیّنۃ للبائع عتق بلا سعایۃ لمدعی البیع بل للاٰخر فی حظہ بکل حال ایک غلام دو مالکون میں سے ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تھا قبل اسکے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہی اور دوسرے شریک نے کہا کہ میں نے تیرا حصہ نہیں خرید کیا اور اگر میں نے اُسکو تجھ سے خرید لیا ہو تو وہ آزاد ہی تو اُس صورت میں جو شریک کہ منکر ہی خرید کا اُسی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر اگر اُسنے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہیں تو غلام آزاد ہو جاویگا بلا سعایت کے یعنی بائع کیواسطے اُسپر سعایت کرنا لازم نہوگا مفت آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ اُسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کے واسطے بقدر اُسکے حصہ کے سعایت کریگا ہر حال میں خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وکذا عندھما لو البائع معسرًا ولو موسرًا لم یسع لاحد فی الاصح اور اسیطرح صاحبین کے نزدیک سعایت فقط منکر شرا کے واسطے ثابت ہی اگر بائع مفلس ہو گا اسواسطے کہ اُنکے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسی کے واسطے سعایت نکریگا قول اصح میں اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کی تونگری کی حالت میں سعایت نہیں اور تضمین بھی نہیں اسواسطے کہ دوسرا منکر ہی ولو علق احدھما عتقہ بفعل غدًا مثلًا کان دخل فلان الدار غدًا فانت حرّ وعکس الشریک الاٰخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد وجہل شرطہ ادخل ام لا عتق نصفہ ویحنث احدھما بیقین وسعی فی نصفہ لهما مطلقا والولاء لهما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آیندہ کے کسی کام پر مثلًا یوں کہا کہ اگر داخل ہوگا زید گھر میں

کل تو تو آزاد ہے اور اسکے بالعکس دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل نہوگا تو تو آزاد ہے سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ زید گھر مین داخل ہوا یا نہین تو غلام مشترک کا نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کرے غلام اپنے نصف باقی مین دونون شریکون کے واسطے اسلیے کہ ہر شریک یہ کہتا ہے کہ نصف باقی میرا حصہ ہے اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہوگیا اور ترجیح کسیکو نہین لہذا نصف باقی کی سعایت دونون شریکون مین نصفا نصف ہوگی مطلقا خواہ دونون مالدار ہون یا مفلس یا مختلف اور میراث غلام کی دونون کے واسطے ہے ولا عتق و المسئلة بحالها لو حلفا على عبدين كل واحد منهما لاحدهما لتفاحش الجهالة اور اگر بطریق سابق کے تعلیق کی دو مالکون نے ایسے دو غلامون مین جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہے تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنے مثلا زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر مین داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر مین نہ داخل ہو پھر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر مین داخل ہوا یا نہین تو کوئی غلام آزاد نہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلے مین بہ نسبت مسئلہ سابق کے دو جہالت ہوگئی غلام مین بھی اور حانث مین بھی یعنے معلوم نہین کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہین کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان ایک ہی جہالت ہے یعنے حانث مین جہالت ہے معلوم نہین کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام مین جہالت نہین اسواسطے کہ دونون کا ایک ہی غلام ہے حتى لو اتحد المالك بان اشتراهما من علم علمهما عتق عليه احدهما وامر بالبيان فتح تا اینکہ اگر دونون غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہوجاوے اسطرح کہ دونون غلامون کو وہ شخص خرید کرے جو دونون مالکون کی قسم یعنے تعلیق کو جانتا تھا تو اسکے پاس ایک غلام آزاد ہوجاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاوے یعنے دونون مین سے ایک غلام کو عتق کے واسطے معین کرے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ مسئلہ سابقہ مین بسبب تعدد مملوک اور مالک کے جہالت زائد تھی اور بسبب اتحاد مالک کے جہالت کم ہوگئی اور ہرچند تعلیق عتق کی مشتری کیجانب سے نہین تھی لیکن چونکہ مشتری دونون مالکون کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا والحالف بانه قال عبده حر ان لم يكن فلان دخل هذه الدار اليوم ثم قال امرأته طالق ان كان دخل اليوم عتق و طلقت لانه بكل يمين زعم الحنث في الاخرى بخلاف ما لو كانت الاولى بالله اذ الغموس لا تدخل تحت حكم الحاكم ليكذبه في الاخرى یا قسم کھانے والا ہوا ایک سطرح پر کہ مثلا زید نے کہا کہ اسکا غلام آزاد ہے اگر اس گھر مین آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس گھر مین آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ ہر قسم یمین دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کر چکا یعنے پہلے یمین مین شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسرے یمین مین شرط عتق کی موجود ہونیکا اقرار کیا برخلاف اسکے وہ صورت ہے اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنے اگر یون کہے کہ واللہ مین اس گھر مین داخل نہین ہوا پھر یون کہا کہ اگر مین اس گھر مین داخل ہون تو میرا غلام آزاد ہے تو اسمین نہ کفارہ لازم ہے نہ عتق ثابت ہے اسواسطے کہ اگر عدم دخول مین صادق ہے تو کفارہ نہین اور اگر عمدا کذب بولا ہے تو یہ یمین غموس ہے اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کے تحت مین داخل نہین ہوئی تاکہ اسکے سبب سے دوسری یمین کی تکذیب کرسکے طحطاوی نے کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہے اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر کتاب الطلاق مین ہوچکا کذا فی حاشیة المدنی و من ملك قريبه بسبب مع رجل اخر عتق حظه بلا ضمان علم الشريك بقرابته او لا في الظاهر لان الحكم يدار على السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا حصہ قرابت والے کا بدون ضمان کے شریک کو اسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنا بر ظاہر الروایت کے اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہے یعنے ضمان کا سبب تعدی ہے سو یہان موجود نہین اسواسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہین و للشريك ان يعتق او يستسعى اور اسکے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اسسے سعایت کراوے اما لو ملك مستولدته بالنكاح مع اخر فيضمن حظ شريكه لكونه ضمان تملك اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے شخص کے ساتھ یعنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اسسے لڑکا پیدا ہوا پھر اسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہوکر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دیگا اسواسطے کہ یہ ضمان ہے مالک ہونے کا و ان اشترى نصف اجنبي ثم القريب باقيه فله ان يضمن المشترى لو موسرا او يستسعى العبد هذه ساقطة من نسخ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کے قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہے چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ مقدور والا

[illegible]
[illegible]
کی کمی کام
۱۲٫۹

ہو اور چاہے غلام سے سعایت کراوے یہ مسئلہ متن کے نسخوں میں داخل ہے اور شرح مصنف کے نسخہ سے ساقط ہے وان اشتری نصفہ قریبہ ممن یملک کلہ لا یضمن لبائعہ مطلقا لمشارکتہ فی العلۃ اور اگر خرید کیا اپنے قرابت دار کے نصف کو اس شخص سے جو اسکا پورا مالک ہے تو قریب بائع کو ضمان نہ دیگا مطلقا خواہ مالدار ہو خواہ مفلس بسبب شریک کر لینے بائع کے علت میں یعنے ملک مشتری میں دخول مبیع کی علت ایجاب و قبول ہے سو انہیں بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقید بقولہ کلہ لانہ لو اشتراہ من احد الشریکین لزمہ الضمان اجماعا للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا اور عدم ضمان مشتری میں مصنف نے بائع میں پوری ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک شریک سے خرید کریگا تو اسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے دوسرے شریک کے واسطے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع میں اپنا شریک نہیں کر لیا تو ضمان مشتری پر اسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام سے سعایت کراویگا کذا فی العالمگیریۃ عبد بین ثلثۃ دبرہ واحد وبعدہ اعتقہ آخر وهما موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبرہ ان شاء ثلث قیمتہ قنا ویرجع بها علے العبد لا معتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ وهو الاصل ایک غلام ہے جسکے تین مالک ہیں انمیں سے ایک مالک نے اس غلام کو مدبر کیا اور بعد اسکے دوسرے مالک نے اسکو آزاد کر دیا اور وہ دونوں مالک مالدار ہیں تو تیسرا ساکت مالک جسنے نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنے والا اسقدر غلام سے بھر لے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنے والے سے اسواسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہے معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان میں خلاصہ یہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونوں شریکوں کے حصوں میں نقصان واقع ہوگیا تو ہر ایک کو اپنے حصے میں تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اب تیسرے شریک کے واسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان تدبیر ضمان معاوضہ ہے یعنے مالک ہونیکا ضمان ہے اور ضمان اعتاق ضمان اتلاف ہے اسواسطے کہ غلام مدبر کا اجارہ اور اعارہ اور استخدام درست ہے اور اعتاق میں یہ امور جائز نہیں لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنے والے سے ضمان لینا متعین ہوگیا نہ آزاد کرنے والے سے کذا فی حاشیۃ المدنی وضمن المدبر معتقہ ثلثہ مدبرا لا ما ضمنہ المدبر من ثلثہ قنا للنقص بتدبیرہ اور ضمان لے مدبر کرنے والا غلام کے آزاد کرنے والے سے تہائی قیمت مدبر کی نہ ضمان لے مدبر کرنے والا اسقدر جتنا آپ ضمان دے چکا ہے یعنے خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہوجانے غلام اسکے مدبر کرنے سے وسیجیء ان قیمۃ المدبر ثلثا قیمتہ قنا اور باب التدبیر میں آویگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمیں ہیں ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہوجاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہوگئی مثلاً اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہوں تو شریک ثالث مدبر کرنے والے سے نو درم ضمان لیگا اور مدبر کرنے والا آزاد کرنے والے سے چھ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہوکر اٹھارہ درم ہونگے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہے والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاہ للمدبر وما بقی للمعتق لعتقہ هکذا علی ملکہما اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنے والے اور مدبر کرنے والے میں تین تہائی ہوگی دو تہائیاں مدبر کرنے والے کی اور ایک تہائی آزاد کرنے والے کی اسواسطے آزاد ہوچکا غلام کے اسی طرح ان دونوں کی ملک پر آزاد کرنے والا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنے والا دو تہائی کا مالک تھا ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا ولو قال هی ام ولد لشریکہ وانکر شریکہ ولا بینۃ تخدم یوما وتتوقف خدمتہ یوما عملا باقرارہ اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہ لونڈی ہمارے شریک کی ام ولد ہے اور اسکے شریک نے انکار کیا کہ یہ میری ام ولد نہیں اور گواہ اسپر کچھ نہیں تو یہ لونڈی شریک منکر کی ایک دن خدمت کرے اور ایک دن کسی کی خدمت نکرے یہ اسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اسکی ام ولد ہونے کا قائل ہوا تو اپنے سقوط حق کا مقر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی میں انکا حق موجود ہے ونفقتہا فی کسبہا فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اسکی محنت مزدوری میں ہے اور اگر کسب نکر سکے تو شریک منکر پر اسکا پورا نفقہ ہے کذا فی المختار من باب محمد اور دوسرا قول یہ ہے کہ نصف نفقہ منکر پر ہے اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر میں کہا کہ یہی قول الیق لائق امام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واما جنایتہا فموقوفۃ اور جنایت لونڈی کی موقوف رہیگی تاوقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے ہم لونڈی کی نصف میراث اور اسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مرجاوے تو

امام اعظم کے نزدیک وہ آزاد ہوگی اور بقیہ حصہ منکر کے اسکے وارثون کے واسطے سعایت کریگی کذا فی العالمگیریہ ولا قیمۃ لام ولد اور کچھ قیمت نہین ام ولد کی امام کے نزدیک اسواسطے کہ ابن ماجہ اور دارقطنی اور حاکم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی والدہ یعنے ماریہ قبطیہ کا ذکر ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو اسکے ولد نے آزاد کر دیا تو یہ حدیث مقتضی ہے حریت اور زوال قیمت کی لیکن حریت مین دوسری حدیث سے معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال تقوم بلا معارض باقی رہا کذا فی حاشیۃ الدرر الا لضرورۃ اسلام ام ولد النصرانی وقومہا بثلث قیمتہا قنۃ ام ولد کی کچھ قیمت نہین مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی بضرورت یعنے اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو القیاس ضرور ہے کہ بقدر اپنی قیمت کے اسپر سعایت لازم ہوگی اسواسطے کہ مسلمان ہو کر کافر کی مملوک نہین رہ سکتی ہے اور مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہین ہو سکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اسکی قیمت پر سعایت لازم ہوگی اور صاحبین نے ام ولد کی قیمت بقدر ثلث قیمت لونڈی کے ٹھہرائی ہے فلا یضمن عتق اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدہما یثبت نسبہ فلا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار یعنے مشترک ام ولد کو آزاد کر دیا اسطرح پر کہ مشترک لونڈی ایک ولد جنی سو دونون مالکون نے اسکے نسب کا دعوی کیا اور وہ دونون کی ام ولد ہو گئی پھر ایک مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنے والا ضمان نہ دیگا اور اسی طرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اسکا دعوی کیا تو اسکا نسب ثابت ہوگا اور مدعی النسب پر ضمان دینا لازم نہوگا اور نہ لونڈی پر اور اسکے ولد پر سعایت لازم ہوگی اسلیے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہین جو ضمان اور سعایت اسپر متفرع ہو بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک اگر مدعی النسب مالدار ہے تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہوگی وانما تضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قربہا لمسبعۃ فافترسہا ضمن ضمان جنایۃ لا ضمان غصب ولذا یضمن الصبی الحر بمثلہ زیلعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا بسبب جنایت کے باتفاق امام اور صاحبین کے تو اگر ایک مالک نے ام ولد کو شیر کے پاس کر دیا اور شیر نے اسکو پھاڑ ڈالا تو یہ شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلیے کہ یہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا تقوم پر موقوف نہین بخلاف ضمانت غصب کے اور اسی واسطے صغیر حر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اسکے کذا فی الزیلعی یعنے اگر صغیر حر کو کوئی تلف کر ڈالے تو اسپر ضمان جنایت لازم آویگا اور حالانکہ حر لائق قیمت کے نہین ولو قال لعبید عندہ من ثلثۃ لعبیدہ احدکما حر فخرج واحد ودخل آخر فاعاد قولہ احدکما حر فان دام حیا یتولی البیان ایک شخص کے تین غلام ہین سعید اور مرجان اور فیروز سوا اسنے اگر مثلا سعید اور مرجان دو حاضر غلامون سے کہا کہ تم مین ایک آزاد ہے پھر ایک غلام مثلا سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنے فیروز پھر مالک نے وہی اپنا قول دوبارہ کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے سو تاوقتیکہ مالک زندہ ہے تو اسپر بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنے اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی پھر مالک پر حکم کریگا کہ بیان کر دے کہ قول اول اور ثانی مین کس کس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے جسکو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہوگا وان مات بلا بیان عتق من ثبت ثلثۃ ارباعہ نصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور اگر مالک بلا بیان مرگیا تو جو غلام کہ دونون قولون مین ٹھہرا ہے یعنے مرجان سے تین ربع یعنے پون آزاد ہوگا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہوگا اور نصف النصف یعنے چوتھائی ایجاب ثانی سے آزاد ہوگا ھم تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو مین ایک آزاد ہے اور تعیین کسی کی مالک کے قول سے ثابت نہوئی تو ایجاب اول سعید اور مرجان مین دائر ہوا لہذا نصفا نصف ہو گیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پھر مالک نے وہی کہا کہ ایک تم دو مین آزاد ہے تو یہ ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت یعنے مرجان اور فیروز مین دائر ہوا تو یہ بھی دونون مین نصفا نصف ہو گیا نصف مرجان کو اور نصف فیروز کو سو جو نصف کہ مرجان کو پہونچا وہ پاکر مرجان مین شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہو چکا تھا اور نصف فارغ غیر آزاد تھا تو جسقدر نصف آزاد کو پہونچا وہ تو لغو اور بیفائدہ ہو گیا اور جتنا فارغ کو پہونچا وہ باقی رہا یعنے چوتھائی اسواسطے کہ نصف کو جو دو حصہ کیجیے تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے صاف معلوم ہو گیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہو گئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے ہکذا فی الدرر وعامۃ الکتب وعتق من کل من غیرہ نصفہ اور سواے مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور

ایجاب ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنے فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی سے جیسے ثابت غلام یعنے مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین تجزی عتق کے قائل ہیں اسکے سوا اور مسائل ہیں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں بیان کیا لثبوته بطريق التوزيع والضرورة فلم يتعد یعنے ثبوت تجزی عتق کا اس مسئلہ میں بطور تقسیم اور ضرورت کے ہو گیا ہے تو سوا اس محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی اور متجاوز نہوگا یعنے ایک غلام کا عتق مبہم بضرورت عدم تعیین کے دو میں منقسم ہو گیا تو سوا اپنے محل کے اور محل میں متجاوز نہیں ہو سکتا کذا فی حاشیة المدنی وشرح ابی المکارم عن المختصر وان حصل ذلك للمذكور منه فی مرضه وضاق الثلث عنهم ولم يجز الورثة وقيمتهم سواء قسم الثلث بينهم كما مر بان يجعل كل عبد سبعة اسهم كسهام العتق لاحتياجنا الى مخرج له نصف وربع واقله اربعة فتعول لسبعة هي ثلث المال اور اگر یہی دونوں قول مذکور صادر ہوں مالک سے اسکی بیماری میں اور بلا بیان وہ مر گیا اور ثلث مال سے غلام آزاد نہو سکیں اسلیے کہ سوائے تین غلاموں کے کچھ اور ترکہ میت کا نہیں اور وارث میت کے اسقدر آزاد ہونے کو جائز نہیں رکھتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہے تو اس صورت مخصوص میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں منقسم کیا جاویگا اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیے جاویں مانند سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہم اسواسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہمکو احتیاج ہوئی اس مخرج کی جسمیں نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہیں اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہیں اور ربع ایک اور چونکہ چار میں گنجائش سات سہم کی نہیں لہذا چار کو زیادہ کر کے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال ہے میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کر دی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع دو نصف اور ربع کا نہیں ہوتا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہوئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسی طرح مصرح کیا ہے شراح کلام اہل فرائض نے کذا فی الدرر فعتق من ثبت ثلثة من سبعة وسعى في اربعة وعتق من كل من غيره سهمان ويسعى في خمسة فبلغ سهام السعاية اربعة عشر وسهام الوصايا سبعة لنفاذها من الثلث اور اس غلام جو ثابت رہا دونوں ایجابوں میں یعنے مرجان کے تین سہم آزاد ہونگے سات سہم سے اور سعایت کرے چار سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہونگے یعنے سعید کے دو سہم آزاد ہونگے تو باقی پانچ سہم میں وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہونگے تو وہ بھی باقی پانچ سہم میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہوئے اور وصیت یعنے عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوئے انمیں سے ثلث آزاد ہوئے یعنے سات باقی رہے دو ثلث یعنے چودہ وان طلق نسوة ثلثا كذلك ولم يطأهن (۲) اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتوں کو اسی طرح یعنے ایکشخص کے تین عورتیں ہیں سو ایکدن اسکے پاس دو عورتیں حاضر تھیں سو اسنے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک انمیں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اسنے دوبارہ کہا کہ تم دو میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر ان تینوں کے برابر ہیں ہم مہر کا برابر ہونا کچھ ضرور نہیں شارح نے یہ قید باتباع صاحب درر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا درصورت تفاوت مہر کے بھی یکساں ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیة المدنی عن المفتی ابی السعود قبل وطی لیفید البینونة طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کے اسواسطے لگائی تاکہ ایجاب اول مفید ہو جدائی کا اسلیے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول پہونچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نرہی تو اس امر میں طلاق عتق کے مانند ہو گئی کذا فی شرح الوقایہ والدرر

ف اس مسئلہ مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اس صورت میں متبنی ہیں جبکہ زوج بطلاق مبہم ویکر بلا بیان مر گیا اور اگر زوج بیان کر دیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاویگی بلا عدت اور نصف مہر اپنا لیگی اور دوسری عورت کہ بوقت خطاب موجود تھی وہ نکاح میں ثابت رہیگی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مر جاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاوے گی اور عدت وفات اسپر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مهر من خرجت وثلثة اثمان مهر من ثبتت وثمن مهر من دخلت لان بالايجاب الاول سقط نصف مهر الواحدة منصفا بين الخارجة والثابتة فسقط ربع كل ثم بالايجاب الثاني سقط الربع منصفا بين الثابتة والداخلة تو ساقط ہوگا

زوجۂ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجۂ ثابتہ کے مہر سے تین ہشتم حصے ساقط ہونگے اور زوجۂ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوکر خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوکر ثابتہ اور داخلہ میں آدھوں آدھ ہوگیا اھ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اسواسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق بھیج دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول میں نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر مخصوص نہیں لہذا سقوط نصف مہر کا دونوں میں برابر تقسیم ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا بعد اسکے ایجاب ثانی میں یہ تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع میں ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے متجزی نہیں ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہو اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر پر ایجاب ثانی دائر ہوگا ثابتہ اور داخلہ میں برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی میں ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونوں میں نصفا نصف ہوگیا ثابتہ کا بھی اٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علمانے کہا کہ یہ محمد کا قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ شیخین کا قول بھی ہے اگر امام محمد کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا بھی قول ہے تو عتق اور طلاق میں فرق مذکور کے بیان کرنیکی البتہ حاجت ہے کذا فی الہدایة وشرح الوقایة وحواشیہا ملخصاً (واما المیراث ای من ربع وثمن فللداخلة نصفه لانه لا یزاحمها الا الثابتة والنصف الآخر بین الخارجة والثابتة نصفان لعدم المرجح) اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن داخلہ کو تو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہیں تو نصف ربع ہے اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اسواسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہیں مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہے اسلئے کہ کوئی مرجح نہیں ایک کا دوسرے پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی (وعلی کل منهن عدة الوفاة احتیاطا لا الطلاق لعدم الدخول) اور ہر زوجہ پر انھیں زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات میں احتیاط ہے بسبب احتمال منکوحہ ہونیکے کذا فی الکافی (والوطء والموت بیان فی طلاق بائن مبهم کقوله لامرأتیه احدکما بائن فوطئ احدیهما او ماتت کان بیانا للاخری [illegible] کذا التقبیل لا الطلاق) اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم میں چنانچہ یوں کہنا زوج کا اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہوگیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجۂ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اس سے وطی نکرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اسلیے کہ مردہ محل طلاق نہیں بعضے علمانے کہا اور اسی طرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنے اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لیگا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہیں ہوتی یعنے اگر دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کرکے طلاق دی تو یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنے دوسری زوجہ مطلقہ نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت میں دوسری طلاق بھی واقع ہوسکتی ہے تو جائز ہے کہ جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اسکو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیة المدنی عن البحر (وهل التهدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی البیع کالبیع لم اره) شارح کہتا ہے طلاق کی دھمکی طلاق کے مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کے مانند ہے بیان میں یا نہیں میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا اھ جب طلاق بیان نہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب میں نہیں دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار شرح مختار میں صریح دیکھا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اسکی ملخص عبارت یہ ہے ولو قال لعبدیه احدکما حر ثم باع احدهما او عرضه علی البیع عتق الآخر لانه بالعرض قصد وصول الثمن وانه ینافی الحریة اور ملتقی الابحر میں یوں ہے والبیع بیان فی العتق المبهم وکذا العرض علی البیع باوجودیکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہے درالمختار سے پہلے پھر بھی یہ مسئلہ یاد نہ پڑا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں معاذ اللہ یہ شارح علامہ پر طعن نہیں ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک + غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہے (کبیع ولو فاسدا وموت ولو بقتل العبد نفسه وتحریر ولو معلقا وتدبیر ولو مقیدا واستیلاد وکذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابة واجارة وایصاء وتزویج ورهن وهبة وصدقة ولو غیر مسلمتین ابن الکمال لان المساومة بیان ففیه اولی بلا قبض بدائع) چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا

ف اسواسطے کہ [illegible] ساقط ہونے [illegible] ایک [illegible] [illegible] سے ایک [illegible] [illegible] [illegible] ۱۲

اور صرف نی ہر آزاد ہونیکے ۱۲

ف اور بیع ڈالنا بیان ہے عتق مبہم میں اور اسی طرح بیع کیلئے پیش کرنا ۱۲

بیان ہے اگرچہ بیع فاسد ہی ہو اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق معلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر مین آویگا اور استیلاد یعنے دعوی ولد کرنا اور اسیطرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہین ہوتا مگر ملک مین جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسیطرح ہبہ کرنا اور خیرات مین دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہ قول ہے ابن کمال کا اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا التسلیم جبکہ بیان ہوتا ہے عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی مین بیان ہے یہین کذا فی البدائع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض مین ایجاب و قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانیکے فی حق عتق مبہم کقولہ لاحدہما حر [illegible] الاخر اھ اور یہ امور عتق مبہم کے حق مین بیان ہین چنانچہ مالک نے اپنے دو غلامون سے یا دو لونڈیون سے کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہین کہ کسکی آزادی مراد ہے پھر امور مذکورہ یعنی [illegible] بیان ہوا یعنے دو غلامون مین ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مر گیا یا ایک کو آزاد کیا معین کرکے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کیا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ مین دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسیکے واسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسیکو ہبہ کر دیا یا خیرات مین دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین ہو گیا ابہام دفع ہوا اسواسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اسکا مالک کو مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل لہ ایہما نویت فقال لم اعتق ہذا عتق الآخر وان قال لم اعن ہذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ ایک تم مین سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تو نے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کی طرف اشارہ کرکے کہ اسکو مین نے نہین آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اسواسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے دوسرا متعین ہو گیا پھر بعد اسکے دوسرے غلام کی طرف جبکا عتق متعین ہو گیا اشارہ کرکے کہا کہ اسکی آزادی کا مین نے ارادہ نہین کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاویگا یعنے دونون غلام آزاد ہو جاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم مین یعنے زوج نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ ایک تم مین مطلقہ ہے پھر کسی نے پوچھا کہ کسکو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو مین نے ارادہ نہین کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہوگی پھر اگر دوسری عورت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکو بھی مین نے ارادہ نہین کیا تو دونون مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اسمین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین نہین ہوتی چنانچہ اگر یون کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے ہزار درم مجھپر ہین سو اگر کسی نے پوچھا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور عتاق مین اس شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہوگا بنا بر ضرورت اقامت وجوب کے بخلاف اقرار کے کہ اسکی تعیین مقر پر واجب نہین اسواسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہین آتا کہ جبر اسپر جائز ہو تو اقرار مین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدہما تعین الجانی وعلیہ الدیۃ دفعا للضرر ولوالجیہ اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنے کسیکو مار ڈالا تو مارنے والا غلام متعین ہو جاویگا واسطے عتق کے اور اسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنے غلام قاتل کی آزادی اسواسطے متعین ہو گئی تا کہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کی طرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لا یکون الوطی ودواعیہ بیانا فیہ وقالا ہو بیان لحلتہ الا وعلیہ الفتوی لعدم حلہ الا فی الملک نہوگی وطی اور اسکے دواعی بیان عتق مبہم مین یعنے اگر ایک لونڈی سے مولے نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم مین لونڈی اس وطی سے حاملہ ہو یا نہو اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی النہایہ اسواسطے کہ وطی حلال نہین مگر ملک مین اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا ہوگا وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لعبدیہ احدکما ابنی او قال لجاریتیہ احدکما ام ولدی فمات احدہما لا یتعین الباقی للعتق ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسیطرح موت بھی بیان نہین ہوتی خبر دینے مین باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولے نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیون سے کہا کہ تم مین سے ایک میری ام ولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مر گئی تو باقی غلام عتق کے واسطے اور باقی لونڈی استیلاد کے واسطے متعین نہونگی اسلیے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونون مین صحیح ہو سکتا ہے لہذا موت بیان نہین ہو سکتی اخبار مین بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ مین صحیح نہین لہذا انشاء مین موت بیان ہوتی ہے قال لامتہ ان کان اول ولد تلدینہ ذکرا فانت

ف

ترجمہ اول چند سطر پیشتر مذکور ہوچکا ہے کہ تدبیر مطلق وہ ہے جو موت کے بعد آزاد کرنے کو کہا [illegible] غلام [illegible]

حرۃ فی لسنت ذکرًا وانثیٰ ولم یعلم الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف الام والانثیٰ لعتقہما بتقدیر الذکر ورقہما بعکسہ فیعتق نصفہما وتسعیان فی نصف قیمتہما کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنیگی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مونث ساتھ ہی جنی اور معلوم نہین کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال مین غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلیے کہ وقت تولد کے ماں اسکی مملوکہ تھی وہ آزاد نہوگی مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو ماں اسکی آزاد ہوگی وہ مولود بسبب پائے جانے شرط کے اور جس صورت مین اولیت کسی کی معلوم نہو تو ماں اور اسکی بیٹی نصف نصف آزاد ہونگی بسبب آزاد ہونے دونون کے درصورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے دونون کے درصورت تقدم مونث کے تو درصورت عدم ثبوت تقدم کے دونون نصف نصف آزاد ہونگی اور دونون سعایت کرینگی اپنی نصف قیمت مین شہدا بعتق احد عبدیہ ولو امتیہ لغت عند ابی حنیفۃ رح لکونہا علی عتق مبہم دو گواہون نے دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی تو نزدیک امام اعظم کے یہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونون گواہون نے دو لونڈیون مین سے ایک لونڈی کے بھی اعتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہ گواہی عتق مبہم پر ہے اور عتق مجہول کی گواہی لائق سماعت کے نہین الا ان تکون شہادتہما فی وصیۃ ومنہا التدبیر فی الصحۃ والعتق فی المرض او طلاق مبہم فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت مین مقبول نہین مگر اسطرح مقبول ہین کہ دونون کی گواہی وصیت مین ہو اور وصیت مین داخل ہے صحت مین مدبر کرنا اور مرض الموت مین آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم مین ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے مقبول ہوگی جبکہ تدبیر فی الصحۃ وصیت مین داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولیٰ وصیت مین داخل ہوگی بحر الرائق اور نہر الفائق مین گواہی وصیت کی یون مثال دی ہے کہ دونون گواہ گواہی دین کہ مالک نے اپنے مرض الموت مین دو غلامون سے ایک غلام کو آزاد کیا الطحاوی محشی نے کہا تو اس مثال مین وصیت اور عتق فی المرض مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا اور ممکن ہے کہ وصیت سے یہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کے وارثون کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہ مراد کہ خود آزاد کر کے مرے والحاصل ان الطلاق المبہم یحرم الفرج اجماعا فلا یشترط لہ الدعوی بخلاف عتق المبہم فلا یحرم عندہ ولکن لم یجز ان یفتی بہ فلیحفظ اور طلاق مبہم اور عتق مبہم مین اصل فارق یہ ہے کہ طلاق مبہم حرام کر دیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام اور صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کے واسطے دعوے مشروط نہین اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ مین بلا شرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہین نزدیک امام کے لیکن اس مقام مین امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہین کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ مزید احتیاط تحریم مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کما تقبل لو شہد بعد موتہ انہ ای المولی قال فی صحتہ لعتقیہ احدکما حر علی الاصح لشیوع العتق فیہما بالموت فصار کل خصما متعینا صححہ ابن الکمال وغیرہ چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدون نے گواہی دی بعد موت مولیٰ کے کہ اسنے اپنی صحت مین کہا تھا اپنے دو غلامون سے کہ ایکتم مین سے آزاد ہے گواہی مقبول ہوگی بنابر قول اصح کے بسبب شائع ہوجانے عتق کے دونون غلامون مین مولی کی موت سے یعنے جبتک مولی زندہ تھا تو شہادت مذکورہ مقبول نہ تھی اس سبب سے کہ دعوی صحیح نہ تھا اسواسطے کہ مدعی مجہول تھا معلوم نہ تھا کہ دونون مین سے کون آزاد ہے اور جب مولی مرگیا تو دونون غلامون پر عتق پھیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہوگیا اور تصحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے یعنے فخر الاسلام اور صاحب کافی نے اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

فرع من مسائل ملحقہ شارح کے شہدا بعتق سالم ولا یعرفونہ عتق گواہی دی دو گواہون نے کہ مولی نے اپنے سالم نام غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہین ہین تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولی کے غلامون مین بھی یہ سالم ایک ہی غلام ہو ولو لہ عبدان کل اسمہ سالم وجحد فلا عتق کشہادتہما بعتق معینۃ سماہا فنسیا اسمہا وبطلاق احدی زوجتیہ وسماہا فنسیا اسمہا لم تقبل لجہالتہا فتح اور اگر ہوئے دو غلامون کا نام سالم ہوا اور مولی اعتاق کا منکر ہو تو گواہون کی اس گواہی سے کہ مولی نے سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہون کی ایسی گواہی کہ مولی نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہون کو اسکا نام یاد نہ رہا یا دو بیبیون مین سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج نے نام لیا تھا اور گواہ اسکو بھول گئے تو ایسی گواہی نہ مقبول ہوگی بسبب کہ اس جہالت کے

کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان میں حلف بفتح حا و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانیکے اور حلف بمعنی عہد و پیمان کے ہے کذا فی الصراح اور حلف سے مراد یہان تعلیق ہے عتق کی اور مسئلہ تعلیق بالولادۃ کا عتق البعض میں اسواسطے مذکور ہوا کہ درصورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ حر عتق من لہ حین دخولہ ولو لم یکن لہ سولہ ملکہ بعد حلفہ او قبلہ لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملکہ وقت دخولہ کہا قائل نے کسی مخاطب[1] سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا اسدن سو آزاد ہے تو آزاد ہوجاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل ہونیکے وقت اگرچہ مخاطب رات کو گھر مین داخل ہوا ہو خواہ متکلم مملوک کا بعد تعلیق کے ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اسواسطے کہ معنی یومئذ کے بیان یہ ہین کہ جس دن کہ تو گھر مین داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یون متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا مین مالک ہونگا وہ آزاد ہے مملوک لونڈی اور غلام دونون کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال مین بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا ولذا لو لم یقل یومئذ عتق من لہ وقت حلفہ فقط کقولہ کل عبد لی او لی مملوک حر بعد غد او بعد شہر اعتبر وقت حلفہ لان لی او املکہ للحال فلا یتناول الاستقبال حتی لو لم یملک شیئا یوم حلفہ بیمینہ او چونکہ مثال سابق یوم دخول سے ملک معتبر ہوئی لہذا اگر مولی یومئذ کا لفظ نہ کہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اسکا مملوک تھا چنانچہ یہ قول مولی کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسون آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہون وہ پرسون یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس مثال مین معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اسکے قسم کھانیکے وقت اسواسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانہ حال کے واسطے اسلیے کہ لی متعلق ہے ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول مین مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کے واسطے ہے اور صیغہ فعل کا اگرچہ حال اور استقبال دونون میں محتمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفا اور شرعا اور لغۃ زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہان تک کہ اگر متکلم مالک نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اسکی تعلیق لغو ہوجاویگی اور جس غلام کو کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا و دبر بکل عبد لی او املکہ حر بعد موتی من کان لہ مملوک یوم قال ہذا القول اور اس غلام سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا مین مالک ہون وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو مدبر ہو جاویگا جو غلام کہ اسکا مملوک ہوگا اسدن جسدن یہ قول اسنے کہا اسواسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کے واسطے ہے کما مر تو مطلقا بل مقیدا من ملکہ بعدہ ولکن ان مات عتقا من الثلث لتعلقہ بالموت فیصیر وصیۃ اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہوگا بلکہ مدبر مقید ہوگا ولیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مرجاویگا تو دونون غلام یعنے جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہوجاوینگے طرفین کے نزدیک ثلث مال سے بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہوگئی اور وصیت نہین واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بسبب صیغہ حال کے آزاد ہوگیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہین ہوا کہ جمع بین الحال والاستقبال لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہوا بطریق وصیت کے ولہذا ثلث مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال اور استقبال دونون کو شامل ہے ولہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت کر لیگا اور حالانکہ وہ مفلس ہو اور بعد وصیت کے وہ مالک ہوا اور مرجاوے تو وصیت اسمین جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیۃ المدنی والمملوک لا یتناول الحمل لانہ تبع لامہ لفظ مملوک کا شامل نہین حمل کو اسواسطے کہ جنین تابع ہے اپنی مان کا یعنے مملوک سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہوا اور جنین بالتبع مملوک ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریۃ من قال کل مملوک لی ذکر فہو حر ولو لم یقل ذکر دخل الحامل فیعتق الحمل تبعا تو نہ آزاد ہوگا حمل اس مولی کی لونڈی کا جسنے یون کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اسواسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہین اور اگر مولی لفظ ذکر کا نکہتا یعنے فقط اسی قدر کہتا کہ جو میری مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق مین داخل ہوجاتی تو جنین بھی تابع اپنی مان کا ہوکر آزاد ہوجاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیون کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہوچکا وکذا لفظ المملوک والعبد لا یتناول المکاتب والمشترک ویتناول المدبر والمرہون والماذون وعلی الاصح اور اسی طرح لفظ مملوک کا شامل نہین مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارۃ کو بنا بر قول اصح کے شارح نے قول اصح کے لفظ سے مجتبی کی عبارت کو رد کیا اسمین کہا ہے کہ لفظ مدبر اور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نہین ولو نوی الذکور لم ینو المدبر دین اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک میرا

باب الحلف بالعتق

[1] لہ مخاطب کی قید اتفاقی ہے اگر دخلت کو بصیغہ متکلم پڑھے تو معنی یہ ہونگے کہ کسی نے یون کہا کہ اگر مین

ور نکل جعل ت تو اسبا معنی ہوا اور یہی متبادر ہین ۱۲

آزاد ہے اور مملوک سے نیت فقط غلاموں کی کی نہ لونڈیوں کی یا غلام مدبر کی نیت کی تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃً اسواسطے تصدیق ہوگی کہ تخصیص عام کا اسنے ارادہ کیا اور تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی ممالیکی کلہم احرار لو نوی الذکور لم یدن لعدم احتمال الاختصاص بالتاکید اور اس قول میں کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہیں اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اسکی تصدیق نہوگی بواسطے دور ہوجانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے یعنے جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہوگی سب غلام اور لونڈیاں اسکی آزاد ہوجاوینگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے حلف لا یعتق عبدہ فکاتبہ فادی او اشتری قریبہ او اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اسنے اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اسنے قریب محرم کو خریدکیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت کے عتق ہے اور خریدکرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان بعتک فانت حر فباعہ فاسدا عتق لا صحیحا اگر مولے نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو میں بیچوں تو تو آزاد ہے پھر اسکو بیچا بیع فاسد کرکے تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کرکر تو آزاد نہوگا اسلیے کہ بیع فاسد کے بعد ملک بائع کی ضائع نہیں ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی مولی کی ملکیت میں پائی گئی لہذا وہ آزاد ہوجاویگا اور بیع صحیح میں بائع کی ملک باقی نہیں رہتی تو شرط عتق کی اسوقت پائی گئی جبکہ مولی کی ملک باقی نرہی لہذا وہ آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المبسوط ۱۲ ان دخلت دار فلان فانت حر فشہد فلان وآخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر میں داخل ہوا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی میں متہم ہو وفی ان کلمتہ لا لانہا علی فعل نفسہ اور اس قول میں کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی کی اسکا شرع میں اعتبار نہیں ولو شہد ابنا فلان انہ کلم اباہما جاز ان جحد اور اگر مثلاً زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا انکے باپ سے تو گواہی انکی درست ہوگی اگر باپ انکا منکر ہو کلام کرنے کا اسلیے کہ بیٹوں کی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہیں وکذا ان ادعاہ عند محمد خلافا للثانی اور اسی طرح باپ اگر مدعی بھی ہو کلام کا تو بھی بیٹوں کو گواہی جائز ہے نزدیک محمدؒ کے اسواسطے کہ اس دعوی میں باپ کو کچھ منفعت نہیں اور ابو یوسفؒ نے بیٹوں کی گواہی کو درصورت دعوی باپ کے باطل

باب العتق علی جعل

باب العتق علی جعل

بالضم ویفتح المال یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کے جعل بضم جیم یعنی مال ہے اور فتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اس مال کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی فعل کے واسطے مقرر کیا جاوے اور جعالۃ بالکسر اور جعلیہ بھی اسیکے مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس لو حاضرا او مجلس علمہ لو غائبا عتق وان لم یؤد لانہ معلق علی القبول لا الاداء والعرض بطل آزاد کیا مولےنے اپنے غلام کو صحیح مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہے سو قبول کر لیا غلام نے سب مال کو مجلس میں مجلس عام ہے مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہو اور اسکے علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام مجرد قبول کے آزاد ہوجاویگا اگرچہ ابھی مال ہنوز ادا نہیں کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے نہ ادا پر یہاں تک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنے بلا قبول اٹھ کھڑا ہو مجلس سے تو عتق باطل ہوجاویگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں اور معاوضہ میں قبول عوض کا ضرور ہے جیسے بیع میں کذا فی الدرر مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہیں مسلم کے حق میں اور لفظ مال شامل ہے نقد اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہیں اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر وشرح ابی المکارم وامالو علقہ بادائہ کان ادیت فانت حر صار ماذونا لہ اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یوں کہا کہ اگر تو اسقدر مال ادا کریگا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ مولے نے غلام کو ادا کرنیکی رغبت دلائی اور مال بدون کسب اور

تجارت کے حاصل نہین ہوتا تو گویا اسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وهل یصح حجرہ تردد فیہ فی البحر اور بعد اس قول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہی یا نہین اسکے جواب مین بحر الرائق مین تردد کیا ہی نہ اسکے حکم مین صریح روایت پائی نہ قواعد مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی اسمین قول فیصل نہین ذکر کیا واللہ اعلم لا مکاتبا لانہ صریح فی تعلیق العتق بالاداء وهو یخالف المکاتب فی عشرین مسئلة ذکر منها تسعة ادائے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور مین ادائے مال پر تعلیق عتق کی صریح ہی بخلاف کتابت کے کہ اسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین مولی یون کہتا ہی کہ مینے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلاً اور وہ یعنے جس غلام کا عتق ادائے مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہی مکاتب سے بیس مسئلون مین انمین سے نو مسئلون کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے ساتھ ملا جلا مناسبت کلام پورا کر دیا مترجم شمار مسائل کے واسطے ہر مسئلہ پر ہندسہ عدد کا واسطے اختصار کے رقم کریگا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ سو ماتن نے کہا ۱ تو موقوف نہین عتق غلام مذکور کا اسکے قبول پر یعنے اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اسکا قبول کرنا مشروط ہی ولا یبطل بردہ ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کے رد کرنے سے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعہ قبل وجود شرطه وهو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہی بیع کرنا اس غلام کا قبل وجود عتق کی شرط کے اور وہ شرط کیا ہی ادائے مال ہی بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز ادائے بدل کتابت کے اسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعہ ثم اشتراہ هل یجب قبول ما یاتیہ به خلاف ۴ اور اگر مولی اسکو بیچے پھر اسکو خرید کرے کیا واجب ہی قبول کرنا اس مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہی ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہی اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کریگا تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اسکے مال کے وجوب قبول مین اختلاف نہین کذا فی منح الغفار وعتق بالتخلیة بحیث لو مد یدہ للمال اخذه ۵ اور آزاد ہوگا غلام مذکور مال کو آگے رکھدینے سے اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھاوے تو مال کو اٹھا لے ھم مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہو جاتا ہی کذا فی الزیلعی تو دونون مین کچھ فرق نہوا تو اسکا ذکر یہان بے موقع ہوا کذا فی حاشیة الدر فی ولو ادی غیرہ عنہ تبرعا او امر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط اداؤہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قید بدراهم فادی دنانیر او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود وبهذا الشهر فدفع فی غیرہ ۶ اور اگر مال ادا کیا غلام کی طرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے یا غلام نے غیر شخص کو ادائے مال کا امر کیا سو اسنے ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا نگیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولے نے ادائے مال مین دراہم کی قید لگائی پھر غلام نے دینار ادا کیے ۹ یا مولے نے مثلاً ہزار درم دینے کی سفید تھیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی مین دیے ۱۰ یا مولے نے اس مہینے مین ادا کرنیکی شرط کی تھی سو غلام نے دوسرے مہینے مین مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چارون صورتون مین آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حط عنه البعض بطلبه فادی الباقی ۱۱ یا مولے نے مال معین سے کچھ کم کر دیا یا غلام کی درخواست سے اور باقی مال کو اسنے ادا کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابرأه ۱۲ اور اسی طرح غلام آزاد نہوگا اگر مولی مال کو معاف کر دیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنے سے آزاد ہوتا ہی ھم اس مسئلہ کا ذکر بھی یہان بے موقع ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین مین اور یہان غلام مذکور پر دین کہان ہی جو ابرا کی گنجائش ہو کذا فی منح الغفار لو مات المولی وادی الی ورثته لعدم الشرط بل العبد بکسبه للورثة ۱۳ یا مولے مرگیا اور غلام نے مال معین وارثون کو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولے کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا ہوا مال وارثون کا ملک ہی تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے ولو مات العبد قبل الاداء فترکته للمولی ۱۴ چنانچہ اگر غلام مرجاوے قبل ادا کرنے مال معین کے تو ترکہ اسکا مولی کا ہوگا اور اس مال سے غلام میت کے آزاد ہونیکے واسطے نہ ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل له اخذ ما ظفر به ادها فضل عنه من کسبه ۱۵ بلکہ مولے کو جائز ہی کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لے لیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین سے اسکے پاس سے لے لینا بھی جائز ہی بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسب قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثله علیه ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا اس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاویگا اور اُتنا مال غلام سے مولے پھیر لیگا بخلاف مکاتب کے

ف
عتق علی المال
کتابت سے
بیس باتون
مین جدا ہے
۲۰

کہ قبل کتابت کے کمائی سے وہ آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ مال مولے کی ملک ہی ولتعلق اداءہ بالمجلس فی تعلیقہ بان واذا کما اور متعلق ہوگا ادا کرنا مال کا مجلس ایجاب
یا مجلس علم مین اگر مولے نے تعلیق بلفظان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ یہ تخییر ہی تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا اور متی کی تو ادا مال مجلس پر مخصوص نہوگا
بخلاف مکاتب کے ولا یتبعہ اولادہ بخلاف للمکاتب فی الکل ۱۹ اور تابع اسکی نہوگی اولاد اسکی عتق مین یعنے اگر لونڈی کا عتق ادا مال پر معلق ہو پھر وہ اولاد جنے پھر
مال کو ادا کرے تو اسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر کتابت کا حکم نہین کہ اولاد بھی اسکے ساتھ ہوجاے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ
مین چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ مین اسکی تصریح کردی وھو او لمال حیث صح یصح التکفیل بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لا یصح الکفالۃ بہ وھذہ للموفیۃ عشرون
۲۰ اور وہ یعنے مال مذکور دین صحیح ہی تو کفالت اسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اسکی کفالت صحیح نہین اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہوجاتا ہی اور یہ مسئلہ پورا
کرنے والا ہی بیس مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجاے عشرون کے عشرین کہتا اسواسطے کہ مفعول ہی موفیۃ کا ہم یہ جو ماتن نے مال معلق کو دین صحیح کہا سو صحیح نہین اسواسطے کہ قبل حکم قاضی کے
یہ مال دین نہین اسلیے کہ مولے نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہین کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہین تو اس مسئلہ کا یہان ذکر کرنا ہی غلط ہی بلکہ اس مسئلہ کا
محل ذکر اول باب تھا جہان اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب درر وغرر نے وہین ذکر کیا ہی اسلیے کہ اعتاق علی المال مین بمجرد قبول کے غلام ازاد ہوجاتا ہی
اور آزادی پر دین کا ہونا صحیح ہی تو کفالت بھی اسکی جائز ہی بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہین اسواسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحلبی ح یزاد
ما فی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرضہا ودفعہا لمولاہ عتق ورجع المقرض علی المولی لان غرماء للماذون حق فی مالہ تقدم دیونہم اور مسائل
مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کیے جاتے ہین جو ذخیرہ مین مذکور ہین کہ اگر عتق غلام کا معلق کیا مولے نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لیے اور اپنے مولے کو دیے تو غلام آزاد
ہوجاوے گا اور قرض دینے والا مولے سے ہزار پھیر لیگا اسواسطے کہ قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال مین احق ہین تاوقتیکہ انکے دیون تمام ہون ولو استقرض
الفین فدفع واکل الاخری فللغریم مطالبۃ المولی بہما لمنعہ بعتقہ من بیعہ بدینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لیے سو ایک ہزار مولے
کو دیے اور ایک ہزار خود کھا گیا تو قرض دینے والے کو مولے سے دونون ہزار کا مطالبہ جائز ہی اسواسطے کہ مولے نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنے
اگر غلام ازاد نہوا ہوتا تو قرض دینے والا اپنے دین کے واسطے غلام کو بیع لیتا اور اب غلام آزاد ہی تو وہ بیع نہین سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولے ہی لہذا وہ اپنے دین کا
مطالبہ مولے سے کریگا ولو قال انت حر بعد موتی بالف ان قبل بعدہ ای موتہ واعتقہ بعد ذلک وارث او وصی او قاض عند امتناع الوارث
ھو لا صح لان المیت لیس باھل للاعتاق عتق بالالف والولاء للمیت اور اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہی میری موت کے بعد بعوض
ہزار درم کے اگر غلام نے ہزار درم کو قبول کرلیا بعد موت مولی کے اور ساتھ اس شرط کے مولے کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کردیا تو غلام آزاد
ہوجاویگا ہزار درم پر اور یہی قول اصح ہی مولی کو آزاد کرنا کافی نہین اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنیکے لائق نہین اور ارث غلام کی میت کے واسطے ہی تو عصبات ذکر مولے کے وارث
ہونگے عورتون کو وراثت نملیگی اور اگر میت کو ارث نملتی وارثون کو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر اور قبول غلام کا بعد موت مولے
کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کی طرف مضاف ہوا تو اگر مولے کی حیات مین قبول معتبر ہوتا تو قبول مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ یہ صحیح نہین اور یہ بھی
مشروط ہی کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب ازاد ہوگا کذا فی فتح القدیر والا یوجد کلا الامرین لا یعتق بلا اور اگر دونون امر نپائے جاوین یعنے
بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو مثلاً فوراً نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کرین اسکو تو فقط اس مولے کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حرّرہ علی خدمتہ
حولا مثلاً کا عتقتک علی ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال اور اگر آزاد کیا غلام کو اسکی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجھکو آزاد
کیا اس پر کہ تو سال بھر میری خدمت کرے سو غلام نے اسکو قبول کیا تو فی الحال آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ علی الشئ قبول مجلس پر مشروط ہی
و فی ان خدمتنی سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمہ اقل منہا او عوضہ عنہا او قال ان خدمتنی واولادی فمات

ح
لیکن بجاے عشرون
للموفیۃ عشرون
بجاے البیع بخبری
بجاے اعتراض مترجم
اول کا بجا ہے
۱۲

بعضہا حدہ کالیمین لان التعلیق و علی المعاوضۃ اور موے کے اس قول مین کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہی تو غلام آزاد نہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنے خدمت یکسالہ سو اگر غلام موے کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض خدمت کے موے کو مال دیگا یا موے نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے تو تو آزاد ہی پھر اسکی اولاد سے کوئی مر گیا تو ان تینون صورتون مین آزاد نہوگا اسواسطے کہ ان شرطیہ تعلیق کے واسطے موضوع ہی اور علی معاوضہ کے واسطے اور تعلیق مین بدون وجود شرط متعلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنے مبادلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہی چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہی و خدمۃ الخدمۃ للعرف بین الناس ملا تراہا کانت اور جب خدمت پر عتق ٹھہرے تو غلام موے کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہی بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان جھلت او مات ھو ولو حکما کعمی او مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہی یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہو جانا یا موے مرجاوے اندھے کو بجائے میت کے قرار دینا یہ تجویز ہی صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدم بعضہا فبحسابہ اور اگر غلام موے کی تھوڑی مدت خدمت کرکے مرگیا تو اسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلاً چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایک سال خدمت کرکے مرگیا تو شیخین کے نزدیک چہارم حصہ کرکے پون قیمت غلام کی اسپر لازم آویگی اور محمدؒ کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اسپر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی تجب قیمتہ فتؤخذ منہ للورثۃ او من ترکتہ للمولی او عند محمد تجب قیمۃ خدمتہ درر تلخ حاوی اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی واجب ہوگی سو اگر موے مرگیا ہی تو غلام سے اسکی قیمت وارثون کے واسطے لیجاوے اور یا غلام مرگیا ہی تو اسکے ترکہ سے موے کے واسطے قیمت مذکورہ لیجاوے اور محمدؒ کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اسکی خدمت کی قیمت واجب ہی اور یہی روایت ماخوذ اور مفتی بہ ہی کذا فی الحاوی القدسی وھل نفقۃ عیالہ لو فقراء علی مولاہ فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم کالمعسر بحث فی البحر الثانی وللمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج ہون خدمت کی مدت مین اسکے موے پر ہی جیسے اس غلام کا نفقہ موے پر ہی جسکو موے نے خدمت مین دیا کسی غیر شخص کی یا غلام اول کسب کرے عیال کی نفقہ رسانی کے واسطے یہان تک کہ کسب کی حاجت نرہی پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور ہونے تک اسکو مہلت ملتی ہی بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہی یعنے کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہی بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو تجویز کیا ہی یعنے موے پر اسکا اور اسکے عیال کا نفقہ واجب ہی بقیاس وصیت خدمت کے ہم محشی حلبی نے کہا کہ ظاہر قیاس صاحب بحر کا صحیح ہی لہذا صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہی اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہی اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہی لہذا اسکا نفقہ موے پر واجب ہی اور یہان مولی کی خدمت بعوض اپنی گلو خلاصی کے کرتا ہی تو مانند مستاجر کے ہوا کبیع عبد منہ بعین کبعتک نفسک بھذا العین فھلکت او استحقت تجب قیمتہ وعند محمد قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچنا خود غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ موے نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی کے مثلاً سو قبول کرلیا غلام نے پھر وہ گھوڑی یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمدؒ کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال رجل للمولی اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ان فعل العتق وابت النکاح عتقت مجانا اذ لا شئ لہ علی الامۃ لبطلان اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق والعتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کردے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درہم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اسکا نکاح کردینا اگر موے نے اسکو آزاد کردیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہوجاویگی اور آزاد کرنے والے پر کچھ دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا شرط کرنا طلاق یعنے خلع مین صحیح ہی نہ عتاق مین ہم اگر عورت اس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اسکی قیمت اور اسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درم ہونگے وہ ساقط ہوجاوینگے اور جسقدر مہر مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہی لونڈی نکاح کرے یا نکاح سے انکار کرے بہرصورت مفت آزاد ہوگی آزاد کرنے والے پر کچھ لازم نہوگا ولو زاد لفظ عنی فسد اکالف علی قیمتہا ومہرہا ای مہر مثلہا فتقسمہا

اصابہ

الشراء اقتضاء فلو لم تجب حصۃ ما سلم لہ من القیمۃ و تسقط حصۃ المہر اور آزاد کرنے والے نے اگر قول مذکور مین لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یون کہا مولے سے کہ اپنی لونڈی کو آزاد کر دے میری طرف سے عوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اسکا نکاح بھی کر دے سو مولے نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور اسنے نکاح سے انکار کیا تو ہزار درم تقسیم ہونگے لونڈی کی قیمت اور اسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضاے کلام کے گویا اسنے یون کہا کہ لونڈی کو میرے ہاتھ بیچ کر اور اسکو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درم کو بعوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموع پر منقسم ہوگئے اور اسی واسطے قائل پر حصہ قیمت کا جیسا کہ تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہو گیا بسبب عدم تسلیم کے فلو نکحت القائل فحصۃ مہر مثلہا من الالف مہرہا فیکون لہا فی الوجہین ثم عوادہ ہے کہ سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درم سے اسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اسکا مہر ہوگا تو اسی قدر عورت کا مہر ہوگا دونون صورتون مین لفظ عنی کے ملانے مین اور اسکے ترک کرنے مین ہم اگر قیمت لونڈی کی اور اسکا مہر مثل دونون برابر ہین اسطرح کہ سو درم کی اسکی قیمت ہو اور اسی قدر کا اسکا مہر مثل ہو تو ہزار درم دونون پر منقسم ہونگے پانسو درم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جبکہ قائل نے لفظ عنی کا نہین ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا حصہ یعنی پانسو درم قائل پر واجب ہونگے اور جب کہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اسپر پانسو درم قیمت کی بابت مولے کے واجب ہونگے اور پانسو درم مہر کے لازم آوینگے اور اگر قیمت اور مہر مثل مین تفاوت ہوگا اسطرح پر کہ قیمت کے دو سو ہون اور مہر کے ایک سو تو ہزار درم کے دو ثلث قیمت پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ مین حصہ قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ مین دو ثلث مولے کے واجب ہونگے اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتہا فی الاولی ہدر و فی الثانیۃ للمولی باعتبار تقدیم الشراء و عدمہ اور ہزار درم سے جسقدر لونڈی کی قیمت کو پہونچا وہ مسئلہ اولے مین رائگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہو گئی اور جسقدر اسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ مین پہونچا وہ اسکے مولے کا ہو باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما مر تفصیلہ اعتق المولی امتہ علی ان تزوجہ نفسہا فزوجتہ فلہا مہر مثلہا وجوزہ الثانی ابتداء بفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام فی صفیۃ قلنا کان علیہ الصلوۃ والسلام مخصوصا بالنکاح بلا مہر آزاد کیا مولے نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اسنے اپنی ذات کا نکاح مولے سے کیا تو اسکا مہر مثل مولے پر لازم آویگا امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہین اور مہر بدون مال کے نہین ہوتا اور جائز رکھا ہو اس معاوضہ کو ابو یوسف نے باقتداے فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہ مین ہم صحیحین مین بروایت انس کے حدیث ثابت ہو کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیون مین سے حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور انکو آزاد کیا اور انسے نکاح کیا انکے عتق کو انکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہو ہم طرفین کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے ہین کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوصہ مین اقتدا جائز نہین فان ابت فعلیہا السعایۃ فی قیمتہا اتفاقا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار کرے تو اسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے مین سعایت واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو اعتقت المرأۃ عبدا علی ان ینکحہا فان فعل فلہا مہرہا وان ابی فعلیہ قیمتہ اور اسی طرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی سے بعد آزاد ہونے کے نکاح کریگا تو بی بی کا مہر اسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کریگا تو اسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ بہذا الشرط ام ولدہ فقبلت عتقت فان ابت نکاحہ فلا شیء علیہا خانیہ لعدم تقوم ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو اس شرط پر نکاح کے پھر اسنے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہو جاویگی پھر اگر ام ولد نے مولی کے نکاح سے بعد آزاد ہونے کے انکار کیا تو اسپر کچھ واجب نہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنے کے نہین جو بقدر قیمت اسپر سعایت لازم آوے

فرع مسائل ملحقہ شارح کے قال اعتق عنی عبدا وانت حر فلعتق عبدا جیدا لا یعتق و فی الذی یعتق لانہ ادخل فی ملکہ فیکون راضیا بالزیادۃ واما العتق الخراج لان کسبہ ملک المولی مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ میری

سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوا اور متوسط غلام کا آزاد کرنا اسپر لازم ہوا سو اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مولی لیکر آزاد کردیا تو یہ آزاد نہوگا اور اسی طرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہوگا کذا فی العالمگیریہ اور مولے کے اس قول مین کہ مجکو ایک غلام دے اور تو آزاد ہے سو اُسنے عمدہ غلام لادیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو اُسنے مولے کے ملک مین داخل کردیا تو مولے راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اُسکو ملک مولے سے نکالنا ہے اسواسطے کہ غلام مخاطب کا کسب مملوک ہے مولے کا تو مال جید کے اخراج سے مولے کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

یہ باب ہے تدبیر کے احکام مین یعنی غلام کو مدبر کرنیکے احکام مین زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی سے مخصوص ہے ہو لغۃ الاعتاق عن دبر وہو ما بعد الموت وہ یعنی تدبیر لغت مین عبارت ہے اعتاق عن دبر سے یعنی بعد موت کے آزاد کرنا [illegible] تدبیر کی اصل [illegible] بضم الباء وسکونہا ثانی وبضمتین ضد قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا اور اسواسطے غلام کو کہتے ہین جو پیچھے مرنے مولے کے آزاد ہو اور چونکہ [illegible] معنی شرعی سے [illegible] اسواسطے اکثر فقہا اسکو بیان کرتے ہین والمعنی الثانی تدبیر کے تفکر مین کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور [illegible] اتفاقی او صاحب [illegible] کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہے کہ جب مولے نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تا کہ [illegible] وشرعًا تعلیق العتق بمطلق موتہ [illegible] نحو ان مت الی مائۃ سنۃ اور شرع مین تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھ مطلق موت مولے کے [illegible] اطلاق معنوی ہو یا لفظی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین سو برس تک مرون تو تو آزاد ہے یہ تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہ تعریف تدبیر مطلق کی ہے نہ مطلق تدبیر کی کہ دونون قسم کو شامل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اُسکو تدبیر مطلق کہتے ہین اور اگر مولی کی عمر اسّی برس کی تھی اور اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین سو برس تک مرجاؤن تو تو آزاد ہے ہر چند ظاہر مین یہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اسواسطے غالب حال یہ ہے کہ اسّی برس کا آدمی سو برس تک کاہیکو زندہ رہیگا تو فی الحقیقت تقیید عین اطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ اسمین توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہین اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تابید معنوی بنظر نہی کے وہان معتبر نہین اور تدبیر مین چونکہ کوئی مانع شرعی نہین لہذا تابید معنوی صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے در صورت عدم مانع کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق التدبیر المقید کما سیجیء و بموتہ تعلیقہ بموت غیرہ فانہ لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب مین آویگا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنی یون مولے کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہے تو یہ قول اصلا تدبیر نہین نہ یہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو یہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی مین مفت آزاد ہو جاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کاذا او متی او ان مت او ہلکت او حدث بی حادث فانت حر او عتیق او معتق او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبرتک او انت حر بعد موتی او لا چنانچہ یون کہنا مولے کا اپنے غلام سے کہ جب مین مرون یا جس دم کہ مرون یا اگر مین مرون یا جب مجھے حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق ہے یا تو آزاد ہے میرے پیچھے پیچھے یا تو مدبر ہے یا مین نے تجکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نکرے اسواسطے کہ معنی موت کے مدبر اور تدبیر مین داخل ہین تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونون برابر ہے ہم عرب کے عرف مین حدث اور حادث اور اسی طرح وفات اور ہلاک موت مین مستعمل ہین اسواسطے کہ اسمین معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان مین انتقال کرنا اور اول منزل کو پہونچنا اسی طرح ہوگا او انت حر یوم اموت ان ارید بہ مطلق الوقت لاقترانہ بما لا یمتد فلو نوی النہار صدق فکان مقیدا یا مولے نے یون کہا کہ تو حر ہے جس دن کہ مین مرون یوم سے مراد اس مثال مین مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اُس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہین ہے یعنی موت سے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب لیل یا یوم امر

غیر ممتد سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونون کو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے مولے رات کو مرگیا تو بھی غلام آزاد ہوگا پھر اگر مولی بلفظ یوم بولا یعنے فقط دن کا ارادہ کریگا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورت مین یہ تدبیر مطلق نہ ہوگی بلکہ تدبیر مقید ہو جاویگی اسواسطے کہ یہ منظور نہین کہ موت اسکی دن ہی کو ہو (وان مت الی مائة سنة مثلا ومثله موته قبلها هو المختار لانه كالكائن لا محالة) یا مولے نے یون کہا کہ اگر مین سو برس تک مثلاً مرجاؤن تو تو آزاد ہے اور ظن غالب اسکی موت کا ہو قبل سو برس کے تو یہ مقید بجائے مطلق کے ہے قول مختار پر اسواسطے کہ مثلاً اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو برس کے مانند ثابت کے ہے بلاشک یا بنا بر غالب اعمار خلق کے اور غیر مختار وہ قول ہے جو ینابیع اور جامع الفقہ مین ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہے نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور باقی تفصیل اور تحقیق اسکی تعریف تدبیر مطلق مین ہو چکی (وافاد بالكاف عدم الحصر حتى لو اوصى لعبده بسهم من ماله عتق بموته ولو بجزء منه لا والفرق لا يخفى ذكرناه فی شرح الملتقى) اور مصنف نے کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنے امثلہ مذکورہ مین تدبیر مطلق منحصر نہین تا آنکہ اگر مولے اپنے غلام کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کر جاوے تو وہ آزاد ہو جاویگا اسکی موت کے بعد بلکہ جز کی اگر وصیت کریگا تو آزاد نہ ہوگا اور فرق سہم اور جز مین فقہا کے نزدیک مخفی نہین اور ہم نے شرح ملتقی الابحر مین فرق کو بیان کیا ہے اور اختیار شرح مختار دونون مین فرق یون بیان کیا ہے کہ سہم عبارت ہے سدس مال سے اور جز عبارت ہے شی مبہم غیر معین سے تو جب مولی نے اپنے کل مال سے غلام کے واسطے سدس کی وصیت کی تو سدس رقبہ غلام کا بھی وصیت مین داخل ہوا اسواسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہے تو غلام اپنی ذات سے سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جز مبہم ہے تو اسکی تعیین وارثون کے اختیار مین ہے لہذا رقبہ غلام کا بلاتردد جز مین داخل نہین ہو سکتا تو آزاد بھی نہوگا اور محشی مدنی نے بھی اسی طرح کا فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے اور دریافت کیا چاہیے کہ الفاظ مدبر کرنیکے چار طرح پر ہین اول صریح جسمین تدبیر صریح ہو اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث ان الفاظ سے مدبر کرنا جنسے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یون کہنا کہ میری موت کے بعد کسی کا اختیار تجھپر نہین اور رابع بلفظ وصیت ثلث مال یا سدس یا یون کہنا کہ مین نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے آزادی ملک سے کیونکہ غلام مین مالکیت کی صفت بدون اعتاق کے نہین ہوتی (دبر عبده ثم ذهب عقله فالتدبير على حاله لما مر انه تعليق وهو لا يبطل بجنون ولا رجوع) مدبر کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہو گئی تو تدبیر قائم ہے اپنے حال پر اسواسطے کہ تعریف مین گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہین ہوتی جنون اور رجوع کرنے سے (بخلاف الوصية برقبته لانسان ثم جن ثم مات بطلت) بخلاف وصیت کے یعنے مولے نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کے واسطے وصیت کی پھر مولے مجنون ہو گیا بعد اسکے مر گیا تو یہ وصیت باطل ہو جاویگی (ولا يقبل التدبير الرجوع عنه ويصح اكراه بخلافها فالتدبير كالوصية الا في هذه الثلث المسائل ويزاد مدبر السفيه ومدبر قتل سيده) اور تدبیر قبول نہین کرتی رجوع کو یعنے تدبیر کرکے اس سے پھر جانا جائز نہین اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اس سے پھر جانا درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہین تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سوا ان تین امور مذکورہ کے یعنے جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ والنظائر اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیے گئے ہین ایک سفیہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنے مرد احمق کی وصیت امر خیر مین ثلث مال مین نافذ ہے اور تدبیر اسکی اگرچہ نافذ ہے لیکن اسکے مدبر پر کل قیمت مین سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولی کو قتل کریگا تو آزاد ہوگا اور کل قیمت مین سعایت کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنے والے کو قتل کریگا تو وصیت باطل ہوگی (فلا يباع المدبر المطلق خلافا للشافعي) سو مدبر مطلق کی بیع جائز نہین بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ انکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اسواسطے کہ صحیحین مین جابر سے حدیث ثابت ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کیا تھا اسکے پاس کچھ مال نہ تھا سوا اس غلام کے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو آٹھ سو درہم کو بیچا اور اس سے فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالک کی مؤطا مین ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظم رض کی وہ حدیث دلیل ہے جو دارقطنی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ

کیا جاوے اور وہ آزاد ہے ثلث مال سے دارقطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہین تو ممنوعیت اسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول ابن عمر کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہین تو بالضرور محمول ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہین اول یہ کہ ابتداے اسلام مین بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولی جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت کی کہ مجکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنے اجارہ اسکا ہوا تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر کی حدیث قولی نہین جو عام ہو بلکہ واقعہ حال کا اور واقعہ حال کو عموم نہین بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہے تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے معارض نہین ہوسکتی چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعا بین الاحادیث اور اسی طرح موطائی حدیث کے جوابون کو قیاس کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصا فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف مذہب کا وھل یبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کر دیتا ہے بعضے علمانے کہا ہے کہ ہان قضاے قاضی مبطل تدبیر ہے اور شارح نے بطلان تدبیر کو بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ بقضاے قاضی کے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہین بلکہ منصوص ہے اہل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ مین صحیح ہے کہ اگر مولے نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر منفسخ ہوگئی تا اینکہ اگر یہ غلام پھر مولے کی ملک مین کسی دن کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے مولے مریگا تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر ہان اگر مولے حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بعد نالش غلام کے حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہو جاویگا یعنے بالاتفاق اسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہین کہ اسپر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہونگے ولا یوھب ولا یرھن کالوقف شرط واقف الکتب الرھن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ امانۃ فلا یتاتی الایفاء ولا الاستیفاء بالرھن بحر اور نہ ہبہ کرنا غلام مدبر کا جائز ہوگا نہ اسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہین تو کتابون کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنے وقف کرنے والا یون شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابین باہر کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھدینے کے تو یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والے کے ہاتھ مین بطور امانت کے ہے اور امانت مین بدون تعدی کے ضمان نہین تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا ایفا اور استیفا نہین ہوسکتا کذا فی البحر الرائق صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف مین جائز نہین اور رہن لغوی البتہ جائز ہے یعنے مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کے واسطے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج عن الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للحریۃ وسیتضح فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کر دینے اور مکاتب کر دینے سے تاکہ آزادی اسکو جلد حاصل ہو جاوے اور باب المکاتب مین کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنے جب مولے نے غلام کو مدبر کیا تو اب سواے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اسکو اپنی ملک سے نہین نکال سکتا یہان تک کہ کسی کے واسطے وصیت نہین کر سکتا اور بدل صلح مین نہین دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر علی وجہ یملک بیعہ ان یدبرہ مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان بقیت بعد موتی فانت حر اور حیلہ اس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ سکے یہ ہے کہ اسکو مدبر مطلق نکرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر مین مرون اور تو میری ملکیت مین ہو تو تو آزاد ہے یا یون کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہے ویستخدم المدبر ویستاجر والمدبرۃ توطأ وتنکح جبرا اور مدبر سے خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اسکا نکاح زبردستی کر دینا جائز ہے اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اسکا نکاح بجبر کر دینا درست ہے والمولی احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولے مدبر کے کسب کا اور اسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا حق ہے بسبب بقاے ملک مولے کے فی الجملہ اور اگر مدبر کسی کا خون کریگا تو مولی پر اسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخون مین بجاے ارش کے ارث کا لفظ ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مدبر آزاد نہین مگر بعد موت مولے کے اور مولے کی حیات مین جو اسکے پاس ہے

وہ مولی کی ملک پر پھر مولے کا وارث ہونا ہے معنی ہر وہ ہو گیا ولو حکما کلحاقہ مرتدا تعتق فی آخر جزء من حیوۃ المولی من ثلثہ ای ثلث مالہ یوم موتہ لانہ اذا مات
فی صحتہ انت حر او مدبر دو صلۃ بجملۃ العتق تصرف من الکل و تصرف من الثلث حاوی اور مولی کی موت سے اگرچہ حکمی ہی موت ہو چنانچہ معاذ اللہ
مولے مرتد ہو کر دار الحرب میں مل جاوے آزاد ہوگا مدبر حیات مولے کے آخر جز میں اسکے ثلث مال سے یعنے اس مال کی تہائی سے جو مال کہ اسکے موت کے دن موجود ہی مگر جبکہ مولے نے
اپنی صحت میں کہا کہ تو حر یا مدبر ہی اور پھر وہ یہ دونوں بیان کرنے حریت اور تدبیر کے مر گیا تو آزاد ہوگا غلام کا نصف اسکے کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اسکا مولے کے
ثلث مال سے آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی حاوی القدسی و سعی بحسابہ ان لم یخرج من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کرے کل مال و ثلث
مال کے حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث کے چار خمس میں سعایت کرے اور اگر اسکا ربع نکلے تو تین ربع میں سعایت کرے وعلی ہذا القیاس یہ اس صورت میں ہی جبکہ
ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال میں گنجایش ہو تو سعایت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثیہ ان لم یکن معتقہ من الثلث او صحیح مدبر اپنے دو ثلث
میں سعایت کرے اسواسطے کہ عتق مدبر کا ثلث مال سے ہوتا ہی ان لم یترک غیرہ ولہ وارث لم یجز ہای التدبیر فان لم یکن لہ وارث او کان واجاز عتق
کلہ لانہ وصیۃ مدبر اپنے دو ثلث میں سعایت کرے اگر مولے نے سوا اس غلام کے اور کچھ مال نہ چھوڑا ہو اور مولے کا ایسا وارث ہی جو تدبیر کو جائز نہیں رکھتا
یعنے آزاد ہونا کل غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہیں رکھتا تو اگر مولے کا کوئی وارث نہو یا وارث ہو اور اعتاق کل غلام کو جائز رکھے تو کل غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ تدبیر
در حقیقت وصیت ہی اور وصیت بدون اجازت وارث کے ثلث سے زیادہ جاری نہیں ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کلہا کالسفیہ ولو قتلتہ
ام الولد لا تسعی علی ما بسط فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہی لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بھی نہ آزاد ہوگا بلکہ اپنی کل قیمت میں سعایت
کریگا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت میں سعایت کرتا ہی اور اگر اپنے مالک کو ام ولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہو جاویگی مالک کی موت سے اور اسپر کچھ سعایت لازم نہوگی چنانچہ
یہ مسئلہ جوہرہ میں مصرح ہی مدبر قتل سید سے اسواسطے آزاد نہوا کہ اعتاق در حقیقت وصیت تھی اور وصیت قاتل کے واسطے صحیح نہیں رہتی بخلاف ام ولد کی آزادی کے
کہ وہ وصیت نہیں لہذا سعایت اسپر واجب نہیں وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ مدبرا مجتبی وہو حینئذ کمکاتب فی الآخر مدیونا لو المولی مدیونا بمحیط
اور اگر مولے پر دین اسقدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت میں سعایت کرے یعنے اس صورت میں ثلث بھی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر
کی قیمت مراد ہی نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ سعایت میں نزدیک امام اعظمؒ کے مانند مکاتب کے ہی تو اسکی شہادت مقبول نہیں اور نکاح اسکا نافذ
نہیں اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون ہی تو اسکی گواہی مقبول ہی اور اسکا نکاح بھی نافذ ہی ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات العتق فان ضمن
شریکہ فمات سعی فی نصفہ مختار اور اگر غلام کے دو مالکوں میں سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق میں سات یا چھ طرح کے اختیار
حاصل ہیں چنانچہ اسکی تفصیل باب عتق البعض میں ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنے والے شریک نے ضمانت اور بلا رجوع علی العبد مدبر کرنے والا مر گیا
تو یہ غلام اپنی نصف قیمت میں سعایت کرے اسکے وارثوں کیواسطے کذا فی المختار وولد المدبرۃ تدبیرا مطلقا مدبر اور جو لونڈی مدبرہ بتدبیر مطلق ہی
تو اسکا لڑکا بھی مدبر ہی یعنے ماکے ساتھ وہ بھی مولے کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا یتبعہا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہی لڑکا مدبر ہونے میں
اپنی ماکا تابع نہوگا یعنے ماکے ساتھ وہ آزاد نہوگا فذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہی ماتن نے بیع فاسد کے باب میں
کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کے مانند ہی سو اسکو تامل اور غور کرو وجہ تامل کی یہ ہی کہ یہ قول صحیح نہیں کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی ماکا تابع ہوتا ہی
نہ باپ کا اور ہدایہ کے بعضے نسخوں میں بھی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہی حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب ہدایہ کی طرف سے یہ جواب ممکن ہو سکتا ہی
کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت دونوں کو شامل ہی اور مراد مدبر سے عورت ہی نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فکعتقہ اور مدبر
کرنا حمل کا صحیح ہی جیسے حمل کا آزاد کرنا صحیح ہی لیکن جنین اسوقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنے کے وقت سے اقل مدت حمل میں تولد ہو ولو ولدت

نہ ولد المصنف

المدبرۃ من سیدہا فہی ام ولدہ وبطل التدبیر لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبرہ نے مالک سے لڑکا جنی تو وہ ام ولد ہے اور اسکی تدبیر باطل ہوگئی اسواسطے کہ تدبیر مین عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد مین عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے ویباع ویوہب ویرہن المدبر المقید کمن قال لہ ان مت من سفری او مرضی ہذا او الی عشر سنین مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولے نے غلام سے یون کہا کہ اگر مین اس سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مرجاؤن تو تو آزاد ہے یا اب سے بیس سال تک مثلا مرون ایسی مدت مذکور کرے جسمین غالبا موت واقع ہوسکے خلاصہ یہ ہے کہ مدبر مقید وہ ہے جسکا عتق فقط موت پر نہو بلکہ موت مین کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلا اس سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید مین تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوئے کہ مولے کی موت ان مدتون مین محتمل ہے یقینی نہین بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونے والی ہے او ان مت فغسلت او کفنت یا یہ کہ مولے نے یون کہا کہ اگر مین مرون اور غسل دیا جاؤن یا یون کہا کہ اگر مین مرون اور کفنایا جاؤن تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافا لزفر ورجحہ الکمال یا مولے نے غلام سے کہا کہ اگر مین مرون یا مقتول ہون تو تو آزاد ہے تو یہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہین اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق ہے یعنی موت اور قتل مترادف اور مساوی نہین اسواسطے کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت کو قتل لازم نہین تو یہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین اس تقدیر سے کہ فی الحقیقت یہ تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہین کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل بہرصورت موت حاصل ہے کذا فی منح الغفار او انت حر بعد موتی وموت فلان ما لو مات فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولے نے یون کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلا زید کی موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولے سے پہلے مرگیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہو جاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق عتق کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہوگئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز وردہ فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس تدبیرا بل تعلیقا حتی لو مات فلان والمولی حی عتق من کل المال وان مات المولی اولا بطل التعلیق یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلا زید کی موت کے بعد یہ مثال ہے مدبر مقید کی چنانچہ درر اور کنز مین مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق مین مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہ قول تدبیر ہی نہین نہ مطلق نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلا مرے اور مولے زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا تو مولے کی موت کے بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولے پہلے زید سے مرگیا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثون کا مملوک ہوگا ویعتق المقید ان وجد الشرط بان مات من سفرہ او مرضہ ذلک کما یعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولے اپنے اسی سفر یا اسی مرض مین مرگیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا بسبب موجود ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کا حکم برابر ہوگیا قال ان مت من مرضی ہذا فہو حر فقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال فی مرضی ففرق بین من وفی مولے نے کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری سے مرگیا تو وہ آزاد ہے سو مولے کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری مین مرگیا تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے مجتبی مین من مرضی اور فی مرضی مین یون فرق بیان کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہ ہوا کہ اگر مین اس بیماری کے سبب سے مرون تو قتل دوسرا سبب ہوا سوائے بیماری کے تو شرط عتق کی نپائی گئی اور لفظ فی کا مفید ہے ظرفیت کا یعنے موت مرض مین واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولہ حمی فتحول صداعا وعکسہ قال محمد ہو مرض واحد مجتبی اور اگر مولی نے کہا کہ اگر مین اس بیماری سے مرون تو غلام آزاد ہے اور مولے کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر درد سر کی بیماری ہوگئی یا درد سر تھا سو تپ ہوگئی محمد نے کہا کہ تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی ہرچند تپ اور درد سر جداگانہ دو مرض ہین لیکن چونکہ اکثر دونون باہم متلازم ہین لہذا انکو ایک ہی شمار کیا وقیمۃ للمدبر المطلق ثلثا قیمتہ قنا بہ یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا اسی قول پر فتوے ہے

یعنے اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اسکے مثلا تیس درم قیمت ہوتی تو اب مدبر ہونے سے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا درر عن الخانیہ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذا فی الدرر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانیکا یہ ہے کہ اسکے موافق سعایت کرے ذ فیہا عنہا صح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ زاد فی المجتبی ولکہ بیعہ فی الاصح اور درر مین خانیہ سے منقول ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینے بھر میری موت سے پہلے پھر وہ مرگیا بعد ایک مہینہ کے تو آزاد ہوگا اسکے کل مال سے اسواسطے کہ امام اعظم کے نزدیک اسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تھا کذا فی الدرر اور مجتبی مین اتنا قول اور زیادہ کیا ہے کہ اسکے مولے کو اسکا بیچنا جائز ہے قول اصح مین **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی ان شاء اللہ صح کالایصاء وفی ہو حر بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاول امر ولا استثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول مین کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ قول اول الصیغہ امر ہے اور استثنا امر مین باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے تو استثنا اسمین صحیح ہے

باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہ باب ہے استیلاد کے احکام میں استیلاد لغت عرب مین عبارت ہے خواہش اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اسکو مخصوص کرلیا ہے ثانی سے یعنے اصطلاح فقہ مین لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے ہین اذا ولدت ولو سقطا اکتۃ ولو میتۃ من سیدہا ولو باستدخال منیہ فرجہا جبکہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا ہو اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ مین ڈال لیا ہو اسطرح پر کہ مالک نے محل مخصوص مین جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فورا گرما گرم اسکا نطفہ لونڈی نے داخل کر لیا ہو اور وہ حاملہ ہو گئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہ لڑکا مالک کا ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی کذا فی المنح عن المحیط باقرارہ وینبغی ان یشہد لئلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور یوں لائق ہے مالک کو کہ لوگوں کو گواہ کردے کہ یہ لونڈی میرا لڑکا جنی ہے تاکہ وارث اسکے ولد کو بعد موت مالک کے غلام نہ بناوین ولو حاملا کقولہ حملہا او ما فی بطنہا منی کما فی ثبوت النسب فی ہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیۃ اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونیکے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یوں کہنا مولے کا کہ حمل اس لونڈی کا مجھ سے ہے یا جو اسکے پیٹ مین ہے سو مجھ سے ہے اور یہ یعنے ثبوت نسب لڑکا موقوف ہونا مولے کا اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہے اور دیانۃ مین یعنے فیما بینہ وبین اللہ تو نسب بدون دعوے کے بھی ثابت ہوگا تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہین اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کوچہ گرد نہو کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بیہوش اور مجنون کا بلا دعوت ثابت ہوتا ہے کذا فی الوہبانیہ یعنے اگر مرد بیہوش یا مجنون کی لونڈی اسکے تصرف مین ہوگی اور جنے گی تو وہ لڑکا مولے کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے کہ مجنون وغیرہ میں اہلیت دعوۃ کی نہین او ولدت من زوج ولو فاسدا او وطی بشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی نے زوج سے جسکے ساتھ اسکے مولے نے نکاح کر دیا تھا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی بالشبہہ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اسکو اسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنے اسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہو یا بعض کا تو یہ لونڈی جو مولے کے اقرار سے جنی یا جسکو اسکا زوج مالک ہو ام ولد ہو گئی مالک ہونیکے وقت سے یعنے ابتداء علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈی کا ابتداء ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفے سے ہے مالک ہوگا تو اسکو ولد کے بیع لینے کا اختیار ہے وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت او لحقت ثم ملکہا فان عتق ام الولد یحکم بتکرر الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسی طرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پھر وہ لونڈی غیر کی ملک ثابت ہوئی یا مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملی پھر یہ شخص اسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ ملک ہونیکے جیسے عتق محارم کا مکرر

باب الاستیلاد

یعنی انشاء اللہ کہنا استثنا ... اسمین ... بیمار ... ایجاب ...

اس قول کو باطل کر دیا ہے بلکہ وصیت صحیح نہوگی ۱۲

ہوتا ہی تکرار ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر مولے نے اسکو آزاد کر دیا یا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب مین گئی اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی مولے کی تو اب مدبرہ نہوگی ط یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہی تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہی یعنے ام ولد ہونا اسکا پھر ثابت ہوگا اور عتق حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولے کے آزاد ہوتی ہی طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اسکا ماقبل سے مناسب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وللمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر اور ام ولد کا حکم مدبرہ کے مانند ہی چنانچہ اسکا بیان ہوچکا یعنے اسکے بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہین الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ منہا البیع الفاسد من العجم ام ولد مثل مدبرہ کے ہی مگر تیرہ مسئلون مین فرق ہی جنکا ذکر اشباہ کے فرقون کی بحث مین اور بحر الرائق کے باب بیع فاسد مین مرقوم ہی انھین سے ماتن اور شارح نے چار صورتون کو مذکور کیا منہا انہا العتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعی ان تیرہ مسئلون مین سے ایک یہ ہی کہ ام ولد مولے کی موت سے اسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہی اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہی اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہی اور مدبرہ سعایت کرکے آزاد ہوتی ہی م ام ولد بعد موت مولے کے کل مال سے آزاد ہوجاتی ہی اسکی بیع جائز نہین اور سعایت اسپر لازم نہین اگرچہ مولے قرضدار مرا ہو اور یہی مذہب ہی جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف انھین قائل ہین سو انکے اعتماد کے نہین کذا فی فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاءً وابطالاً ذخیرہ وینفذ فی المدبر اتفاقاً بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے حکم پر جائز رکھنے مین اور باطل کرنے مین یعنے مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہوجاتا اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہا کے مخالف ہی لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہین ہوسکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہی تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے حکم کو جاری کردیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کردیا تو اب بالاتفاق اسکی بیع باطل ہوجاویگی کذا فی الذخیرہ اور مدبرہ کے جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نرہیگا اسواسطے کہ مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین ولو ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ ذا لم یحرم علیہ بنحو تزویج او کتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا فحینئذ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا یثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا ینتفی بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے تو اسکا نسب بدون دعوی مولے کے ثابت ہوجاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولی پر حرام نہوگئی ہو کسی وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کردینے سے یا مکاتبہ کردینے سے یا ابن مولی کے وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولے کے ام ولد کی مان سے تو اسوقت مین اگر ام ولد محرمہ چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو اسکے ولد کا نسب مولے سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہوگا مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہی بلکہ مولے کے دعوی کرنے سے ولد اسکا مولے پر آزاد ہوجاویگا۔ ولو لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ وتفسد النکاح لندب الاستبراء لہا قبلہ وقدمناہ فی نکاح الرقیق وثبوت النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اسکے ولد کا نسب مولے سے بدون دعوی کے ثابت ہوگا اور درصورت نکاح کردینے کے اسکا نکاح فاسد ہوجاویگا واسطے مستحب ہونے استبرا کے لونڈی کے حق مین قبل نکاح کے یعنے مولے پر مستحب ہی کہ جب ام ولد کا نکاح کرنیکا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبرا کرواکر نکاح کردے کذا فی البحر شارح کہتا ہی اور ہم نے استبرا کے استحباب کو غلام کے نکاح اور ثبوت نسب مین اول بیان کردیا ہی لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش ہہنا ضعیف للامۃ ومتوسط لام الولد وقوی للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان والاقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلاً لعدم اللعان ہر چند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار مولی پر موقوف

نہین لیکن اسکا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہوجاتا ہی بلا توقف کے لعان یعنے بدون لعان کے بمجرد نفی کرنیکے نفی ہوجاتا ہی اسواسطے کہ فراش چار قسم پر ہی ایک فراش ضعیف لونڈی کا کہ بدون اقرار مولے کے اسکا ولد ثابت النسب نہین ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی ام ولد کا اور اسکا حکم معلوم ہوا کہ اسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہی لیکن نفی کرنے سے نفی ہوجاتا ہی تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہین اور اسکا نسب نفی نہین ہوسکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی معتدہ کا کہ اسکے ولد کا نسب کسیطرح نفی نہین ہوسکتا بسبب نہونے لعان کے اور لعان اسواسطے نہین ہوسکتا کہ زوجیت قائم نہین ہی الا اذا قضی به قاض حنفی یری خلافه فیلزمه بالقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہین ہوتا مولے کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوا اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب مین نفی کردینے سے نفی نہین ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہوجاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وهو ساکت لما مرّ فی اللعان لانه دلیل الرضا و بحث فیه المنتهی ابن نجیم فی هاتین الصورتین یا مدت دراز گذرگئی اور مولے ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان مین گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہی رضامندی کی تو اب اسکی نفی کرنے سے ان دونون صورتون مین اسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافر او مدبرته سعت حین عرض علیه الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنے کافر کی تا کہ ذمی اور مستامن دونون کو حکم شامل رہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاوے اسواسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت مین رہنا جائز نہین فان اسلم فهما له تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبر جیسے تھی ویسی ہی اسکی بنی رہی والا سعت نظرا للجانبین لان خصومة الذمی والدابة یوم القیامة اشد من خصومة المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اسکے واسطے سعایت کرے بلحاظ دونون جانبون کے ام ولد کی جانب مین سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بھی آزاد ہوگئی اور ذمی کیجانب مین سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع مین اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہی مسلم کی خصومت سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت مین امید ہی کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کی حسنات مظلوم کو عوض مین ملین یا مظلوم کا وبال ظالم مسلم پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اس سے توقع عفو کی نہین اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہین مل سکتی اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہین اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اسمین تامل ہی پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو بڑی سخت مشکل ہی اور اسی طرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہی کذا فی حاشیة المدنی اللهم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتها قنة وعتقت بعد ادائها او القیمة التی قدرها القاضی ام ولد سعایت کرے اپنی ثلث قیمت مین خالص لونڈی ہونیکی حالت کی قیمت یعنے اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلا اسکی قیمت تیس درم ہوتے تو دس درم کا کما دینا اسپر لازم ہی اور آزاد ہوجاویگی بعد ادا کرنے اس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کردیا ہی م ثلث قیمت کی سعایت غایة البیان مین مذکور ہی کذا فی منح الغفار وهی کمکاتبة فی حال سعایتها الا فی صورتین لا ترد الی الرق لو عجزت اذ لو ردت لاعیدت اور وہ یعنے ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہی سعایت کی حالت مین مگر دو صورتون مین مکاتبہ کے برابر نہین پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہوا ادائے قیمت سے تو رقیت کی طرف نہ پھیری جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم آویگی اور ذلالت کا شرعا یہ جائز نہین ولو مات قبل سعایتها ولها ولد ولدته فی سعایتها سعی فیما علیها والا عتقت مجانا لانها ام الولد دوسری صورت یہ کہ اگر مولے مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اسکا ایک لڑکا ہی جسکو سعایت کی مدت مین جنی تو وہ لڑکا اپنی ماکی قیمت مین سعایت کرے اور اگر لڑکا نہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطے کہ وہ ام ولد ہی اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہی م سعایت ولد کی قیمت مین در صورت ام ولد کی موت مین ہی نہ اسکے مولی کی موت مین تو شارح کو مناسب تھا کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو بیان نہ ملاتا بلکہ حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرتا چنانچہ در المنتقی کی یون عبارت ہی ولو مات عتقت بلا سعایة ولو ماتت هی ومعها ولد ولدته فی سعایتها سعی فیما علیها یعنے اگر ام ولد کا

[illegible]

حق تلفی ذمی اور جانور کی سخت بری ہے ۱۲

مولے مرگیا تو وہ بلا سعایت مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مرگئی اور اسکا ایک لڑکا تھا جسکو سعایت کی حالت مین جنی تو وہ اپنی مان کی قیمت مین سعایت کرے بخلاف مکاتبہ کے کہ اگر اسکا مولے مریگا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اسکے وارثون کے واسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا حکم المدبر یسعی فی ثلثی قیمتہ اور اسی طرح ہی حکم مدبر کا یعنے اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہو جاوے اور اسکا مولے مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت مین سعایت کرے یعنے جو خالص غلام کی قیمت ہو اسکے دو ثلث مین سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض علیہ الاسلام فان اسلم فیہا والا امر ببیعہ تخلصا من ید الکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہی وہ اسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق مین تھا اور اگر اسنے اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنیکا حکم کیا جاویگا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فلو ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا لکن ان عجز فلم یبعہا ہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ولد کا اگرچہ شراکت اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب ولد کا اس مدعی سے اگرچہ مدعی کافر ہو یا مریض مرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو تو اسکو بیچنا لونڈی کا جائز ہی اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہی مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حر الاصل اور ضمان دیگا مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہی تملک کا نہ ضمان عتق کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہی کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہی اور اسی وقت سے ضمان لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی مین ہوا نہ شریک کی ملک مین اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اسپر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہی بیٹے کے مال مین فان ادعیاہ معا او جہل السابق وقد استویا وقت العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونون شریکون نے زمانہ واحد مین ساتھ ہی دعوی کیا یا ایکنے اول دعوی کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہین کہ کسنے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونون اسلام وغیرہ اوصاف اینده مین برابر ہین دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنیکے وقت تو وہ لڑکا دونون کا بیٹا ہی مگر یہ مطلب نہین کہ وہ لڑکا دونون کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو اسواسطے کہ یہ متصور نہین بلکہ جب دونون مالکون نے برابر دعوی کیا اور دونون جمیع اوصاف مرجحہ مین متساوی ہین تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہین ہو سکتی لہذا ولد کو دونون کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اسصورت مین قیافہ شناس کا قول معتبر ہی اسکا جواب یہ ہی کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہین کہ بنا قیافہ شناسی کی فقط اٹکل پر ہی اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان مین اُسیکی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی جہل سے کاہیکو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ نے اسکا اعتبار نکیا اور قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ دونون شریکون نے تلبیس کی لہذا اسکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم بحضور صحابہ بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہی علی مرتضیٰؓ اور ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم یستویا قدم من العلوق فی ملکہ ولو بنکاح پھر اگر دونون شریک برابر نہون زمانہ مالکیت مین یعنے ایک زمانہ سابق مین مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اسکے تو وہ شریک مقدم ہوگا جسکی ملک مین نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر مین ہی کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کے ملک مین پھر مالک نے نصف لونڈی دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے مین بعد اس بیع کے جنی یا دونون شریکونے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہی اسواسطے کہ نطفہ اُسیکی ملک مین رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یون کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کمتر مین جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک مین علوق ثابت ہو اور اگر پورے چھ مہینے مین جنےگی تو دونون کی ملک مین علوق کا احتمال ہی کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اسنے اور دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی بعد خرید کے پھر دونون نے اسکے ولد کا دعوے کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنے والے کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر و ذو مسلم و حر و ذمی و کتابی علے ابن ذمی و عبد

ومرتد ثم مجوسی اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہے بیٹے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر یہ لف ونشر مرتب ہے یعنے اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی مین شریک ہون اور لونڈی کے ولد کا دونون ساتھ ہی دعوی کرین تو باپ کا دعوی مقدم اور اولے ہے بیٹے پر اور اسی طرح مسلم مقدم ہے ذمی پر اور آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے مرتد پر اور کتابی مقدم ہے مجوسی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی کی تقلید سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہ عبارت ہے المرتد اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہے لو کانت الدعوۃ بین ذمی ومرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ثم لا یثبت نسب ولد ثان بلا دعوۃ لحرمۃ الوطی کما مر پھر نہ ثابت ہوگا دوسرے ولد کا نسب بدون دعوی کے جمیع صورتون مین جو مذکور ہو چکین بسبب حرام ہونے وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوت اسوقت مین ثابت النسب ہوتا ہے جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہوگئی ہو بخلاف صور مذکورہ کے وهي ام ولدهما ان حبلت في ملكهما اور یہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونون متساوی شریکون نے ساتھ ہی دعوی کیا دونون کی ام ولد ہے بشرطیکہ وہ دونون کی ملک مین حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونون کی خرید کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی ہو خرید کے دن سے لو اشتریاها حبلى لانه دعوة عتق فولاؤه لهما وباعتاق احدهما يضمن نصف قيمة الولد لا العقر اور اسطرح ام ولد نہوگی اگر لونڈی کو دونون مالکون نے حاملہ خرید کیا اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل سے کمتر مدت مین جنی پھر دونون نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہوگی اس دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوے عتق کا ہے نہ استیلاد کا اسلیے کہ شرط استیلاد کی یہ ہے کہ علوق ولد کا ملک مین ہو سو یہان قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی ولا دونون شریکون کیواسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوے استیلاد کا نہین وعلى كل نصف عقرها وتقاصا اور درصورتیکہ دونون شریکون کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اُس شریک کو نصف مہر دینا چاہیے اور اسپر اسکو اور دونون باہم اپنے حق کو مجرا کرلین نہ کوئی دے نہ کوئی لے اگر کوئی کہے کہ جب دونون حساب مین برابر ہوگئے تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کر دے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درم پر ٹھہرا اور دوسرے کا دینار پر تو اسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر اذا كان نصيب احدهما اكثر فياخذ منه الزيادة لان المهر يتقدر بالملك دونون شریکون کو نصف نصف مہر کا مجرا کرلینا درست ہے مگر جبکہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر زیادتی ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے ہوتا ہے بخلاف البنوة والارث والولاء فان ذلك بينهما سوية وان كان لاحدهما اكثر نصيبا من الاخر لعدم تجزي النسب فيكون سوية لعدم الاولوية فيتبعه الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کے اسواسطے کہ یہ امور دونون شریکون کے واسطے برابر ہین اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونون مین برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنے دونون برابر ہین کسی کو تقدم اور رجحان نہین اور ارث اور ولا نسب کے تابع ہین جب نسب مین تجزی نہوئی تو ارث اور ولا مین بھی تجزی نہوگی وورث الابن من كل ارث ابن كامل اور وراثت پاویگا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہے اسکی فرزندی کا اور مقر کا اقرار اسپر حجت ہے وورثا منه ارث اب واحد اور اگر ولد مر گیا تو دونون شریک اسکے وارث ہونگے ایک باپ کی ارث مین اسواسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسی کی بیان ترجیح نہین لہذا ایک باپ کا حصہ دونون مین تقسیم ہوگا وكذا الحكم يعني كالحكم لو كثروا ولو نسوة وتمامه في البحر اور جیسا دو شریکون کا حکم ہے اسی طرح اگر زیادہ ہون دو سے تو انکا بھی ایسا ہی حکم ہے اگرچہ دعوے کرنے والیان ولد کی عورتین ہون اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے اور پورا بیان بحر الرائق مین اسطرح ہے کہ اگر دو شریکون سے زیادہ مدعی ہون ولد کے تو امام اعظمؒ کے نزدیک مدعیون سے اسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ

۱ه

زیلعی شرح کنز

۲ه

ہدایہ

[illegible]

مرتد اور ذمی کا
تو ولد مرتد کا ہوگا
اسلیے کہ وہ اسلام
کی طرف زیادہ
قریب ہے ۱۲

وہ کنیز ہون اور ابویوسف نے کہا کہ دو مدعیون سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر ایک ولد مین دو عورتون نے تنازع کیا تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونون کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک ولد مین دو مردون اور دو عورتون نے تنازع کیا ہر مرد یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے اس عورت سے اور عورت اسکی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونون مردون اور دونون عورتون کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط دو مردون کا ہوگا نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدھما او اعتقا عتقت بلا شیٔ قلت فالعتق امر لا یتجزی فی القنیۃ کما فی ام الولد اذا یعتق بعضہا یعتق کلہا اتفاقا مجتبی فلیحفظ اور بحر الرائق مین ہے کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کردیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایہ آزاد ہوجاویگی شارح کہتا ہے تو امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہوجاتی ہے بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہے اور ام ولد کے عدم تجزی مین اتفاق ہے جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدھما واعتقہ الاخر وخرج الکلامان منہما معا فالدعوۃ اولی لاستنادھا للعلوق خانیۃ ایک لونڈی مشترک ہے دو مردون مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کردیا اور یہ دونون کلام دونون سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہے بواسطے مستند ہونے دعوت کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنے دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے تو گویا آزاد کرنے والے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہین کذا فی المنح ادعی ولد امۃ مکاتبہ وصدقہ المکاتب لزم النسب لتصادقہما المدعی ولد جاریۃ کالاجنبی اما ولد مکاتبہ فلا یشترط تصدیقہا کما سیجیٔ دعوی کیا مولے نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اسکی تو مولے کو نسب ولد کا لازم ہوا دونون کے تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہے جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوے سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولے اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کریگا تو ثبوت نسب مین مکاتبہ کی تصدیق مشروط نہین چنانچہ کتاب المکاتب مین مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولے مدعی پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدائش کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبہۃ اور ساقط ہوگی حد مولے سے بسبب شبہہ حلت کے ولم تصر ام ولدہ لعدم ملکہا اور لونڈی مکاتب کی مولے کی ام ولد نہوگی اسواسطے کہ اسکی ملک نہین وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجرہ علے نفسہ بالعقد اور اگر مکاتب نے مولے کی تکذیب کی دعوی ولد مین تو نسب لڑکے کا ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولے نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنے جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولی کا تصرف کرنا جائز نہ رہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولی کا مسموع نہین ولدت منہ جاریۃ غیرہ وقال احلہا لی مولاہا والولد ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اسکو مجھپر حلال کردیا اور اسکا ولد میرا ولد ہے اور تصدیق کی مدعی کی مولے نے احلال مین اور تکذیب کی اسکی نسب مین تو نسب نہ ثابت ہوگا ہم احلال سے مراد احلال بالتزویج ہے نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونیکا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیہما جمیعا یثبت والا لا قال وقول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد یثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا تخالفہ تمامہ یعنی سو اگر مولے نے تصدیق کی مدعی کی سب دونون امرون مین یعنے احلال اور نسب مین تو نسب ولد کا ثابت ہوگا اور اگر دونون امر کی یا ایک امر کی تصدیق نکی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیۃ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ اگر مولے مدعی کے ولد مین تصدیق کرے تو نسب ثابت ہوتا ہے یعنے تصدیق ولد کی ساتھ تصدیق احلال کے مثبت ہے نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے کلام مین چنانچہ امر مخفی نہین اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہے تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ ای المولی ولو مکاتبہ لکنما مع الدھر یثبت النسب وصیرام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اسکے ولد کا کسی دن بعد تکذیب مولے کے اگرچہ مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا درصورت ملک ولد کے اور لونڈی

اسکی ام ولد ہوگی جبکہ اسکا مالک ہوگا واسطے باقی رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلہا لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ فیہما اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی سے یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اسنے کہ میں نے اس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اسپر حد لازم نہ آویگی بسبب شبہہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہوگا شارح نے کہا مگر اسوقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ کا مولے دونون امر مین اسکی تصدیق کرے ضمیر فیہما کے مرجع مین محشی در المختار کے مختلف ہین شیخ عابد سندی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہما کی دو صورتین ہین یعنے جاریہ اصول و جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے کہا کہ مرجع اسکا ظن حلت اور تصدیق ولد ہی لیکن بہر صورت سب محشی اسپر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنے الا ان یصدقہ فیہما بے محل زیادتی ہی اسواسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین مذکور نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابون کی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوما عتق علیہ اور اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کوئی دن تو اسپر آزاد ہوجاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملک امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ یوما ثبت النسب لبقاء الاقرار فتدبر اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اسکی ام ولد نہوگی بسبب ثابت نہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر نسب ولد کا مدعی اسکی ماں کا کسی دن مالک ہوا بعد تکذیب مولے کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اسکو غور کر ہم شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض ہونیکا اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت مین صریح تناقض ہی شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہرا کلام مصنف مین تناقض نہین اسلیے کہ یہان دو مسئلے مذکور ہین ایک یہ کہ مستولد نے جاریہ غیر کے ولد مین کہا کہ مولے نے اپنی جاریہ مجھپر حلال کردی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ مین مذکور کیا یعنے مسئلہ ادعاء احلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنے ادعاء ظن حلت مین اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین مذکور کیا ہی تو تناقض نہ ثابت ہوا اور منح الغفار مین فی الواقع ایسا ہی مذکور ہی جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ فولدت فملکہا لم تصر ام ولد وان ملک الولد عتق ہان خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہوجاویگا مراس روایت سے زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی وفی الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا اور اشباہ مین ہی کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہوجاویگی سواسطے کہ مالک و مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہی تو وہ لونڈی رہیگی آزاد نہوگی اسلیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطے باپ کے ہی اور حالانکہ نسب ولد کا زانی سے شرعا منقطع ہی تو اسکا بہن ہونا نہ ثابت ہوا لہذا آزاد نہوگی اور چونکہ زنا سے نسب ماں کا منقطع نہین تو اسکا بہن ہونا ثابت ہی اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اراد وطی امتہ ولا تصیر ام ولد یملکہا الطفل ثم یتزوجہا ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اسکا مالک کردے پھر لونڈی سے نکاح کرلے تو اسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی بنی رہیگی طفل صغیر کے مالک کرنیکا یہ فائدہ تھا کہ اسکو نکاح کر لینے کا اختیار بنا رہے اقر بامومیتہا فی مرضہ ان ہناک ولد او حبل عتقت من الکل والا فمن الثلث وما فی یدہا للمولی الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی استحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ و قمیص و مقنعۃ ولا یستحب للمدبرۃ اقرار کیا مولے نے اپنی بیماری مین لونڈی کے ام ولد ہونے کا اگر اسوقت لونڈی کا ولد ہو یا اسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد اور حمل نہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اسکے پاس مال ہوگا وہ مولے کا ہوگا یعنے وارث اسکے مالک ہونگے مگر اسوقت وارث نہونگے جبکہ مولے نے اس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کردی ہو ہان مجتبی مین یون ہی کہ محمد نے مستحب کہا ہی اسکو کہ اس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلی العظیم الولی الکریم

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الہزل والاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونوں بابوں کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے متشارک ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی اعتاق عبارت ہے اسقاط مملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق متجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی الطحطاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور اپنے لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تر ہوا کذا فی النہر الفائق الیمین لغۃ القوۃ ۔ یمین لغت عرب میں بمعنی قوت کے ہے ہر چند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنے اسواسطے مذکور کیے کہ قوت مناسب تر ہے یعنی شرعی یمین سے جو مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانے والا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اسوجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے وشرعا عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعا الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق وعتاق اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانے والے کا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر اس تعریف میں تعلیق داخل ہو گئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع میں اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہوگا مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کے کی اور شرح نقایہ میں یوں تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا تعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنے کی تعلیق سے اس عورت میں جسکی عدت مہینوں سے ہے یا التطلیق پر معلق کرنے سے یا یوں کہنے میں اپنے غلام سے کہ اگر تو اتنا ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ دے سکے گا تو غلام ہے یا یوں کہے زوجہ سے کہ اگر تجھکو ایکبار یا بیس بار حیض آیا تو ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک یہ کہ آبا و اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعا جائز نہیں اور دوسری طرح یہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عبادات کر حلف کرے اسطرح پر کہ اگر میں فلانا کام کروں تو مجھپر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع وشرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور اسی طرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافا لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نرہیگی بلکہ تنجیز ہو جاویگی کذا فی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ تا سامع حالف کو سچا جانے دوسری یہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد ہو جاوے کذا فی منح الغفار وحکمہا البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ ہم تفصیل احکام میں آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے اور کہاں مستحب ہے اور کہاں مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے اور کہاں مباح ورکنہا اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہے وهل یکرہ الحالف بغیر اللہ قیل نعم للنہی وعامتہم لا وبہ افتی لا سیما فی زماننا وحمل النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمری ونحوہ اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور عتاق کی قسم بعضے علما نے کہا کہ غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علما نے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور محمول کیا ہے نہی کو اس حلف بغیر اللہ پر جو بطور وثوق نہیں

بلکہ بطور عادت عرب کے اپنے مخاطبات اور محاورات مین جاری تھی چنانچہ یون کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنے ممنوع وہ قسم بغیر اللہ ہی جو بلا قصد عرب اپنی گفتگو مین کہاتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ مین قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فتح القدیر مین ہی کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق اور اعتاق کے حلف کے بعضون کے نزدیک مکروہ ہی بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کہاوے سو خدا کی قسم کہاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہین اور محل حدیث مذکور کا یہ ہی کہ حلف بحرف قسم کے ہو سوائے تعلیق کے وهي اي اليمين بالله لعدم تصور الغموس واللغو في غيره فيقع بهما الطلاق ونحوه عيني فليحفظ اور وہ یعنے یمین باللہ غموس ہوتی ہی غموس مین یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا مین متصور نہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق اور عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہین ہوتی اسلیے اسمین غموس اور لغو متحقق نہین تو غموس اور لغو سے طلاق وغیرہ واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ مین منحصر ہی تعلیق مین ولا يرد هو يهودي لانه كناية عن اليمين بالله وان لم يعقل وجه الكناية بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہی اسواسطے کہ یہ کنایہ ہی یمین باللہ سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نسمجھے کذا فی البدائع یعنے اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمنے غموس اور لغو کو یمین باللہ مین منحصر کیا حالانکہ یون کہنا اُس فعل کو جسکو کر چکا ہی کہ اسنے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہی یا نصرانی تو یہ غموس ہی باوجودیکہ یمین باللہ نہین اسکا جواب یہ ہی کہ یہ قول بھی واقع مین یمین باللہ ہی بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہ ہی کہ بظاہر مقصود حالف کا اس قول سے باز رہنا ہی شرط سے اور وہ مستلزم ہی یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہی نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہی تعظیم حقتعالی کو تو گویا اسنے یون کہا کہ بخدائے عظیم مینے ایسا نہین کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس تغمسه في الاثم ثم في النار وهي كبيرة مطلقا لكن اثم الكبائر متفاوت نهر اللہ کی جھوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا مین گناہ کے اندر ڈبوتی ہی پھر آخرت مین دوزخ کے اندر اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہی ہر طرح سے خواہ جھوٹی قسم کہا کر مسلمان کا مال ناحق لے یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہون کا متفاوت ہی کذا فی النہر م دلیل اطلاق کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ اور عقوق والدین اور قتل نفس اور یمین غموس ہی کذا فی النہر اور صحیح ابن حبان مین ابو امامہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کہاوے تاکہ مرد مسلمان کا مال کاٹ لے تو حقتعالی بہشت کو اُسپر حرام کریگا اور دوزخ مین اُسکو ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف على كاذب عمدا ولو غير فعل او ترك كوالله انه حجر الآن یمین باللہ غموس ہی اگر قسم کہائے جھوٹ پر قصداً اگرچہ وہ چیز فعل یا ترک فعل نہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ وہ پتھر ہی بالفعل م شرح وقایہ مین واللہ انہ حجر مین کان یا یکون کا لفظ مقدر کیا ہی تاکہ غموس یا منعقدہ مین داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کرکے اس تاویل کو رد کیا اسواسطے کہ غموس مین فعل ماضی ہونا شرط تقییدی ہی نہین چنانچہ اسکی تصریح عنقریب آتی ہی في ماض كوالله ما فعلت كذا عالما بفعله او حال كوالله ما له علي الف عالما بخلافه والله انه بكر عالما انه غيره یمین غموس زمان ماضی مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مینے ایسا نہین کیا اُس فعل کو جانکر یا زمان حال مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ اسکے مجھپر ہزار درم نہین یہ جانکر قسم کہائی کہ ہزار درم ہین اور واللہ وہ بکر ہی یہ جانکر قسم کہائی کہ وہ بکر نہین بلکہ زید ہی مثلاً وتقييدهم بالفعل والماضي اتفاقي او اكثري اور قید لگانا فقہا کا تعریف غموس مین فعل اور ماضی کی اتفاقی ہی یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شروح ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہی کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہین لہذا مصنف نے دو اخیر مثالون مین اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار ويأثم بها فتلزمه التوبة اور گنہگار ہوتا ہی مسلمان یمین غموس سے تو اسپر توبہ لازم ہی نہ کفارہ اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد بن حنبل کا وثانيها اللغو لا مواخذة فيها الا في ثلث طلاق وعتاق ونذر اشباه فيقع الطلاق على غالب الظن اذا تبين خلافه وقد اشتهر عن الشافعية خلافه اور دوسری قسم یمین کی لغو ہی اور اسمین مواخذہ نہین مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر مین کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیون سے اسکا خلاف مشہور ہی ان حلف كاذبا يظنه صادقا في ماض او حال فالفارق بين الغموس واللغو تعمد الكذب یمین لغو ہی اگر جھوٹی قسم کہائی اپنے گمان مین سچ جانکر زمان ماضی کی قسم کہائی ہو یا حال کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہی اگر عمداً کذب پر قسم کہائی تو غموس ہی اور نہین تو لغو ہی م صاحب کنز نے جو تعریف

لغو مین فعل ماضی کی قید لگائی ہی سو اتفاقی ہی چنانچہ بدائع مین مصرح ہی کہ لغو ماضی اور حال دونون مین ہوتا ہی کذا فی المنح وَاما فی المستقبل فالمنعقدۃ اور جو قسم کہ زمان مستقبل مین ہوتی ہی وہ یمین منعقدہ ہی ہم چلپی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہی کہ غموس نہین ہوتی ہی مستقبل مین مگر منعقدہ حالانکہ آگے مستقبل مین غموس بھی ہوتی ہی چنانچہ اسکا ذکر آویگا تو شارح کو یون کہنا لازم تھا اما المنعقدۃ ففی المستقبل وَخصہ الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ ولو لآت اور امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہی اُس قسم پر جو لوگون کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہی چنانچہ یون کہنا لا واللہ وبلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم کھاوے بلا قصد تو بھی لغو ہی تو مرجع خلاف حنفی اور شافعی کا اس قسم مین ظاہر ہوتا ہی جو زمان مستقبل مین بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہین بلکہ منعقدہ ہی اور اسمین کفارہ لازم ہی اور شافعی کے نزدیک وہ لغو ہی اور اسمین کفارہ نہین کذا فی المنح خلافا قال ویرجی عفوہ او تواضعًا وتادبًا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی مین مختلف فیہ ہی لہذا مصنف نے کہا کہ یمین لغو مین امید ہی عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور اداب کے عفو بصیغہ جزم نہین بولا مع شارح نے یہ دفع دخل مقدر کیا یعنے عدم مواخذہ لغو کا قرآن مین منصوص ہی سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیون بیان کیا وکاللغو حلفہ علی ماض صادقا کواللہ انی لقائم کان فی حال قیامہ اور لغو کے حکم کے مانند ہی ماضی کی سچی قسم کھانا چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین ابھی قائم ہون یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثہا منعقدۃ وھی حلفہ علی مستقبل آت یمکنہ فلو واللہ ما اموت ولا تطلع الشمس فمن الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہی کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آئندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ مین نہ مرونگا اور واللہ آفتاب نہ نکلے گا یہ غموس مین داخل ہی کہ خارج از امکان بشر ہی وھذا القسم فیہ الکفارۃ لاٰیۃ واحفظوا ایمانکم ولا یتصور حفظ الا فی المستقبل فقط اور اسی قسم مین یعنے منعقدہ مین کفارہ ہی بدلیل آیۂ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسمون کو اور متصور نہین محافظت مگر مستقبل مین فقط اسواسطے کہ ماضی موجود نہین اور حال کو قیام نہین وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضًا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس مین بھی کفارہ دے ان حنث یمین منعقدہ مین کفارہ ہی اگر قسم کو توڑے وھی ای الکفارۃ تمحو الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ عنہا معہا ای مع الکفارۃ سراجیۃ اور وہ یعنے کفارہ اٹھا دیتا ہی گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیہ ولو الحالف مکرھا او مخطئا او ذاہلا او ساھیا اگرچہ قسم کھانے والے پر یمین یا حنث مین جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہی کہ کہا چاہتا تھا کہ مجکو پانی پلا سو منہ سے نکل گیا کہ واللہ مین پانی نہ پیونگا اور ذہول کی صورت یہ ہی کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہین آتا سو اسکے منہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ مین آونگا کذا فی المنح اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہین اسواسطے کہ لغت مین دونون سہو سے عبارت ہین بلا فرق اگرچہ دونون کے درمیان یون تفرقہ کیا ہی کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہو اور حافظہ مین باقی رہے تو سہو ہی اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونون سے زائل ہو تو نسیان ہی تو سہو مین کسب جدید کی حاجت نہین بخلاف نسیان کے او ناسیا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرۃ لحنثہ واخری اذا فعل المحلوف علیہ یعنی الحدیث ثلث ھزلہن جد منہا الیمین یا بھول گیا ہو اسطرح پر کہ اُسنے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا پھر یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اُسنے قسم کھائی کہ مثلا زید سے نہ بولیگا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنیکا یعنے قسم کھانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنیکا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان مین یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہی کہ تین چیز مین ہزل و جد برابر ہی طلاق اور عتاق اور یمین مین ہم ماتن نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہی اسواسطے کہ نسیان حقیقی یمین مین متصور نہین لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنے پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور شمنی بھی عینی کا اسمین متبع ہی کذا فی النہر او فی الیمین او فی الحنث فیحنث بفعل المحلوف علیہ مکرھا خلافا للشافعی الخ اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث مین تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنے سے با کراہ مثلا قسم کھائی کہ مین زید کے گھر نہ داخل ہونگا اور کوئی اسکو جبر سے گھر مین لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک جبر سے حانث نہین ہوتا کذا یحنث لو فعلہ وھو مغمی علیہ او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان

عہ قسم منعقدہ مستقبل

کما

اور اسی طرح حانث ہوگا اگر ملوک حلیہ کو حالت بیہوشی یا جنون مین کرے تو کفارہ دے حنث سے کسی حالت مین کیون نہو والقسم باللہ تعالی ولو برفع الہاء او نصبہا او حذفہا کما یستعملہ الاتراک وکذا اسم اللہ لحلف النصاری وکذا بسم اللہ عند محمد وہو الصحیح خلافا لہ بکسر اللام ای کسر الہاء و قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے اللہ کے لفظ سے اگرچہ حرف اخیر کو پیش یا زبر دیا ہو یا اسکو حذف کر ڈالا ہو چنانچہ حذف ترکون مین مستعمل ہے اور اسی طرح ہے واسم اللہ قسم ہے اللہ کے نام کی چنانچہ نواح عرب کے انصاری کی عادت ہے اور اسی طرح بسم اللہ امام محمد کے نزدیک یعنے قسم ہے اللہ کے نام کی اور اسیکو ترجیح دی بحر الرائق مین بخلاف لہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہین مگر جب ہے کہ زیر دیوے اور یمین کا قصد کرے تو البتہ یمین ثابت ہوگی ص لہ بتشدید وکسر اللام جلالہ وحذف الف یعنے باللہ اصل مین تھا لام کو کسرہ دیا اور الف کو حذف کیا لہ ہوگیا چنانچہ اکثر لوگون مین مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نکیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی اور اردو زبان مین باللہ فتح لام و حذف الف بھی مستعمل ہے او باسم اخر من اسمائہ ولو مشترکا تعورف الحلف بہ او لا علی المذہب یا یمین ثابت ہے سوا اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ اسماے الٰہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ مین اس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہو بہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ ہے کہ حق تعالے کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہے جیسے اللہ اور رحمن سے اور اسم مشترک سے یمین نہین چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریۃ عن الکافی کالرحمن والرحیم والحلیم والعلیم و مالک یوم الدین والطالب الغالب اسماء الٰہی کی مثال چنانچہ رحمن اور رحیم اور حلیم اور علیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب ص طالب غالب سے قسم کھانا اہل بغداد سے متعارف ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط والحق معرفا ومنکرا کما سیجیء اور چنانچہ حق بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اسکا ذکر آویگا ص اگر یون کہے بحق اللہ لا افعل تو یہ یمین ہے کذا فی فتاوے قاضی خان اور کہے وحق اللہ لا افعل تو یہ امام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہین کذا فی الخلاصۃ و فی المجتبی لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبی مین ہے اگر سوا لفظ اللہ کے یعنے رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق کیجاویگی نہ بنا بر قضا کے او بصفۃ یحلف بہا عرفا من صفاتہ تعالے صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ وجبروتہ وعظمتہ وقدرتہ او صفۃ فعل یوصف بہا وبضدہا کالغضب والرضاء فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین وما لا فلا یا یمین ثابت ہوتی ہے منجملہ صفات الٰہی کے اس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف مین خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ ہے کہ اسکی ضد سے حق تعالے نہ موصوف ہوتا ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اسکا اور کبریا اسکی اور ملکوت اسکا جبروت اسکا اور عظمت اور قدرت اسکی یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالی اس صفت اور اسکی ضد سے دونون سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب اور رضا صفات مین اعتبار عرف کا اسواسطے ہوا کہ قسمون کی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت سے قسم رائج نہین وہ یمین نہین ص صفت عبارت ہے اس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن ہو اور ذات پر محمول نہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت اور منع اور اعطا اسواسطے کہ حق تعالے کو عزیز کہتے ہین نہ عزت اور قدیر کہتے ہین نہ قدرت سو صفت دو قسم ہے صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہین ان صفات سے کہ جنکی اضداد سے حق تعالے موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہے نہ ذلت اور عجز کر اور صفات فعلیہ عبارت ہین ان صفات سے کہ جن سے حق تعالے موصوف ہوا اور انکے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالے مانع بھی ہے اور معطی بھی لا یقسم بغیر اللہ تعالی کالنبی والقرآن والکعبۃ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین لا سیما فی زماننا وعند الثلثۃ المصحف والقرآن و کلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا نہ قسم کھائی جاوے غیر اللہ تعالے کے جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ مین وارد ہے کہ جب قسم کھاوے تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین نے فتح القدیر مین اور یہ مخفی نہین کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہو گئی ہے

تو یمین ہوگی باہمہ قسم کھانا کلام اللہ کا سوا اسکا مدار عرف پر ہی یعنے اگر رواج ہو قسم کھانیکا تو یمین ہی اور نہیں تو نہیں اور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہی خصوصًا ہمارے زمانہ مین جسمین جھوٹی قسمیں بہت رائج ہین کذا فی النہر اور تینون امامون کے نزدیک یعنے امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہی احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ نبی بھی یمین ہی ولو تبرأ من احدها فیمین اجماعا الا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمینا اور اگر برائت کرے انھین سے کسی ایک سے یعنے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہی مگر برائت مصحف سے بالاجماع یمین نہین بلکہ جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہی اسکے نزدیک برائت بھی یمین ہی اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہین اسکے نزدیک برائت بھی یمین نہین اسواسطے کہ مصحف عبارت ہی اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اسوقت برائت مصحف کی یمین ہی جب اس چیز سے برائت کرے جو مضمون اسکے اندر مرقوم ہی بلکہ اگر برائت کریگا اس دفتر اور کتاب سے جسمین بسم اللہ مکتوب ہی تو یمین ہوگی ہم برائت اسطرح پر ہوتی ہی کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہی یعنے بیزار ہی قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ او من الکتب الاربع فیمین واحدۃ ولو کرر البراءۃ فایمان بعددها اور اگر برائت کرے ہر آیت سے جو قرآن مین ہی یا برائت کرے آسمانی چارون کتابون سے تو یہ ایک ہی یمین ہی اور اگر برائت مکرر کریگا تو بشمار برائت کے چند یمین ہونگی یعنے اگر یون کہے کہ وہ شخص بری ہی توریت سے اور بری ہی انجیل سے اور بری ہی زبور سے اور بری ہی قرآن سے تو چار یمین ہونگے اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہی جیسے قبلہ اور صوم اور صلوٰۃ تو اسکی برائت یمین ہی کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ وبرئ من اللہ برئ من رسولہ یمینان اور یون کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہی اللہ سے اور بری ہی رسول اسکے سے تو یہ دو یمین ہین یعنے اگر قسم توڑیگا دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسولہ بریئان منہ فاربع اور اگر قول سابق پر یہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اسکا رسول بری ہین اس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا وبرئ من اللہ الف مرۃ یمین واحدۃ اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہی ہو برئ من الاسلام او صوم رمضان او الصلوٰۃ او من المومنین او اعبد الصلیب یمین لانہ کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مومنین سے یا مین ایسا کرون تو چلیپا یا بت کو پوجون تو یمین ہی اسواسطے کہ برائت اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہی وتعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہی یعنے یون کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہی وسیجئ انہ ان اعتقد الکفر بہ یکفر والا لا یکفر اور عنقریب آویگا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہی تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہین تو وہ شخص کافر نہین یعنے اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہی تو اگر بولے گا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر مین اس شخص کے اختلاف ہی قول مختار یہ ہی کہ اگر بعد تعلیق کے تکلم زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہوگیا اور کفارہ اسکا یہ ہی کہ یون کہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہین ہوتا تو کافر نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وفی البحر عن الخلاصۃ والتجرید وتتعدد الکفارۃ لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل وبحجۃ او عمرۃ یقبل اور بحر الرائق مین خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہی کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہی اور ایک مجلس اور چند مجالس اسمین برابر ہین اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنے واسطے تاکید کے ذکر کیا تو اگر اللہ کی قسم ہی تو اسکا یہ قول مقبول نہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم مین اسکا قول مقبول ہوگا وفیہ معزیا للاصل ہو یہودی ہو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ والرحمن فی الاصح اتفقوا ان واللہ والرحمن یمینان وبلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق مین ہی اصل سے منقول کر کے یہ قول کہ وہ یہودی ہی وہ نصرانی ہی یہ دو یمین ہین اور اسی طرح واللہ واللہ یا واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہین اور اتفاق کیا ہی فقہا نے کہ واللہ اور والرحمن دو یمین ہین اور بدون عطف کے یعنے واللہ الرحمن ایک یمین ہی وفیہ معزیا

بیان کفر شنیع ہے

بلغ

الفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیوتی وحیوتک وحیوۃ راسک انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر ولولا ان العامۃ یقولونہ
ولا یعلمونہ لقلت انہ شرک۔ وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا
اور بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہی کہ امام علی رازی نے کہ مین ڈرتا ہون اس شخص کے کافر ہونے سے جو یون کہتا ہی قسم ہی مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہی تیری
زندگی کی اور قسم ہی تیرے سر کی زندگی کی اور اگرچہ قسم کھا کر وجوب بر کو واجب جانتے یعنے اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہوجاویگا اور اگر
عوام خلق اسکو نہ کہتی ہوتی ناواقفی سے تو مین کہتا یہ صاف شرک ہی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ اگر مین جھوٹی قسم کھاؤن اللہ کی میرے
نزدیک پسندیدہ تر ہی اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤن یعنے اللہ کی فقط جھوٹی قسم مین گناہ ہی اور غیر خدا کی قسم مین اگرچہ سچی ہو خوف ہی کفر کا ولا یقسم
بصفۃ لم یتعارف الحلف بہا من صفاتہ تعالی کرحمتہ وعلمہ ورضائہ وغضبہ وسخطہ وعذابہ ولعنتہ وشریعتہ ودینہ وحدودہ
وصفتہ وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نکھائی جاوے صفات الٰہی سے اس صفت کی جسکی قسم کھانے کا رواج نہین جیسے خدا کی رحمت اور علم
اسکا اور رضا اسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اسکا اور لعنت اسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اسکی اور سبحان اللہ اور مانند اسکے یعنے
لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کذا فی العالمگیریہ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم رواج کے اور عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق
رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوۃ اور اسی طرح نفس صلوۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریہ والقسم
ایضا بقولہ لعمر اللہ ای بقاءہ وایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی قدرتہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم
ثابت ہوتی ہی حالف کی اس قول سے لعمر اللہ یعنے قسم ہی بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنے قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنے ذات خدا اور سلطان اللہ
سے یمین ہوتی ہی اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الٰہی سے قسم ہوتی ہی عمر اللہ بفتح عین یمین ہی اور بضم عین اگرچہ بمعنے بقا
ہی لیکن قسم مین مستعمل نہین کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقولہ اقسم او احلف او اعزم او اشہد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولی
کاقسمت وحلفت وعزمت والیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بشرط اور قسم ہوتی ہی اس قول سے بھی یعنے اقسم اور احلف اور اعزم
اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسی طرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت اور حلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنے اگرچہ
یون نہ کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہی بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنے یون کہے کہ اقسم لا افعلن کذا یعنے قسم کھاتا ہون کہ مقرر ایسا
کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کھاتا ہون یا مجکو قسم ہی تو یمین نہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ مین ہی کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہی سو غلط ہی کذا
فی فتح القدیر وعلی نذر فان نوی بلفظ النذر قربۃ لزمتہ والا لزمتہ الکفارۃ نہر مستصفی اور اس قول مین کہ علی نذر یعنے مجھپر نذر ہی
تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنے صوم یا صلوۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نکیا تو یہ قول
یمین ہی کفارہ لازم آویگا بلا حنث بھی اور یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا مع جب یون کہیگا کہ علی نذر لا افعلن کذا تو یہ یمین ہی اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا
تو قسم نہ ثابت ہوگی کذا فی النہر وعلی یمین او عہد وان لم یضف الی اللہ اذا علقہ بشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہی اس قول سے کہ مجھپر
یمین اور عہد لازم ہی کہ مین فلانا کام کرونگا اگرچہ اسکو خدا کی طرف نسبت نکرے یعنے اگرچہ یون نکہے کہ مجھپر خدا کا عہد لازم ہی تو بھی یمین ہی بشرطیکہ
تعلیق بالشرط کرے کذا فی المجتبی والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علی بالنصرانیۃ او شریک
للکفار او کافر فیکفر بحنثہ لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ فغموس واختلف فی کفرہ والاصح
ان الحالف لم یکفر سواء علقہ بماض او آت ان کان عندہ فی اعتقادہ انہ یمین وان کان جاہلا وعندہ

ف اقسم [illegible] احلف [illegible] اعزم یعنی قصد بجزم کرتا ہون اور اشہد کے معنی گواہی دیتا ہون ۱۲

انہ یکفر فی الحلف بالغموس ولاء عیباً مثرۃ الشرط فی المستقبل یکفر فیہ الرضاء بالکفر بخلاف الکافر فلا یصیر مسلماً بالتعلیق ترکہ کما بسط مصنفہ فی فتاواہ
اور قسم ثابت ہوتی ہی اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے تو وہ یہودی یا نصرانی ہی یا ایسا کرے تو تم اسکے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہی کافرون کا یا
وہ شخص کافر ہی تو اس قول سے اسپر کفارہ ہوگا قسم توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یہ یمین غموس ہی اور اسکے
کفر مین اختلاف ہی اور صحیح تر قول یہ ہی کہ قسم کھانے والا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اسنے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اسکے نزدیک یعنے
اسکے اعتقاد مین یہ قول یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اسنے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانے والا جاہل ہی اور اسکے اعتقاد مین یہ ہی کہ
غموس قسم کھانے سے اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہوجاتا ہی تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہوجاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلئے کہ رضا بالکفر کفر ہی
بخلاف کافر کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنے اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہی تو زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا جاہل مسلمان
تعلیق کفر سے کافر ہوتا ہی اسواسطے کہ کفر عبارت ہی ترک ایمان سے تو اسکی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشروحا بیان کیا ہی
اپنے فتاوے مین وکذا فی النہر ومنح الغفار وہل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا او لم یفعل کذا کاذبا قال الزاہدی الاکثر نعم وقال
الشمنی الاصح لا لانہ قصد ترویج الکذب دون الکفر وکذا لو وطئ المصحف قائلا ذلک لانہ لترویج کذبہ لا لاہانۃ المصحف مجتبی
اور کیا کافر ہوتا ہی اس قول سے کہ اللہ جانتا ہی یا یون کہا کہ جانتا ہی اللہ کہ اسنے ایسا کیا مثلاً صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اسنے یہ نہین کیا یعنے نماز نہین
پڑھی اسنے جھوٹی قسم کھائی زاہدی نے کہا اکثر علمانے کہا کہ ہان وہ اس قول سے کافر ہوگیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہی کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے
کہ اسنے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اسی طرح اگر اسنے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل اسکا ترویج
کذب کے واسطے ہی نہ واسطے اہانت مصحف کے کذا فی المجتبی مص اگرچہ یہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہی اس سے توبہ کرنا واجب ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی و فیہ اشہد اللہ
لا افعل یستغفر اللہ ولا کفارۃ وکذا اشہد ملائکتہ لعدم العرف اور مجتبی مین ہی کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون اللہ کو کہ ایسا
نکرونگا استغفار اور توبہ کرنا چاہیے اور کفارہ اسمین نہین اور اسی طرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجھکو اور تیرے فرشتون کو کہ ایسا نکرونگا یہ بھی
یمین نہین بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرۃ ان فعلت کذا فانا الہ فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہی کہ یہ قول یعنے اگر مین ایسا کرون
تو آسمان مین معبود ہون یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفی انا بریء من الشفاعۃ لیس بیمین لان منکرہا مبتدع لا کافر اور اس
قول مین کہ مین بری ہون شفاعت سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہی نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہی نہ بدعت سے وکذا
فصلوتی وصیامی لہذا الکافر واما صومی للیہود فیمین ان اراد بہ القربۃ لا ان اراد بہ الثواب
اور اسی طرح یہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز اور روزہ اس کافر کے واسطے ہی اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا
روزہ یہودیون کے واسطے ہی تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہی تو تعلیق کفر کی ہوگی اور
اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہوگی مص ظاہر امثال اول و ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہی کہ دونون کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیۃ
الحلبی و قولہ مبتدأ خبرہ حق لا الا فی کلا و حقا الا اذا اراد بہ اسم اللہ تعالی وحق اللہ والمختار فی الحقائق انہ یمین للعرف ولو
بالباء فیمین اتفاقا بحق و بحرمۃ محمد و بحرمۃ شہد اللہ و بحرمۃ لا الہ الا اللہ وبحق رسول اللہ او الایمان او الصلوۃ ونحو
و ثوابہ و رضاہ ولعنۃ اللہ و امانتہ الا فی الخانیۃ امانۃ اللہ یمین و فی النہر ان نوی العبادات فلیس بیمین وان فعل فعلیہ غضبہ او سخطہ
ولعنتہ او ہو زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف اور یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ

اور بحرمتہ شہد اللہ اور بحرمتہ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان یا بحق الصلوۃ اور یون کہنا کہ قسم ہی اُسکے عذاب کی اور اُسکے ثواب کی اور اُسکی رضامندی اور لعنت کی اور اسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اُسپر غضب اللہ کا اور قہر اسکا اور لعنت اسکی یا کہ وہ شخص زانی ہی یا سارق یا شراب کا پینے والا یا بیاج کا کھانے والا ان اقوال سے قسم نہین ہوتی بسبب عدم رواج کے شارح کہتا ہی قولہ مبتدا ہی اور خبر اسکی لا ہی وحقا یمین نہین مگر جب اس لفظ سے اسم اللہ تعالے کا مراد رکھے تو البتہ یمین ہوگی ہرچند ماتن اسکو آگے ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اسکا ذکر کرنا یہین مناسب تھا واسطے اختصار کے اور اختیار شرح مختار مین وحق اللہ کے یمین ہونیکو پسند کیا ہی بسبب رواج کے اور اگر بجاے واو کے بے لاوے یعنے یون کہے کہ بحق اللہ مین ایسا کرونگا تو یہ بالاتفاق یمین ہی کذا فی البحر الرائق والخانیہ مین ہی کہ لفظ امانتہ کا یمین ہی اسواسطے کہ امانت صفت ہی اللہ کی اسواسطے کہ اسماء الٰہیہ مین مہیمن بھی ہی لیکن صفات الٰہیہ مین اعتبار رواج کا واجب ہی چنانچہ اسکی تفصیل ہوچکی کذا فی حاشیتہ الحلبی ونہر الفائق مین ہی کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہوگی جیسے صوم اور صلوۃ سے یمین نہین ہوتی فلیتحرر ہل یکون یمینا ظاہر کلامہم نعم وظاہر کلام الکمال لا فقدکم فی النہر سو اگر اقوال مذکورہ سے قسم کھانا مروج ہوجاوے تو آیا یہ اقوال یمین ہونگی یا نہین ظاہر کلام فقہا کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان اور ظاہر کلام کمال الدین بن الہمام کا یہ ہی کہ رواج سے بھی یمین نہونگے اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق مین ہی وفی البحر ما یباح للضرورۃ لا یکفر مستحلہ کالدم والخنزیر اور بحر الرائق مین ہی کہ جو چیز حرام مباح ہوجاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اسکا حلال کہنے والا کافر نہین ہوتا جیسے خون اور سور تو اگر یون کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو وہ خون کھاوے یا سور تو یمین نہوگی اسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہی اور استحلال خون اور سور ایسا نہین خلاصہ یہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہی اسطرح کہ اسکی حرمت کسی حال مین ساقط نہین ہوتی چنانچہ کفر اور مانند اسکے تو اسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہی اور جو چیز ایسی حرام ہی کہ گاہے اسکی حرمت بسبب ضرورت کے ساقط ہوجاتی ہی جیسے مردار اور شراب اور سور وغیرہ تو اسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا اراد الحالف بقولہ حقا اسم اللہ فیمین علی المذہب کما صححہ فی الخانیہ مگر جب کہ ارادہ کریگا قسم کھانے والا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہ لفظ یمین ہوگا بنابر مذہب صحیح کے چنانچہ اس قول کی تصحیح کی ہی خانیہ مین وحرفہ الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیہ وہمزۃ الاستفہام وقطع الف الوصل والمیم المکسورۃ والمضمومۃ کقولہ للہ واللہ وتاللہ وم اللہ اور منجملہ حروف قسم کے واو ہی اور بے اور تے چنانچہ واللہ وباللہ وتاللہ اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنے ہے چنانچہ ہا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ اللہ اور میم مکسورہ چنانچہ م اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ مُ اللہ معانی ان سب حروف کے یہ کہ قسم کھاتا ہون اللہ کی اور ہمزہ قسم کے بعد الف ہوتا ہی اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام مجازا کہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفہ ایجازا فیختص اسم اللہ بالحرکات الثلث وغیرہ بغیر الجر والیمین فرفع ایمن اللہ ولعمر اللہ کقولہ اللہ بنصبہ لنزع الخافض وجرہ الکوفیون مسکین لا فعلن کذا افاد ان اضمار حرف التاکید فی المقسم علیہ لا یجوز اور گاہے حروف قسم کے پوشیدہ لائے جاتے ہین واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص بحرکات ثلثہ ہوتا ہی حالت اضمار مین اور سواے نام پاک کے مخصوص ہوتا ہی بغیر جر کے یعنے ایمین رفع اور نصب آتا ہی نہ جر اور لازم ہوگیا ہی رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنے نون اور رے کا اضمار کی مثال اللہ لافعلن کذا یعنے قسم اللہ کی ایسا کرونگا البتہ نام مقدس کا نصب جائز ہو بسبب نزع خافض کے اور کوفیون نے اسکو جر دیا ہی کذا فی ذکرہ مسکین شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اسکا جواز ظاہر ہی محتاج وجہ کا نہین اسواسطے کہ اللہ حالت رفعی مین مبتدا ہی اور خبر محذوف یعنے اللہ قسمی کذا فی النہر ماتن نے لافعلن کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ اضمار حروف تاکید کا جائز نہین مقسم علیہ سے یعنے جسپر قسم کھائی جاوے ثم صرح بہ بقولہ الحالف بالعربیۃ فی الاثبات لا یکون الا بحرف التاکید وہو اللام والنون کقولہ واللہ لافعلن کذا او واللہ لقد فعلت کذا مقرونا بکلمۃ التوکید وفی النفی یکون بحرف النفی حتی لو قال واللہ افعل کذا الیوم کانت یمینہ علی النفی وتکون لا مضمرۃ کانہ قال

لا افعل کذا لامتناع حذف حروف التاکید فی الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمۃ لابعض الکلمۃ من البحر عن المحیط پھر عدم جواز حرف تاکید کو ماتن نے اپنے اس قول مین کھول کر کہدیا کہ قسم عربی زبان مین اثبات مین نہین ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہی مضارع مثبت مین چنانچہ واللہ لافعلن کذا اور ماضی مین حرف تاکید لقد ہی چنانچہ واللہ لقد فعلت کذا مقرون بکلمۃ تاکید اور نفی مین حرف نفی ہوتا ہی چنانچہ واللہ لا افعل کذا و واللہ ما فعلت کذا یہان تک کہ اگر اثبات مین بلا حرف تاکید یون کہے گا کہ واللہ افعل کذا الیوم تو اسکی یہ قسم نفی پر ہوگی اور کلمہ لا وہان مضمر ہوگا گویا یون کہا کہ واللہ لا افعل کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات مین ممتنع ہی اسواسطے کہ عرب کلام مین پورا کلمہ حذف کرتے ہین نہ بعض کلمہ تو لفظ لا پورا کلمہ ہی بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط اھ بنا بر اس تحقیق کے اگر کوئی یون قسم کھاوے کہ واللہ اضرب الیوم زیدا تو عدم ضرب سے حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر مین مثبت ہی اور واقع مین منفی کما لا یخفی وکفارتہ ھذہ اضافۃ للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی از قبیل اضافت شی کے ہی اپنی شرط کی طرف نہ اضافت شی کی طرف سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے نزدیک حنث ہی کذا فی النہر تحریر رقبۃ او طعام عشرۃ مساکین کما مر فی الظہار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہی گردن کا یا دس محتاجون کو کھانا دینا چنانچہ اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار مین مذکور ہو چکی یعنے اعتاق مین رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہی اور مفقود المنفعت اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہی جائز نہین اور اطعام مین تملیک اور اباحت دونون کافی ہین تو تملیک مین نصف صاع گیہون اور ایک صاع کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت مین دن اور رات دونون وقت پیٹ بھر کے کھلا دے سو اگر گیہون کی روٹی کھلاوے تو دال اور گوشت کی حاجت نہین والا سالن ضرور ہی یہ تفصیل کفارہ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہی جو مصرف ہی زکوۃ کا تو اپنے اصول اور فروع اور غنی اور سید کو دینا جائز نہین او کسوتہم بما یصلح للاوساط و ینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ویستر عامۃ البدن فلم یجز السراویل الا باعتبار قیمۃ الاطعام یا کفارہ قسم کا دس محتاجون کو لباس دینا ہی ایسی پوشاک جو متوسط لوگون کے مناسب حال ہو یعنے اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اسکو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط پائجامہ دینا جائز نہین اور اسی طرح پگڑی مگر باعتبار قیمت اطعام کے پائجامہ دینا جائز ہی یعنے اگر قیمت اسکی بقدر نصف صاع گیہون کے ہو تو اسکا دینا کفایت کریگا بنا بر لباس کے بلکہ باعتبار اطعام کے اسواسطے کہ حق تعالے نے قرآن مجید مین ادائے کفارہ مین حالف کو اعتاق یا لباس یا اطعام مین اختیار دیا ہی ان تینون چیزون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملۃ او مرتبا ولم ینو الا بعد تمامہا للزوم النیۃ لصحۃ التکفیر وقع عنہا واحد ھو اعلاہا قیمۃ اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ مین یعنے اعتاق اور کسوۃ اور اطعام یکبارگی ادا کیا یا بترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نکی مگر بعد اسکی تمامی کے تو واقع ہوگا کفارہ کیجانب سے تینون مین سے وہ ایک جو قیمت مین سب سے اعلی ہی اعتبار نیت کا ہو السبب لزوم نیت کے واسطے صحت کفارہ ادا کرنیکے یعنے کفارہ بدون نیت کے صحیح نہین کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد ھو ادناہا قیمۃ لسقوط الفرض بالاداء اور اگر کفارہ مین سب تینون چیزون کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اسی چیز سے جو قیمت مین سب سے ادنے ہی بسبب ساقط ہونے فرض کے ادنے سے بھی فان عجز عنہا کلہا وقت الاداء عندنا حتی لو وھب مالہ وسلمہ ثم صام ثم رجع لعبۃ اجزأہ الصوم مجتبی قلت وھل یستثنی من قولہم الرجوع فی الھبۃ فسخ من الاصل سو اگر عاجز ہو کفارہ سے سب تینون چیزون سے کفارہ ادا کرنیکے وقت ہم حنفیون کے نزدیک یہان تک کہ سب اپنا مال کسیکو ہبہ کیا اور تسلیم کر دیا پھر اسکے روزہ رکھا پھر اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اسکو روزہ کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت ادائے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق یا کسوت یا اطعام سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہی اور یہ مسئلہ مستثنی ہی فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہی اصل ہبہ سے اسواسطے کہ اگر مستثنی نہوتا تو صوم کفایت نکرتا

ع۱ نمونہ اسکی کتابت کردہ [illegible]

ع۲ قسم [illegible] اسکی تحقیق میں [illegible] کیا [illegible]

ع۳ قسم اسکی [illegible] کرونگا ایسا اور قسم [illegible] اسکی میں نے

[illegible] نہین کیا ایسا [illegible]

ع۴ [illegible] دیکھا [illegible] کسی سے

ع۵ [illegible] اسکی میں [illegible]

صَامَ ثلثۃ ایام ولاءً ویبطل بالحیض بخلاف کفارۃ الفطر وجوز الشافعی التفریق واعتبر العجز عند الحنث مسکین یعنے اگر اعتاق یا کسوت
یا اطعام سے وقت ادائے کفارہ عاجز ہو تو تین روزے رکھے متصل ور باطل ہوگا صوم تین دن کے اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل
نہین ہوتا اور جائز رکھا ہے امام شافعیؒ نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہے عاجزی کو حنث کے وقت نہ ادا کے وقت کذا ذکرہ مسکین ھ کفارہ یمین کی تفصیل مین اصل
نص قرآنی ہے فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ہر چند
قرآن مجید مین اتصال صیام کی قید نہین لیکن ابن مسعودؓ کی قرأت یون ہے کہ ثلثۃ ایام متتابعات اور قرأت انکی مانند انکی روایت کے ہے اور چونکہ قرأت مشہور ہے
لہذا زیادت علی الکتاب اس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار والشرط استمرار العجز الی الفراغ من الصوم فلو صام المعسر یومین ثم قبل فراغہ ولو بساعۃ
ایسر ولو بموت مورثہ موسرا لا یجوز لہ الصوم ویستانف بالمال خانیہ اور شرط کافی ہونے صوم کی برابر چلا جانا عاجزی کا ہے فراغت
صوم تک تو اگر حانث محتاج نے دو روزے رکھے پھر یوم ثالث کے صوم سے فراغت ہونے سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن باقی رہے وہ مقدور والا ہو گیا اگرچہ
مقدور حاصل ہوا ہو اپنے تونگر مورث کے مرنے سے تو یہ صوم جائز نہوگا اور سر نو سے مال کا کفارہ دیوے یعنے اعتاق یا کسوۃ یا اطعام کا کذا فی الخانیہ ولو صام ناسیا
للمال لم یجز علی الصحیح مجتبی اور اگر روزہ رکھا اپنے مال کو بھول کر یعنے اسکا مملوک مال تھا سواسنے اپکو محتاج جانکر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پھر مال
یاد آیا تو یہ صوم جائز نہوگا صحیح قول پر کذا فی المجتبی ھ خانیہ مین ہے کہ اگر اسکے پاس مال ہو اور اسپر قرض ہو تو اگر اسنے اس مال سے قرض ادا کیا تو بالاتفاق
کفارہ صوم کا ادا کرے اور اگر قبل ادائے قرض کے روزہ رکھا تو بعضون کے نزدیک جائز ہے اور بعضون کے نزدیک جائز نہین کذا فی النہر ولو نسی کیف حلف
باللہ او بطلاق او بصوم لا شیء علیہ الا ان یتذکر خانیہ اور اگر حالف بھول گیا کیونکر قسم کھائی تھی اللہ کی قسم تھی یا طلاق یا صوم کی تو اسپر
کوئی چیز لازم نہین نہ کفارہ نہ طلاق مگر یہ کہ اسکو یاد آجاوے کہ فلان چیز کی قسم تھی تو وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیہ ولم یجز التکفیر لو بالمال خلافا للشافعی
قبل حنث لان الکفارۃ لستر الجنایۃ ولا جنایۃ ولا یسترد من الفقیر لوقوعہ صدقۃ ھ اور جائز نہین کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ
مال کا ہو بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک کفارہ مال کا قبل حنث کے صحیح ہے ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اسواسطے صحیح نہوا کہ کفارہ موضوع ہے واسطے چھپانے
گناہ کے اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی گناہ نہین جسکو کفارہ چھپاوے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو طعام اور کسوۃ قبل حنث کے دیا ہو اسکو فقیر سے
نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ صدقہ نافلہ ہو چکا ھ اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابو داؤد مین عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہے فکفر عن یمینک ثم ائت الذی ہو خیر اس
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کفارہ دے پھر قسم توڑے اسواسطے کہ لفظ ثم کا واسطے تعقیب کے ہے اسکا جواب یہ ہے کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین مین یون روایت ہے
قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرایت غیرہا خیرا منہا فکفر عن یمینک وائت الذی ہو خیر اس روایت مین واو ہے نہ ثم اور واو واسطے مطلق
جمع کے موضوع ہے نہ واسطے تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین کی معروف اور صحت مین مقدم ہے تو روایت ابو داود کی انکے مقابل مین شاذ ہے تو لائق تاویل کے ہے یعنے ثم
بمعنی واو کے ہے اور صحیح مسلم مین عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرای خیرا منہا فلیات الذی ہو خیر
ولیکفر عن یمینہ اور اسکی شاہد امام احمد کی روایت ہے عبد اللہ بن عمروؓ سے کذا فی فتح القدیر ومصرفہا مصرف الزکوۃ فہما لا فلا وقیل الا الذمی
خلافا للثانی وبقولہ یفتی حاکم فی بابہا اور مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے اور جو زکوۃ کا مصرف نہین وہ کفارہ کا بھی مصرف
نہین چنانچہ اسکا ذکر ترجمہ مین قبل اسکے ہو چکا بعضون نے کہا ہے مگر ذمی کو کفارہ دینا جائز ہے نہ زکوۃ بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ
دینا جائز نہین اور اسی قول پر فتوے ہے چنانچہ باب الزکوۃ مین گذر گیا تو بقول مفتی یہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف کفارہ بعینہ مصرف زکوۃ ہے ولا کفارۃ بیمین
کافر وان حنث مسلما بآیۃ انہم لا ایمان لہم واما ان نکثوا ایمانہم فمعنی الصوری تخلیف الحاکم اور کفارہ واجب نہین

ط ستو کفارہ قسم کا کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو متوسط طعام سے جو کہ کھلاتے ہو اپنے اہل و عیال کو یا کپڑا دینا ان کو یا آزاد کرنا ایک بردہ کا پھر جو کوئی نہ پاوے تو روزہ رکھنا تین دن کا ۱۲

ع ... نہین ...

ع ستو کفارہ دو

اپنی قسم سے پھر کر اس کام کو جو بہتر ہے ۱۲

ھ فرمایا مجھکو رسول اللہ صلعم نے کہ جب تو قسم کھاوے کسی یمین پر اور دیکھے قسم کی چیز کے سوا کو بہتر اس سے تو کفارہ دے اپنی قسم سے اور کر اسکو جو بہتر ہے ۱۲

ش جو شخص قسم کھاوے کسی چیز پر پھر دیکھے اس سے بہتر تو چاہیے کہ کرے اسکو جو بہتر ہے اور کفارہ دے اپنی قسم سے ۱۲

کافر کی قسم سے اگرچہ وہ مسلمان ہو کر حانث ہو بدلیل اس آیت قرانی کے کہ انہم لا ایمان لہم یعنے کافرون کے واسطے قسمین نہین ہین لہذا اول کتاب الایمان مین مذکور ہو چکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اسواسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہین اور یہ جو دوسری آیت مین وارد ہے وان نکثوا ایمانہم کہ اگر وے اپنی قسمین توڑین تو مراد اُس سے یمین ظاہری ہے جسکو کفار اپنے صدق کے واسطے ظاہر کرتے ہین نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے وہ قسم سے انکار کیسے تو حق ثابت ہو جاوے اور اگرچہ کافر کے حق مین یمین شرعی ثابت نہین لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد مین نام الہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی قسم سے انکار کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنے ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح وھو ای الکفر یبطلہا اذا اعترض بعدھا فلو حلف مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح اور وہ یعنے کفر باطل کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانیکے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام مین پھر معاذ اللہ کافر ہو گیا بعد اسکے مسلمان ہوا پھر قسم توڑی تو اسپر ہرگز کفارہ نہین اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول مین کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہین محل کی طرف انمین ابتدا اور بقا دونون برابر ہین جیسے وصف محرمیت کا نکاح مین م بیان اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانے والا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض ہے چنانچہ نکاح مین محرمیت کا وصف خواہ ابتدا سے خواہ پیچھے سے عارض ہو دونون برابر ہین تو زانی پر بنت مزنیہ حرام ہے جیسے اسکی زوجہ حرام ہو جاتی ہے زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے وکذا لو نذر الکافر ما ھو قربۃ لا یلزمہ شیٔ اور اسی طرح مانند یمین کے اگر نذر مانے کافر اس چیز کی جو از قسم عبادت ہے چنانچہ صوم یا صدقہ تو اسپر کچھ لازم نہین امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے نہ صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین مین عمر فاروق سے مروی ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام مین عبادت بجا لا نہ کہ قطع نظر جاہلیت کے نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر من حلف علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ المطلقۃ فحنثہ فی آخر حیاتہ فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بہلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اھون الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنے کی تو اس صورت مین قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے اسواسطے کہ قسم توڑ کر کفارہ دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسیکی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن دل دوستان جہل ست وکفارہ یمین سہل ماتن نے قتل مین آج کے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہین ہو سکتا مگر موقت قسم مین اور مطلق قسم مین تو حنث حالف کی آخر حیات مین ہوتا ہے اسواسطے کہ تا حیات حالف مثلاً نفی قتل کی نہین ہو سکتی تو وصیت کیجاوے کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنے حالف وصیت کر جاوے کفارہ دینے کی اور حالف اپنی حیات مین کفارہ نہین دے سکتا اسواسطے کہ کفارت قبل حنث کے صحیح نہین اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنے جسکے قتل کی قسم کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے کہ یمین مطلق مین حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہین ہو سکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منہما اما معصیۃ وھی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ فرض او ھو اولی من غیرہ او غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یاکل ھذا الخبز مثلا فبرہ اولی لآیۃ واحفظوا ایمانکم قہستانی وفتح وھی عشرۃ جو قسم توڑنے کے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ کے یہ ہے کہ محلوف علیہ یعنے جسپر قسم کھائی وہ دو حال سے خالی نہین کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہو چکا تو معصیت کی قسم مین حنث واجب ہے

یا فعل اور ترک واجب ہی چنانچہ یون قسم کھانا کہ واللہ مین آج کے دن ظہر کی نماز پڑھونگا یہ مثال ہی فعل کی اور ترک کی مثال یون ہی کہ واللہ مین شراب نہ پیونگا سو واجب کی قسم مین بر واجب ہی یعنے قسم کو پورا کرنا ہرچند نماز ظہر اور عدم شرب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہوگیا و محلوف علیہ اولی ہی اپنی غیر سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیرون کو یا اپنے مارنے والون کو نہ مارونگا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولی اور افضل ہی اور ممکن ہی کہ مثل مباح کے اسکی بھی بر کو واجب کیجیے بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالاولے ہی یا محلوف علیہ کا غیر اولے ہی محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ مین آج کچی پیاز کھاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولے اور افضل ہی یا محلوف علیہ اور غیر اسکا دونون برابر ہون چنانچہ اسکی قسم کھانا کہ یہ روٹی نکھاونگا مثلاً یا واللہ مین دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولے ہی اور یہ آیت قرآنی کہ واحفظوا ایمانکم کہ محافظت کرو اپنی قسمون کی مباحات مین بھی وجوب بر کی مفید ہی کذا فی فتح القدیر اور یہ دس صورتین ہین جو مذکور ہوچکین و من حرم ای علی نفسہ لانہ لو قال ان اکلت من ہذا الطعام فہو علی حرام فاکلہ لا کفارۃ خلاصۃ واستشکلہ المصنف جو شخص اپنی ذات پر حرام کر دے ماتن نے تحریم منجز کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کھاؤن تو وہ مجھپر حرام ہی پھر بعد اسکے اُس طعام کو کھایا تو اسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مشکل سمجھا ہی اسکو مصنف نے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وجہ اشکال کی یو بیان کی ہی کہ معلق بالشرط نزدیک وقوع شرط کے مانند منجز کے ہی یعنے پھر کیا وجہ کہ حنث مین کفارہ نہین جواب اس اشکال کا یہ ہی کہ تحریم منجز اور معلق مین فرق ہی اسواسطے کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہی اور معلق مین تحریم ثابت نہین مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیۃ الحلبی شیئا ولو حراما او ملک غیرہ کقولہ الخمر او مال فلان علی حرام فیمین ما لم یرد الاخبار خانیہ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب مجھپر حرام ہی یا مثلاً زید کا مال مجھپر حرام ہی تو یہ قول یمین ہی تاوقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نکرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کریگا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اسمین گناہ کے سوائے کفارہ یمین کا لازم آویگا فان فعلہ باکل او نفقۃ ولو تصدق او وہب لم یحنث بحکم العرف زیلعی پھر بعد تحریم کے اس چیز کو کیا یعنے اگر طعام ہی تو اسکے کھانے سے یا دینار اور درم ہی تو اسکے خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اس شی کو خیرات کر دیا یا کسیکو بخشدیا تو حانث نہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی کفر لیمینہ لما تقرر ان تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شی کو حرام کرکے پھر اسکو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی اصول مین کہ حرام کر دینا حلال چیز کو یمین ہی یعنے قسم کی ایک یہ بھی صورت ہی کہ حلال کو حرام کر ڈالے ومنہ قولہا لزوجہا انت علی حرام او حرمتک علی نفسی فلو طاوعتہ فی الجماع او اکرہہا کفرت مجتبی اور من قبیل قسم کے یہ قول ہی عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجھپر حرام ہی اور حرام کیا تجکو مین نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی جماع پر زوج کو قادر ہونے دیگی یا زوج اس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبی وفیہ قال لقوم کلامکم علی حرام او کلام الفقراء او اہل بغداد او اکل ہذا الرغیف علی حرام حنث بالبعض اور مجتبی مین ہی کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام تمہارا مجھپر حرام ہی یا کلام اہل بغداد کا مجھپر حرام ہی یا کھانا اس روٹی کا مجھپر حرام ہی تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھ روٹی کے کھانے سے وفی واللہ لا اکلمکم او لا اکلہ لم یحنث الا بالکل زاد فی الاشباہ الا اذا لم یمکن اکلہ فی مجلس او حلف لا یکلم فلانا وفلانا ونوی احدہما او لا یکلم اخوۃ فلان ولہ اخ واحد تمامہ فیہا قلت وبہ عرفت جواب حادثۃ حلف بالطلاق ان اولادہ یطلعون بیت فطلع واحد منہم حنث اور اس قول مین کہ واللہ مین تمسے کلام نکرونگا یا روٹی نکھاؤنگا تو حانث نہوگا مگر سب کے کلام سے اور سب روٹی کے کھانے سے زیادہ بیان کیا ہی اشباہ مین مگر اسوقت بعض روٹی کھانے سے

حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس واحد مین متصور نہو یا قسم کھائے کہ کلام نکریگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دو مین سے ایک کی یا یون قسم کھائی کہ مثلاً زید کے بھائیون سے نہ بولے گا اور زید کا ایک ہی بھائی ہی تو اسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ اسسے معلوم ہوگیا اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اسکے زوجہ کی اولاد اسکے گھر کو جھانکین سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد نے زوج کے گھر کو جھانکا تو زوج حانث نہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہی بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر کل حل وحلال اللہ وحلال المسلمین علیّ حرام او کالحرام او الحرام یلزمنی ونحوہ علی الطعام والشراب ولکن الفتوی فی زماننا علی انہ تبین امرأتہ بتطلیقۃ ولو کثرن بِنّ جمیعاً بلانیۃ وان نوی ثلثا فثلث وان قال لم انو طلاقا فالہ لم یصدق قضاء لغلبۃ الاستعمال ولذا لا یحلف بہ الا الرجال ظہیریہ کہا ایک شخص نے یہ سب حلال مجھپر حرام ہی یا یون کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہی کمال الدین نے اتنا اور بھی زیادہ کیا ہی کہ یا حرام مجکو لازم ہوگیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کھانے یا پینے پر محمول ہی تو بعد اس قول کے حانث نہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوے اسپر ہی کہ قائل کی عورت بائن ہوجاویگی ایک طلاق کر اور اگر اسکی زوجات ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہوجاوینگی بلانیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین کی تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی اور قضاء تصدیق نہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم حلال کی طلاق مین ولہذا اس لفظ سے قسم نہین کھاتے عرف مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظہیریۃ وان لم تکن لہ امرأۃ وقت الیمین سواء نکح بعدہ او لا فیمین فیکفر بالاکل او الشرب لو یمینہ علی آت ولو باللہ علی ماض فغموس ان تعمد ولغو والا ولو کانت لہ امرأۃ وقتہا فبانت بلا عدۃ فاکل فلا کفارۃ لانصرافہا للطلاق وقد مر فی الایلاء اور اگر اسکی عورت نہو یمین کے وقت خواہ اسنے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نکیا ہو تو اسوقت مین تحریم حلال کی طلاق نہوگی بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جلشانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اسطرح کہ اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھپر حرام ہی تو یہ یمین غموس ہی اگر جھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہی اگر اسکو صدق کا ظن ہو اور اگر اسکی ایک عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنے غیر مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اسنے کچھ کھایا پیا تو اس اکل اور شرب سے اسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانے یمین کے طلاق کی طرف بسبب عورت ہونے کے سوا اکل اور شرب کے واسطے نہین ہو سکتی اور مسئلہ تحریم حلال کا باب الایلا مین مذکور ہوچکا

فائدہ ضروریہ بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہ ہی کہ لفظ وجوب مین دونون مشترک ہین اسواسطے کہ نذر عبادت ہی ایجاب مباح سے کذا فی النہر یعنے عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کر لینا نسائی نے عمران بن حصین سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہی سو جس شخص کی نذر اللہ تعالے کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کے واسطے ہی اور اسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہی اور جس شخص کی نذر اللہ تعالے کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کے واسطے ہی اسکا ادا کرنا یعنے منت کا اوتارنا لازم نہین اور اسمین کفارہ دیوے جو یمین کا کفارہ ہی اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین صحیح بیان کیا ہی کہ یہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے ہین اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبرون پر جاتے ہین اور کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر وطن مین پھر آوے یا بیمار ہمارا اچھا ہوجاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپکے واسطے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغان کے واسطے تیل یا موم نذر کرینگے تو یہ نذر اور منت باتفاق فقہا و باجماع علما باطل ہی بچند دلیل اول یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے جائز نہین یعنے نذر مخصوص بخدائے علیم و قادر ہی اور دوسری دلیل بطلان کی یہ ہی کہ جنکی نذر مانی وہ میت ہین اور میت کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہی کہ ایسی نذر کرنے والونکے گمان مین

یہ ہو کہ سوا خدا کے میت بھی قادر ہو عالم مین کچھ اسکا تصرف بھی جاری ہو اور یہ اعتقاد کفر ہو ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی مثلاً تو مین فلانی درگاہ کے فقیرون کو کھانا کھلاؤنگا یا دراہم دونگا ایسی چیزون کا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہو اور ذکر ولی کا فقط اتنے واسطے ہی کہ وہ محل صرف ہو نذر کا یعنے نذر خالص اللہ ہی کے واسطے ہو تو اسطرح البتہ نذر جائز ہو جب یہ معلوم ہوا تو یہ جو دراہم اور موم اور تیل اور مانند اسکے اولیا کی قبرون پر لیجاتے ہین اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنیکو سو یہ باجماع مسلمین حرام ہو جبتک کہ وہان کے زندہ محتاجون پر صرف کرنا مقصود نہو یہ قول واحد ہو ائمہ فقہا کا اختلاف نہین انتہے ملخصا اور البتہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصا شیخ احمد بدوی کے مولد مین کذا فی النہر الفائق فی کتاب الصوم مم جب یہ روایت اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل افتاب کے روشن ہو گیا کہ یہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ضرائح مجعولہ پر جنکو عوام تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علی العموم رائج ہو سو سراسر باطل اور گمراہی ہو حق تعالے بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیون کو مٹا دے اور علماء دین کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اسکے ابطال کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور تاویلات واہیہ کرکے اسکا جواز عوام کو نسکھاوین امین

ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما سیصرح بہ تبعا للبحر والدرر وھو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور جسنے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور بجنس نذر کے کوئی واجب ہو مراد واجب سے یہان فرض ہو چنانچہ مصنف اسکو خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصود بھی ہو تو عبادت مقصود کی قید سے وضو اور تکفین میت کی نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہو لیکن عبادت مقصودہ نہین بلکہ شرط ہو واسطے صحت صلوۃ کے اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی نذر کرنے والے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کر دے تو اسپر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہو مم یہ حدیث غریب ہو لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہو اس خاص حدیث پر موقوف نہین حق تعالے نے فرمایا ولیوفوا نذورھم یعنے چاہیے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر مین بہت احادیث ہین منجملہ انکے ایک یہ حدیث مرفوع ہو صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت سے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنے کی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنیکی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچھ حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہ ہو کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ خدا کے واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہو یا صدقہ یا دو رکعت نماز اور نذر معلق یہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا مینہ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہو

کصوم وصلوۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوۃ وہی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین فتح چنانچہ صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا کرونگا اور حج اگرچہ پیادہ نذر مانا ہو تو بھی نذر صحیح ہو اسواسطے کہ امور مذکورہ عبادات مقصودہ ہین اور انکی بجنس واجب بھی ہو اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہو اور پیدل چلنا حج کے واسطے اہل مکہ پر واجب ہو بشرط قدرت اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہو اور قعدہ عبارت ہو یکجا ٹھہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا مسجد کا مسلمانون کے واسطے واجب ہو بادشاہ پر بیت المال سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر وقف مسجد کا واجب ہو کذا فی فتح القدیر مم شارح نے وجوب صوم اور صلوۃ اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلیے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تھا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی

ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسہ فرض کعیادۃ مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او الاقصی لانہ لیس من جنسہا فرض مقصود وھذا ھو الضابط کما فی الدرر نہ اور ادا کرنا لازم نہین نذر کرنے والے پر اس قسم کی نذر کا جسکی

ط اعتکاف [illegible] مسجد [illegible] [illegible]

وجوب قعدہ اخیرہ کو علت قرار دیکر بیان کیا ۱۲

ہمجنس شرع مین کوئی فرض نہین چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصے ہو یعنے اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اسکا ادا کرنا ناذر پر لازم نہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہین لیکن مجانس انکی کوئی فرض مقصود بالذات نہین اور یہی قاعدہ کلیہ ہے لزوم اور عدم لزوم نذر مین کذا فی الدرر م اگر کوئی کہے کہ حج مین طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہین ہوتا اسکا جواب یہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادائے طواف کے چنانچہ وضو واسطے نماز کے اور اسی طرح پل اور خانقاہ اور سراے اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر مانے گا تو لازم نہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی شرع مین فرض نہین کذا فی المنح وفی البحر شرائط خمس فزاد ان لا یکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لا یکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام لم یلزمہ شیء غیرہا وان لا یکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا للغیر فلو نذر التصدق بالف ولا یملک الا مائۃ لزمہ المائۃ فقط خلاصہ انتہی اور بحر الرائق مین ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہین سو مصنف نے دو شرطون پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہے کہ وہ معصیت بالذات نہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہین بلکہ معصیت بالغیر ہے یعنے اسواسطے ممنوع ہے صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات کی نذر کریگا تو صحیح نہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز اسپر واجب نہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کریگا تو اسپر کچھ لازم نہوگا سواے فرض حج کے اور پانچوین شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہو اس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یا وہ چیز غیر کی مملوک نہو سو اگر نذر مانے ہزار درم کے خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہین مگر سو درم کا تو اسپر فقط سو درم لازم ہونگے نہ زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہے کلام البحر خلاصہ یہ ہے کہ نذر کی شرطین پانچ ہین کہ بدون انکے نذر صحیح نہین شرط اول یہ ہے کہ اسکی جنس کا فرض ہو یعنے منذور کے فرائض شرعیہ مین اصل ثابت ہو دوسرے یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسرے یہ کہ وہ بالذات معصیت نہو چوتھے یہ کہ منذور اسپر واجب نہو قبل نذر کے پانچوین یہ کہ منذور ناذر کی ملک سے زیادہ نہو اور غیر کا مملوک نہو قلت ویزاد ما فی نہر الجواہر وان لا یکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما لم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ مذکورہ پر دو شرط اور زیادہ کی گئی ہے جو نہر الجواہر مین ہے وہ یہ ہے کہ منذور مستحیل الوجود نہو تو اگر کل یعنے یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہین کہ ممکن الوجود نہین اور قنیہ مین ہے کہ نذر کی اغنیا پر خیرات کرنیکی تو صحیح نہین محال ۱۲ جبتک اغنیا مسافرین کی نیت نکرے اسواسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز نہین مصرف نذر کا فقرا و مساکین ہین نہ اغنیا ھم یہ جو ہندوستان مین رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سبکو کھلاتے ہین غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہین ہوتی تو اسکا اعادہ لازم ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہین ویسی ہی سید کو بھی جائز نہین مانند زکوۃ کے غنی سے مراد یہان وہ ہے جو صاحب نصاب ہو یعنے جسکو ستاون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین یا رہنے کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہ نذر لازم نہین اسواسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہین ولو نذر ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانے اتنا درود یعنے سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ نذر اسکو لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم نہین ھم لزوم نذر کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ نماز مین درود پڑھنا فرض نہین لیکن تمام عمر مین ایکبار درود پڑھنا فرض ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ مین مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اسکی ہمجنس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاید وجہ یہ ہے کہ فرضیت درود کی قطعی نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او شفی مریضی یوفی وجوبا ان وجد الشرط وان علقہ بما لم یردہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذہب لانہ

نذر

نذر بظاہر یمین بمعنا. فیتخیر ضرورة لعدا اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے حکم مین تفصیل ہے سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اسکو خواہش ہے چنانچہ یون کہا کہ اگر میرا غائب شخص آوے یا بیمار مریض چنگا ہو تو مجھپر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنابر وجود کے اگر شرط پائی جاوے یعنے اگر غائب آوے یا بیمار چنگا ہو تو صدقہ دینا واجب ہے نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اس شرط پر جسکی اسکو خواہش نہین چنانچہ یون کہا کہ اگر مین فلانی عورت سے زنا کرون مثلا تو مجھپر صدقہ لازم ہے پھر وہ حانث ہوا یعنے اُس عورت سے زنا کیا تو چاہے اپنی نذر کو پورا کرے یعنے صدقہ دیوے یا کفارہ دے اپنی اس قسم کا بنابر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار رہا کہ یہ قول ظاہر مین نذر ہے اور باطن مین یمین تو بالضرورة ایفاء نذر یا کفارہ دینے مین اسکو اختیار رہوگا ھم وجہ یمین ہونے اس قول کی یہ ہے کہ جب اُسنے منذور کو مثلا صدقہ کو اس شرط پر معلق کیا جسکی اسکو خواہش نہین مثلا زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اسکو مطلوب نہین اسواسطے کہ اسکو مانع قرار دیا اس شرط کے فعل سے مانند دخول دار اور کلام زید کے اور یہی حقیقت ہے یمین کی یعنے منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہے لہذا اسکو اختیار حاصل ہوا ایفاء نذر اور کفارہ دینے مین بموجب دونون وجہ کے بخلاف اس شرط کی تعلیق کے جسکی ناذر کو خواہش ہے کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہے لہذا نذر معلق مذکور نذر منجز کے حکم مین مندرج ہوگئی یعنے وجوب ایفاء نذر مین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق مین مطلقا ایفاء نذر واجب ہے نہ کفارہ اور مجموع النوازل مین منقول ہے کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق مین تفصیل مذکور کی طرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی اور شہید کا مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وجہ اس تفصیل کی حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ ہے یمین کا کذا فی النہر الفائق نذر مکلف بعتق رقبۃ فی ملکہ لزمہ الایفاء بالنذر و لا یدخل تحت الحکم فلا یجبرہ القاضی نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنیکی اپنی ملک مین یعنے یون کہا کہ خدا کے واسطے مجھکو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حالانکہ وہ غلام اُسکا مملوک ہے تو اُس نذر کو پورا کرے اور اگر پورا نکریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل نہین تو اسپر قاضی جبر نکرے اعتاق کے واسطے نذر ان یذبح ولدہ فعلیہ شاۃ لقصۃ الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام والغاہ الثانی والشافعی لنذرہ بقتلہ نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کریگا تو اسپر بھیڑ یا بکری لازم ہے بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب رویت منامی کے سو حق تعالے نے اُنکا بدلا دنبہ قرار دیا چونکہ شریعت انبیاء سابقین بشرط عدم نسخ واجب العمل ہے لہذا امام اعظم اور محمد رح نے ذبح فرزند کی نذر مین بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا فی المنح جیسے اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہین بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیہ السلام مین ذبح وارد ہے نہ قتل کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولغا لو کان یذبح نفسہ وعبدہ واوجب محمد الشاۃ ولو یذبح ابیہ وجدہ او امہ لغا اجماعا لانہم لیسوا کسبہ اور لغو ہے اگر اپنے ذبح کرنے کی نذر کی ہو یا اپنی غلام کی اور محمد نے ذبح نفس اور ذبح غلام مین بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا مان کی ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے اسواسطے کہ انسان کے اصول اسکے کسب نہین بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کذا فی المنح ولو قال ان برئت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحہا فبرئ لا یلزمہ شیء لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح اور اگر یون کہا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے اس مرض سے تو مین بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہے کہ اسکو ذبح کرونگا پھر وہ چنگا ہو گیا تو اسپر کچھ لازم نہین اسواسطے کہ ہمجنس ذبح کوئی فرض نہین بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ قربانی تو یہ نذر صحیح نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا شرائط صحت نذر سے یہ ہے کہ اسکی ہمجنس فرض ہو نہ واجب الا اذا زاد والتصدق بلحمہا فیلزمہ لان الصدقۃ من جنسہا فرض وہی الزکوۃ فتح وبحر وفی متن الدرر تناقض منح مگر جب ذبح کرنے کی نذر پر اتنا زیادہ کیے کہ اسکے گوشت کو خیرات کرونگا تو اب یہ نذر لازم ہو جاویگی اسواسطے کہ ہمجنس تصدق فرض ہے یعنے زکوۃ از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن مین تناقض ہے کذا فی المنح ھم منح الغفار مین کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر مین کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کرونگا تو اسپر کچھ لازم نہین مگر یون کہے للہ علی ان اذبحہا یعنے خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہے اسواسطے کہ لزوم نہین ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول ثانی مین ہے نہ اول مین

[illegible]

شرط کی [illegible] معلوم ہوا کہ شرط مذکور سے منع نفس مقصود ہے جو حقیقت ہے یمین کی

انتہی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت مین بھی حاصل نہین یعنے ہمجنس ذبح کوئی فرض نہین چنانچہ خود صاحب درر نے اسکو صحیح بیان کیا ہے تو اسکے کلام مین تناقض ہوا
انتہی مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت مین فی الواقع تناقض نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین قاضی خان سے منقول ہے رجل قال ان برئت من مرضی ہذا ذبحت
شاۃ فبرأ لا یلزمہ شئی الا ان یقول ان برئت فللہ علی ان اذبح شاۃ انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بتصریح صیغہ نذر لازم ہے اگرچہ ہمجنس نذر یعنے اضحیہ واجب ہے
نہ فرض تو ثابت ہوا کہ درر کی عبارت سے مراد وجوب حقیقی ہے جو مصطلح ہے فقہا کا اور یہ جو صاحب درر نے کہا ہے کہ جب منذور کی اصل فروض مین ہوگی تب نذر لازم ہوگی سو فرض سے مراد
یہان وہ ہے جو واجب کو بھی شامل ہے انتہی قول الطحطاوی ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ شرط لزوم نذر یہ ہے کہ اسکے ہمجنس واجب ہو اور فرض ہو تو بطریق اولے نذر لازم ہوگی تو
فرضیت کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہے مصنف اور شارح کا ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع
النوازل ووجہہ لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کے واسطے مجھپر لازم ہے ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اسکے گوشت کا پھر اسنے اونٹ کے عوض سات بکریان ذبح کین
تو جائز ہے کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہین یعنے قربانی اور ہدی مین ایک اونٹ سات بکریون کے برابر ہے فی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا
فذہبت ثم عادت لا یلزمہ شئی اور قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر میری یہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہے سو وہ بیماری جاتی
رہی بعد اسکے پھر آئی تو اسپر ادائے نذر لازم نہین اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح پر کہ عود نکرے سو حاصل نہوا نذر لفقراء مکۃ جاز الصرف الی
فقراء غیرہا لما تقرر فی کتاب الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشئی نذر مانی فقرائے مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہے صرف کرنا فقرائے غیر مکہ کی طرف اسواسطے کہ کتاب
الصوم مین ثابت ہوچکا ہے کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہین یعنے خصوصیت فقیر اور درہم اور مکان اور زمان کی اسمین نہین اسواسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہے تو
خصوصیت مکان کو اسمین دخل نہین کذا فی المنح نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ
نذر کی یہ کہ دس درم کی روٹیان تصدق کریگا سو اسنے روٹیون کے سوا اور کھانا تصدق کیا مثلا گوشت اور چانول تو جائز ہے اگر قیمت مین دونون برابر
ہون جیسے روٹیون کی قیمت کا خیرات دینا جائز ہے اسواسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہے طعام کی کچھ خصوصیت نہین اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہے فقیر
کو کذا فی المنح نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانہ معین نذر کی
معین مہینے کے صوم کی تو اسپر پے درپے روزہ رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اس مہینے مین ایکدن روزہ نہ رکھیگا تو فقط اسی دن کی قضا کرے اگرچہ اسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا
ہو تو بھی ایک ہی دن کی قضا کرے بدون لزوم استقبال کے یعنے ایکدن کے ترک صوم سے اسپر سر سے روزہ رکھنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہے استقبال اسمین متصور نہین
ولو نذر صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اسنے عذر سے کھایا تو فدیہ دے قید عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کھالویگا تو بھی فدیہ لازم ہوگا
کذا فی الطحطاوی ونذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم یوجد النذر فی
الملک ولا مضافا الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنے کی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے مثلا چار سو کا تو اسپر فقط اسی قدر کی نذر لازم ہوگی جسقدر کا
کہ وہ مالک ہے یعنے چار سو کا مثلا یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ غیر مملوک مین نذر نہ پائی گئی ملک مین اور نہ مضاف الی سبب الملک مین تو صحیح نہوگی کما لو قال مالی فی المساکین
صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا چنانچہ اگر یون کہا کہ میرا مال فقیرون مین صدقہ ہے اور حالانکہ اسکا کچھ مال نہین تو یہ نذر صحیح نہین بالاتفاق بسبب
عدم ملک اور عدم اضافت کی طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اسپر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ قول مذکور
مین نذر کا صیغہ نہین نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق بمائۃ اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر اخر جاز لما تقرر
فیما مر نذر کی ان سو درمون کے خیرات کی فلانے دن زید پر سو اسنے اور سو درم کو اسدن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا
سابق مین کہ نذر غیر معلق مین کسی چیز کی خصوصیت نہین نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت کی قال علی نذر ولم یزد علیہ ولا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین کہا کہ مجھپر نذر واجب ہے

ف
ایک شخص نے کہا اگر مین اپنے اس مرض سے اچھا ہونگا تو ایک بکری ذبح کرونگا پھر وہ اچھا ہوگیا تو اسکو کچھ لازم نہین مگر یہ یون کہے کہ اگر مین اچھا ہوجاؤنگا تو اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ ایک بکری ذبح کرون ۱۲

اور اسپر کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم یا صدقہ کی کچھ نیت بھی نکی تو اسپر کفارہ یمین کالازم ہے ولو نوی صیاما بلا عدد لزمہ ثلثۃ ایام اور اگر قول مذکور مین صوم کی نیت بلا عدد معین کی تو اسپر تین دن کا روزہ لازم ہے اسواسطے کہ ایجاب عبد کا حق تعالے کے ایجاب پر معتبر ہے اور صوم واجب کا رتبہ تین دن کا روزہ ہے کفارہ یمین مین ولو صدقۃ فاطعام عشرۃ مساکین کالفطرۃ اور اگر قول مذکور مین صدقہ کی نیت کی بلا تعیین تو دس فقیر دن کا کھانا دینا لازم ہے مانند صدقہ فطر کے اسواسطے کہ کفارہ یمین مین اسی قدر طعام واجب ہے کذا فی الطحطاوی ولو نذر ثلثین حجۃ لزمہ بقدر عمرہ اور اگر نذر کی تیس حج کی تو اسپر بقدر اسکی عمر کے حج کرنا لازم ہے تو اگر قبل تیس برس کے وہ مر گیا تو باقی کی وصیت اسپر لازم نہین وصل بحلفہ ان شاء اللہ بطل یمینہ ملا یا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو یعنے یون کہا کہ واللہ مین زید سے نبولونگا انشاء اللہ تو اسکی قسم باطل ہوگئی یعنے زید کے تکلم سے حانث نہوگا چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق مین مذکور ہوچکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہین اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ استثناے منفصل بھی مبطل ہے ہم مناسب مقام یہ حکایت لطیفہ ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑھتے تھے اور امام اعظم بھی وہان موجود تھے سو محمد بن اسحق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنے امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہے استثناے منفصل مین خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمہارا یہ رتبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام نے کہا یہ شخص یعنے محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹایا چاہتا ہے اسواسطے کہ جب استثناء منفصل جائز ہوا تو آپکے عہد خلافت کو سلام ہے اسلیئے کہ لوگ تمسے خلافت کی بیعت کرینگے اور اطاعت کی قسم کھاوینگے پھر باہر نکل کر انشاء اللہ کہینگے اور آپ کے مخالفت کرینگے حانث نہونگے تو خلیفہ نے کہا کیا خوب تمنے کہا اور محمد بن اسحق کو ناخوش ہوکر اپنے پاس سے اٹھا دیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس رای کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار وکذا یبطل بہ ای بالاستثناء المتصل کلما تعلق بالقول عبادۃ او معاملۃ ولو بصیغۃ الاخبار اور اسی طرح استثنا متصل سے باطل ہوجاتا ہے جو امر کہ قول سے متعلق ہے خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغہ اخبار ہو یعنے جملہ خبریہ ہو اگرچہ شرعًا انشاء کے واسطے موضوع ہو چنانچہ صیغ عقود کے ولو بالامر ای النھی کاعتقوا عبدی بعد موتی ان شاء اللہ تعالے لم یصح وبع عبدی ہذا ان شاء اللہ لم یصح الاستثناء اور اگر استثناے متصل بصیغہ امر یا نہی ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرے غلام کو آزاد کر دیجیو میری موت کے بعد انشاء اللہ تعالے تو صحیح نہین اور میرے اس غلام کو بیچ ڈال انشاء اللہ تعالے تو یہ استثنا صحیح نہین ہم تو مثال اول مین اعتاق کی وصیت صحیح ہوگی اور مثال ثانی مین مخاطب بیع کا وکیل ہوگا اور نہی کی مثال یہ ہے کہ فلانے شخص سے نہ بیچنا انشاء اللہ بخلاف المتعلق بالقلب کالنیۃ کما مر فی الصوم واللہ تعالے اعلم بخلاف اس امر کے جو دل سے متعلق ہے چنانچہ نیت کہ انشاء اللہ کہنا مبطل نہین چنانچہ کتاب الصوم مین مذکور ہوچکا واللہ اعلم یعنے بوقت تلفظ نیت صوم انشاء اللہ کہنا مبطل نہین اسواسطے کہ نیت امور قلبیہ سے ہے نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان

والرکوب وغیر ذلک یہ باب ہے دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور انکے سوا اور افعال کی قسم کھانے کے احکام مین ہم مصنف نے ان افعال کا ذکر شروع کیا جنپر لوگ قسم کھاتے ہین اور چونکہ ضبط افعال کا بسبب کثرت کے مقصود نہین لہذا اسقدر پر اکتفا کی جسکو فقہا نے کتب مین مذکور کیا ہے اور مذکور کتب مین دو قسم کے فعل ہین ایک افعال ظاہریہ دوسرے امور شرعیہ اور افعال مذکورہ مین دخول وغیرہ سے اسواسطے ابتدا کی کہ جسم کے واسطے مکان مین رہنا کھانے پینے سے زیادہ تر لازم ہے الاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک علی الاستعمال القرآنی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف مالم ینو ما یحتملہ اللفظ فلا حنث فی لا یھدم بیتا ببیت العنکبوت الا بالنیۃ فتح اصل یہ ہے کہ قسمین مبنی ہین امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر قسم کی بنا ہے جبتک کہ قسم کھانے والا وہ نیت نکرے جسکو لفظ محتمل ہے تو ہمارے نزدیک اس قول مین کہ واللہ کوئی گھر نگراؤنگا حانث نہین مکڑی کے گھر گرانے سے اسواسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف مین گھر نہین کہتے ہین مگر نیت سے البتہ حانث ہوگا

کذا فی الفتح یعنے اگر قسم کھانے والا گھر سے مکڑی کا گھر ارادہ کریگا تو البتہ اسکے گرانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ بیت عنکبوت انکو بھی لغت میں بیت بولتے ہین ہم جنکے نزدیک یمین مین لغت کا اعتبار ہے اگر یون قسم کھا دیگا کہ گھر نگرا دیگا تو بیت عنکبوت کے گرانے سے حانث ہوگا اور جنکے نزدیک یمین مین استعمال قرآن معتبر ہے اگر گوشت نکھانیکی قسم کھا دیگا تو مچھلی کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا ہے اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہے اسواسطے کہ مدار کلام کا عرفی بولی پر ہے جو باہم مستعمل ہے نہ لغت اور قرآن پر اور جو الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف مین مشترک ہین وہان لغت البتہ معتبر ہے بنا بر عرف کے فتح القدیر مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے سفیان ثوری سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی قسم کھاوے گوشت نکھانیکی سو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے جواب دیا کہ ہان حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا قال تعالی (لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا) پھر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ پھر جا انکے پاس اور سوال کر کہ اگر ایک شخص فرش پر نہ بیٹھنے کی قسم کھاوے پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے کہا کہ حانث نہوگا امام نے سائل کو سکھایا کہ کیون حانث نہوگا حالانکہ حق تعالے نے زمین کو فرش کہا ہے قال تعالے (وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا) سفیان نے اسمین تامل کیا اور کہا شاید مچھلی کا مسئلہ بھی تو نے پوچھا تھا سائل نے کہا ہان سفیان نے فرمایا کہ نہ مچھلی کھانے سے حانث ہوگا نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان نے بھی عرف کی طرف رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض قسمین مبنی ہین الفاظ پر نہ اغراض پر ہم غرض سے مراد یہان نیت ہے یعنے نیت بدون لفظ کے معتبر نہین بلکہ لفظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہے تو اگر کوئی کہے کہ پانی مجھکو پلا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ قاعدہ غیر ہے اس قاعدہ کا جو مذکور ہو چکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو اغتاظ علی غیرہ وحلف ان لا یشتری له شیئا بفلس فاشتری له بدرهم او اکثر شیئا لم یحنث کمن حلف لا یخرج من الباب او لا یضربه اسواطا او لیغدینه الیوم بالف فخرج من السطح وضرب بعصا وغداه برغیف اشتراه بالف اشباه لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہے نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص پر اور قسم کھائی کہ اسکو ایک پیسے کی چیز نخرید دیگا پھر اسنے اسکو ایک درم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہوگا مانند اسکے جسنے قسم کھائی کہ دروازہ سے نہ نکلے گا یا اسکو کوڑے نہ ماریگا یا اسکو آج روز ہزار درم کھلا دیگا پھر قسم کھانے والا چھت کی طرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور آج روز ایک روٹی صبح کا کھانا کھلائی جسکو ہزار درم سے مول لیا تھا کذا فی الاشباہ تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ عموم غرض کا ہم اگرچہ متکلم کی غرض پہلی صورت مین رہنا ہے گھر کا اور دوسری صورت مین نہ مارنا غلام کا اور تیسری صورت مین کثیر القیمت غذا کھلانا ہے لیکن چونکہ یمین مین لفظ معتبر ہے نہ غرض لہذا حانث نہوگا طحطاوی نے کہا لیغدینه بغین معجمہ و دال مہملہ ہے اور بعضے نسخہ مین بذال معجمہ ہے غذا سے اور بعضے نسخے مین بجائے بعصا کے بعضا ہے مگر نسخہ بعصا اظہر اور موافق ہے تلخیص جامع اور بحر الرائق کے الا فی مسائل حلف لا یشتریه بعشرۃ فحنث باحد عشر بخلاف البیع اشباہ یمین مین اعتبار لفظ کا ہے نہ غرض کا مگر چند مسائل مین غرض معتبر ہے نہ لفظ چنانچہ قسم کھائی کہ اسکو دس درم سے نخرید کریگا تو گیارہ درم سے خرید کرنے مین حانث ہوگا اسواسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہے کہ دس درم اور زیادہ سے نخرید کرے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنے اگر قسم کھائی کہ دس درم سے نبیع کریگا پھر اسکے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہوگا اسلیئے کہ غرض بائع کی یہ ہے کہ زیادہ دس درم سے بیچ کریگا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلحا للبیتوتۃ فی حلفه لا یدخل بیتا لانها لم تعد للبیتوتۃ نہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ بیت مین نہ داخل ہوگا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصارے کے عبادت خانہ اور یہودیون کی عبادت خانہ اور ڈیوڑھی اور اس چھت کے داخل ہونے سے جو دروازہ پر ہو جبکہ ڈیوڑھی اور چھت شب باشی کے لائق نہو کذا فی البحر اسواسطے کہ نہ حانث ہوگا کہ مکانات مذکورہ شب باشی کے واسطے موضوع نہین اور بیت اسکو کہتے ہین جو شب باشی کے واسطے موضوع ہو ہم اور اگر ڈیوڑھی وسیع ہو جسمین شب باشی ہوتی ہو یا چھت گھر کے اندر لائق رہنے کے ہو تو اسکے دخول سے البتہ حانث ہوگا صحاح جوہری مین ہے کہ دہلیز بکسر دال وہ مکان ہے جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جسکو اہل شہر

ڈیوڑھی کہتے ہین اور اہل قصبات بیٹھکا بولتے ہین اور ظلہ اور ساباط چھجے کو کہتے ہین جسکی چھیون کا ایک سرا دروازہ کی دیوار پر ہو اور دوسری طرف ہمسایہ کی دیوار پر کذا فی المنح ولذا یحنث فی الصفۃ والایوان علی المذہب لانہ یبات فیہ صیفا وان لم یکن مسقفا مسقفا اور چونکہ بیت کے مفہوم مین شب باشی معتبر ہے تو صفہ اور ایوان کے داخل ہونے مین حانث ہوگا بنابر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اسکے اندر موسم گرما مین رہتے ہین اگرچہ اسپر چھت نہو کذا فی فتح القدیر مگر ظاہر اکلام شارح کا صحیح نہین اسواسطے کہ فتح القدیر مین صفہ کے مفہوم مین چھت ہونا صحیح ہے خواہ صفہ کی چار دیوارین ہون مانند اہل کوفہ یا تین دیوارین ہون اور ایک طرف کشادہ ہو چنانچہ صاحب ہدایہ نے تصحیح کی ہے ہان البتہ یہ ہے کہ بیت کے مفہوم مین چھت شرط نہین تو صفہ اور بیت مین عام خاص کی نسبت ہے اور شارح شاید کہ صفہ اور بیت کو متساوی سمجھا ہے واللہ اعلم طحطاوی نے کہا صفہ اور ایوان ایک ہی چیز ہے تو عطف ایوان کا عطف تفسیری ہے ہندوستان کے قصبات مین صفہ کو صوفہ کہتے ہین و فی لا یدخل دارا لم یحنث بدخولہا خربۃ لا بناء فیہا اصلا اور یون قسم کھانے مین کہ کسی گھر مین نہ داخل ہوگا حانث نہوگا ویران گھر کے داخل ہونے سے جسمین کچھ عمارت باقی نہین اور اگر کچھ دیوارین منہدم ہوگئین اور کچھ باقی ہین تو لائق یون ہے کہ حانث ہو کذا فی الفتح و فی ہذہ الدار یحنث وان صارت صحراء او بنیت دارا اخری بعد الانہدام لان الدار اسم للعرصۃ والبناء وصف والصفۃ انما تعتبر فی المنکر لا فی المعین اور یون قسم کھانے مین کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول سے اگرچہ وہ گھر جنگل ہوگیا ہو یا اسکے انہدام کے بعد دوسرا گھر وہان بنایا گیا ہو اسواسطے کہ گھر نام ہے ساحت کا اور عمارت وصف ہے اسکا اور وصف کا اعتبار غیر معین مین ہوتا ہے نہ معین مین اھ چونکہ مثال اول مین لفظ دار نکرہ ہے یعنے غیر معین لہذا عمارت اسمین معتبر ہوئی تو ویران گھر کے داخل ہونے سے حانث نہوگا معین حاضر مین وصف اسواسطے معتبر نہوا کہ اسکی ذات بسبب اشارہ کے تعریف وصف سے زیادہ تر معروف ہوگئی اور مثال ثانی مین چونکہ لفظ دار معرفہ ہے یعنے معین لہذا اسمین عمارت کا اعتبار نہوا تو ویران گھر کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اور اصطلاح فقہ مین وصف اور صفت اسکو کہتے ہین جو ایک چیز دوسری چیز مین قائم ہو اور اسکے قیام سے دوسری چیز کا حسن اور کمال زیادہ ہو جاوے اور اسکے نہونے سے نقصان ظاہر ہو خواہ وہ چیز قائم جوہر ہو یا عرض کذا فی المنح الا اذا کانت شرطا لان الیمین کحلفہ علی ہذا الرطب فیتقید بالوصف صفت کا اعتبار معین چیز مین نہین ہوتا مگر اسوقت جبکہ صفت شرط ہو قسم کی یا باعث ہو قسم کی چنانچہ یون قسم کھانا کہ اس تر کھجور کو نکھاویگا تو اسوقت مین معین مین بھی قید صفت کی معتبر ہوگی یعنے خشک کھجور کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ قسم کی باعث کھجور کی تری ہے نہ خشکی اور صفت کے شرط ہونیکی یہ مثال کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر مین داخل ہوگی جو فلانے کے گھر سے متصل ہے تو تو طالق ہے تو ہمسائگی صفت ہے کہ بطور شرط مذکور ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و ان جعلت بعد الانہدام بستانا او مسجدا او حماما او بیتا او غلب علیہ الماء فصارت نہرا لا یحنث وان بنیت دارا بعد ذلک اور اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر وہ گھر بعد منہدم ہونیکے باغ یا مسجد یا حمام یا بیت بنایا گیا یا گھر پر پانی غالب ہوا سو گھر نہر ہوگیا تو وہان داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا نام باقی نرہا دوسرا نام ہوگیا یعنے باغ یا مسجد اگرچہ بعد منہدم ہونیکے دوسرا گھر بنایا جاوے تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ انہدام سے اول نام جاتا رہا جسکے عدم دخول کی قسم کھائی تھی کذا فی المنح کہذا البیت فکذا بیتا بالاولی فہدم او بنی بیتا اخر او ینقض الاول لزوال اسم البیت چنانچہ حانث نہین ہوتا یون قسم کھانے سے کہ اس بیت مین نہ داخل ہوگا پھر وہ گرگیا یا دوسرا بیت بنایا گیا اگرچہ اول کو توڑ کر بنایا ہو تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ نام معین بیت کا انہدام یا توڑنے سے باقی نرہا بلکہ دوسرا نام پیدا ہوا اور اسی طرح غیر معین بیت کی قسم سے بطریق اولی حانث نہوگا طحطاوی نے کہا کہ تشبیہ غیر معین کی بیت معین سے فقط پہلی صورت مین ہے یعنے انہدام مین وجہ اولویت کی یہ ہے کہ جب معین مین صفت یعنے عمارت بیت معتبر نہوئی تو غیر معین مین اعتبار عمارت کا بطریق اولی نہوگا ولو ہدم السقف دون الحیطان فدخلہ حنث فی المعین لانہ کالصفۃ لا فی المنکر لان الصفۃ تعتبر فیہ خانیۃ غرر اہ فی البحر وینبغی الحنث لکن فی النہر بانہ لا فرق حیث صلح فی البیتوتۃ اور اگر بیت کی چھت گرگئی نہ دیوارین پھر اسمین داخل ہوا تو معین بیت کی قسم مین حانث ہوگا اسواسطے کہ چھت معین بیت مین مانند صفت کے ہے اور صفت کا اعتبار معین مین نہین ہوتا اور حانث نہوگا بیت غیر معین کی قسم مین اسواسطے کہ غیر معین مین صفت معتبر ہے چنانچہ اسکی تفصیل

سابق میں مذکور ہو چکی اور بحر الرائق میں معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کی طرف نسبت کیا ہے لیکن اسمین نہر الفائق میں اعتراض کیا ہے کہ بیت معین اور غیر معین میں کچھ فرق نہیں جب کہ وہ شب باشی کے لائق ہو قید بھذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسم بان قال ھذہ حنث بدخولھا علی ای صفۃ کانت کالمسجد تخرب لبقائہ مسجدا الی یوم القیامۃ بہ یفتی شارح کہتا ہے مصنف نے لایدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کی طرف اور نام نہ لیوے یوں کہے کہ اسمیں نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو لیعنے اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بن گئی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد میں لیعنے قسم کھائی کہ اس مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہوگئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہے اگرچہ خود ویران یا باغ ہوجاوے اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اسی پر فتوی ہے ولو زید فیہ حصۃ فدخلھا لم یحنث ما لم یقل مسجد بنی فلان فیحنث وکذلک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی الزیادۃ بدائع بحر اور اگر مسجد میں کسی زمین کا حصہ زیادہ کرا دیا گیا تو اسکے دخول سے حانث نہوگا جبتک یوں نکہے کہ فلانے قوم کی مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر جبکہ اسطرح کہیگا کہ تو اسکی دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے دار کا درصورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت پر لیعنے فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اس زیادتی میں جو مسجد میں داخل ہوگئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا یجلس الی ھذہ الاسطوانۃ او الی ھذا الحائط فھدما ثم بنیا ولو بنقضھما او لا یرکب ھذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبھا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اس دیوار کی طرف نہ بیٹھے گا پھر دونوں منہدم ہوگئے بعد اسکے بنائی گئی اگرچہ انکو توڑ کر اسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یوں قسم کھائی کہ اس ناو پر سوار نہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اسکے اسیکی لکڑیوں سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناو کے سوار ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو حلف لا یکتب بھذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد ازال الاسم وھو دال المطلب لیمینہ چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھیگا پھر اسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اس سے لکھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غیر تراشیدہ نام قلم نہیں ہوتا بلکہ اسکو چھچھے کہتے ہیں پھر جبکہ قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہوگیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہوگئی م طحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف بدل گیا کہ اسکو ٹوٹا قلم کہتے ہیں تو نام زائل نہوا تو تراش کر لکھنے کے بعد بھی حانث ہوگا الواقف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص کہ چھت پر کھڑا ہے وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے لیعنے اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین نے فتح القدیر میں جمع بین القولین کیا ہے حنث کو اس چھت پر محمول کرکے کہ جسکے گرد پردہ ہے دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہے لیعنے اگر چھت کے گرد احاطہ ہے تو اسپر قائم ہونے سے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اسپر پردہ نہیں تو حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہے اس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہو اور یہ امر نیچے اور اوپر دونوں درجوں میں حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہیں تو یہ بات حاصل نہیں کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ الفتوی اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانے والا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہیں ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف میں اسکو داخل دار نہیں کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتوی ہے م حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کہنا بے معنی ہے مگر اس فتوے کو بلاد عجم پر محمول کیجئے د فی البحر افاد انہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا حنث وعلی قول المتاخرین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمی داخلا عرفا ولو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بھا اھل الدار اور بحر الرائق میں ہے کہ مصنف کنز نے واقف علی السطح کو داخل قرار دیکر اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھجاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہے سب صورتوں میں اسلیے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف میں داخل دار نہیں کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے کہ گھر والے

اسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع ہوتے ہون تو اس تہ خانہ اور نیز مسقف کے گھسنے والے کو داخل دار نہین کہتے قَالَ وَعَمَّ اطلاقہ المسجد فلو فوقه مسکن فدخل لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ واقف علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہی مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر رہنے کا مکان ہو سو اسمین جاوے تو حانث نہوگا اسواسطے وہ مکان مسجد نہین کذا فی البدائع ولو قید الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینه بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کھانے والے نے دخول دار مین باب کی قید لگائی یعنے یون کہا کہ اس گھر مین دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اسوقت حانث نہوگا جبکہ دروازہ کو اشارہ سے معین کر دیا ہو کذا فی البدائع ہم نقب سے مراد وہ ہی جو دروازہ بنانے کو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی ولو وقف بقدمیه فی طاق الباب ای عتبۃ الباب بحیث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان کان بالعکس بحیث لو اغلق کان داخلا حنث فی حلفه لا یدخل اور جو شخص اپنے دونون قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہو کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہوگا اور اگر اسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ گھر مین نہ داخل ہوگا ہم طاق باب اور عتبہ اور اسکفۃ الباب آستانہ ہی جسکو اہل ہند دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہین ولو کان المحلوف علیه الخروج العکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنے یون قسم کھائی کہ واللہ مین اس گھر سے باہر نجاونگا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن محیط مین ہی قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نجاونگا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا سو اس حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت دار کے ہی ہم شارح نے استدراک کیا حکم سابق کا یعنے بموجب روایت محیط کے آستانہ خارجہ کا کھڑا ہونے والا ابھی خارج نہین مگر یہ کہ عرف کو فارق کہیے کذا فی الطحطاوی وھذا الحکم المذکور اذا کان الحالف واقفا بقدمیه فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیه علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا هو الصحیح ظهیریه لان الانفصال التام لا یکون الا بالقدمین اور یہ حکم مذکور یعنے آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اسوقت تک ہی جبتک کہ قسم کھانے والا اپنے دونون قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو سو اگر ایک قدم سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونون طرفین خارجی اور داخلی برابر ہون یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث نہوگا عدم دخول کی قسم مین اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کی طرف ہوتا ہی اور اگر داخلی طرفین نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اور دوسرا قول یہ ہی کہ کسی طرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونون قدم کے نہین ہوتی اور ایک قدم کے رکھنے مین اگرچہ پست جانب کی طرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہی لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگاؤ رہتا ہی ودوام الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکث ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس سکونت مانند انشاء کے ہی تو ایک ساعت کے توقف سے بھی حانث ہوگا یعنے اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہوگا اور حالانکہ اسپر سوار ہی یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اسکو پہنے ہی یا قسم کھائی کہ اس حویلی مین نہ سکونت کریگا حالانکہ اسمین ساکن ہی تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اتاریگا یا گھر سے باہر نکل نہ جاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجائے انشاء افعال ہی گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطهیر لان الضابط ان ما یمتد فلدوامه حکم الابتداء والا فلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہین اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہی مانند رکوب اور لبس اور سکونت کے تو اسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہی اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہین مانند دخول وغیرہ کے اسکے دوام کو ابتدا کا حکم نہین تو اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین داخل نہوگا حالانکہ اسمین داخل ہی یا اس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہی یا اس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اسکی منکوحہ ہی

یا وہ منو نکریگا حالانکہ وہ باوضو ہی تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہ ہی کہ ایک ساعت بعد قسم کے اسی حالت پر باقی رہے کذا فی المنح
وہذا لو الیمین حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درہم ثم لکبے دوام لزمتہ طلقۃ ودرہم ولیکان راکبا
لزمہ فی کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ ودرہم اور یہ یعنے دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اس شرط پر ہی کہ حالت دوام مین قسم ہو اور اگر قبل اسکے قسم ہو گی
تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہین تو اگر اسنے کہا کہ جب مین سوار ہون تو تو طالق ہی یا مجھپر ایک درم واجب ہی تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اسپر ایک
طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اسپر ہر ایک ساعت مین جسمین سواری سے اوترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی
المنح عن المجتبی قلت فی عرفنا لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصول کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا یعنے صاحب مجتبی نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے
عرف مین حانث نہین ہوتا مگر ابتداء فعل سے سب افعال مذکورہ مین اگرچہ نیت نکرے اور اسکی طرف ہمارے استاذ نے میلان کیا ہی م یعنے خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب
یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم در حالت تلبس فعل ہو یا نہو بہر صورت دوام فعل کو ابتداء فعل کا حکم نہین تو عرفا حانث نہوگا مگر ابتداء فعل سے اور ایک روایت
ابو یوسفؒ کی اسکی موید ہی کذا فی المنح حلفہ لا یسکن ہذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنے الحارۃ فخرج وبقی متاعہ واہلہ حتی لو بقی وتد حنث قسم
کھائی کہ اس گھر یا اس بیت یا اس گلے محلہ مین سکونت نکریگا سو خود حالف وہان سے نکل گیا اور اسکا اسباب خواہ اسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہان تک
کہ اسکے اسباب مین سے ایک میخ بھی اگر باقی رہجاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہی بقاء متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار مین
رہتے ہین لیکن وہ ہین کے کہلاتے ہین جہان انکے اہل و عیال اور اسباب رہتا ہی م واہلہ کا واو بمعنی او ہی لہذا ترجمہ اسی طرح کیا اسواسطے کہ بقاء متاع اور بقاء
اہل ہر ایک علت مستقلہ ہی حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم بہ السکنے وہو ارفق وعلیہ الفتوی قال العینی ولو انتقل الی السکۃ او مسجد علی الاوجہ
قالہ الکمال واقرہ فی النہر اور اعتبار کیا ہی محمدؒ نے نقل اسباب خانگی مین اسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہی اور اسی پر
فتوی ہی بقول شیخ الاسلام عینی یعنے سب اسباب کا اٹھا لیجانا بقول محمدؒ ترک سکونت کے واسطے لازم نہین بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کریگا تو حانث نہوگا
اگرچہ کسی گلی یا مسجد مین نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہ کہا ہی کمال الدینؒ نے اور قائم رکھا ہی اسکو نہر الفائق مین م نہر الفائق مین کہا کہ ہر مین کے واسطے
نقل متاع اور اہل کافی ہی خواہ یہ نقل کسی حویلی کی طرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کی طرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہی بقول صاحب فتح القدیر خلافا للبدائع
انتہے ملخصا وہذا لو الیمین بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ بر بخروجہ بنفسہ اور یہ یعنے بقاء متاع یا اہل سے حانث ہونا اس شرط پر ہی کہ جبکہ یمین حالف
کی عربی زبان مین ہو اور اگر فارسی زبان مین قسم ہو تو حالف اپنی قسم مین سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے
ہذا لو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ رہتی ہو تو خروج نفسہ سے
حنث نہین وکالو ابت المرأۃ النقلۃ وغلبتہ او لم یمکنہ الخروج ولو بدخول لیل او غلق باب واشتغل لطلب دار اخری او دابۃ فان بقی ایاما
او کان لہ متاع کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب
آگئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف دوسرے گھر یا سواری کی تلاش مین مشغول رہا اگرچہ اس
تلاش مین اسی گھر مین چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تھا اور اسکے اوٹھا لیجانے مین بذات خود مشغول رہا اگرچہ اسکو کرایہ دینا جانور کا اسباب
لادنے کے واسطے ممکن تھا ان سب صورتون مین حانث نہوگا ولو نوی التحول ببدنہ دین وعند الشافعی یکفی خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت
کی قسم مین حالف نے فقط اپنے بدن کا اٹھ جانا مراد لیا ہی تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال
کی نیت سے عدم حنث مین کافی ہی بخلاف المصر والبلد والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانوکے یعنے اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گانون مین

له الحارة كالقارة کل محلة [illegible]

[illegible]

نہ رہیگا تو حانث نہ ہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اسی شہر میں چھوڑ جاے بروفق کے نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے شہر کے عرف میں متاع اور اہل کے رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا **فرع** مسائل متفرقہ شتی کا حلف لا یساکن فلاناً فساکنہ فی عرصۃ دار او ھذا فی حجرۃ وھذا فی حجرۃ حنث الا ان تکون دارا کبیرۃ ولو تقاسماھا بحائط بینھما ان عین الدار فی یمینہ حنث وان نکرھا لا ولو دخلھا فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو نزل ضیفا ولذا لو سافر الحالف فسکن فلان مع اھلہ ببیتہ لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کھائی کہ مثلاً زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا پھر اسکو گھر کے میدان میں رکھا یا حالف ایک کوٹھری میں ہے اور زید دوسری کوٹھری میں تو حانث ہوگا مگر صورت میں حانث نہ ہوگا جب گھر بہت بڑا ہو اور اگر گھر کو حالف اور زید نے تقسیم کر لیا درمیان میں دیوار قائم کرکے تو اگر گھر کو قسم میں معین کر لیا یعنی یوں کہا ہو کہ اس گھر میں زید کے ساتھ سکونت نہ کرونگا تو باوجود تقسیم بھی حانث ہوگا اور اگر گھر معین نہیں کیا قسم میں تو قسم مذکور سے حانث نہ ہوگا اور اگر گھر میں زید داخل ہوگیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اسکے رہنے کا علم ہوا یا نہ ہوا اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اس صورت میں حانث نہیں ہوتا اگر مثلاً زید حالف کے گھر میں بطور مہمان کے اترے اور اسی طرح اگر حالف سفر میں جاوے تو پھر زید اسکے گھر میں اپنے عیال کے ساتھ رہے اسواسطے کہ حالف نے اسکو فی الحقیقت ساکن نہیں کیا ہے تاوقتیکہ مہمان چند روز اقامت نکریگا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاویگا اور اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہیں ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ بشھر حنث بساعۃ لعدم امتدادھا بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر حالف مساکنت کو ایک مہینہ کے ساتھ مقید کریگا یعنی یوں کہیگا کہ میں زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نہ کرونگا تو ایک ساعت کی سکونت سے بھی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت میں امتداد نہیں بخلاف اقامت کے کذا فی البحر مع عدم امتداد سکنی غیر مسلم ہے چنانچہ مصنف مذکور کر چکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنی در حکم ابتدا ہے اور کنز میں بھی اسی کے موافق ہے تو حق یہ ہے کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربھا فضربھا من غیر قصد لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی میں ہے قسم کھائی کہ عورت کو نہ ماریگا پھر اسکو بلاقصد مارا تو حانث نہ ہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامرہ وبدونہ بان حمل مکرھا لا یحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہوگا اس قول میں کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اٹھایا گیا تو حانث ہوگا قول اصح میں اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہوگیا ہو ومثلہ لا یدخل تقسیماً واحکاماً اور مانند خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام میں یعنی اگر قسم کھائی کہ مسجد میں نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہ ہوگا اور خروج میں شارح نے مسجد کی قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہیں چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ ولو بزلق او عثار او ھبوب ریح او جمح دابۃ علی الصحیح ظہیریۃ لا تنحل یمینہ لعدم فعلہ علی المذھب الصحیح فتح وغیرہ وفی البحر عن الظھیریۃ بہ یفتی لکنہ خالف فی فتاواہ فافتی بالانحلال اخذاً بقول ابی شجاع لانہ ارفق لکنک علمت المعتمد اور جبکہ حانث نہ ہو دخول بلا امر سے اگر پھسلنے یا ٹھوکر کھانے یا ہوا کے چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنابر قول صحیح داخل ہوگیا ہو کذا فی الظہیریہ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اسکے عدم فعل کے بنابر مذہب صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتوی ہے تو بعد اسکے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی میں اسکے مخالف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتوی دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین لوگوں کے حق میں آسان تر ہے تاکہ حانث نہ ہوں لیکن مجکو قول معتمد یعنی عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہے تو فتوی صاحب بحر لائق اعتماد کے نہیں ولا یحنث فی قولہ لا یخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیھا قاصداً عند انفصالہ من باب دارہ مشی معھا

او لا لما فی البحر ثم ان خرجت الا الی مسجد فانت طالق فخرجت تریدُ المسجد ثم بدا لها فذهبت لغیر المسجد لم تطلق اور حانث نہ ہوگا اس قول مین کہ نہ نکلیگا گھر سے مگر جنازہ کی طرف اگر خارج ہوا جنازہ کے واسطے اُسی کی طرف ارادہ کر کے اپنے گھر کے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت خواہ جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ بدائع مین مصرح ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلے تو تو طالق ہے سو وہ مسجد کا ارادہ کر کے نکلے پھر بعد خروج کے اُسکے دل مین آیا سو غیر مسجد کی طرف چلی گئی تو طلاق نہ ہوگی ہم اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نہ گیا یعنی دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اسکو غیر مسجد مقصود نہ تھا اگرچہ بعد خروج کے کہین اور چلی گئی تنبیہ لم أر الخ کلا الشرط فی الخروج والذهاب والرواح والعیادة والزیارة النیةُ عند الانفصال لا الوصول الا فی الاتیان یعنی قسم کھائی کہ سواے جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور عیادت اور زیارت مین نیت شرط ہے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اور پہونچنا مقصود کی طرف شرط نہیں مگر اتیان کی لفظ مین البتہ وصول مقصود شرط ہے انفصال کے وقت نیت ہو یا نہ ہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر عیادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہ ہوگا مریض کے گھر تک پہونچے یا نہ پہونچے حالانکہ بحرالرائق سے یون مستفاد ہوتا ہے کہ اُسکے گھر کے دروازے تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہے فلو حلف لا یخرج او لا یذهب او لا یروح الی مکة فخرج یریدها ثم رجع عنها فقصد غیرها ام لا لم یحنث اذا جاوز عمران مصره علی قصدها ان بینه وبینها مدة سفر والا حنث بمجرد الانفصال فتح بحثا سو اگر قسم کھائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پھر نکلا اُسکے قصد پر پھر اُسکی طرف سے پلٹ آیا مکہ کے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نہ کیا کذا فی النہر تو حانث ہوگا جب کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلیگا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اُس شہر اور مکہ مین مدت سفر کی ہو یعنے تین منزل یا زیادہ اور اگر دونون مین اتنا فاصلہ نہ ہوگا تو بمجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر بحثا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے گننا تجویز ہے صاحب بحر کی ہم صاحب بحرالرائق نے کہا کہ لفظ رواح مین مین نے اپنے علما کی تصریح نہیں دیکھی حالانکہ اہل مصر اسکو بہت بولتے ہین لیکن ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین رواح بمعنی ذہاب ہے خواہ اول شب مین ذہاب ہو یا آخر شب مین تو اس تقدیر مین لا بد درج در حکم لابد سبب کے ہوگا فتح القدیر مین ہے کہ خروج اس مثال مین بمعنی سفر کے ہے اسواسطے کہ مکہ کیطرف جانا بلا شبہہ سفر ہے لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی وفیه حلف لیخرجن مع فلان العام الی مکة فخرج معه حتی جاوز البیوت بر اور فتح القدیر مین ہے قسم کھائی کہ البتہ نکلیگا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اُسکے ساتھ نکلا یہان تک کہ گھرون سے باہر ہو گیا تو اپنی قسم کو قائم رکھا حانث نہ ہوا اگرچہ مکہ تک نہ جاوے اور پھر آوے وفی لا یخرج من بغداد فخرج مع جنازة والمقابر خارج بغداد حنث اور اس قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہے تو حانث ہوگا وفی لا یاتیها لا یحنث الا بالوصول کما مر والفرق لا یخفی اور یون قسم کھانے مین کہ گھر مین نہ آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہ ہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ اتیان مین وصول مشروط ہے اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہیں ہم بحرالرائق مین ہے کہ خروج اور اتیان مین یہ فرق ہے کہ خروج بقصد مکہ یا کسی شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط ہے حنث کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کیطرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہے خروج کی اور اتیان عبارت ہے وصول سے نہ مجرد انفصال سے کذا فی حاشیة الحلبی کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امرأته عرس فلان فذهبت قبل العرس وکانت ثمة حتی مضی العرس لانها ما اتت العرس بل العرس اتاها ذخیرة چنانچہ زوج حانث نہیں ہوتا اگر یون قسم کھاوے کہ اُسکی زوجہ مثلا زید کی شادی مین نہ آویگی سو اُسکی زوجہ قبل شادی کے زید کے گھر گئی اور وہین رہی یہان تک کہ شادی ہوگئی اسواسطے حانث نہ ہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی بلکہ شادی اُسکے پاس آئی یعنی اُسکی مدت اقامت مین شادی ہوگئی کذا فی الذخیرہ حلف لیأتینه فهو أن یأتی منزله او حانوته لقیه ام لا قسم کھائی کہ اُسکے پاس جاویگا تو یہ اتیان اُسکے گھر یا دوکان جانے سے عبارت ہے خواہ اُس سے ملاقات ہو یا نہ ہو یعنی اگر اُسکے گھر یا دوکان مین گیا تو حانث نہ ہوگا ملاقات اسمین شرط نہیں ہو یا نہ ہو ولو لم یاته

حتی مات احدہما حنث فی اٰخر حیوتہ وکذا کل یمین مطلقۃ اما الموقتۃ فیعتبر اٰخرہا فان مات قبل مضیہ فلا حنث وقولہ حنث بفید انہ لو ارتد ولحق لا یحنث لبطلان یمینہ باللہ بمجرد الردۃ کما رقمتہ ترجمہ اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہانتک کہ دونون مین سے کوئی مر گیا تو حالف حانث ہوگا اپنی اخیر حیوۃ مین اسی طرح ہر مطلق قسم مین جسکا وقت معین نہین کیا آخر حیوۃ مین حانث ہوگا اور موقت قسم مین تو آخر وقت اسکا معتبر ہے چنانچہ یون کہنا کہ مثلاً تیسری تاریخ محرم کی زید کے پاس جاونگا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن مین حانث ہوگا پھر اگر مر گیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مر گیا تو حانث نہوگا اور مصنف کا یون کہنا کہ اخیر حیات مین حانث ہوگا اسکا مفید ہوا کہ اگر حالت یمین مطلق مین مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جاملا تو حانث نہوگا بسبب باطل ہونے یمین باللہ کے بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول مین مذکور ہوچکا کہ یمین باللہ مین اسلام شرط ہے سو اسکو غور کرو جو غور کی ہے کہ مصنف کے کلام مین موت سے حقیقی موت مراد ہے نہ حکمی اسواسطے کہ ارتداد حکمی موت ہے اور شارح نے یمین باللہ کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر طلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے باطل نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حلف لیاتینہ غدا ان استطاع فہی استطاعۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض او سلطان وکذا الجنون والنسیان ترجمہ اگر قسم کھائی کہ کل زید کے پاس جاونگا بشرط استطاعت تو یہ استطاعت صحت پر محمول ہے اسواسطے کہ یہی متعارف ہے نہ موت حقیقی پھر جب استطاعت سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسی طرح جنون اور نسیان بھی موانع مین داخل ہین بتجویز صاحب البحر یعنی جب استطاعت صحت رفع موانع سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بھول گیا یا وہ مجنون ہوگیا تو سزاوار یہ ہے کہ حانث نہو اسواسطے کہ نسیان اور جنون بھی موانع فعل مین داخل ہین کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہے سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اسکو عدم مرض اور منع سلطان کر کے تفسیر کیا ہے وان نوی بہا القدرۃ الحقیقیۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لا قضاء علی الاوجہ نہر لانہ خلاف الظاہر وقد اظہر الزاہدی اعتزالہ ہنا فی المجتبی کما اظہرہ فی القنیۃ فی موضعین من الفاظ التکفیر اور اگر حالف مثال سابق مین استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل سے متصل ہوتی ہے مراد لیگا تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً بنا بر اوجہ قول کے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہے ظاہر عرف کے لہذا اسکی تصدیق قضاءً نہوگی اسواسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہین سنتا اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کتاب مجتبی مین ظاہر کیا ہے جیسے قنیہ مین اسکو دو مقام مین منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہے ہم اہل سنت کے نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالی کی قدرت سے واقع ہوتے ہین اور اسی کے مخلوق ہین اور معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ عبد موجد ہے اپنے فعل کا اپنے اختیار سے شمنی نے کہا قدرت وہ صفت ہے جسکو حق تعالی حیوان مین پیدا کرتا ہے اکتساب فعل کے قصد سے نزدیک بعد سلامت آلات و اسباب اور قدرت نہین ہوتی مگر متصل فعل سے کذا فی فتح القدیر مین ہے کہ قدرت عبد مین فعل سے سابق نہین ہوتی بلکہ فعل کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور فعل مین اسکو کچھ تاثیر نہین اسواسطے کہ افعال عباد مخلوق ہین خدا کے اور زاہدی نے اپنا اعتزال یون ظاہر کیا ہے کہ حقیقت استطاعت کو مقارن فعل کہنا باطل ہے اسواسطے کہ یہ اشعریہ اور اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہے اسواسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر مین مرے ہین وہ قادر نہ تھے ایمان پر اور انکو ایمان کا مکلف کرنا تکلیف ما لا یطاق تھا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر و نواہی اور وعدہ اور وعید انکے حق مین بے فائدہ ہوا انتہی کلامہ الا کہ یہ قول اسکا غلط ہے اسواسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہین تا اسکا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری انکے واسطے کافی ہے یعنی سلامت اعضا اور صحت اسباب چنانچہ اسکی تفصیل علم کلام اور کتب اصول مین مذکور ہے کذا فی النہر ودلائل الاسرار والطحطاوی ولا تخرجی بغیر اذنی ولا باذنی او بامری او بعلمی او برضای شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقۃ ولو نوی الاذن مرۃ دین وتنحل یمینہ ترجمہ اگر کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ نہ نکلیو گھر سے بغیر میرے اذن یا مگر میرے اذن سے یا مگر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی سے تو اس قسم کے قائم رکھنے کے واسطے ہر بار نکلنے مین زوج کا اذن شرط ہے مگر ڈوبنے یا جل جانے کے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے مین اذن مشروط نہین اور اگر اس کلام مین زوج ایک ہی بار کی اجازت مراد رکھیگا تو دیانۃً

اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کی ایکبار بلااذن نکلنے سے یعنی جب ایکبار بلااجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلااذن نکلنے سے حانث نہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک سقط اذنہ ولو نہاھا بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتوی ولوالجیہ اور بعد یمین مذکور کے زوج نے کہا کہ جو بار کہ تو نکلے سو البتہ میں نے تجکو اجازت دی تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہوجاتا ہے اور اگر بعد اس اذن عام کے اسکو منع کریگا نکلنے سے تو صحیح ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ وفی الظہیریۃ حلف بالطلاق لا ینقل اھلہ البلد کذا فالزمہ الحاکم فبعث رجلا باذنہ فنقل اھلہ لا یحنث اور ظہیریہ میں ہے کہ قسم کھائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر میں نہ لیجاؤنگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن زوج بھیجا سو وہ اسکی اہل کو اسی شہر میں لے آیا تو زوج حانث نہوگا اسلیے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہیں ہوجاتا کہ مامور کا فعل امر کی طرف منسوب ہو کذا فی النہر بخلاف قولہ الا ان او حتی اذن لک لانہ للغایۃ بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ میں تجکو اذن دون یا نکلیو تا اینکہ میں تجکو اذن دون اسواسطے کہ یہ قول غایت کے واسطے ہے اور لاتخرجی الا باذنی میں ہر بار اجازت مشروط ہے سو اسواسطے کہ استثناء مفرغ ہے اور مستثنی خروج مقرون بالاذن ہے بخلاف لاتخرجی حتی اذن لک کہ اسمین اذن غایت ہے خروج کی تو ایکبار کا اذن کافی ہے ہر خروج میں اذن لازم نہیں حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو صریح ہے اور الا ان بمعنی حتی ہے مجازاً کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الا ان اور حتی میں تعدد اذن کی نیت کریگا تو اسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا کلام محتمل ہے تعدد کا اور اسمین خود اسکی ذات پر تشدید ہے کذا فی النہر حلف لا یدخل دار فلان یراد بہ نسبۃ السکنی الیہ عرفاً ولو تبعاً او باعارۃ قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر میں مثلاً زید کے گھر میں تو مراد اس سے سکونت کی نسبت ہے طرف زید کے بنا بر عرف کے اگرچہ سکونت اسکی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف میں وہ گھر مراد ہے جسمین زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا بکرایہ ہو سکونت اسکی بالاصالت ہو یا کسی کے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی ماں کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہے نہ بالاصالت بہر صورت جس گھر میں رہتا ہوگا اس گھر میں داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہے اور اسمین وہ نہیں رہتا ہے تو اسکے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار عموم المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فرداً من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار سکونت مراد ہے باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہے کہ محل حقیقت یعنی گھر حقیقی ایک فرد ہو جاوے افراد مجاز سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہوں کہ حقیقی معنی اسمین داخل ہو جاویں چنانچہ یہاں دار سکونت میں دار مملوکہ داخل ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہاں جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ عموم مجاز مراد ہے او حلف لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث بدخولہا مطلقاً ولو حافیا او راکبا لما تقرر ان الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یا یوں قسم کھائے کہ اپنا قدم نہ رکھیگا فلانے کے گھر میں تو حانث ہوگا اسمین داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ جب حقیقت متعذر یا متروک ہوتی ہے تو مجاز ٹھہرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر گھر کے باہر لیٹے اور اپنے دونو قدم گھر کے اندر رکھ دے حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں اگرچہ وضع قدمین ثابت ہے لیکن اسکو دخول نہیں کہتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب وضع قدمین سے عرفاً دخول مراد ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار ہونے میں ہر چند وضع قدم نہیں لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت میں ہر چند وضع قدم ہے لیکن حانث نہیں اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اگلے باب میں معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلاً فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر مثلاً لمرید الخروج والضرب فعلہ فوراً لان قصدہ المنع عن ذلک الفعل عرفاً ومدار الایمان علیہ وہذہ تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی باظہارہا ولم یخالفہ احد اور اس قول میں کہ اگر تو نکلے تو تو طالق ہے یا اوسنے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنے والے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہے حنث کی اسواسطے کہ قصد متکلم کا روکنا ہے اس وقت کے فعل سے جسکے کرنے پر وہ مستعد ہوا ہے باعتبار عرف کے اور مدار قسموں کا عرف پر ہے اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یمین فور کے اظہار میں

منفرد

مستفید ہوئے اور کسی مجتہد نے اُنکے خلاف نہین کہا اس مسئلہ مین ہم جب زوجہ نے مثلاً گھر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلے تو تجکو طلاق ہے تو اگر زوجہ فوراً نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوجاویگی اور اگر زوجہ فوراً نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گھڑی بھر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فوراً کا حکم اول حضرت امام اعظم نے بیان کیا اور آگے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر مین مطلق ہے اور حقیقت مین مقید امام نے اسکا حکم حدیث جابر رض سے نکالا انسے کسی نے مدد مانگی تھی انہون نے عدم نصرت کی قسم کھائی پھر بعد اُسکے نصرت کی اور حانث نہ ہوئی کذا فی تبیین الکنز اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکھنے اور اُسکے حکم نکالنے مین سبقت نہین کی اور اُنکے بعد کی مجتہد نے اُنکی مخالفت کی تو سب علما اس مسئلہ مین عیال ہین ابوحنیفہ کے بلکہ درحقیقت کل فقہ مین علما عیال ہین امام اعظم کے کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفہ فی الفقہ وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الطعام المدعو الیہ اور اسی طرح اس قسم مین کہ اگر مین اول روز کا کھانا کھاؤن تو ایسا یہ کہا بلانیوالے کے اس قول کے بعد کہ آ میرے ساتھ اول روز کا کھانا کھا شرط ہے واسطے حنث کے طالب کے ساتھ وہی طعام کھانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہے تو اُسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا تا کہ مطابقت واقع ہو سوال اور جواب مین وان ضم الی ان تغدیت الیوم او معک تعبد حر حنث بمطلق التغدی لزیادۃ علی الجواب فجعل مبتدیا اور اگر جواب مین لفظ الیوم یا معک ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین اول روز کا کھانا آج کھاؤن یا تیرے ساتھ کھاؤن تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گھر مین کھاوے خواہ اُسکے ساتھ دوسرے وقت کھاوے بہرصورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑھ جانے سے تو وہ سر نو سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا کہ یا تیرے کو لازم تھا بجائے تیرے کہ عندی کہتا جیسے صاحب کنز نے کہا ہے اسواسطے کہ جب لفظ مع کا سوال مین ہوا تو مجیب کے کلام مین لفظ معک سے زیادتی لازم آئی وفی ط عن الاشباہ ان المتراخی بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث اور اشباہ کی کتاب الطلاق مین ہے کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہے مگر بقرینہ فور البتہ فور کے واسطے ہوتا ہے اور از قبیل فور کے یہ مثال ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے جماع کی خواہش کی سو اسنے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہ ہوگی میرے ساتھ کوٹھری مین تو تجکو طلاق ہے پھر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فوراً تو زوج حانث ہوگا زوجہ طلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء للصلوۃ المکتوبۃ او اشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے دیر تک جھگڑا ہونا زوجین مین قاطع فور کا نہین اور اسی طرح اگر زوجہ فوت نماز سے ڈر رہی سو نماز پڑھنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو مین یا فرض نماز مین مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع سرعت کا نہین شرعاً اور اسی طرح عرفاً یعنی اگر بعد انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آوگی میرے ساتھ تو تجکو طلاق ہے سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو مین مشغول رہی اور پھر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہ ہوگا اتنے توقف عذری سے حلف رکب العبد الماذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین الا بشرطین اذا لم یکن دینہ مستغرقا وقد نواہ فحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اُسکے مالک کی نہین یمین کے حق مین مگر دو شرط سے جب کہ اُسکا قرض مستغرق نہ ہوا اور حالف نے اس سواری کی نیت کی ہو تو اُس وقت مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ مثلاً زید کی سواری پر سوار نہ ہوگا پھر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہ ہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہے تو حانث نہ ہوگا اگرچہ اس سواری کی نیت کر لیا ہو اسواسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب مین مولی کی ملکیت نہین امام کے نزدیک کذا فی المنح حلف لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیرا او بقرۃ او فیلا لا یحنث استحسانا الا بالنیۃ ظہیریہ قلت وینبغی حنثہ بالبعیر فی مصر والشام وبالفیل فی الہند المتعارف قالہ المصنف قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو یہ قسم اُسپر محمول ہے جسپر لوگ

ن یمین فور کی ایجاد امام اعظم نے کی

ح آدمی عیال ہین ابوحنیفہ کے فقہ مین

باعتبار رواج کے سوار ہوتے ہین گھوڑے اور خچر اور گدھے سے تو اگر انسان کی پیٹھ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہ ہوگا بنا بر استحسان کے مگر اونٹ وغیرہ کی نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہے اور لائق ہے حانث ہونا حالف کا اونٹ کے سوار ہونے سے مصر اور شام مین اور ہاتھی کے سوار ہونے سے ہندوستان مین بسبب رواج کے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین مگر گدھے پر سوار ہونے سے عرب مین حانث ہوگا لیکن ہند مین حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ رواج نہین لیکن صوبے ہندوستان کے البتہ حانث ہونگے کہ وہ گدھے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہین اور چونکہ گھوڑے اور ہاتھی اور پالکی اور ڈولی اور گاڑی اور رتھ پر ہند مین سوار ہونا رائج ہے تو عدم سواری کی قسم سے اگر ان سواریون پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم ولو حمل علی الدابۃ مکرھا فلا یحنث کحلفہ لا یرکب فرسًا فرکب برذونا او بعکسہ لان الفرس اسم للعربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعمھا ھذا لو یمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال اور اگر قسم کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہین جیسے اس قسم مین حنث نہین کہ سوار نہ ہوگا فرس پر پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ برذون پر سوار نہ ہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اسواسطے کہ لغت عرب مین فرس عربی گھوڑے کا نام ہے اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہے اور خیل کا لفظ دونون کو عام ہے یہ عدم حنث اس صورت مین ہے جب کہ قسم عربی زبان مین ہو اور اگر قسم فارسی زبان مین ہو اسطرح پر کہ بر اسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال مین حانث ہوگا خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اسواسطے کہ اسپ دونون کو شامل ہے مثل فارسی کے مانند ہندی مین بھی تفرقہ گھوڑے کے لفظ مین نہین ولو حلف لا یرکب او لا یرکب مرکبًا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی وسیجیٔ ما لو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ اور اگر قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا یا مرکب پر سوار نہ ہوگا تو ہر مرکب سے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوائے آدمی کے اور اگلے باب مین قریب آویگا کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان یا دابہ پر سوار نہ ہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہ ہوگا

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہے اکل اور شرب اور لبس اور کلام کی قسم مین تمہ الاکل ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف کخبز وفاکھۃ مضغ اولا ای ابتلعہ من غیر مضغ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا عبارت ہے پیٹ مین پہونچانے سے اسکو جو چبانے کے لائق ہے بواسطے اپنے منہ کے جیسا کہ پہونچانا روٹی اور میوہ کا خواہ چبادے یا نہ چبادے یعنی اگرچہ بدون چبائے نگل جاوے والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف کماء وعسل اور شرب یعنی پینا عبارت ہے پیٹ مین پہونچانے سے اسکو جو لائق چبانے کے نہین از قسم پتلی چیزون کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل کا پیٹ مین پہونچانا بواسطے منہ کے یہ حقیقت ہے شرب کی تو ناک سے پانی کھینچ کر پیٹ مین لیجانا یا پچکاری سے دوا پیٹ مین پہونچانا شرب نہین ففی حلفہ لا یاکل بیضۃ حنث ببلعھا جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو اس قسم مین کہ انڈا نہ کھاویگا اسکے نگل جانے سے حانث ہوگا مرغ انڈے کے مانند بادام اور پستہ وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد پختہ انڈا ہے اسواسطے کہ کچا انڈا لائق چبانے کے نہین وفی لا یاکل عنبًا مثلا لا یحنث بمصہ لان المص نوع ثالث لو عصرہ واکل قشرہ حنث بدائع اور اس قسم مین کہ انگور نہ کھاویگا اسکے عرق چوسنے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہے سوائے اکل اور شرب کے اور اگر انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اسکے چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع اسواسطے کہ چھلکا چبانے کے لائق ہے لکن فی تھذیب القلانسی حلف لا یاکل سکرا لا یحنث بمصہ فی عرفنا یحنث اور قلانسی کی تہذیب مین ہے قسم کھائی کہ شکر نہ کھاویگا تو اسکے چوسنے سے یعنی اور اس لعاب نکلنے سے حانث نہ ہوگا اور ہمارے عرف مین یعنی مصر کے رواج مین حانث ہوگا ماحصل استدراک یہ ہے کہ بعضے عرف مین چوسنے کو کھانا کہتے ہین تو بموجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بھی مثال سابق مین حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی اما الذوق فعمل الفم لغرض معرفۃ الطعم وصل الی الجوف اولا فکل اکل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنی چکھنا تو عبارت ہے منہ کے فعل سے بقصد مزا دریافت کرنے کے واسطے خواہ پیٹ مین پہونچ جاوے یا نہ جاوے اور ہر اکل اور شرب ذوق ہے اور اسکو بالعکس نہین یعنی ہر ذوق اکل اور شرب نہین تو اکل اور شرب مین اور ذوق مین عموم خصوص مطلق کی

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

نسبت ہو ولو تمضمض للصلوٰۃ لا یحنث اور اگر نماز کے واسطے کلی کی تو حانث نہ ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ پانی نہ چکھیگا تو کلی کرنے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اس طرح کلی کرنے میں چکھنا مراد نہیں ہوتا ہے چنانچہ منقول ہے امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا بدلیل اور اگر حالف نے چکھنے سے کھانے کا ارادہ کیا تو اسکی تصدیق نہ ہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے چنانچہ زید سے خالد نے کہا کہ آ میرے پاس کھانا کھا خالد نے کہا کہ میں تیرے پاس نہ کھانا چکھونگا نہ پانی تو یہاں بقرینہ سوال ذوق بمعنی اکل تسرکیے ہے کذا فی المنح حلف لا یاکل من ہذہ النخلۃ او الکرمۃ تقید حنثہ باکلہ من ثمرہا بالمثلثۃ ای ما یخرج منہا بلا تغیر بصنعۃ جدیدۃ فیحنث بالعصیر لا بالدبس المطبوخ ولا بوصل غصن منہا بشجرۃ اخری قسم کھائی کہ اس کھجور کے درخت یا انگور کے درخت کو نہ کھاؤنگا تو متعین ہے حنث اسکی ان درختوں کے ثمر کے کھانے سے ثمر بثاء مثلثہ سے وہ چیز مراد ہے جو درخت سے بلا تغیر صنعت جدیدہ نکلے تو عصیر یعنی عصارہ کے کھانے سے حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کھانے سے اور نہ حانث ہوگا اس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے دوسرے درخت میں ہم جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت کی طرف حالانکہ درخت ماکول چیز نہیں تو یمین لغو ہوئی تھی لہذا واسطے تصحیح کلام عاقل کے اسکے ظاہر سے پھیرا یعنی درخت سے پھل کا ارادہ کیا بطریق مجاز کے یعنی سبب بولکر مسبب کا ارادہ کیا سبب درخت ہے اور مسبب پھل بشرط عدم تغیر عصیر او عصارہ وہ پانی جو پھلوں کے دبانے سے نکلے دبس بالکسر اُس شیرہ کو کہتے ہیں جو خود بخود پختہ کھجور اور انگور سے ٹپکے چونکہ اسمیں فعل انسان کو دخل نہیں لہذا اسکے کھانے سے حانث نہ ہوگا جیسے کچی پکی گدر کھجور کے کھانے سے حانث ہوتا ہے اور دبس مطبوخ شیرہ ہے پختہ کھجور اور انگور کا جوش دیا جاوے لہذا اسکے کھانے سے حانث نہ ہوگا جیسے نبیذ تمر پختہ او سرکہ انگوری سے حانث نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر انگور کی شاخ دوسرے درخت میں پیوند کی اور اس شاخ کے پھل کو کھایا تو حانث نہ ہوگا بسبب تصرف انسانی کے وان لم یکن للشجرۃ ثمرۃ تنصرف یمینہ الی ثمنہا فیحنث اذا اشتری بہ ماکولا واکلہ اور اگر اس درخت محلوف علیہ کے پھل نہ ہو تو یمین اسکی اس درخت کی قیمت کی طرف پھر جاویگی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت سے کوئی کھانے کی چیز لیگا اور اسکو کھاویگا ولو اکل من عین النخلۃ لا یحنث وان نواہا لان الحقیقۃ مہجورۃ ولوالجیہ اور اگر بعینہ کھجور کے درخت کو کھاؤنگا کوٹ پیسکر تو حانث نہ ہوگا اگرچہ خود درخت کھانے کی نیت کی ہو قسم کے وقت اسواسطے کہ حقیقت متروک ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی حقیقی معنے درخت کے یہاں متروک الاستعمال ہیں م شارح کو لازم تھا کہ بجائے مہجورۃ متعذرۃ بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح میں ہے صاحب کشف نے کہا کہ متعذرہ وہ ہے جو بلا مشقت نہ حاصل ہو جیسے کھجور کے درخت کا کھانا اور مہجورہ وہ ہے جسکا وصول آسان ہو لیکن لوگوں نے اسکو چھوڑ دیا ہو جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہوکر مطلق دخول میں مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی وفی المحیط لو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل ما یخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ قال المصنف تبعا لشیخہ وینبغی ان لا یصدق قضاء لتعین المجاز اھ وفی النہر فان قلت ورق الکرم مما یوکل عرفا فینبغی صرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف انما یاکلونہ مطبوخا اور محیط میں ہے کہ اگر حالف بعینہ کھجور کے درخت کے کھانے کی نیت کریگا تو اسکے پھل وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا تو مجاز میں کیونکر حانث ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں باتباع اپنے اوستاد یعنی صاحب بحر الرائق کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاء اسکی تصدیق نہ ہو بسبب معین ہو جانے معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر میں قاضی تصدیق نہیں کرتا کذا فی المنح اور صاحب نہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے اتنا زیادہ کہا ہے یعنی اگر تو کہے کہ انگور کے پتوں کو عرف میں کھاتے ہیں تو لائق ہے یمین کا پھیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو میں جواب کہونگا کہ اہل عرف پتوں کو پکا کر کھاتے ہیں یعنی اگر کچا کھانا رواج ہوتا تو سوال صحیح ہوتا وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ لا باللبن لانہا ماکولۃ فتنعقد الیمین علیہا اور بھیڑ بکری کی قسم میں فقط گوشت کھانے سے حانث ہوگا نہ دودھ کھانے سے اسواسطے کہ بھیڑ بکری خود کھانے کی چیز ہے تو یمین بعینہ اسی پر منعقد ہوگی نہ اس پر جو اس سے نکلتا ہے یعنی دودھ اور دہی اور مسکہ لا یحنث فی حلفہ لا یاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبہ وتمرہ وشیرازہ لان ہذہ صفات داعیۃ الی الیمین فتتقید بہ اور اس قسم میں کہ نہ کھاویگا اس گدر کھجور کو یا اس پختہ تر کھجور کو یا اس دودھ کو حانث نہ ہوگا پہلی صورت میں تر کھجور کھانے

سے اور دوسری صورت مین خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت مین چکا ہی کھانے سے اسواسطے کہ یہ صفات یعنی بسریت اور رطوبت اور لبنیت باعث ہوتے ہین قسم کھانے کے باختلاف امزجہ تو اسی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت مین کیونکر حانث ہوگا شیراز عبارت ہے رائب سے یعنی دودھ کو جوش کرکے اسکا پانی نکالا جائے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر مین ترشی کا ہونا بھی شرط ہے لہذا مترجم نے شیراز کا ترجمہ وہی کیا بخلاف

لا یکلم ہذا الصبیّ او ہذا الشاب فکلمہ بعد ما شاخ او لا یاکل ہذا الحَمَل بفتحتین ولد الشاۃ فاکلہ بعد ما صار کبشاً فانّہ یحنث لانہا غیر داعیۃٍ بخلاف اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا اُسکے بڈھے ہونے کے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے بچہ کو نہ کھاویگا پھر اُسکو کھایا جبکہ وہ جوان مینڈھا ہو گیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہین ہوتے ہم اسواسطے کہ ہجران مسلم شرعاً ممنوع ہے تو مانع ہے عدم کلام کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسی طرح بھیڑ کے بچے کا نہ کھانا باعث یمین نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے زیادہ تر مرغوب ہوتا ہے حمل بفتح اول و دوم بچہ بھیڑ اور دنبے کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃٍ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین وما لا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکّر دون المعرّف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جو داعی ہو طرف یمین کے تو یمین اس صفت کے ساتھ مقید ہے معرفہ اور نکرہ دونون مین تو جب وہ صفت زایل ہوگی تو یمین بھی زایل ہو جاویگی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جسکو لیاقت نہین داعی ہونے کی تو اعتبار صفت کا نکرہ مین ہوگا چنانچہ لا اکلم صبیاً فکلم شاباً مین نہ معرفہ مین چنانچہ مسئلہ سابقہ مین یعنے لا یکلم ہذا الصبی وفی المجتبیٰ حلف لا یکلّم ہذا المجنون فبرأ او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ داعیۃ اور مجتبیٰ مین ہے قسم کھائی کہ اس مجنون سے نہ بولیگا پھر اسکا جنون جاتا رہا اور حالف اُس سے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پھر وہ مسلمان ہو گیا اور حالف اُس سے بولا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہے کہ عدم تکلم کی باعث ہو تو اسکے زوال سے یمین بھی زایل ہوگی وفی لا یکلم رجلاً فکلم صبیّاً حنث وقیل لا کلاہ یکلم صبیاً وکلّم بالغاً لانہ بعد البلوغ یدعیٰ شاباً وفتی الی ثلثین فکہلا الی خمسین فشیخٌ اور اس قسم مین کہ مرد سے بات نہ کریگا پھر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل بھی تو بھی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا اور یہی قول حق ہے اسواسطے کہ عرف مین رجل صبی کو شامل نہین کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال مین حانث نہین قسم کھائی کہ صغیر سے نہ بولیگا پھر اُس سے بعد بالغ ہونے کے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہین تیس برس تک پھر تیس برس کے بعد پچاس برس تک اُسکو کہل یعنے ادھیڑ بولتے ہین پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہین یعنے بڈھا او لا یاکل ہذا العنب فصار زبیباً ہذا وما بعدہ معطوف علی قولہ من ہذا البسر فانہ لا یحنث بہ یا قسم کھائی کہ اس تر انگور کو نہ کھاویگا پھر وہ انگور خشک ہو گیا تو اسکے کھانے سے حانث نہ ہوگا شارح کہتا ہے کہ یہ مثال اور اسکے بعد کی مثالین مصنف کے قول من ہذا البسر پر عطف ہین جس سے حالف حانث نہین ہوتا ولا یاکل ہذا اللبن فصار جبناً او لا یاکل من ہذہ البیضۃ فاکل فرخہا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخہا یا قسم کھائی کہ اس دودھ کو نکھاویگا پھر وہ پنیر ہو گیا یا اس انڈے کو نہ کھاویگا پھر اُسکے بچے کھائے شارح کہتا ہے مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون مین اسی طرح فرخہا کا لفظ ہے اور متن کے نسخون مین جو شرح سے معرا ہین اُنمین فرخہا کا لفظ ہے او لا یذوق من ہذا الخمر فصار خلاً او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزاً او مشمشاً لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکھیگا پھر شراب سرکہ ہو گئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نہ کھاویگا پھر جب وہ پھول بادام یا زردالو ہو گیا تو اُسکو کھایا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل تمراً فاکل حَیساً فانہ یحنث لانہ تمرٌ مفتّتٌ وان ضمّ الیہ شیءٌ من السَمن او غیرہ بحر وفیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معیّناً فاکل بعضہ ان کل شیءٍ یاکلہ الرجل فی مجلس او یشربہ فی شربۃ فالحلف علی کلّہ والا فعلی بعضہ بخلاف اس قسم کے کہ کھجور کو نہ کھاویگا سو اُسنے حیس کو کھایا یعنی کھجور کا ملیدہ تو اس کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ حیس عبارت ہے

کھجور کے چورے سے اگرچہ اُسکے ساتھ گھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسی مین ہی کہ جب قسم کھائی کہ چیز معین کو نہ کھاویگا سو اسمین سے کچھ تھوڑا کھایا تو ایسی قسم مین قاعدہ کلیہ یہی
ہی چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کھا جاتا ہو یا ایکبار اوسکو پیتا ہو تو انعقاد حلف کا اُسکے کل پر ہوگا یعنے اُسکے سب کھا جانے سے حانث ہوگا
اور اگر آدمی ایکبار مین نہ کھا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اُسکے تھوڑے کھانے مین ہوگا ولکن لا یحنث لو حلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا
او لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف نحو جوز ولو رطبا لان الاسم متناول الرطب ایضا اسی طرح حانث نہ ہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نہ کھاویگا پھر اُسنے پکی تر کھجور کھائی
یا انگور کو نہ کھاویگا پھر اُسنے خشک انگور کھایا بخلاف جوزا اور بادام کے قسم کے اسواسطے کہ مانند جوزا اور بادام کا نام تر اور خشک کو بھی شامل ہی ولو حلف لا یاکل رطبا
او بسرا او لا یاکل رطبا ولا بسرا حنث باکل المذنب بکسر النون المشددة لانه اکل المحلوف علیه وزیادة اور اگر قسم کھائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نہ کھاویگا
یا قسم کھائی کہ نہ پکی تر کھجور کھاویگا نہ گدر تو مذنب کے کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اُسنے محلوف کو کھایا ساتھ زیادتی کے مذنب بکسر نون مشدد اُس
کھجور کو کہتے ہین جو نیچے کی طرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہی جو اکثر پختہ ہوا ہو اور قلیل گدر رہا اور بسر مذنب اُسکے بالعکس ہی کذا فی المنح عن المغرب ولا حنث
بشراء کباسة بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیها رطب فی حلفه لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی الجملة والمغلوب
تابع بخلاف حلفه علی الاکل لوقوعه شیئا فشیئا اور حانث نہ ہوگا گدر کھجور کے گود کے مول لینے سے جسمین کچھ پکی کھجور بھی ہی اسطرح قسم کھانے مین کہ پکی کھجور کو
خرید نہ کریگا اسواسطے کہ مول لینا یکبارگی واقع ہوتا ہی اور مغلوب تابع ہوتا ہی غالب کے بخلاف کھانے کی قسم کے یعنی اگر قسم کھائی کہ پکی کھجور نہ کھاویگا پھر اُسنے گدر
کے ساتھ تھوڑی پکی کھجور بھی کھائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب کا نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک نہ یکبارگی مانند خرید کے ہم کباسہ بکسر
کاف عرجون ہی اور عنقود بھی اُسکو کہتے ہین یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اُسکو گود بولتے ہین یعنی جس چیز مین مجتمع ہو کر پھل پھیلتے ہین ولا حنث فی
حلفه لا یاکل لحما باکل مرقة او سمک الا اذا نواهما ولا فی لا یرکب دابة فرکب کافرا ولا یجلس علی وتد فجلس علی جبل مع تسمیتهما فی القرآن
لحما ودابة واوتادا للعرف اور حنث نہین اس قسم مین گوشت نہ کھاویگا شوربا اور مچھلی کے کھانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کریگا گوشت
کے لفظ مین تو البتہ حانث ہوگا اور قسمین بھی حنث نہین کہ دابہ یعنی چلنے والے جاندار پر سوار نہ ہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھیگا پھر پہاڑ پر
بیٹھا باوجودیکہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو میخین فرمایا ہی حانث نہ ہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حلف کا عرف پر ہی نہ اطلاق
قرآنی پر وما فی التبیین فی حنثه فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان رده فی النهر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول
حانث ہونے کا تبیین مین ہی اس قسم مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اُسکو نہر الفائق مین رد کیا ہی اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہی
مانند عرف قولی کے ہم تبیین زیلعی کی شرح کنز مین ہی کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان پر سوار نہ ہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان
کو شامل ہی اور عرف عملی یعنی انسان پر سوار ہونے کی عادت نہین ہی مخصص انسان کا نہین ہو سکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح نہین اسواسطے
کہ اصول مین ثابت ہی کہ حقیقت متروک ہوتی ہی عادت کی دلالت سے اور عادت بعینہ عبارت ہی عرف عملی سے او تحریر مین ہی کہ عرف عملی مخصص ہی حنفیہ
کے نزدیک خلافا للشافعیة اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہی کذا فی النهر ولحم الانسان والکبد والکرش والریة والقلب والطحال
والخنزیر لحم هذا فی عرف اهل الکوفة اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصة وغیرها ومنه علم ان العجمی یعتبر عرفه قطعا اور اگر انسان کا
گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی اور پھیپھڑا اور دل اور تلی اور گوشت خوک گوشت مین داخل ہی لیکن یہ عرف کوفیون کا ہی اور ہمارے عرف مین کلیجی اور اوجھڑی
وغیرہ کو گوشت نہین کہتے کذا فی البحر عن الخلاصہ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہو گیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنی حلف مین مرد
عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار لازم ہی عرب کا عرف اُسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین مصرح ہی کہ مفتی پر واجب ہی کہ بموجب عادت اُس شہر کے

قتوی دیو سے یمین قسم حالف کی واقع ہوئی ہے و فی الخانیۃ الرأس والاکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ میں ہے کہ سر اور پاے گوشت میں اکل کی یمین میں ہیں نہ مول لینے کی یمین میں یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو سر کلے پاے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نہ خریدیگا تو انکے مول لینے سے حانث نہ ہوگا و فی لا یاکل من ھذا الحمار یقع علی کراثہ و من ھذا الکلب لا یقع علی صیدہ ۲ اور اس قسم میں کہ اس گدھے سے نہ کھاویگا تو قسم اسکی لاد پر واقع ہوگی یعنی اسکا لاد یہ کھانے سے حانث ہوگا بنا بر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ اس کتے سے نہ کھاویگا تو قسم اسکی صید پہ نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پہ واقع ہوگی کذا فی المنح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہیں گائے بھینس کو یعنی اگر قسم کھائی کہ گاے یا بیل کا گوشت نہ کھاویگا تو بھینس کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا کہ وہ دوسری قسم ہے ولا یحنث باکل النیء ھو الاصح اور حانث نہ ہوگا کچا گوشت کھانے سے یہی قول اصح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کچا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ کچا کھانے کی عادت نہیں اور نہر الفائق میں مذکور ہے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو اونٹ اور بھیڑ بکری اور گاے چڑیون کے گوشت کھانے سے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بھونا یا خشک ولا یحنث لشحم الظھر وھو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لھما بل بشحم البطن والامعاء اتفاقا لا بما فی العظم اتفاقا فتح اور اس قسم میں کہ چربی نہ کھاویگا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث نہ ہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہے بخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک اسکے کھانے سے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتونکی چربی کھانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کھانے سے باتفاق حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ چربی نہیں کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری میں ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جسکے ساتھ گوشت مخلوط ہو اور اگر چربی کو گوشت سے علیحدہ کیا تو یہ امام سے روایت نہیں اور ممکن ہے کہ امام کے نزدیک اسکے کھانے سے حانث نہ ہوا اور اگر فارسی زبان میں ہو تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہیں والیمین علی شراء الشحم وبیعہ کھی علی اکلہ حکما وخلافا تاتارخانیہ اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اسکے کھانے کی یمین کے مانند ہے حکم میں اور خلاف صاحبین میں کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی کو خرید نہ کریگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا ہے یعنی پیٹ اور انتڑیون کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹھ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالالیۃ فی حلفہ لا یاکل او یشتری شحما او لحما لانھا نوع ثالث اور اس قسم میں کہ چربی یا گوشت نہ کھاویگا یا خرید نہ کریگا دنبہ کی چکتی کھانے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ چکتی چربی اور گوشت کے سوا تیسری قسم ہے ولا یحنث بخبزہ او دقیقہ او سویقہ فی حلفہ لا یاکل ھذا البر الا بالقضم من عینہا او مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمھا نیۃ فلا حنث لا بالنیۃ فتح اور اس قسم میں کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانے سے حانث نہ ہوگا مگر بعینہ گیہون کے چابنے سے حانث ہوگا اگر گیہون بھونے ہون جیسے آبا سے گیہون چابنے سے حانث ہوتا ہے ہمارے عرف میں اور کچے گیہون چابے تو حنث نہیں مگر کچے کی نیت سے کذا فی فتح القدیر وفی النھر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدھا ان یقول ھذہ الحنطۃ ویشیر بصبرۃ وھی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ھذہ بلا ذکر حنطۃ یحنث باکلہا کیف کان ولو نیۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیۃ لا بنحو الخبز ا اور نہر الفائق میں کشف سے منقول ہے کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہے ایک وجہ یہ کہ کہے کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اور اشارہ کرے گیہون کے ڈھیر کی طرف اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہے دوسری وجہ یہ کہ اسکو نہ کھاویگا بدون ذکر کرنے گیہون کے تو اسکے کھانے سے حانث ہوگا جس طرح سے کہ کھاوے اگرچہ کچے گیہون کھاوے یا اسکی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ کہ کچے گیہون نہ کھاویگا بلا اشارہ تو اسکے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ولو زرعہا لم یحنث بالخارج اور اگر حالف علیہا نے گیہون کو بویا تو اسکے کھیت سے جو گیہون پیدا ہونگے انکے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی ھذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ کعصیدۃ وحلوی لا بسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس دقیق میں یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہ کھاویگا تو حانث ہوگا آٹے کی چیزون کے کھانے سے جو آٹے سے تیار ہوتی ہیں جیسے روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپسی اور کاچی اور حلوا نہ خود آٹا پھانکنے سے حانث ہوگا قول اصح میں جیسا کہ اسکی وجہ بیان

کھجور کے درخت کھانے مین مذکور ہو چکی یعنی کیچا آٹا ہمارا عرف مین متروک ہی مجازی معنی متعین ہو گئے والخبز ما اعتادہ اهل بلد الحالف فالشامي بالبُرّ واليمني بالذرۃ والطبری بخبز الارز وبعض اهل القری بالشعیر فلو دخل بلد البر واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی یمین مین وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کھانے کی اس شہر والون کو عادت ہوگی جسمین قسم کھانے والا رہتا ہو تو شام کا رہنے والا گیہون کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنے والا جوار کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنے والا چانول کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور بعض گانون کا رہنے والا جو کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کھانے والا گیہون کے شہر مین گیا اور ہمیشہ اسکی یہی عادت رہی وہان بھی کہ سواے جو کے گیہون کی روٹی نہ کھائی تو حانث نہوگا مگر جو کی روٹی سے اگر اہل شہر کی ہو اسواسطے کہ اس شہر کا عرف خاص بھی معتبر ہو در باب یمین اسکے حق مین کذا فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لا لمن عجنتہ وھیّئتہ للضرب ظہیریہ قسم کھائی کہ فلانی عورت کی روٹی نہ کھاؤنگا تو قسم اس روٹی پکانے والی کی طرف پھر گئی جو تنور مین روٹی کو لگاتی ہو نہ اس عورت کی طرف جسنے اس روٹی کا آٹا گوندھا اور تنور مین لگانے کے واسطے تیار کر دیا کذا فی الظہیریہ ومنہ الرقاق لا القطائف والثرید وبعد ما دقہ او فتہ لانہ لا یسمّی خبزًا اور روٹی مین داخل ہین رقاق نہ قطائف اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ ڈالنے یا چور کر ڈالنے کے کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکو روٹی نہین کہتے بلکہ اسکا نام قطیر اور ثرید اور ملیدہ ہو مم رقاق جمع ہو رقیق یعنی پتلی روٹی جسکو چپاتی بولتے ہین اور قطائف جمع ہو قطیر کی اور قطیر ایک قسم کی روٹی کا نام ہو اور ثرید اسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑ کر شوربے مین تر کیجاوے وحنث فی لا یاکل طعامًا من طعام فلان یاکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو بطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزًا اور اس قسم مین کہ کوئی کھانا نہ کھاویگا فلانے کے طعام سے حانث ہوگا اسکے سرکہ اور اسکے روغن زیتون اور اسکے نمک کے کھانے سے اگرچہ اسکے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتھ کھاوے اور اگر اسکا نبیذ یا پانی لیا اور اس سے روٹی کھائی تو حانث نہوگا مم ہر چند طعام لغت مین ہر مطعوم کو کہتے ہین لیکن نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے عرف مین نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام نہین بولتے ہمونی کذا تو عرف مین بدون پختہ کھانے کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہی خیسا ندہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا یاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیۃ لہ ان بحیث لو عصر سال السمن حنث والا لا جوہرہ اور اس قسم مین کہ گھی نہ کھاویگا پھر اسنے گھی ملے ستو کھائے اور اسکو قسم مذکور مین مخلوط گھی کھانے کی نیت نہ تھی تو اگر ستو ایسے ہون کہ اگر انکو نچوڑے تو گھی بہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گھی سائل نہو تو حانث نہوگا کذا فی الجوہرہ مم اور اگر اسنے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہوگا گھی سائل ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لا یاکل طعامًا فاضطر لمیتۃ فاکل لم یحنث اور بدائع مین ہی قسم کھائی کہ کھانا نہ کھاویگا پھر وہ مردار کی طرف مضطر ہوا اسواسطے اسکو کھایا حانث نہوگا اسواسطے کہ مردار طعام نہین والشواء والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی والمطبوخ بالماء اور شواء اور طبیخ واقع ہوتے ہین بھونے گوشت اور پانی کے ساتھ پکائے گوشت پر مم ہر چند شواء بالکسر اول لغت مین ہر بھونی چیز کو کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسی طرح طبیخ وہ جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم مین شواء اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تھا تو اگر قسم کھائی کہ شواء یا طبیخ نکھاویگا تو بھونے چانول اور آبالی دال یا چانول کھانے سے حانث نہوگا ھذا فی عرفہم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع علی کل مطبوخ بالماء ولو بودک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت ہی کے ساتھ انکے عرف قدیم مین تھا اور ہمارے عرف مین تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کے ساتھ مطبوخ ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبی سے نقل کیا ہی مم لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا ہی کہ اسم طبیخ کا سمک مطبوخ کو شامل نہین تو اسکے کھانے سے حانث نہوگا وفی النہر الطعام یعم ما یوکل علی وجہ التطعم کجبن وفاکہۃ لکن فی عرفنا لا اور نہر الفائق مین ہی کہ طعام عام ہی ہر چیز کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کھائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف مین ان اشیاء کو طعام نہین کہتے ہین

ح [illegible]

کالمرد الرأس ما یباع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبار للعرف اور سر سے وہ مراد ہے جو حالف کے شہر میں بکتا ہو باعتبار عرف کے مثلاً قسم کھائی کہ سر نہ کھاویگا تو اس سر کھانے سے حانث ہوگا جو اسکے شہر میں بکتا ہو امام سے منقول ہے کہ اونٹ اور گائے اور بکری کے سر کھانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہے کہ فقط بھیڑ بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنابر اختلاف اپنے عرف کے ہے یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہیں تو مفتی پر واجب ہے کہ موافق عادت ہر شہر کے فتوی دیوے کذا فی النھر والفاکھۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوھا اور میوہ سیب ہے اور خربوزہ اور زردآلو اور مانند اسکے چنانچہ انجیر اور شفتالو اور بہی اور آلو اور امرود اور اخروٹ اور بادام اور پستہ اور عناب اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ میوہ اسکا نام ہے جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہوکر بطریق تلذذ اور تنعم کھایا جاوے خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی الفتح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں آم اور جامن اور فالسہ اور کھنی اور نارنگی اور شیرین میوے اور گنا اور بیر میوہ میں داخل ہیں کہ لذت کے واسطے کھائے جاتے ہیں لا العنب والرمان والرطب خلافا لھما اخذا بعرفھم والعبرۃ للعرف فیحنث بما یعد فاکھۃ عرفا ذکرہ الشمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور تر کھجور میوہ نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہیں اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنابر اختلاف عادت زمانہ کے ہے اور قسم میں اعتبار عرف کا ہے تو حانث ہوگا اسکے کھانے سے جسکو عرف میں میوہ شمار کرتے ہوں شمنی نے ذکر کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو مسلم رکھا ہے والحلوی ما لیس من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اسکو کہتے ہیں جسکا ہم جنس کھٹا نہ ہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کھانے سے مثلاً اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد اور شکر کی کوئی قسم ترش نہیں اور اگر انگور یا انار یا آلو کھاویگا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کھٹا ہوتا ہے خبیص اس حلوے کو کہتے ہیں جو کھجور اور گھی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لکن المرجع فیہ الی عادات الناس ففی بلادنا لا حنث فی فانید وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظھیریۃ لیکن حلوے کی حقیقت میں لوگوں کے عادات پر اعتماد ہے سو ہمارے شہروں میں تو فانید اور شہد اور شکر کے کھانے سے حنث نہیں ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ظہیریہ سے نقل کیا ہے مثلاً اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث نہ ہوگا ہر چند تعریف حلوے کی جو متن میں مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہے لیکن حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ عرف میں شہد اور شکر کو حلوا نہیں کہتے ہیں فانید ایک قسم ہے شکر کی سرخ رنگ بشکل ترنج بحر الرائق میں ہے کہ حلوا اور حلاوہ اور حلوا ایک ہی چیز ہے لیکن ہمارے عرف میں حلوا شہد کو کہتے ہیں جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے اور حلوا اور حلاوہ اسکو کہتے ہیں کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ پر پکایا جاوے تاکہ سخت ہو جاوے کذا فی المنح ہندوستان کے عرف میں حلوا عبارت اس سے ہے کہ میدہ یا انڈے یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گھی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ اسمیں میوے مخلوط ہوں یا نہ ہوں والادام ما یصطبغ بالخبز اذا اختلط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہے جسمیں روٹی ڈوبے اصطباغ خبز اس وقت صادق ہوتا ہے جب روٹی کسی چیز سے ملجاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے واسطے پگھل جانے نمک کے منہ میں تو اختلاط روٹی کے ساتھ حاصل ہوجاتا ہے م شارح نے یہ دفع دخل کیا ہے سوال یہ ہوتا تھا کہ سالن اسکا نام ہے جو روٹی کے ساتھ مختلط ہو اور نمک خشک چیز ہے اسمیں اختلاط کہاں جواب یوں دیا کہ نمک منہ کے اندر پگھل کر روٹی سے ملجاتا ہے تو سالن کہنا اسپر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا اور پنیر ادام نہیں امام اور ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ گوشت اور انڈہ اور پنیر ایسی چیز نہیں جسمیں روٹی ڈوبے کذا فی المنح وقال محمد ھو ما یوکل مع الخبز غالبا بہ یفتی کما فی البحر عن التھذیب اور محمد نے کہا کہ ادام یعنی سالن وہ ہے جو روٹی کے ساتھ اکثر کھایا جاتا ہے یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہے چنانچہ بحر الرائق میں تہذیب قلانسی سے منقول ہے اور حاوی قدسی میں کہا کہ قول محمد کا ماخوذ ہے اور محیط میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور فقیہ ابو اللیث نے بھی اسی کو لیا ہے اسواسطے کہ ادام موادمت سے ہے اور موادمت بمعنی موافقت کے ہے اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہے جیسے گوشت اور انڈے اور مانند اسکے تو بموجب قول مفتی بہ گوشت اور انڈے ادام میں داخل ہیں کذا فی المنح وفیہ بما یوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنبۃ وبطیخ

وبقل وسائر الفواکہ لیس اداماً الا فی موضع یؤکل تبعاً للخبز غالباً اعتباراً للعرف اور بحر الرائق مین ہی کہ جو چیز تنہا بلا آمیزش کھائی جاتی ہو اکثر جیسے خشک کھجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوے ادام نہین ہین مگر اس مکان مین البتہ ادام ہین یہ اکثر اوقات روٹی کے ساتھ کھائے جاتے ہین اکثر بنا بر اعتبار عرف کے وفی البدائع الجوز رطبۃ فاکہۃ ویابسۃ اداماً اور بدایع مین ہی کہ تر اخروٹ میوہ ہی اور خشک ادام ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے حلف لا یاکل لحماً والآخر بصلاً والاخر فلفلا فطبخ حسو فیہ کل ذلک فاکلوا لم یحنثوا الا صاحب الفلفل لانہ لا یؤکل الا کذا وھذا ان وجد طعمہ ویراد فی الزعفران رؤیۃ عینہ قسم کھائی ایک نے کہ گوشت اور دوسرے نے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نہ کھاویگا پھر حریرہ پکایا گیا جسمین یہ سب چیزین ہین سو تینون شخصون نے اسکو کھایا تو کوئی حانث نہ ہوگا سوائے صاحب فلفل کے اسواسطے کہ سیاہ مرچ نہین کھائی جاتی مگر اسی طرح مخلوط ہوکر اور یہ حانث ہونا سو وقت ہی جب کہ مرچ کا مزہ معلوم ہوتا ہو اور زعفران کی قسم مین خود زعفران کے کھانے مین نظر آنا زیادہ کرنا چاہیئے یعنی اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آویگا تو حانث نہ ہوگا وفی لا یاکل لبناً فطبخہ بارزاً ولا ینظر الی فلان فنظر الی یدہ او رجلہ او علی راسہ لم یحنث والی راسہ وظہرہ وبطنہ حنث اس قسم مین کہ دودھ نہ کھاویگا پھر دودھ کو چانول کے ساتھ پکایا یا قسم کھائی کہ مثلاً زید کو نہ دیکھے گا پھر اسکا ہاتھ یا پاؤن یا اسکا کاسہ سر دیکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اسکا سر اور پیٹھ اور پیٹ کو دیکھا تو حانث ہوگا م فتاوی عالمگیری مین منتقی اور محیط سے منقول ہی کہ رویت تو چہرہ اور سر یا بدن کے دیکھنے سے ہوتی ہی اور پیٹھ کے دیکھنے یا پیٹ اور سینہ کے دیکھنے سے بھی ہوتی ہی طحطاوی نے کہا تو معلوم ہوا کہ شارح کے کلام مین واو بمعنی او ہی وفی المس یحنث بمس الید والرجل اور چھونے مین حانث ہوگا ہاتھ اور پاؤن کے چھونے سے عرض علیہ الیمین فقال نعم کان حالفاً فی الصحیح کذا فی الصیرفیہ وغیرہا قال المصنف ھذا ھو المشہور لکن فی فوائد شیخنا عن التاتارخانیۃ انہ بنعم لا یصیر حالفاً ھو الصحیح ثم فرع ان ما یقع من التعالیق فی المحاکم ان الشاھد یقول للزوج تعلیقاً فیقول نعم لا یصح علی الصحیح عرض کی گئی ایک شخص پر یمین سو اسنے کہا ہان تو مجیب حانث ہوگا قول صحیح مین کذا فی الصیرفیہ وغیرہ مصنف نے شرح مین کہا کہ یہی مشہور ہی اکثر کتب فقہ مین یعنی یمین کا صحیح ہونا ہان کہنے سے لیکن ہمارے استاد کے فوائد مین یعنی صاحب بحر کے فوائد مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ ہان کہنے سے حانث نہین ہوتا یہی قول صحیح ہی پھر صاحب بحر نے اسپر تفریع کی کہ یہ جو تعلیقات قاضیون کی کچہریون مین واقع ہوتی ہین کہ شاہد نکاح کا زوج سے بطور تعلیق کہتا ہی اسطرح کہ اگر تو نے چھ مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بھیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہی پھر زوج کہتا ہی کہ ہان تو تعلیق طلاق صحیح نہین بنا بر قول صحیح کے م معلوم ہوا کہ یمین مجیب کی تصحیح مختلف ہی لیکن ظاہر معلوم ہوتا ہی کہ قول اول اصح ہی بدلیل شہرت چنانچہ اسکی تائید آخر کتاب الیمین مین آویگی واللہ اعلم التغدی الاکل المترادف الذی یقصد بہ الشبع وکذا التعشی فلا بد ان یاکل اکثر من نصف الشبع فی غداء وعشاء وسحور تغدی یعنی اول روز کا کھانا عبارت ہی پیٹ بھر کھانے سے جس سے آسودگی مقصود ہو تو ایک دو لقمہ کھانے سے غدا یا عشا ثابت نہ ہوگا اور اسی طرح تعشی یعنی آخر روز کے کھانے مین اکل مترادف بقصد آسودگی داخل ہی اسلئے ضروری ہی آدھے پیٹ سے زیادہ کھانا غدا اور عشا اور سحور مین م غدوہ عبارت ہی اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے اور غدا بفتح اول و مد اول روز کے طعام کو کہتے ہین اور عشا بفتح اول و مد آخر روز کے طعام کو بولتے ہین اور سحور بفتح اول آخر شب کے طعام کا نام ہی فی وقت خاص وھو ما بعد طلوع الفجر وفی البحر عن الخلاصۃ عند طلوع الشمس قال وینبغی اعتمادہ للعرف زاد فی النہر واہل مصر یسمونہ فطوراً الی ارتفاع الضحی الاکبر فیدخل وقت الغداء فیعمل بعرفہم قلت وکذا عند اھل الشام الی زوال الشمس تغدی عبارت ہی وقت خاص مین کھانے سے اور وہ وقت خاص بعد طلوع ہونے فجر کے آفتاب ڈھلنے تک اور بحر الرائق مین خلاصہ سے منقول ہی کہ ابتدا وقت طلوع شمس سے ہی کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی لائق اعتماد ہی بسبب عرف کے نہر الفائق مین اتنا زیادہ بیان کیا ہی کہ اہل مصر اس طعام کو فطور کہتے ہین یعنی طلوع آفتاب سے دوپہر بلند ہونے تک

پھر اسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہو تو مصر مین انکے عرف کے موافق عمل کرنا چاہیئے شارح کہتا ہو اور اسی طرح اہل شام بطور اور غدا کا وقت جدا جدا کہتے ہین ہم اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہین اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہین تو اہل ہند کا غدا اکثر پہر دن چڑھے کے بعد ہوتا ہو ثم لا بد ان یکون مما یتغذی به اهل بلده عادة پھر تغدی مین یہ ضرور ہو کہ ویسا کھانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر بطور اپنی عادت کے کھاتے ہون وغداء کل بلدة ما تعارفه اهلها حتی لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری زیلعی اور ہر شہر مین اول روز کے کھانے سے وہ کھانا مراد ہو جو وہان کے لوگون مین رائج ہو یہان تک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہو جاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی شرح الزیلعی ہم اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیون کی غذا اکثر دودھ ہو اور وہان کے شہرون مین یہ عادت نہین اور اسی طرح ہندی آدمی اگر کھجور سے پیٹ بھر لیگا تو حانث نہوگا بسبب عدم عرف کے والتعشی منه ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوة العصر قلت هو فی عرف مصر والشام الی نصف اللیل وتعشی یعنی آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہو آدھی رات تک اور بحر الرائق مین اسبیجابی سے منقول ہو کہ ہماری عرف مین عشا کا وقت بعد نماز عصر ہو شارح کہتا ہو اور یہی مصر اور شام مین عادت ہو ہم اور اہل ہند مین عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات گذرنے تک معمول ہو والتسحر هو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحرگہی اور سحری وہ کھانا ہو آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلك فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا فیحنث بای شیء اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمة او کل میاه العالم حتی لا یحنث اصلا لنیة محتمل کلامه کہا ایک شخص نے اگر مین کھاؤن یا پیون یا بولا کہ اگر مین پیون یا پہنون یا نکاح کرون ومانند اس قول کے یعنی فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہو تو میرا غلام آزاد ہو اور نیت کی قائل نے معین چیز کی یعنی روٹی کے اکل مین اور دودھ کے شرب مین اور روئی کے لبس مین مثلا تو اسکی ہرگز تصدیق نہ ہوگی نہ دیانۃ نہ قضاءً تو حانث ہوگا ہر چیز کے کھانے اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا کہ دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور مین اگر سب کھانون اور سارے عالم کے پانیون کی نیت کریگا تاکہ اصلا حانث نہو تو صحیح ہو بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنی فعل مین عموم تو ثابت تھا اسکو اسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم کان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال عنیت شیئا دون شیء لانه ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانه نکرة فی سیاق الشرط فتعم کالنکرة فی النفی اور اگر فعل مذکور مین مفعول کو ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین طعام کو کھاؤن یا پینے کی چیز پیون یا کپڑا پہنون تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی جبکہ قائل یون کہے کہ مینے مثلاً طعام سے روٹی کا ارادہ کیا نہ گوشت کا اسواسطے کہ اسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہو تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہو سیاق شرط مین تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی مین عام ہوگا ہم شرط مثبت مین حلف نفی پر ہوتی ہو تو حالف کا یون کہنا کہ ان لبست ثوبا راجع ہو لا البس ثوبا کی طرف لیکن یہ تاویل خلاف ظاہر ہو لہذا قاضی اسکو قبول نہ کریگا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیة انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلث تعیین فی فعل الخروج والمساکنة وتخصیص الجنس کحبشیة او عربیة لا الصفة ککوفیة او بصریة فتح اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہو کہ نیت صحیح نہین ہوتی مگر ملفوظ مین مگر تین صورت مین بدون ملفوظ بھی نیت صحیح ہو تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل مین اور تخصیص جنس مین جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت مین جیسے کوفی یا بصری عورت کذا فی الفتح مم یعنے اگر قائل نے کہا کہ اگر مین نکلون یا زید کو اپنے پاس رکھون تو غلام آزاد ہو بعد اسکے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے ایک کوٹھری مین رہنے کی نیت کی تو صحیح ہو اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہو سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بھی کئی طرح کی ہوتی ہو یعنی ایک کوٹھری مین ساتھ رہنا یا ایک گھر مین

ع [illegible]

یا ایک شہر مین اور فعل محتمل ہو تنویع کا تخصیص کا اور اسی طرح اگر اسنے حلف کیا کہ عورت سے نکاح نہ کریگا اور اسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہو اسواسطے کہ حبشی ایک نوع ہو عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع سے ہوئی اور اگر مثال مذکور مین کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح نہ ہوگی اسواسطے کہ کوفی اور بصری ہونا صفت ہو عورت کی اور حالانکہ صفت مذکور نہین تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی بنیتہ تخصیص العام تصح دیانۃ اجماعا فلو قال کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق فی قضاء وکذا من غصب دراہم انسان فلما استحلفہ الخصم عاما نوی خاصا بہ یفتی خلافا للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہو دیانۃ بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون وہ طالقہ پھر اسنے کہا کہ مین نے فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاءً اسکی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہو اور اسی طرح جس نے ایک انسان کے درم غصب کیئے پھر جب مدعی نے اسکو عام قسم دلائی تو اسنے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہو کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہو نہ قضاءً بخلاف خصاف کے کہ اسکے نزدیک تخصیص عام دیانۃ اور قضاءً دونون طرح درست ہو مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہو اسواسطے کہ خدا کی قسم مین قاضی کا حکم جاری نہین چنانچہ شارح بیان کریگا صورت قسم لینے کی یون ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلا چھین لیے مدعی نے اس سے عام قسم لی اسطرح کہ اگر مین نے تیرا مال غصب کیا ہو تو اسکی عورت کو طلاق ہو پھر اسکا غصب کرنا ثابت ہوگیا سو اسکی عورت نے قاضی کے پاس نالش کی یہی طلاق واقع ہونے کی تو زوج نے تخصیص عام کا دعوی کیا یعنی کہا کہ مین نے قسم کے وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم کی تا طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اسکی تصدیق نہ کریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ متی حلفہ ظالم واخذ بقول الخصاف فلا باس ور ولوالجیہ مین ہو کہ جب حالف کو ظالم قسم دلادے اور وہ خصاف کے قول پر عمل کرے تو کچھ مضایقہ نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہو کہ اگر اخذ دیانۃً مراد ہو تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہین ظاہر الروایت مین بھی تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہو اور اگر اخذ قضاءً مراد ہو تو اسکی کوئی وجہ ظاہر نہین اسواسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاءً بقول خصاف بے معنی ہو یہ اس صورت مین ہو کہ جب اخذ کا فاعل حالف ہوا اور اگر قاضی کو فاعل اسکا قرار دیجئے تو باوجودیکہ ولوالجی کی عبارت مین قاضی مذکور نہین اور یہ پریشانی ضمائر کی اسپر علاوہ ہو تو بھی قاضی کو حکم کرنا بقول ضعیف جائز نہین لیکن خلاصہ مین یہ ہو کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتوی ہو تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ فاعل اخذ کا مفتی ہو یعنی اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہو کہ بقول خصاف فتوی دے لیکن اسمین بھی خلل ہو کہ مفتی کو فتوی بالدیانت بھی جائز ہو یا نہین اور معلوم ہوچکا ہو کہ تخصیص عام کی دیانت صحیح ہو قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہین بہر صورت یہ مسئلہ تحریر طلب ہو واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق او عتاق وکذا باللہ لو مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہا نے کہا کہ نیت کا اختیار واسطے حالف کے ہو اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہو اور اسی طرح حلف باللہ کی نیت مین اسکو اختیار ہو اگر حالف مظلوم ہو اور اگر حالف ظالم ہو تو یمین باللہ مین حلف لینے والے کی نیت معتبر ہو ہم ظہیریہ مین ہو کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے شخص کو سو اسنے قسم کھائی اور مستحلف کے مقصود کے سوا اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہو تو حالف کی نیت معتبر ہو خواہ حالف ظالم ہو یا مظلوم اور اگر یمین باللہ ہو تو اگر حالف مظلوم ہو تو اسی کی نیت معتبر ہو اور اگر حالف ظالم ہو تو مستحلف کی نیت معتبر ہو طحطاوی نے کہا یہ اس صورت مین ہو جب گذشتہ پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہو نہ قضا کی ولا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کو کچھ تعلق نہین قاضی کے حکم کو خدا کی قسم مین ہم اسواسطے کہ کفارہ یمین حق اللہ ہو اسمین حق العبد نہین تا کہ وہ حالف کے قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہین کہ یمین باللہ کو دار القضا سے کچھ اصلا تعلق نہین اسواسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہ ہون گے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یشرب من شیء یمکن فیہ الکرع نحو دجلۃ فیمینہ علی الکرع منہ حتی لو شرب من نہر اغترف منہ لم یحنث قسم کھائی کہ نہ پیئے گا اس شے سے جسمین منہ ڈال کر پینا ممکن ہو چنانچہ نہر دجلہ بالالب لغا سے تو یمین اسکی اسمین منہ ڈال کر پینے پر منعقد ہوگی یہان تک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اٹھا کر

پیئے گا تو حانث نہ ہوگا وفی البحر عن الظہیریۃ الکرع لا یکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ کرع متحقق نہین ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی مین لیکن قہستانی مین کشف سے منقول ہے کہ کرع مین پانی کے اندر گھسنا شرط نہین ہم کرع لغت مین اس سے عبارت ہے کہ اپنے منہ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانورین ثابت ہے کہ وہ بدون ادخال اپنے اکارع کے پانی مین نہین پیتا غالباً بعد اسکے کرع انسان مین مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی مین منہ ڈال کر جانور کے مانند پیئے اگرچہ پانی مین پانون نہ ڈالے کذا فی المنح اکارع جمع کراع بالضم بمعنے پاچہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضاً بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیئے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے مین ولو فیما لا یتاتی فیہ الکرع کالبئر والحب یحنث بالشرب بالاناء مطلقا سواء قال من البئر او من ماء البئر لتعین المجاز اور جسمین منہ ڈالکر پانی پینا نہین ہوسکتا چنانچہ کنوان اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے مین ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لا اشرب من البئر کہا ہو یا لا اشرب من ماء البئر بولا ہو بسبب معین ہوجانے مجاز کے ہم جب منہ لگا کر پانی پینا متصور نہوا تو مجاز متعین ہوگیا یعنی برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا اور لبالب تھا کے کہ وہان حقیقت حاصل ہے یعنی منہ ڈال کر پینا اور ہوتے حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے جب بجائے حملہ بڑا مٹکہ ہے جسکو مٹھورا اور گولی بھی بولتے ہین اور فارسی مین خم کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ کنوان اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے نہون ورنہ منہ ڈال کر پانی پینا متصور ہوگا ولو تکلف الکرع فیما لا یتاتی فیہ ذلک ای الکرع لا یحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے بتکلف منہ ڈال کر اسمین سے پانی پیا جسمین کرع نہین حاصل ہوتا مثلاً کنوین مین سے کرع کیا تو حانث نہوگا قول اصح مین بسبب عدم عرف کے امکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین وبطلانہ وبقائہا اذ لا بد من تصور الاصل لتعقد فی حق الخلف وھو الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمانہ مستقبل مین شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اسکے باقی رہنے کے اگرچہ طلاق کی یمین ہو اسواسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق مین یعنی کفارہ کے حق مین پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا اگلا قول متفرع کیا ہم مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھیے اور پورا کیجے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہین ولہذا یمین غموس اور یمین لغو مین کفارہ واجب نہین اور کفارہ توحنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے پھر جب بر یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث بھی محال ہوگا اسواسطے کہ ترک نہین ہوسکتا

مگر اسی چیز مین جسکا وجود ہوسکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ففی حلفہ لا یشرب ماء ھذا الکوز الیوم ولا ماء فیہ او کان فیہ ماء وصب ولو بفعلہ او بنفسہ فی یومہ قبل اللیل او اطلق یمینہ عن الوقت ولا ماء فیہ لا یحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء او لا فی الاصح لعدم امکان البر تو اس قسم مین کہ واللہ اس کوزہ کا پانی مین آج نہ پیون گا اور حالانکہ اسمین پانی نہین یا اسمین پانی تھا مگر گرا دیا گیا اگرچہ حالف کے فعل سے گرا یا خود کوزہ کے ڈھلنے سے گر گیا اسی دن مین رات سے پہلے یا یمین مطلق بولا یعنی اسمین وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ مین پانی نہ تھا تو حانث نہ ہوگا بسبب عدم امکان بر کے برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ مین پانی ہونیکا اسکو علم ہو یا نہ ہو قول اصح مین ہم جس صورت مین کہ کوزہ مین پانی نہین تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانے کی صورت مین بقائے یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب حنث لوجوب البر فی المطلقۃ کما فرغ وقد فات بصبہ اما الموقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنی یون قسم کھائی کہ واللہ اس کوزہ کا پانی پیون گا اور قسم کے وقت اسمین پانی تھا سو اسنے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق مین بمجرد فراغت ہونے کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہوگیا اور یمین موقت مین تو وجوب بر آخر وقت مین ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے قبل زائل یمین موقت مین حانث نہین ہوتا وھذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم تصل الصبح غداً فانت کذا لا یحنث بحیضہا بکرۃ فی الاصح اور اسی یعنے امکان بر یمین کے بہت فروع ہین از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھیگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہو تو بقول اصح زوج

حانث نہ ہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کے وقت شرعًا ممکن نہیں ومنہا ان لم ترد الدینار الذی اخذتیہ من کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر کذا فی البحر ازانجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیریگی جسکو تونے میری تھیلی سے لیا ہے تو تو مطلقہ ہے اور ناگہاں وہ دینار زوج کی تھیلی میں ہے تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنی پھیرنا بدون لینے کے نہیں ہے اور منہا ان لم تھبینی صداقك الیوم فانت طالق وقال ابوھا ان وھبتیہ فامك طالق فالحیلة ان تشتری منہ بمھرھا ثوبًا ملفوفًا وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوھا لعدم الھبة ولا الزوج لعجزھا عن الھبة عند الغروب لسقوط المھر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردتہ بخیار الرؤیة اور ازانجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو مہر اپنا آج مجکو ہبہ نہ کریگی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنی زوج کو ہبہ کریگی تو تیری ما مطلقہ ہے تو تدبیر اسکی مخلصی کی یہ ہے کہ زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لیکر اسپر قبضہ کرے پھر جب وہ دن گذر جاویگا تو زوجہ کا باپ حانث نہ ہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ زوج اسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہوجانے مہر کے بیع سے یعنی جب اسنے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اسکی مالک نہ رہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ رہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اسکا بطور سابق زوج پر لازم ہوجاویگا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنے کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر قبضہ نہ ہوگا تو بھی یہی حکم ہے اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا فائدہ یہ ہے تا پھیرنا خیار رویت سے ممکن ہو اب چند فروع اس قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہے ازانجملہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاویگا سو رات ہونے سے پہلے اسکو کوئی کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو دیگا یا اسکو ماریگا یا اس سے بات نہ کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہیں یا قسم کھائی کہ اگر اس رات کو اس گھر میں سووے تو عورت اسکی مطلقہ ہے اور حالانکہ وقت حلف صبح ہوچکی تھی اور اسکو علم نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی تو ام ہے سو اب تصور نہیں کذا فی الطحطاوی وعن البحر وفی حلفہ واللہ لیصعدن السماء او لیقلبن ھذا الحجر ذھبا حنث للحال لامکان البر حقیقة ثم یحنث للعجز عادة ولو وقت الیمین لم یحنث ما لم یمض ذلك الوقت اور اگر قسم میں کہ واللہ ضرور چڑھیگا آسمان پر یا واللہ ضرور اس پتھر کو سونا کردیگا فی الحال حانث ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے کے صعود اور تقلیب سے بنا بر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت کر موقت کریگا تو جب تک وہ وقت نہ گذر جاویگا حانث نہ ہوگا تم آسمان کا چڑھنا فی نفسہ ممکن ہے اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین ثابت ہے اور اسی طرح پتھر کا سونا ہوجانا بتحویل الٰہی ممکن ہے متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہے لہذا فورًا حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ کے اسواسطے کہ درصورت پانی نہ ہونے کے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ میں ہو ممکن نہیں کذا فی منح الغفار وفی حیرة الفقھاء قال لامرأتہ ان لم اعرج الی السماء ھذہ اللیلة فانت کذا ینصب سلما ثم یعرج الی سماء البیت لقولہ تعالی فَلْيَمْدُدْ بسبب الی السماء ای سماء البیت الباقانی والظاھر خروجھا عن قاعدة مبنی الایمان ورکتاب حیرة الفقھاء میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں آج کی رات آسمان پر نہ چڑھوں تو تجکو طلاق ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونے کی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حق تعالی یعنی چاہیے کہ رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف میں گھر کی چھت ہے یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید میں چھت پر آیا ہے تو اگر چھت پر چڑھ جاویگا تو حانث نہ ہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہے خروج اس حیلہ کا سبب مبنی یمینوں کے قاعدے سے یعنی بنا یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین میں مذکور ہوچکا ہے تو حسب نفی یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اسنے بنا یمین کا قاعدہ چھوڑا وکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی فیحنث

اور اسی طرح کا حکم ہو انعقاد اور حنث فی الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اُسکی موت کو جان کر اسواسطے کہ ممکن ہو قتل اُس میت کا بعد زندہ کر دینے حق تعالے کے پھر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالما بموتہ فلا یحنث لانہ عقد یمینہ علی حیوۃ کانت فیہ ولا یتصور کمسئلۃ الکوز و کقولہ ان ترکت مس السماء فعبدہ حر لان الترک لا یتصور فی غیر المقدور اور اگر اُس شخص کی موت کو نہ جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا اُسکے قتل کی قسم کھانے سے اسواسطے کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اُس حیات پر جو اُسمین تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہین بالفرض اگر حق تعالی نے اسکو زندہ بھی کر دیا تو یہ زندگی وہ زندگی نہین جسپر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان مین مسئلہ کوزہ کے مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر مین آسمان کا چھونا چھوڑ دون تو اُسکا غلام آزاد ہی اسواسطے کہ ترک متصور نہین امر غیر مقدور مین یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو بر یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے عدم قدرت عادی مراد ہی کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وھو نائم فایقظہ فلو لم یوقظہ لم یحنث ھو المختار قسم کھائی کہ مثلا زید سے کلام نہ کریگا پھر اُسکو پکارا اور وہ سوتا تھا سو اُسکو جگایا تو حانث ہوگا سو اگر اُسکے پکارنے سے نجاگا تو حانث نہ ہوگا یہی قول مختار ہی اور غیر مختار قدوری کا قول ہی یعنی ایقاظ شرط نہین حنث کی ولو مستیقظا حنث لو بحیث یسمع بشرط انفصالہ عن الیمین فلو قال موصولا ان کلمتک فانت طالق فاذھبی او واذھبی لا تطلق مالم یرد الاستیناف ولو قال اذھبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اُسکے پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہو کہ اُسکی آواز کان لگانے سے سُن سکے بشرطیکہ کلام ندا سے منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہو اسطرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھسے کلام کرون تو تو طالق ہی سو تو جا یا یون کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی تاوقتیکہ ابتدا کلام کی نیت نہ کریگا اور اگر ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذھبی کہیگا بدون فی اور و کے تو مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ یہ کلام جداگانہ ہی یمین سے متصل نہین مع فاذھبی یا واذھبی بسبب فا او روا و عاطفہ کے یمین سے موصول ہی لہذا اس کلام سے بلا نیت استیناف حانث نہ ہوگا بخلاف اذھبی کے کہ اسمین کوئی حرف وصل نہین تو بسبب استیناف کے حانث ہوگا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا وکذا وقصد اسماع المحلوف علیہ لم یحنث زیلعی اور اگر کہا کہ اے دیوار سُن یا ایسا ویسا کام کر اور اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی الزیلعی اور اگر سنانے کا قصد نہ ہو تو بطریق اولے حانث نہوگا حانث اسواسطے نہ ہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہین ہوتا اور دلیل اُسکی وہ روایت ہی کہ عبد الرحمن بن عوف نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفان سے نہ کلام کرینگے تو جب عبد الرحمن اُنکی طرف ہوکر نکلتے تھے تو جو مطلب کہنا ہوتا تھا وہ یون کہتے تھے کہ اے دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہین بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کی طرف کافی ہی عدم حنث مین چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہو کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بھائی سے کریگی تو تجھکو طلاق ہی پھر جب اُسکا بھائی اُسکے پاس آیا اور اُسکے پاس ایک لڑکا تھا نا فہم تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کرکے کہ میرے زوج نے ایسا کیا یہان تک کہ اُسکے بھائی نے سنا تو اُسپر طلاق واقع نہ ہوگی اسواسطے کہ اُسنے بھائی سے شکایت نہین کی کیونکہ اُسکی طرف مخاطب نہین ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کریگا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جنمین زید بھی تھا سو حانث ہوگا اور اگر زید کی طرف خطاب کی نیت نہ کریگا تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہ ہوگا خواہ زید داہنے طرف ہو خواہ بائین طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے کواڑ مین دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ سأل محمد حال صغرہ ابا حنیفۃ عمن قال لا واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابو حنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد وقال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابو حنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال محمد احسنت فقال ابو حنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع لی قولہ حسنا او احسنت ور سراجیہ مین ہی کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کی حالت مین امام ابو حنیفہ سے اُس شخص کے حق مین جسنے دوسرے سے کہا واللہ مین تجھسے کلام نہ کرونگا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ خوب تامل کیجیے تو سر جھکا لیا امام نے پھر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمد نے کہا خوب کہا آپنے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وہ لفظون مین سے

کونسا لفظ تیسرے واسطے در ذاک ہی اُسکا احسنتَ کہنا یا احسنت کہنا سوال محمد کا دو امر کو محتمل تھا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہو یا قال سے اگر لا اکلمک سے
متعلق ہو تو یہ مطلب ہو کہ تجھ سے تین بار کلام نہ کرونگا اول امام یہی سمجھے لہذا فرمایا کہ پھر کیا ہوا یعنی حالف نے کئی بار اس قسم کے بعد کلام کیا اور اگر ثلث مرات
کو قال سے متعلق کیجیے تو مطلب یہ ہو کہ حالف نے تین بار یہ کہا کہ تجھ سے کلام نہ کرونگا سوال سے محمد کو یہی مقصود تھا لہذا جواب مین کہا کہ تامل کر کے
جواب دیجیے پوچھنے کی کچھ حاجت نہین پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث ہوگا اسواسطے کہ
ایکبار کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دو بار حنث ہوا اور اخطأت کہنا اسواسطے مکروہ معلوم
ہوا کہ عدم تامل مجیب پر دلالت کرتا ہی اور احسنت کہنا اسواسطے برا معلوم ہوا کہ علم سائل پر دلالت کرتا ہی یعنی سائل کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان
کے واسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفلی مین یہ گفتگو ہوئی تو امین محمد بن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت نہین ہوتی حلف لا یکلمہ الا
باذنہ فاذن لہ ولم یعلم بالاذن فکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم یا قسم کھائی کہ اُس سے کلام نہ کریگا مگر اُسکے اذن
سے سو اُسنے اذن دیا اور حالف کو اُسکا اذن دینا معلوم نہ ہوا پھر اُس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان بمعنے
اعلام ہی تو اذن مین علم مشروط ہوا مگر اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہی کذا فی النہر اسواسطے کہ اشتقاق صغیر مین مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا بلکہ مزید
مجرد سے مشتق ہوتا ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا یا اذن وقوع فی الاذن سے ماخوذ ہی بہرصورت تحقیق اذن کا بدون سماع کے نہین ہوتا بخلاف
لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضیٰ من اعمال القلب فیتم بہ بخلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اُسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہو گیا
اُسکے کلام سے اور حالف کو اسکی رضا کا علم نہ ہوا پھر اُسنے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہی تو اُسکا تحقیق فقط دل ہی سے
تمام ہوگا علم حالف اسمین شرط نہین الکلام والتحدیث لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکتابۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہین
ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہ ہوگا اشارہ کرنے اور لکھنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نہ کریگا پھر اُسکو خط لکھا یا اُسکی طرف پیام بھیجا
یا اُسکی طرف آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح وفی الخانیۃ لا اقول لہ کذا فکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل
المصنف بعد مسئلۃ شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ مین ہی قسم کھائی کہ اُس سے نہ کہونگا ایسا پھر اُسکی طرف لکھ بھیجا تو حانث
ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام مین کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہی نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہی کہ قول مثل
کلام کے ہی یعنی کتابت سے قول بھی ثابت نہین ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے ہم تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول مین تین قول مین جامع کا یہ قول ہی کہ کلام اور قول
کتابت سے ثابت نہین ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہی کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہی نہ کلام اور ابن سماعہ نے ہی فوائد مین کہا کہ کلام اور قول
دونون کتابت سے ثابت ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا
اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہین نہ اشارہ اور ایما سے ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ الایماء کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا
تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہی اور کلام سے بھی والاظہار والافشاء والاعلام یکون بالکتابۃ
والاشارۃ ایضاً اور اظہار اور افشا اور اعلام کتابت سے ہوتا ہی اور اشارہ کرنے سے بھی ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح مین انشا بنون [illegible] والتی
مین افشا ہی فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے اشارہ کی نیت نہین کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً یعنے اگر عدم اظہار
وغیرہ کی قسم کھائی اور اشارہ کر دیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک دفی لا
یدعوہ او لا یبشرہ یحنث بالکتابۃ اور اس قسم مین کہ اُسکو نہ بلاویگا یا اُسکو بشارت نہ دیگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی او اعلمتنی

[illegible]

ان فلانا قدم ونحوہ یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا مانند اسکے تو میرا غلام آزاد ہی تو حانث ہو گا صدق اور کذب سے یعنی اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب بہر صورت غلام آزاد ہوگا ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا الصاق الخبر بنفس القدوم کما حققناہ فی بحث الباء من الاصول اور اگر یون کہا کہ اگر تو مجکو بقدوم فلانی یا مانند اسکے خبر کریگا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ بار جارہ الصاق خبر نفس قدوم کا فائدہ دیتی ہی چنانچہ اصول کی کتاب مین ہمنے اسکو محقق کیا ہو بار جارہ کی بحث مین یعنی بار جارہ الصاق کے واسطے موضوع ہی تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہین ہو سکتا لہذا اخبار بالکذب اسمین مراد نہین ہو یا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی ان فلانا قدم مین بار جارہ مقدر ہی اسواسطے کہ حذف جار کا ان سا تہ مطرد ہی تو چاہیے کہ وہان بھی اخبار بالکذب سے حانث نہو وکذا ان کتبت بقدوم فلان کما سیجئ فی الباب الآتی اور اسی طرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہی اس مثال مین کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانے کریگا چنانچہ اگلے باب مین آویگا وسأل الرشید محمدا عمن حلف لا یکتب الی فلان فاومأ بالکتابۃ ہل یحنث فقال نعم یا امیر المؤمنین ان کان مثلک اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمد سے کہ جسنے قسم کہائی کہ فلانے شخص کو نہ لکھے گا پہر اسنے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمد نے کہا ہان یا امیر المؤمنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو اسواسطے کہ بادشاہ خود نہین لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہی کتابت کا اور عادت سلاطین اور امراکی یہ ہی کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہین لا یکلمہ شہرا فہو من حین حلف قسم کہائی کہ فلانے سے ایک مہینہ نہ کلام کریگا تو ابتدا مہینہ حلف کے وقت سے ہوگی تیس دن تک ولو عرفہ فعلی ما فیہ اور اگر حالف نے مہینہ کو معرفہ مذکور کیا یعنی یون کہا لا یکلمہ الشہر تو اس مہینے کی باقی تاریخون پر حنث ہوگی مثلا پچیسوین تاریخ قسم کہائی تو پانچ یا چہ روز باقی مین اگر کلام کریگا تو حانث ہوگا بخلاف لاعتکفن او لاصومن شہرا فان التعیین الیہ بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کرونگا یا روزہ رکھونگا تو حالف کو تعیین کا اختیار ہی چاہے حلف کے وقت سے مہینہ بھر اعتکاف کرے اور چاہے باقی تاریخون مین اعتکاف کرے اور یہی حکم ہی سال اور دن کا اور بدائع مین ہی کہ اگر مثلا پہر دن رہے قسم کہائی کہ ایک دن کلام نہ کریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن کے پہر دن تک اور یہی حکم ہی رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما یمتد للابد لاخراج ما ورائہ وفیما لا یمتد لہ للمد الیہ زیلعی اور فرق کلام اور اعتکاف مین یہ ہی کہ ذکر وقت کا اس فعل مین جو شامل ہی دوام کو واسطے اخراج ما سوا وقت کے ہوتا ہی اور جس فعل مین شمول دوام کا نہین تو اسمین ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہی اسوقت تک کذا فی زیلعی مثلا اگر عدم کلام کی یمین مین مہینہ مذکور نہ ہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ کے ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین مین اگر مہینہ مذکور نہ ہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہ ہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہی حلف لا یتکلم فقرأ القرآن او سبح فی الصلوۃ لا یحنث اتفاقا قسم کہائی کہ کلام نہ کریگا پہر اسنے قرآن پڑھا نماز مین یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز مین کہا تو بالاتفاق حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکو عرف اور شرع مین متکلم نہین کہتے کذا فی المنح وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر کما رجحہ فی البحر ورجح فی الفتح عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن التہذیب انہ لا یحنث بقرأۃ الکتب فی عرفنا انتہی وقواہ فی الشرنبلالیۃ قائلا ولا علیک من کثرۃ التصحیح لہ مع مخالفۃ العرف ویقاس علیہ القاء درس ما لکن یعکر علیہ ما فی الفتح واما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم انتہی نہر المنظوم لی تامل اور اگر قرأت قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ اسی کو ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اور فتح القدیر مین ترجیح دی ہی عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقا خواہ قرأت اور تسبیح نماز مین ہو خواہ خارج نماز خواہ یمین عربی مین ہو خواہ فارسی مین اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہی بلکہ خود بحر الرائق مین تہذیب قلان سے منقول ہی کہ حانث نہین

ہوتا کتابون کے پڑھنے سے ہمارے عرف مین انتہی کلامہ ورد قوی کیا ہی فتح القدیر کے قول کو شرنبلالیہ مین اسطرح کہکر تجدید اکثریت پر تصحیح حنث کا تردد کرنا لازم نہین باوجود مخالفت عرف کے اور تہذیب کے قول پر قیاس کیا گیا ہی درس کا القا یعنی شاگرد کا پڑھانا بھی کلام مین داخل نہین مانند پڑھنے کے بنا بر عرف کے یہ قیاس ہی صاحب نہر کا لیکن قیاس مذکور پر وارد ہوتا ہی جو فتح القدیر مین ہی یعنی شعر پڑھنے سے تو حانث ہوگا اسواسطے کہ شعر کلام منظوم ہی انتہی کلام الفتح تو غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہوگا سو تامل کرو تامل کی وجہ یہ ہی کہ جب بعلت کلام منظوم ہونے کے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے چنانچہ درس ہی بطریق اولی حانث نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قرارت کتب پر غیر مسلم ہی کذا فی الطحطاوی حلف لا یقرأ القرآن الیوم یحنث بالقراءة فی الصلوة او خارجها قسم کھائی کہ آج کے دن قرآن نہ پڑھیگا تو حانث ہوگا قرآن پڑھنے سے نماز مین یا غیر نماز مین ولو قرأ البسملة فان نوی ما فی النمل حنث والا لا لانهم لا یریدون به القرآن اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس قرارت سے سورہ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر یہ نیت نہ کی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بسم اللہ کہنے سے لوگ قرارت قرآن کا ارادہ نہین کرتے ہین بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہین ولو حلف لا یقرأ سورة کذا او کتاب فلان لا یحنث بالنظر فیه وفهمه به یفتی واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی سورت یا فلانے کا خط نہ پڑھیگا تو اسمین نظر کرنے اور اسکا مطلب سمجھنے سے حانث نہ ہوگا یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الواقعات اسواسطے کہ نظر اور فہم قرارت نہین حلف لا یکلم فلانا الیوم فعلی الجدیدین لقرانه الیوم بفعل لا یمتد فعمته قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص سے آج کے دن تو یہ حلف رات اور دن دونون پر شامل ہوگا بسبب متصل کرنے حالف کے یوم کو اس فعل سے جسکو امتداد نہین تو لیل اور نہار دونون کو شامل ہوگا کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکا کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت مراد ہوگا اور چونکہ کلام غیر ممتد ہی لہذا لیل و نہار دونون کو شامل ہوگا لیل و نہار کو جدیدین بواسطے انکے تجدد کے کہا طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی یہ مثال صحیح نہین اسواسطے کہ لا اکلم فلانا الیوم کا یہ حکم ہی کہ یمین باقی دن تک ہی رات کو شامل نہین اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کہ اگر حالف نے مثلا پہر دن چڑھے کہا لا اکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہیگی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جاویگی اور جو مثال اسکی کنز وغیرہ متون مین ہی سو یون ہی یوم اکلم فلانا فامرأته الجدیدین فان نوی النهار صدق لانه الحقیقة اگر مثال مذکور مین نیت نہار کی کریگا یعنی یوم سے فقط نہار مراد لیگا تو اسکی تصدیق ہوگی دیانتہ بھی اور قضاءً بھی اسواسطے کہ نہار حقیقت ہی یوم کی تو در صورت نیت حقیقت مجاز مراد نہ ہوگا تو اس صورت مین یوم لیل اور نہار کو شامل نہ ہوگا ولو قال لیلة اکلم فلانا فهو فکذا علی اللیل خاصة لعدم استعماله مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یون کہا کہ جس رات کہ مین کلام کرون فلانے سے تو ایسا ہو تو یمین رات پر مخصوص ہوگی بسبب نہ مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت مین ہم یہ شارح نے دفع دخل کیا کہ بعضے اشعار عرب مین لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ بلفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت مین مستعمل ہی نہ بلفظ مفرد قال ان کلمته ای عمرا الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فکذا فکلمه قبل قدومه او قبل اذنه حنث ولو بعدهما لا یحنث لجعل القدوم والاذن غایة لعدم الکلام کہا اگر مین عمرو سے کلام کرون مگر یہ کہ زید آوے یا یہان تک کہ زید آوے یا یون کہا کہ اگر مین اس سے کلام کرون تا اینکہ زید اذن دے یا یون بولا کہ اگر مین اس سے کلام کرون تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اس سے بات کی قبل قدوم زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہ ہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن کو غایت عدم کلام کے ہم یمین باقی رہتی ہی قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہی بعد غایت کے تو بعد انتہاے یمین حانث نہ ہوگا سو حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو صریح ہی مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہی اسواسطے کہ اصل الا مین استثنا ہی لیکن شرط اور غایت کے واسطے مجازا مستعمل ہوتا ہی جب کہ استثنا متعذر ہو اسواسطے کہ استثنا اور شرط اور غایت مین یہ مناسبت ہی کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہی مابعد کے کذا فی المنح وان مات زید قبلهما سقط الحلف اور اگر زید مر گیا قبل قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہو گئی اسواسطے کہ یمین کا محل ہی نہ باقی رہا قید بتاخیر الجزاء لانه لو قدمه فقال امرأته طالق ان کلمته الا ان یقدم زید لم یکن للغاية

[illegible]

علی الشرط کالطلاق والعتاق مما لا یحتمل التاقیت فلا تطلق بقدومہ مصنف نے مثال مذکور کو بقید بتاخیر جتایا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور میں جزا
کو مقدم کیجیے یعنی یوں کہے کہ تیری عورت مطلقہ ہے مگر یہ کہ زید آوے تو اس صورت میں الا واسطے غایت کے نہیں بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی
چیز نہیں جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے ہم الا بمعنی غایت وہاں ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہو اور
طلاق اسکا محتمل نہیں لہذا یہاں بمعنی شرط ہے تو گویا اسنے یوں کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے
نہ واقع ہوگی بلکہ اسکی موت سے ہوگی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی
یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین
ساقطۃ والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین لما تقدم فالثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے
نہ بولونگا یہانتک کہ مثلا زید مجکو اذن دے یا حالف نے اپنے قرضدار سے کہا کہ واللہ میں تجکو نہ چھوڑونگا یہانتک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرضدار
نے قسم کھائی کہ البتہ اسکا قرض آج ادا کریگا پھر زید مرگیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہوگیا قرضدار قرض معاف ہوجانے سے تو قسم ساقط ہوجائیگی اور اصل
سقوط کی یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہوگئی تو اسکے فوت ہونے سے قسم باطل ہو جائیگی امام اعظم اور محمد رح
کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ ما زال و ما دام و ما کان غایۃ ینتہی الیمین بہا فلو حلف لا یفعل کذا ما دام ببخارا
فخرج منہا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمہ ما زال اور ما دام اور ما کان کا غایت کے واسطے ہے تو یمین انہی کے ساتھ آخر ہو جاویگی تو اگر قسم کھائی
کہ ایسا نہ کریگا ما دام کہ بخارا میں ہیگا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہیں پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جسکے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے
یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام ما دام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ لانتہاء الیمین ببیع البعض اور
اسی طرح قسم کھائی کہ اس طعام کو نہ کھاویگا جبتک کہ فلانے کے ملک میں رہیگا سو فلانے نے اس طعام سے کچھ بیچا تو باقی طعام کے کھانے سے حانث نہ ہوگا بسبب منتہی
ہونے قسم کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تقضینی حقی الیوم او حتی اقدمک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بفراقہ بعدہ
ولو قدم الیوم لا یحنث لو فارقہ بعدہ بحر اور اسی طرح قسم کھائی کہ تجکو نہ چھوڑونگا یہانتک کہ تو میرا حق دے آج کے دن یا یوں کہا کہ تجکو نہ چھوڑونگا
یہانتک کہ تجکو حاکم کے پاس لیجاؤں آج کے دن تو حانث نہ ہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد اسکے قرضدار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم
کو مقدم کیا یعنی یوں کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پھر وہ دن گذر گیا اور اسنے اسکو نہ چھوڑا اور قرضدار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ حالف نے اسکو
بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ حالف نے فراق کے واسطے اسی دن کو وقت ٹھیرایا تھا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو حلف ان یجرہ الی باب القاضی
ویحلفہ فاعترف الخصم او ظہر شہودہ سقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال انکارہ کما سیجیء فی باب الیمین فی الضرب اور اسی طرح اگر
قسم کھائی اسکی کہ مدعا علیہ کو قاضی کے دروازہ کھینچ لیجاویگا اور قسم دلاویگا پھر اقرار کیا اسنے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہو جاویگی بسبب مقید ہونے
یمین کے باعتبار معنی کے اس حال سے جبکہ وہ منکر تھا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب میں وفی حلفہ لا یکلم عبدہ او عبد فلان او عرسہ
او صدیقہ او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ دکلمہ لم یحنث فی
العبد ونحوہ مما یملک کالدار اشار الیہ ہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار وکان کالثوب والدار اور قسم میں
کہنے کے مثلا زید کے غلام سے کلام نہ کریگا یا اسکی زوجہ یا اسکے دوست سے یا اسکے گھر میں داخل ہوگا یا اسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اسکا کھانا نہ کھاویگا یا اسکے جانور پر سوار
نہ ہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہو گئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور میں یا طلاق دینے سے زوجہ میں یا دشمنی ہونے سے دوست میں اور کلام کیا اس سے

تو حانث نہ ہوگا غلام میں اور اُسکے مانند میں جو قابل کلام ہے چنانچہ خواہ قسم کے وقت اُسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو بنا بر قوی مذہب کے یعنی خواہ یوں کہا کہ واللہ میں زید کے اس غلام سے نہ بولونگا یا یوں کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولونگا ہر صورت اُسکے بولنے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہے احرار کے نزدیک تو وہ مانند ثوب اور دار کے ہوگیا اور غلام اس لائق نہیں ہوتا کہ شخص حر اُسکے عدم تکلم کی قسم کھاوے تو قسم نہ ہوگی مگر اُسکے مالک کے سبب سے پھر جب اُسکا وہ مالک ہوگیا بیع سے تو عدم تکلم کا غیر جاتا رہا لہذا حانث نہ ہوگا اور یہی حکم ہے ترک دار اور ثوب اور طعام کا (فی غیرہ) ای فی تکلم غیر العبد من الزوج والصدیق لا الدار لانہا لا تتکلم فتکون الدار مسکوتا عنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولیٰ فتبصر اور اُسکے غیر میں یعنی غیر عبد کے کلام کرنے میں مراد غیر عبد سے زوجہ اور دوست ہے نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنے کے نہیں تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا بطریق اولے معلوم ہے سو خبردار ہو جا ہر ماتن نے مثال میں اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل میں اول عبد کا حکم بیان کیا پھر غیر عبد کا حکم مذکور کیا حالانکہ غیر عبد میں دار بھی داخل ہے لیکن حکم ثانی میں وہ شامل نہیں لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہے اس دلیل سے کہ دار لائق کلام نہیں تو اُسکا حکم مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہیں کیا تو اُسکے ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے بطریق اولے معلوم ہے تو اُسکے حکم کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی وجہ اولویت کی یہ ہے کہ زوال اضافت سے تکلم عبد سے حنث نہ ہوا حالانکہ عبد میں عقل ہے کراہت ذاتی اسمیں ممکن ہے تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہ ہوگا اسواسطے کہ دار میں تعقل نہیں کہ اُسکے دخول سے کراہت ذاتی تصور ہو پھر شارح نے بعد اس توجیہ کے آخر کو آگاہ کردیا کہ تعمیم ماتن کی غیر مناسب ہے (ان اشار بہذا او عین حنث لان الحکم لذاتہ ولا یشر ولم یعین لا یحنث وحنث بالمتجدد) بان اشتری عبدا وتزوج بعد الیمین اور غیر عبد میں یعنی زید کی زوجہ اور دوست کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اُسکو معین کردیا نام لیکر تو حانث ہوگا بعد زوال اضافت کے اسواسطے کہ حکم بالذات بھی چھوڑا جاتا ہے اور اگر اشارہ نہیں کیا اور نہ نام اُسکا لیا یعنی یوں کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نہ کرینگا تو بعد زوال اضافت کے حانث نہ ہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور زوجہ جدیدہ کے کلام سے تجدید کی صورت یہ ہے کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے (لا یکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلاً فکلمہ بعد ما باعہ حنث لان الاضافۃ للتعریف [illegible]) قسم کھائی کہ مثلاً اس طیلسان والے سے کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ اضافت اور نسبت شناخت کے واسطے ہے کچھ قید نہیں اور اسی واسطے اگر طیلسان مول لینے والے سے کلام کردیگا تو حانث نہ ہوگا طیلسان معرب ہے تیالسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور بعضا اُسکا تانا بانا صوف کا ہوتا ہے کذا فی المنح (الزمان والحین ومنکرہما ستۃ اشہر من حین حلفہ لانہ الوسط) لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلا لام مراد اُس سے چھ مہینے ہیں ابتدا حلف سے اسواسطے کہ چھ مہینے متوسط استعمال ہے زمان اور حین کا ہم حین گاہے زمان قلیل میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (فسبحان اللہ حین تمسون) مراد یہاں ساعت سا ہے اور گاہے حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (ہل اتی علی الانسان حین من الدہر) انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور حین سے چالیس سال مراد ہیں اور گاہ حین چھ مہینے میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (تؤتی اکلہا کل حین) ابن عباس نے کہا کہ حین سے یہاں چھ مہینے مراد ہیں اور چونکہ چھ مہینے متوسط ہیں ہر استعمال حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کے حلف میں اسی قدر مراد ہوگا اسلیے کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کھانے پر موقوف نہیں بلا قسم بھی متصور ہے اور چالیس برس کی مدت دراز ہے بیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہیں لہذا متوسط رتبہ متعین ہوگیا اور لفظ زمان کا استعمال بھی حین کے برابر ہوا اسیلئے مثل حین کے مثل زمان ایک ہی معنی میں مستعمل ہے کذا فی المنح والطحطاوی (وبہا ای بالنیۃ ما نوی فیہما علی الصحیح) اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان میں کیگا وہی مراد ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع یعنی چھ مہینے کی تقدیر حین اور زمان میں اسوقت ہے جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت نہ کی ہو اور بصورت نیت

نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی **وغرۃ الشہر ورأس الشہر اول لیلۃ منہ ویومہا** اور غرہ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اسی کا دن مراد ہی **واولہ الی ما دون النصف وآخرہ اذا مضی خمسۃ عشر یوما فلو حلف ان یصوم اول یوم من آخر الشہر وآخر یوم من اول الشہر صام الخامس عشر والسادس عشر** اول شہر نصف مہینہ سے کم تر تک ہی اور آخر شہر اسوقت سے ہی جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز مین اور اول شہر کے آخر دن مین روزہ رکھیگا تو پندرہوین اور سولہوین تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولہوین آخر شہر کا پہلا روز ہی اور پندرھوین اول شہر کا پچھلا دن ہی طحطاوی نے کہا متن کو مناسب تھا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہی جیسا کہ قہستانی نے کہا ہی اسواسطے کہ پندرھوین تاریخ کو فقہانے اول شہر کا آخر دن کہا ہی **والصیف من حین التلبس بالحشو الی لبسہ ضدہ والشتاء بدائم** اور گرمی کا موسم اسوقت سے ہی جب روئی بھرا کپڑا اتار ڈالا جاوے یہان تک کہ پھر اسکے پہننے کی نوبت آوے اور سردی کا موسم اسکے بالعکس ہی کذا فی البدائع م فتاوی عالمگیری مین واقعات سے منقول ہی کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہی اور قول مختار یہ ہی کہ اگر قسم کھانے والا اس شخص مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون تو اسکی قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہ ہو تو شتا وہی ہی جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اسکی بالعکس ہی اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہی اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہی اول شتا تک **وفی حلفہ لا یکلمہ الدہر والابد ہو العمر ای مدۃ حیوۃ الحالف عند عدم النیۃ** اور اس قسم مین کہ کلام نہ کریگا اس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہی یعنے حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی درصورت نیت اسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہونا اسوقت ہی جبکہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو **ودہر منکر لم یدر وقالا ہو کالحین وغیرہ خاف انہ اذا لم یدر عن الامام شیٔ فی مسئلۃ وجب الافتاء بقولہما** اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا کہ اسکی حد کیا ہی اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین کے ہی یعنی چھ مہینے پر محمول ہی اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہین کسی مسئلہ مین تو اسمین فتوی دینا صاحبین کے قول پر واجب ہی کذا فی النہر الفائق م امام اعظم نے دہر منکر مین یعنی جس پر الف لام تعریف کا نہ ہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ دہر کیا ہی اسواسطے کہ استعمال دہر کا انحا ثلثہ پر یعنی مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اسکی تقدیر کیجیے اور اول زمان متیقن تھا لیکن اسکی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہی اسواسطے کہ لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بھی متصور ہی لہذا اسمین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہی امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کر دیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی کے حاشیہ مین ہی کہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیہ اشباہ مین مصرح کہا ہی اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہی کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہ ہو تو امام شافعی کی طرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نہ پاوے تو امام شافعی کے مذہب کی طرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین **وفی السراج توقف الامام فی اربعۃ عشر مسئلۃ ونقل لا ادری عن الائمۃ الاربعۃ بل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن جبرئیل علیہ السلام** اور سراج مین ہی کہ توقف کیا ہی امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنی مین نہین جانتا چارون اماموں سے منقول ہی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام سے بھی لا ادری منقول ہی م کرمانی مین مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہی فرمایا کہ مین نہین جانتا جبریل سے دریافت کرونگا جبریل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پھر حق جل شانہ نے فرمایا خیر البقاع مساجد ہین اور مساجد کے بہتر لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہوتے ہین اور آخر کو نکلتے ہین اور مساجد کے آنے والون مین برے لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب سے پیچھے آتے ہین اور اول نکل جاتے ہین اور حقائق مین مذکور ہی کہ اسمین تنبیہ ہی عالم اور مفتی کے واسطے کہ جو امر معلوم نہ ہو اسمین توقف کرنے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنے سے ننگ و عار نہ کرے اسواسطے کہ درصورت عدم علم

امام اعظم
نے چودہ
مسئلون مین
فرمایا کہ
جواب مین
نہین جانتا

جرأت کرکے مسئلہ بتانا افترا علی اللہ ہی تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسایل مذکورہ کے نو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم مین یون بیان کئے ہین نظم

سَل الامام ابا حنیفة دینہ + ان قال لا ادری لتسعة اسولہ + اطفال اہل الشرک این محلہم + وہل الملائکة الکرام مفضلہ + ام انبیاء بالمدح ثم اللحم من + جلالة انی لطیب لاکل لہ + والدہر مع وقت الختان وکلبہ + وصف المعلم اتی وقت حصلہ + والحکم فی الخنثی اذا ما بال من + فرجیہ مع سور الحمار اشکلا + واجائز نقش الجدار المسجد من وقف ام لم یجز ان یفعلہ کذا فی الطحطاوی الایام وایام کثیرة والشهور والسنون والجمع والازمنة والاحایین والدهور عشرة من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور ایام اور ایام کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احاین اور دہور کے الفاظ مین بشرط معرف باللام ہونے کے ہر نوع سے دس مراد ہین اسواسطے کہ لفظ عشرہ ان الفاظ مین اکثر ہی جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہین ہم یعنی ایام کے لفظ مین دس روز مراد ہون گے اور شہور مین دس مہینے اور سنون مین دس برس اور جمع مین دس جمعہ اور ازمنہ مین دس زمانہ اور احاین مین دس حین اور دہور مین دس دہر مراد ہون گے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام اقصی استعمال لفظ جمع کی طرف منصرف ہی سو وہ عشرہ ہی اسواسطے کہ لغت عرب مین بولتے ہین ثلثة رجال واربعة رجال الی عشرة رجال پھر جب تجاوز ہوتا ہی عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل نہین ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہی چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح مین جو لفظ جمع بعد سنون کے ہی سو جمعہ کے دن کی جمع ہی تو اگر قسم کھائی کہ لا یکلمہ الجمع تو یمین دس دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعة کے سوا اور ایام مین بولیگا تو حانث نہوگا اور یہ مراد نہین کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہی ہان اگر لفظ جمع سے حالف اسبوع کا قصد کریگا تو دس اسبوع تک ترک کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ففی لا یکلمہ الازمنة خمس سنین تو اس قسم مین کہ لا یکلمہ الازمنة پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے کہ سابق مین مذکور ہو چکا کہ لفظ زمان اور حین چھ مہینے کی طرف منصرف ہی تو جب چھ مہینے کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینے ہوے جسکے پانچ برس ہوتے ہین ومنکرها ثلثة لانہ اقل الجمع مالم توصف بالکثرة کما مرّ اور الفاظ مذکورہ جبکہ نکرہ ہون بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہون گے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہی جبتک نکرہ موصوف بالکثرہ نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ماتن کے قول مین لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرہ ہی تو یمین جمع منکر تین پر محمول نہین بلکہ دس پر محمول ہی اور اسی طرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہونگے حلف لا یکلم عبید فلان او عبیدا او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ ففعل بثلثة منها حنث وان کان لہ تعداد اکثر من ثلثة من کل صنف قسم کھائی کہ غلامون سے یا فلانے کے غلامون سے کلام نکریگا یا اسکے جانورون پر سوار نہوگا یا اسکے کپڑے نہ پہنے گا پھر انمین سے تین کو عمل مین لایا یعنی اسکے تین غلامون سے بات کی یا اسکے تین جانورون پر سوار ہوا یا اسکے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص کے ملک مین ہر نوع تین تین سے زیادہ ہون ہم حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہین اور شارح نے عبیدا کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہو جاے کہ یہان منکر اور مضاف مین کچھ فرق نہین ولا بان کلم اقل من ثلثة لا یحنث ونعنیہ نیتہ الکل اور اگر ویسا نہ کیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا وصحیح ہی نیت کل کی یعنی غلامون کی یا تمام جانورون کی یا سب کپڑون کی نیت کریگا تو دیانة اور قضا صحیح ہی ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او صدقائہ او اخوانہ لا یحنث مالم یکلم الکل مما سمی لان المنع لمعنی فی هولاء فتعلقت الیمین باعیانهم اور اگر یمین حالف کی فلانے کی زوجات یا اسکے دوستون یا اسکے بھائیون پر ہو تو حانث نہوگا جبتک کل سے کلام نہ کریگا جس نوع کا کہ اسنے نام لیا یمین مین اسواسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگون مین کسی معنی کے سبب سے ہی تو یمین متعلق انھون کی ذاتون سے ہوگی بخلاف عبید و دواب و ثیاب کے کہ وہان یمین متعلق ہی ان ذاتون سے جو فلانے کی طرف منسوب ہین اور چونکہ نسبت بلفظ جمع ہی اور اقل جمع تین ہی لہذا تین کے عمل مین لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہی کہ غلام اور دواب فلانے کے لائق نفرت کے نہین لہذا وہان نسبت ملحوظ ہی اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب فعل او حرکت کے لائق نفرت ہین لہذا وہان نسبت کا اعتبار نہین گویا یون کہا لا اکلم ہولاء ولو لم یکن لہ الا اخ واحد فان کان یعلمہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی النهر الاصدقاء والزوجات تلك فی هی من المسائل الاربع التی یکون فیها الجمع للواحد کما فی الاشباہ ولو اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیون سے کلام نہ کریگا تو اگر اسکا سواے ایک کے دوسرا بھائی نہو سو اگر حالف اسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلیے

لہ ابو حنیفہ [illegible]

۹ [illegible] کی صفت [illegible]

[illegible] کا نقش [illegible]

۱۲ [illegible] ان [illegible]

کہ اُسنے جان کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا کذا فی الواقعات اسواسطے کہ اُسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہیں کیا نہر الفائق میں زوجات اور اصدقاء کو بھائیوں کے ساتھ ملحق کیا ہے تفصیل مذکور میں شارح کہتا ہے یہ مسئلہ اُن چاروں مسائل سے ہے جنمیں صیغہ جمع کا واحد کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کذا فی الاشباہ ہم اشباہ کو کتاب الیمین میں ایک مسئلہ بھائیوں کا ہے جو مذکور ہو چکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہے یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اُسکا ایک ہی ولد ہے اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو فلانے شہر میں رہتے ہیں اور اُنمیں کوئی باقی نہ رہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ اس اناج کی تین روٹیاں کھائیگا اور اس اناج میں ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی واما الاطعمۃ والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعا لان المعرف للعہد ان امکن والا فالجنس ولو نوی الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نساء کا در صورت معرف باللام ہونے کے ایک پر واقع ہوتا ہے واسطے منصرف ہونے معرف باللام کے واسطے شخص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہ ہو تو جنس کی طرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کریگا تو صحیح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ لا آکل الاطعمۃ تو جس طعام کی حالف کے شہر میں عادت ہوگی اُسی کے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر طعام واحد کی عادت نہ ہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقیق جنس کا ایک فرد میں بھی ہوتا ہے اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے بولا یعنی یوں کہا کہ لا آکل اطعمۃ تو بدون تین طعام کے حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہے طلاق اور عتاق کی یمین میں الاصل ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ ان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والاوسط لفرد بین العددین المتساویین اس باب کے بعض مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ میت ولد اپنے غیر کے حق میں ولد ہے اور اپنی ذات کے حق میں ولد نہیں اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہے اور اخیر فرد لاحق کا نام ہے اور وسط اُس فرد کا نام ہے جو برابر دو عدد کے درمیان میں واقع ہو ہم ولدیت غیر کے حق ولد ہے یعنے اُسکے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہے حاملہ کی اور اُسکے تولد کے بعد کا خون نفاس ہے اور باندی اُسکی ام ولد ہو جاتی ہے اور اُسکے تولد سے طلاق معلق بالولادۃ واقع ہو جاتی ہے لیکن ولدیت اپنے حق میں ولد نہیں یعنے اُسکا نام نہیں رکھا جاتا اور اُسکو غسل نہیں دیا جاتا اور اُسپر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور وہ وارث نہیں ہوتا اور وصیت اُسکے حق میں نافذ نہیں ہوتی اور آزاد نہیں ہوتا اور اول کے مفہوم میں عدم تقدم غیر ضرور ہے لیکن وجود فرد متاخر لازم نہیں اور اخیر کے مفہوم میں وجود فرد سابق لازم ہے تو اگر شارح اول کی تعریف یوں کرتا کہ اول وہ ہے جسپر اُسکا غیر مقدم نہ ہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وان المتصف باحدہما لا یتصف بالآخر للتنافی وکذلک الفعل بعدہ لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال آخر تزوج اتزوجہا فالتی اتزوجہا طالق طلقت المتزوجۃ مرتین لانہ جعل الآخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الآخر اور قاعدہ یہ ہے کہ جو ذات کہ موصوف ہوگی ساتھ ایک کے اُن ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہ ہوگی یعنی ذات کہ موصوف باولیت ہے وہ موصوف بآخریت نہیں ہو سکتی بسبب مخالفت کے اور یہی ہے ایسا فعل یعنے فعل البتہ موصوف باولیت وآخریت ہوتا ہے بسبب عدم تخالف اور تنافی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالآخریت ہے وہ غیر ہے فعل اول کے جو موصوف باولیت ہے تو اگر بولا کہ آخر نکاح جو میں کروں تو جس سے پچھلا نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبارہ نکاح کیا اسواسطے کہ اُسنے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہے تو پہلا نکاح عورت کا وہی آخر ہے ہم ایک عورت سے دوبارہ نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ عورت سے اول نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف بآخریت ہوا اور اگر یوں کہے کہ پچھلی منکوحہ مطلقہ ہے بعد اسکے ایک عورت سے نکاح کرے پھر دوسری سے نکاح کرے پھر پہلی کو طلاق دے پھر اُس سے نکاح کرے پھر زوج مرجاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلیئے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہو چکی اب وہ پچھلی نہیں ہو سکتی بسبب تنافی کے کذا فی الطحطاوی اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبدا عتق لما مر ان الاول اسم لفرد سابق قد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کروں وہ آزاد ہے پھر اُسنے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ اول اُس فرد کا نام ہے جو سابق ہو اور وہ اسمیں حاصل ہوا ام قہستانی نے کہا کہ وجود سابق میں بیان تامل ہے اور شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ سابق لاحق کا مقتضی ہے اور لاحق یہاں موجود نہیں تو اگر شارح یوں کہتا کہ اول وہ فرد ہے جسپر کوئی مقدم نہ ہو تو بہتر ہوتا

چنانچہ پیشتر مذکور ہوچکا ولو اشتری عبدین معًا ثم آخر فلا عتق اصلاً لعدم الفردیۃ اور اگر دو غلاموں کو ساتھ ہی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا بسبب عدم فردیت کے یعنی تعلیق ایک غلام کی خرید پر تھی سو دو غلام کی خرید میں متحقق نہیں اور تیسرا غلام اول نہیں فان زاد کلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق الثالث عملاً بما وصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے یعنی اگر یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا میں خرید کروں وہ آزاد ہے تو تیسرا آزاد ہے اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خرید ہوا یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنے پہلا غلام جسکو سیاہ خرید کروں یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنے پہلا غلام جسکو دیناروں سے خرید کروں تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا یا دو غلام درم سے خرید ہوئے ہونگے اور تیسرا دیناروں سے تو وہ آزاد ہوجاویگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحد فاشتری عبدین ثم اشتری واحدًا لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ للاحتمال ای لان قولہ واحدًا یحتمل ان یکون حالاً من العبد او المولیٰ فلا یعتق بالشک وجوز فی البحر جرہ صفۃ للعبد فھو کوحدہ وجوز فی النھر الرفع خبر المبتدأ محذوف فھو کواحد اور اگر کہا کہ غلام جسکو میں خرید کروں درحالت وحدہ وہ آزاد ہے پھر اسنے دو غلام خریدے پھر ایک غلام خریدا تو تیسرا غلام آزاد نہ ہوگا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کی طرف اشارہ کیا یعنی واحد کا لفظ اس مثال میں محتمل ہے کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولیٰ سے اسواسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونوں سے واقع ہوسکتا ہے تو آزاد نہ ہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہاں لفظ وحدہ کا حال نہیں پڑسکتا ہے بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق میں واحد کے لفظ میں جر تجویز کیا ہے باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بجائے وحدہ ہوگیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا نہ مولیٰ کا تو غلام آزاد ہوجاویگا اور نہر الفائق میں رفع واحد کا تجویز کیا ہے بمبتدا محذوف کی خبر ڈال کر یعنے ہو واحد تو اس تقدیر میں مانند اول عبد واحد اشتریہ کے ہو ولو قال اول عبد املکہ فھو حر فملک عبدًا ونصف عبد عتق الکامل وکذا الثیاب بخلاف المکیل والموزونات للمزاحمۃ زیلعی اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہے کپڑوں کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزوں کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی نصف غلام کا پورا غلام نہیں تو عبد کامل کے نام میں نہ شریک ہوگا تو عبد کامل سے فردیت اور اولیت کے نام کو قطع نہ کریگا بخلاف کیل اور موزون کے یعنی اگر یوں کہا کہ اول سیر جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو اسپر کچھ لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ کیل اور موزون میں نصف کل میں شریک اور مزاحم ہوجاتا ہے اسواسطے کہ ملانے سے ایک چیز ہوجاتا ہے یعنی آدھ سیر کو جب آدھ سیر سے ملائے تو پورا سیر ہوجاتا ہے اور ثوب اور عبد میں نہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہیں کذا فی النہر قال آخر عبد املکہ فھو حر فملک عبدًا فمات الحالف لم یعتق لان الآخر من الاول بعدہ وفی العکس کالبعد لابد لہ من قبل بخلاف القبل کہا کہ پچھلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مر گیا تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ آخر کے واسطے اول کا ہونا ضرور ہے سو یہاں موجود نہیں بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہیں جیسے بعد کے واسطے قبل کا ہونا ضرور ہے بخلاف قبل کے کہ اسکے واسطے بعد کا ہونا ضرور نہیں فلو اشتری الحالف المذکور عبدًا ثم عبدًا ثم مات الحالف عتق الثانی مستندًا الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء فی الصحۃ والا فمن الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مر گیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید کے وقت سے مستند ہوکر تو اعتبار اسکے عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خرید اسکی حالف کی صحت میں ہوئی ہوگی اور نہیں تو ثلث مال سے آزاد ہوگا اور وجہ استناد کی یہ ہے کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا ہے اسواسطے کہ حیات میں تیسرے غلام خرید کرنے کا احتمال ہے اور فی الحقیقت متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت خرید کے وقت سے ثابت ہے لہذا اسکا عتق بھی وقت شراء سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فارًا بالتعلیق البائن بالآخر خلافًا لھما اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہ ہوگا اگر اسنے طلاق بائن زوجہ کے پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح میں کروں سو مطلقہ ہے تو امام کے نزدیک نکاح کے وقت سے طلاق واقع ہوگی لہذا وہ فار نہ ہوگا تو اگر اس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور

لہ یعنی ان لفظ کا بھی احتمال ہے اس صورت میں آزاد نہ ہوگا جیسا حاصل یعنی آزاد ہوجاتا ہے ۱۲

عدت اسکی حیض سے ہوگی بدون سہ گنے کے اور وہ وارث نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدت میں جو ابعد ہوگی وہ اسپر واجب ہوگی کذا فی البحر وَاَمَّا الوسط ففی البدائع انہ لا یکون الا فی وتر فثانی الثلثۃ وسط وکذا ثالث الخمسۃ وھکذا اور فرد وسط کا بیان تو بدائع میں یون ہے کہ متوسط متحقق نہیں ہوتا مگر طاق عدد میں تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور اسی طرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے وعلی ہذا القیاس ہم جفت میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خریدا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خریدا تو دوسرا متوسط نہ رہا پھر جب پانچوان خریدا تو تیسرا غلام متوسط ہوگیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ بھی متوسط نہ رہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ میں متوسط ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولی نے کہا کہ وسط غلام جسکو میں خریدکرون آزاد ہے تو بعد موت مولی کے تین میں دوسرا اور پانچ میں تیسرا آزاد ہوگا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے اور اگر چار غلام ہونگے یا چھ تو کوئی آزاد نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اِنْ وَلَدْتِ فَاَنْتِ کَذَا حَنِثَ بِالْمَیِّتِ وَلَوْ سِقْطًا مستبین الخلق والا لا اگر تو جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ ناتمام لڑکا جسکے اعضا ظاہر ہوگئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہ ہون یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو حانث نہ ہوگا بخلاف فھو حُرٌّ فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق بالموت بخلاف امّ الولد والولادۃ بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی مردہ لڑکا جنے بعد اسکے زندہ لڑکا جنے تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل ہو جانے مملوکیت کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یون بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہو جاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے کہ تحقیق ولد اور ولادت کا میت سے بھی ہوتا ہے البشارۃ عرفا اسم لخبر سارّ خرج الضار فلیس ببشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرھم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف میں اس خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کردے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں بلکہ لغت میں اسکو بھی بشارت کہتے ہیں اور بنا بر لغت کے یہ قول ہے حق تعالی کا کہ بشارت دے کافرون کو عذاب دردناک کی اور یمین میں عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صدق خرج الکذب فلا یعتبر وہ خبر راست ہو تو اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت دی گئی وہ اسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبرون سے یعنی اگر چند لوگون نے خوشخبری سنا دی تو جس نے اول خبر دی اسی کی خبر کو بشارت کہیں گے نہ اسکے سوا اور لوگون کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہو چکا اول خبر سے فلو قال کل عبد بشرنی فھو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی نے کہا کہ جو غلام مجکو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہے پھر تین غلامون نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اس وجہ سے جسکو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں وتکون بکتابۃ ورسالۃ لعدم اشتراط المشافھۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہے جبتک مولی نے خطاب بالمشافہہ کی نیت نہ کی ہو اور اگر مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے متقید بالمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض عبیدہ عبدا اٰخر ان ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا المرسل اور اگر مولی کے بعضے غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اسنے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہیں تو پیام پہونچانے والا آزاد ہوگا یعنے اگرچہ پیام پہونچانے والا غلام نے یون کہا کہ فلانے غلام نے مجھ سے پیام کہلا بھیجا ہے تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اسنے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہونچانے والا آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققھا من کل بدلیل فبشرناہ بغلام علیم اور اگر مولی کے سب غلامون نے ساتھ ہی بشارت پہونچائی بلا تقدم تاخر تو سب آزاد ہوجاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتون نے ابراہیم علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کی طرف بشارت منسوب ہوئی ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ میں فبشرہ کہا مانند زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید میں فبشروہ ہے والبشارۃ لا فرق فیھا بین ذکر الباء وعدمہ بخلاف الخبر فلذا تحقق بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کی لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان ذکر کرنے باء جارہ کے اور اسکے عدم ذکر میں یعنی خواہ بشارت کے ساتھ باء جارہ مذکور ہو

یا نہ ہو یہ صورت بشارت مخصوص بصدق ہے بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ بارجارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہے چنانچہ اس باب کے پیشتر گذر چکا والکتابة کالخبر فیما ذکر اور لفظ کتابت کا مانند خبر ہے امر مذکور مین یعنی بارجارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہے اور بغیر اسکے صدق اور کذب دونون کو شامل ہے اسواسطے کہ کتابت بھی بہ جمع حروف سے مطلقا الاعلام لابد فیہ من الصدق ولو بلا باء کالبشارة لان الاعلام اثبات العلم والکذب لا یفیدہ بدائع اور اعلام کی لفظ مین صدق خبر ضرور ہے اگرچہ بدون بارجارہ کے ہو مانند لفظ بشارت کے اسواسطے کہ اعلام عبارت ہے اثبات علم سے اور کذب اثبات علم کا مفید نہین کذا فی البدائع **قاعدة** النیة اذا قارنت علة العتق الاختیاریة کالشراء مثلا بخلاف الارث کالتنجیز قاعدہ ہے کہ جب نیت مقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خرید کرنا مثلا بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہے عتق کی نا اختیاری والحال ان رق المعتق کامل صح التکفیر والا بان لم تقارن العلة او قارنتها والرق غیر کامل کام الولد لا یصح التکفیر ثم فرع علیہا بقولہ اور حال یہ ہے کہ مملوکیت معتق کی کامل ہے تو کفارہ دینا اس عتق سے صحیح ہے اور اگر ایسا نہ ہو اسطرح کہ نیت علت عتق کی مقارن نہ ہو یا مقارن ہو علت کی دینا لیکن مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد مین تو کفارہ دینا صحیح نہین ہے بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اپنے اگلے قول کو اسپر متفرع کیا فصح شراء ابیہ للکفارة للمقارنة تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہے بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید علت ہے عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکور کے بلا شبہ تکفیر صحیح ہوگی لا شراء من حلف بعتقہ لعدمہا خرید کرنا اس غلام کا جسکی آزادی کی قسم کھائی بسبب عدم مقارنت کے ہے چنانچہ اگر کہا کہ اگر مین فلانے کو خرید کرون تو وہ آزاد ہے پھر اسکو ادائے کفارہ کی نیت سے خرید لیا تو تکفیر صحیح نہین اسواسطے کہ شرط صحت اتصال نیت کا ہے ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال مین یمین ہے اور خرید علت نہین بلکہ شرط عتق ہے تو اتصال نیت کا علت کے ساتھ نہ ہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدة بنکاح علق عتقہا عن کفارتہ بشراءہا لنقصان رقہا اور صحیح نہین کفارہ کے واسطے خرید کرنا منکوحہ لونڈی کا جسکی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے مول لیکر بسبب ناقص ہونے اسکی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر کہا اگر مین تجکو خرید کرون تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اسکو خرید لیا تو بمجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائے جانے شرط کے لیکن کفارہ ادا نہ ہوگا اسواسطے کہ حریت اسکی بسبب استیلاد کے مستحق ہو چکی تو عمل عتق یعنی ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کی طرف منسوب نہ ہوا اسوجہ سے کہ مملوکیت اسمین ناقص ہے حالانکہ قاعدہ مین مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہین کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنة ان اشتریتک فانت حرة عن کفارة یمینی فاشتراہا حیث تجزیہ عنہا للمقارنة کالہبة والصدقة والوصیة ناویا عند القبول بخلاف الارث لما مر زیلعی بخلاف اسکے یہ ہے کہ کہا ایک خالص لونڈی سے کہ اگر مین تجکو خرید کرون تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہ خرید کفارہ کے واسطے کافی ہے بسبب مقارنت نیت کے ساتھ خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہے ہبہ قبول کرنے اور وصیت مین قبول کرنے کے وقت بخلاف ارث کے کہ اسمین مقارن نیت کا کافی نہین چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی امام شرح زیلعی مین مذکور ہے کہ اگر کسی نے ہبہ اسکو غلام ہبہ کیا یا اسکے واسطے غلام کی وصیت کی سو اسنے قبول کرنے کے وقت کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہے بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہین کذا فی الطحطاوی وعتق بقولہ ان تسریت امة فہی حرة من تسراہا وہی فی ملکہ حینئذ ای حین حلفہ لمصادفتہا الملک اور اس قول سے کہ اگر مین حرم بناؤن کسی لونڈی کو تو وہ آزاد ہے اس لونڈی کا عتق ثابت ہوتا جسکو مولی نے حرم بنایا اور حالانکہ وہ اسکے ملک مین تھی اسوقت یعنی اسکی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک مین لا تعتق من اشتراہا فتسراہا آزاد نہ ہوگی وہ لونڈی جسکو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اسکو حرم بنایا اسواسطے تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین ویثبت التسری بالتحصین والوطی وشرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہے حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین وطی کے ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہے کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہے کہ انزال کے وقت عورت سے جدا ہو جاوے اور تسری عبارت ہے اتخاذ سریہ سے اور سریہ بضم سین وتشدید را وتشدید یا ہے تحتیہ یعنی حرم ہے یعنی جو لونڈی کہ مولی کے تصرف مین آوے سریہ یا سرور سے ہے اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہے اور مولی بھی اس سے خوش ہوتا ہے یا سر بمعنی جماع

سے باخفاء سے ہے اسواسطے کہ اکثر محرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہیں اور تعیین عبارت اس سے ہے کہ اسکو علیحدہ مکان دے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال
ان تسریت امۃ فانت طالق او عبدی حر فتسری بمن فی ملکہ او من اشتراها بعد التعلیق طلقت وعتق وافاد الفرق بقولہ لوجود الشرط بلا مانع
لصحۃ تعلیق طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلغی المقید اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر میں کسی لونڈی کو حرم بناؤن تو تو مطلقہ ہے یا میرا غلام آزاد ہے پھر اسنے حرم بنایا اس لونڈی کو جو اسکی
ملک میں تھی یا اس لونڈی کو جسکو خریدا کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اسکا مع آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال میں اور مثال
سابق میں اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہئے
ہم ایک عالم ہمعصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہوئی کہ اسنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے سے وہ لونڈی
آزاد نہیں ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسی طرح ان تسریت امۃ فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہ ہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہوکر حرم بنائی گئی حالانکہ
یہ قیاس غلط ہے اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں لہذا وہ لونڈی آزاد نہیں ہوتی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اسکی تعلیق ہر شرط سے
صحیح ہے شارح نے محافظت وجہ فرق کا اسواسطے امر کیا تا دوسرا عالم نہ خطا کرے کل مملوک لی حر عتق عبیدہ ومدبروہ ودین فی نیۃ الذکور بلا الاناث
وامہات اولادہ لملکہ لہم رقبۃ اور ہر مملوک میرا آزاد ہے تو اس قول سے اسکے سب غلام اور مدبر اور اسکی سب لونڈیان ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب انکے مملوک ہونے کے تعرف
کی راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانۃ اسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت میں نہ اناث کی نیت میں یعنی اگر مولے کہے کہ میں نے اس قول سے غلاموں کی آزادی کی نیت
کی نہ لونڈیوں کی تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے نہ قضاءً اور اگر کہے کہ میں نے اس قول سے لونڈیوں کا عتق مراد لیا نہ غلاموں کا تو مطلقا
تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ ہر چند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہے نہ اناث کے واسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہیں لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہوں تو لفظ مذکر کا مستعمل ہوتا ہے بطریق تغلیب
کے تو اس صورت میں اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لا مکاتبہ الا بالنیۃ ومعتق البعض کالمکاتب لعدم الملک یدًا نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب اسکا
مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہے وہ مکاتب کی مانند ہے بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی کل موقوف لی حر ان یعتق المدبر
وام الولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر میں ہے اس قول میں کہ ہر موقوف میرا آزاد ہے لائق یہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ اسمیں قیمت کمتر ہے مکاتب سے هذہ طالق
او هذہ وهذہ طلقت الاخیرۃ وخیر فی الاولیین وکذا العتق والاقرار لان او لاحد المذکورین وقد ادخلها بین الاولیین وعطف الثالث علی
الواقع منهما فکان کاحدهما طالق وهذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتوں سے اشارہ کرکے کہ یہ مطلقہ ہے یا یہ اور یہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اسکو اختیار رہیگا پہلی دو
عورتوں میں جسکو چاہے انمیں سے ایک کو طلاق دے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی میں یا ترجمہ ہے دو امر مذکور میں سے ایک امر کیواسطے ہے اور
اسکو زوج نے داخل کیا ہے پہلی دو عورتوں کے درمیان میں اور عطف کیا تیسری عورت کو اس مطلقہ پر جسپر ان دونوں میں سے طلاق واقع ہوئی ہے تو قول مذکور اس قول کے
مانند ہو گیا کہ تم دو عورتوں میں سے ایک مطلقہ ہے اور یہ مطلقہ ہے اور عتق کی مثال یوں ہے کہ مولی نے اپنے تین غلاموں سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ تو تیسرا غلام آزاد
ہوگا اور پہلے دو غلاموں میں تعیین عتق کا مولی کو اختیار رہیگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہے کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے
ثابت ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو میں مقر کو بیان اختیار ہے چاہے زید کے واسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی النہر ولا یصح عطف هذہ الثالثۃ
علی هذہ الثانیۃ للزوم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہیں اس تیسری عورت کا عطف کرنا اس دوسری عورت پر بسبب لزوم خبر دینے مفرد کے تثنیہ سے ہم یہ جواب بحر وفتح کے
کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ هذہ ثالثہ کا عطف بالواو محتمل ہے کہ هذہ ثانیہ پر ہو تو اس صورت تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اب تردید واقع ہوئی فقط اولی کے
درمیان میں اور ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان میں ساتھی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ عطف ثالثہ کا ثانیہ پر نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی هذہ
طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یوں ہوگی کہ هذہ طالق او هاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہیں واقع ہوتی اور خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یوں کہنا او هاتان

طالقتان سو جائز نہیں اسواسطے کہ معطوف علیہ میں تثنیہ مذکور نہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف میں وہی مقدر رہتا ہے جو معطوف علیہ میں مذکور ہو کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یذکر للثانی والثالث خبر فان ذکر بان قال ھذہ طالق او ھذہ وھذہ طالقان او قال ھذا حر او ھذا وھذا حران فانہ لا یعتق احد ولا تطلق بل یخیر فان اختار الایجاب الاول عتق الاول وحدہ وطلقت الاولی وحدھا وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہو چکا سو وقت ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ ذکر کیا سو اگر اسکو ذکر کیا اسطرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہے یا یہ اور یہ دونوں مطلقہ ہیں یا مولی نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ دونوں آزاد ہیں تو اس صورت میں نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونوں غلام آزاد ہونگے اور پچھلی دونوں عورتیں مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اھل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی وبہ یفتی قسم کھائی کہ نہ سکونت کریگا فلانے کے ساتھ پھر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کے عیال کے ساتھ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک نہ ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے اور اس مسئلہ کا محل باب دخول اور خروج اور سکنی ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا تفاوت وہاں بھی مذکور کر چکا قال لعبدہ ان لم تأت اللیلۃ حتی اضربک فاتی فلم یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آج کی رات تو نہ آیا تاکہ میں تجھکو ماروں تو تو آزاد ہے سو رات کو پھر غلام آیا سو مولی نے اسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین المعقود بعد السکوت فصححہ الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا او سکت ثم قال ولا کذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیۃ اختلاف صاحبین ہے شرط کے ملانے میں یمین معقودہ کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حنث نہ ہوگا اسطرح کہنے میں کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور نہ ایسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیۃ م شارح کی عبارت میں نہایت اجمال اور دقت ہے کہ ہر شخص اسکو سمجھ نہیں سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اسکا ذکر کرنا واجب ہوا حاصل عبارت خانیہ کا یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی تو اسکے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق ہے اور یہ کہکر چپ ہو رہا ایک ساعت پھر اسنے بعد اسکے کہا ولا غیرہا یعنی تیری زوجہ کے سوا بھی کوئی عورت میرے پاس نہیں رہی پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس دوسری عورت تھی تو نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہ ہوگی اور ان دونوں عالموں کا جواب مختلف ہوا بسبب اختلاف صاحبین کی شرط کے ملانے میں ساتھ یمین معقودہ کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح نہیں اور اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھ شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یہ خلاف صاحبین کا اسوقت ہے جب شرط سے مضرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق میں اسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی ۔

٭ ٭ ٭ ٭

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوۃ وغیرہا

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوۃ وغیرہا کی یمین کے احکام میں الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کبیع واجارۃ لا حنث بفعل مأمورہ وکل ما تتعلق حقوقہ بالآمر کنکاح وصدقۃ وما لا حقوق لہ کاعارۃ وابراء یحنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ سفیر ومعبر قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق مباشر اور عاقد کے ساتھ متعلق ہوتے ہوں چنانچہ بیع اور اجارہ تو آمر حانث نہیں ہوتا اسکے مامور کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق آمر سے متعلق ہوتے ہیں جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہ ہوتے ہوں جیسے عاریت دینا اور ابرا کرنا تو ان میں آمر حانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بھی جیسے اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل میں محض سفیر اور معبر ہوتا ہے عقود تین قسم پر ہیں ایک وہ ہیں جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہیں بشرط اہلیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اسکے دوسری قسم وہ ہیں جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہے اس سے متعلق ہوتے ہیں چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہیں جنمیں کچھ حقوق نہیں چنانچہ اعارہ اور ابرا اور قرضہ کذا فی المنح عن الخانیہ

بحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالامر اذا کان ممن یباشر بنفسہ فی البیع ونحوہ یعنی حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب کہ حالف اُن قسم کے لوگون مین ہو جو بذات خود اپنے ہیون بیع مین اور بیع مین ہبہ بالعوض بھی داخل ہی کذا فی الظہیریہ ہم قسم کھائی کہ بیع نکریگا تو اگر حالف خرید و فروخت کرنے والون مین ہوگا تو بذات خود بیع یا ہبہ بالعوض کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اسکی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہوگا اسی طرح عقود آیندہ مین سمجھنا چاہیئے والشراء ومنہ السلم والاقالۃ قبل والتعاطی شرح وہبانیہ اور شراء مذکور خود خرید کرنے مین حانث ہوگا اور خرید مین سلم اور اقالہ بھی داخل ہی اور بعضون کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح الوہبانیہ م ظہیریہ مین عدم شراء کے صنف مین اُس اقالہ سے حنث مذکور کیا ہی جو بعقیب سابق اقالہ ہوا ہو تو اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اسکا حذف کرنا اولی ہی والاجارۃ والاستیجار فلو حلف لا یوجر ولہ مستغلات اجرہا امرأتہ واعطتہ الاجرۃ لم یحنث کترکہا فی ایدی الناس وتاخذ اجرۃ شہر قد سکنوا فیہ بخلاف شہر لم یسکنوا فیہ بحر اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے مین حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اسکے مکانات مین جنکو اسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور انکی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اُن مکانات کو اُنکے رہنے والون کے ہاتھوں مین چھوڑنے سے حانث نہین ہوتا اور جیسے اُس مہینے کے کرایہ لینے سے جسمین لوگ سکونت کر چکے ہین حانث نہین ہوتا بخلاف اُس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمین انھون نے سکونت نہین کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ آیندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہی لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدہ بقولہ مع الاقرار لانہ مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے مین مال سے ساتھ اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہی ہم قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کریگا تو اگر مدعا علیہ اقرار کرتا ہی مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر مدعا علیہ اُسکے دعوی کا منکر ہی تو اس صورت مین وکیل سفیر محض ہی تو خود صلح کرنے سے اور وکیل کی صلح سے دونون طرح حانث ہوگا یہ حکم اُسوقت ہی جب صلح مدعا علیہ کی طرف سے ہو اور اگر صلح مدعی کی طرف سے ہی تو مطلقاً حانث نہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد ای الکبیر لان الصغیر یملک ضربہ فیملک التفویض فیحنث بوکیلہ کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنے سے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے مارنے کا باپ مالک ہی تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہی تو وکیل کے مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا قاضی کو حلال ہی تو اُسکے مارنے کا دوسرے کو حکم کرنا بھی صحیح ہی تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور معلم ہی کذا فی الطحطاوی ومن القہستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا یباشر ہذہ الاشیاء بنفسہ حنث بالمباشرۃ وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی اور شریف کے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود نہ کرتے ہون تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اُسکے امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ مین یہ قصد کرے کہ نہ خود کریگا نہ اسکا امر کریگا تو صحیح ہی وان کان یباشر مرۃ ویفوض اخری اعتبر الاغلب وقیل یعتبر السلعۃ فلو مما یباشرہا بنفسہ لشرفہا فلا یحنث بوکیلہ والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو گاہے خود کرتا ہو اور گاہے دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو اغلب معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت اغلب ہوگی تو اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضون نے کہا قماش اور جنس معتبر ہی تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اسکو خریدتا ہو بسبب اُسکی عمدگی اور خوبی کے تو بھی وکیل کے فعل سے حانث نہ ہوگا اور اگر رذیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعلہ وفعل مأمورہ لم یقل وکیلہ لان من ہذا النوع الاستقراض والتوکیل بہ غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور کہا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع مین استقراض بھی داخل ہی اور استقراض مین وکیل کرنا جائز نہین ہم توکیل استقراض مین اسواسطے جائز نہین کہ اگر وکیل یون کہے کہ مجھکو قرض دے اتنا تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کی طرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجھسے قرض مانگتا ہی تو یہ رسالت اور امر ہی توکیل نہین اور رسالت استقراض مین جائز ہی جسکو مامور کا لفظ شامل ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح مین نہ نکاح کر دینے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو اگر

بذات خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سو اُسنے اُسکا عقد کیا دونوں صورت مین حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اسکا نکاح کردیا بعد یمین کے تو اجازت قولی سے حانث ہوگا بالقول
مختار اور اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اسی قول پر فتوی ہی کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نہ کردیگا تو یمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق
والعتاق الواقعین بکلام وجد بعد الیمین لا فعلہ کتعلیق بدخول دار قبلہا اور حانث ہوگا مطلقاً اُس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئے ہوں بسبب اُس کلام کے
جو بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی م طلاق اور عتاق مین قولی کی سواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہین
ہوتا طلاق فعلی کی یہ صورت ہی کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اُسکو باجازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہ صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو
مطلقہ ہی یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہی بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نہ کریگا بعد اسکے دخول دار سے طلاق یا عتاق
پایا گیا تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کما مر اور حانث ہوگا مطلقاً خلع اور کتابت اور قتل عمد کی صلح کرنے سے یا انکار
مال کی صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال مین والہبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقاً ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو
م یہ قول شارح کا منافی ہی قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کیا ہی اور حکم بیع کا یہ ہی کہ اپنے فعل سے حانث
ہوتا ہی نہ مامور کے فعل سے اور یہان موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو اُن عقود مین داخل کیا جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا ہی اور مامور کے فعل سے بھی
کذا فی الطحطاوی والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقاً صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض مین قبول
نہ ہوا ہو م نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور مابعد ہبہ کی طرف راجع ہی وضرب العبد قیل والولد اور حانث ہوگا مطلقاً غلام کے مارنے مین اور بعضون کے نزدیک زوجہ کے
مارنے مین بھی م نہر الفائق مین کہا کہ ضرب زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کے مانند ہی اور بعضون کے نزدیک ضرب ولد کے مانند ہی والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک
خانیہ اور حانث ہوگا مطلقاً مکان کی تعمیر مین اور کپڑا سینے مین اگرچہ اُسکو خوب نہ کرجانتا ہو کذا فی الخانیہ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے مین اور کسی کے
پاس ودیعت رکھنے مین اور کسی کی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور
اسی طرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی التاتارخانیہ
م حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اسکو مقتضی ہی کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہی حالانکہ نکاح اور بعد نکاح مین وکیل
محض سفیر ہی تو موکل کی طرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہی چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور غالب کہ تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی سب
مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہی تو اسکی طرف مراجعت کرنا چاہیئے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا التلفیف الا اذا اراد الستر دون التملیک سراجیہ
اور حانث ہوگا مطلقاً قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے مین اور کفن دینا کسوۃ مین داخل نہین مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ
تملیک تو البتہ کفن دینے دلانے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ م قسم کھائی کہ اسکو لباس نہ دیگا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن
دیگا تو حانث نہ ہوگا مگر بہ نیت مذکور اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہی تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہین والحمل اور حانث ہوگا مطلقاً بوجھ لادنے مین یعنی اگر
قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل بلا اجارہ ہی سواسطے کہ اجارہ کی صورت مین وکیل کے فعل سے حانث
نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہو چکا وذکر منہا فی البحر نیفا واربعین اور بحر الرائق مین اشیاء مذکورہ سے جنمین اپنے فعل سے حانث ہوتا ہی چالیس اور چند عقود کو مذکور
کیا ہی م نہر الفائق مین ان امور سے چوبیس ۲۴ امر کو مذکور کیا ہی یا بائیس ۲۲ تو یہی امور ہین جنکو متن نے ذکر کیا ہی باقی مذکور ہوتے ہین ہدم قطع قتل شرکت ضرب زوجہ ضرب ولد صغیر
تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس تعزیر نسبت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوہبانیۃ نظمہ
والذی ما لا حنث فیہ بفعل الوکیل لانہ الاقل مشیرا الی حنثہ فیما بقی فقال ہ بفعل وکیل لیس یحنث حالف ببیع شراء صلح مال خصومۃ اجارۃ

استیجار الضرب لابنہ کذا متمہ والحنث فیہا انثبت اونہر الفائق مین شارح دھبانیہ سے منقول ہی کہ میرے والد نے منظوم کیا ہو اُن مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حنث نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ کم مین اسطرف اشارہ کردیا نظم سے کہ اسکے سوا باقی مسائل مین حنث ثابت ہی وکیل کے فعل سے تو یون کہا ہی کہ وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا فی بیع شراء صلح مال خصومت اجارہ استیجار ضرب ولد قسمت مین اور ان مسائل کے غیر مین حنث ثابت ہی ولام دخل مبتدأ خبرہ اقتضی الاتی علی فعل اد بدخولہا علیہ قربہا منہ ابن کمال یجری فیہ النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصیاغۃ وبناء اقتضی ای اللام امرہ ای توکیلہ لیختص بہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص ولا یتحقق الا بامرہ المفید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہوا اُس فعل پر جسمین غیر کے واسطے نیابت جاری ہی جیسا کہ بیع اور شراء اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لازم مذکور مقتضی ہوگا اسکے امر کو یعنی اُسکے وکیل کرنے کو تا کہ تخصیص کردے فعل کو ساتھ اُسکے تاکہ لازم اس فعل سے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے کہ لام موضوع ہی واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اُسکے امر کے جو توکیل کا مفید ہی متحقق نہین ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت مین لام کا لفظ مبتدا ہی اور خبر اسکی لفظ اقتضی ہی اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہ ہی کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ نحو والے متعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے مراد ہی یا خود فعل پر لام کا داخل ہونا مراد ہی بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہی جیسا کہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کے عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہی نہ لام تعریف اور ظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ محلوف علیہ کے امر مین یہ شرط ہی کہ اسکے خاص اپنی ذات کے واسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اسکا مراد نہین کذا فی الطحطاوی فلم یحنث فی ان بعت لک ثوبا ان باعہ بلا امرہ لانتفاء التوکیل سواء ملکہ ای المخاطب ذلک الثوب اولا بخلاف ما لو قال ثوبا لک فانہ یقتضی کونہ ملکا لہ کما سیجی تو اس یمین ان بعت لک ثوبا مین یعنی یون کہنے مین کہ اگر بیع کرون تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہ ہوگا اگر اسکو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب نہ پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اُس کپڑے کا مالک ہو یا نہ ہو بخلاف اسکے یون کہے ان بعت ثوبا لک یعنی جبکہ لام فعل کے نزدیک نہ ہو تو یہ ترکیب کپڑے کے مملوک ہونے کے واسطے مخاطب کے مقتضی ہی جیسا کہ اسکے بعد بلا فاصلہ آتا ہی بیان اُسکا ھ ان بعت لک ثوبا مین لام اُس فعل کے قریب واقع ہوا ہی جسمین غیر کی نیابت ہوسکتی ہی لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہوگیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب اپنے غیر مملوک کپڑے کی بیع کے واسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اسکی بیع سے حانث ہوگا جیسے اسکی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علی عین ای ذات او علی فعل لا یقع ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ کاکل وشرب ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ اقتضی دخول اللام ملکہ ای ملک المخاطب للمحلوف علیہ لانہ کمال الاختصاص اور اگر لام داخل ہو عین یعنی ذات پر یا اُس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہین ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہین ہی جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور لڑکے مارنا بخلاف غلام کے مارنے کے کہ وہ قابل نیابت ہی تو دخول لام مذکور اسکی ملک کا مقتضی ہی یعنی مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کے اسواسطے کہ مالک ہونے مین نہایت اختصاص ہی لام ہر حال مین اختصاص کا مقید ہی لیکن پہلی صورت مین اختصاص امر کی طرف منصرف ہی اور یہان ملک کی طرف فحنث فی ان بعت ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ ھذا نظیر الدخول علی العین وھو الثوب لان تقدیرہ ان بعت ثوبا ھو مملوک لک تو اس یمین مین ان بعت ثوبا لک یعنی اگر مین بیچون کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اُسکے امر کے بیچے گا یہ مثال ہی عین یعنی ذات پر لام داخل ہونے کی اور وہ ذات کپڑا ہی اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہی کہ اگر مین وہ کپڑا بیچون جو تیرا مملوک ہی تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہ ہوگا واما نظیر دخولہ علی فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملک المخاطب قولہ ان اکلت لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ھنا اقرب الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اُس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہین ہوتا اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا اور اسی طرح یعنی مثل سابق کے ہی قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونے کی اشتراط مین ان اکلت لک طعاما یعنی اگر مین کھاؤن تیرا خاص کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالون مین اسکا مقتضی ہی کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو جیسا کہ ان اکلت طعاما لک مین ملک مخاطب کا مقتضی ہی اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب تر ہی بہ نسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح کے

اسباب سے ہو م منح الغفار مین مذکور ہی ہر چند بیان لام ظاہر مین اکل سے متعلق ہی لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہی یعنی لہذا مملوکیت طعام اسپر شرط ہوئی ولما ضرب الولد فلا یتصور فیہ حقیقۃ الملک بل یراد الاختصاص یعنی ضرب الولد کی مثال مین تو حقیقت ملک مقصود نہین بلکہ اختصاص ولد کا ساتھ والد کے مراد ہی مرد تو اپنے خاص ولد کی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک چنانچہ علم ولد کا وہ ولد جسکا دعوی دو شریکون نے کیا تو اسکی ضرب سے حانث نہ ہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل و شرب اور دخول دار اور ضرب ولد کو ذکر کیا حالانکہ ولد مین ملک متصور نہ تھی لہذا شارح نے اسکی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار مین کلام باقی رہا حموی نے کہا اُس دار کے دخول سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہی یعنی وہ دار جو اسکی طرف منسوب ہی کذا فی فتح القدیر تو ظاہر اگر کرایہ والے گھر کے داخل ہونے سے بھی حنث ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ اس بحث کا یہ ہی کہ اختصاص کا لام جب اُس ضمیر سے متصل ہو جو فعل متعدی کے بعد واقع ہی تو دو حال سے خالی نہین یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اُسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہو اور دونون صورت مین یا فعل محتمل ہی نیابت کا یا نہین سو اگر نیابت کا محتمل ہوا اور دونون کے درمیان مین پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اُسکی حنث کی شرط وقوع فعل ہوگا بخصوصیت اُس شخص کے جسکی ضمیر ہی خواہ عین اسکا مملوک ہو یا نہ ہو اور خصوصیت بدون اسکے امر کے حاصل نہین اور اگر لام متاخر ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ ہوگا اور شرط اس اختصاص کی یہ ہی کہ عین اسکا مملوک ہو خواہ فعل اسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہین تو اسکے حکم مین افتراق نہ ہوگا لام کے توسط اور تاخر مین بلکہ حانث ہوگا جب کہ اُس فعل کو کریگا خواہ اسکے امر سے خواہ بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہین تا اسکا انتقال غیر فاعل مین ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو متعین ہو گیا کہ یہان لام واسطے اختصاص عین کے ہی تا اسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار وان نوی غیرہ ای ما مر صدق فیما فیہ تشدید علیہ قضاء ودیانۃ ودین فیما لہ ثم الفرق بین الدیانۃ والقضاء لا یتاتی فی الیمین باللہ لان الکفارۃ لا مطالب لہا کما مر اور اگر غیر مذکور کی نیت کیگا تو اسکی تصدیق قضاء اور دیانۃ کیجاویگی اُس امر مین جسمین تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اُس امر مین جسمین آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اسکے دریافت کرنا چاہئے کہ دیانت اور قضا کا تفرقہ یمین باللہ مین حاصل نہین ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاءً نہین ہی تشدید کی صورت یہ ہی کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اسکے امر کے بیچا مسئلہ اولی مین اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ کرتا تو حانث نہ ہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اسکے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ مین اور اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ ہوتی تو حانث نہ ہوتا تخفیف کی صورت یہ ہی کہ دونون مسئلون مین بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولی مین اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ مین اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اُسنے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاءً تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہی اور وہ متہم ہی کذا فی المنح قال ان بعتہ او ابتعتہ فہو حر فعقد علیہ بیعًا بالخیار لنفسہ حنث لوجود الشرط ولو بالخیار لغیرہ لا وان اُجیز بعد ذلک فی الاصح کما لو قال ان ملکتہ فہو حر لعدم ملکہ عند الامام کہا ہونے کہ اگر مین غلام کو بیع کرون یا اسکو خرید کرون تو وہ آزاد ہی پھر اسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خریدا یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہ ہوگا اگرچہ غیر نے بعد اسکے اجازت بھی دی ہو قول اصح مین چنانچہ اسمین حانث نہین ہوتا اگر یون کہا کہ اگر مین اس غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی یعنی پھر اسکو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہ ہوگا بسبب اسکے عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اُسکی ملک مین داخل ہونے سے مانع ہی کذا فی الطحطاوی ہم یہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام کے نزدیک بیع قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ بیع بائع کی ملک سے خارج نہین بشرط اسکے خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اسکی ملک کے دخول سے مانع ہی امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہی اسکی تعلیق سے اور معلق منجز کے مانند ہی تو اگر بعد خرید بشرط خیار کے مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہو جاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسی طرح تعلیق مین بھی ملک ثابت ہی کذا فی النہر الفائق قید بالخیار لانہ لو قال بعتہ فہو حر فباعہ بیعًا صحیحًا بلا خیار لا یعتق لزوال ملکہ وینحل الیمین لتحقق الشرط اسلیے مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یون کہا کہ

اگرمین اسکو بیچ کرون تو وہ آزاد ہی پھر اسکو صحیح بیع کرکے بیچا بلاخیار تو غلام آزاد نہ ہوگا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقیق جزا بدون ملک کے نہین ہوتا اور یمین بقبضہ
باطل ہوجاویگی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی ویحنث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا بالباطل لعدم الملک ولذا
اور حالف حانث ہوگا دونون صورتون مین یعنی بیع اور شرا کی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شرا فاسد اور موقوف سے نہ حانث ہوگا بیع اور شرا باطل سے بسبب عدم ملک
کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرلے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ اسمین قبض سے مالک ہوجاتا ہی بیع موقوف کی یہ صورت ہی کہ حالف نے مثلا غلام کو زید غائب بیچا اور فضولی
نے اسکی طرف سے قبول کیا تو بائع کی طرف سے غلام آزاد ہوجاویگا کذا فی المنح ولو اشتری مدبرًا او مکاتبا لم یحنث الا باجازۃ قاض او مکاتب
اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث نہ ہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے ہم قسم کھائی کہ مثلاً غلام کو نہ خریدیگا پھر اسنے مدبر کو خرید کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے
کہ مدبر محل بیع نہین لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدون کا اختلاف ہی اگر وہ قاضی جسکے مذہب مین مدبر کی بیع جائز ہی حکم جواز کا دیگا تو اسوقت مین حالف البتہ حانث ہوگا
اور اسی طرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہ ہوگا لیکن اگر مکاتب کا مالک اسکی بیع کی اجازت دیگا تب حالف حانث ہوگا اسواسطے کہ کتابت
فسخ ہوگئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہوگئی **فرع** مسئلۃ لمحقۃ شارح کا قال لامتہ ان بعت منک شیئا فانت حرۃ فباع نصفھا من زوج
ولدت منہ او من ابیہ لم یقع عتق المولی ولو من اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر مین تیری ذات سے کچھ نصف
یا ثلث بیع کرون تو تو آزاد ہی پھر آدھی لونڈی اسکی اسکے زوج کے ہاتھ بیچی جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہی یا لونڈی کے باپ کے ہاتھ اسکو بیچا تو عتق مولی کا نہ واقع ہوگا اور اگر
اسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونون صورتون کا ظہیریہ مین مذکور ہی ہم ظہیریہ مین وجہ فرق یون مذکور ہی کہ ولادت زوج سے اور نسب باپ سے مقدم ہی یعنی ولادت
اور نسب تعلیق مولی سے سابق الوجود ہی تو وہی واقع ہوگا جو مقدم ہی اور اس امر کا اعتبار اجنبی کے حق مین ممکن نہین کذا فی النہر وانما قید بالبیع لانہ فی حلفہ لا یتزوج
امرأۃ او ہذہ المرأۃ فہو علی الصحیح دون الفاسد فی الصحیح اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کرنے مین مقید کیا اسواسطے کہ یون قسم کھانے مین کہ نکاح نکریگا کسی عورت
سے یا اس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا نہ فاسد پر یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکریگا تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم او لا یحج لان
المقصود منہا الثواب ومن النکاح الحل ولا یثبت بالفاسد فلا تنحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ یثبت بالفاسد
والہبۃ والاجارۃ کبیع اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نہ رکھیگا یا حج نکریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ مقصود
عبادت مذکورہ سے ثواب ہی اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہی تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کے کرنے سے یمین منحل نہ ہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا بخلاف بیع کے
اسواسطے کہ مقصود بیع سے ملک ہی اور ملک تو بیع فاسد سے بھی ثابت ہوجاتی ہی اور ہبہ اور اجارہ مانند بیع کے ہی ہبہ فاسد اور اجارہ فاسدہ سے بھی حنث ثابت ہوگا ولو کان ذلک
کلہ فی الماضی کان تزوجت او صمت فہو علیہما ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوۃ اور حج زمان ماضی مین ہو جیسا کہ ان تزوجت یا ان صمت تو وہ
دونون پر محمول ہوگا یعنی نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونون سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار ہی یعنی ماضی سے خبر دینا اسمین کا مقصود ہوتا ہی نہ
حلت اور ثواب در نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونون پر برابر بولا جاتا ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تمثیل یعنی ان تزوجت یا ان صمت صحیح نہین اسواسطے کہ یہ ماضی نہین بلکہ
مستقبل ہی اسواسطے کہ تعلیق ہی تو بہتر یون مثال دینا تھا کہ ما تزوجت وما صمت ہم ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین ماضی کی یون مثال دی ہی ان کنت تزوجت او صلیت او صمت
یعنی اگر مین نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو فان عنی بہ الصحیح صدق لانہ النکاح المعنوی بدائم پھر اگر ماضی کے نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اسکی تصدیق
ہوگی قاضی کے نزدیک اسواسطے کہ صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہی کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر مترتب ہی شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر یہی
حکم صوم اور صلوۃ مین بھی ہی کذا فی الطحطاوی وان لم یبع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبر رقیقہ تدبیرًا مطلقا فاذا حنث یا المقید فتح او استولد الامۃ حنث
لتحقق الشرط بفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حر فدبرہ او استولدہا عتق اگر مین نہ بیچون اس غلام کو تو طلاق ہو سو مولی نے آزاد کیا

[illegible]

یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فروخت ہوجانے سے یعنی بسبب اعتاق یا تدبیر مطلق یا استیلاد کے
مملوک لائق بیع کے نہ رہا یہان تک کہ اگر یون کہیگا اپنے مملوک سے کہ مین تجھکو بیع نکرون تو تو آزاد ہے پھر اسکو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسلیئے کہ شرط پائی گئی یعنی عدم
بیع مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہوگا کذا فی النہر اسواسطے کہ مقید مین قبل وجود شرط کے بیع جائز ہے ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ لانہ موہوم
اور معتبر نہین تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موہوم ہے شارح نے دفع دخل کیا تقریر سوال یہ ہے کہ معتق اور مدبر اور ام ولد کی بیع ممکن ہے اسطرح کہ
وہ مرتد ہوجاوین اور دار الحرب مین جا ملین اور پھر گرفتار ہوآوین اور مولی کے مملوک ہون یا جس قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے وہ بجواز بیع مدبر کا حکم دے تو تحقیق شرط کا
محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پھر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ اعادہ رق کا ارتداد سے امر موہوم ہے تو لائق اعتبار کے نہین طحطاوی نے کہا جواب یہ معلوم
ہوا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا کہ ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ ولا القضاء ببیع المدبر تاکہ پورا دفع دخل ہوجاتا قالت لہ امرأتہ تزوجت علیّ فقال کل امرأۃ
لی طالق طلقت المحلفۃ بکسر اللام وعن الثانی لا وصححہ السرخسی وفی جامع قاضی خان وبہ اخذ عامۃ مشائخنا وفی الذخیرۃ ان فی الحال
الغضب طلقت والا لا کہا اس سے اسکی عورت نے کہ تو نے مجھ پر دوسرا نکاح کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہے وہ مطلقہ ہے تو محلفہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو
حلف دلایا وہ مطلقہ ہوگئی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ کل امرأۃ مین وہ بھی داخل ہے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہین
اسواسطے کہ قرینہ دلالت حال وہ عورت کلیہ مذکورہ سے مستثنی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا سرخسی نے اور جامع قاضیخان مین ہے کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور ذخیرہ
مین یون تفصیل مذکور ہے کہ اگر زوج نے حالت غضب مین یہ حلف کیا تو وہ بھی مطلقہ ہے اور نہین تو وہ مطلقہ نہین طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اس صورت مین ہے جبکہ زوج نے
اسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق موافق نیت کے حکم ہوگا ولو قیل لہ الک امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فقال کل امرأۃ لی فہی کذا لا تطلق
ہذہ المرأۃ لان قولہ غیر ہذہ المرأۃ لا یحتمل ہذہ المرأۃ فلم تدخل تحت کل بخلاف الاول اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیرے
کوئی اور عورت ہے سوا اس عورت کے سو اسنے کہا جو عورت میری ہے سو وہ مطلقہ ہے تو یہ عورت مطلقہ نہ ہوگی اسواسطے کہ قول اسکا غیر ہذہ المرأۃ احتمال نہین رکھتا ہذہ المرأۃ کا یعنی
جب کہا سوا اس عورت کے تو یہ عورت اسکو شامل نہ ہوئی تو کل امرأۃ کے تحت مین نہ داخل ہوئی تو تقدیر کلام یون ہوئی کہ کل امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فہی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہان کل امرأۃ
مین محلفہ داخل ہے **فروع** تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہین بسبب فوت ہونے محل یمین کے حلف ان لم تصبّی ہذا فی
ہذا الصحن فانت طالق فکسرتہ چنانچہ زوج کا یون کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلا پانی نہ گراوے اس صحن مین تو طالق ہے پھر عورت نے اسکو توڑ ڈالا تو حانث
ہوگا اسواسطے کہ وہ برتن ہی نہ رہا جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چھڑکنا متصور ہو وان لم تذہبی فتاتی بہذا الحمام فانت کذا فطار الحمام طلقت یا زوج نے
زوجہ سے یون کہا کہ اگر تو نجاوے کہ اس کبوتر کو لاوے تو تو مطلقہ ہے پھر کبوتر اڑگیا تو عورت مطلقہ ہوگی وقال لمحرمہ ان تزوجتک فعبدی حر فتزوجہا حنث لان یمینہ
تنصرف الی ما یتصور کہا مرد نے اپنی محرم عورت سے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یمین اسکی منصرف ہوگی
اسکی طرف جو ہو سکتا ہے یعنی عقد اگرچہ فاسد ہے حلف لا یتزوج بالکوفۃ فعقد خارجہا لا لان معتبر مکان العقد قسم کھائی کہ کوفہ مین نکاح نکریگا تو اسکے باہر عقد کرے
حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے بحر الرائق مین ہے قسم کھائی کہ کوفہ مین نکاح نکریگا پھر نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونون کوفہ مین ہین تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ مرد
اپنی طرف سے ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے پھر دونون وکیل شہر سے باہر نکل کر نکاح کر دین تو حالف حانث نہوگا اسواسطے معتبر عقد کا مکان
ہے کذا فی الطحطاوی لن تزوجت ثیبا فہی کذا فطلق امرأتہ ثم تزوجہا ثانیا لا تطلق اعتبار الغرض وقیل تطلق اگر مین ثیب سے نکاح کرون تو اسکی عورت
مطلقہ ہے پھر اسنے اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر اس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہ ہوگی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیب سے غیر زوجہ مقصود تھا اور دوسرا قول
یہ ہے کہ مطلقہ ہوگی باعتبار عموم لفظ کے حلف لا یتزوج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن ولدت لہ بعد قسم کھائی کہ مثلا زید کی بیٹیون سے

[illegible]
۵
[illegible] نسخ جلد
وسکوت جلد دوم
[illegible] ۱۲

نکاح نہ کریگا اور حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہیں تو حانث نہ ہوگا زید کی اُس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی الطحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہے اسواسطے کہ حلبی
شلبی میں فتح القدیر سے یہ قول ہے قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہیں پھر زید کا ایک ولد پیدا ہوا اور حالف اُس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث
ہوگا اور محمد کے نزدیک حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہوا اور طرفین کے نزدیک وقت کلام کے النکرۃ تدخل تحت النکرۃ والمعرفۃ
لا تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل هذه الدار احدٌ فکذا والدار له او لغیره فدخلها الحالف حنث لتنکیره نکرہ داخل ہوتا ہے
نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہیں ہوتا ہے نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر میں کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہے یا اسکے غیر کا پھر اُس گھر میں حالف داخل ہوا تو حانث
ہوگا بسبب تنکیر حالف کے کلام یعنی حالف نے آپکو قول مذکور میں بلفظ معرفہ نہیں مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنی احد کے لفظ میں کہ ترجمہ کوئی ہے وہ بھی
شامل ہوگیا بموجب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری ودارك لا يحنث الحالف لتعريفه اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر میں یا تیرے گھر میں تو حنث نہ ہوگا حالف
کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہے بسبب یائے متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا نہ دارک کا تو اسکو بنایا
تھا یون کہنا لا حنث بالحالف والمخاطب لتعريفهما یعنی اگر یون کہا کہ ان دخل دارك احد تو اپنے گھر میں مخاطب کے داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب کاف
خطاب کے تو احد کے تحت میں نہ داخل ہوگا وكذا لو قال ان مس هذا الراس احدٌ واشار الى رأسه لا يحنث الحالف بمسه لانه متصلٌ به خلقةً فكان
معرفةً اقوى من المعرفة بالاضافة بحر وذكره المصنف قبيل باب اليمين في الطلاق معزوا للاشباه اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر چھوئے اس سر کو کوئی اور
اشارہ کیا متکلم نے اپنے سر کی طرف تو حالف اسکے چھونے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہے حالف سے بنا بر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر
یعنے تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنے کے قوی تر ہے داری کی اضافت سے اور اسکو مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین سے پہلی طلاق میں اشباہ کی طرف اشارہ کرکے الا بالنية وفي
العلم كان كلم غلام محمد بن احمد احدٌ فكذا دخل الحالف لو هو كذالك لجواز استعمال العلم في موضع النكرة فلم يخرج الحالف من عموم النكرة بحر
معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام میں داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اسکی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ
ایسا ہوگا یعنی اگر حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو پس جب سے حالف عموم نکرہ سے
نہ نکلا کذا فی البحر مترجم جب استعمال نام کا بجا نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اس مرد کے غلام سے جسکا نام محمد بن احمد ہے تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اسکا
غلام بھی ہمین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلتُ وفي الاشباه المعرفةُ لا تدخل تحت النكرة الا المعرفة في الجزاء فتدخل في النكرة التي هي
في موضع الشرط كان دخل داري هذه احدٌ فانتِ طالقٌ فدخلت هي طُلِّقت ولو دخل هو لم يحنث لانّ المعرفة لا تدخل تحت النكرة وتمامه
في القسم الثالث من ايمان الظهيرية شارح کہتا ہے اشباہ میں ہے کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا میں واقع ہو یعنی معرفہ اُس نکرہ میں داخل ہوتا ہے
جو شرط کے محل میں واقع ہے چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر میں تو تو مطلقہ ہے پھر زوجہ اسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے
کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث میں ہے حموی اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بتاء خطاب لیکن وہ جزا میں واقع
ہے تو اسکا دخول اُس نکرہ کے تحت میں جو شرط میں واقع ہے ممتنع نہیں اسواسطے کہ دو جملے مانند دو مختلف کلاموں کے ہیں اور اسی طرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت میں
واقع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہیں اسواسطے کہ ایک ہی جملہ میں یعنی شرط میں دونوں واقع ہیں ويجب حج او عمرة
ماشياً من بلده في قوله عليّ المشي الى بيت الله او الكعبة فان ركب اراق دمًا لادخاله النقص ولو اراد ببيت الله بعض
المساجد لم يلزمه شئٌ اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چل کر اپنے شہر سے اس قول میں کہ مجھپر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک اور جانور
ذبح کرے اگر راہ میں سوار رہا اسواسطے کہ اسنے نذر مذکور میں نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعضی مسجد کا ارادہ کریگا تو اسپر کچھ لازم نہ ہوگا نہ قضاءً

نہ دیانۃً اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا اور مصنف نے بلاقید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کعبین اور کہیگا تو اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا چنانچہ ہدایہ مین مصرح
ہی اسواسطے کہ ایجاب حج عمرہ کا باعتبار مدلول لفظ یا اُسکے استلزام کے نہین اور نہ باعتبار مجاز کے اور نہ بطر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہی یعنی علی المشی الی بیت اللہ
ایجاب حج یا عمرہ مین مروج ہی تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا مانند اس قول کے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی المنح ولا شئ بعلیّ الخروج او الذہاب الی بیت اللہ
او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ لعدم العرف اور یون کہنے مین کہ
مجھپر واجب ہی نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازے تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا عرفات تک کچھ واجب نہین نہ حج
نہ عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کوئی وجہ فرق کی نہین سوائے عرف کے لا یعتق عبد قیل لہ ان لم احج العام فانت
حر ثم قال حججت وانکر العبد واتی بشاہدین فشہدا بنحرہ اضحیۃ بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی نفی الحج اذ التضحیۃ لا تدخل تحت
القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد نہ ہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اُسکے مولی نے کہا کہ اگر مین اِس سال حج نہ کرون تو تو آزاد ہی پھر مولی نے کہا کہ مین نے
حج کیا اور غلام اُسکے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دونون نے کوفہ مین اُسکے قربانی کرنے کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب اُسکے قائم ہونے کے نفی حج پر اسواسطے کہ
قربانی کرنا حکم قاضی کے تحت مین داخل نہین اور محمد نے کہا کہ غلام آزاد ہوگا اور ترجیح دی ہی اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر مین ہم ہر چند ظاہر مین اثبات کی گواہی یعنی
کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہی اسواسطے کہ کوفہ بہت دور ہی کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہو اُسکا پہونچنا اس سال کی حج مین نہین ہو سکتا اور اثبات قربانی
کا قاضی سے متعلق نہین تو یہ گواہی نفی حج کی گواہی کے مانند ہوگئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہ ہی کہ گواہی نفی پر نہین بلکہ امر وجودی پر ہی
جو متضمن ہی نفی کا تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیتہ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نہ رکھیگا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے
صوم سے بشرط نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اُسنے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اُسکے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کی امساک سے بھی پائی گئی اسواسطے کہ صوم عبارت
ہی امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح ولو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف للکامل اور کہا کہ لا اصوم صوما یعنی بعد
فعل کے مصدر کو صریحاً ذکر کیا یا یون کہا کہ نہ روزہ رکھونگا ایک دن تو پورے ایک دن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کمتر سے اسواسطے کہ لفظ صوم کا مطلق ہی تو فرد کامل کی طرف
منصرف ہوگا اور صوم کامل نہین ہوتا بدون رات کے آنے کے اور لا اصوم یوما مین لفظ یوم کا خود صریح ہی تقدیر مدت مین کذا فی الطحطاوی حلف لیصومن ہذا الیوم کان بعد
اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ ضرور روزہ رکھیگا اُس
دن مین حالانکہ بعد کھا چکنے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور فی الفور حانث ہو جاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر معتمد نہین بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے ناسی مین
ہم یعنی صوم بعد الاکل والزوال ناسی مین متصور ہی یعنی جو صائم بھول کر کھا گیا تو اُسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہی یا القصور صوم اُس ناسی کا بعد زوال کے جو نیت کرنا بھول
گیا کذا فی الطحطاوی وہو کما لو قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین
تنعقد وتطلق فی الحال لان درور الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وہو الماء غیر قائم اصلا فلا یتصور
اور وہ یعنی مثال سابق مانند اس مثال کے ہی کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھیگی تو تو مطلقہ ہی پھر اُسی وقت اُسکا حیض جاری ہو گیا یا ایک رکعت
بعد جاری ہوا تو یمین صحیح ہی اور بدین وجہ اُسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلوۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین بخلاف مسئلۃ الکوز کے
یعنی قسم کھائی کہ اس کوزہ سے پانی پیئیگا اور حالانکہ اُسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اُسمین مطلقا موجود نہین تو یمین کسی وجہ سے منعقد
نہین وحنث فی لا یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑھیگا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے بمجرد سجدہ کرنے کے اسلیے کہ صلوۃ
عبارت ہی ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہی اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ مین داخل نہین فتح القدیر مین کہا حق یہ ہی کہ ارکان

حقیقیہ نماز کے پانچ ہیں اور قعدہ رکن زائد ہے کہ ختم صلوٰۃ کے واسطے واجب ہوا ہے تو حنث کے حق میں اسکی کہ نیت معتبر نہ ہوگی کذا فی فتح اور نہر الفائق میں قعدہ کو شرط قرار دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولی حنث میں اسکا اعتبار نہ ہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لا یعتق الا باولی شفع لتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے آزاد نہ ہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثابت ہو ہم ہرچند اس مثال میں حنث رکعت اولی پر ہی ہے سجدہ رکعت پر لیکن بدون دو رکعت کے شرعًا تحقق رکعت اولی کا متصور نہیں اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھ کر کلام کریگا تو غلام آزاد نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی لا یصلی صلوٰۃ لشفع وان لم یقعد اور اس یمین میں کہ لا اصلی صلوٰۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اسنے قعدہ نہ کیا ہو اسواسطے کہ فتح القدیر سے منقول ہو چکا کہ وہ رکن اصلی نہیں نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلاً فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی نہ پڑھیگا تو اسکے حانث ہونے میں تشہد شرط ہے ہم تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اسواسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھاویگا تو حانث نہ ہوگا تا وقتیکہ چوتھی رکعت کے بعد تشہد نہ کریگا کذا فی الطحطاوی و حنث فی لا یؤم احدا باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان وصلیۃ قصد ان لا یؤم احدا لانہ امّہم اس قسم میں کہ کسی کی امامت نہ کریگا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اسنے کسی امامت کا قصد نہ کیا ہو اسواسطے حانث ہوگا کہ وہ امام انکا ہو گیا اسواسطے کہ امامت میں نیت امامت کی شرط نہیں وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لم یؤم احدا اور حالف کی فقط دیانۃً تصدیق ہوگی اگر اسکی نیت کریگا یعنی اس نیت میں دیانۃً تصدیق ہوگی کہ کسی کی نیت نہ کریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یؤم احدا لا یحنث مطلقا لا دیانۃ ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحسانا اور اگر حالف نے گواہ کر لیا قبل اپنی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نہ کریگا تو کسی طرح حانث نہ ہوگا نہ دیانۃً اور نہ قضاءً اور اقتدا مقتدیوں کی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ میں یہ واقعہ ہوا ہو بنا بر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ میں جماعت شرط ہے سو بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کلا حنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہیں ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں بسبب انکے عدم کمال کے یعنی لا اصلی صلوٰۃ کی حلف مطلق منصرف ہے فرد کامل کیطرف اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت بسبب عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہیں بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیا عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اسکی جماعت کرنے سے حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل میں ممنوع ہے ہم جماعت نفل کی اسوقت ممنوع ہے جبکہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل لم یذکرہا الشارح کان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے سو غلام نے کہا کہ میں نے نماز پڑھی اور مولی نے اسکا انکار کیا تو آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اسپر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوٰۃ فانت طالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوجہ نے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہے سو اسنے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا فی الظہیریہ حلف ما اخر صلوتہ عن وقتہا وقد نام فقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ بحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اسکے وقت سے موخر نہ کریگا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پھر اسکو قضا کیا باقانی نے اسکے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز کے وقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اسکا وقت ہے حلبی نے کہا کہ یہ دا یا سمان کا عرف ہے اور عرف میں اسکو موخر کہتے ہیں اگرچہ قضا کرے اجتماع حدثان فالطہارۃ منہما و حدث جمع ہو دیں تو طہارت دونوں سے ہوگی ہم قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کریگا پھر اسکی ناک سے خون نکلا پھر اسنے پیشاب کیا پھر اسنے وضو کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دونوں حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امرأتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت ویصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ اس دن میں پانچ وقت کی نماز جماعت سے پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نہ کریگا تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھے

پھر زوجہ سے قربت کرے پھر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غسل رات مین واقع ہوا نہ دن مین کذا فی العالمگیری حلبی نے کہا اسمین اعتراض ہی کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہی تو غروب تک تین ہی نمازین ہوئین اور قسم ہی پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہی تو ہر صورت حانث ہوگا خواہ دن مین نہاوے خواہ رات مین حلف لا یحج فعلی الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کھائی کہ حج نہ کریگا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد حج کرنے سے حانث نہ ہوگا صلی الحج او لا یحج حجۃ کا حلف برابر ہی بخلاف صلوٰۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفۃ عن الثالث ای محمد وحتی یطوف اکثر طواف المفروض عن الثانی وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان من کبار فقہاء بخارا ومات بہا سنۃ سبع وخمسمائۃ اور عدم حج کی حلف مین حانث نہ ہوگا یہان تک کہ عرفات کا وقوف کرے یہ مروی ہی امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہ ہوگا یہان تک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون چار شوط کے حانث نہ ہوگا یہ مروی ہی امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہی منہاج مین جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہی وہ بخارا کے فقہاء کبار مین سے تھے اور پانسو سات ہجری مین وہین وفات پائی ولا یحنث فی العمرۃ حتی یطوف اکثرہا اور حانث نہ ہوگا عمرہ نہ کرنے کے حلف مین یہان تک کہ عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط زیادہ ان لبست من غزلک فہو ہدی ای صدقۃ انصدق بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلتہ ونسج ولبس فہو ہدی عند الامام ولہ التصدق بقیمتہ بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا اگر مین پہنون تیرے کاتے سوت تو وہ ہدی ہی یعنی صدقہ ہی جسکو مین مکہ معظمہ مین تصدق کرون پھر زوج مالک ہوا روئی کا بعد قسم کے سو زوجہ نے اسکو کاتا پھر اسکا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہی امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ عادت یہی ہی کہ عورت زوج کی مملوک روئی کو کاتے تو معتاد ہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہی کہ اسکی قیمت کو مکہ مین خیرات کرے نہ اور جگہ مع جو صدقہ بلفظ ہدی ہی اسکا صرف سوائے مکہ کے اور کہین جائز نہین بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا ملکہ یوم حلفہ ویفتی بقولہما فی دیارنا لانہا انما تغزل من کتان نفسہا او قطنہا وبقولہ فی الدیار الرومیۃ لغزلہا من کتان الزوج نہر اور صاحبین نے وجوب تصدق مین ملک زوج کی اسکی حلف کے دن شرط کی ہی اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین اور صاحبین کے قول یعنی عدم تصدق پر فتویٰ ہی ہمارے ملک مین یعنی مصر مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنی کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہی اور امام اعظم کے قول پر فتویٰ ہی روم کے ملک مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنی زوج کے کتان کو کاتتی ہی کذا فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلہا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابسا قسم کھائی کہ زوجہ کے سوت کو نہ پہنے گا پھر اسکے سوت کا ازاربند پہنا تو حانث نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہی اسواسطے کہ عرف مین اسکو لابس یعنی پہننے والا نہین بولتے ہین کلا یلبس ثوبا من نسیج فلان فلبس من نسیج غلامہ لا یحنث الا اذا کان فلان لا یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز چنانچہ قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہ پہنے گا جسکو فلانے نے بنا سو اسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہ ہوگا جب کہ فلانا شخص بھی اپنے ہاتھ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہ بن جانتا ہوگا تو اسکے غلام کے بنے کپڑے کے پہننے سے حانث ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطے کہ نسیج حقیقی وہی ہی جو اپنے ہاتھ سے ہو تو جب تک حقیقت ممکن ہوگی تو اسی پر عمل ہوگا اور در صورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح کما یحنث بلبس خاتم ذہب ولو دملج او بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد او زمرد ولو غیر مرصع عندہما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ قسم مین کہ زیور نہ پہنے گا حانث ہوتا ہی بسبب عرف کے سونے کی انگوٹھی پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زمرد چاندی سونے مین جڑا نہ ہو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہی حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ مین مصرح ہی کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہی تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم فضۃ بدلیل حلۃ للرجال الا اذا کان مصوغا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب ینبغی ان یحنث بہ نہر لکن تعقبہ [illegible] اور حانث نہ ہوگا حلف مذکور مین چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اسکی حلت کے مردون کے حق مین مگر جب کہ چاندی کی انگوٹھی عورتون کی انگوٹھی کی صورت پر بنی ہو اسطرح پر کہ اسمین نگین ہو مانند عورتون کے تو اسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہی کذا فی شرح الزیلعی اور اگر انگوٹھی پر سونے کا

ملمع ہو تو لائق یون ہے کہ اُسکے پہننے سے حانث ہو کذا فی النہر پہونچی گہری اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہے خواہ چاندی کے ہون خواہ سونے کے کیونکہ ہر حال سونے چاندی کا زیور مردون پر حرام ہے فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہے واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ اُنکے حق مین زیور کامل نہین اگرچہ زینت سے خالی نہین لہذا اُسکے پہننے سے حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او جلد او بساط او حصیر او حلف لا ینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ اخر فنام علیہ او لا یجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ اخر لا یحنث فی الصُور الثلث کما لو اخرج الحشو من الفراش للعرف قسم کھائی کہ زمین پر نہ بیٹھے گا پھر بیٹھا اُس چیز پر جو حائل ہے جالس اور زمین مین اور زمین سے جدا ہے جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی یا قسم کھائی کہ نہ سوویگا اس فرش پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اُسپر سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا پھر اُسپر دوسری چارپائی بچھا کر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا ان تینون صورتون مین چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اُسپر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا بنا بر عرف کے اور اسی طرح اگر فرش کا ابرہ اور استر جدا کیا اور درمیان کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولو نکر الاخیرین حنث مطلقا للعموم وما فی القدوری من تنکیر السریر حملہ فی الجوہرۃ علی المعرف اور اگر اخیر دونون مثالون مین فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یون کہے لا اجلس علی فرش لا اجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھے گا اور کسی چارپائی پر نہ بیٹھے گا تو ہر طرح سے حانث ہوگا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قدوری مین سریر کو نکرہ ذکر کیا ہے تو جوہرہ مین اُسکو معرفہ پر محمول کیا ہے بخلاف ما لو حلف لا ینام علی الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراشٌ لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن ینبغی التعبیر باداۃ التشبیہ نحو کما لو الی اخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام لیصح المرام کما لا یخفی علی ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن فی دیارنا دمشق الشام فتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سوویگا اس چارپائی کی پٹڑیون پر یا اس ناؤ کے تختون پر پھر اُنپر فرش بچھایا اور اُسپر سویا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ تختون پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہے ایسی عبارت ہے مصنف کی شرح کے نسخون مین لیکن لائق یون ہے کہ تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یون کہا جاوے کما لو حلف لا ینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام سے موخر کیجئے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین صاحبان فہم پر اور چنانچہ یون ہی موجود ہے ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخون مین سو خبردار رہنا ہم لفظ بخلاف کا اسکا مقتضی ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مسئلہ سابقہ کے مخالف ہے حالانکہ دونون مین عدم حنث ثابت ہے لہذا شارح نے اُسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہے اُسمین یہ عبارت متن مین داخل نہین بلکہ شرح مین داخل ہے بلا لفظ بخلاف بہر صورت یہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہین واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قرامٌ بالکسر الملاءۃ او جعل علی السریر بساط او حصیر حنث لانہ یعد نائما وجالسا علیہما عرفا بخلاف ما مرّ اور اگر قسم کھائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا یا نہ سوویگا اور اس فرش پر ایک کپڑا لیو یا چاندنی کے بچھایا یا چارپائی پر بچھونا یا چٹائی ڈالی پھر اُسپر بیٹھا یا سویا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہوگا عرف مین بخلاف اُس مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اسمین عرفا حانث نہین قرام بکسر قاف عبارت ہے پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام بالکسر اُس پردہ کا نام ہے جسمین نقوش ہون اور اسی طرح مختار الصحاح مین تصریح ہے اور ہمارے عرف مین قرام کو ملاءۃ کہتے ہین جو فرش پر بچھایا جاتا ہے کذا فی النہر ملاءۃ بضم میم و مد لغت مین چادر کو کہتے ہین کذا فی النہر حلف لا یمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لا یحنث قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلیگا پھر زمین پر جوتیان پہن کر چلا یا پتھرون پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہ ہوگا **فرع** مسئلہ المحنۃ شارح کا ان نمت علی ثوبك او فراشك فكذا اعتبر اکثر بدنہ [illegible] کہا زوج نے زوجہ سے اگر مین تیرے کپڑے یا تیرے فرش پر سوؤن تو تو طلقہ ہے تو اکثر بدن زوج کا معتبر ہوگا یعنی اگر اُسکا بدن فرش پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اُسکے

۱۲ [illegible]

۱۲

فرش پر سر رکھا یا اسپر شیما تو مطلقہ نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المحیط

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

عمایناسب ان یترجم بمسائل شتے من الغسل والکسوۃ یہ باب ہے ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہے مناسب یون تھا کہ اس باب کو مسائل شتی کر تعبیر کرتا او من الغسل والکسوۃ غیر ذلک کا بیان ہے الاصل ھنا ان ما شارک المیت فیہ الحی یقع الیمین فیہ علی الحالتین الموت والحیوۃ وما اختص بحالۃ الحیوۃ وھو کل فعل یلذ ویؤلم ویغم ویسر کشتم وتقبیل تقید بہا ثم فرع علیہ قاعدہ یہان یہ ہے کہ جس امر مین مردہ شریک ہو زندے کا تو اسمین قسم دونون حالتون پر واقع ہوتی ہے موت مین بھی اور حیات مین بھی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہے یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہنچاوے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فلو قال ان ضربتک اوکسوتک اوکلمتک او دخلت علیک او قبلتک تقید کل منہا بالحیوۃ حتے لو علق بہا طلاقا او عتقا لم یحنث بفعلہا فی المیت تو اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجکو مارون یا تجکو کسوت دون یا تجھ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہہ ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہان تک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کریگا تو حانث نہ ہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتھ میت کے م تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہے کہ اگر مین تجکو مارون یا کسوت دون یا تجھ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو اسکی زوجہ مطلقہ ہے یا غلام اسکا آزاد ہے پھر مخاطب کے مرنے کے بعد ضرب وغیرہ واقع ہوگی تو حانث نہ ہوگا ضرب اسواسطے میت مین نہین ہو سکتی کہ ضرب عبارت ہے فعل دردناک سے یا استعمال آلۂ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام و تادیب نہین اور میت کو جو عذاب قبر ہوتا ہے تو اسکو جمہور علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہے بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ مین ایسی حیات عطا ہوتی ہے جو آنکھ سے معلوم نہین ہو سکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہے اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض افہام ہے اور موت اسکی منافی ہے اور دخول سے مراد یا اکرام ہے یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہے شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر والمنح اور فتح القدیر مین مذکور ہے کہ میت کو سماعت نہین تو فہم بھی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہے نہ میت کی اور یہ جو صحیح بخاری مین مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولون کی لاشون کو کنوئین مین ڈالوا کر انسے فرمایا کہ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا یعنی شکست کفار اسکو تم نے سچا پایا عمر فاروق رض نے کہا آپ مردون سے کلام کرتے ہین یا رسول اللہ صلعم تو فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہے کہ تم انسے زیادہ تر نہین سنتے ہو اسکا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری حدیث ثابت ہے کہ عائشہ رض صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتون سے رد کیا اول آیت یہ ہے (وما انت بمسمع من فی القبور) یعنی تو سنا نہین سکتا انکو جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہ ہے (فانک لا تسمع الموتی) یعنی تو سنا نہین سکتا مردون کو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطریق ضرب المثل تھا زندون کی نصیحت کے واسطے چنانچہ علی مرتضی سے منقول ہے کہ قبرستان مین جاکر فرمایا کہ تمہاری عورتون کے نکاح ہوگئے اور تمہارے مال تقسیم ہوگئے اور تمہارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہوئے یہ خبر تمہاری ہے ہمارے پاس سو ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ تکلم اور سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے تھا بنا بر اعجاز کے تا کہ کافرون کو حسرت زیادہ ہو اور رہا جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہے کہ میت جوتیون کی آواز سنتا ہے جب لوگ اسکو دفن کرکے پھرتے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ ابتداء دفن کا یہ سماع اور فہم مقدمہ ہے جواب سوال منکر نکیر کا اس خصوصیت کی یہ وجہ ہے تا حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہو جاوے اور تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کی مفید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہے یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تھا تو اس سے عدم سماعت موتی ثابت نہین ہو سکتا چنانچہ بنا بر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بھی کلام کیا ہے حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہو سکتی ہے کہ جب منکر اور نکیر میت سے جواب معقول سنتے ہین تو اس سے کہتے ہین کہ نم کنومۃ العروس یعنی اب آرام سے سو جیسے دولہا سوتا ہے ظاہرا یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ میت

اس علم سے غافل ہو جاتا ہے جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام نہیں سنتا البحر اور یہ لوگ اہل تقلید ہیں یا یہ اجتہاد کا نہیں کہتے پھر جن فقہا کے ہم مقلد ہیں جب اُنکے نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو اس میں زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بے موقع ہے واللہ اعلم بخلاف الغسل والحمل والمس والباس الثوب کحلفہ لا یغسلہ او لا یحملہ لا یتقید بالحیوۃ بخلاف نہلانے اور اُٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یون قسم کھانا کہ مثلاً زید کو غسل نہ دیگا یا اسکو نہ اوٹھاویگا تو یہ یمین مقید بحیات نہین یعنی اگر زید کے مرنے کے بعد اسکو غسل دیگا یا اٹھاویگا یا اسکو چھوئے گا یا کفن پہناویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ افعال زندہ کو مخصوص نہین بلکہ میت انمین شریک ہے زندہ کا تحنث فی حلفہ ولو بالفارسیۃ لا یضرب زوجتہ فمد شعرھا او خنقھا او عضھا او قرصھا ولو ممازحا خلافا لما صححہ فی الخلاصۃ حانث ہوگا یعنی اس قسم میں اگرچہ فارسی زبان میں قسم کھائی ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ ماریگا پھر اُسکے بال کھینچے یا اسکا گلا دابا یا اسکو دانت سے کاٹا یا اسکے چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہ افعال کئے ہون بخلاف اس قول کے جسکو خلاصہ مین صحیح کہا ہے م خلاصہ اور بحر الرائق مین جامع قاضی خان سے اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے مصرح ہے کہ اگر بال کھینچا اور گلا دبانا اور کاٹنا اور چٹکی لینا حالت غضب مین ہے تو حانث ہوگا اور اگر ملاعبت کی حالت مین ہے تو حانث نہ ہوگا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علما کے بلا در شارح کو اسکے مخالفت کہنا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیہ ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر م الاشبہ بحر وبہ جزم فی الخانیۃ والسراجیۃ اور ضرب مین قصد کرنا شرط نہیں اور بعضون نے کہا قصد شرط ہے بنا بر قول اظہر اور اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ مین یقین کیا ہے واما الایلام فشرط بہ یفتی ویکفی جمعھا بشرط اصابۃ بدنہ کل سوط اور درد پہونچانا تو ضرب مین شرط ہے اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرتا ہے جمع کرنا کوڑون کا بشرطیکہ مضروب کے بدن کو ہر کوڑا لگے م قسم کھائی کہ مثلاً سو کوڑے زید کے مارونگا پھر سو کوڑے اسنے جمع کئے اور زید کے ایکبار مارے تو حانث نہ ہوگا بشرطیکہ ہر کوڑا اسکے بدن پر لگجاوے السطح پر کہ انکی اطراف قائمہ یا عراض مبسوطہ بدن پر لگین بشرط تکلیف کذا فی الفتح واما قولہ تعالی وخذ بیدک ضغثا ای حزمۃ ریحان فخصوصیۃ لرحمۃ زوجۃ ایوب علیہ السلام فتح اور وہ جو حق تعالی کا قول ہے کہ لے اپنے ہاتھ مین مٹھا یعنی ریحان کا دستہ سو یہ خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام کی زوجہ مسماۃ رحمت کی کذا فی الفتح م رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھین ایوب علیہ السلام کی وہ کسی کام کو گئی تھین وہان دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ سو ضرب مارونگا حق تعالی نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان اُنکو مارین اور ایک روایت یہ ہے کہ درخت کی شاخین مارین خلاصہ سوال یہ ہے کہ تم نے ضرب مین ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کی ضرب مین تکلیف کہان شارح نے جواب دیا کہ یہ امر مخصوص ہے زوجہ ایوب علیہ السلام کو یہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام مین ممنوع ہے علی الخصوص در صورت روایت شاخون کی ضرب کے تفسیر کشاف مین ہے کہ جواز حیل مین اس آیت کی رخصت باقی ہے کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربنہ او لیقتلنہ الف مرۃ فہی علی الکثرۃ والمبالغۃ کحلفہ لیضربنہ حتی یموت او حتی یقتلہ او حتی یترکہ لا حیا ولا میتا قسم کھائی کہ البتہ ماریگا یا قتل کریگا فلانے کو ہزار بار تو یہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنی شدت ضرب پر محمول ہے معنی حقیقی مراد نہین چنانچہ یون قسم کھانا کہ البتہ اسکو ماریگا یعنی کوڑون سے کذا فی البحر یہان تک کہ وہ مرجاوے یا یہان تک کہ وہ مقتول ہوجاوے یا یہان تک کہ اسکو چھوڑے ایسا کہ نہ زندہ رہے نہ مردہ تو یہ یمین کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے نہ حقیقت پر ولو قال حتی یغشی علیہ او حتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقۃ اور اگر یون کہا کہ البتہ اسکو ماریگا یہان تک کہ اسکو غش آجاوے یا یہان تک کہ وہ فریاد کرنے لگے یا رونے لگے تو یہ یمین حقیقت پر ہے نہ مجاز پر تو تاوقتیکہ اسکو غش نہ آوے یا فریاد نہ کرے یا نہ روے قسم پوری نہ ہوگی ان لم اقتل زیدا فکذا وھو ای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا وقد قدمنا عند لیصعدن السماء اگر نہ قتل کرون زید کو تو ایسا ہو اور حالانکہ زید میت ہے اگر حالف اسکی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اور اگر نہین جانتا ہے تو حانث نہ ہوگا اور اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کرچکا ہے صعود سما کی حلف کے قریب حلف لا یقتل فلانا بالکوفۃ فضربہ بالسواد ومات بہا حنث کحلفہ لا یقتلہ یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات یوم الجمعۃ حنث وبعکسہ ای ضربہ بکوفۃ ومات بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ بشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظہیریہ

قسم کھائی کہ فلانے کو کوفہ مین نہ قتل کریگا پھر اسکو کوفہ کے دیہات مین مارا اور وہ کوفہ مین مر گیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم مین کہ قتل کریگا اسکو جمعہ کے دن پھر اسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اسکے بالعکس مین یعنی کوفہ کے مارنے مین اور دیہات کے مرنے مین حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہی مثال ثانی مین اور مکان معتبر ہی مثال اول مین بشرطیکہ ضرب اور زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریہ قسم قریات کوفہ کو سواد اسواسطے کہا کہ وہ شدت سے سرسبز ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا ان لم تاتنی حتی اضربک فهو على اتيانه ضربه او لا ظہیریہ مین ہی اگر تو نہ آویگا میرے پاس تا مین تجکو مارون تو قسم اسکے آنے پر ہی خواہ اسکو بعد آنے کے مارے یا نہ مارے حتی اس مثال مین لام سببی کے معنی مین ہی اور لام سببی کا یہ حکم ہی کہ وجود سبب سے وہی حکم سبب کذا فی الطحطاوی ان رأيته لاضربنه فعلى التراخي ما لم ينو الفور اگر مین اسکو دیکھونگا تو البتہ اسکو مارونگا تو یہ تا زندگی پر محمول ہی حتی الی پیٹا وقتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نہ کرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر پھر دیکھنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا ان رأيتك فلم اضربك فرأه الحالف وهو مريض لا يقدر على الضرب حنث اگر مین تجکو دیکھون سو نہ مارون تو اگر ایسا ہو پھر حالف نے اسکو دیکھا اپنے مرض کے ایسے حال مین کہ اسکو قدرت نہین ضرب پر تو حانث ہوگا ان لقيتك فلم اضربك فرأه من قدر ميل لم يحنث بحر اگر مین تجہسے ملاقات کرون سو نہ مارون تو اگر ایسا ہو پھر اسکو کوس بھر سے دیکھا تو حانث نہ ہوگا کذا فی البحر اسواسطے کہ آنکھ دور دیکھنے کو ملاقات نہین کہتے ہین الشهر ما فوقه ولو الى الموت بعيد وما دونه قريب فيعتبر ذلك فى ليقضين دينه او لا يكلمه الى بعيد او الى قريب ولفظ العاجل والسريع كالقريب والآجل كالبعيد وهذا بلا نية مہینا اور اس سے زیادہ اگرچہ تا دم موت ہو بعید مین داخل ہی اور مہینے سے کمتر مدت قریب مین داخل ہی تو یہی تفسیر مذکور اس قسم مین معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام نہ کریگا بعید تک یا قریب تک اور لفظ عاجل اور سریع کا مانند قریب کے ہی اور لفظ آجل کا بعید کے مانند ہی اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہی ہم اگر قسم کھائی کہ میرا عاجلاً یا سریعاً قرض ادا کریگا پھر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بعید آیا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت مین وان نوى بقريب او بعيد مدة معينة فيهما فعلى ما نوى ويدين فيما فيه تخفيف بحر اور اگر قریب اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونون مین نیت کی تو اسکی نیت کے موافق اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد لے تو بھی صحیح ہی اسواسطے کہ دنیا بہ نسبت آخرت کے قریب ہی کذا فی النہر اور جس مدت مین حالف پر تخفیف ہوگی اسمین دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر درصورت تخفیف دیانۃً تصدیق کرنا بحر الرائق مین بطور بحث کے مذکور ہی شارح نے اسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لا يكلمه مليا او طويلا ان نوى شيئا فذلك والا فعلى شهر ويوم كذا فى البحر عن الظهيرية وفى النهر عن السراج على شهر قسم کھائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اس سے کلام نہ کریگا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اسی قدر معتبر ہی اور اگر کچھ نیت نہین کی تو ایک مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریہ اور نہر الفائق مین سراج سے منقول ہی کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم ملی بفتح اول وکسر ثانی عبارت ہی مدت زمانے سے اور اسی جہت سے لیل و نہار کو ملوان کہتے ہین وكذا كذا يوما احد عشر وبالواو احد وعشرون وبضعة عشر ثلثة عشر اور اگر حلف مین کذا کذا یوما کہا تو گیارہ دن مراد ہین اور واو عاطفہ سے یعنی یون کہا کذا وکذا یوما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعۃ عشر سے تیرہ دن مراد ہین وفی حلفه ليقضين دينه اليوم لو قضى نبهرجة ما يرده التجار او زيوفا ما يرده بيت المال او مستحقة للغير وبعتق المكاتب بدفعها بار ہوگا یعنی حانث نہ ہوگا اس قسم مین کہ البتہ آج کے دن اپنا دین ادا کریگا اگر ایسے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا غیر کے حق کے ادا کئے اور مکاتب انکے دینے سے آزاد ہو جاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہین جنکو سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہین جنکو بیت المال سلطانی قبول نہ کرے ہم نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہین لیکن نبہرجہ مین چاندی کم ہوتی ہی اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت مین انکا دینا لینا رائج نہین اور زیوف مین غش کم ہوتا ہی اور چاندی زیادہ لہذا اہل تجارت مین انکا دینا لینا رائج ہوتا ہی لیکن خزانہ سلطانی مین نہین لیتے اسواسطے کہ وہان کھرا مال لینا معتاد ہی ہرچند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہین

لیکن عیب ہونا غش کو معدوم نہیں کردیتا البتہ اگر طرفین یعنی بیع صرف یا بیع سلم میں قبول کرے انکو تو جائز ہے اور اسی طرح غیر کے دراہم ستوقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہے والہذا اگر انکا مالک اجازت دے تو جائز ہوگا نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہیں لیکن فقہا میں مستعمل ہے کذا فی النہر الفائق لا یبرّ لو قضاہ رصاصاً او ستوقۃ وسطہا غش لانہما لیسا من جنس الدراہم ولذا لو تجوز بہما فی صرف وسلم لم یجز بار نہ ہوگا یعنی حانث ہوگا اگر اسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے بیچ میں غش ہوتا ہے ادا کیا اسواسطے کہ دونوں دراہم کی جنس سے نہیں لہذا اگر انکو صرف اور سلم میں دیجئے تو جائز نہیں ستوقہ بفتح سین مہملہ و تشدید تا معرب ہے ستہ کا یعنی تین پرت دونوں طرف چاندی اور بیچ میں تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان النبہرجۃ ان علم غشہا لم یوخذ واما الستوقۃ فاخذہا حرام لانہا نحاس انتہی اور مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا کہ دراہم نبہرجہ میں جب پیتل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نہ چاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہے اسواسطے کہ وہ تانبا ہے انتہی نقلا ہم اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ کو لے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کردینے کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل الخمس التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہ یعنی قضاء دین ان پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہے جنمیں فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہے امام اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ دراہم زیوف بجائے جید دراہم کے ہیں پانچ صورتوں میں پہلی یہ ہے کہ ایک مرد نے گھر مول لیا کھرے درم سے اور قیمت میں زیوف دئے تو شفیع کھرے درم کر اسکو لیگا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اسنے کھوٹے درم دیے تو مکفول عنہ سے کھرے درم لیگا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹی دی پھر اسکو منفعت سے بیچا تو ہل لمال جید ہوگا چوتھی یہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کریگا پھر زیوف ادا کئے تو حانث نہ ہوگا پانچویں یہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تھا سو اسنے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا اور بعد صرف کرنے کے اسکو کھوٹے ہونے کا علم ہوا تو پھر اس سے کھرے درہم نہیں لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی الفتح یقول المدیون فی حلفہ لرب الدین لاقضین مالک الیوم فجاء بہ فلم یجدہ دفعہ للقاضی ولو فی موضع لا قاضی لہ حنث بہ یفتی منیۃ المفتی حانث نہ ہوگا قرضدار خواہ قرضخواہ سے یوں قسم کھانے میں کہ البتہ ادا کریگا تیرا مال آج کے دن پھر وہ مال کو لایا سو اسنے قرضخواہ کو نہ پایا اور قاضی کو دیا اور اگر اس مکان میں ہو جہاں قاضی نہیں تو حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منیۃ المفتی وکذا یبر لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ یدہ لو اراد قبضہ والا یکن کذلک لا یبر ظہیریۃ اور اسی طرح حانث نہ ہوگا اگر اسنے قرضخواہ کو پایا پھر اسکو مال دیا سو اسنے قبول نہ کیا اس مال کو پھر اسنے اتنا قریب رکھدیا کہ اسکا ہاتھ پہونچ سکے اگر وہ قبض کا ارادہ کرے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ اتنی دور ہو کہ اسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے تو بار نہ ہوگا یعنے حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ وفیہا حلف لیجہدنّ فی قضاء ما علیہ لفلان باع ما للقاضی بیعہ لو دفع الامر الیہ اور ظہیریہ میں ہے قسم کھائی کہ البتہ کوشش کریگا اس دین کے ادا کرنے میں جو اسپر فلانے شخص کا ہے تو وہ واسطے ادائے دین کے بیچڈالے اس مال کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہے اگر قاضی کے پاس نالش ہوتی ہو عدم ادا کی وکذا یبر بالبیع ونحوہ مما یحصل المقاصۃ فیہ بہ ای بالدین لان الدیون تقضی بامثالہا اور اسی طرح بار ہوگا یمین مذکور میں بیع کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کے مانند وہ عقد ہے جس میں مقابلہ اور معاوضہ حاصل ہوتا ہو اسواسطے کہ ادائے دیون اپنے امثال سے ہوتا ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پھر اسنے کوئی چیز زید سے بعوض اسکے دین کے بیچی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے دین ادا کردیا نقد دینا کچھ ضرور نہیں اور بیع کے مانند معاوضہ ہونے میں نکاح ہے مثلاً یعنی طالب دین نے اپنے دین والے کی لونڈی سے اور اپنا دین اسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہوجاویگا حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدائن الدین منہ ای من المدیون لیس بقضاء لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادائے دین نہیں اسواسطے کہ یہ عبارت ہے اسقاط سے یعنی صاحب دین نے اپنا حق ساقط کردیا ہے معاوضہ نہیں یعنی یہ فعل ہے قرضخواہ کا اور ادائے دین حالف کا فعل ہے سو پایا نہ گیا وحینئذ فانہ یحنث لو کانت الیمین موقتۃ لعدم امکان البر مع ہبۃ الدین وامکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اسوقت میں تو حانث ہوگا اگر

یمین موقت ہوگی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھ ہبہ کر دینے دین کے یعنی بعد ہبہ کر دینے دین کے ادائے دین ممکن نہیں اور امکان بر یمین شرط ہے واسطے انعقاد یمین کی چنانچہ یہی شرط ابتدائے یمین کی چنانچہ مسئلہ کوزہ میں مذکور ہو چکا ہے اگر یمین موقت ہو اس طرح کہ واللہ آج کے دن ادا کریگا تو بعد ہبہ کر دینے دین کے حانث ہوگا اور اگر مطلق یمین ہو اس طرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اس واسطے کہ مطلق میں امکان بر بقائے یمین میں شرط نہیں بلکہ ابتدائے یمین میں شرط ہے اور جب کہ حالف نے قسم کھائی تھی اس وقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہوگی پھر حانث ہوا بعد گذرنے اس قدر مدت کے جس میں حالف ادائے دین پر قادر تھا بسبب مایوسی بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف لیاکلن ھذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنابر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین ادا کریگا کل پھر آج اسکو ادا کر دیا یا قسم کھائی کہ مقرر فلانے شخص کو کل قتل کریگا پھر وہ آج مر گیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی کو کھاؤنگا کل پھر اسکو آج کھا گیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اس واسطے کہ تینوں صورتوں میں امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہو گیا حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض بر وان قضی عنہ متبرع لا یبر ظھیریہ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پھر اسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر اپنے دین کا حوالہ کیا پھر قرضخواہ نے اس پر قبضہ کر لیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظھیریہ اس واسطے کہ یہ ادا کرنا حالف کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا وفیھا حلف لا یفارق غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتی ھرب غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ میں ہے قسم کھائی کہ اپنے قرضدار کو نہ چھوڑیگا یہاں تک کہ اپنا قرض پا دے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان میں کہ قرضدار کو دیکھتا ہو اور اسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اسکا چھوڑنے والا نہیں یعنی حانث نہیں اور اگر قرضخواہ سو گیا یا غافل ہو گیا یا کسی آدمی نے اسکو باتوں میں لگایا یا اسکو کسی نے اسکے ساتھ رہنے سے روکا یہاں تک کہ قرضدار بھاگ گیا تو حالف حانث نہ ہوگا منح الغفار اور بحر الرائق میں یہ ذکر کیا لہذا اور عالظفر کا ترجمہ کیا ولو حلف بطلاقھا ان یعطیھا کل یوم درھما فربما یدفع الیھا عند الغروب او عند العشاء قال الامام لم یخل یوم ولیلۃ عن دفع درھم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم کھائی کہ اسکو ہر روز ایک درم دیا کریگا پھر گاہے اسکو غروب کے وقت درم دے یا عشا کے وقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے سے خالی نہ ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح عن البحر اکثر نسخوں میں یدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب میں یدفع الیھا تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق منح الغفار کے لہذا اسی کو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درھما دون درھم فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ متفرقا لوجود شرط الحنث وھو قبض الکل بصفۃ التفرق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرضدار سے ایک ایک درم نہ قبض کریگا پھر تھوڑا قرض قبضہ میں کیا مثلا پانچ درم یا دس درم تو حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائے جانے حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان قبضہ کلہ بوزنین لانہ لا یعد تفریقا عرفا مادام فی عمل الوزن قسم مذکور میں حانث نہ ہوگا جب کہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف میں اسکو تفریق نہیں کہتے جب تک کہ وہ تولنے میں مشغول ہے اسواسطے کہ گاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اس قدر تفریق ضروری مستثنی ہوتی ہے عرف میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی لا یاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ او الا جمیعا فترک منہ درھما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظھیریۃ وھو الحیلۃ فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہے مگر یکبارگی پھر حالف نے ان میں سے ایک درم چھوڑا پھر باقی کو لیا جس طرح چاہا خواہ جدا جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہ ہوگا کذا فی الظھیریہ اس واسطے کہ اسنے سب مال کو متفرق نہیں لیا اور سارے مال کا متفرق لینا ہی شرط تھی حنث کی اور یہی حیلہ ہے پہلے مسئلے میں عدم حنث میں یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لیگا تو متفرق لینے کا حیلہ ہے کہ ایک درم چھوڑ کر جس طرح چاہے لے کما لا یحنث من قال ان کان لی

الا مائۃ او غیرہ او سوی مائۃ فلذا یملکہا ای المائۃ او بعضہا لان غرضہ نفی الزیادۃ علی المائۃ وحنث بالزیادۃ لو مما فیہ الزکوٰۃ والا لا
چنانچہ حانث نہین ہوتا وہ شخص جسنے کہا کہ اگر میرے ملک مین درم ہون مگر سو یا میرے پاس غیر سو یا سواے سو درم کے ہون تو ایسا ہو حانث نہ ہوگا سو یا کم سو درم کے مالک
ہونے سے اسواسطے کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہی اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اُس جنس سے ہو جسمین زکوٰۃ واجب ہوتی ہی
اور نہین تو حانث نہین ہم یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوٰۃ والا مال ہو اگرچہ درم نہ ہون بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہون تو حانث ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو
نہ پہونچے اور اگر زیادتی زکوٰۃ والے مال کی نہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی النہر حتی لو قال امراتہ کذا ان کان لہ مال
ولہ عروض وضیاع ودور لغیر التجارۃ لم یحنث خزانۃ اکمل یہان تک کہ اگر شخص نے کہا کہ اسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر اسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اسکے پاس اسباب
اور زمین اور گھر ہین بغیر تجارت کے تو حانث نہ ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل ہم تو اس سے معلوم ہوا کہ مال اُسی کو کہتے ہین جسمین زکوٰۃ واجب ہی حلف لا یفعل کذا
ترکہ علی الابد لان الفعل یقتضی مصدرا منکرا والنکرۃ فی النفی تعم قسم کھائی کہ ایسا نہ کریگا یعنی مثلاً نہ مارے گا یا کلام نہ کریگا تو اُس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے
کہ فعل مقتضی ہی مصدر منکر کا مثلاً امثال مذکورہ مین ضرب اور کلام مصدر منکر ہی اور نکرہ نفی مین عام ہوتا ہی جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اُسنے یون کہا کہ جمیع اوقات مستقبل
مین نہ ماریگا یا کلام نہ کریگا حلبی نے کہا کہ عموم نہین ہوتا مگر نکرہ صریحہ مین اور ثبوت مصدر کا فعل مین ضمنی اور ضروری ہی نہ صریح علاوہ اسکے محیط مین سیبویہ سے منقول ہی کہ
فعل مین عموم نہین کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف علیہ مرۃ حنث وانحلت یمینہ وما فی شرح المجمع من عدمہ سہو پھر اگر قسم مذکور کھا کر محلوف علیہ کو ایکبار کیا
مثلاً ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا تو حالف حانث ہوگیا اور یمین کھل گئے منعقد نہ رہے اور جو کہ ابن مالک کی شرح مجمع مین ہی عدم انحلال یمین کا سو سہو ہی بنصوص فقہا سے
بلکہ خود انہی تصریح سے جسکی توضیح کرچکا ہی کتاب الطلاق وغیرہ مین کذا فی النہر فلو فعلہ مرۃ اخری لا یحنث الا فی کلما پھر بعد کھلجانے یمین کے اگر دوسری بار وہی
فعل کریگا تو حانث نہ ہوگا مگر کلما کے لفظ مین البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہی لیکن طلاق مین طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہوجاتی ہی کذا فی النہر ولو قیدہا
بوقت کو اللہ لا افعل الیوم فمضی الیوم قبل الفعل بر لوجود ترک الفعل فی الیوم کلہ اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایک وقت سے چنانچہ یون کہا کہ ایسا نہ کرونگا آج
دن پھر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہ ہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن وکذا ان ہلک الحالف او المحلوف علیہ لتحقق العدم ولو جن
الحالف فی یومہ حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسی طرح اگر ہلاک ہوگیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہ ہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے موت
سے اور اگر مجنون ہوگیا حالف اُسدن تو حانث ہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح م موضوع مسئلہ فتح القدیر مین کلام مثبت ہی نہ منفی صورت
اسکی یہ ہی قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے دن کھاؤنگا پھر اُسی دن حالف مجنون ہوگیا اور اُسنے نہ کھایا تو حانث ہوگا اگر نفی کی صورت مین جبکہ مجنون ہوگا اور نہ کھاویگا
تو بلاشک حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیفعلن بر بمرۃ لان النکرۃ فی الاثبات تخص والواحد ہو المتیقن ولو قیدہا بوقت فمضی قبل
الفعل حنث ان بقی الامکان والا بان وقع الیاس بموتہ او بفوت المحل بطلت یمینہ کما مر فی مسئلۃ الکوز نہر ملخص اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا اپنے
یمین مین ایکبار کے کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات مین خاص ہوجاتا ہی اور وہ واحد تو وہی متیقن ہی اور اگر یمین مذکور کو کسی وقت سے مقید کیا پھر وہ وقت گذر گیا قبل
فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نہ رہا ہو اسطرح پر کہ حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر کے سبب سے یا کوئی ایسا واقع ہوگئی ہو تو یمین اسکی
باطل ہوجاویگی چنانچہ مسئلہ الکوز مین مذکور ہوچکا کذا فی شرح الزیلعی حلفہ وال لیعلمنہ بکل داعر ای مفسد دخل البلد تقید حلفہ بقیام ولایتہ
بیان لکون الیمین المطلقۃ تصیر مقیدۃ بدلالۃ الحال قسم کھلائی حاکم نے ایک مرد سے کہ اسکو اطلاع کردیا کرے ہر مفسد کی جو شہر مین آوے تو حلف اسکی حکومت کے
قایم رہنے کے ساتھ مقید ہی شارح کہتا ہی یہ بیان ہی یمین مطلق کے ہوجانے کا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسدین ہی اور دفع فساد بعد زوال حکومت کے متصور
نہین لہذا یہ یمین بزمان مقصود مقید ہوئی ع بزوال ولایتہ مین داعر بمعنی مفسد ہی وینبغی تقیید یمینہ بفور علمہ واذا سقطت لا تعود اور لائق ہی مقید کرنا اس یمین کا بمجرد علم

حانث ہوگا اور جب کہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہ ہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہ بحث ہو صاحب فتح القدیر کی اور ظاہر الروایۃ یہ ہو کہ اطلاع کرنا بمجرد دخول مفسد کے لازم نہیں البتہ بلموت یا معزولی حاکم تاخیر اعلام جائز نہیں کذا فی العنایۃ والزیلعی تو تعجب ہو شارح سے کہ بحث کو ذکر کرتا ہی اور ظاہر الروایت کو ترک کرتا ہی ولو ترقی بان عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی اعلے منصب کی طرف تو یمین کو باقی ہی بسبب اسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہو صاحب بحر کی نہ صاحب فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لا تعود کے مذکور کرنا بہتر تھا من هذا الجنس مسائل منها ما ذکره بقوله کما لو حلف رب الدین غریمه او الکفیل بامر المکفول عنه لا یخرج من البلد الا باذنه تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالة لان الاذن انما یصح ممن له ولایة المنع حال قیام اور اسی قبیل سے چند مسائل ہیں یعنی یمین مطلق بدلالت حال مقید ہو جاتی ہیں انمیں سے بعض مسائل ہیں جو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی صاحب دین نے مدیون کو یا اس مال ضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہی اس بات کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نجاوے بدون اسکے اذن کے تو مقید ہوگا نکلنا قیام دین اور ضمانت کے وقت کے ساتھ نہ مطلقاً اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر اس شخص سے جسکو قدرت ہو روکنے کی تا وقت قیام قدرت منع او حلف لا یخرج امراته الا باذنه تقید بحال قیام الزوجیة بخلاف لا تخرج امراته من الدار لعدم دلالة التقیید زیلعی اور مسائل مذکورہ میں سے یہ مسئلہ ہو اگر قسم کھائی کہ نہ نکلیگی عورت اسکی مگر اسکے اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلے گی عورت اسکی گھر سے کہ یہ یمین مقید بحال زوجیت نہیں بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی ہم یعنی مثال اول میں اذن قرینہ ہو قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہو یعنی نہ نکلنا اسواسطے کہ بعد انقضاء عدت کے اسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف لیهبن فلانا او لیهبنه فلم یقبل بر لان الکل عقد تبرع کعاریة ووصیة اور اگر قسم کھائی کہ ہبہ کریگا فلانے کو یعنی اسکے واسطے ہبہ کیا سو اسنے نہ قبول کیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح کا حکم ہر عقد تبرع میں جسمیں احسان ہو معاوضہ نہیں جیسے عاریت دینا یا کسی کے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کے واسطے کرنا بخلاف البیع ونحوه حیث لا یبر بلا قبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند بیع کے یمین میں کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہو طرف نفی میں مانند بیع کے اجارہ اور صرف اور سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہو کذا فی النہر اور طرف نفی کی یہ مثال ہو قسم کھائی کہ ہبہ نہ دیگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات بازاء الایجاب فقط والمعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ میں یہ ہو کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب ہوتے ہیں اور معاوضات کے عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھ ہی ہوتے ہیں وحضرة الموهوب له شرط فی الحنث فلو وهب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ابن ملک فلیحفظ اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہی حنث میں تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہ ہوگا باتفاق مشائخ اور زفر کے کذا فی شرح ابن ملک تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یحنث فی حلفه لا یشم ریحانا بشم ورد و یاسمین والمعول علیه العرف فتح اس قسم میں کہ ریحان کو نہ سونگھے گا حانث نہ ہوگا گلاب اور چنبیلی کے سونگھنے سے اور اسمیں معتمد علیہ عرف ہی کذا فی فتح القدیر ہم عرب میں مذکور ہو کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے نزدیک ریحان وہ ہی جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر اور سکندریہ میں عاجب ہی کہ ریحان سے ریحان تمام مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہ ہی کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہو قسم میں اہل ہند ریحان تو تلسی اور دونا مروا بولتے ہیں ویمین الشم تقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحه وان دخلت الرائحة الی دماغه فتح اور قسم سونگھنے کی واقع ہوتی ہو بالقصد سونگھنے پر تو حانث نہ ہوگا اگر قسم کھائی کہ خوشبو نہ سونگھے گا پھر اسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہوگئی ہو بو اسکے دماغ میں کذا فی الفتح ویحنث فی حلفه لا یشتری بنفسجا او وردا علی ورقهما لا دهنهما للعرف اور اس قسم میں کہ نہ خریدیگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیوں کے خریدنے سے

ح [illegible]

نہ بنفشہ اور گلاب کے تیل خریدنے سے بسبب عرف کے ہم نبات پر بنفشہ اور ورد کا اطلاق ہو نہ تیل پر یہ عرف ہے صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر یہ عرف بدل جاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اس واسطے کہ ایمان قسم کا حالف کی عرف پر ہے نہ فقہاء مصنفین کے عرف پر حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ خلافاً لابن سماعۃ لا یحنث بہ یفتی خانیہ قسم کھائی کہ نکاح اپنا نہ کریگا پھر اُسکا نکاح فضولی نے کر دیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکھا تو حانث ہوگا اور اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور اجازت فعلی میں اجازت بالکتابت بھی داخل ہے یعنی اگر لکھ دیا کہ میں نے نکاح قبول کیا تو بھی حانث نہ ہوگا خلاف ابن سماعہ کے اُسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ افتا کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا اس واسطے کہ خانیہ میں فتویٰ کا لفظ اجازت قولی میں مذکور ہے نہ اجازت فعلی میں ولو وکّل فزوّجہ فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث بالقول ایضاً اتفاقاً لاستنادہا الی وقت العقد اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد کا فضولی نے پھر اُسنے قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو حانث نہ ہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے اجازت کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تھا کل امرأۃ تدخل فی نکاحی او یصیر حلالاً لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لا یحنث بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجازہ بالفعل حنث اتفاقاً لکثرۃ اسباب الملک عمادیہ اگر ایک مرد نے کہا جو عورت کہ میرے نکاح میں داخل ہو یا یوں کہا کہ جو عورت مجھ پر حلال ہو جاوے وہ مطلقہ ہے پھر اُسنے نکاح فضولی کو اجازت فعلی سے جائز رکھا تو حانث نہ ہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول کے کہ جو غلام کہ میری ملک میں داخل ہوگا وہ آزاد ہے پھر غلام کی بیع فضولی باجازت فعلی جائز رکھی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ یعنی ملک ہونے کے اسباب بہت ہیں چنانچہ خرید کرنا یا وراثت پانا یا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بقول ہے تو نکاح میں کچھ فرق نہیں ہو سکتا صریح اور غیر صریح میں کنایۃً فعلی وفیما حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولاً او فعلاً فہو کالنکاح غیر ان سوق المہر الیہا اجازۃ لوجوبہ قبل الطلاق اور عمادیہ میں ہے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا پھر اُسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکھا خواہ باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کے ہے علاوہ اس بات کے کہ مہر دینا اجازت فعلی نہیں طلاق میں بسبب واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اس واسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہے جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق میں حانث نہ ہوگا لیکن اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب پہنچ گیا ہے نکال دے لیکن طلاق فضولی بہ صورت واقع ہوگی یہاں کلام حانث ہونے یا نہ ہونے میں کذا فی الطحطاوی قال لامرأۃ الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گھر میں داخل ہوگی تو تو طلقہ ہے پھر زوج نے تعلیق فضولی کی جائز رکھی پھر وہ داخل ہوئی تو عورت طلاقہ ہوگی ومثلہ فی عدم حنثہ باجازتہ فعلاً ما یکتبہ الموثقون فی التعالیق من نحو قولہ ان تزوجت بامرأۃ بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقاً لان قولہ او بفضولی الخ عطف علی قولہ بنفسی وعاملہ تزوجت وہو خاص بالقول اور یہ مسئلہ سابقہ کے مانند ہے نہ حانث ہونے میں اجازت فعلی سے وہ اقرارنامہ مکتوبہ دار القضا کے وثائق نویس تعالیق میں زوج کی طرف سے اسطرح لکھتے ہیں کہ اگر میں نکاح کروں کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطے فضولی کے نکاح کروں یا عورت داخل ہو میرے نکاح میں کسی طرح تو ہوگی وہ اسکی طلقہ اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اُسکا قول او بفضولی عطف ہے تزوجت کی قول پر اور عامل اُسکا تزوجت ہے اور تزویج مخصوص ہے ساتھ قول کے [illegible] اقرارنامہ لکھوانی ہو دار القضا میں تا زوج دوسرا نکاح نہ کرسکے سوا اس اقرارنامہ سے زوج صالۃً یا وکالۃً یا نکاح فضولی باجازت قولی نہیں کر سکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی کر سکتا ہے شارح نے اسکے سد باب کا بھی [illegible] بتایا وانما ینسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین المضافۃ فیفسخ فقد منا فی التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک بحر اور فضولی کے نکاح کا سد باب اسطرح ہوگا اگر زوج اقرارنامہ مذکورہ میں اتنا مضمون زیادہ کرے یا میں نکاح فضولی کو جائز رکھوں اگرچہ اجازت فعلی جائز رکھوں تو کوئی احتمال خلاصی [illegible] نہیں واسطے جواز نکاح کے کہ جب کہ منکوحہ متحدثہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کی طرف زوج مقدمہ رجوع کرے تاکہ وہ یمین

مضافہ

مضاف باضافت الی الملک کو فسخ کر دیوے اور کتاب الطلاق کے باب مین تعلیق الطلاق مین ہم مقدم مذکور کر چکے ہین کہ اسمین فتوی دینا بھی کافی ہے کذا فی البحر ہم یعنی اس روایت پر فتوی دینا جو امام محمد سے مروی ہے جیسے علما سے خوارزم کا فتوی ہے کہ یمین مضاف باضافت الی الملک واقع نہین ہوتی بلکہ نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ محمد کا یہی قول ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لا یدخل دار فلان یحنث بالمملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ لان المراد بہ المسکن عرفا ولا بد ان تکون سکناہ لا بطریق التبعیۃ فلو حلف لا یدخل دار فلانۃ فدخل دارھا وزوجھا ساکن بھا لم یحنث لان الدار انما تنسب الی الساکن وھو الزوج نھر عن الواقعات قسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا فلانے کے گھر مین تو یہ قول مملوک اور کرایہ اور عاریت کے گھر کو شامل ہے بطریق عموم مجاز کے اس واسطے مراد گھر سے مکان سکونت ہے عرف مین اور ضرور ہے کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم کھائی کہ فلانی عورت کے گھر مین داخل نہ ہوگا پھر داخل ہوا اس عورت کے اس مملوک گھر مین جسمین اسکا زوج رہتا ہے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہے رہنے والے کی طرف اور رہنے والا زوج ہے کذا فی النہر عن الواقعات اور اگرچہ زوجہ کا مملوک ہے لیکن اسکی سکونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لا یحنث فی حلفہ انہ لا مال لہ ولہ دین علی مفلس یتیسر الاداء ای محکوم بافلاسہ او علی ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی الذمۃ لا یتصور قبضہ حقیقۃ اور حانث نہ ہوگا قسم مین کہ البتہ اسکا کچھ مال نہین حالانکہ اسکا دین ہے اس شخص پر جسکے مفلس ہونے پہ حکم کر دیا یا اسکا دین ہے مالدار پر تو بھی حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ دین مال نہین یعنی بالفعل مال نہین بلکہ وصف ہے ذمہ مین یعنی دین عبارت ہے شغل ذمہ سے متصور نہین قبضہ کرنا دین کا فی الحقیقت لہذا فقہا نے کہا ہے کہ قضا دین بامثال ہوتی ہے نہ بعینہا اس محتاج کو کہتے ہین جیسے کہ اس پر قاضی نے حکم کر دیا ہو کہ اپنی خرید فروخت نہ کرے اور لفظ غنی کا تفسیر ہے لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر **فروع** مسائل تحفہ شارح کے قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فھو حالف فان لم یفعلہ المخاطب حنث ما لم ینو الاستحلاف مثلا زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کریگا تو زید ہی حالف ہے تو اگر مخاطب نے عمل نہ کیا تو زید حانث ہوگا اور یہ تب کہ زید اس کلام سے مخاطب کو قسم دلانے کی نیت نہ کرے اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کریگا تو زید حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک باللہ اولم یقل علیک لتفعلن کذا فالحالف ھو المبتدی ما لم ینو الاستفھام مثلا زید نے غیر سے کہا کہ مین تجھ پر قسم دیتا ہون تجھکو اللہ کی یا فقط قسمت باللہ کہا بدون علیک کے یعنی قسم دیتا ہون اللہ کی البتہ تو ایسا کریگا تو قسم کھانے والا وہی زید ہے جسنے اول یہ کلام کیا اگر نہ کیا اس کلام سے استفہام کی نیت نہ کرے اور اگر استفہام کی نیت سمجھ ہمزہ استفہام کریگا تو کوئی حالف نہ ہوگا لیکن خود اپنے حلف سے استفہام کرنا بمعنی امر ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال علیک عہد اللہ ان فعلت کذا فقال نعم فالحالف المجیب اگر غیر سے یون کہا کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اسنے کہا کہ ہان تو قسم کھانے والا مجیب ہے نہ مبتدی اسواسطے کہ جواب متضمن سوال کا ہوتا ہے لا یدخل فلان دارہ فیمینہ علی النھی ان لم یملک منعہ والا فعلی النھی والمنع جمیعا قسم کھائی کہ فلانا شخص اسکے گھر مین داخل ہوگا تو یمین اسکی زبانی منع کرنے پر ہے اگر اسکو روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کو روکنے کی قدرت ہو تو یمین اسکی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے روکدینے دونون پر ہوگی ہم اگر ہاتھ سے روکا اور زبان سے نہ روکا تو ظاہرا حانث ہوگا اجر دارہ ثم حلف انہ لا یترکہ فیھا بقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کھائی کہ کرایہ دار کو اسمین نہ چھوڑیگا تو حانث نہ ہوگا یون کہنے سے کہ نکل جا اسواسطے کہ اسنے اس چیز کی قسم کھائی جسکا مالک نہین کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہے بسبب اجارہ دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم سکنے مین کافی ہے لا یدع مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ الی القاضی وحلفہ قسم کھائی کہ اپنا مال آج کے دن اپنے قرضدار پر نہ چھوڑیگا پھر اسکو قاضی کے پاس پکڑ لیگیا قاضی نے مدیون کو قسم دلائی تو قرضخواہ۹ حانث نہ ہوگا مثلا قرضخواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ منکر ہوا قرض سے تب قاضی نے اسسے قسم کھلائی کہ مین کسکا قرضدار نہین تو اب بھی حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکا مال ابھی ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اسپر صادق آوے تو یہ یمین غیر متصور ہے یا بسبب عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہین چھوڑا بلکہ قاضی نے اسکو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا شوہر سے کہ اگر تو نے ایسا کیا ہو تو تیری عورت مطلقہ ہے تو زید نے کہا ہان اور حالانکہ زید وہ فعل کر چکا تھا تو اسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہے جواب مین تو گویا اسنے یون کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا

۹ [illegible]

تو زوجہ مطلقہ ہو۔ وفی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السؤال معاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق وعبدہ حر وعلیہ المشی الی بیت اللہ ان دخل کذا وقال زید نعم کان حالفاً الخ اور اشباہ مین گیارہوان قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب مین کہا فضولی نے کہ زوجہ زید مطلقہ ہے اور غلام اسکا آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اسنے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اسکی مطلقہ اور غلام اسکا آزاد ہو جائیگا اسپر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہوجاویگا ادعی علیہ فحلف بالطلاق ما لہ علیہ شیٔ فبرھن بالمال حنث بہ یفتی دعوی کیا گیا مثلاً زید پر مال کا سو اسنے قسم کھائی کہ مجھ پر مدعی کا کچھ نہیں پھر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ہم بھی شرط ہے حنث کی بعد گذرنے گواہون کے قاضی یا پنچ ثبوت مال کا حکم کردین اسواسطے کہ بغیر ان دونون حالتون کے معتبر نہیں اور اگر گواہ جھوٹے ہونگے تو بھی حانث ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ اگر زید فی الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃً حانث نہ ہوگا کذا فی الطحاوی حلف ان فلانا ثقیل وھو عند الناس غیر ثقیل وعندہ ثقیل لم یحنث الا ان یعنی ما عند الناس قسم کھائی کہ فلانا شخص بیمار ہے اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بیمار نہیں اور حالف کے نزدیک بیمار ہے تو حانث نہ ہوگا مگر اس صورت مین حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ ارادہ کرے جو لوگون کے اعتقاد مین ہے لا یعمل معہ فی القصارۃ مثلاً فعمل مع شریکہ حنث مع عبدہ الماذون لا قسم کھائی کہ زید کے ساتھ مثلاً کام نہ کریگا کپڑے دھونے مین پھر زید کے ساتھ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتھ کام کرنے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ شریک کے مال مین زید شریک ہے اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین مین بیع ہوجاتا ہے بلا مزاحمت مولی کذا فی الطحاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضاً بینہ وبین غیرہ حنث لان نصف الارض یسمی ارضاً بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذا لم یکن ساکنا قسم کھائی کہ مثلاً زید کی زمین زراعت نہ کریگا پھر اسنے زراعت کی اس زمین مین جو مشترک ہے زید اور غیر زید مین تو حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو بھی زمین کہتے ہین بخلاف اس قسم کے کہ مثلاً زید کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر زید کے مشترک گھر مین داخل ہوا جبکہ زید اسمین نہ رہتا ہو تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ نصف گھر کو گھر نہین کہتے ہین اور اگر مشترک گھر مین زید رہتا ہوگا تو اسمین زید کا گھر شمار ہوگا اسواسطے کہ سکونت سے دار مستاجر و مستاجر کی طرف ہوتا ہی تو دار مشترکہ بطریق اولی ساکن کی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحدود

یہ کتاب ہے حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تھی کفارہ پر اور کفارہ دائر بین العبادۃ والعقوبت تھا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبت خالصہ مین اور حدود چھ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد سکرات اور حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جو بیان حدود کی ظاہر نہ ہین محتاج تقریر اور تحریر کی نہیں اسواسطے کہ اسکی دریافت مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہے کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کے موجب ہین حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہوجاتے ہین سو زنا مین تو بربادی ہے اولاد کی گویا زندہ درگور کرنا ہے بسبب اشتباہ نسب کے اور باقی حدود مین زوال عقل و بیغیرتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان سب کی عقول سلیمہ مین پیدائشی امر ہے ولہذا اباحت اموال و ناموس و زنا دستی کی کسی دین مین ثابت نہین اگرچہ کہا ہے شرب مباح تھا ولہذا حدود بانواع افعال قبیحہ کے حقوق اللہ خالصۃً ہوئے اسلیے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ھو لغۃ المنع و یعنے حد کی جمع حدود ہے لغت عرب مین عبارت ہے منع یعنی روکدینے سے ولہذا ڈیوڑھی بان اور قیدخانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلیے کہ ڈیوڑھی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور قیدخانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہے ولہذا اہل اصطلاح ہیت کے معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور حدود قریہ انکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ وہ دخول ملک غیر سے مانع ہے اور خروج بعض مملوک کا غیر کی طرف روکتی ہین کذا فی الفتح اور عقوبات خالصہ کو حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہین اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ انکے محارم کو کہتے ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تقربوھا اور حدود احکام الٰہی کو بھی کہتے ہین اسلیے کہ اس سے آگے بڑھنا ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا کذا فی الفتح ملخصاً

کتاب الحدود

[illegible]

وشرعاً عقوبة مقدرة وجبت حقاً لله زجراً فلا تجوز الشفاعة فيه بعد الوصول للحاكم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ سے جو واجب یعنی فرض ہوئی ہی بجہت حق خدا واسطے باز رکھنے کے افعال قبیحہ سے تو جایز نہین ہی سفارش کرنا حد سے بچانے مین بعد پہونچنے مقدمہ کے طرف حاکم کے م عقوبت عبارت ہی اُس درد و تکلیف سے جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہی جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور عقوبت معینہ رجم سنگسار کرنا مین موت سے ہی اور باقی حدود مین کوڑون سے ہی کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہی کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر ہین بعد فعل کے یعنی حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہی فعل کی پیشقدمی سے اور بعد ایقاع فعل کے مانع ہی عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی تا بمقدمہ رجوع کرنیوالا اسکو چھوڑ دے اور اسی طرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسواسطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول اور ثبوت کے سفارش جائز نہین اسلیے کہ ترک واجب کی طلب ہی لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجودیکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھے انکار کیا جب انھون نے عورت مخزومیہ کی جسنے چوری کی تھی سفارش کی حضرت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حد مین پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی مین ہلاک ہوئے کہ جب انمین شریف چراتا تھا اسکو چھوڑ دیتے تھے اور جب ضعیف چراتا تھا تو اُسپر حد قایم کرتے تھے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اسکا بھی ہاتھ کاٹون اخرجہ الخمسة کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہراً عندنا بل المطہر التوبة واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک بلکہ پاک کرنیوالی گناہ سے توبہ ہی اور اجماع کیا علما نے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا م یعنی اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون توبہ کے اور اکثر اہل علم اسکے قائل ہین کہ حد مطہر ہی صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنی فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پھر اُسپر مار پڑی دنیا مین تو وہ کفارہ ہی اُسکے واسطے اور جسنے گناہ کیا اور خدا نے اُسکو چھپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہی چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم تطہیر پر آیت قرآنی سے استدلال کیا قال اللہ تعالی (ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ یہ یعنی قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا اور نفی کرنا انکے واسطے رسوائی ہی دنیا مین اور انکو آخرت مین عذاب عظیم ہی مگر وہ لوگ جنھون نے توبہ کی تو حق تعالی نے خبر دی کہ اُنکے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی اور عقاب اخروی ہی سواے توبہ کرنیوالے کے کہ اُس سے عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہوجاتا ہی اس لیے کہ اجماع اہل علم ہی کہ توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط نہیں ہوتی اور واجب یہ ہی کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیے اسواسطے کہ ظاہر ہی کہ مسلم ضرب اور رجم کے ساتھ توبہ بھی کر لیتا ہی تو یہ قید لگانا حدیث مین ضروری ہی تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہو جاے تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی کے متعین ہی نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حداً لعدم تقدیرہ ولا قصاص لانہ حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو تعزیر حد نہین بسبب عدم تقدیر اور تعیین کے اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ قصاص حق ہی مقتول کے ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص حق ہی مقتول کا اور وارثون کی طرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا تو تعلیل اخراج قصاص مین یون کہنا بہتر تھا کہ وہ حق العبد ہی تا دونون مذہبون کو شامل ہوتا علاوہ یہ ہی کہ مقتول کا کبھی وارث نہین ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہی اور حالانکہ قصاص اسکا حق نہین فلہذا وہ عفو کرنیکا مالک نہین والزنا الموجب للحد وطئ وھو ادخال قدر حشفة من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سے یعنی آلہ تناسل بقدر حشفہ یعنی سر ذکر کے داخل کرنا م شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین جیسا کہ اپنے ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور ادخال بقدر حشفہ زنا مین مشروط ہی انزال ہو یا نہ ہو اور بقدر حشفہ لینے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہو گیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہی وطی مکلف سے تو صغیر اور بیہوش نکل گیا م مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سے بیہوش نکل گیا اور اُسی کے مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا تو صغیر اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہین ناطق خرج وطئ الاخرس فلا حد علیہ مطلقاً للشبہة زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق سے یعنی جو بولتا ہو تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسی طرح حد نہیں بسبب شبہہ کے م گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اُسکے ذمہ گواہ

قائم ہون بہرصورت اُسپر حد نہین بسبب شبہہ کے اس لیئے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہہ ہی عدم صراحت کا اور گواہون مین احتمال ادعاء شبہہ ہی یعنی اگر گونگا بولتا ہو تو شاید کوئی شبہہ حلت کا بیان کرتا وَاَمَّا الاعمٰی فیحدّ للزنا بالاقرار کلا بالبرھان شرح الوھبانیہ اور اندھے پر تو حد زنا ماری جاویگی اقرار زنا سے نہ گواہون سے کذا فی شرح الوھبانیہ ہم علامہ عبدالبر نے شرح وہبانیہ مین خانیہ سے نقل کیا یون لکہکر کہ میرے پاس والے نسخہ مین اس طرح ہی کہ اقرار زنا مین اندھا مانند بصیر کے ہی اور اُسکے زنا کے گواہ مقبول نہین اور بحرالرائق مین اُسکے مخالف ہی اس طرح کہ بخلاف اعمی اس واسطے کہ اُسکا اقرار اور اُسپر گواہ گذرنا دونون صحیح ہین کذا فی الطحطاوی طائِعٍ فی قُبُلِ مُشتَہاۃٍ حالًا اَو ماضیًا خرج للمکرہ والدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق طائع سے یعنی جو شخص برغبت و اپنی خوشی بلا جبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ مین خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنی نو برس کی عمر سے بڑی تک تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کے وطی نکل گئی ہم حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہی اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ اور مردہ اور جانور لائق شہوت کے نہین تو انکے وطی پر حد نہین مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اسواسطے کہ قبل مخصوص بانسان ہی بخلاف فرج کے کذا فی النھر خالٍ عن مِلکِہ ای مِلکِ الواطی وَشُبہتہ ای فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنے والے کی ملک سے اور خالی ہو شبہہ ملک سے مراد شبہہ فی المحل ہی نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال ہم ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہی اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح ہی شبہہ ملک یمین کی مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے تقسیم غازی کا وطی کرنا اور شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے ایک عورت سے بے گواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اُسکے مولی کے نکاح کرنا یا وطی اُس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے مالک کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المفتاح اور شبہہ فی المحل اور شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی وزاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لا حدّ بالزنا فی دار الحرب اور تعریف زنا مین کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین دارالاسلام کی قید زیادہ کی یعنی زنا حد کا موجب عبارت ہی اُس وطی سے جو دارالاسلام مین واقع ہو اسواسطے کہ دارالحرب مین زنا سے حد نہین ورنہ مانند دار الحرب کے ہی دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی و تمکینہا من ذلک بان استلقت فقعدت علی ذکرہ فانھما یحدّان لوجود التمکین یا زنا عبارت ہی قادر کر دینے مرد سے اسپر یعنی وطی اور دخول پر اس طرح کہ مرد چت لیٹے اور عورت اُسکے آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونو پر حد ماری جاویگی بسبب وجود تمکین کے او تمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین فتم التعریف یا زنا عبارت ہی عورت کے قادر کر دینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل فی الحقیقت وطی نہین بلکہ تمکین ہی سو اب پوری ہوگئی تعریف زنا کی حقیقۃ کی ہم یہ تعریض ہم صاحب کنز کے نقصان تعریف پر اُسمین زنا کی تعریف یون ہی کہ زنا عبارت ہی وطی فی القبل سے جو خالی ہو ملک اور شبہہ ملک سے اسواسطے کہ یہ تعریف متوجہ کر باعتبار جامع اور مانع ہونے کے ہو اسطے کہ عورت کی زنا پر یہ تعریف صادق نہین آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہین بلکہ تمکین متصور ہی اور تمکین سے اُسپر حد لازم آتی ہی تو تعریف جامع نہ ہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہین کہ تعریف مذکور مین وطی مجنون اور مکرہ اور وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ اور وطی مردہ اور جانور اور وطی دارالحرب داخل ہوگئے حالانکہ ان مواضع مین حد واجب نہین کذا فی منح الغفار وزاد فی المحیط العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحدّ للشبہۃ وردّہ فی الفتح بحث مذکور فی کلّ ملّۃ اور زنا کی تعریف مین محیط نے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا تو اگر زانی کو حرمت زنا کی معلوم نہ ہوگی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر مین محیط کی زیادتی کو رد کیا ہی بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین یعنی زنا ہر دین مین حرام ہی یہان تک کہ اگر حربی دارالاسلام مین آوے پھر مسلمان ہو کر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان مین حلال تھا تو اُسپر حد ماری جاویگی اگرچہ دارالاسلام کے داخل ہونے کے دن یہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ تحریم زنا کی سب دینون مین اُسکے منافی نہین کہ بعضے لوگ اُسکو نجانتے ہون اور صاحب محیط نے ادعاے حلت زنا کسی دین مین نہین کیا بلکہ اصل اُسکی وہ روایت ہی جو سعید بن مسیب سے مروی ہی کہ ایک مرد نے یمن مین زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حق تعالی نے زنا کو حرام کیا ہی تو اُسپر کوڑے مارو اور اگر نجانتا ہو تو اُسکو حرمت کی تعلیم کرو بعد اُسکے اگر پھر زنا کرے تو اُسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہین کیا وجہ اُسکے رد کرنے کی ہی کذا فی فتاوی عالمگیری مین

محیط کے قول کو مسلم رکھا ہی اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر مین مذکور ہی شاید اُسکی بنا اُس شخص کے قول پر ہی جو علم حرمت کو شرط نہین کرتا واللہ اعلم ویثبت بشهادة اربعة رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حُدّوا اور ثابت ہوتا ہی زنا چار مردون کی گواہی سے ایک مجلس مین سو اگر متفرق چند مجالس مین گواہی دینگے تو انپر حد قذف ماری جاویگی ھ اور اگر گواہ تنہا تنہا آوینگے اور گواہون کی نشست کی جگہ بیٹھینگے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا تو گواہی اُنکی مقبول ہوگی اور اگر خارج مجلس ہونگے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع وظاهر الدرر دان ما یفید معنی الزنا یقوم مقامه شہادت بلفظ زنا مثبت ہی نہ فقط لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر یہ ہی کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دے وہ قائم مقام زنا ہو ھ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہین تو اگر گواہی دین کہ اسنے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہ ہوگا اور مصنف نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو اسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہون پر اور اگر تین گواہون نے زنا کی گواہی دی تو تینون گواہون پر حد قذف ماری جاویگی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدهم اذ لم یکن الزوج قذفها ولم یشهد بزناها بولده للتهمة لانه یدفع اللعان عن نفسه فی الاول ویسقط نصف المهر لو قبل الدخول ونفقة العدة لو بعده فی الثانیة ظهیریة ۔ چار مردون کی گواہی سے زنا ثابت ہی اگرچہ ان چارون مین ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اُسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب لگایا ہو اور اپنے ولد کے ساتھ زوجہ کے زنا کرنے کی گواہی نہ دی ہو ورنہ اُسکی گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہی اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف مین اور ساقط کرتا ہی نصف مہر کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہی اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت مین یعنی اپنے ولد کے ساتھ زنا کی گواہی مین فیسألهم الامام عنه ما هو ای عن ذاته الشرعیة وهو الایلاج عینی جب زنا کی گواہی دین تو امام یعنی سلطان یا اُسکا نائب گواہون سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہی یعنی اُسکی شرعی حقیقت کہ عبارت ہی ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی ھ فائدہ اس سوال کا یہ ہی کہ کبھی وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہین اور حدیث مین نظربازی کو بھی زنا عین فرمایا ہی مجازا کذا فی المنح ۔ وکیف هو واین هو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونه مکرها وبدار الحرب وفی صباه او بامة ابنه فیستقصی القاضی احتیاطا للدرء ۔ اور سوال کرے حاکم کہ زنا کس طرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہان ہوا دار الاسلام مین یا دار الحرب مین اور کب زنا ہوا عنقریب یا زمانہ دراز مین طفلی کے وقت یا بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہ ہی کہ جائز ہی کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت مین ہوا ہو یا دار الحرب مین ہوا ہو یا اُسکی طفلی مین ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ نجانتے ہون اور اُسنے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ کرے تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹل جاوے ھ قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہی اور سند جماع کی حدیث مرفوع بروایت ابوہریرہ ہی جسکو ابو یعلی نے اپنی سند مین روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرءوا الحدود ما استطعتم یعنی حدود کو ٹالو جہان تک تم سے ہوسکے اور ترمذی مین یہ حدیث بروایت ضعیف مروی ہی کذا فی فتح القدیر فان بینوه وقالوا رأیناه وطئها فی فرجها کالمیل فی المکحلة هو زیادة بیان احتیاطا للدرء ۔ سو اگر گواہون نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہمنے اُسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ مین جیسے سلائی سرمہ دان مین یہ تفسیر مزید بیان ہی حد ٹالنے کی تدبیر کے واسطے ورنہ حقیقت زنا کا سوال کافی ہی لیکن ظاہر کلام فقہاء اسپر دلالت کرتا ہی کہ حکم موقوف ہی اس بیان پر کذا فی المنح طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس جملہ کا ذکر کرنا شاہدون کو ضرور ہی وعدلوا سرا وعلانیة اذا لم یعلم بحالهم ۔ اور گواہون کی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہون کا حال نجانتا ہو ھ تعدیل مخفی کا یہ طریقہ ہی کہ قاضی گواہون کے نام اور اُنکے محلون کے نام لکھکر واقفون کے پاس بھیجے اور وہ اُسکے نیچے لکھدین کہ فلانا عادل مقبول الشہادة ہی اور علانیہ تعدیل کا یہ طریقہ ہی کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور کہے کہ یہی شخص ہی جسکو تمنے عادل کہا ہی اور جبکہ حاکم شاہدون کو عادل جانتا ہو تو سوال کرنا اُسکو ضرور نہین اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی[1] سے قوی تر ہی لیکن حاکم فقط اپنے علم پر بدون گواہون کے حد زنا نہین مار سکتا اسواسطے کہ شرع نے حاکم کے علم کو بموجب اپنے دریافت کے ساقط کردیا ہی یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود مین کافی ہی

---

[1] مزکی وہ شخص ہی کہ گواہون کی عدالت یعنی صاف اور سچا ہونا بیان کرے ۱۲

کیا جاوے اور تعزیر نہ دی جاوے کذا فی الطحطاوی عن النہر والفتح حکمہ وجوب الحد جب زنا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اسکا حکم کرے بنا بر وجوب کے لیکن ثابت ہو جانے کے بعد حاکم کو حکم فرض ہے کذا فی البحر وترک الشہادۃ بہ اولیٰ مالم یتہتک فالشہادۃ اولیٰ نہر اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تاوقتیکہ بیحیائی اور بدنامی کی نوبت نہ پہونچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہے کذا فی النہر اور پردہ پوشی شرعاً مستحب ہے ولہذا زنا میں چار گواہ مفروض ہوئے تو مستحب ہے کہ زنا کی گواہی نہ دے اسواسطے کہ حضرت نبی نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کریگا خدا اسکی پردہ پوشی دنیا اور آخرت میں کریگا لیکن جب بیحیائی اور ہتک کی نوبت پہونچے تو اسوقت میں گواہی دینا بہتر ہے اسواسطے کہ مقصود شارع یہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک ہو اور باقی زمین کی بیباک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور غیر بیباک کی توبہ کرنے سے ویثبت بالبینۃ والاقرار والاصح جواز الحکم بلا تفسیر ولا ظہور کذبہ بحیث لا یحتمل فلا اقر بزنا بحضرۃ ساعۃ وہی بکر او بجب ما یسقط الحد اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صحیح ہو حالت ہوشیاری میں اور دوسرے نے اسکی تکذیب نہ کی ہو اور خود مقر کا کذب قطعی الذکر ہو نہ ظاہر ہوا ہو یا عورت کی شرمگاہ سے بکارت ظاہر ہوا ہو ورنہ مرد نے اپنے زنا کرنیکا کسی گونگی عورت کے ساتھ اقرار کیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنیکا اقرار کیا ہو بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے کے اس امر کو جو حد کو ساقط کرتا ہے یعنی اگر دوسرا شخص گونگا نہ ہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر واقع حد بیان کرتا تو اس اشتباہ سے دونوں پر حد نہ ماری جاویگی اور گونگے کا اقرار بعبارت اشارہ اور کنایہ نہ لیا گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نہ لیا گیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط ہو جاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو اقر بالزنا فی حال سکرہ لا حد ولو سرق او زنی فی حال سکرہ حد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار یحتملہ اور اگر مستی کی حالت میں زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہیں اور اگر مستی کی حالت میں چوری یا زنا کیا تو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ یہ ایجاد مستقل اور زنا کا انشاء ہے جو تکذیب کا محتمل نہیں اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر تو یہ احتمال مستی کے اقرار میں معتبر ہوا نہ غیر مستی میں کذا فی المنح اربعاً فی مجالسہ الاربعۃ متفرقات یعنی اقرار مثبت زنا ہو جاوے یا مقر کی چار مجلسوں میں ہو تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجلس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تاوقتیکہ چار مجلس میں اقرار نہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوت زنا کا حکم نہ دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کم میں زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نفرماتے بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک مجلس میں اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کے برابر ہے کلما اقر رد حتی یغیب عنہ جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اسکو ہٹا دیوے اپنے سامنے سے اس طرح پر کہ حاکم کو نظر نہ آوے صر یعنی تعدد مجالس مقر کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر نظر آوے اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ من الکافی لیکن رد کرنا تین بار میں ہے نہ چوتھے بار میں کذا فی النہر وسالہ کما مر حتی عن المزنی بہا ای عن المراۃ التی زنی بہا اور سوال کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی سوالات خمسہ مذکورہ گواہوں کے مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے مقر کے ایسی وطی کو جس میں شبہ ہے کذا فی النہر ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا شاید ایسی عورت کا اقرار کیا ہو جس کی وطی سے حد نہیں کذا فی النہر الفائق فان بینہ کما یحق حد سوالات مذکورہ کا جواب ٹھیک ویسا ہی جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اسپر حد واقع ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت نہ ہوگا قاضی کی دانست سے کہ زانی نے اقرار کیا گواہوں سے بعلم قاضی کا حجت نہیں حد میں باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے کذا فی العالمگیریۃ من الکافی تو اگر حاکم کے سامنے اقرار کیا ہو تو اسپر گواہی ہو یا اقرار کیا ہو تو اقرار کی گواہی بھی مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو اسکا رجوع ثابت ہوا اور اگر مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہیں کذا فی المنح ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہوں پر حکم کیا یعنی گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایکبار اقرار کیا زنا کا تو اسپر حد نہ ماری جاویگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے اور جب اس نے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہ رہی

اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہیں لہذا حد نہیں اور اگر قبل قضاے شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد ساقط ہی کذا فی الطحطاوی ولو اقر اربعاً بطلت
الشہادۃ اجماعاً سراج اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہوگئی اور اُسپر حد واقع ہوگی بوجہ اسکا اقرار کے ویخلّی سبیله ان رجع عن اقراره
قبل الحد او فی وسطه ولو رجوعه بالفعل کهرب بخلاف الشهادۃ اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے
اگرچہ اسکا رجوع فعلی ہو جیسا کہ اسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہو پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اُسکے پیچھے پتھر مارتے چلے جاوینگے یہانتک
کہ وہ مرجاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع خبر ہو صدق کی محتمل مانند اقرار اور کوئی اسکا مکذب نہیں تو شبہہ پڑ گیا لہذا وہ چھوڑ جاویگا کذا فی المنح عن الحاوی وکذا
انکار الاقرار رجوع کما فی انکار الردۃ توبۃ کما سیجیٔ اور انکار اقرار کا رجوع ہی اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہی چنانچہ اسکا بیان باب المرتد میں آویگا وکذا
یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانه لما صار شرط الحد صار حقاً للہ تعالیٰ فصح الرجوع عنه لعدم المکذب بحر اور اسی طرح صحیح ہی رجوع
کرنا احصان کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہوگیا تو اُس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہی بسبب عدم مکذب کے
کذا فی البحر بخلاف ما فیه حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف میں اقرار کرکے رجوع کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ اسکا تکذیب کرنیوالا یہان موجود ہی یعنی عبد وکذا عن سائر
الحدود الخالصۃ للہ تعالیٰ کحد شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسی طرح صحیح ہی رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود کہ خالص حق اللہ ہین جیسے حد خمر
اور حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار میں ضمانت مال لازم ہوگی وندب تلقینه الرجوع بلعلک قبلت او لمست او وطئت بشبهۃ لحدیث ماعز
اور مستحب ہی حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانیکا اس طرح کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا مساس کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز کے یا یون کہے کہ شاید
تونے نکاح کر لیا ہوگا بخاری میں مروی ہی جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہوگی خلاصہ
یہ کہ کوئی امر ایسا تلقین کرے جس سے حد ٹل جاوے کذا فی النہر سنن ابو داؤد اور نسائی میں ابوہریرہ سے روایت ہی کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا پھر اپنے چار بار زنا کا اقرار کیا اور حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچوین بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تونے کیا یہانتک کہ وہ اُسمین غائب ہوگیا اُسنے
کہا ہان فرمایا جیسے ہان غائب ہو جاتی ہی سرمہ دانی مین سلائی یا رسّی کنوئین مین اُسنے کہا ہان پھر فرمایا تو جانتا ہی کہ زنا کیا چیز ہی اُسنے کہا ہان مین نے اس عورت سے حرام فعل
کیا جیسا آدمی اپنی حلال عورت سے کرتا ہی فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہی کہا مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو پاک کیجیے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابو داؤد مین مروی ہی کہ ماعز بن
مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجیے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا
حضرت نے فرمایا تونے چار بار کہا سو کس عورت سے یہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اُسکے پاس لیٹا تھا کہا ہان فرمایا کیا اُس سے مباشرت
کی تھی کہا ہان فرمایا کیا اُس سے جماع کیا تھا بولا ہان پھر حضرت نے اُسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اُسکے
پکڑنے سے تھک گئے عبداللہ بن انیس کو ملا اُنھون نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبداللہ نے یہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیون تمنے اُسکو چھوڑ نہ دیا
شاید توبہ کرتا سو خدا اُسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادعی الزانی انها زوجته سقط الحد عنه وان کانت زوجۃ للغیر بلا بینۃ بدون گواہون کے
دعوی کیا زانی نے کہ عورت اُسکی زوجہ ہی تو اُسپر سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو بلا بینہ متعلق ہی ادعی سے کذا فی الطحطاوی ولو تزوجها بعد الزنا
بعد زناه او اشتراها لا یسقط فی الاصح لعدم الشبهۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنیکے یا اُسکو خرید کیا تو اُسپر حد ساقط
نہوگی قول اصح مین بسبب عدم شبہہ کے فعل زنا کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج اور خرید کرنے سے معلوم ہوگیا کہ زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح یا ملک یمین تھا ویرجم محصن فی
فضاء حتی یموت ویصطفون کصفوف الصلوۃ لرجمه کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور زانی محصن کو پتھر مارے جاوین میدان مین یہانتک کہ وہ مرجاوے
اور لوگ صف باندھکر کھڑے ہون پتھر مارنے کے واسطے نماز کی صفون کی مانند جب ایک قوم پتھر مار چکی تو علحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار کرے ہم زانی

محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہے مانند علی مرتضی کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کے اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات کی روایات آحاد ہیں اور یہی ہے اجماع صحابہ اور اتفاق مسلمین ہے اور انکار خارجیوں کا مشروعیت رجم میں باطل ہے اجماع قطعی سے اسکا بطلان ہے اور جبکہ خارجیوں نے عمر بن عبد العزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہیں آنھوں نے الزام دیا خارجیوں کو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوۃ بھی قرآن سے ثابت نہیں پھر اسکے کیوں مقر ہو خارجیوں نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے آنھوں نے جواب دیا کہ رجم بھی اسی طرح ثابت ہے کذا فی فتح القدیر فلو قتله شخص او قطع یده بعد القضاء به فعلیه ویلبغی ان یعزر لافتیاته علی الامام پھر اگر اسکو قتل کیا یا کسی شخص نے یا اسکی آنکھ پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہیں ہے اور نہر الفائق میں کہا کہ لائق یون ہے وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب تعجیل ہی کرنے اس شخص کے حاکم پر تو ای قبل القضاء به یجب القصاص فی العمد والدیة فی الخطاء لان الشهادة قبل الحکم بها لاحکم لها اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑی قبل دینے حکم رجم کے تو قتل عمد میں قصاص اور قتل خطا میں خون بہا قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہیں یعنی جب تک گواہی کے موافق حاکم حکم نہ دے تو گواہی کا کچھ اعتبار نہیں یعنی شہادت بلا قضا ثبوت رجم نہیں کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے والشرط بداءة الشهود به ولو بحصاة صغيرة الا لعذر کمرض فیرجم القاضی بحضرتهم اور وجوب رجم کی شرط یہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کریں اگرچہ چھوٹی کنکری سے ماریں مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر مارے شاہدوں کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی مرتضی کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدوں کو سنگساری کا حکم دیتے تھے تو آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتداے رجم کرتے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی فتح القدیر فان ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا بعد الشهادة او بعضهم سقط الرجم لفوات الشرط ولا یحدون فی الاصح پھر اگر گواہوں نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا وہ مرگئے یا غائب ہوگئے یا انکے دونوں ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہ حال سب گواہوں کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہوگیا بسبب فوت ہونے شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہوں پر حد نہ ماری جاوے گی بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا صریحاً رجوع نہیں کذا فی المنح کما لو خرج بعضهم عن الاهلیة للشهادة بفسق او عمی او خرس او قذف ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء فی الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت سے خارج ہوگیا بسبب فسق یا اندھے یا گونگے ہوجانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہوگئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا حکم میں داخل ہے تو جب حد واقع نہیں ہوئی اور شہادت پر عمل کرنیکا مانع ظاہر ہوگیا تو بعد قضا کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلاً حاصل نہ ہوا کذا فی الطحطاوی وهذا لو محصنا اما غیره فیحد فی الموت والغیبة کما فی الحاکم اور یہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اسوقت ہے جبکہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اسپر حد ماری جاوے گی گواہوں کی موت اور غائب ہونے میں چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت میں حد واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیة الحلبی وبعضے نسخوں میں بجاے کما فی الحاکم کے کافی الحاکم ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے کہ اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق میں حاکم شہید کے کافی سے یہ مسئلہ منقول ہے اس طرح وفی غیر المحصنین قال الحاکم الشهید فی الکافی یقام علیه الحد فی الموت والغیبة یعنی اور غیر محصن میں حاکم شہید نے کافی میں کہا ہے کہ اسپر حد قائم ہوگی شاہدوں کی موت اور غیبت میں کذا فی الطحطاوی ھ اور بعینها یہی عبارت فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے ثم الامام هذا لیس حتما کیف وحضوره لیس بلازم قاله ابن الکمال ردا لما نقله المصنف عن الکمال تبعیة فی البحر پھر شاہدوں کے بعد سلطان یا اسکا نائب پتھر مارے یہ یعنی حاکم کا مارنا لازم نہیں کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام میں لازم نہیں یہ کہا ہے ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اور جو مصنف نے اپنی شرح میں کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کیا ہے اسپر اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں ھ اور منح الغفار میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اسکو مقتضی ہے کہ اگر بعد شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہوجاوے بسبب اتحاد ماخذ کے نہر الفائق میں کہا کہ یہ اسوقت تمام ہو جب حضور امام مسلم ہو مانند حضور شہود کے ثم الناس افاد فی النهر ان حضوره لیس بشرط فرمیهم

سلہ
افتیات مصدر
افتعال ذو ...
اسکے معنی ہیں
کسی چیز کو زبردستی
بدون اجازت
حاصل کرلینا
اجازت دینے والے سے ۱۲

سلہ
دونوں ہاتھ کی
قید مترجم نے
سہواً زیادہ کی
چوری کی حد میں
ایک ہاتھ کاٹا جاتا ہے
نہ دوسرا ۱۲

کذلک فلو امتنعوا لم یسقط بعد ملک یہ لوگ بحر اور نہر الفائق مین بیان کیا کہ گواہون کا حاضر ہونا شرط نہین رجم کی تو انکا مارنا بھی شرط نہی تو اگر وہ مارنے سے انکار کرین تو حد ساقط نہو گی ۔ م نہر الفائق مین درایہ سے نقل کیا کہ امام کو مستحب ہے کہ حکم کرے چند مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہون صاحب نہر نے استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور سا بین شرط نہین ویکفی امر الامام لو مقتضاہ انہ لو امتنع لم یحل للقوم رجمہ وان امرہم لفوت شرطہ منہ لکن سیجیٔ انہ لو قال قاض عدل قضیت علی ہذا بالرجم وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتدائے حاکم کا ۔ مقتضا یہ ہے کہ اگر حاکم نہ مارے تو قوم کو اسکا رجم کرنا حلال نہین اگرچہ وہ لوگون کو مارنے کا حکم کرے بسبب فوت ہونے اسکی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی النہر لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص سے قاضی عادل کہے کہ مین نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہے تو تجھکو اسکا رجم کرنا جائز ہے اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہون کو معائنہ نہ کیا ہو حاصل استدراک شارح یہ ہے کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اُسکی اباحت رجم مین رویت رجم قاضی شرط نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام ماعز کے رجم مین قطعاً حاضر نہوئے بلکہ لوگون نے حضرت کے امر سے رجم کیا تھا کذا فی الطحطاوی ویکرہ للمحرم الرجم وان فعل لا یحرم المیراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہے اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہوگا ویغسل ویکفن ویصلی علیہ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ اور جو رجم سے مارا گیا اُسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اُسپر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے اقرار سے ماری گئی تھی نماز پڑھی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ زانیہ پر نماز پڑھتے ہین تو فرمایا کہ اُسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیون پر تقسیم کیجاوے تو انکو بخش جاوے اور تو نے کسی کی توبہ اس سے افضل پائی کہ اُسنے اپنی جان اللہ کے واسطے دی چنانچہ یہ حدیث صحاح ستہ مین سوای بخاری کے بروایت عمران بن حصین مروی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگون نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کرین ماعز کے ساتھ فرمایا کرو اسکے ساتھ جو اپنے موتے کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ کذا فی فتح القدیر وغیر المحصن یجلد مائۃ ان حرّ ونصفہا للعبد بدلالۃ النص والمراد بالمحصنات فی الاٰیۃ الحرائر ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاوین اگر وہ آزاد ہوا اور اسکا نصف یعنی ۵۰ کوڑے غلام کو مارے جاوین بطریق دلالت نص اور محصنات سے مراد آیت قرانی مین آزاد عورتین ہین ایسا ہی مذکور کیا ہے بیضاوی وغیرہ مفسرین نے م سو کوڑے مارنا قران مجید کی اس آیت سے ثابت ہے (الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ) یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی ہو ہر ایک کو انمین سے سو کوڑے مارو اور یہ آیت محصن و غیر محصن دونون کو شامل ہے لیکن محصن کے حق مین کوڑے مارنا قطعاً منسوخ ہے اور تعیین ناسخ مین رجم کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہے تو نسخ قران کا سنت قطعی سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرانی سے بطور دلالت ثابت ہین قال اللہ تعالی (فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب) یعنی حق تعالی نے لونڈیون کے حق مین فرمایا کہ اگر وہ زنا کرین تو انپر آدھا عذاب ہے جو محصنات پر ہے محصنات سے مراد آزاد عورتین ہین تو بعبارت النص سے لونڈیون پر بیبیون کا آدھا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ قیمت اور مملوکیت عورت و مرد مین کچھ فرق نہین تو غلام مین نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا کذا فی فتح القدیر وذکر الزیلعی انہ غلب الاناث علی الذکور لکنہ عکس القاعدۃ اور ذکر کیا ہے زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتون کو مردون پر لیکن یہ قول قاعدہ اصولیہ کے بالعکس ہے م زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ آیت مذکورہ یعنی فعلیہن نصف ما علی المحصنات نے غلامون کو لونڈیون کے حکم مین تغلیباً داخل کر دیا تو اس تقدیر مین غلامون کا حکم عبارۃ النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہ تقریر اصول کے مخالف ہے اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہے کہ عورتین حکم مین تابع مردون کی ہوتی ہین تغلیب عورتون کی مردون پر والعبد لا یحدہ سیدہ بغیر اذن الامام ولو فعلہ ہل یکفی الظاہر لا لقولہم رکنہ اقامۃ الامام اور غلام کو حد نہ مارے مالک اُسکا بدون اذن امام کے اور اگر مالک حد ماریگا تو کیا کافی ہے ظاہر جواب یہ ہے کہ کافی نہین بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہے کذا فی النہر م عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور مرفوعاً مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب مین ثبوت کیا ہے کہ حاکمون کی طرف ہین حدود اور صدقات اور جمعات اور فی یعنی غنیمت لیکن ہمکو [illegible]

عبد بلا اذن امام جائز ہے یعنی غلام کی تادیب مین اسکو امام سے پوچھنا ضرور نہین اس لیے کہ تعزیر حق العبد ہے تو تادیب کا اسکو اختیار ہے بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہے تو
اسکی اقامت امر شرع کریگا یعنی امام یا اسکا نائب کذا فی الفتح والمنح بسوط لا عقدۃ لہ فی الصحاح ثمرۃ السیاط عقد اطرافہا متوسطا بین الجارح وغیر المولم
غیر محصن کو حد ماری جاوے ایسے کوڑے سے جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کرڈالے نہ محض بے تکلیف ہو صحاح جوہری مین ہے کہ ثمرۃ السیاط انکی عقد اطراف کو کہتے ہین
مترجم نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہے کہ زخم سے خوف ہے ہلاک کا اور بلا تکلیف ضرب مقصود سے خالی ہے یعنی انزجار سے
کذا فی الہدایۃ ونزع ثیابہ خلا ازارہ للستر اور مارنیکے وقت اسکا کپڑا اتارے جاوین سوا ازار کے واسطے ستر عورت کے ومفرق جلدہ علی بدنہ خلا راسہ ووجہہ
وفرجہ قیل وصدرہ وبطنہ اور اسکے بدن پر جا بجا کوڑے مارے جاوین سوا اسکے سر اور منہ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور سوا اسکے چھاتی اور پیٹ
کے مترجم تفریق ضرب کا یہ فائدہ کہ ایک جگہ مارنے سے خوف ہے ہلاکی کا اور حد انزجار کے لیے ہے ولو جلدہ فی یوم خمسین متوالیۃ ومثلہا فی الیوم الثانی اجزاہ
علی الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو ۵۰ کوڑے مارے اور اتنے دوسرے دن مارے تو کافی ہے بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوہرۃ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل
قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علی الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لا یجوز نہر ولذا لا یمد السوط لان المشترک فی
النفی یعم ابن کمال اور فرمایا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کھڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین نہ لٹا کر زمین پر جیسا کہ ہمارے وقت کے حاکم
کرتے ہین کذا فی النہر اور اسی طرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اٹھا کر مارے نہ اسکے بدن پر کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی مین عام ہو جاتا ہے کذا ذکرہ ابن
کمال مترجم مشترک سے ممدود کا لفظ مراد ہے جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت مین واقع ہوا ہے لہذا تینون معانی مین عام ہوا یعنی محدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اٹھانا یا کوڑے کو اسکے
بدن پر کھینچنا فتح القدیر مین مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضی کا ارشاد یون مروی ہے یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحد ولا تنزع ثیابہا الا الفرو والحشو
وتضرب جالسۃ لما رویناہ اور نہ اتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماری جاوے عورت بیٹھی ہوئی بدلیل اثر کے جسکو ہم ابھی روایت کر چکے
ویحفر لہا الی الصدر ہا فی الرجم وجاز ترکہ لسترہا بثیابہا اور عورت کے واسطے گڑھا کھودا جاوے اسکی چھاتی تک سنگساری مین اور اسکا ترک بھی
جائز ہے بسبب مستور ہونے عورت کے اپنے کپڑون مین ولا یحفر لہ ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا یمسک ولو ہرب فان کان مقرا لم یتبع والا اتبع حتی یموت
کما مر اور جائز نہین گڑھا کھودنا مرد کے واسطے رجم مین جیسا کہ اسکو شمنی نے ذکر کیا ہے اور رجم کے واسطے مرد نہ باندھا جاوے نہ کوئی اسکو پکڑے مگر جبکہ عاجز
ہو جاوے تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اسکا اقرار سے ہوا ہو تو اسکا پیچھا نکیا جاوے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا ہو تو پتھر مارتے
ہوئے اسکا پیچھا کیا جاوے یہانتک کہ مرجاوے جیسا کہ گذر گیا ولا جمع بین جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب الا سیاسۃ وتعزیرا فی النہایۃ
وہو احسن والحکم فی الفتن ہی النفی لانہ یعود علی موضوعہ بالنقض اور جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن مین جائز نہین اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی
یعنی شہر سے نکال دینے کی کواری مین جائز نہین اور نہایہ مین نفی کی تفسیر بقید اور حبس کے ہے اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکال دینے سے کیونکہ زانی
مسافرت مین پھر وہی کام کریگا حیا چھوڑ کر یعنی نکال دینے مین فتح باب زنا ہے اسواسطے کہ سفر مین اپنے ہم چشم قوم کی کچھ حیا نہین مترجم جمع بین الجلد والرجم باتفاق ائمہ اربعہ جائز
نہین لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت مین جمع ثابت ہے عبادۃ بن صامت کی حدیث کی دلیل سے جسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم یعنی فرمایا کوارے کو ساتھ کواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہا
ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہ جواب ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم نے صلی اللہ علیہ وسلم ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے
تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم منسوخ ہے علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے
نزدیک ہے بدلیل اول حدیث مذکور اسکا جواب یہ ہے کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی داخل حد ہو تو لازم آوے زیادہ علی الکتاب

قولہ [illegible] یا دوسرے عضو [illegible] اور عورت [illegible] ۱۲

صحبت اطلاعی حالانکہ یہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر ایضا الا سیاسۃ و تعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا بر حد کے پھر حیث جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہو تو اسکا اختیار کرنا امام کو سونپا ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور اسی طرح قصد میں امام کو اختیار ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی میں مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی الہدایہ ویرجم مریض زنی ولا یجلد حتی یبرأ الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ اور سنگسار کیا جاوے وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ سنگساری واسطے مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے نہ مارا جاوے بیمار یہانتک کہ چنگا ہو جاوے مگر یہ کہ اسکی صحت سے نا امید ہو جاوے پھر تو اسپر حد قایم کی جاوے کذا فی البحر یعنی جب صحت سے نا امیدی ہو مریض کو بقدر احتمال کے مارنا چاہیے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو چنانچہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اسکو کھجور کی گود سے ایکبار مارنا چاہیے جسمیں سو شاخیں ہوں طحاوی نے مسندا و ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کی حد مارنے کو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اسکو مارینگے تو مقتول ہو جائیگا فرمایا کہ کھجور کی گود لو جسمیں سو شاخیں ہوں پھر اسکو ایکبار مارو چنانچہ ایسا ہی کیا اور اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول میں ابوداؤد و نسائی سے مروی ہے ویقام علی الحامل بعد وضعہا لا قبلہ اصلا بل تحبس لو زناہا بینۃ اور حد قائم کیجاوے حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاوے اگر اسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقر کو قید کرنا نہ چاہیے فان کان حدہا الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اسکو رجم کرنا چاہیے وضع حمل کے وقت مگر جبکہ مولود کا کوئی پالنے والا نہو تو اسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ دودھ پی چکے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل یریہا النساء فان قلن نعم حبستہا سنتین ثم رجمہا اختیار اور اگر زانیہ اپنے حاملہ ہونے کا دعوے کرے تو حاکم اسکو عورتوں کو دکھاوے سو اگر وہ کہیں کہ ہاں وہ حاملہ ہے تو اسکو قید رکھے دو سال تک پھر اسکو پتھر مارے کذا فی الاختیار و ان کان الجلد فبعد النفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد اقامت حد چاہیے اسواسطے کہ نفاس بیماری ہے اور بیماری میں تا صحت انتظار ہے وشرائط احصان الرجم سبعۃ اور شرائط احصان رجم کے سات ہیں یعنی شرائط احصان ہی احصان ہے تو احصان عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ اسمیں نکاح اور دخول شرط نہیں کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان میں اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور لونڈی محصن نہیں اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر قبضہ قادر نہیں کہ زنا کا محتاج نہو والتکلیف عقل و بلوغ اور شرائط احصان ہے مکلف ہونا یعنی عقل و بلوغ تو عقل و بلوغ دو شرطیں ہیں تو مجنون اور صغیر محصن نہیں بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہیں اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اس آیت کے جسمیں کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑوں کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہے کذا فی الفتح والوطی اور پانچویں شرط احصان جماع ہے تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نہ کی وہ محصن نہیں اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی ادخال حشفہ انزال ہو یا نہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہو گیا تو ایسے نکاح سے محصن نہو گا اور اس قید سے کہ دخول کے وقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جسنے عورت کی طلاق اسکے نکاح پر معلق کی پھر اس سے نکاح کیا اور یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اس سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہو گئی کذا فی النہر وکونہما بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منہما شرط لصیرورۃ الآخر بہ محصنا اور ساتویں شرط احصان کی ہونا زوجین کا وطی کے وقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہے دوسرے شخص کے محصن ہو جانے کی اسکے سبب سے پس وطی کے وقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ میں شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہے

اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے محصن ہونے پر موقوف ہی تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کرکے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہین اور سبب اسکا یہ ہی کہ نکاح ایسی عورتون کا لائق نفرت ہی تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہین اور اسی طرح وہ شخص محصن نہین جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت مین اور پھر وہ محصن ہوگیا زنا کے وقت بدلیل مذکور کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو نکح امۃ اوالحرۃ عبدا فلا احصان الا ان یطاہا بعد العتق لحصول الاحصان بہ لا بما قبلہ حتی لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہین مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اسکا بعد آزاد ہونے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہانتک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اسپر رجم نہوگا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے کہ وہ محصن نہ تھا زنا کے وقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شرط اخر ذکرہ ابن الکمال وھو ان لا یبطل احصانھما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے مذکور کیا ہی وہ شرط یہ ہی کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے نہ باطل ہوگیا ہو سو اگر دونون مرتد ہوجاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نہ کریگا مگر جماع بعد الاسلام سے ہم ساتھہ ہی مرتد ہونے اور ساتھہ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہین ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہین اور اگر اسلام بترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہی ولو بطل بجنون او عتہ عاد بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ جماع بعد از صحت سے عود احصان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہی واعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجردا وزنی رجم اور جان رکھو کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقاء احصان کے واجب نہین تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر مین ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد بنا رہا اور اسنے زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضھم الشروط فقال شعر شروط احصان اتت ستۃ فخذھا عن النص مستفھما بلوغ وعقل وحریۃ ودین ویعفا کونہ مسلما وعقد صحیح ووطی مباح متی اختل شرط فلا یرجما اور بعضے علما نے شروط احصان کو یون نظم کیا ہی شروط احصان کے چھ ہین سو لے انکو تصریح سے دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہو کوئی شرط تو سنگسار نہو ہم اس نظم مین دو شرطین باقی رہ گئین ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسرے باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عمدہ نے فاکہانی مالکی سے نقل کیا ہی

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

لقیام الشبھۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبہات ما استطعتم یہ باب ہی اس وطی کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہی اور جس سے حد واجب نہین ہوتی بسبب قیام شبہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے جہانتک کہ تم سے ہوسکے ہم عنقریب مذکور ہوچکا کہ ابو یعلی کی مسند مین حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہی کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند مین ابن عباس سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات ٹالو حدود کو شبہون سے ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ اگر مین حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھون میرے نزدیک محبوب تر ہی کہ انکو شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہ پڑے حد مین تو ٹال دے ہر چند ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہین لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہوا اور فقہاء امصار کا اسپر اتفاق اور اجماع ہی تو انکار اونکا باطل ہی لائق التفات کے نہین کذا فی فتح القدیر الشبھۃ ما یشبہ الشیء الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنی دھوکھا وہ چیز ہی جو مشابہ ہی شی ثابت کے حالانکہ وہ نفس الامر مین ثابت نہین یعنی شبہہ عبارت ہی امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہ ہو جیسے کہ ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہی حلت ملک مین اور

ولد کی لونڈی سے واقع میں حلال نہیں باپ پر و ہی ثلثة انواع شبهة حكمية في المحل اور شبہ تین قسم پر ہے ایک شبہ فی المحل ہے جسکو شبہ حکمیہ بھی کہتے ہیں م محل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی و شبهة في الاشتباه الفعل اور دوسرا شبہ فی الفعل جسکو اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنی فعل وطی میں اشتباہ واقع ہوا و شبهة في العقد والتحقيق دخول هذه في الاوليين وسنحققه اور تیسرا شبہ فی العقد ہے یعنی نکاح کا شبہ اور تحقیق یہ ہے کہ شبہ عقد کا پہلے دونوں شبہوں میں داخل ہے کوئی علیحدہ شبہ نہیں اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فان ادعاها اي الشبهة وبرهن قبل برهانه وسقط الحد وكذا يسقط ايضا بمجرد دعواها الا في دعوى الاكراه خاصة فلا بد من البرهان لانه دعوى بفعل الغير فيلزم ثبوته بحجة سو اگر زانی نے شبہ کا دعوی کیا اور برہان سے یعنی گواہوں سے ثابت کیا تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور حد اُسپر سے ساقط ہو جاویگی اور اسی طرح سے ساقط ہو گی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی میں مجرد دعوی بلا برہان سقوط حد نہ ہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی میں برہان سے اسواسطے کہ اکراہ غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اُسکا ثابت کرنا لازم ہوگا كذا في البحر لا تحد بلا دعوى بشبهة المحل اي الملك وتسمى شبهة حكمية اي الثابت حكم الشرع بحله حد لازم نہیں شبہہ محل سے یعنی شبہہ ملک سے اور شبہہ محل کو شبہ حکمیہ بھی کہتے ہیں شبہ حکمیہ وہ جسمیں محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہو م شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے بحذف مضاف اسمیں یون ہے اي الثابت شبهة حكم الشرع بحل المحل یعنی شبہہ حکمیہ وہ ہے جسمیں محل کی حلت کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنی شبہہ محل میں ثابت ہے بسبب قائم ہونے اُس دلیل کے جو حرمت محل کی نافی ہے یعنی جب دلیل شرع کو دیکھی قطع نظر مانع سے تو اُسکو منافی حرمت کی پاوے كذا في النهر الفائق نے کہا شبہہ محل وہ ہے جہان محل میں شبہ ثابت ہو اس طرح کہ محل میں شبہہ ملک پایا جاوے یعنی ملک رقبہ یا ملک وطی اور اسکو شبہ حکمیہ کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا ہے اسقاط حد میں اگرچہ فی الحقیقت ملک ثابت نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ تقریر خوب واضح ہے وان ظن حرمته شبہہ محل سے حد نہیں اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو یعنی شبہہ محل میں اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر میں شبہہ قائم ہے زانی اُسکو جانے یا نجانے دونوں برابر ہیں كذا في الفتح اب مصنف اور شارح اشیاء شبہہ محل کے مذکور کرتے ہیں كوطي امة ولده وولد ولده وان سفل ولو ولده حيا فتح لحديث انت ومالك لابيك چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بچند واسطہ ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پر وتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہیں كذا في الفتح بدلیل اُس حدیث کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے م ابن ماجہ نے جابرؓ سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصة بطولها كذا في فتح القدير اس حدیث کی دلیل سے معلوم ہوا کہ ولد کا مال والد کا مال ہے تو اُسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا بملک یمین اگرچہ واقع میں بنظر دلائل شرعیہ کے اُسکی حلت ثابت نہیں ومعتدة الكنايات ولو خلعا اخلاعن مال وان نوى بها ثلثا لقول عمر رضي الله عنه الكنايات رواجع اور چنانچہ کنایات طلاق کے معتدہ کی وطی سے حد نہیں اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو كذا في النهر بدلیل قول عمرؓ کے کہ کنایات رواجع ہیں یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے م قول عمرؓ سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علی مرتضی کا قول ہے کہ کنایات سے طلاق باین واقع ہوتی ہے اور خلع بلا مال میں اسواسطے حد نہیں کہ اسکے بائن ہونے میں صحابہ مختلف ہیں كذا في البحر عن جامع النسفي اور فتح القدیر میں خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ میں داخل نہیں کیا تو ظاہراً اسمیں دو قول ہیں كذا في الطحطاوي ووطء البائع الامة المبيعة والزوج الامة الممهورة قبل تسليمها للمشتري والزوجة وكذا يجب في الفاسد اور چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کی اُس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر میں مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور اسی طرح نکاح فاسد میں بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد ساقط ہے ووطء الشريك اي احد الشريكين الجارية المشتركة ووطء جارية مكاتبه وعبده الماذون المديون بدين محيط بماله ورقبته ذيلعي اور وطی شریک کی یعنی دو شریکوں میں سے ایک شریک کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی

لونڈی کی وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کی وطی سے ساقط ہے اور حالانکہ اس عبد پر ایسا دین ہو جو اسکے مال اور اسکی ذات کو محیط ہے کذا فی الزیلعی اور اگر عبد مدیون نہو گا تو بطریق اولی حد نہیں ہم مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہے اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال میں حق ہے مولی کا تو اسکے حق میں شبہہ ملک البتہ ثابت ہے ووطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل تقسیم کے ہم غازیوں کا حق بعد استیلا کے ثابت ہے تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر مراد یہ ہے کہ وطی اسکی قبل قسمت کے ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے کذا فی الطحطاوی ووطی جاریۃ قبل الاستبراء والتی فیہا خیار للمشتری والتی ہی اختہ رضاعا اور حد نہیں خرید کی لونڈی کی وطی سے قبل استبرا کے اور اس لونڈی کی وطی سے جسکے خرید میں ہنوز اختیار باقی ہے مشتری کو اور اس لونڈی کی وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہے ہم اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہیں اور یہی حکم ہے جبکہ بائع اور مشتری دونوں کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو ومن وجہ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ لامہا او بنتہا لان من الائمۃ من لم یحرم بہ اور حد نہیں اس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے ولد کے جماع سے راضی ہوگئی یا اس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی بسبب جماع کرنے زوج کے اسکی ماں یا اسکی بیٹی سے ہے اسواسطے کہ بعضے امام اسکی حرمت کے قائل نہیں ہم یہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور اسکے مابعد سے کتاب النکاح میں مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوی دیا ہے اور باقی صورتوں میں امام شافعی کا خلاف ثابت ہے بہر صورت شبہہ پیدا ہو حد ساقط ہوگئی وغیر ذلک کما لا یخفی علی المتتبع فدعوی الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے شبہہ محل کی اور بھی مثالیں ہیں چنانچہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہیں تو دعوی حصر کا چھ مکانوں میں ممنوع ہے ہم یہ تعریض ہے صاحب درر پر جنہوں صاحب درر نے دعوی حصر کا نہیں کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام میں قرینہ ہے حصر کا کذا فی المنح ولا حد ایضا بشبہۃ الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق من حصل لہ اشتباہ اور حد نہیں شبہہ فعل سے بھی اور اسکو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنی شبہہ اسکے حق میں ثابت ہے جسکو دھوکا پڑا اور حلت میں شبہہ فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہیں ان ظن حلہ العبرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہہ فعل سے اسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ظن کے دعوی کو رہیگا اگرچہ فی الواقع اسکو ظن حاصل ہوا ہو ولو ادعاہ احدہما فقط لم یحدا حتی یقرا جمیعا بعلمہما بالحرمۃ ھذا اور اگر مرد اور عورت میں سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونوں پر حد نہ ماری جاویگی یہاں تک کہ دونوں ملکر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کریں کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ میں اسوقت دونوں پر حد ماری جاویگی جب دونوں زنا کا اقرار کریں اس طرح پر کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالیں مذکور ہوتی ہیں کوطی امۃ ابویہ وان علیا شبہہ چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہوں کذا ذکرہ الشمنی یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادے کی لونڈی سے جماع کرنا بھی مسقط حد ہے اسواسطے کہ اتصال املاک میں اصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع میں حلالیت ہے چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر حلالیت ہے کذا فی المنح ومعتدۃ الثلث ولو جملۃ اہ چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہوں ہم اگرچہ طلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن بقاء بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہے موضع اشتباہ میں کذا فی المنح وامۃ امرأتہ وامۃ سیدہ اور چنانچہ اپنی زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولی کی لونڈی سے جماع کرنا ہم حق تعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہ کے مال سے غنی فرمایا چنانچہ ارشاد کیا ووجدک عائلا فاغنی اس آیت سے شبہہ پڑ سکتا ہے کہ زوج کو زوجہ کے مال میں تصرف کا اختیار ہے اور غلام محتاج ہے اپنے مولی کے مال کا تو اگر زوج یا غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو مستند و قرار دیا جاویگا ووطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وہی المختار ع زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ لونڈی سے مسقط حد ہے کتاب الحدود کی روایت میں بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہے کذا فی شرح الزیلعی ہم جیسا متن میں لکھا کہ جبکہ مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا تھا اور اس سے جماع کیا تو اسپر مع روایتیں ہیں سو کتاب الرہن کی روایت میں اسپر حد نہیں تو یہ مسئلہ شبہہ المحل کی فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت

میں حد واجب ہے ہدایہ میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے اور شرح زیلعی میں کہا یہی قول مختار ہے کذا فی المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تعلق کی نہ ہوا تو وہم ہے جماع مرہونہ کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وَفِي النِّهَايَةِ الْمُسْتَعِيرُ لِلرَّهْنِ كَالْمُرْتَهِنِ اور ہدایہ میں ہے گرو رکھنے کے واسطے لونڈی کا عاریت مانگنے والا مرتہن کے برابر ہے حکم میں یعنی اگر مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو قول مختار میں اوسپر حد نہیں حلبی نے کہا کہ الرہن کا لام تعلیل کا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن کرنے کے واسطے عاریت لیا اور لام تعدیہ کا نہیں ہے تاکہ یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا وسیجیء حکم المستاجرۃ والمغصوبۃ اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا وینبغی ان الموقوف علیہ کذلک کالمرتہن نہر اور نہر الفائق میں کہا کہ لائق یون ہے کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کے مانند ہے حکم میں یعنی بگمان حلت اوسکی وطی سے حد نہیں ومعتدۃ الطلاق علی مال وکذا المختلعۃ علی الصحیح بدائع اور جیسا کہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسی طرح مختلعہ سے جماع کرنا بنابر قول صحیح کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کے حرمت بالاجماع ثابت ہے مانند مطلقہ ثلثہ کے کذا فی المنح تو بدون ظن حلت کے حد ساقط نہوگی ومعتدۃ الاعتاق والحال انہا ام ولد اور جیسا کہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہو سوا کی ہو اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت ہے لیکن اشتباہ حلت ہو سکتا ہے بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب یثبت فی الاولی ای شبہۃ المحل لا فی الثانیۃ ای شبہۃ الفعل المحضۃ زنا الا فی المطلقۃ ثلثا بشرط بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوۃ کما مر فی بابہ ومن المختلعۃ والمطلقۃ بعوض بالاولی غایۃ اور جماع کرنیوالا اگر ولد کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہہ میں یعنی شبہۃ المحل میں نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ میں یعنی شبہۃ الفعل میں اسکے خالص زنا ہونیکے سبب سے اور حد جو ساقط ہوگئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ میں البتہ بلادعوت نسب ثابت ہے اسکی شرط یہ ہے کہ جانے سے ہم نظر کہ مطلقہ مذکورہ دو برس سے کم مدت میں جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی میں نسب ثابت نہیں مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا اور اسی طرح مختلعہ و مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولی ثابت ہے کذا فی النہایہ اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہے کذا فی الطحطاوی پھر جب اکثر میں ثبوت نسب ہوا تو اقل میں بطریق اولی ہوگا طلاق یا خلع میں ہو اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمیں شبہۃ العقد ہے بخلاف باقی مواضع شبہۃ الفعل کے کہ وہان شبہہ عقد کا نہیں کذا فی المنح عن البحر ولا فی وطی امرأۃ زفت الیہ وقال النساء ھی زوجتک ولم تکن کذلک معتمدا خبرھن فیثبت نسبہ بدعوۃ اور نسب ثابت نہیں ہوتا شبہۃ الفعل میں مگر اس عورت کی وطی میں جو پہونچائی گئی مرد کے پاس اور عورتون نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور حالانکہ وہ اسکی زوجہ نہیں تب وطی کیا مرد نے عورتون کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اوسوقت میں اسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا بشبہۃ العقد ای عقد النکاح عندہ ای الامام کوطی محرم نکحہا اور حد نہیں شبہۃ العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا محرم کو مطلق کہا تو محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل ہے ہر چند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہیں لیکن بنابر سیاست کے سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہے اگر اسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمۃ حد وعلیہ الفتوی خلاصۃ اور صاحبین نے کہا اگر وطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیہ اولی قالہ قاسم فی تصحیحہ لیکن تمام شروح میں قول امام کا ترجیح دیا گیا ہے تو اوسی پر فتوی بہتر ہے یہی کہا ہے شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکن فی القہستانی عن المضمرات علی قولہما الفتوی وفی المتون لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے متون میں ہم یہ استدراک ہے شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہے تو عموم جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر فی الفتح انہا من شبہۃ المحل وفیہا یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر میں تحریر کیا ہے کہ شبہۃ العقد شبہۃ المحل میں داخل ہے اور اسمیں نسب ثابت ہوتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ودخل فی نکاح بغیر شہود ولا حد بشبہۃ العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے میں حد نہیں بسبب شبہہ عقد کے وفی المجتبی تزوج محرمہ او منکوحۃ الغیر او معتدتہ ووطیہا ظانا الحل لا یحد ویعزر وان ظانا الحرمۃ فکذلک

عنه حد لانا لهما قطعا ان تقسيمها ثلثة اقسام قوله عالما م مجتبی میں ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے اور اس سے جماع کیا حلال گمان کر کے تو اسپر حد نہ ماری جاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اسنے حرام جانکر وطی کی تو اسی طرح اسپر بھی حد نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک اسپر حد ہے تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبهة المحل اور شبهة الفعل اور شبهة العقد یہ قول ہے امام کا جلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم مراد ہے تو سب کے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہے نهاية الامر یہ ہے کہ شبهة العقد کا حکم امام کے نزدیک شبهة المحل کا حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک شبهة الفعل کا حکم ہے اور اگر تقسیم من حیث المنشاء مراد ہے تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہے اسلئے کہ بعضا شبهة العقد شبهة الفعل میں داخل ہے چنانچہ معتدہ ثلث اور بعضا شبهة المحل میں داخل ہے جیسا کہ مسئلہ متن کا ٭ وحد بوطئ امة اخيه وعمه وسائر محارمه سوى الولاد لعدم البسوطة ٭ اور حد ماری جاویگی اپنے بھائی کی لونڈی کو یا چچا کی لونڈی کی وطی سے اور سوائے ولادت کے باقی محارم کی لونڈیوں کی وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہ کے مال میں توسع اور بے تکلفی جاری نہیں چنانچہ باپ و بیٹے کے مال میں جاری ہے و لهذا ظن حلت اور حرمت یہاں بلا شبہ ہے ٭ وبوطئ امرأة وجدت على فراشه فظنها زوجته ولو هو اعمى لتمكنه من السؤال الا اذا دعاها فاجابته قائلة انا زوجتك او انا فلانة باسم زوجته فواقعها لان الاخبار دليل شرعي حتى لو اجابته بالفعل ونعم حد ٭ اور حد ماری جاویگی اس عورت کے جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اسنے گمان کیا کہ وہ اسکی زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی حد ہے بسبب امتیاز حاصل کر سکنے اندھے کے سوال کر کے مگر جبکہ اسنے عورت کو بلایا سو اسنے جواب دیا اسکو یوں کہکر کہ میں تیری جورو ہوں یا میں فلانی ہوں اسکی جورو کا نام لیکر پھر اسنے اس سے جماع کیا تو اندھے پر حد نہیں اس لیے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہے یہاں تک کہ اگر عورت اجابت فعلی کریگی یعنی جماع پر تیار ہو کریگی یا فقط ہاں کہیگی تو مرد پر حد ماری جاویگی م بستر پر عورت کے پانے سے ہو اسطے حد ہے کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کی امتیاز کر لینا مرد پر مخفی نہیں ہو سکتا لهذا ظن حلت یہاں مستند بدلیل نہیں بخلاف شب زفاف کے جب عورتوں نے غیر عورت کو کہا کہ یہ تیری جورو ہے ٭ وذمي ٭ عطف على ضمير حد وجاز للفصل ٭ زنى بحربية مستامنة ٭ اور حد ماری جاوے ذمی پر کہ جسنے عورت حربیہ جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح نے کہا ذمی کا لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاهر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہے بسبب جدائی واقع ہونیکے اور عدم جواز در صورت عدم فصل ہے ٭ وحد ذمية زنى بها حربي مستامن فلا يحد الحربي في الاولى والحربية في الثانية والاصل عند الامام ان الحدود كلها لا تقام على مستامن الا حد القذف ٭ اور حد مارا جاوے ذمی جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہو گی مرد حربی پر پہلی صورت میں اور نہ حربی عورت پر دوسری صورت میں اور قاعدہ امام اعظم کے نزدیک یہ ہے کہ جمیع حدود کی اقامت نہیں ہوتی مستامن پر سوائے حد قذف کے ٭ ولا يحد بوطئ بهيمة بل يعزر وتذبح ثم تحرق ويكره الانتفاع بها حية وميتة مجتبى ٭ اور نہ حد ماری جاوے جانور کے جماع سے بلکہ اسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے اور مکروہ ہے فائدہ لینا اسکے جیتے اور مرے کذا فی المجتبی م ذبح کرنا جانور کا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی حس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے گفتگو منقطع ہو جاوے یہ جلانا اسوقت ہے جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اسکو اختیار ہے کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دے ڈالے کذا فی النہر و فی النهر الظاهر انه يطالب ندبا لقوله يضمن بالقيمة ٭ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کے کہ جانور ضامن ہو بالقیمت ہے م طحطاوی نے کہا کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہیں اور یہ عبارت نہر الفائق میں بھی نہیں بلکہ اسکی عبارت یوں ہے فان کانت الدابة لغيره امر صاحبها ان يدفعها اليه بالقيمة ثم تذبح والظاهر انه تطالب اى بالدفع على وجه الندب ولذا قال في الخانية كان لصاحبها ان يدفعها اليه بالقيمة یعنی اگر جانور غیر شخص کا ہو تو اسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دے ڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر یہ ہے کہ مالک مطالب بالدفع علی وجہ الاستحباب ہے اور اسیواسطے خانیہ میں کہا ہے کہ اسکے مالک کو اختیار ہے کہ جانور اسکو دیوے قیمت لیکر ٭ ولا يحد بوطئ اجنبية زفت اليه قيل خبر الواحد كاف في كل ما يعمل فيه بقول النساء بحر هي عرسك وعليه مهرها بذلك قضى عمر رضي الله عنه وبالعدة لوجو

نماری جاویگی اجنبی عورت کے جماع میں جو شب زفاف میں پہونچائی گئی ہو مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہے یعنی مہر مثل اسکا حکم عمر فاروق رضہ نے اور عدت کا شارح کہتا ہے خبر دینا ایک عورت کا کافی ہے جہان عورتون کے قول پر عمل کیا جاتا ہے یعنی اگر ایک عورت بھی کہیگی کہ یہ تیری زوجہ ہے تو حد ساقط ہے اسواسطے کہ ابتداے ملاقات میں پہچاننا اپنی زوجہ کی غیر عورت سے نہیں ہوتی تو مقام ہوا اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ حکم عمر فاروق سے نقل کیا حالانکہ بحرالرائق وغیرہ میں یہ حکم علی مرتضی سے ثابت ہے او بوطی دبر وقالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدرر بنحو الاحراق بالنار وہدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد اصح یا وطی مقعد میں حد نہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہ فعل اجانب میں کیا تو حد ماری جاویگی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو باجماع امام او صاحبین کے حد نہیں بلکہ تعزیر دیا جاوے اور درر میں کہا کہ تعزیر دیا جاوے مانند آگ سے جلا دینے کے اور اسپر دیوار ڈھا دینی اور اونچے مقام سے اوندھا گرا دینے پیچھے پتھرون کے ساتھ ڈھلکا کر اور حاوی میں ہے کہ امور ثلثہ مذکورہ سے کوڑے مارنے کی تعزیر صحیح تر ہے م صاحبین کے نزدیک لواطت میں حد ہے اس دلیل سے کہ لواطت مانند زنا ہے اسواسطے کہ محل شہوت میں شہوت رانی اور آب ریزی ہے بوجہ حرمت او امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہیں ولہذا صحابۂ کرام اسکی جزا میں مختلف ہیں کسی نے آگ سے جلانا اور کسی نے اسپر دیوار کا ڈھانا اور کسی نے مکان بلند سے پتھرون کے ساتھ گرانا تجویز کیا اور اسمین معنی زنا موجود نہیں اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب نہیں تو اگر لغت عرب میں لواطت زنا ہوتی یا بمعنی زنا تو صحابۂ کرام کہ اہل لسان تھے اُسکے موجب میں مختلف نہوتے بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہ جو ابن عباس سے سنن ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ جسکو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کرو تو یہ حکم بطریق سیاست ہے نہ بطور حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی النہر معزیا للبحر التقیید بالامام یفہم ان القاضی لیس لہ الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے یہان تک کہ مرجاے یا توبہ کرے اور اگر اُسکو لواطت کی عادت پڑ گئی ہو تو امام یعنی سلطان اُسکو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں بحرالرائق سے منقول ہے کہ امام کی تقیید اسکی مفہم ہے کہ قاضی کے واسطے حکم سیاست کا نہیں م بحرالرائق میں یہ مسئلہ بطریق بحث کے ہے نہ بطور منصوص کے علاوہ اسکے امام کے واسطے خصوصیت قتل اس جزئی سے لازم نہیں تخصیص جمیع جزئیات سیاست کو واسطے امام کے اور معین الحکام میں مذکور ہے کہ اکثر جزئیات سیاست میں قاضی کو اختیار ہے کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر ولو مکن امرأتہ او امتہ من العبث بذکرہ حتی انزل کرہ ولا شیء علیہ اور جوہرہ میں ہے کہ زلق مار کر منی نکالنا حرام ہے اور اسمین تعزیر ہے اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنے آلہ تناسل سے عبث کرنیکا یہان تک کہ انزال ہوا تو یہ مکروہ ہے اور اسپر کچھ نہیں نہ حد نہ تعزیر ولا تکون اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالی استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزہۃ عنہا فتح اور لواطت نہوگی بہشت میں بنا بر صحیح قول کے اسواسطے کہ حق تعالی نے اُسکو قبیح فرمایا اور قرآن مجید میں اُسکا خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہے خباثت سے کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالی طائفۃ نصفہم الاعلی کالذکور والاسفل کالاناث والصحیح الاول اور اشباہ میں ہے کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اُسکا وجود نہیں جنت میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ حرمت اُسکی سمعی ہے تو اُسکا وجود جنت میں ہوگا اور بعضون نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالی ایک گروہ کو اُسکا بدن نصف اعلی مردون کی مانند ہوگا اور نصف اسفل عورتون کے مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہے م فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ اہل جنت کے دبر نہوگی اسواسطے کہ دنیا میں دبر مخلوق ہوئی واسطے دفع براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہیں حموی نے کہا تو ہر صورت میں لواطت کا ہر حال میں وجود نہیں جنت میں کذا فی الطحطاوی وفی البحر حرمتہا اشد من الزنا لحرمتہا عقلا وشرعا وطبعا والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا وعدم الحد عندہ

لا لخفتها بل للتغليظ لانه مطهر على قول. اور بحر الرائق میں ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلاً اور شرعاً اور طبعاً
اور حرمت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل مظہر اور مبین ہے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت میں شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہے کذا فی الطحطاوی
اور زنا حرام نہیں باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلاً اور شرعاً حرام ہے اور حرمت اسکی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت و اُسکی نہیں
بخلاف لواطت کے کہ اسکی کسی طرح زوال پذیر نہیں اور لواطت میں حد کا نہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہیں کہ اسکی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہے
اس لیے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے وفی المجتبی یکفر مستحلها عند الجمهور اور مجتبی میں ہے کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک م
طحطاوی نے کہا کہ یہ تکفیر مقید بغیر مملوکہ ہے اسواسطے کہ دبر جاریہ کا استحلال سے کافر نہیں اگرچہ اُسنے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا او زنی فی دار الحرب او البغی الا اذا زنی فی
عسكر لاميره ولاية الاقامة هدايه یا زنا کیا دار الحرب یا دار البغی میں تو اُسپر حد نہیں مگر جبکہ اُسنے زنا کیا اُس لشکر اسلام میں جسکے سردار کو ولایت ہے اقامت حد کی
تو البتہ اُسپر حد ہے کذا فی الهداية م ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اُسکا اختیار فقط تدبیر جنگ میں ہے نہ اقامت حدود میں دار الحرب وغیرہ میں
حدود اسواسطے نہیں کہ وہاں ولایت امام کی منقطع ہے ولا حد بزنا غير مكلف بمكلفة مطلقا لا عليه ولا عليها اور حد نہیں مرد غیر مکلف کے زنا کرنے
ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقاً نہ مرد نہ عورت پر م غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت پر اسواسطے حد نہیں کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا میں اور عورت اُسکی تابع ہے
اور ممتنع ہونا حد کا اصل میں موجب ہے امتناع حد کا تابع میں وفی عكسه حد فقط اور اسکے بالعکس میں یعنی مرد مکلف کے زنا میں ساتھ غیر مکلف کے فقط مرد پر
حد ماری جاویگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرة له ای للزنا اور حد نہیں اُس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جسکو زنا کے واسطے اجارہ لیا م
یعنی اگر عورت سے مرد نے یوں کہا کہ میں تجکو زنا کے واسطے اجارہ لیتا ہوں باعوض دراہم کے تاکہ میں تجھ سے قربت کروں تو اُسپر حد نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد
اجارہ صورت شبہہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہیں لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک
ابو احمد کے نزدیک حد واجب ہے اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہیں ہوتی تو خالص زنا ہوا والحق وجوب الحد كالمستاجرة للخدمة فتح اور واجب ہونا حد کا
اجارہ زنا میں حق ہے جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے میں بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی النهر م فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے
تجکو اتنا مہر دیا تا میں تیرے ساتھ زنا کروں تو حد واجب نہیں اور اسی طرح استیجار او عطا دراہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتوں میں حق یہ ہے کہ حد واجب ہے اسواسطے
کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ کے معارض ہے حق تعالی فرماتا ہے الزانية والزاني فاجلدوا اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہیں مٹاتا
انتهى ملخصا ولا بالزنا بالمكره اور حد نہیں جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور اسی پر
فتوی ہے اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال
زمانہ ہے یعنی امام کے زمانے میں غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تھی کذا فی النهر
ولا باقرار احدهما ان انكر الاخر للشبهة اور حد نہیں ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے
م اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہے اور انکار یہ کہ کہے میں نے مطلق نہیں زنا کیا یا نکاح کا دعوی کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت
بہر صورت حد ساقط ہے اسواسطے کہ زنا فعل مشترک ہے بدون دو شخص کے نہیں ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ساقط ہونا مورث شبہہ ہے دوسرے شخص میں او جب ساقط
ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر وكذا لو قال اشتريتها وهي حرة مجتبى اور اسی طرح حد ساقط ہے اگر مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا
فی المجتبی وفی قتل امة بزناها الحد بالزنى والقيمة بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے میں اسکے زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہے لونڈی کے اسواسطے قتل کے
لونڈی کی قیمت اسواسطے کہ اگر وہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو مرد پر حد ہے اور خون بہا کذا فی النهر ولو اذهب عينها لزمه قيمتها وسقط الحد لتملكه الجثة العمياء

مطلب زانی عورت اور زانی مرد کو کوئی سے ۱۲۱

بہا

فاورث شبهة هدایہ اور اگر لونڈی کی آنکھ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اُسکی قیمت لازم ہی اور حد ساقط ہی بسبب ملک کے جو اُسنے مول لیا اندھے جسم کا یعنی قیمت دینے
سے تمام جثہ بے بصارت کا مالک ہوا تو شبہہ ملک عین کا پیدا ہوا لہذا حد ساقط ہوئی کذا فی الهدایة وتفصیل ما لو افضاها فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا
تو اُسکی تفصیل مصنف کی شرح مین ہی ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ دونون امین یعنی قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہو جاوین اسکو افضا کہتے ہین تو لونڈی یا بیبی
ہی یا صغیرہ اگر کبیرہ راضی بزنا تھی بلا ادعاء شبہہ تو دونون پر حد ہی مہر مرد پر نہین اور افضا سے کوئی چیز اُسپر لازم نہین اور اگر ادعاء شبہہ ہی تو حد نہین اور افضا سے کچھ نہین مگر
مہر واجب ہی اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعوی شبہہ تو مرد پر حد ہی نہ لونڈی پر اور مہر نہین پھر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب اُسکا نہ تھمتا ہو تو مرد پر پورا خونبہا واجب ہی اور اگر پیشاب
ہی اور اگر پیشاب تھمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہی اور اگر شبہہ کا دعوی ہو تو دونون پر حد نہین پھر اگر بول تھمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہی اور مہر واجب ہی ظاہر الروایة مین اور
اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت ہی اور مہر واجب نہین شیخین کے نزدیک خلافا لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ کبیرہ کہ جماع کے لائق ہی تو وہ کبیرہ کے مانند ہی جمیع احکام
مین سوائے سقوط دیت کے اُسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اُسکا بول تھمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہی لیکن مرد پر حد
نہین اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت لازم ہی نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہی ملخصا ولو غصبها ثم زنی بها ثم ضمن قیمتها
فلا حد علیہ اتفاقا بخلاف ما لو زنی بها ثم غصبها ثم ضمن قیمتها کما لو زنی بحرة ثم نکحها لا یسقط الحد اتفاقا فتح اور اگر لونڈی کو غصب کیا
پھر اُس سے زنا کیا پھر اُسکی قیمت کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہین بالاتفاق بخلاف اُسکے یہ کہ اگر زنا کیا اُس سے پھر اُسکو غصب کیا پھر اُسکی قیمت کا ضمان دیا چنانچہ
حرہ سے زنا کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہین ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر والخلیفة الذی لا والی فوقه یؤخذ بالقصاص وکالاموال
لانهما من حقوق العباد فیستوفیه ولی الحق اما بتمکینه او بمنعة المسلمین وبه علم ان القضاء لیس بشرط لاستیفاء القصاص
والاموال بل للتمکین فتح اور وہ خلیفہ جسکے اوپر کوئی حاکم نہین ماخوذ ہی قصاص اور تلف کرنے اموال سے اسواسطے کہ قصاص و تلف اموال منجملہ حقوق العباد
ہی تو صاحب حق اُسکو لے سکتا ہی خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ استادگی کرے تو مسلمانون کی قوت اور شوکت سے استیفاء حق خلیفہ سے متصور ہی
اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ استیفاء قصاص اور اموال کے واسطے قضاء قاضی شرط نہین بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفاء قصاص کے واسطے قضا شرط ہی
کذا فی الفتح ولا یحد ولو لقذف لغلبة حق الله تعالی واقامته الیه ولا ولایة لاحد علیه اور حد نہ ماری جاوے گی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود مین حق اللہ غالب ہی حقوق العباد
پر اور اقامت حدود کی امام کے اختیار مین ہی اور کسی کی ولایت اور حکومت نہین خلیفہ پر جو اُسپر حد کو قائم کرے بخلاف امیر البلاد فانه یحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کہ اُسپر ماری جاویگی بحکم امام

باب الشہادة علی الزنا والرجوع عنہا

باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها

یہ باب ہی زنا پر گواہی دینے کے احکام مین اور اُسکی گواہی سے رجوع کرنے مین شهدوا بحد متقادم بلا عذر کمرض او بعد مسافة او خوف طریق
لم تقبل للتهمة شاہدون نے گواہی دی حد متقادم کے سبب کی بلا عذر مانند بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہو گی بسبب تہمت کے ہم و تہمت یہ ہی
کہ حدود کا شاہد مخیر ہی ادائے شہادت یا پردہ پوشی مین تو اگر اتنی تاخیر پردہ پوشی کی جہت سے تھی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہی
اور اگر تاخیر خاطر پردہ پوشی نہ تھی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہین اور جیسے تقادم مانع شہادت ہی ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہی یعنی
اگر بعد بعض ضرب حد کے بھاگ گیا اور پھر گرفتار ہوا تو تقادم سے زمان اقامت حد نہو گی کذا فی المنح الا فی حد القذف فلا یمنع یعنی حد قذف مین بعد تقادم
کے بھی گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ اسمین حق العبد ہی یعنی دعوی اسمین شرط ہی شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہو گی تو فسق شاہد کا ثابت نہو گا ویضمن المال
المسروق لانه حق العبد فلا یسقط بالتقادم اور ضمانت لیجاویگی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہ حق العبد ہی تو تقادم زمان سے ساقط نہو گا یعنی جب شاہدون نے بعد
مدت کے گواہی دی تو ضمان متاع کے واسطے گواہی مقبول ہو گی اسواسطے کہ دعوی شرط ہی حقوق العباد مین تو تاخیر دعوی پر محمول ہی تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح

ولو اقر بتاء ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمۃ الا فی الشرب کما سیجیء اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قایم
کیجاویگی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر مین تقادم سے حد نہین چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہین مانند شہادت کے
والتقادم بزوال الریح ولغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینا گذر جانے سے یہی قول اصح ہے
یہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی المنح ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیۃ اور اگر شاہدون
نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماری جاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین کذا فی الخانیہ عدم حد کرخی کا قول ہے وشہدوا علی زناہ بغائبۃ حد
گواہی دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہے اور شاہد اسکو پہچانتے ہین تو مرد پر حد قایم ہوگی باتفاق ائمہ اربعہ اور اسیطرح
اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہو جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ دعوی نکاح مثلا شبہہ ہے اور احتمال اسکے دعوی کرنیکا شبہۃ الشبہہ ہے حالانکہ
معتبر شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ والا جمیع حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع
ہے تو اگر شبہۃ الشبہہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقۃ من غائب لا لشرطیۃ الدعوی فی السرقۃ دون الزنا اور
اگر گواہی دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب شرط ہونے دعوی کے سرقہ مین نہ زنا مین اقر بالزنا بمجہولۃ حد وان شہدوا علیہ بذلک
لا لاحتمال انہا امرأتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اسپر حد قایم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف
عورت کے تو حد نہ قایم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر ایسا شبہہ مخفی نہین رہ سکتا کاختلافہم
فی طوعہا چنانچہ حد نہین شاہدون کے اختلاف مین عورت کی رضامندی مین یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اسپر جبر تھا تو دونون
حد نہین امام کے نزدیک و صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس ہر صورت مین شاہدون پر حد قذف نہین امام کے
نزدیک او فی البلدۃ ولو کان علی کل زنی اربعۃ لکذب احد الفریقین یقینا ان ذکروا وقتا واحدا وتباعد المکانان والا قبلت فتح یا شاہدون کا اختلاف ہو
شہر مین اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تو بھی حد نہین بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کرین اور دونون مکان دور ہون اور اگر ایسا نہو یعنی
وقت متحد ہو اور دونون مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب ہون تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی
الفتح حاصل اختلاف بلد کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ ہے کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ مین ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ مین تو مرد اور عورت دونون پر حد نہین اسلیے
کہ فعل زنا کا مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہین اور دوسری صورت یہ ہے کہ چار گواہون نے باوجود دوری دونون مکان
کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ مین زنا ہوا ہے اور چار گواہون نے گواہی دی زنا کی کوفہ مین اسیوقت اسی معین دن مین
تو دونون پر حد نہین اسواسطے کہ شخص واحد ایک ساعت مین دو مکان متباعد مین نہین ہو سکتا اور شاہدون کا صدق اور کذب معلوم نہین تو حاکم حکم کرنے سے
عاجز ہے بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہین تو باوجود اتحاد وقت گواہی مقبول ہے اور اسیطرح اگر وقت مختلف ہے اور
دونون مکان متباعد ہین یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حدا ای المرأۃ
والرجل استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونون مین تو مرد اور عورت دونون پر حد قایم
ہوگی بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے اس طرح پر کہ ابتدای فعل ایک کونے مین ہوا اور انتہای فعل دوسرے کونے مین
بسبب اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا فاذا ہی بکر او رتقاء او قرناء او ہم فسقۃ او شہدوا علی شہادۃ اربعۃ وان وصلیۃ شہد
الاصول بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدون نے گواہی دی عورت کی زنا پر لیکن وہ باکرہ ہے یا اسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہے

یا گواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی دی چار گواہون کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اسکے یعنی بعد گواہی دینے فروع کے تو کسی پر حد نہین یعنی عورت اور مرد پر نہ گواہون پر م شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین ازدیاد اشتباہ ہے کیونکہ اسمین دو جگہ احتمال کذب ہے شہادت اصول مین اور شہادت فروع مین اور اگر بعد فروع کے اصول کی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصل کی ہر وجہ مردود ہو گئی بسبب رد شہادت فروع کے اور غیر حدود مین رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہین ہوتی اموال مین اسواسطے کہ مال ساتھ شبہہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی المنح شارح نے کہا کہ ان شہدوا کا ان صلیہ ہے تاکہ کوئی فعلیہ سمجھا کر مجد کو اسکے جزا نہ سمجھے کہ مطلب بگڑ جاوے وكذا لو شهدوا على زناه فوجد مجبوبا اور اسی طرح مرد پر حد نہین اگر شاہدون نے گواہی دی مرد کے زنا پر اور وہ مقطوع الذکر و خصیتین نکلا او لو شهدوا بالزنا ولكنهم عميان او محدودون في قذف او ثلثة او احدهم محدود او عبد او وجد احدهم كذلك بعد اقامة الحد حدوا للقذف ان طلبه المقذوف اور اگر چار شاہدون نے زنا کی گواہی دی و لیکن وہ سب اندھے ہین یا قذف کی حد انپر پڑ چکی ہے یا تین شاہد ایسے ہین یا چار مین سے ایک گواہ محدود فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسی طرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدون پر حد قذف ماری جاویگی اگر مقذوف طلب حد کریگا م شاہدون پر اسواسطے حد قذف ماری جاویگی کہ وہ اہل شہادت نہین یا نصاب شہادت کے پوری نہین تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہون اور حد قذف طلب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اُسکا حق ہے کذا فی النہر والمنح وارش جلده وان مات منه هدر خلافا لهما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑون سے مر گیا ہے بخلاف صاحبین کے یعنی گواہون نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن ہے سو اسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہو گیا یا مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف ہے تو اسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اس لیے کہ کوڑون کی ضرب ظاہرا مولم ہے نہ زخمی اور ہلاک کرنیوالی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک اسکی دیت بیت المال مین واجب ہے کذا فی المنح ودية رجمه في بيت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال مین ہے باتفاق امام و صاحبین کے یعنی درصورت عدم اہلیت شہود ويحد من رجع من الاربعة بعد الرجم فقط لانقلاب شهادته بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص چار گواہون مین حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار ہونے زانی کے اس لیے کہ شہادت اُسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہو گئی م ماتن نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہین اور اگر سب گواہ رجوع کرینگے تو سب پر حد ماری جاویگی وغرم ربع الدية اور جو شہادت سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضامن ہے وان رجع قبله اي الرجم حدوا للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء في باب الحدود اور اگر شاہد نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہون پر حد قذف ماری جاویگی اور زانی سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کرنا قضا مین داخل ہے باب حدود مین یعنی تو گویا قبل قضا رجوع ثابت ہوا م سب گواہون پر اسواسطے حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو اونکا قذف شہادت ہو گیا اتصال قضا سے پھر جب قضا مستعمل نہوئی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شيء على خامس رجع بعد الرجم اور اگر پانچوین گواہ پر کچھ نہین نہ حد نہ دیت جسنے شہادت سے رجوع کیا بعد رجم کے فان رجع اخر حدا وغرم ربع الدية ولو رجع الثالث ضمن ربع الدية ولو رجع الخمسة ضمنوها اخماسا اور پھر اگر پانچوین کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دونون پر حد قایم ہوگی اور دونون چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی چوتھائی دیت ضمان دیگا وعلی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچون گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچوین یا پانچوین حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی الحاوی القدسی م یہ حکم بعد رجم ہے اسواسطے کہ ضمان نہین مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزكي دية المرجوم ان ظهروا غير اهل للشهادة عبيدا او كفارا وهذا اذا اخبر المزكي بحرية الشهود واسلامهم ثم رجع قائلا تعمدت الكذب والا فالدية في بيت المال اتفاقا ضمان دے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اُسوقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام کی خبر دی ہو پھر اُسنے شہادت سے رجوع کیا ہو یون کہکر کہ مین نے قصدا جھوٹ

ہو لا اذا ادی اور اسلام کے المنازمین حد ز و دیت اسکی بیت المال میں ہے بالاتفاق یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہوے بلکہ ثابت رہے اپنے المناہ یا قائل
اپنی خطا کے ہوے تو بالاجماع انپر ضمان نہیں اور اگر مزکیوں نے خبر دی کہ گواہ عادل ہیں پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہیں تو بھی انپر ضمان نہیں بالاجماع کذا سفی
الشیخ مزکی وہ جو قاضی کے روبرو شاہدوں کی اہلیت شہادت بیان کرے ولا یحدون للقذف لانہ لا یورث بحسن اور شاہدوں پر حد قذف نہ ماری
جاویگی اسواسطے کہ قذف میں وراثت جاری نہیں کذا فی البحر یعنی شاہدوں نے عیب لگایا تھا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مرچکا اور چونکہ قذف میں ارث
نہیں تو وارث اسکے طلب حد نہیں کرسکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظہروا کذلک ای غیر اہل الشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ
استحسانا للشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مزکی دیت کی ضمان دے جیسے قاتل ضمان دیتا ہے اگر قتل کرے اسکو جسکی رجم کا حکم دیا تھا قاضی نے
بعد تعدیل شہود کے پھر اسی طرح ظاہر ہوا کہ شاید اہل شہادت کے نہیں تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی
بسبب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور ضمان اس دیت کا تین سال میں واجب ہے کذا فی النہر فلو قتلہ
قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ کما یقتص بقتل المقضی بقتلہ قصاصا ظہر الشہود عبیدا او لا لان الاستیفاء للولی زیلعی من
الحدود سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے یا بعد حکم دینے قبل تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاوے قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہے اس قاتل کے
مقتول ہونے سے جسکے قتل کا حکم ہوگیا بنا بر قصاص کے خواہ شاہدوں کا غلام ہونا ظاہر ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفاء قصاص کا حق واسطے وارث کے ہے
کذا فی شرح الزیلعی من کتاب الردۃ وان رجم ولو ترک الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ
اور اگر کوئی سنگسار ہوا حالانکہ شہود زنا کی تعدیل نہوئی تھی پھر گواہ غلام نکلے تو دیت مرحوم کی بیت المال میں ہے بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے
تو فعل رجم کا امام ہی کی طرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال میں ہوتی ہے اسواسطے کہ امام نائب ہے مسلمین کا وان قال الشہود للزنی
تعمدنا النظر قبلت لاباحۃ النظر للتحمل الشہادۃ الا اذا قالوا تعمدناہ للتلذذ فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہوں نے کہا کہ ہمنے قصداً
زنا کو دیکھا تو گواہی انکی مقبول ہوگی بسبب مباح ہونے نظر کے گواہ ہونیکے واسطے مگر جبکہ گواہوں نے کہا کہ ہمنے عمداً زنا کو دیکھا لذت لینے کے واسطے تو اب گواہی
انکی مقبول نہوگی بسبب فاسق ہوجانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح م تحمل شہادت کے واسطے نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے اور ختنہ کرنیوالی کو مباح ہے اور اسی طرح
تحقیق بکارت اور رد بالعیب کیلیے نظر کرنا جائز ہے کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ قبل الزنی رجم اور اگر زانی نے
اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اسکے احصان پر گواہی دی یا اسکی زوجہ اس سے جنی قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہوگا ولو خلا
بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پھر اسکو
طلاق دی اور کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا اور عورت منکر جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے
کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ یرجم المحصن ویجلد غیرہ
وبہ استغنی عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتأمل چنانچہ اگر عورت نے
کہا بعد طلاق کے کہ میں نصرانیہ تھی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جاوینگے یعنی مرد
بسبب احصان کے سنگسار ہوگا نہ عورت تو اسپر کوڑے مارے جاوینگے شارح کہتا ہے اور اس عبارت سے حاجت نہ رہی اس عبارت کی جو متن کے بعضے نسخوں میں پائی
جاتی ہے وہ یہ قول ہے کہ جب زانیوں میں سے ایک محصن ہو تو ہر ایک کو انمیں سے وہ حد ماری جاویگی جو اسکی حد ہے یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کیجیے اسکو معنی یہ کہ
شرح متن کی عبارت موجود ہی یرجم المحصن ویجلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی اب کچھ حاجت نہیں بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل

تزوج بلا ولی فدخل بہا لا یکون محصنا عند الثانی لشبہۃ الخلاف غرض مرد نے نکاح کیا عورت سے بدون ولی کے پھر اس سے صحبت کی تو اس نکاح اور صحبت سے محصن نہین ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر م عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بھی اسمین مختلف ہین لہذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کہا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی النہر

باب حد الشرب المحرم

یہ باب ہے شرب حرام کی حد کے بیان مین م محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہین یحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لا یحد لانہ لا یقام علی الکفار ظہیریۃ لکن فی منیۃ المفتی سکر الذمی من الحرام حد فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ م حد مارا جاوے مسلمان تو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ ماری جاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہین ہوتی کذا فی الظہیریۃ لیکن منیۃ المفتی مین ہے کہ کافر ذمی مست ہو اشرب محرم سے تو حد مارا جاویگا قول اصح مین بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین مین م ذمی پر حد مارنا یہ قول حسن کا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ کسی پر حد نہین کذا فی الطحطاوی عن قہستانی قاری الہدایۃ ناطق فلا یحد اخرس للشبہۃ م حد ماری جاوی مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہین بسبب شبہہ کے یعنی لوگون کا شراب پینا خواہ گواہون سے ثابت ہو خواہ اسکے اشارہ معہودہ سے بہر صورت اسپر حد نہین اس شبہہ سے کہ شاید اسکے گلے مین لقمہ اٹکا ہو اسکے اتارنے کے واسطے اسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مکلف طائع غیر مضطر لشرب الخمر ولو قطرۃ بلا قید سکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے م حد شرب خمر مین نشہ شرط نہین ہے اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ انکی حرمت ظنی ہے تو بدون نشہ کے انکے پینے مین حد نہین کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کرنے کے واسطے شراب پیگا تو اسپر حد نہین کذا فی الدر المنتقی او سکر من نبیذ ما بہ یفتی م مسلم مکلف مست ہو گیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اسی پر فتوی ہے م یہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے انکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اس پینے کی چیز کو کہتے ہین کہ سوائے انگور کے کھجور یا مویز یا شہد یا حبوب مین پانی ڈالکر چند روز رکھا جاوے کہ گاڑھا ہو اور خمر یعنی شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش مین آوے اور گاڑھا ہو جاوے اگرچہ اسمین کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے طوعا عالما بالحرمۃ حقیقۃ او حکما بکونہ فی دارنا لما قالوا لو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمۃ لا یحد بخلاف الزنی لحرمتہ فی کل ملۃ قلت یرد علیہ حرمۃ السکر ایضا فی کل ملۃ فتامل م مسلم مذکور پر حد ہے بخوشی شراب پیا اسکے حرام ہونے کو جانکر علم حرمت حقیقۃً ہو یا حکماً اس طرح پر کہ شارب دار الاسلام مین رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام مین داخل ہوا اور مسلمان ہو گیا پھر اسنے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اسپر حد نہین بخلاف زنا کے یعنی اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اسپر حد ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بھی ہر دین مین سو تامل کر م طحطاوی نے کہا کہ جب تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہین اسواسطے کہ ظاہر یہ ہے کہ شرب خمر مذکور ہے نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین مین حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہین بعد الافاقۃ فلو حد قبلہا فظاہرہ انہ یعاد عینی م حد ماری جاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی مین حد ماری تو ظاہر اس تقیید کا دلالت کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماری جاوے کذا فی شرح العینی م یہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقۃ اسواسطے ہے جب تا ضرب کا فائدہ ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اس طرح کہ مستی مین بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہین تو اعادہ ضرب کے لیے بعد الافاقۃ کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی اذا اخذ الشارب و ریح ما شرب من خمر او نبیذ فمن قصر الرائحۃ علی الخمر فقد قصر موجود الا ان تنقطع لبعد مسافۃ عینی غایۃ حد ماری جاوے جبکہ شارب گرفتار ہو اور جو چیز پی اسکی بو موجود ہو منہ مین خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جسنے فقط خمر کی بو پر قصر کیا اسنے بیان مین قصور کیا یہ اشارہ ہے اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ صفت ہے ریح کی اور صیغہ صفت سماعی ہے کذا فی غایۃ البیان

یہ دو جو صاحب کنز ہے کہ اُسنے موجود کہا نہ موجودۃ کذا فی المنح الا ان تنقطع الرائحة لبعد المسافة فحينئذ فلا بد ان يشهدوا بانه شربها طائعا ويقولوا اخذناه وريحها موجودة مسکی جودۃ وجہ ثبوت شرب کے واسطے ضرور ہے مگر یہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اُسوقت میں ضرور ہے کہ شاہد یوں گواہی دیں کہ اُسنے شراب اپنی خوشی سے پی اور یوں کہیں کہ ہمنے اُسکو گرفتار کیا تھا حالانکہ اُسوقت بو موجود تھی ولا يثبت الشرب بهما الرائحة والتقيئها بل بشهادة رجلين او اقراره اور ثابت نہیں ہوتا شرب بو سے اور شراب کے قے کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہے شرب دو مردوں کی گواہی سے ہم فقط بو سے ہو اسطے شرب ثابت نہیں کہ کبھی بو غیر خمر سے مانند بو آتی ہے جیسے سفرجل یعنی بہی کے کھانے سے اور قے سے ہو اسطے شرب ثابت نہیں کہ شاید اُسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو ويسألهم الامام عن ماهيتها وكيف شربها لاحتمال الاكراه ومتى شرب لاحتمال التقادم واين شرب لاحتمال شربه في دار الحرب فاذا بينوا ذلك حبسه حتى يسأل عن عدالتهم ولا يقضي بظاهرها في حد لغلبته ولو بقي امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہے اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہاں پی بسبب احتمال پینے شراب کے دار الحرب میں پھر شاہد ان سوالات کے جواب بیان کریں تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدوں کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نکرے کسی حد میں ظاہر عدالت پر بلا تحقیق کذا فی الخانیۃ ہم ماہیت خمر کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہوں ولو اختلفا في الزمان او شهد احدهما بسكره من الخمر والآخر من السكر لم يحد ظهيرية اور اگر شاہد مختلف ہوں زمان شرب میں یا ایک گواہ گواہی دے کہ اُسکے خمر سے مست ہونیکی اور دوسرا گواہ شہادت دے مسکر سے مست ہونیکی تو اُسپر حد نہیں کذا فی الظہیریۃ ہم سکر بفتحتین عبارت ہے عصیر رطب سے جب اُسمیں اشتداد ہوا اور بعضوں نے کہا ہر شراب مسکر سکر ہے کذا فی النہر او يثبت باقراره مرة صاحيا یا شرب ثابت ہوتا ہے شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت میں ہم بحر الرائق میں ہے کہ جب فقط ثبوت شرب کا گواہ اور اقرار میں منحصر ہوا تو جس فاسق کے گھر میں شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہوں اور کسی نے اُنکو پیتے ندیکھا ہو تو اُنپر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے ثمانين سوطا متعلق بحد الحر ونصفها للعبد اسی کوڑے حد مارے جاویں آزاد کو اور اُسکے نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا یحد سے متعلق ہے وفرق على بدنه كحد الزنا كما مر اور متفرق کوڑے مارے جاویں شارب کے بدن پر مانند حد زنا کے چنانچہ اُسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور منہ اور شرمگاہ پر نہ مارے اور کوڑا گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کے وقت اُتار لیا جاوے سوائے پاجامہ کے تا کشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سكران او شهدوا بعد زوال ريحها لا لبعد مسافة او اقر كذلك او رجع عن اقراره لا يحد لانه خالص حق الله تعالى فيعمل الرجوع فيه ثم ثبوته باجماع الصحابة ولا اجماع الا برأي عمر وابن مسعود رضي الله عنهم اجمعين وهما شرطا قيام الرائحة تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہوں نے گواہی دی بعد دور ہونے بوی خمر کے بلا بعد مسافت یا اسی طرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اُسپر حد نہیں اسواسطے کہ حد شرب خالص حق ہے الله تعالی کا تو اُسمیں انکار سے رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد میں پھر ثبوت حد شارب صحابہ کرام کے اجماع کے سبب ہے اور اجماع حاصل نہیں بدون رائے عمر فاروق اور عبد الله بن مسعود رضی الله عنہم اجمعین کے اور اُن دونوں بزرگوں نے قیام بوی خمر کو شرط کیا ہے ہم شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم رح کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہیں اور یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت ہے امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہیں لیکن بقول اصح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جایز ہے اگر اُسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہے صحیح مسلم میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے خمر میں شاخ خرما اور جوتیوں سے مارا پھر ابوبکر نے ۴۰ کوڑے مارے یعنی اپنی خلافت میں پھر جب عمر رض خلیفہ ہوے اور ہر طرح کے لوگ مجتمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار میں تم کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری رائے میں یہ آتا ہے کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجئے خفیف حد کے مانند تو عمر رض نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور موطا میں مروی ہے کہ عمر فاروق نے خمر میں مشورت کی تو علی ابن ابی طالب نے کہا کہ ہماری رائے یہ آتا ہے کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجئے اسواسطے کہ جب آدمی نے شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو ہذیان گوئی کریگا پھر جب بیہودہ بکیگا تو افترا کریگا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے ہیں اور ان دونوں روایتوں میں کچھ تعارض نہیں اس احتمال سے کہ عبد الرحمن بن عوف اور علی مرتضی دونوں نے ۸۰ کوڑے تجویز کیے ہوں کسی نے انکا قول ذکر کیا کسی نے

اور صحیح مسلم میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخون سے مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا
کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت حد معین نہ تھا پھر صدیق اکبر کے وقت اور ابتدائے خلافت عمر فاروق میں ۴۰ کوڑے مقرر رہے پھر ۸۰ کوڑے پر اجماع اور اتفاق صحابہ
کرام ہو گیا اسواسطے کہ حضرت کا فعل اکیلا یا ایک مرد کے حق میں بسبب اسکے زیادتی فساد کے انتہا تک منتہی ہوا یعنی دو شاخ سے ۴۰ بار مارا تو وہ ۸۰ ہو گئے پھر جب صحابہ کرام نے
بروز فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ متاخر ہوگا فساد زیادہ بڑھیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی الفتح القدیر لیکن صحابی عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ شارب
الخمر کو ہلا کر سونگھو اگر بو کو پاؤ تو اوسکو مارو اور عمر فاروق رضہ کے پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اوسنے اقرار کیا شرب کا تو اوسکو تعزیر دی حد نہ ماری کذا
فی الطحاوی عن الزیلعی والسکران من لا یفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس
بسکران بحر اور امام کے نزدیک مست وہ ہے جو تفرقہ نہ کرے مرد اور عورت میں اور آسمان اور زمین میں اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جسکا اکثر کلام بیہودہ
ہذیان ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہیں کذا فی البحر ویختار للفتوی قولہما لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کے واسطے
صاحبین کا قول مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وہذہ احدی المسائل السبع المستثناۃ
من انہ کالصاحی کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرہا اور اگر مرتد ہو گیا مست تو اوسکا ارتداد صحیح نہیں تو اوسکی زوجہ اوسپر حرام نہیں
اس ارتداد سے اور یہ ایک مسئلہ اون سات مسائل سے ہے جو مستثنیٰ ہیں اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے اون مسائل کو اپنی شرح میں اشباہ
وغیرہا کی طرف نسبت کر کے شرح بیان کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اشباہ وغیرہ سے یون نقل کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کے مانند ہے مگر سات
مسائل میں اسکے مانند نہیں ۱ مرتد ہونے میں ۲ حدود خالصہ کے اقرار میں ۳ اشہاد علی الاشہاد میں ۴ تزویج صغیرہ اور صغیر میں جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر
تو یہ تزویج نافذ نہیں ۵ وکیل ہو طلاق کا ہوشیاری میں پھر مست ہو کر اوسنے طلاق دی تو واقع نہیں ۶ بیع کا وکیل اگر مست ہو کر بیچے تو بیع نافذ نہیں ہوگی
۷ کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پھر اوسکو پھیر دی حالانکہ وہ مست تھا ونقل فی الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون
حرمۃ الخمر فلو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہی اور مصنف نے اپنی شرح میں جوہرہ سے کتاب الاشربہ میں نقل کی ہے حرمت خراسانی اجوائن کی
اور بھنگ اور افیون کی لیکن انکی حرمت کمتر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزون کے کھانے سے مست ہوگا تو اوسپر حد نہیں بلکہ اوسکو تعزیر دیجاویگی
انتہی لکن فی النہر التحقیق ما فی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق میں ہے کہ تحقیق عنایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجوائن مباح ہے
اسواسطے کہ حشیش یعنی گھاس ہے پر اسکا نشہ حرام ہے اور محشی طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج میں تعلیل حشیش کے بے معنی ہے اور یہ عبارت عنایہ میں نہیں بنج یعنی خراسانی اجوائن
کی اباحت عنایہ اور بحر الرائق میں مصرح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہرا اختلاف ہوا اسکی اباحت اور حرمت میں تو دونون قولون کی توفیق یہ ہے کہ خراسانی
اجوائن دو قسم پر ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہے اور محمد کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اسکا قلیل بھی حرام
ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض الحد فہرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مر ان الامضاء من القضاء فی باب الحدود
شارب الخمر پر اقامت ہوئی بعض حد کی مثلا تیس یا ساٹھ کوڑے مارے گئے پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اوسپر حد نہیں اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ جاری
کر دینا قضا میں داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا یستانف الحد لتداخل الحد کما سیجیٔ اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف
ہوگا حد کا بسبب تداخل متحد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا م یعنی اگر شارب پر کچھ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اوسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا
تو اوسپر شرب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہے بسبب تداخل و قصور کے اور یہی حکم ہے زانی کے بھاگنے اور
دوبارہ زنا کرنے کا **فرع** مسئلہ لقطہ شارح کا سکران لو صاح بہم بحمار فصدم انسانا فمات ان قادرا علی منعہ ضمن والا لا مصنف

[illegible]

مست یا ہوشیار کے گھوڑے نے اُسکے ساتھ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مر گیا اگر سوار قادر تھا اُسکے روکنے پر تو اُسپر ضمان ہے اور اگر قادر نہین تو اُسپر ضمان بھی نہین کذا فی شرح المصنف عن العمادیۃ م مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کہ یُون کہتا مصنف عن العمادیۃ

باب حد القذف

یہ باب ہے حد قذف کے بیان مین ھو لغۃ الرمی وشرعا الرمی بالزنا وھو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب مین عبارت ہے مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع مین قذف عبارت ہے زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہے باجماع امت کذا فی الفتح م حق تعالی قران مجید مین فرماتا ہے کہ الذین جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہین وہ ملعون ہین دنیا اور آخرت مین اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ مہلک سات گناہون سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہین فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرانی سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا کہ جو عیب لگاوین محصنات کو اور چار گواہ نہ لاوین تو اُنکو اسی کوڑے مارو اور اُنکی گواہی کبھی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہے تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب لگاوے تو اُسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہے کذا فی المنح نہر الفائق مین ہے کہ ہر چند نص قرانی مین قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہے ولکن فی النہر قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متھتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق مین ہے کہ غیر محصن کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بیحیا کا صغیرہ گناہ ہے م نہر الفائق مین یہ قول حلیمی شافعی کی طرف منسوب ہے تو ظاہرا استدراک غیر مناسب ہے بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر کی شرح مین کہا ہے کہ قذف کبیرہ گناہ ہے اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہے سو وجوب حد کے واسطے ہے نہ کبیرہ گناہ ہونے کے واسطے اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہے کہ جو ذمی کو قذف کریگا اُسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑون سے ہان حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہے انتہی کذا فی الطحطاوی ھو کحد الشرب کمیۃ وثبوتا فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کے مانند ہے مقدار اور ثبوت مین تو ثابت ہوگی دو مردون کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہون سے یا قاذف کے ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اسمین عورتون کی گواہی مقبول نہین اور نہ شہادت علی الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہین حر کو اور ۴۰ غلام کو ویسألھما الامام عن ماھیتہ وکیفیتہ سوال کرے امام یا نایب اُسکا گواہون سے حقیقت قذف اور کیفیت اُسکی سے م حقیقت قذف کا سوال اُسوقت ہے جب گواہون نے اسطرح گواہی دی ہو کہ مثلا زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر گواہ بجز لفظ قذف اُسکی حقیقت نہ بیان کرین تو گواہی مقبول نہین کذا فی النہر کیفیت سے وہ لفظ مراد ہے جس سے مقذوف کو متصف کیا الا اذا شہدا بقولہ یا زانی مگر جبکہ دونون گواہون نے بلفظ یا زانی گواہی دی یعنی قاذف نے مقذوف کو یا زانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہین کہ خود اُسنے مذکور کی ثم یحبسہ لیسأل عنہما یحبسہ الشہود ویمکن لاحضارھم فی ثلثۃ ایام والا لا ظہیریۃ پھر بعد اسکے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہے اُسکو شہود کے واسطے جنکا حاضر کرنا تین دن مین ممکن ہے اور اگر تین دن مین حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ ولا یکفل خلافا لہما نعم ہو یا ملازمت کرے مدعی قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ویحد الحر او العبد لو ذمیا او امرأۃ قاذف المسلم الحر الثابتۃ حریتہ والا فیعزر اور حد ماری جاوے حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اُس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہے قاذف کے اقرار یا گواہون سے اور اگر اُسکی حریت ثابت نہین تو اُسکے قذف مین تعزیر ہے قاذف حر ہو یا وہ ذمی یا عورت ہو م طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغۃ ذکر کرکے داخل کیا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ مین داخل نہین البالغ العاقل العفیف عن فعل الزنا جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاکدامن ہے زنا کے فعل سے م تو کافر اور غلام اور صغیر اور مجنون اور زنا کار کی تہمت سے حد نہین نہر الفائق مین ہے کہ عفیف وہ ہے جسنے کسی عورت کے وطی حرام اور شبہ اور نکاح فاسد سے نکی ہو فینقص عن احصان الرجم بشیئین التکلیف والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان [illegible]

کم ہی یعنی نکاح اور دخول مین یعنی احصان رجم مین نکاح اور دخول زوجہ شرط ہی بخلاف احصان قذف کے کہ اسمین شرط نہین خواہ ہوون یا نہوون وبقی من الشرائط ان لایکون ولہ ولد لا اب لہ او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او ملک فاسد او قرناء اور شروط احصان قذف سے یہ شرطین باقی رہگئین کہ مقذوف کا ایسا بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر والخصیتین یا خصی نہو یا اسنے بنکاح فاسد یا ملک فاسد سے وطی نہ کی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہو مع گونگے کی قذف مین اسواسطے حد نہین کہ استیفاے حد مقذوف کے دعوی پر موقوف ہی اور دعوی اسکا نہین ہوسکتا الا باشارہ اور نیابت اسمین کافی نہین اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہی لیکن بسبب عدم امکان زنا اسکو قذف سے عار لاحق نہین ہوسکتی اور یہی علت ہی رتقا اور قرنا مین اور خصی وہ ہی جسکو ذکر ہو خصیتین نہون سو اس سے زنا کرنا متصور ہی تو خصی کا یہان مذکور کرنا غلط ہی شارح اس تعبیر مین صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہوگیا اسواسطے کہ محیط مین مصرح ہی کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کریگا تو اسپر حد ہی اسواسطے کہ زنا کرنا اُنسے متصور ہی کیونکہ آلہ زنا اُنکے بدن مین موجود ہی اور نکاح فاسد ہی احصان البتہ ساقط ہی لیکن ملک فاسد سے ساقط نہین ہو اسواسطے کہ ملک فاسد نہین ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہی ولہذا اُسکے واسطے کے قاذف پر حد ہی چنانچہ قہستانی اور محیط مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وان ارتد الاحصان قبل الحد ولو ارتد سقط الحد عن القاذف ولو اسلم بعد ذلک فتح اور شروط باقیہ سے یہ ہی کہ احصان مقذوف کا حد مارنے کے وقت پایا جاوے یہان تک کہ اگر وہ مرتد ہوجاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہوجاویگی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی فتح القدیر مع شروط مذکورہ سے یہ باقی رہ گیا کہ مقذوف نہ مرگیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک قذف مین ارث نہین اور یہ شرط ہی کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو کذا فی المنح بصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگانیوالا حد مارا جاوے یعنی جو یون کہے کہ تونے زنا کیا یا یون کہے کہ او زانی کذا فی النہر ومنہ انت ازنی من فلان او منی علی ما فی الظہیریۃ اور صریح زنا مین داخل ہی یون کہنا کہ تو زانی تر ہی فلانے سے یا مجھ سے کذا فی الظہیریۃ مع مبسوط مین مثال اول کے مخالف ہی اور خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہی یعنی دونون صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر مثلہ النیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مانند ہی لفظ نیک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک کی شرح منار سے نقل کیا ہی مع نیک مصدر ہی بمعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یا نائک یا عورت سے کہے یا منیوکہ تو گویا یون کہا کہ ای زانی اور ای زانیہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول بعید ہی ولو قال یا زانی بالہمز لم یحد شرح تکملہ اور اگر یا زانی کہا یعنی بجاے یاے تحتیہ ہمزہ بولا تو اسپر حد نہین کذا فی شرح التکملہ مع ظاہرا یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط مین وجوب حد مذکور ہی اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ مہموزہ سے صعود کے معنی اسوقت مراد ہونگے جب محل صعود کے ساتھ مقرون ہو اور بلا ذکر محل صعود زنا پر محمول ہی اسواسطے کہ عرب بجاے حرف علت ہمزہ بولتے ہین اور بجاے ہمزہ حرف علت بولتے ہین تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہوگی بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او بقولہ زنأت فی الجبل بالہمز فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود وحالۃ الغضب تعین الفاحشۃ حد ہی صریح زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنأت فی الجبل یعنی تونے زنا کیا پہاڑ مین یا تو چڑھ گیا پہاڑ مین اس لیے کہ زنأت مہموز مشترک ہو فاحشہ اور صعود کے معنون مین اس لیے کہ بعضے عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب اور دشنام متعین کردیتی ہی معنی فاحشہ کو مع یہ قول ہی متعین کا فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر زنأت علی الجبل کہیگا تو اُسپر حد نہوگی اس لیے کہ بقرینہ علی صعود کے معنی متعین ہوگئے او لست لابیک ولو زاد لست لامک او قال لست لابویک فلا حد او لست بابن فلان لابیہ المعروف بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ العبرۃ لاحصان المقذوف لا الطالب [illegible] یا حد قاذف ہی اس قول مین کہ تو اپنے باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنے ماں کا نہین یعنی یون کہا کہ تو اپنے ماں باپ کا نہین تو اسپر حد نہین اسواسطے کہ جب قائل نے ولادت کی نفی کی تو زنا کی نفی کی کذا فی الحلبی یا حد ہی یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اُسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب معروف النسب ہی اور حالانکہ ماں اسکی محصنہ ہی احصان اسکے ماں کا مشروط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہی دونون صورتون مین یعنی لست لابیک اور لست یا بن فلان مین قذف درحقیقت اسکی ماں کو ہی اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہی نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی مع مقذوف اسکی والدہ ہی اور طالب حد اسکا ولد ہی جبکہ ماں اسکی

مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب اُسکی والدہ ہوگی نہ اُسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب تعلق بالصور الثلث فی غضب تینون صورتون سے
متعلق ہے یعنی زانیۃ فی الجبل اور لست لابیک اور لست بابن فلان کہنے سے غضب اور دشنام کی حالت مین قاذف پر حد ہے اور اگر حالت رضا مین اقوال ثلثہ مین سے
کوئی قول کہیگا تو حد نہین اسلیے کہ قول اول مین زنا صعود کے معنی پر اور قولین اخیرین مین نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے ویطلب المقذوف
المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد یعنی قاذف حد مارا جاویگا مقذوف محصن کی خواہش اور
طلب سے اسواسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اُسیکا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اُسکو عیب لگاتے کسی نے نسنا ہو کذا
فی النہر م درصورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اس طرح کہ قاذف کہے کہ مین نے یون کہا تھا بل وان امر المقذوف بذلک
شرح تکملہ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اسکا یعنی قذف کا کذا فی شرح التکملۃ م باوجود امر مقذوف حد ساقط نہوئی اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے تو عبد
کی اباحت سے مباح نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وینزع الفرو والحشو فقط اظہارا للتخفیف لاحتمال صدقہ بخلاف حد زنا وشرب اور حد مارتے
کے وقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا ہوا کپڑا اتارا جاوے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے قاذف کے صادق ہونے کے
احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے م حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہین کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اُسکے سب کپڑے اُتارے جاوینگے سواے پوستین اور بھری
کپڑے کے تاکہ خفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سواے پاجامہ کے سب کپڑے اُتار ڈالے جاوینگے لا بقولہ لست بابن فلان جدہ لصدقہ
یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین یعنی اپنے دادا کا حد نہ ماری جاویگی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے نہ دادا کا ولا
بنسبتہ الیہ او الی خالہ او عمہ او رابہ بتشدید الباء مربیہ ولو غیر زوج امہ لان کلا یسمی ابا مجازا اور حد نہین اُسکی دادا کی طرف
اُسکے نسبت کرنے سے یا اُسکے ماموں یا اُسکے مربی اور پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اُسکی ماں کا زوج نہو کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ دادا اور
چچا وغیرہما آبا مجازی ہین راب بتشدید باء موحدہ بمعنی مربی ہے ولا بقولہ یا ابن ماء السماء فیہ نظر ابن الکمال اور نہ یون کہنے سے حد ہے کہ او پانی آسمانی
کے فرزند اسمین اعتراض کیا ہے ابن کمال نے م اسواسطے حد نہین کہ ابن ماء السماء سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ عامر بن حارثہ ملقب بماء السماء تھا
اپنی سخاوت کے سبب سے اسواسطے کہ وہ اپنے مال کو ایام قحط مین مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب بماء السماء تھے اپنے حسن اور جمال کے سبب سے
اور اُسکے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی ایضاح الاصلاح مین ابن کمال نے کہا کہ
حالت غضب مین جود اور جمال کی تشبیہ نہین ہوسکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم التزام کرتے ہین اور اُسکو نفی شجاعت اور سخاوت کا سبب ٹھہراتے ہین اس
حالت مین کذا فی النہر فتح القدیر مین مذکور ہے کہ اگر وہان کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اُسپر حد ہے ابن ماء السماء کہنے مین اور نہین
تو نہین ولا بقولہ یا نبطی لعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہین م نبط ایک گروہ ہے آدمیون کا عراق مین واحد کو نبطی کہتے ہین اور شرح
جامع صغیر مین ہے کہ انباط عجمی کشتکار ہین اسواسطے حد نہین کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت مین مراد ہے
بلا گمان قذف فی النہر متی نسبہ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہا عزر نہر الفائق مین ہے کہ جب کوئی قائل نسبت کرے مخاطب کو اُسکے غیر قوم کی طرف
یا اُسکے قوم سے اُسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاوے م نہر الفائق مین یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیضۃ الزنا یا حمل الزنا
یا نسل الزنا قذف اور نہر مین ہے کہ یون کہنا کہ او زنا کے چوزے او زنا کے انڈے او زنا کے حمل او زنا کے نسل قذف ہے اسواسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کے واسطے بولے جاتے ہین
حمل بفتحتین بچہ کو کہتے جب چار مہینے کا ہو اور نسل بچہ کو کہتے بعد پیدائش م نہر الفائق مین جوہرہ سے منقول ہے کہ یون کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہین بخلاف یا کبش الزنا او یا حرام زادہ
قنیہ بخلاف اس قول کے او زنا کی مینڈھی یا او حرام زادے یہ قذف نہین م طحطاوی نے کہا کبش الزنا مین شاید یہ وجہ ہے کہ قذف مین مستعمل نہین اور حرام زادہ [illegible] کہلاتے ہین

اسواسطے کہ محل حرام زنا نہیں یعنی جیسا کہ زوجہ کا جماع حیض میں حرام ہے اور زنا نہیں وفیہا لو جحد ابوہ نسبہ فلا حد اور قنیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اسکے نسب کا تو اسپر حد نہیں ولا حد بقولہ لامرأتہ زنیت ببعیر او بثور او بحمار او بفرس لانہ لیس بزنا شرعا اور حد نہیں اپنی زوجہ سے یون کہنے میں کہ تو نے زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدہے سے یا گھوڑے سے اسواسطے کہ شرعا یہ زنا نہیں بخلاف زنیت ببقرۃ او بشاۃ او بناقۃ او بحمارۃ او بثوب او بدراہم فانہ یحد لانہا لا تصلح للایلاج فیراد زنیت واخذت البدل بخلاف اس قول کے کہ تو نے زنا کیا گاے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدہی سے یا کپڑے سے یا درہم سے تو مرد پر حد ماری جاویگی اسواسطے کہ عورت او خال فی الفرج کے لائق نہیں تو یہ مراد ہوگی کہ تو نے زنا کیا اور اشیاء مذکورہ کو بعوض زنا لیا ولو قیل ہذا للرجل فلا حد لعدم العرف فی اخذہ المال اور اگر یہ قول مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہیں اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہیں وانما یطلبہ بقذف المیت من یقع القدح فی نسبہ بسبب قذفہ ای المیت وہم الاصول والفروع وان علوا او سفلوا ولو کان الطالب محجوبا او محروما عن المیراث بقتل او رق او کفر او ولد بنت ولو مع وجود الاقرب او عفوہ او تصدیقہ للحوقہم العار بسبب الجزئیۃ قید بالمیت لعدم مطالبتہم فی الغائب لجواز تصدیقہ اذا حضر اور قذف میت سے طالب حد تو وہی شخص کہ جسکے نسب میں عیب لگتا ہے بسبب قذف میت کے اور وہ یعنی طالب حد میت کے اصول اور فروع ہیں اگرچہ عالی یا سافل ہوں اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ شخص اقرب موجود اقرب کے یا اسکے عفو کردینے یا اسکے تصدیق کردینے کی طالب حد ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہے ہر طرح سے اسواسطے کہ سبکو لحوق عار ہے بسبب جزئیت کے ان سے طلب کو مقید بمیت کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف میں نہیں بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو طحطاوی نے نہر اور بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنی ہیں یعنی انکو حق طلب نہیں قال یا ابن الزانیین وقد مات ابواہ فعلیہ حد واحد للتداخل الآتی ثم موت ابویہ لیس بقید بل فائدتہ فی المطالبۃ کہا او دو زانیوں کے بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مرچکے ہیں تو قاذف پر ایک ہی حد ہے بسبب تداخل کے جیسا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اسکے والدین کی قید نہیں تداخل کی بلکہ فائدہ اسکا مطالبہ میں ہے یعنی اگر والدین میت ہونگے تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف انکی حیات کے کذا فی النہر ذکر فی آخر المبسوط ان معتوہۃ قالت لرجل یا ابن الزانیین فحملہا الی ابن ابی لیلی فاعترفت فحدہا حدین فی المسجد فبلغ اباحنیفۃ فقال اخطأ فی سبعۃ مواضع بنی الحکم علی اقرار المعتوہۃ والزمہا الحد وحدہا حدین واقامہما معا وفی المسجد وقائمۃ وبلا حضرۃ ولیہا مبسوط کے آخر میں مذکور ہے کہ بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اسکو لایا قاضی ابن ابی لیلی کے پاس سو اسنے قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اسکو دو بار حد ماری مسجد میں تو یہ خبر پہونچی امام ابوحنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہ احکم کی بنا کی بیہوش عورت کے اقرار پر ۲ اور اسپر حد لازم کی ۳ اور اسکو دو حدیں ماریں ۴ اور دونوں حدوں کی ساتھ ہی اقامت کی ۵ اور مسجد میں حد قائم کی ۶ اور اسکو کھڑا کرکے حد ماری ۷ اور بلا حضور اسکے ولی کے م فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار میں یون مروی ہے کہ قاضی ابن ابی لیلی نے ایک شخص کو سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہے یا ابن الزانیین تو اسکے دو حدیں ماریں مسجد میں بعد اسکے امام ابوحنیفہ کو خبر پہونچی تو فرمایا عجب ہے ہمارے شہر کے قاضی سے کہ اسنے ایک مسئلہ میں پانچ جگہ خطا کی اول یہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے یہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے یہ کہ اگر اسکے نزدیک دو حدیں تعین تو دونوں حدوں میں ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہوجاتا چوتھے یہ کہ مسجد میں حد ماری پانچوین یہ کہ اسکو دریافت کرنا تھا کہ اسکے والدین زندہ ہیں یا نہیں اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا انکو اختیار تھا اور نہیں تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہی تو شاید یہ زیادت او نقصان بسبب اختلاف راویوں کے ہے اور قاضی ابن ابی لیلی کی طرف سے یہ جواب ممکن ہے کہ وہ مجتہد تھے انکے اجتہاد میں یہی حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی وقال فی الدر ولم یتعرف ان ابویہ حیان فتکون الخصومۃ لہما او میتان فتکون للابن اور در میں کہا اور معلوم نہ ہوا کہ مقذوف مذکور کے والدین زندہ تھے

[illegible]

[illegible]

سو حق خصومت انکو ہوتا یا مردہ تھے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیہ اجناس مختلفۃ بان قذف و شرب و سرق و زنا غیر محصن یقام علیہ الکل
بخلاف المتصل. جمع ہوئین ایک شخص پر حدود کی چند قسمین مختلف اس طرح پر کہ اُسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن نے زنا کیا تو اُسپر سب حدود قائم
لیئے جاوین اسواسطے کہ اغراض مختلف ہین کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہی اور حد قذف سے حفظ آبرو ہی اور حد شرب سے حفاظت عقول ہی تو اقامت حدود سے
جمیع مقاصد مذکور نہین حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ایک حد کافی ہی بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مین مذکور ہوگا ولا یوالی بینھا خیفۃ
الھلاک بل یحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان مین اتصال نکیا جاویگا یعنی لگاتار برابر انکی اقامت نہوگی ہلاک ہو جاینگے خوف سے بلکہ قید
محبوس رہیگا صحیح سالم ہونے تک ویبدأ بحد القذف لحق العبد ثم ھو ای الامام مخیر ان شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بالقطع لثبوتھما
بالکتاب اور حدود مختلفہ کے اقامت مین حد قذف سے ابتدا کیجاوے بسبب حق العبد کے اگرچہ اسمین حق اللہ غالب ہی پھر امام مختار ہی چاہیئے حد زنا کو شروع
کرے چاہے قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قران مجید سے یعنی دونون قوت مین برابر ہین کسیکی ترجیح نہین ویؤخر حد الشرب لثبوتہ باجتھاد الصحابۃ
اور موخر کرے حد شرب کو بسبب اُسکے ثابت ہونیکے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو فقأ عینیہ بدأ بالفقء ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولو غیرہ خیر
اور اگر کسیکو زخمی بھی کیا تو امام ابتدا جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہو اور اسکے سوا اور حدود دلتو ہو جاوینگے کذا فی البحر
م طحاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہی جو قصاص کی موجب ہی وفی الحاوی القدسی ولو قتل ضرب
للقذف وضمن للسرقۃ ثم قتل وترک ما بقی اور حاوی مین ہی کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماری جاوے اور چوری کا ضمان ہو
پھر قتل کیا جاوے اور باقی حدود متروک ہون ولو اخذ ما سرقہ من ترکتہ لعدم قطع یدہ اور جسقدر اُسنے چوری کی وہ اُسکے متروکہ سے لیجاوے بسبب
اُسکے عدم قطع کے کذا فی النھر یعنی ضمان ساقط ہوتا ہی قطع ید کی ضرورت سے سو یہان پایا نہین گیا فلا یطالب ولد ای فرع وان سفل وعبد اباہ
ای اصلہ وان علا وسیدہ لف ونشر مرتب بقذف امہ الحرۃ المسلمۃ المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نکرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی ماں کے قذف سے
جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ ہی ولد سے مراد فرع ہی اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہی اگرچہ عالی ہو غلام کی ماں کا حرہ ہونا اس طرح ہی کہ ماں آزاد ہوگئی اور بیٹا اُسکا
غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہی تو حد بطریق اولی ساقط ہوگی فلو کان لھا ابن من غیرہ او اب ونحوہ فلہ الطلب
فی المنح واذا سقط عنہ الحد عزر بالشتم ولدہ بحر پھر اگر اُس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو بشرطیکہ اسکا مملوک نہو یا عورت کا
باپ ہو یا اُسکے مانند کوئی اور اصول اور فروع مین تو وہ طلب حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مین ہی اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوئی تو تعزیر دیا جاویگا
بلکہ بیٹے کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور قذف مین ارث نہین بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف
مر گیا تو حد باطل ہی وارث دعوی نہین کر سکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہی اصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہو چکا ولا رجوع بعد اقرار
ولا اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعنہ اور رجوع کرنا نہین قذف مین بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال
لینا جایز نہین اور نہ صلح اور بخشنا جایز ہی یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہو جاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہین فیہ متعلق
ہی رجوع سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل لترک الطلب حتی لو عاد وطلب حد شمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ
ہان اگر مقذوف عفو کردے تو حد نہین نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہی بلکہ اس سبب سے کہ اُسنے طلب حد کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہی حد کی یہان تک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا اور طلب
حد کریگا تو حد ماری جاویگی کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی اسی سبب کے حد پوری نہوگی مگر بحاضر ہونے مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف کہین چلا گیا تو باقی کوڑے نہ مارے جاوینگے
تا وقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر یا زانی فقال الآخر لا بل انت حدا لغلبۃ حق اللہ فیہ کہا کسی نے دوسرے کو اے زانی سو اُسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی مین زانی نہین تو زانی ہی تو

تو دونون پر حد قذف ماری جاویگی بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف مین یعنی اس قول مین دونون قاذف ہوئے سو اگر بنا بر حق العبد کہے کہ دونون برابر ہو گئے
تو لازم آتا ہی اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونون پر حد ہوگی کذا فی المنح بخلاف ما لو قال له مثلا یا خبیث فقال بل انت لم یعزر لانه حقهما
وقد تساویا فتساقطا بخلاف اسکے یہ صورت ہی کہ اگر ایک شخص نے مثلاً کہا یا خبیث سو اسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہی تو دونون پر تعزیر نہین
اسواسطے کہ تعزیر دونون کا حق ہی یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہی حالانکہ جواب دینے سے دونون برابر ہو گئے تو دونون کی مکافات ہو گئی یعنی دونون سے تعزیر ساقط ہو گئی
بخلاف ما سیجئ لو تشاتما بین یدی القاضی او تضاربا لانه یعزر بالاخیر کا افتیاتہ بمجلس الشرع ولتفاوت الضرب بخلاف سابق وہ مسئلہ ہی جو آویگا
کہ اگر دو شخصون نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونون برابر نہو جاوینگے سقوط التعزیر مین بلکہ دونون کو تعزیر دیجاویگی
بسبب بے ادبی مجلس شرع کے اور بسبب تفاوت ہونے ضرب کے ولو قال لعرسه وهو من اهل الشهادة زنیت حدت فلا لعان اور اگر قول مذکور اپنی
زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہی شہادت کا سو زوجہ نے یہی قول پھیر کر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہو گا مم یعنی اگر زوج نے زوجہ کو کہا یا زانیہ
اسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی مین نہین تو زانی ہی تو عورت پر حد ہی بلا لعان اور زوج مین اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہو گا تو اسکا
قذف لعان کا موجب نہو گا تو دونون پر حد ماری جاویگی کذا نقله الحلبی عن الایضاح لان الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدهما اسقاط الآخر
وجب تقدیمه احتیالا للدرء مم قول مذکور مین حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہی کہ جب دو حدین جمع ہونگی اور ایک حد کے مقدم کرنے مین دوسری
حد کا اسقاط ہو گا تو اسکی تقدیم واجب ہو گی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نہ رہی اسواسطے کہ محدود فی القذف
لعان کا اہل نہین اور لعان کی تقدیم مین ابطال حد کا نہ تھا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین مین ہوتی ہی اور
لعان تو حد نہین اسکا جواب شارح نے اپنے قول مین دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہی یعنی مشروعیت لعان کی واسطے انزجار کے ہی مانند
حدود کے ولذا لو قالوا لو قال لها یا زانیة بنت الزانیة بدی بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے فقہا نے کہا ہی کہ اگر زوج نے
زوجہ سے کہا یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہو جاوے یعنی زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اول حد ماری جاویگی تو لعان ساقط ہو جاویگا
اسواسطے کہ محدود لائق لعان کے نہین تا بحر الرائق مین کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونون مین قاضی لعان کراویگا پھر زوجہ کی ماں اپنے قذف کے حد کی
طالب ہو گی تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اس صورت مین مفروض ہی جب زوجہ اور اسکی ماں ساتھ طالب ہوں ولو قالت
فی جوابه زنیت بك وعکسه هدرا ای الحد واللعان للشك اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اسکے جواب مین کہا کہ مین نے تجھ سے زنا کیا یا تیرے ساتھ زنا
کیا تو حد اور لعان دونون باطل ہو جاوینگے بسبب شک کے مم تفصیل شک یون ہی کہ عورت کا قول اسکا محتمل ہی کہ اسنے قبل النکاح کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب ہو گی
نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اسکی تصدیق نہین کی اور محتمل ہی کہ زوجہ نے اس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھ
بعد نکاح ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر زنا کیا بقرینہ تقابل تو بموجب اس احتمال کے لعان واجب ہی نہ حد اسواسطے کہ قذف مرد کی طرف سے ہوا نہ عورت کی طرف سے
تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت مین لہذا دونون ساقط ہو گئے کذا فی المنح قید بالخطاب لانها لو اجابته بانت ازنی منی حدت وحدها
خانیہ مصنف نے جواب کو بخطاب مذکور مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یون جواب دیگی کہ تو زانی تر ہی مجھ سے تو فقط زوجہ ہی پر حد ماری جاویگی کذا فی الخانیہ
مم اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام مین ترجیح فی العلم کے واسطے مستعمل ہوتا ہی تو گویا زوجہ نے یون کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت موجب حد نہین کذا
فی الطحطاوی عن الکمال اور یہ جو بعض نسخے مین ہی کہ حد وحدت سو تحریف ہی ولو کان ذلك مع اجنبیة حدت دون المقذوف لتصدیقها اور اگر وہ یعنی گفتگو مذکور اجنبی عورت
سے ہو یعنی مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یا زانیہ اسنے جواب دیا کہ مین نے تیرے ساتھ زنا کیا تو عورت پر حد ہی نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنی عورت نے بھی مرد کو قذف

[illegible]

کیا اور اسکا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہوگیا اقر بالولد ثم نفاہ یلاعن وان عکس حد للقذف والولد لہ فیہما لاقرارہ اقرار کیا زوج نے ولد کا پھر اسکی نفی کی تو لعان کرے زوجین اور اگر اسکے بالعکس کیا یعنی ولد کی نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جاوے اور ولد دونون صورتون مین مرد کا ہو اسکے اقرار سے پہلی صورت مین اقرار سابق ہی اور دوسری صورت مین اقرار لاحق ہی اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہی کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فہدر لانہ انکر الولادۃ وبہ لا اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہی نہ تیرا تو یہ باطل ہی نہ اس قول سے حد متعلق ہی نہ لعان اس لیے کہ مرد ولادت کا منکر ہوا اور انکار ولادت سے قاذف نہین ہوتا قال لامرأۃ یا زانی حد اتفاقا لان الیاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یا زانی تو اسپر حد ہی باتفاق شیخین اور محمد کے اسواسطے کہ کلام عرب مین ہا ہوز محذوف ہو سکتی ہی بسبب ترخیم کے یعنی اصل مین یا زانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہو گیا ترخیم عبارت ہی حذف آخر کلمہ سے ولو لرجل یا زانیۃ لا وقال محمد یحد لان الہاء تدخل للمبالغۃ کعلامۃ قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہین اور محمد نے کہا کہ اسکا قائل حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہا ہوز صیغہ مذکر مین مبالغہ کے واسطے داخل ہوتی ہی جیسے علامہ مین ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ اصل کلام مین مذکر لانا ہی لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہی ولا حد بقذف من لہا ولد لا اب لہ معروف فی بلد القذف اور حد نہین اُس عورت کے قذف سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہین اُس شہر مین جہان قذف واقع ہوا نہ ہر شہر مین کذا فی البحر او من لاعنت بولد لان امارۃ الزنا یا حد نہین اُس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کر دیا اور ولد کو ماں کے ساتھ لحق کر دیا اسواسطے حد نہین کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہی زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نکریگا تو اسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہو جاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہوگی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی المنح او قذف رجل وطی فی غیر ملکہ بکل وجہ کامۃ ابنہ او بوجہ کامۃ مشترکۃ او فی ملکہ المحرم ابدا کامۃ ہی اختہ رضاعا ولا حد لفوات العفۃ یا حد نہین اس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنے غیر ملک مین ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک مین وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اُس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اُس لونڈی سے وطی کی جو اُسکی رضاعی بہن تھی یہان حد نہین قول اصح مین بسبب فوت ہونے عفت کے اور یہ علت ہی مسائل ثلثہ مذکورہ کی عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرہا لسقوط الاحصان یا حد نہین اُس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت مین زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مکاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابۃ فی حریتہ فاورث شبہۃ یا حد نہین اُس مکاتب کے قذف سے جو مر گیا بدل کتابت ادا کر کے حد نہین بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اُسکی حریت اور عبدیت مین تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد مین ہم وفاء بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفا مر جاویگا تو اسکے قاذف پر بطریق اولی حد ہوگی اسواسطے کہ وہ بلا شبہہ غلام مرا کذا فی البحر وحد قاذف واطی عرسہ حائضا وامۃ مجوسیۃ ومکاتبۃ ومسلم نکح محرمہ فی کفرہ لثبوتہ فی ملکہ والاخیرۃ خلافہما اور حد مارا جاویگا قاذف اُس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت مین اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اُس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر مین اپنی محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اُسکے ملک مین یعنی پہلی اور پچھلی صورت مین ملک نکاح ثابت ہی اور باقی مین ملک یمین ہی اور پچھلی صورت مین خلاف ہی صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین وحد مستامن قذف مسلما لانہ التزم ایفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقۃ لانہما من حقوق اللہ تعالی المحضۃ کحد الخمر واما الذمی فیحد فی الکل الا الخمر عنایۃ اور حد مارا جائیگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا اسواسطے کہ اُسنے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہی بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہین اس لیے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالی کے حقوق خالصہ سے ہی مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماری جاوینگی سواے شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان لکن قدمنا عن المنیۃ تصحیح حدہ بالسکر ایضا لیکن ہم باب الشرب مین بالتقدم ذکر کر چکے ہین منیۃ المفتی سے حد ذمی کی تصحیح مست ہونے سے بھی شارح نے استدراک کیا غایۃ البیان

ف یہان ترجمہ متن شرح اول مین سہو واقع ہوا مات عن وفاء کا ترجمہ چاہیے تھا کہ اداء ترکہ چھوڑ کر مرا جو بدل کتابت کو کافی ہو اور اسی مکاتب کی آزادی مین اختلاف ہی اور بعد ادا سے بدل کتابت کے بلا شبہہ آزاد ہو گیا اس مین کسیکا اختلاف نہین ۱۲

کذا فی الشامیۃ و فی السراجیۃ اذا استحلوا الخمر کانوا کالمسلمین اور سراجیہ مین ہے کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہون تو مسلمین کی مانند ہین وجوب حد مین
ہم شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور منیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہے یعنی غایۃ البیان کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب اہل ذمہ حرمت خمر سے منکر ہون منیۃ المفتی
کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہے تو تناقض نہ رہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاوی ہے کذا فی المنح وفیہا لو سرق الذمی او زنی فاسلم ان ثبت باقرارہ
او بشہادۃ المسلمین احد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اور سراجیہ مین ہے کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر وہ مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اسکے
اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہین اسواسطے کہ کفار کی گواہی مسلم پر مقبول نہین اقر القاذف
بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او اقر بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کئے مقذوف
کے زنا پر اگرچہ قیامت بینہ قاذف کی حالت کفر مین ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنی مقذوف کا احصان شرط ہے حد قذف مین نہ قاذف کا چنانچہ مذکور ہو چکا
یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلسون مین کیا چنانچہ اسکا بیان گذرا عبارۃ الدرر او اقرارہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا وقد
حرر فی البحر ان البینۃ علی ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان کان مقرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست
ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ فتنبہ سکہ عبارت درر کی یون ہے یا اسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اسکا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کئے زانی کے
زنا کے اقرار پر اور حالانکہ بحر الرائق مین تحریر کی ہے کہ اسپر گواہ اصلا معتبر نہین اور اسپر اعتماد نہین اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہے تو رجوع اسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہو گئی
اور اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہین باوجود اقرار کے مگر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جسکی تفصیل اشباہ مین مذکور ہے اور ان سات مقامون سے
یہ مسئلہ نہین لہذا ماتن نے درر کی عبارت کو بدلا سو خبردار ہو جا یعنی یون کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کیے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر
حد ہے ہم اشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ مقر پر گواہ مسموع نہین مگر سات جگہ میت کے قرض پر وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تا اور وارثون پر حکم متعدی ہو ۲
مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے گواہ مسموع ہین ۳ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہین دفع ضرر کے واسطے ۴ استحقاق کی گواہی باوجود
اقرار مستحق کے مسموع ہے تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ سے خصومت کیجاے صغیر کے جانب سے تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہے ۶ اگر وارث نے موصی لہ
کے واسطے اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہے ۷ ایک جانور کرایہ دیا زید کو پھر اسکو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے اپنے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کے
کرایہ کرنے پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہوگی کذا فی الطحطاوی وحد المقذوف ہو ان لم تکن الشہادۃ بحد متقادم کما لا یخفی حد مارا
جاویگا مقذوف جب کہ گواہی حد متقادم پر نہوگی چنانچہ پوشیدہ نہین ہم حد المقذوف جزا ہے ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ لاویگا مقذوف کے زنا پر یا مقذوف خود
اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماریجاویگی وان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر یؤجل الی قیام المجلس فان عجز حد اور اگر قاذف
عاجز ہو گواہون کے لانے سے اسیوقت اور حاکم سے مدت مانگی اپنے گواہون کے حاضر کرنیکی جو گواہی شہر مین موجود ہین تو اسکو مہلت دیجاوے قیام مجلس تک پھر اگر نہ لا سکے
تو اسپر حد قذف ماری جاوے ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس ویقال ابعث الیہم من یحضرہم اور حاضر ضامنی نہ لیجاوے قاذف سے تاکہ وہ گواہون کی تلاش کو
جاوے بلکہ وہ محبوس یعنی نظر بند رہے اور اس سے کہا جاوے کہ گواہی کی طرف اس شخص کو بھیج جو انکو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فسقۃ انہ کما قال درئ الحد عن
القاذف والمقذوف والشہود ملتقطا اور اگر قاذف نے چار گواہ فاسق سے اپنے قول کی گواہی دلائی تو قاذف اور مقذوف اور گواہون سے حد مندفع ہوجاویگی
کذا فی الملتقط ہم قاذف اور شہود پر اسواسطے حد نہین کہ نصاب شہادت پوری ہے اگرچہ گواہ عادل نہین اور مقذوف پر اسواسطے حد نہین کہ وجوب حد شہود عدول پر
موقوف ہے ویکتفی بجلد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف او تعدد بکلمۃ او
کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم او بعضہم وما اذا حد للقذف الا سوطا ثم قذف آخر فی المجلس فانہ یتم الاول ولا شیء للثانی لتداخل

ایک حد کافی ہے اُن جنایات کے واسطے جنکی جنس متحد ہے بخلاف اُن جنایات کے جنکی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے اطلاق مصنف کا جبکہ مقذوف متحد ہو یا متعدد قذف اُنکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن میں قذف کیا ہو یا چند ایام میں طلب حد جمیع مقذوفین نے کی ہو یا بعض نے اور شامل ہے اطلاق اُس صورت کو جبکہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر اُسنے دوسری بار اُسی مجلس میں دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاویگی یعنی فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کے واسطے کچھ نہیں بسبب تداخل کے ہم کہتے کہ حد واحد اسوقت ہے جبکہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اولی کی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسرے بار حد ماری جاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی الفتح واما انا قذف فعتق فقذف آخر حد حد العبد فان اخذ والثانی کمل له ثمانون لوقوع الاربعین لهما فتح اور جبکہ غلام قذف کریگا پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اُسپر غلام کی حد ماریجاویگی یعنی چالیس کوڑے پھر اگر مقذوف ثانی اسکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملاکر اسّی کوڑے پورے کردیئے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑوں کے دونوں حدوں کے واسطے کذا فی المنح یعنی حد چالیس کوڑے دونوں قذفوں میں شمار ہوگئے بسبب اتحاد جنس کے تو اسّی میں چالیس باقی رہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کی طلب کے بعد ماریجاوینگے وفی سرقة الزیلعی قذف فحد ثم قذفه لم یحد ثانیا لان المقصود وهو اظهار کذبه ودفع العار حصل بالاول انتهی اور شرح زیلعی کے باب السرقہ میں ہے کہ قذف کیا ایک شخص کو اُسکو حد لگئی پھر بعد حد کے دوبارہ اُسکو قذف کیا تو دوسری بار اسکو حد نہ ماری جاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سے حاصل ہوچکا پہلے حد سے تو حد ثانی کی حاجت نہیں انتہی کلام مترجم زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن ضعف توجیہ زیلعی کا مخفی نہیں اسواسطے کہ اول حد سے زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی هذا القیاس دفع عار لیکن ظہیریہ میں بھی مطلقا نفی حد ہے مانند زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وفی حاوی الزاهدی لو قال له یا ابن الزانیة وامه میتة فخاصم فحد ثم قاشما لما لا یخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا ہم اُسکی ماں کو اور حالانکہ اُسکی ماں میت ہے پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اُسکو دوبارہ حد ماری جاویگی چنانچہ وجہ اسکی پوشیدہ نہیں یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد کی طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اُسنے اپنی ماں کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اسکو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اُسکی ماں کی طرف سے ولیکن اگر قاذف نے دونوں کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونوں کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییده بالحد ان التعزیر یتعدد بتعدد الفاظه لانه حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہے بسبب الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہے م طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہے کہ میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا مگر فقہاء کا اسے پوچھا جاتا ہے **فرع** مسئلہ لمحقہ شارح کا عاین القاضی رجلا زنی وشرب لم یحده استحسانا وعند محمد یحد قیاسا علی حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وهو مندوب الی الدرء بالخیر فلحقه التهمة حواشی السعدیة دیکھا قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اُسپر حد نہ مارے بنا بر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے وجہ استحسان بیان کر کے کہ استیفای حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہے اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہے بموجب اس حدیث کے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو اسکو تہمت لاحق ہوگی کذا فی حواشی السعدیہ یعنی جب قاضی نے حد کو ٹالا تو وہ متہم بعداوت وکینہ محدود ہو بخلاف حد قذف کے کہ اُسکا حق استیفا مقذوف کو ہے نہ قاضی کو اور قصاص میں حق استیفاء ولی مقتول کے واسطے ہے نہ قاضی کے واسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم

باب التعزیر

یہ باب ہے تعزیر کے احکام میں ہم چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے انکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کم تھی حدود سے مقدار اور دلیل میں تو اسکو حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہے کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی (واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا) اس آیت میں حق تعالی نے زوجات کے مارنے کو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی میں ہے کہ شرع منقول ہے کہ اپنے عصا کو اپنے اہل سے نہ اٹھالے اور مروی ہے کہ کسی نے

[illegible]
بخاری لا الطاعت
[illegible]

باب التعزیر

دوسرے کو منع کرتا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکو تعزیر دی اور محیط مین حدیث مرفوع مروی ہے کہ خدا رحم کرے اُس مرد پر جسنے اپنا عصا وہان لٹکا رکھا کہ اہل و عیال کو نظر آوے اور قوی تران احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ سوا حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے جاوین اور بروایت صحیح ثابت ہے تعزیر لڑکون کو مارنے کی جبکہ دس برس کے ہو کر ترک صلوۃ کرین اور صحابہ کرام کا اجماع ہے مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہے کہ افعال سیئہ سے زجر کرنا واجب ہے تاکہ بد فعل کی عادت نہ پڑے کہ بتدریج اقبح اور افحش افعال کی نوبت پہونچے کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ التادیب مطلقا وہ یعنی تعزیر لغت مین عبارت ہے تادیب سے مطلقًا خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے خواہ ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہے بمعنی رد اور ردع کے کذا فی المنح وقول القاموس انہ اطلاق علی ضرب ما دون الحد غلط اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہے غلط ہے کذا فی النہر نہر الفائق مین یہ تغلیط ابن حجر مکی کی طرف منسوب ہے اسواسطے اسکو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہے جو صاحب قاموس نے ذکر کی تو اہل لغت کی طرف جو جاہل تھے اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہین کیا بلکہ اسکی عادت ہے کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اسی طرح الفاظ فارسیہ کو بھی تکثیر فوائد کے واسطے مذکور کرتا ہے اور کچھ اسکا اشارہ دیباچہ قاموس مین موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرعا تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا واقلہ ثلثۃ لو بالضرب اور اصطلاح شرع مین تعزیر عبارت ہے تادیب کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس کوڑے ہین اور کمتر تین کوڑے اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو یعنی ضرب الی تعزیر کا بیان ہے نہ مطلق تعزیر کا اور یہ قول ہے قدوری کا اور صحیح یہ ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہین امام کی رائے پر مفوض ہے یہانتک کہ اگر وہ جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہے کذا فی النہر وظاہر امام اعظم اور محمد کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہین اور ابو یوسف کے نزدیک پچہتر کوڑے ہین امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے پانچ کوڑے کم کر دیئے اور اصل انمین وہ حدیث ہے جسکو بیہقی و محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین روایت کیا ہے من بلغ حدا فی غیر حد فہو من المعتدین یعنی جو حد تک پہونچے غیر حد مین وہ ظالمون مین سے ہے اگرچہ عند التحقیق یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور عمل کے لائق ہے اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کمتر چاہیئے تو امام اور محمد نے نظر احتیاط عبد کی حد سے جو اقل حدود ہے تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور مین نکرہ ہے اور ابو یوسف نے حر سے کم کیا اسواسطے کہ حریت اصل ہے اور یہ جو صحیحین وغیرہ مین حدیث مرفوع ہے کہ غیر حد مین دس کوڑے سے زیادہ مارنا نہ چاہیئے تو اسکا جواب علماء حنفیہ نے یون دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے صحابہ کرام کے عمل کرنے سے بخلاف اسکے بلا انکار یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہ ہوتی تو صحابہ کرام اسکی مخالفت نہ کرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ مین کذا فی فتح القدیر وجعلہ فی الدرر علی اربع مراتب اور صدر غرر مین تعزیر کو چار مراتب پر ٹھہرایا ہے مراتب مذکورہ یہ ہین تعزیر اشراف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام سے ہے اس طرح کہ قاضی اُنسے کہے کہ ہمکو خبر معلوم ہوئی ہے کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا نہ کرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امراء اور دہاقین کی اعلام اور در القضا تک کھینچ لانے سے ہے دہقان سے مراد زمیندار ہے یعنی مالک گانون کا ہو اسواسطے کہ دہقان معرب ہے دہگان کا یعنی صاحب دیہ کا اور تعزیر اوساط الناس یعنی اہل بازار کے کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہے اور تعزیر خسیس یعنی کمینون کے کھینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہے کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی وکلہ مبنی علی عدم تفویضہ للحاکم وہو انما یثبت علی الاطلاق لما قلنا فمن کان من اشراف الاشراف او ضربہ غیرہ فلحاکم ان لا یکتفی تعزیرہ بالاعلام فلہ ان یعزرہ بالضرب صواب عن اور یہ سب یعنی یہ جو مصنف اور صاحب نہر نے مذکور کیا مبنی ہے عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجودیکہ مراتب اربعہ مذکورہ اپنے اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ اشراف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اُسکے خون نکلے تو اسکی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع سے کافی نہین اور ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت مین اُسکی تعزیر ضرب سے صواب ہے کذا فی النہر معنوی شک ما کہ صاحب نہر نے تعزیر اشراف الاشراف مین افراط کی بلکہ جس صورت مذکورہ مین اعلام پر جو ہم ثانی تعزیر ہے اسواسطے کہ المعروف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہے چنانچہ نہایہ مین مذکور ہے کہ اعلام کے ساتھ تیز نظر سے دیکھنا تعزیر ہوکر لازم ہے یعنی مقدار سب تعزیر کذا فی الطحطاوی ولا یفرق فی الضرب فیہ قیل یفرق وہو فوق انہ یبلغ اقصاہ یفرق ذکرہ الشارح وہبانیہ اور تعزیر مین ضرب متفرق نہ کیجاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ متفرق کیجاوے بدن پر اور دونون قولون مین توفیق یون دی گئی ہے کہ اگر تعزیر اپنے نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے یعنی انتالیس کوڑے تک تو بدن پر

علیحدہ علیحدہ مارنا چاہیے تا خوف ہلاکی کا نہ ہو اور اکثر تعزیر اس سے کمتر ہو تو متفرق نہ کیجائے کذا فی شرح الوہبانیہ فتاوی قاضی خان میں ہو کہ متفرق مارنا چاہیے اعضا پر سوا منہ اور سر اور شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور پیٹھ کو بھی بچانا چاہیے کذا فی النہر ویکون بہ وبالحبس او بالصفع علی العنق وفرک الاذن وبالکلام العنیف وبنظر القاضی له بوجه عبوس وبشتم غیر القذف مجتبی اور تعزیر ہوتی ہی ضرب سے اور قید کرنے سے اور گردن پر دھپ مارنے سے پشت کی جانب سے اور کان مروڑنے سے اور سخت کلام کرنے سے اور قاضی کے دیکھنے سے ترش رو ہوکر اسکی اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہو کذا فی المجتبی وفیه عن السرخسی لا یباح بالصفع لانه من اعلی ما یکون من الاستخفاف فیصان عنه اهل القبلة * اور مجتبی میں سرخسی سے منقول ہو کہ مباح نہیں تعزیر دینا گردن پر دھپ مارکر اسواسطے کہ یہ استخفاف اور ذلت کا اعلی مرتبہ ہو تو اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کو اس سے بچانا چاہیے لا باخذ مال فی المذهب بحر وفیه عن البزازیة وقیل یجوز ومعناه ان یمسکه مدة لینزجر ثم یعیده له فان ایس من توبته صرفه الی ما یری وفی المجتبی انه کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہیں تعزیر مال لینے سے بنا بر صحیح مذہب کے یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں کذا فی البحر الرائق اور اسمیں بزازیہ سے یوں منقول ہو اور قول ضعیف میں جائز ہو اور مطلب اسکا یہ ہو کہ اسکے مال کو چند مدت روک رکھے تا مجرم اپنے گناہ سے نادم ہو اور رد کر دیوے دوبارہ کرنے سے پھر وہ مال اسیکو حوالہ کرے پھر اگر نا امیدی ہو مجرم کے توبہ کرنے سے تو حاکم اس مال کو جہان مناسب دیکھے صرف کرے اور مجتبی میں ہو مال سے جرمانہ لینا ابتداے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا یعنی تا ظالم حاکم لوگون کے ناحق مال لینے کا اسکو وسیلہ نہ ٹھہراوین کذا فی الطحطاوی عن ابی سعود اور بزازیہ میں ہو کہ مال کا لینا جسکے نزدیک جائز ہی تو پھیر دینے کی نیت سے ہو بعد انزجار کے اور یہ نہیں کہ حاکم اسکو خود لے جیسے کہ ظالم حاکم غلط سمجھے ہین اسواسطے کہ کسی مسلم کو دوسرے مسلم کا مال لینا ناحق جائز نہیں کذا فی المنح والتعزیر لیس فیه تقدیر بل هو مفوض الی رای القاضی وعلیه مشائخنا زیلعی لان المقصود منه الزجر واحوال الناس فیه مختلفة بحر اور تعزیر میں کوئی چیز متعین نہیں بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر مفوض ہو اور اسی پر ہمارے مشائخ ہین اور یہی قول سرخسی کا مختار ہو اسواسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور توبیخ ہو اور آدمیوں کے احوال اسمیں مختلف ہین کذا فی البحر یعنی بعضا شخص فقط اعلام اور تیز نظر سے ڈر جاتا ہی اور بعضے کو بتیس کوڑے کی کچھ پروا نہیں ہوتی تو جیسا قاضی مناسب دیکھے ویسا کرے ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلا مع امرأة لا تحل له ولو اکرهها فلها قتله ودمه هدر وکذا الغلام وهبانیة اور کبھی تعزیر قتل کر ڈالنے سے ہوتی ہی چنانچہ ایک شخص نے کسی مرد کو اس عورت کے ساتھ پایا جو اسکو حلال نہیں یعنی زنا کرتے پایا مجرد خلوت مراد نہیں یہ قید فقہا کے کلام سے مفہوم ہو کذا فی الطحطاوی اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا تو دیکھنے والے کو قتل اسکا جائز ہو اور خون اسکا باطل ہو اور یہی حکم ہو مرد پر جبر کر دینا کذا فی الوہبانیہ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر جبر میں قتل ہو ولو بشرط آئندہ جائز ہو اور نہیں تو اس کلام کا کچھ فائدہ نہیں نزدیک اتحاد حکم کے یا شارح کے عبارت میں واو عاطفہ زائد ہی بہر صورت یہ امر تحریر کے لائق ہو ان کان یعلم انه لا ینزجر بصیاح وضرب بما دون السلاح والا بان علم بزجر بما ذکر لا یکون بالقتل قتل کرنا مرد مذکور کا اس شرط سے ہو کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ آویگا شور کرنے اور مارنے سے سوا ہتیار کے اور اگر جانے کہ وہ باز رہیگا للکارنے اور مارنے سے تو اسکی تعزیر قتل کرنے سے نہیں وان کانت المرأة مطاوعة قتلهما کذا عزاه الزیلعی للهندوانی اور اگر عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو عورت مرد دونون کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کیا ہو ثم قال وفی منیة المفتی لو کان مع امرأته وهو یزنی بها او مع محرمه وهما مطاوعان قتلهما جمیعا انتهی واقره فی النهر پھر زیلعی نے کہا او منیۃ المفتی میں ہو کہ اگر دیکھنے والے کی زوجہ کے ساتھ اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اسکی محرم عورت کے ساتھ زنا کرتا ہو اور وہ دونون راضی ہین تو دونون کو قتل کرے یعنی مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو سبکو نہر نے کلام الزیلعی اور اسی قول کو ثابت رکھا ہو در غرر میں قال فی البحر ومفاده الفرق بین الاجنبیة والزوجة والمحرم فمع الاجنبیة لا یحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار المزبور وفی غیرها یحل مطلقا انتهی اور بحر الرائق میں کہا ہو کہ ہندوانی اور منیۃ المفتی کے قول سے مستفاد ہوا فرق درمیان اجنبی عورت کے اور زوجہ اور محرم کے سو اجنبی عورت کے ساتھ مرد کے ہونے سے قتل حلال نہیں بدون شرط مذکور کے یعنی عدم انزجار قبل کے اور اسکے غیر میں

یعنی زوجہ اور محرم میں قتل حلال ہی مطلقاً شرط مذکور ہو یا نہو انتہی کلام البحر وردہ فی المنح بما فی البزازیۃ وغیرہا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرہا ویدل علیہ
تنکیر ابن الشحنۃ المرأۃ نعم ما فی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامہم وللجزم فی الوہبانیۃ بالشرط المذکور مطلقاً وہو الحق بلا اشتراط احصان
لانہ لیس من الحد بل ہو من الامر بالمعروف اور بحر الرائق کے فرق کو رد کیا ہی نہر الفائق میں بدلیل قول بزازیہ وغیرہا کے ان یعنی اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم میں
شرط مذکور برابر ہی بلا فرق اور اس برابری پر بلفظ مراۃ کو نکرہ لانا ابن وہبانی کے قول میں دلیل ہی ہان منیۃ المفتی کی عبارت مطلق ہی زوجہ اور محرم میں تو اسکو قید پر محمول
کرنا چاہیے یعنی شرط عدم انزجار وہان بھی ملحوظ ہی تاکہ فقہا کا کلام متفق ہو جاے اور اسیواسطے وہبانیہ میں شرط مذکور کا جزم کیا ہی مطلقاً اجنبیہ میں بھی اور زوجہ اور محرم میں بھی اور
یہی قول یعنی عدم فرق ہی حق ہی بلا شرط احصان یعنی مرد اور عورت کے قتل میں احصان شرط نہیں اسواسطے کہ یہ قتل حد زنا نہیں جو احصان شرط ہو بلکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہی
ہم اسکو نہی عن المنکر کہنا خوب ہی اسواسطے کہ جب اس امر خلاف مشروع کا زائل کرنا قتل میں متعین ہوا تو اسمیں احصان کا شرط کرنا بیمعنی ہی والہذا بزازی نے اسکو مطلق کہا ہی بزازیہ کی
کتاب الحدود میں مصرح ہی یا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک مرد کو اگر وہ باز رہی للکارنے اور سواے ہتھیار کے مارنے سے تو قتل اسکا حلال نہیں اور اگر نمانے بدون قتل کے تو اسکا
قتل کرنا حلال ہی اور اگر زوجہ اسکی اس مرد سے راضی ہو تو اسکا قتل بھی حلال ہی اور یہ نص ہی تعزیر پر اور اسپر کہ قتل کو غیر محتسب بھی کرتا ہی انتہی کذا فی النہر وفی المجتبی الاصل ان
کل شخص رای مسلما یزنی یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انہ زنی اور مجتبی میں ہی اصل یہ ہی کہ جس شخص نے کہ مسلم کو زنا کرتے دیکھا اسکا قتل
کرنا اسکو حلال ہی اور قتل کرنے سے جو باز رہتا ہی تو اس خوف سے کہ اسکو سچا نجانینگے مقتول کے زنا کرنے میں ہم اس قول سے معلوم ہوا کہ اسکو قتل اور عدم قتل میں اختیار ہی
پھر اگر اسکو قتل کریگا اور بسبب عدم تصدیق کے قاتل مارا جاویگا تو شہید ہوگا وعلی ہذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمۃ
بادنی شیء لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلہم انتہی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چھینے اور راہزن اور صاحب ظلم
اور سب ظالم جو کمتر قیمت والے چیز کو بھی ظلم سے چھین لیں اور جو ظالم کہ مرتکب کسی کبیرہ کا ہو یعنی کبائر کے اور ظالموں کے مددگار اور چغل خور جو حاکم کو فساد پر دو غلانین تو ان سب کا
قتل کرنا بنا بر تعزیر کے جائز ہی اور انکا قاتل ثواب پاویگا انتہی کلام المجتبی ہم قتل ان شخصوں کا بھی ظاہراً مشروط بشرط عدم انزجار مذکور ہی چنانچہ لفظ علی ہذا القیاس کا اسپر دلالت
کرتا ہی اور مکابر سے مراد وہ شخص ہی جو غیر کی چیز علانیہ چھین لے اگرچہ شہر میں یہ ظلم کرے اور ساعی سے مفسد مراد ہی فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ علی بن احمد
سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا دعوی فساد دوسرے مرد پر ہوا اسنے اسکو نہ پایا تو اسکی برادری کے لوگوں کو حاکم کے یہان ناحق گرفتار کرایا تو اسنے انکو قید کیا اور انکا مال چھین لیا
ناحق تو اگر معلوم لوگ اسکے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کرین تو اس مفسد پر تعزیر ہی یا نہیں جواب دیا کہ ہان اسپر تعزیر ہی کذا فی الطحطاوی وافتی الناصحی بوجوب
قتل کل مؤذ اور فتوی دیا ہی امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے پر امام الناصحی سے سوال ہوا کہ جو زمین میں فساد اٹھاوے اور لوگون میں فساد پھیلاوے اور حاکم
کے پاس بیجا کر اسپر کیا واجب ہی جواب دیا کہ اسکا قتل واجب ہی واسطے دفع فساد کے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ وجوب قتل امام اور اسکے نایبون پر بشرط عدم انزجار کو
اور اسکے سوا اور لوگون کو مباح ہی وفی شرح الوہبانیۃ ویکون بالنفی عن البلد وبالہجوم علی بیت المفسدین وبالاخراج من الدار وبہدمہا وکسر دنان الخمر وان ملحوہا
ولم ینقل احراق بیتہ اور شرح وہبانیہ میں ہی اور تعزیر ہوتی ہی مفسد اور موذی کو شہر میں سے نکال دینے سے اور مفسدین کے گھر پر ہجوم کرنے سے اور گھر میں سے نکال دینے
سے اور اسکا گھر گرا دینے سے اور شراب کے مٹکون کے توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب میں انھون نے نمک ڈالدیا ہو اور مفسد کا گھر جلا دینا منقول نہیں ہم حموی نے برجندی سے نقل کیا ہی کہ
کلو یعنی شراب بنانیوالے کا گھر جلا دینا اور اہل بدعت کو بطریق سیاست قتل کرنا امام کے حق میں جائز ہی ویقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ قنیۃ واما بعدہا فلیس ذلک
لغیر الحاکم والزوج والمولی کما سیجیء اور تعزیر کو قائم کرے ہر مسلمان معصیت کرنے کے وقت میں کذا فی القنیۃ اور گناہ واقع ہونیکے بعد سواے حاکم اور زوج اور مولی کے
یہ جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کے وقت تعزیر بالضرب کا ہر مسلمان مالک ہی اگرچہ محتسب نہو کذا فی الملتقی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ ہاتھ سے
خلاف مشروع کا ازالہ نہی عن المنکر میں داخل ہی اور شارع نے اسکا اختیار ہر مسلم کو دیا ہی اسواسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

[illegible]

جو شخص تم مین سے منکر خلاف شرع کے دیکھے تو چاہیے کہ ہاتھ سے اسکو بگاڑ دے اور اگر اسکو طاقت نہو تو اپنی زبان سے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو دل سے اور یہ نہایت ضعف ایمان الخ
انتہی بخلاف حدود کے کہ اسکی ولایت نہین مگر حاکم کو فتح القدیر مین کہا کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہین اسواسطے کہ الزامی کی نہی مقصود نہین تو یہ
تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو اسمین سواے امام کے کسی کو دخل نہین **فرع** سئل المصنف شارح کا من علیه التعزیر لو قال لرجل قم علی التعزیر ففعله ثم رفعه
فانه یحتسب به قنیة اقره المصنف ومثله فی دعوی الخانیة لکن فی الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمه الا الامام لتوقفه علی الدعوی الا ان یحکما فیه
فلیحفظ جس شخص پر تعزیر ہو اسنے کہا ایک مرد سے کہ مجھپر تعزیر قائم کر سو اسنے تعزیر قائم کی پھر اسکی نالش حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اُس سے احتساب کرے کذا فی القنیه
تو ثابت رکھا اسکو مصنف نے اور ایسے مانند خانیه کی کتاب الدعوی مین ہے لیکن فتح القدیر مین ہے کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہو اسکو قائم نکرے سواے امام کے بسبب
توقف اُس تعزیر کے دعوی پر اور دعوی نہین مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ مدعی اور مدعا علیه اسمین کسیکو محکم اور پنچ مقرر کرین تو محکم بجاے قاضی ہوجائیگا تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے
م خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہے کہ حق العبد کی تعزیر سواے حاکم کے جائز نہین اور حق الله کی تعزیر مین ہر شخص مسلم ماسور ہے شارع کے جانب سے ضرب غیره بغیر حق وضرب
المضروب ایضا یعزران کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافئا کما مر اگر شخص کو ناحق اور مضروب نے بھی ضارب کو مارا تو دونون تعزیر دیے جاوینگے جیسا کہ
اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیے جاوینگے اور گالی دینے سے باہم برابر ہونگے کے سبب بے ادبی کرنیکے مجلس شرع مین چنانچہ مذکور ہوچکا مساوات سے
اسواسطے تعزیر ہے کہ ضرب مین اکثر تفاوت ہوتا ہے تو مکافات حاصل نہین ہوتی ویبدأ باقامة التعزیر بالبادی منهما لانه اظلم قنیه اور اقامت تعزیر کی شروع
کیجاے اُس سے جس نے ابتدا کی ضرب یا شتم کی اسواسطے کہ وہی ظالم ہے کذا فی القنیه وفی مجمع الفتاوی وجاز المجازاة فی غیر موجب حد لاذن الله تعالی ولمن انتصر بعد ظلمه
فاولئك ما علیهم من سبیل والعفو افضل فمن عفا واصلح فاجره علی الله اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ بدلا لینا اور عوض مین کہنا جائز ہے اُس
فعل مین جو حد کا موجب نہین بسبب اسکی اجازت کے حق تعالی نے فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو اون لوگون پر راہ نہین یعنی مواخذہ نہین اور معاف
کر دینا افضل ہے انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اسکا ثواب حق تعالی پر ہے م ظلم کا بدلا لینا جائز ہے سواے ضرب کے اسواسطے کہ ابھی مذکور
ہوچکا کہ اگر مضروب ضارب کو ماریگا تو دونون پر تعزیر ہے تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا معاف کرے وصح حبسه ولو فی بیته بان یمنعه من الخروج منه ومع
ضربه اذا احتیج لزیادة تادیب اور درست ہے قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اُسکے گھر ہی مین ہو تو باہر نکلنے سے روکا جاے کذا فی النہر ساتھ اُسکی ضرب کے یعنی حبس ساتھ ضرب کے
درست ہے جب زیادہ ادب کی حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب سے وضربه اشد لانه خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم حد الزنا لثبوته بالکتاب ثم حد الشرب لثبوته
باجماع الصحابة لا بالقیاس لانه لا یجری فی الحد ثم القذف لضعف سببه باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت ہے حد زنا کی ضرب سے
اسواسطے کہ تعزیر کے شمار مین تخفیف ہوئی تو وصف مین تخفیف نہوگی تا اصل مقصود فوت نہو پھر حد زنا کی ضرب سخت ہے حد شرب سے بسبب ثبوت زنا کے حد کے قرآن مجید سے پھر
شرب کی ضرب سخت تر ہے قذف کی ضرب سے بسبب ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس جاری نہین حدود مین پھر سب کے بعد حد قذف کی ضرب ہے بسبب
ضعیف ہونے اُسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے م ہرچند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہے لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ
شرب کا سبب متیقن ہے گو ثبوت اُسکا ضعیف ہے حد قذف کے ثبوت سے وعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او فعل الا اذا کان الکذب ظاهرا
کیا کلب بحس اور تعزیر دیا جاے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جبکہ تکلیف قولی مین کذب قائل کا ظاہر ہو مانند
یا کلب کہنے سے تو اُسپر تعزیر نہین کذا فی البحر اور اسی کے مانند یا خنزیر کہنا ہے ولو بغمز العین او اشارة الید لانه غیبة کما یجی فی الحظر فمرتکبه
کل مرتکب معصیة لا حد فیها فیها التعزیر اشباه اگرچہ ایذاے فعلی آنکہ مارنے سے ہو یا ہاتھ کے اشارہ کرنے سے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہے چنانچہ اسکا بیان
کتاب الحظر والاباحة مین آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہے اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جس مین حد مقرر نہین اُسمین تعزیر ہے کذا فی الاشباه والنظائر

یعنی اُس مجلس تو تعزیر کرنا مجرم کو [illegible]

م شرح الاشرعیہ میں مصرح ہے کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہیں بلکہ اسمیں تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور اسی طرح فعل مانند قول کے ہے اور اسی طرح اشارہ اور آنکھ کا
اور سر اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت میں داخل ہے اور اسی طرح کسی کی چال کی نقل کرنا غیبت ہے بلکہ تفہیم مخاطبین میں باقی غیبت سے بھی زیادہ ہے
کذا فی النہر ملخصا ویعزر بشتم ولدہ وقذفہ بقرینۃ تقیید صاحب البحر ولو ام ولدہ وکذا یقذف کافرا وکل من لیس بمحصن فیبلغ غایتہ کما لو اصاب من اجنبیۃ
محرما غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ للمتاع قبل اخراجہ فیما عداہ لا یبلغ غایتہ ﷺ تو تعزیر دیا جاوے اپنی ولد کی گالی دینے والا اور اسکے قذف کرنے سے اور
ممالیک کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسی طرح کافر کے قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ میں تعزیر کی منتہا کو پہونچانا چاہیئے یعنی
انتالیس کوڑے مارے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی کے سوائے جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے کے قبل اسکے نکالنے کے
تو اسپر بھی غایت تعزیر ہے اور سوائے امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا نچاہیئے م غیر محصن کی قذف میں جو حد ساقط ہوئی تو اشد تعزیر لازم ہوئی اس واسطے کہ حد
کی قریب نوبت پہونچی ویعزر ایضا بشتمہ مسلما بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق کمکاس مثلا او علم القاضی بفسقہ لان الشین قد الحقہ بنفسہ
قبل قول القائل فسقہ اور تعزیر دیجاوے ہر مسلمان کے گالی دینے یعنی فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر
معلوم ہو چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہیں قائل پر اس واسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی فتح القدیر م
مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازاً مکاس عاشر ظالم کو کہتے ہیں یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے یہ ہی معنی مکس کی تفسیر عشار کی ہے اور مانند اسکے قاموس میں ہے
فان اراد القاذف اثباتہ بالبینۃ مجردا بلا بیان سببہ لا تسمع ولو قال یا زانی واراد اثباتہ تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول ولو بینوا سببہ مما فیہ
حق اللہ او للعبد قبلت وکذا فی جرح الشاھد پھر اگر گالی دینے والا اسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہوگی اگر کہیگا
یا زانی اور اسکے اثبات کا ارادہ کریگا تو اسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنی مجرد فسق بلا بیان سے یہاں تک کہ اگر شاہد اسکا فسق اس فعل سے
بیان کریں جسمیں حق اللہ یا حق العبد ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن میں کہ طعن مجرد مسموع نہیں اور بیان سبب کے ساتھ مسموع ہے م فسق مجرد
یہ ہے کہ اس میں سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسأل القاضی عن سبب فسقہ
فان بین سببا شرعیا کتقبیل اجنبیۃ وعناقہا وخلوتہ بہا طلب بینتہ لیعزرہ ولو قال ھو ترک واجبا سأل القاضی للمشتوم عما یجب علیہ تعلمہ من الفرائض
فان لم یعرفہا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لا تقبل شہادتہ والمراد ما یجب علیہ تعلمہ منہ نہر اور لائق ہے کہ
قاضی گالی دینے والے سے اسکے فاسق ہونیکا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اسکو گلے سے لگانا یا اس سے خلوت کرنا تو اسکے گواہ طلب
کرے تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اسنے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یوں کہا کہ فسق اسکا ترک کرنا واجب کا ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا سوال کرے یعنی
فرائض اسلام سے جسکا سیکھنا اسپر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اسکو سمجھانے تو اسکا فسق ثابت ہوگیا اس واسطے کہ مجتبی میں ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ کا ترک کرے تو اسکی
گواہی مقبول نہیں اور مراد اشتغال فقہ سے اسقدر ہے جسکا سیکھنا اسپر واجب ہے کذا فی النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہیں جسکے ترک سے فاسق مردود الشہادۃ
ہوجاوے بلکہ تعلم واجبات مراد ہے وعزر الشاتم بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی شرح وہبانیۃ اور گالی دینے والا یا کافر کہنے سے
تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہاں کافر ہوجاویگا اور نہیں تو نہیں اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ م جب مسلم کو
بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اسنے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہ کفر
نہیں بلکہ فسق ہے کذا فی النہر وغیرہ اور ابن مالک نے شرح مشارق میں کہا کہ یہ جو حدیث ہے اذا کفر الرجل اخاہ فقد باء بہا احدہما تو یہ تہدید پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو اجابہ بلبیک کفر
خلاصہ یعنی اگر اسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہوجاویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی یا کافر کے جواب میں لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کے خوف ضرر سے

[illegible]

کہا یا کافر کو کافر یا بالطاغوت لوں کرکے کہا تو کافر نہو گا کذا فی الطحطاوی و فی التتارخانیۃ قیل لا یعزر ما لم یقل یا کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا
اور حمادی تاتارخانیہ میں ہی قول ضعیف یہ ہی کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جب تک یوں نہ کہے یا کافر باللہ سو اسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہی یعنی بت کا منکر ہی تو کافر کا لفظ
محتمل ہوا اور مجتبیٰ میں تعزیر نہیں ہے یہ قول اسواسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل حالت غضب اور دشنام کے مخالف ہی لہذا ہدایہ وغیرہ میں اطلاق وارد ہی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا
خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دیجاویگی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے میں ہم مخنث
بفتح نون وہ ہی جو اغلام کراوے اور بکسر نون بمعنی لوطی کے ہی اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہی لہذا اس میں تعزیر ہی کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید بمعنی کم فہم بد ذہنی کے
مستعمل ہی اور احمق بمعنی کم عقل ہی کذا فی القاموس اور مباحی مباح کیطرف منسوب ہی یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان بروزن سحاب کیطرف منسوب ہی
اور عرف میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہی کہ ہمارے عرف میں عوانی چغل خور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اسکو کوئی یہ کہے تو تعزیر
دیا جاویگا کذا فی الطحطاوی یا لوطی وقیل یسأل فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا یعزر وان اراد انہ یعمل عملہم عزر عندہ وحد عندہما والصحیح تعزیرہ
او فی غضب او ہزل فتح اور تعزیر دیجاویگی یا لوطی کہنے سے اور بعضون نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اس نے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اسنے یہ ارادہ کیا
کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہی تو اسپر تعزیر نہیں اور اگر اسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہی مانند اس قوم کے تو امام کے نزدیک اسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے
نزدیک اسپر حد زنا ماری جاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہی اگر اسنے حالت غضب اور بیہودگی میں کہا ہو کذا فی الفتح ہزل بمعنی بیہودگی اور مسخراپن جسکا عادی ہی جسکو
اور تبیع کے مسخراپن اپنی کی عادت ہوگئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی بحر اور تعزیر دیجاوے یا زندیق
یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر منافق وہ ہی جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق ہی
معرب میں ہی کہ زند مجوسیوں کی کتاب کا نام ہی کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصا لصدق القائل کما مر اور تعزیر دیجاوے یا لص کہنے سے یعنی او چور مگر اسوقت تعزیر
نہیں جب کہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہو چکا یعنی اس عیب کو اسنے اپنی ذات میں آپ لگایا اتہا یہ تعزیر کا کیا موقع ہی والنداء لیس
بقید اذ الاخبار کانت او فلان فاسق ونحو کذلک ما لم یخرج مخرج الدعوی قنیۃ اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر میں ندا مخاطب قید نہیں اسواسطے
کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہی یا فلانا شخص فاسق ہی اور مانند اسکے اسیطرح ہی لزوم تعزیر میں تا وقتیکہ قائل نے اسکو بطور دعوی نہ کہا ہو کذا فی القنیۃ ہم قنیہ میں ہی کہ دعوی
کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اسکے اثبات سے عاجز ہوا تو اسپر تعزیر نہیں یا دیوث ہو من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ اور تعزیر ہی یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہی
جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح یا قرطبان مرادف دیوث بمعنی معرص اور تعزیر ہی یا قلتبان کہنے
سے قلتبان مرادف دیوث ہی بمعنی معرص ہم قرطبان معرب ہی قلتبان کا تلبیس نے کہا قلتبان وہ ہی کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اسکے پاس
علیحدہ چھوڑے اور بعضون نے کہا کہ جو دو شخصون کو جمع کردے بری قبیح کے واسطے اور بعضون نے کہا قلتبان وہ ہی جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس آنے جانے
دے اپنی غیبت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں معرص بکسر الراء والسین بمعنی قلتبان ہی اور عوام غلطی سے بفتح الراء بولتے ہیں اور بجائے سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر عن العینی
یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ اذا شتم اصلہ عزر بطلب ولدہ کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ
اور تعزیر ہی یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبہ کہنے سے اسمیں اشارہ ہی اسکا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کے طلب کرنے سے چنانچہ یا ابن الفاسق اور یا ابن الکافر
کہنے میں اور اسکا اشارہ ہی کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیجاویگا ہم قحبہ[1] بضم قاف وسکون حاء مہملہ ماخوذ ہی قحاب سے بمعنی کھانسنے کے اور چونکہ زانیہ عرب میں جسوقت اسکے پاس کوئی
نکلتا تھا تو کھانستی تھا اپنا مطلب کہے لہذا زانیہ کو یہ نام یعنی قحبہ ہوگیا اور بعضون نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زانی ہو اور بعضون نے کہا قحبہ بدتر ہی زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ گاہ ہی پوشیدہ
کرتی ہی اور قحبہ اعلانیہ کرتی ہی کذا فی الدر عن الظہیریۃ لا یقال القحبۃ عرفا افحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لان القول لذلک للعقد لم یجز فات

[1] بضم قاف کو بیشتر سنا اور اسکا عورت مین کرتی بلکہ بفتح قاف بعض لغات مین تصریح تر البستہ اسکا مصدر قحاب بضم قاف سے سکو شاید مترجم اول نے کسی لغت مین بفتح قاف بھی پایا ہو لیکن تاہم مشہور سے بلا وجہ اعراض کرنا مناسب نہ تھا ۱۲

الزنا بالاجرة يسقط الحد عنده خلافا لهما ابن كمال یون نہ کوئی کہے کہ قحبہ عرف مین زانیہ سے افحش اور بدتر ہی اسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہو اجرت لیکر اسواسطے کہ ہم کہتے ہین اسکی مطلب سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہین بلکہ تعزیر ہی کیونکہ زنا اجرت سے سقط حد ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال ہم صاحب درمختار سوال کا یون جواب دیا ہی کہ حد قذف اسوقت واجب ہی جب قذف صریح زنا سے ہو یا اس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہین نہ صراحۃً نہ قصداً اسواسطے کہ قحاب لغت مین بمعنی سعال ہی لكن صرح في المضمرات بوجوب الحد فيه قال المصنف وهو ظاهر لیکن مضمرات مین وجوب حد کی قحبہ کی لفظ مین تصریح ہی مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہی اور اپنی شرح مین بعضے اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہی کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے ملک مین حد واجب ہی اسواسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زانیہ کے استعمال نہین کرتا خصوصاً حالت غضب مین تو گویا حقیقت عرفیہ ہوگئی کذا فی الطحطاوی یا ابن الفاجرة اور تعزیر ہی یا ابن الفاجرہ کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہی جو ہر گناہ کرتی ہو تو بمعنی زانیہ نہین لہذا اسمین حد نہین کذا فی المنح انت مأوى اللصوص انت مأوى الزواني اور تعزیر ہی یون کہنے مین کہ تو چورون کا ٹھکانا ہی تو زانیہ عورتون کا ٹھکانا ہی یعنی سارقین اور زانیات کا جائے پناہ ہی يا من يلعب بالصبيان اور یون کہنے سے تعزیر ہی کہ ای شخص جو لڑکون سے کھیلتا ہی ہم ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی ہین نے منہین دیکھی بعضے کہتے ہین غضب اور دشنام کے قرینہ سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی يا حرام زاده معناه المتولد من الوطء الحرام فيعم حالة الحيض لا يقال في العرف لا يراد ذلك بل يراد ولد الزنا لانا نقول كثيرا ما يراد به الخداع اللئيم فلذا لا يحد اور تعزیر ہی یا حرامزادہ کہنے سے معنی حرامزادہ کے وہ کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا و حالت حیض دونو کو شامل ہی فقط زنا نہین جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف مین یہ معنی حالت حیض کی وطی مراد نہین ہوتی بلکہ عرف مین حرامزادہ کی لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا ہی اسواسطے کہ ہم کہتے ہین کہ عرف مین اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہی تو اسیواسطے حد نہین یعنی باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہین لہذا حد نہین

فرع مسئلہ مشارح کا اقر على نفسه بالدياثة او عرف بها لا يقبل ما لم يستحل ويبالغ في تعزيره ويلاعن جواهر الفتاوى اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات کے دیوث ہونیکا یا اس فعل قبیح کرکے مشہور ہی تو قتل نہ کیا جاویگا جبتک دیوثی کو حلال نجانے اور اسکی تعزیر مین شدت اور سختی کیجاوے یا وہ شخص اپنی زوجہ سے لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ہم مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اسپر تعزیر لازم ہی یا لعان در صورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہی جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفيها فاسق تاب فقال له رجل رجعت الى ذلك واشهدوا عليه انه رافضي فرجع لا يكون رافضيا بل عاصيا وقال ان فعلوا كذا فرجع تلزمه كفارة يمين اور اسمین یعنی جواہر الفتاوی مین ہی فاسق نے توبہ کی کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر مین پھر یہ کام کرون تو تم گواہ رہو کہ وہ رافضی ہی سو اسنے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہو جائیگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین پھر یہ فعل کرون تو وہ کافر ہی سو پھر وہی فعل کیا تو اسپر کفارہ قسم کا لازم ہی اسواسطے کہ تعلیق بالکفر یمین ہی لا يعزر بيا حمار يا خنزير يا كلب يا تيس يا قرد يا ثور يا بقر يا حية لظهور كذبه واستحسن في الهداية التعزير لو المخاطب من الاشراف وتبعه الزيلعي وغيره تعزیر نہ دی جاویگی یون کہنے سے کہ ای گدھے ای سور ای کتے ای بکرے ای بندر ای بیل ای سانپ تعزیر نہین ان الفاظ مین بسبب ظاہر ہونے اسکے جھوٹ کے اور ہدایہ مین تعزیر مستحسن جانی ہی اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہین اس استحسان مین يا حجام يا ابله يا ابن الحجام وابوه ليس كذلك واوجب الزيلعي التعزير في يا ابن الحجام اور تعزیر نہین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہین اور زیلعی نے یا ابن الحجام کہنے مین تعزیر واجب جانی ہی ہم زیلعی نے کہا کہ یا حجام مین تعزیر نہین بسبب کذب کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہین اور یا ابن الحجام مین تعزیر ہی مخاطب کے باپ کے عار جاننے سے یعنی سامعین کو شبہہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اسکو رد کیا ہی کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب کے باپ کے سکوت سے مفید نہین ہم حجام وہ ہی جو پچھنے لگا دے اور ہند مین حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہین اور ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقا یا شر سے غافل اور احمق وہ کہ جسکو تمیز نہو کذا فی الطحطاوی يا مواجر لانه عرفا بمعنى المؤجر اور یا مواجر مین تعزیر نہین اسواسطے کہ عرف مین بمعنی موجر کے ہی ہم صاحب درر نے کہا کہ موجر جس سے مراد وہ شخص ہی جو اپنی زوجہ کو زنا کے

واسطے ہے جرأت لیکن ہمارے عرف میں ہو جہ سے یعنی سوجہ سے مستعمل ہے یعنی ٹھیک کرنے والا اور ٹھیک کرنا شرعاً عیب نہیں اسلئے تعزیر نہیں طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل نے معنی لغوی کا ارادہ کیا
تو تعزیر دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہے یا یخاصم ابو دنیا بالقار ستی فی الملتقط فی غلیظ فیما فوق الحرام نہ لو تعزیر نہیں یا اپنا مقطع میں ہے اسلئے کہ علامہ نے تو نہیں یا لیکن حق
اسکے نہیں جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی زبان میں انباء اسکو کہتے ہیں جو غلام کراوے اور ملتقط میں ہے کہ ہمارے عرف میں یا ملوط اور بنا دو قولوں میں تعزیر ہے اور واللہ الطوسی ہے یہی تعزیر ہے
کذا فی النہر حموی طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق میں یہ عبارت مقصد سے موجود نہیں بلکہ اسمیں لیہ ہے کہ الائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام میں تعزیر واجب نہ ہو بلکہ اولی ہے جو حرام زادہ سے مشتبہ ہے اور مترجم نے بعض اولی ہے
کہو طہما اسمیں للمغلط کی روایت نہیں پائی شاید کہ یہ نسخہ میں ہو واللہ اعلم لغات فتح سوحمہ و غیر سعجم مشددہ اور اسکا یا نامی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر والضابط انہ متی انسبہ
الی فعل اختیاری محرم شرعاً ویعد عاراً عرفاً یعزر والا لا ابن کمال الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اس
فعل اختیاری کی طرف جو شرعاً حرام ہے اور عرفاً عار اور عیب گنا جاتا ہے تو اسمیں تعزیر ہے قائل پر اور اگر ایسا نہیں یعنی وہ فعل منسوب اختیاری نہیں یا اختیاری ہے
مگر شرعاً حرام نہیں یا حرام ہے لیکن عرف اور رواج میں ننگ اور عار نہیں تو اسمیں تعزیر نہیں کذا ذکرہ ابن کمال ہم فعل اختیاری کی قید سے یا کلب اور یا تیس کے
نکل گیا اور حرام شرعی کی قید سے سوحم یعنی سوجہ نکل گیا یا ضحکۃ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس اما بفتحہا فہو من یضحک علی الناس وکذا یا سخرۃ
والمختار فی الغایۃ التعزیر فیہما وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو المقول لہ فقیہاً او علویاً اور تعزیر نہیں یا ضحکہ
کہنے سے ضحکہ بضم ضاد وسکون حاء وہ شخص ہے جس پر لوگ ہنسیں اور اسیطرح یا سخرہ ہے یعنی بضم سین وسکون خاء سجمہ وہ شخص ہے جس سے لوگ مسخراپن کریں اور ضحکہ بفتح حا
وہ ہے جو لوگوں سے ہنسی کرے اور سخرہ بفتح سجمہ وہ ہے جو لوگوں سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان میں ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ میں تعزیر دینا مختار ہے اور یا ساحر اور یا مقامر
میں اور ملتقی میں ہے کہ فقہا نے تعزیر کو مستحسن جانا ہے اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو ہم طحطاوی نے کہا ملتقی میں استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہے نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے
بعد اور ضحکہ بفتح حاء مہملہ و سخرہ بفتح خاء سجمہ وہ شخص ہے جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق میں ہے کہ یا لاہی یا سخرہ یا مضحکہ یا مقامر یا سوقی یا کشخان
میں تعزیر ہے کشخان بمعنی دیوث ہے ادعی سرقۃ علی شخص وعجز عن اثباتہا لا یعزر کما لو ادعی علی آخر دعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی
عن اثبات ما ادعاہ فانہ لا شیء علیہ اذا صدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا صدر علی وجہ السب او الانتقام فانہ یعزر
فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ اس دعوی سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے
نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کے ثابت کرنے سے تو اسپر کچھ نہیں بشرطیکہ اسکا
یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطریق دشنام یا انتقام کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ بخلاف
دعوی الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر وہ ثابت نہو گا تو مدعی پر حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات زنا بدون
نسبت الی الزنا ممکن نہیں پس تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقہ متصور ہے تو نسبت الی السرقہ مقصود بالذات نہوئی بلکہ حصول مال مقصود
بالذات ٹھہرا وھو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنی تعزیر میں حق العبد غالب ہے یعنی حق العبد کی افراد تعزیر میں غالب ہیں حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد نہیں کہ
حق العبد اور حق اللہ دونوں تعزیر میں مجتمع ہیں اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحطاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر میں حق العبد کی افراد غالب ہیں
تو تعزیر میں ابراء اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہے کذا فی شرح الزیلعی ہم ابراء اور عفو میں یہ فرق ہے کہ ابراء قبل الشکوہ کے ہوتا ہے اور عفو بعد الشکوہ کذا فی العینی
وعلمہ باللہ مالہ علیک ھذا الحق الذی یدعی لا باللہ و ما قلت خلاصہ اور یمین جاری ہے تعزیر میں یعنی جبکہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اس سے یوں قسم لے
اللہ کی کہ مدعی کا تجھ پر وہ حق نہیں جسکا وہ دعوی کرتا ہے تو مدعا علیہ کہے قسم اللہ کی میں نے یہ نہیں کہا کذا فی الملا مسکین والشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ رجل وامرأتین
کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی تعزیر میں جائز ہے چنانچہ حقوق العباد میں سب امور مذکورہ جاری ہیں ویکون التعزیر

قاعدہ در باب تعزیر و عدم تعزیر

یہ ترجمہ اول کا ترجمہ صحیح یوں چاہیے کہ میں نے قسم خدا کی قسم

۵۰

حقا للہ تعالیٰ فلا عفو فیہ الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہے تو اسمین معاف کرنا حاکم کو جائز نہین مگر جب کہ امام فاعل کا باز رہنا قبل تعزیر کے معلوم کرے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہے کذا فی فتح القدیر ولا یمین کما لو ادعی علیہ انہ قبل اختہ مثلاً اور حق اللہ کی تعزیر مین قسم نہین چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے اسکی بہن کا بوسہ لیا ہے مثلاً اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہین تو مدعا علیہ سے قسم نہ لیجاویگی ویجوز اثباتہ بمدع شہد بہ فیکون مدعیا شاہدا لو معہ آخر اور جائز ہے اثبات حق اللہ کا اس مدعی سے جسنے اپنے دعوی کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد دونون ہوگا بشرطیکہ اسکے ساتھ دوسرا شاہد موجود ہوا اور ایسا اثبات حق العبد مین جائز نہین وما فی القنیۃ وغیرہا لوکان المدعی علیہ ذا مروءۃ وکان اول ما فعل یوعظ استحسانا فلا یعزر یجب ان یکون فی حقوق اللہ فان حقوق العباد لیس للقاضی اسقاطہا فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ مین ہے کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اس سے قصور ہوا ہو تو وہ نصیحت اور پند دیا جاوے بنابر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہے کہ یہ قول حقوق اللہ مین محمول ہو اسواسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز نہین کذا فی الفتح م صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقوی مین ہے طحطاوی نے کہا بعضے علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہین جائز ہے کہ اسکا محمل آدمی کا حق ہو اور شاتم اس قسم کا انسان ہو جسکی تعزیر فقط دار القضا تک کھینچ جانا ہو اسواسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اگر لوگون کا گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اس سے کمتر ہو تو قید کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مار بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے وما فی کراہۃ الظہیریۃ رجل یصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فلا بأس باعلام السلطان بہ لینزجر یفید انہ من باب الاخبار وان اعلام القاضی بذلک یکفی لتعزیرہ اور ظہیریہ کی کتاب الکراہۃ مین ہے کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور لوگون کو ضرر پہونچاتا ہے اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنی مارتا ہے اور سخت گیری کرتا ہے تو کچھ مضائقہ نہین اس امر کی حاکم کو اطلاع کر دینے مین تاکہ وہ باز رہے اسکا مفید ہے کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہے تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اسمین حاجت نہین اور یہ کہ قاضی کا یہ اعلام اسکی تعزیر مین کافی ہے کذا فی النہر قلت فیہ من الکفالۃ معزیا للبحر وغیرہ للقاضی تعزیر المتہم وان لم یثبت علیہ شارح کہتا ہے اور نہر الفائق مین کتاب الکفالہ سے بحر الرائق وغیرہ کی طرف نسبت کرکے کہا ہے کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر متہم کی اگرچہ اسپر شرعاً گناہ ثابت نہو م بحر الرائق مین ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہے دو مستور یا ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہرا ایک مستور اور ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہین تو تعزیر بالحبس بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکل تعزیر للہ تعالی یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالی یقضی فیہا بعلمہ اتفاقا اور جو تعزیر بسبب حق اللہ کے ہے اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اسواسطے کہ حقوق اللہ مین قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہے بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل ہوتا ہے طحطاوی نے کہا یہ قول منافی ہے سابق کے فیکون مدعیا شاہدا لو معہ آخر ویقبل فیہا الجرح المجرد حکام ص اور حقوق اللہ مین جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق مین یہ مضمون نہین مذکور ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد مین البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہے ورد علیہ فما یکتب من المحاضر فی حق الانسان یعمل بہ فی حقوق اللہ تعالی ومن افتی بتعزیر الکاتب فقد اخطأ انتہی ملخصا اور بنابر اسکے یعنی حق اللہ مین خبر واحد کے مقبول ہونے پر جو محضر حق انسان مین لکھے جاتے ہین اسپر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالے کے حقوق مین اور جسنے فتوی دیا ہے تعزیر کاتب کا اسنے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصا م صاحب نہر نے کتاب الکفالہ مین کہا کہ حقوق اللہ مین اخبار واحد عادل کافی ہے اور خبر دینا جیسا زبان سے ہوتا ہے ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل مین کتابت ایک عادل کی قاضی کی طرف کافی ہے تو بنابر اسکے جو محاضر حق انسان مین لکھے جاتے ہین تو حاکم کو اسپر اعتماد کرنا عدول سے جائز ہے اور بموجب اسکے حقوق اللہ مین عمل کرنا چاہیے اور جسنے فتوی دیا ہے کہ محاضر کے کاتب پر کچھ الزام نہین اور جسنے اسمین موجب تعزیر کا فتوی دیا ہے اسنے خطا کی انتہی شرنبلالی طحطاوی نے کہا شاید محضر سے یہان وہ مراد ہے جسکو اہل اسلام وقف کے متولی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کے واسطے بھیجین وفی کفالۃ العینی عن الثانی من یجمع الخمر ویشربہ ویترک الصلوۃ احبسہ وادبہ ثم اخرجہ ومن یتہم بالقتل والسرقۃ وضرب الناس احبسہ واخلدہ فی السجن حتی یتوب لان شر ہذا علی الناس وشر الاول علی نفسہ اور شرح عینی کی کتاب الکفالہ مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اسکو حاکم قید کرے اور ادب سکھاوے یعنی مارے اسکو

۴
[illegible]
[illegible]
مدعی کی بہن کا بوسہ
[illegible] مدعی بھی ہو ۱۲

قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چوری اور لوگوں کے مارنے کے اُسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اُسکو قید خانہ میں رکھے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا شر لوگوں پر ہے اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہے ہم ثبوت تہمت کا طریقہ تعزیر میں گذرا شتم مسلم ذمیاً عزر لانہ ارتکب معصیۃ تنقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح گالی دی مسلم نے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اُسنے گناہ کیا تو مسائل شتم میں مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا فی الفتح وفی القنیۃ قال لیہودی او مجوسی یا کافر یاثم ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکابہ الاثم بحر واقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر قلت لعل وجہہ ما مر فی یا فاسق فتامل اور قنیہ میں ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اُسکو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق میں گذرے سو تامل کر اسمیں ہم وجہ اعتراض یا فاسق میں اسطرح کی مذکور ہوئی کہ یہودی اور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات میں خود لگایا یا قائل کے قول سے پہلے شارح نے لفظ تامل اس وجہ کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ لگایا لیکن اہل اسلام نے اسپے عیب۔ ذمہ اُسکے عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اب اُسکو کافر کہکر ایذا دینا میرے ہمارا عہد شکنی ہے یعزر المولی عبدہ والزوج زوجتہ ولو صغیرۃ لما سیجیٔ علی ترکہا الزینۃ الشرعیۃ مع قدرتہا علیہا تعزیر دے مولی اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کے چھوڑنے پر باوجود اسکے قادر ہونے کے اُسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو چنانچہ اسکا بیان قریب آویگا ہم زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردوں کی سی زینت فاحشہ عورتوں کی سی زینت زوج زوجہ سے نہیں کرو اسکتا ہے وترکہا غسل الجنابۃ والخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابۃ الی الفراش لو طاہرۃ من نحو حیض اور تعزیر دے زوج زوجہ کے غسل جنابت کے ترک کرنے اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم تمکین جماع ہے ویلحق بذلک ما لو ضربت ولدہا الصغیر عند بکائہ او ضربت جاریتہ غیرۃ ولا تتعظ بوعظہ او شتمتہ ولو بنحو یا حمار او دعت علیہ او مزقت ثیابہ او کلمتہ لیسمعہا اجنبی او کشفت وجہہا لغیر محرم او کلمتہ او شتمتہ او اعطت ما لم یجر العادۃ بہ بلا اذنہ اور ملحق ہیں اُسکے ساتھ یعنی لزوم تعزیر اور غیرہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہیں کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو اُسکے رونے کے وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک اور جل سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی مکروہ کلمہ کہا یا زوج کو بد دعا دی یا اُسکے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اسطرح پکار کے بولے کہ اُسکو اجنبی مرد سنے یا اپنا منہ کھول دیا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اُسکو گالی دی یا اسکو کوئی چیز دی جسکے دینے کا دستور نہیں بدون اجازت زوج کے یعنی ان سب امور میں زوج اُسکو تعزیر دے کما مر والضابط کل معصیۃ لا حد فیہا فللزوج والمولی التعزیر ولیس منہ لو طلبت نفقتہا او کسوتہا والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ میں شرعاً حد مقرر نہو تو اُسمیں زوج اور مولی کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہیں اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اُسمیں سخت طلبی اور جھگڑا کیا اسواسطے کہ حقدار کو اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہے کذا فی البحر الرائق ولا لترک الصلوۃ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا کذا اعتمدہ المصنف تبعا للدرر علی خلاف ما فی الکنز والملتقی واستظہرہ فی حظر المجتبی اور تعزیر نہیں دے زوجہ کو نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اُسکی نماز کی زوج کی طرف نہیں پھرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہے تو زوج کا کچھ نقصان نہیں جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی میں ترک صلوۃ پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر میں اسی قول کو ظاہر جانا ہے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے نزدیک ترک صلوۃ پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر میں حق تعالی کے حضور میں حاضر ہوں اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اُس سے بہتر ہے کہ بے نماز زوجہ کے ساتھ رہوں کذا فی الطحاوی والاب یعزر الابن علیہ وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوۃ ویلحق بہ الزوج نہر اور باپ تعزیر دے ولد کو ترک صلوۃ پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہمنے کتاب الصلوۃ میں مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کی صغیر کو نماز پر اور یہ ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور میں ہم اور شارح نے کتاب الصلوۃ میں سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہے وفی القنیۃ لہ اکراہ طفلہ علی تعلم القرآن وادب وعلم لفریضتہ علی الوالدین اور قنیہ میں ہے

کہ ولی کو جائز ہے اپنے طفل سپرد پرورشی کو مارنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اُسکے فرض ہونے کے والدین پر ولہ ضرب الیتیم فیما یضرب ولدہ اور ولی کو جائز ہے یتیم کا مارنا اُس امر میں جسمیں اپنے ولد کو مارتا ہے یعنی ترک صلوۃ وغیرہ میں صاحب بحر نے آثار اور اخبار سے یہ امر ثابت کیا ہے الصغر لا یمنع وجوب التعزیر فیجری بین الصبیان طفلی جو تعزیر کی مانع نہیں تو تعزیر لڑکوں میں بھی جاری ہے یعنی اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وھذا لو حق عبد ولو کان حق اللہ بان زنی او سرق منع الصغر مجتبی اور یہ یعنی عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہے اور اگر حق اللہ ہو اسطرح پر کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی تو طفلی تعزیر سے اسمیں مانع ہے کذا فی المجتبی ومن حد او عزر فہلک فدمہ ھدر الا امرأۃ عزرھا زوجھا لمثل ما مر فماتت لان تادیبہ مباح فیتقید بشرط السلامۃ قال المصنف وھذا ظاہرہ انہ لا یجب علی الزوج ضرب زوجتہ اصلا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مر گیا تو خون اُسکا رائگان اور باطل ہے یعنی ضمان نہیں بسبب امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت جسکو اُسکے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ میں سو وہ مر گئی تو اُسکا خون باطل نہیں اسواسطے کہ تادیب زوج کی مباح ہے تو مقید بشرط سلامتی کے ہوگی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج پر اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہیں اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادعت علی زوجھا ضربا فاحشا وثبت ذلک علیہ عزر کما لو ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا فانہ یعزر ویضمنہ لو مات شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنی ضرب زائد غیر معتاد کا دعوی کیا اور یہ دعوی گواہوں سے اُسپر ثابت ہو گیا تو وہ تعزیر دیا جاویگا چنانچہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اُسکو تعزیر دیجاویگی اور معلم ضامن ہوگا اُسکے خون کا اگر وہ اُس ضرب سے مر گیا کذا ذکرہ الشمنی م طحطاوی نے کہا زوجہ کے دعوے میں ضرب فاحش مجرد تصویر ہے قید نہیں اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب زوج زوجہ کو ناحق ماریگا تو اُسپر تعزیر واجب ہے شرح ملتقی میں ہے کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک زوج اور معلم تعزیر میں ضامن نہیں اور نہ باپ تادیب میں اور نہ دادا اور نہ وصی اگر ضرب معتادہ ہو والا ضامن ہے باجماع فقہا وعن الثانی لو زاد القاضی علی مائۃ فمات فنصف الدیۃ فی بیت المال لقتلہ بفعل مأذون فیہ وغیر مأذون فیتنصف زیلعی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارے سو مر گیا تو نصف دیت اُسکی بیت المال میں ہے یعنی اور نصف باقی قاضی پر بسبب اُسکے مقتول ہونے کے اس فعل سے جسمیں شرع کا اذن تھا اور اُس فعل سے جسمیں اذن شرع نہ تھا تو دیت آدھوں آدھ کیجاویگی کذا فی شرح الزیلعی م طحطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہے اُنکے قول کے یعنی جو حد اور تعزیر میں مر جاوے اُسکا خون باطل ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نکرتا

فروع مسائل ملتقطہ شارح کے ارتدت لتفارق زوجھا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیر زوجھا بہ یفتی ملتقط عورت مرتد ہو گئی اسواسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اُسکے اسلام لانے پر اور اُسپر پچھتر کوڑے تعزیر مار یجاوین بقول ابو یوسف اور نکاح نکرے غیر زوج سے اسیکا فتوی ہے کذا فی الملتقط م کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ ایسی عورت کی تجدید نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر سراجیۃ حنفی مذہب نے شافعی مذہب کے طرف انتقال کیا تو اسکو تعزیر دیجاوے کذا فی السراجیۃ م تعزیر اُسوقت ہے جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب کو حقیر اور باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہو جاوے اور اگر بضرورت انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی میں آسانی پاوے تو اُسپر تعزیر کا حکم نہیں چنانچہ حموی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہو گیا پھر اُسنے مذہب اول کے طرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت رہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوبتر ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ اُسکو اشد تعزیر دے اسواسطے کہ اُسنے ادون یعنی کمتر از حنفی مذہب کے طرف انتقال کیا سو اس قول کو کوئی پسند نہیں کرتا مگر متعصب یعنی متعصب پرزور اور قول بالانصاف یہ ہے جو محقق ابن الہمام نے کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا انتقال کرنے والا اجتہاد اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہے تو بلا رتبہ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولی لائق ہے ہوگا انتہی تو اسمیں مطلق انتقال کو موجب تعزیر کہا خواہ حنفی شافعی ہو جاوے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہو جاوے وعلی ہذا القیاس مالکی حنبلی اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو شافعی کہ حنفی ہو گیا پھر اُسنے مذہب اول کی طرف عود کیا الخ اُسپر تعزیر دیجاویگی بموجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ شخص تردد بین المذاہب سے متلاعب ہو گیا یعنی مذاہب کے ساتھ لہو لعب کرتا ہے لہذا

مستحق تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض یعنی جادی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الطحطاوی یعنی چنانچہ یون کہے کہ میں تو زانی نہین مراد یہ کہ تو زانی ہی تعزیر اسواسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہین ہے قائل یا معبد ہوئی زنی بامرأۃ میتۃ بحر واختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جا کذا فی الاختیار ادعی علی آخر انہ وطی امتہ وحبلت فنقصت فان برھن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی منیہ دعوی کیا دوسرے پر کہ اسنے اسکی لونڈی سے قربت کی اور وہ حاملہ ہو تو اسکی قیمت ناقص ہو گئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہون سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جاویگی فاعل سے اور اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی عدم وطی کی و درصورت عدم شہادت تو اسکو تعزیر مدعی کا اختیار ہے کذا فی المنیۃ وفی الاشباہ خدع امرأۃ انسان واخرجھا وزوجھا لغیرہ یحبس حتی یتوب او یموت لسعیہ فی الارض بالفساد اور اشباہ میں ہے کہ کسی نے فریب دیا ایک آدمی کی عورت کو اور اسکو نکالا اور اسکا نکاح کر دیا تو فریب دینے والا قید کیا جاوے یہان تک کہ توبہ کرے یا قید مین مر جاوے بسبب سعی کرنے اس شخص کے زمین مین فساد کے ساتھ من لہ دعوی علی آخر فلم یجدہ فامسک اھلہ للظلمۃ فحبسوھم وغرموھم عزر ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے پر سو اسنے اسکو نہ پایا تو اسکے لوگون کو ظالمون کے پاس پکڑوایا سو انھون نے انکو قید کیا اور انسے ڈنڈ لیا تو مدعی تعزیر دیا جاوے ویعزر علی الورع البارد کتعریف نحو قشرۃ تعزیر دیا جاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے پہچنوانا م تاتارخانیہ مین مروی ہے کہ خلافت عادلہ کے وقت مین ایک شخص نے کھجور کا ایک چھلکا مدینہ کے بازار مین پایا سو اسکو اٹھا لیا اور پکارتا تھا کہ یہ کسی کی کھجور ہے اس سے اسکو اپنے زہد اور تقوی کا اظہار خلق مین منظور تھا امیر المؤمنین عمر فاروق نے پیٹا اور اسکا پایا فرمایا کھالے اے بائع الورع یہ وہ تقوی ہے جس سے حق تعالی بغض رکھتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والتعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط نہین ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال واستثنی الشافعی ذوی الھیئات قلت قدمناہ عن القنیۃ وغیرھا وزاد الناطفی فی اجناسہ مالم یکرر فیتعین التعزیر بھم پھر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیئات یعنی ستھرین اور اصحاب مروت کو مستثنی کیا ہے مین کہتا ہون کہ ہم نے اشباہ میں اپنے اصحاب حنیفہ کے قول سے مقدم ذکر کیے یعنی صاحبان مروت کے حق میں عدم تعزیر بسبب اکتفاء علی الفضیحۃ کے ہے اور ناطفی نے اپنے اجناس مین اتنا زیادہ کہا کہ اصحاب مروت سے اسوقت تک حد ساقط ہے جب تک بار بار قصور نہ ہو اور مکرر ہونے میں تو تعزیر دیا جاویگی طحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب اسنے دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہوگیا کہ وہ صاحب مروت نہین وفی الحدیث تجافوا عن عقوبۃ ذوی المروۃ الا فی الحد اور حدیث میں ہے کہ درگذر کرو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سواے حد کے یہی حدیث دونون مذہب مین عدم تعزیر صاحبان مروت پر دلیل ہے وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتقوا اللہ لا یاتی یوم القیمۃ ببعیر یحملہ علی رقبتہ لہ رغاء او بقرۃ لھا خوار او شاۃ لھا ثواج قال یوخذ منہ تجریس السارق ونحوہ فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر حدیث مین کہ ڈرو اللہ تعالی سے کہ کہین نہ ہووے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر اونٹ بلبلاتا یا گاے چلاتی مین بامین کرتا ہوا یا بچہ بکری مین مین کرتی ہوئی مناوی نے کہا کہ اس حدیث سے چور اور اسکے مانند کو گھنٹا باندھنا تفضیح کے واسطے نکلتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہے کہ ابن منیر نے کہا کہ محکوبہ گمان ہے کہ تجریس السارق وغیرہ کی جا لکھنے اس حدیث سے نکالی ہے لغت عرب مین رغاء اونٹ کی آواز کو کہتے اور خوار گاے بیل کی آواز کو کہتے مین اور ثواج بضم ثاء مثلثہ اور بعد اسکے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اسکے بعد جیم بھیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہین کذا فی الطحطاوی ہم یہ حدیث سرقہ مین وارد ہے یعنی جو جانور کو چراویگا وہی جانور اسکی گردن پر قیامت کے دن اپنی بولی بولتا آویگا فضیحت کرنے کو اشتعال مذہب ہے یہان تک سب قول شارح نے اشباہ سے نقل کیے تتمہ اگر کسی کو کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر ہے کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر چاہوے تو جائز ہے اور اگر یون جواب دے بلکہ تو مخنث ہے تو کچھ مضائقہ نہین اگر غلام یا زوجہ بے ادبی کرے تو مولی اور زوج کو تادیب لازم ہے اور جو شطرنج کھیلنے والون کی مجلس مین حاضر ہوتا ہو اسپر تعزیر ہے اگرچہ شراب پیتا ہو اور جس کے پاس شراب ہو برتن مین اور جو بے عذر رمضان شریف مین دن کو کھاتا پیتا ہو تو تمہ اسپر تعزیر ہے اور قید ہے اور جو مسلمان کہ شراب بیچتا ہو یا بیاج کھاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور اسیطرح مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہے یہان تک کہ توبہ کرین کذا فی فتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اسپر تعزیر ہے اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علماء سے فتوی لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ میں اسپر عمل نہین کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہین ہے جیسا ان علما نے فتوی دیا ہے حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہے تو اسپر تعزیر واجب ہے آدمی کے حق مین بہتر یہ ہے کہ جب اس سے کہا جاوے کہ کون چیز موجب ہے اور تعزیر کی

تو اسکا جواب دے کتابت صکوک اور خطوط کی زور سے یعنی جعلی اسناد بنانا موجب تعزیر ہے احکام شرعی کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہے اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اسکی ٹوپی سر سے اچھالدے بازار میں تو اسپر تعزیر ہے کذا فی العالمگیریۃ

کتاب السرقہ

کتاب السرقہ

یہ کتاب ہے سرقہ یعنی چوری کے احکام میں سرقہ بفتح سین و کسر را مہملہ ہے اور سکون را بھی جائز ہے چونکہ مقصود حدود سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہے لہذا حدود کو کتاب السرقہ پر مقدم کرنا مناسب ہوا اسواسطے کہ مال سے مقصود جان و آبرو کی حفاظت ہے ھی لغۃ اخذ الشیئ من الغیر خفیۃ و تسمیۃ المسترق سرقۃ مجازا و یعنی چوری لغت میں غیر سے کسی چیز لینے کو کہتے ہیں چھپا کر اور مسترق کو جو سرقہ کہتے ہیں تو باعتبار مجاز کہتے ہیں اور سرقہ لغوی میں داخل ہے استراق السمع یعنی چھپکر غیر کی بات سننا کذا فی النہر و شرعا باعتبار الحرمۃ اخذہ کذلک بغیر حق نصابا کان ام لا و شرع میں باعتبار حرام ہونے کے سرقہ اسطرح کے لینے سے عبارت ہے یعنی غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہے یا نہو و باعتبار القطع اخذ مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع میں سرقہ عبارت ہے مکلف کے لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنی مجنون نے اپنے ہوش کی حالت میں چوری کی تو وہ بھی مکلف میں داخل ہے کذا فی النہر ھم سرقہ میں رکن اخذ ہے اور باقی اور جتنی باتیں اور شرائع ذکر کرینگے وہ شرائط ہیں مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی و حکمی دونوں کو شامل ہے اخذ حقیقی یہ ہے کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہے کہ چند سارق کسی مکان میں داخل ہوں اور مال کو چراویں اور ایک شخص کی پیٹھ پر لادکر گھر سے باہر نکلیں تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے بنابر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صغیر اور مجنون نکل گئے کہ انپر قطع ید نہیں لیکن مال کی ضمانت ہے کذا فی البحر ناطق بصیر فلا قطع باخرس لاحتمال نطقہ بشبھۃ ولا اعمی لجھلہ بمال غیرہ مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسکے شبہہ بیان کرنیکے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا جس میں قطع ید نہیں اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اسکے نادانستگی کے مال سے یعنی عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہے گو اسکو دانستگی ہوتی ہو عشرۃ دراھم لم یقل مضروبۃ لما فی المغرب الدراھم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہے دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنی سکہ دار اسواسطے کہ مغرب میں ہے کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہے یعنی درم کی حقیقت میں ضرب داخل ہے تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہے کہ غیر مضروب کا درم نام نہیں ھم اس میں اختلاف ہے کہ ہر مقدار مالی میں قطع ہے یا کسی مقدار معین میں جس سے کمتر میں قطع نہیں پہلا قول حسن بصری اور داود ظاہری اور خوارج کا ہے بدلیل قرآن اور حدیث کے حق تعالی نے فرمایا اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا یعنی چور اور چورنی دونوں کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہے مقدار معین مذکور نہیں اور حدیث متفق علیہ میں رسی اور انڈے کے چرانے میں قطع ید مذکور ہے اور انکے سوا جمیع فقہائے امصار اور علمائے اقطار اس قول پر متفق ہیں کہ بدون مال معین کے قطع ید نہیں اسواسطے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث مرفوع متفق علیہ ہے لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنی قطع نہیں مگر ربع دینار میں یا اس سے زیادہ میں تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی دس درم یا ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہے اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہے یا حدیث اول منسوخ ہے اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہیں جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہو جاوے باقی رہی وجہ اولویت حمل سو وہ جمہور کی طرف ہے اسواسطے کہ باب الحدود میں تعارض کے وقت مانند قول جمہور متعین ہے یعنی نظر باحتیاط و استحباب درء حد مقدار معین کرنا قطع ید کے واسطے انسب اور اولی ہے علاوہ اسکے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہے تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی اسواسطے کہ حقیر مال میں رغبت نہیں ہوتی تو اسکو کوئی روکتا بھی نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ تو اگر آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہوں کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہو اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کی نزدیک نہیں بلکہ اہل سنن ظاہریہ بھی بالاجماع مخصوص ہے پھر مخصصین کے نزدیک مقدار معین قطع میں شرط ہے وہ تعیین مقدار میں مختلف ہیں تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درم کی تعیین ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ربع دینار یا تین درم ہے ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد میں عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہے کہ قطع کرو ربع دینار میں اور نہ قطع کرو اس سے کمتر میں اور ربع دینار اسوقت میں تین درم کا تھا امام مالک نے موطا میں کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی مروی ہے صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر

[illegible]

باب الحدود میں واسطے احتیال درء حد کے اولی ہے حاکم نے مستدرک میں مجاہد سے روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوا مگر ڈھال کی کے قیمت میں اور قیمت اوسکی اوس وقت میں
ایک دینار تھی ہے حدیث اسمین مختلف ہے کہ صحابی ہے یا تابعی اگر صحابی ہے تو کچھ اشکال نہیں اور اگر تابعی ہے تو بقول ابو زرعہ رازی کے اور ابن حبان ثقہ اور حجت ہے تو حدیث مرسل ہوئی اور
مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہیں بلکہ حجت ہے تو اوسکا معتبر رکھنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہوا تین درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر
واجب ہوا واسطے کہ شبہ نہ ہو اور یہ بھی حد کا مثل الناجی الا امکان واجب کیا اور تقوی اس قول کی نسائی کی روایت سے ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت رسالت کے
وقت میں دس درم تھی اور یہ روایت ابو یعلی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ میں ثابت ہے اور ابن ابی شیبہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت پہونچے تو اوسکے قطع یعنی چورانے والے کا
ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درم تھی اور طبرانی نے معجم میں اور عبد الرزاق اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہیں مگر دینار میں یا دس درم میں اور یہ حدیث مرسل ہے کہ
قاسم بن عبد الرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہیں لیکن مسند ابو حنیفہ میں عن القاسم بن عبد الرحمن عن ابیہ عن عبد اللہ بن مسعود قال کان یقطع الید علی عہد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہیں بلکہ موصول ہے اور ابن خسرو نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا یقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم تو یہ
حدیث موصول مرفوع ہے اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجائے مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدرات شرعیہ میں قیاس مجتہد کو دخل نہیں تو موقوف اسمین محمول علی الرفع ہے کذا فی فتح القدیر
ملخصا جید کان او مقدارہما فلا قطع بنقرۃ وزنہا عشرۃ لا تساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ سرقہ عبارت ہے کھرے دس درم کے لینے سے یا بقدر
دس درم کے تو قطع نہیں کسی چاندی کی ڈلی سے جو بوزن دس درم ہے مگر دس درم مضروب کے برابر نہیں قیمت میں اور قطع نہیں اس دینار سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہو وتعتبر القیمۃ وقت
السرقۃ ووقت القطع ومکانہ بتقویم عدلین لہما معرفۃ بالقیمۃ فلا قطع عند اختلاف المقومین ظہیریۃ اور معتبر ہے قیمت چوری کے وقت اور قطع ید کے وقت اور معتبر ہے قیمت قطع
کرنے کی مکان میں دو عادلون کے قیمت ٹھہرانے سے جنکو معرفت ہے قیمت کی اور قطع نہیں ہے قیمت ٹھہرانے والون کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریۃ تو اگر ایک کپڑا چورایا جسکی قیمت
دس درم تھی سو مالک نے دوسرے شہر میں اوسکو گرفتار کیا اور وہان اوسکی قیمت آٹھ درم تھی تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص دس درم یا زیادہ قیمت کرتا ہے اور
دوسرا اوس سے کم تو قطع نہیں ہے اور اگر نصاب سے زیادہ میں خلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہیں مقصودۃ بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ وفیہ دینار او دراہم مصرورۃ
الا اذا کان وعاء لہا عادۃ تجنیس ایسے دراہم جن کا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہیں اوس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہے اور اوسمین ایک دینار یا دس درم بندھے
ہین سو اسطے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اوس کپڑے کے لینے میں البتہ قطع ہے جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التجنیس یعنی جیسے دینار اور درہم
کی تھیلی ہی تو البتہ قطع ہے اگر اوس میں بقدر نصاب ہو سو اسطے کہ تھیلی لینے میں دراہم مقصود ہوتے ہین اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درم سے کم ہو ظاہرۃ الاخراج فلو ابتلع دینارا
فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر التغوط بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وہو سبب الضمان للحال ایسے دراہم جن کا نکال لینا سارق سے ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار کو
مکان محفوظ میں نگل لیا اور نکل آیا تو اوسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا سو اسطے کہ دینار کا نکال لینا اوسکے پیٹ سے ظاہر نہیں اور انتظار نہ کیا جاویگا اوسکے ہگنے کا بلکہ مثل اوس دینار کے
اوس سے ضمان لیا جاویگا سو اسطے کہ اوسنے اوسکو ہلاک کیا اور ہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہے خفیۃ ابتداء وانتہاء لو الاخذ نہارا وہو ما بین العشائین
وابتداء فقط لو لیلا لینا چھپ کر ہو ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت بھی دن ہی میں داخل ہے اور فقط ابتداء میں اخفا شرط ہے اگر رات ہو
اخفا کی قید سے نکل گیا اور زور چھین لینا اور ہاتھ سے اچک لیجانا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا پھر اگر چوری دن میں ہوئی شہر کے اندر تو اخفا شرط قطع ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں
بھی اور عشائین میں اسواسطے داخل ہوا کہ اسوقت آمد و رفت آدمیون کی ہوا کرتی ہے اور اگر رات میں چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا اخفا شرط ہے نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گھر
داخل ہوا بطور خفیہ پھر اوسنے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا خفیہ اولی پر اکتفا کر کے کذا فی المنح وہل العبرۃ لزعم السارق ام لزعم احدہما خلاف اور اخفا میں
سارق کے گمان کا اعتبار ہے یا سارق اور صاحب مال میں سے کسی ایک کا اسمین خلاف ہے محل اختلاف اوس صورت میں ہے کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور
حالانکہ صاحب خانہ کو اوسکا علم نہیں تو شرح زیلعی میں کہا کہ اس میں قطع نہیں اسواسطے کہ سارق کے گمان میں خفیہ نہیں بلکہ اوس نے کھل کر لیا اور خلاصہ اور محیط اور

ف عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جاتا تھا عہد میں رسول اللہ صلعم کے دس درم میں ۱۲

ف۲ کاٹا جاوے ہاتھ کم میں دس درم سے ۱۲

نہایہ

ذخیرہ مین قطع مذکور ہی اسواسطے کہ دونون مین سے ایک کے گمان مین خفیہ ہونا کافی ہی اور یہ مسئلہ رباعی ہی یعنی اسمین چار صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ سارق اور صاحب خانہ دونون کو علم ہو اسمین قطع نہین بالاتفاق دوسری صورت یہ ہی کہ دونونکو علم نہین اسمین قطع ہی بالاتفاق تیسری صورت یہ ہی کہ صاحب خانہ جانتا ہی اور سارق کو اُسکے علم کا علم نہین تو ظاہر اسمین بھی قطع ہی بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق ختم لینا مال کا اس شخص سے ہو جسکا قبضہ صحیح ہی تو جس نے چور کے پاس چوری کی اُسپر قطع نہین کذا فی الفتح مما لا یتسارع الیہ الفساد کلحم وفواکہ رطبۃ یعنی مال مسروق اُس قسم کا ہو جو جلدی بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوہ کذا فی المجتبی تو ان کی چوری مین گو بقدر نصاب ہون قطع نہین ولا بد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا قطع بسرقۃ خمر مسلم مسلما کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا او خنزیرا او میتۃ لا یقطع لعدم تقومہا عندنا ذکرہ الباقانی اور ضرور ہی مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنی ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہین مسلمان کی شراب چرا لینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسیطرح جب کہ ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چرا دے تو قطع نہین اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہین ہمارے یعنی اہل اسلام کے نزدیک اس شرط کو باقانی نے ذکر کیا ہی ہم حلبی نے کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہین جب کہ مسلم ذمی کی شراب چرا لے تو اگر یون کہتا کہ لا قطع بسرقۃ خمر یعنی قطع نہین شراب کی چوری سے تو اخصر اور اشمل ہوتا دار العدل فلا یقطع فی دار حرب او بغی بالضم چوری دار العدل یعنی دار الاسلام مین ہو تو قطع نہین دار الحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب مین چرایا پھر جب دار الاسلام مین آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اسکا ہاتھ نہ کاٹیگا کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد مالکہ ام تعدد چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہون ہم حرز یعنی حفاظت کا مکان دو قسم ہی ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز بغیرہ حرز بنفسہ وہ مکان ہی جو حفاظت کے واسطے بنا ہو اور اُسمین جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہی جو حفاظت مال کے واسطے نہین بنا مگر اُسمین نگہبان موجود ہی چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قرینہ مین ہی کہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چرایا تو اسمین قطع ہی کذا فی البحر اور یکبارگی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسرے بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہین بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان مین تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہین واقع ہوا اور باوجود اسکے دوبار مین نکالا تو یہ ایک ہی چوری ہی تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم ہو کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع ہی اور اگر دو شخصون نے بقدر نصاب ایک کا مال چرایا تو دونون پر قطع نہین اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق مین ہی نہ مالک کے حق مین بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر لا شبہۃ ولا تاویل فیہ ویثبت ذلک عند الامام کما سیتضح شبہ ہو اس لینے مین نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہوگا ہم شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اُسمین قطع نہین اسواسطے کہ اُسمین تلاوت کرنیکی تاویل ممکن ہی یعنی سارق کہہ سکتا ہی کہ مین نے چرایا نہین بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع الثانی طائعا جب اوصاف سرقہ کی معلوم ہوئی تو واجب ہاتھ سارق کا قطع کیا جاویگا اگر اسنے یکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایکبار کے اقرار کیطرف رجوع کیا اور اول وہ اسکے قائل تھے کہ دو مجلسون مین دوبار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہی فاقرارہ بہا مکرہا باطل ومن المتاخرین من افتی بصحتہ ظہیریۃ زاد القہستانی معزیا لخزانۃ المفتین فیحل ضربہ لیقر وسیحققہ اور چوری کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہی اور بعضے متاخرین نے صحت اکراہ کا فتوی دیا ہی کذا فی الظہیریہ اور قہستانی نے خزانۃ المفتیین کی طرف نسبت کرکے اتنا اور زیادہ کہا ہی کہ سارق کا مارنا بھی حلال ہی تا کہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او شہد رجلان اور قطع ید ہوگا اگر دو مرد گواہی دین چوری کی ہم مصنف نے دو مرد کی قید لگائی کہ عورتون کی گواہی اسمین قبول نہین اور اقرار شہادت مین حصر کرنے حجت سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے انکار سے قطع نہین اگرچہ ضمان مال کا کذا فی النہر ولو عبدا شرط حضرۃ مولاہ فلا تقبل علی اقرارہ ولو بحضرتہ اور اگر سارق غلام ہی تو حضور اسکے مولی کا شرط ہی شہادت کی اور گواہی قبول

نہین غلام کے اقرار پر اگرچہ مولی کے سامنے ہو ۔ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جب گواہون نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درہم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اسکا مالک موجود ہو تو بالاتفاق قطع ہے اور اگر مال قائم ہو تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہو تو امام کے نزدیک قطع نہین اور سرقہ کا ضمان ہے اور اگر شاہدون نے کتہ نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال چھینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہو ولسألهما الامام كيف هي واين هي وكم هي وزاد في الدرر ومتى هي وممن سرق احتيالا للدرء اور سوال کرے امام گواہون سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہان ہوئی اور کتنی ہوئی درر مین دو سوال زیادہ مذکور ہین کہ چوری کسوقت ہوئی اور کسکی ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونون گواہ ان سوالات کا جواب بیان کرین یہ سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہین ہم کیفیت سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر مین اور بلا دخول ہاتھ ڈال کر چوری کی ہو تو اس مین قطع نہین ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ شخص اچکا ہوا نہ چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہے کہ دار الحرب مین چوری کی ہو یا مستامن کا مال دار الاسلام مین چرایا کہ اس مین قطع نہین اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجدہ سے شاہدون نے اسکو چوری کی طرف منسوب کیا ہو اور تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہے اسواسطے کہ حدود خالصہ مین تقادم یعنی مدت گذرنا مبطل شہادت ہے اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی ويحبسه حتى يسأل عن الشهود لعدم الكفالة في الحدود اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید مین رکھے سارق کو تا شاہدون کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے ہونے حاضر ضامنی کے ہے حدود مین یعنی حدود مین حاضر ضامنی جائز نہین تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا چاہیے تا بھاگ نہ جاوے ويسأل المقر عن الكل الا الزمان وما في الفتح الا المكان تحريف نهر اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال کرے سوائے زمانہ کے اور یہ جو فتح القدیر مین ہے کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نہ کرے یہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق ہم مقر سے زمان کا سوال اسواسطے نہین کہ تقادم مانع اقرار کا نہین اور فتح القدیر کے بعض نسخون مین ہے کہ سوائے مکان کے باقی شروط سے سوال کرے گویا یہ تحریف ہے حق یہ ہے کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب مین چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت مین چوری کی ہو ۔ وصح رجوعه عن اقراره بها وان ضمن المال وكذا لو رجع احدهم وقال هو مالي او شهد على اقراره بها وهو يجحد او يسكت فلا قطع شرح وهبانية اور صحیح ہے رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اس حالت مین ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسی طرح رجوع صحیح ہے اگر سب چورون مین ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یون کہا کہ وہ میرا مال ہے یا دو گواہون نے اسکی چوری کے اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہے یا ساکت ہے تو قطع نہین کذا فی شرح الوہبانیہ ہم محیط مین مذکور ہے کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون سے ساقط ہوگیا اسواسطے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری مین جب رجوع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابری کو چاہتی ہے کذا فی النہر فان اقر بها ثم هرب فان في فوره لا يتبع بخلاف الشهادة كذا نقله المصنف عن الظهيرية ونقله شارح الوهبانية بلا قيد الفورية پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا اگر فوراً بھاگا بمجرد اقرار کے تو اسکا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اسکے بعد اگر بھاگیگا تو گرفتار کیا جاویگا اسیطرح نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہراً منافی ہوئی دونون نقلون مین ہم طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا بہتر تھا فان اقر بها ثم هرب وان في فوره یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا تو اسکا پیچھا نہ کیا جاویگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہین اسواسطے اسکا بھاگنا اسکے رجوع قولی کی برابر ہے اور رجوع صریح لفظ مین حکم مختلف نہین فی الفور اور تراخی مین تو اسوقت مین شرح وہبانیہ کی نقل مین کچھ منافات نہین اور فتاوے عالمگیری مین بھی کہ جملہ سے موافق صاحب الفوائد کے وان في فوره ہے یعنی ان متصلہ ہے نہ منفصلہ ولا قطع بنكوله واقرار مولى على عبده بها وان لزم المال لاقراره على نفسه اور قطع نہین سارق کے قسم نہ کھانے سے اور مولی کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہے اپنی ذات پر اقرار کرنے سے ہم جب سارق نے عدم سرقہ کی قسم نہ کھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولی کا اقرار موجب مطالبہ ہے والسارق لا يفتى بعقوبته لانه جور تجنيس وعزاه القهستاني للواقعات معللا بانه

خلاف الشرع ومثله في السراجية اور فتوی بعض سارق کی عقوبت اور ضرب پر تا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ اسکا مارنا ظلم ہے اور قہستانی نے اسکو واقعات کے طرف نسبت کیا ہے اسطرح دلیل لا کر کہ مارنا اسکا خلاف شرع ہے اور مانند اسکے سراجیہ مین ہے وفي التجنيس عن عصام انه سئل عن سارق ينكر فقال عليه اليمين فقال الامير سارق ويمين هاتوا بالسوط فما ضربوه عشرة حتى اقر فاتي بالسرقة فقال سبحان الله ما رأيت جورا اشبه بالعدل من هذا اور تجنیس سے منقول ہے کہ عصام بن یوسف سے سوال ہوا اُس سارق سے جو چوری کا منکر ہے تو جواب دیا کہ اُسپر قسم ہے تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہے لاؤ کوڑا لاؤ سو مارنیوالون نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اُس نے چوری کا اقرار کیا پھر چوری کا مال لا دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ مین نے نہ ظلم مشابہ عدل اس سے زیادہ تر دیکھا کذا في المنح وفي اكراه البزازية من المشائخ من افتى بصحة اقراره بها مكرها اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ مین ہے بعضے مشایخ نے چوری کا اقرار زبردستی کروانے کی صحت کا فتوی دیا ہے یعنی ضمان کے حق مین نہ قطع کے حق مین وعن الحسن يحل ضربه حتى يقر ما لم يظهر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ضرب سارق کی حلال ہے یہانتک کہ چوری کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہو جس سے ہڈی کھل جاوے ونقل المصنف عن ابن العز الحنفي انه صح انه عليه الصلوة والسلام امر الزبير بن العوام بتعذيب بعض المعاهدين حين كتم كنز حيي بن اخطب فمسه بعذاب فدلهم على المال قال وهو الذي يسع الناس وعليه العمل والا فالشهادة على السرقة الندر كالمعدوم اور مصنف نے اپنی شرح مین قاضی القضاۃ ابن العز حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کے مارنے کا حکم دیا جب کہ اُنھون نے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اُسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اُسکو مارا تو اُس نے بتایا کہا قاضی مذکور نے کہ یہ وہ حدیث مروی ہے جسمین لوگون کو وسعت ہے اور اسی پر عمل ہے اور نہین تو چوریون پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہے كذا في المنح ثم نقل عن الزيلعي في اخر باب قطع الطريق جواز ذلك سياسة واقره المصنف تبعا للبحر وابن الكمال زاد في النهر وينبغي التعويل عليه لزماننا لغلبة الفساد ويحمل ما في التجنيس على زمانهم پھر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر مین اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا نہر الفائق مین اتنا زیادہ ہے کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانے مین لائق اور سزاوار ہے بسبب غلبہ فساد کے اور تجنیس مین عقوبت سارق کو ظلم کہا ہے وہ علماء سابق کے زمانے پر محمول ہے یعنی اُسوقت اتنا فساد غالب تھا تو عقوبت کی چندان حاجت نتھی ھ مصنف نے آخر باب قطع مین قول مذکور یون نقل کیا ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہے اور تاقیس سیاست ہے جو فقیہ ابو بکر اعمش سے منقول ہے کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہے کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اُسکا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہے اور مال مسروقہ اُسکے پاس ہے تو اُسکو مارے اور یہ یعنی عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہے چنانچہ امام فاسقون کے پاس شراب کی مجلس مین کسیکو بیٹھا دیکھے اور چنانچہ اگر اُسکو چورون کے ساتھ چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہے چنانچہ کوئی شخص کسی کے اوپر میان سے تلوار کھینچکر آوے اور اُسکو گمان غالب ہو کہ مجکو قتل کریگا كذا في المنح ثم نقل المصنف قبله عن القنية لو كسر سنه او يده ضمن الشاكي ارشه كالمال لا لو حصل ذلك بتسوره الجدار او مات بالضرب لندوره پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے قنیہ سے نقل کیا شرح مین کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اُسکو مارا اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنیوالا اُسکے دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضمان دیگا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا اگر یہ حاصل ہوا اُسکی دیوار کے چڑھنے سے یعنی اگر قیدخانہ کی دیوار پر چڑھا تھا گرنے کیواسطے اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا یا وہ شخص مار کے صدمہ سے مر گیا تو مدعی نالش کرنیوالا اسکا ضامن نہوگا اسواسطے کہ اسمین مرجانا قلیل الوجود ہے تو اُسکی نالش غالبا اسکا سبب نہین ہوسکتی كذا في المنح شرحا وعن الذخيرة لو صعد السطح ليفر خوف التعذيب فسقط فمات ثم ظهرت السرقة على يد اخر كان للورثة اخذ الدية بدية ابيهم وما غرم السلطان بتعذيبه في هذا التسبب وسيجيء في الغصب اور مصنف نے شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعوی کیا اور سلطان کے پاس اُسکو گرفتار کرلیا اور دو ایکبار مار ڈالی پھر قیدخانہ مین قید کردیا تو اگر وہ قیدخانہ کی چھت پر چڑھ گیا تا کہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے سو گر گیا

اور مرگیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اُسکے وارثون کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اُس نے ڈانڈ دیا نالش کرنیوالے سے لینا جائز ہی بسبب اسکی تعدی کے اس تسبب مین یعنی جو کچھ ہوا اُسکے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اسکا ذکر کتاب الغصب مین آویگا فقضی بالقطع ببینة او اقرار فقال المسروق منه هذا متاعه لم یسرقه منی وانما کنت اودعته او قال شهد شهودی بزور او اقر هو بباطل وما اشبه ذلك فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پھر مسروق منہ یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہون نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھ اور کہا تو قطع نہین ہم بعضے علما کے قول پر کہ علی مذہب کو تعزیر چاہیے اگرچہ علیہ نیکو کار مشہور ہو کذا فی الطحطاوی وندب تلقینه کیلا یقر بالسرقة اور امام کو مستحب ہی تلقین سارق کی تا کہ چوری کا اقرار نکرے ہم یہ تلقین حد ٹالنے کے واسطے ہی چنانچہ روایت ہی کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو آیا تو فرمایا کیا اُس نے چوری کی ہی مین یہ نہین گمان کرتا ہون کہ اس نے چوری کی ہو کذا فی المنح کما لا قطع لو شهد کافران على کافر و مسلم بسرقة منهما ای الکافر والمسلم ظهیریة چنانچہ اگر گواہی دی دو کافرون نے ایک کافر اور ایک مسلمان کی چوری پر تو قطع نہین دونون کے حق مین یعنی کافر اور مسلم دونون کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے کذا فی الظهیریة تشارك جمع واصاب کلا قدر نصاب قطعوا وان اخذ المال بعضهم استحسانا لسد باب الفساد ولو فیهم صبی او مجنون او معتوه او محرم لم یقطع احد شریک ہوا ایک گروہ چوری مین اور حصہ پایا ہر ایک نے بقدر نصاب کے تو سبکے ہاتھ کاٹے جاوینگے اگرچہ اس مال کو اُنمین سے بعضون نے چرایا ہو بنا بر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنے کے واسطے اور اگر چورون کے گروہ مین صبی یا مجنون یا غافل بے ہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ہم سب کا ہاتھ اُسوقت کاٹا جاویگا جب سب جماعت حرز مین داخل ہو کذا فی الهدایہ او فتح القدیر مین ہی کہ اگر بعضے اندر جاوین اور حصے مین سب شریک ہون تو اُسیکا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو سب تعزیر کے واسطے ایام الحبس کیے جاوین یہان تک کہ توبہ کرین کذا فی الطحطاوی ویشترط للقطع حضور شاهدیها وقت القطع لحضور المدعی بنفسه حتی لو غابا او ماتا لا قطع ولهذا فی کل حد سوی رجم وقود بحر قلت نقل المصنف فی الباب الآتی تصحیح خلافه فتنبه اور مشروط ہی قطع کیواسطے حاضر ہونا چوری کے دونون شاہدون کا قطع کرنے کے وقت جیسے حضور مدعی بذات خود شرط ہی یہان تک کہ اگر دونون شاہد اُسوقت غائب ہون یا مر گئے ہون تو قطع نہین الخ یعنی حضور گواہون کا ہر حد مین شرط ہی سوائے رجم اور قصاص کے کذا فی البحر مین کہتا ہون مصنف نے اگلے باب مین اُسکے مخالف کی تصحیح نقل کی ہی یعنی شرح منظومہ سے قطع مین عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہی سو آگاہ رہنا اس استثناء کا مخالف سابق کے ہی اسواسطے کہ عذر ماتن کو ہو چکا کہ جب شاہد غائب ہون یا مر جاوین تو حد ساقط ہی ویقطع بساج وقنا وابنوس [illegible] وعود ومسك وادهان وورس وزعفران وصندل وعنبر وفصوص خضر ای زمرد ویاقوت وزبرجد ولؤلؤ ولعل وفیروزج واناء وباب غیر مرکب ولو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاویگا ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینون یعنی زمرد سے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور برتن اور غیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو ہم اور دروازہ مرکب کی چوری سے قطع نہین کذا فی شرح الملتقی یشیر لمسکه لیکن آدمی سے اٹھ سکتا ہو ہر چند لکڑی کی چوری مین قطع نہین لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات مین قطع ہی اسواسطے کہ یہ نفیس مال ہین لہذا مکان محفوظ مین رکھے جاتے ہین اور دار الاسلام مین مباح الاصل نہین ملتے ہین تو قائم مقام چاندی سونے کے ہو گئیں الخ اور منح الغفار مین ہی کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہی جسکے اوپر سرخی ہوتی ہی اور لکڑی اُسکی سخت ہوتی ہی مانند پتھر کے اور ساگون اور آبنوس سوائے ہند کے کہین نہین ہوتا اور قنا جمع ہی قناة کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہی یاقوت سبز کے مشابہ بحر الجواہر مین ہی کہ زمرد اور زبرجد صاحب دیوان ادب اور صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہی اور صاحب کشاف اور اُسکے محشیون کے نزدیک دو جوہر مختلف الحقیقة ہین وکذا بکل ما هو من اعز الاموال وانفسها ولا یوجد فی دار العدل مباح الاصل غیر مرغوب فیه هذا هو الضابط اسیطرح قطع ہی ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز اور نہایت نفیس مال ہی اور دار العدل یعنی دار الاسلام مین مباح الاصل نہین پایا جاتا جسمین رغبت اور خواہش نہو یہی قاعدہ ہی قطع مین ہم عزیز اور نفیس مال کی قید سے گھاس اور نرکل وغیرہ مملوک چیزین نکل گئین کہ اُنمین قطع نہین اور مباح الاصل کی قید سے گیہون وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے ثقیل دروازہ نکل گیا جو ایک آدمی سے نہ اوٹھ سکے اور [illegible]

نکالا اس قسم سے سونا اور چاندی اور موتی اور جواہر نکل گئے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ دار الاسلام مین مباح الاصل ہین لیکن غیر مرغوب نہین ولا تقطع فيما يوجد تافها مباحا في دار كالخشب لا يحرز عادة قطع نہین اس حقیر چیز کی چوری سے جو دار الاسلام مین مباح پائی جاتی ہی جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ مین بنا بر عادت کے نہین رکھی جاتی ہم تو جب لکڑی کو محفوظ مکان مین رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو گھڑنے اور بنانے سے قیمتی ہو گئی ہو تو اسکی چوری مین قطع ہی کذا فی البحر فتح القدیر مین ہی کہ مصنف ابن ابی شیبہ مین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت مین شی تافہ یعنی حقیر چیز مین قطع نہوتا تھا سارق کا وحشيش وقصب وسمك ولو مليحا وطير ولو بطا ودجاجا في الاصح غاية اور قطع نہین گھاس اور نرکل اور مچھلی اور چڑیون کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا بط یا مرغا ہو کذا فی غایۃ البیان وصيد وزرنيخ ومغرة ولو محرزة ذكره في المجتبى واشنان ومقل وملح وخزف وزجاج لسرعة كسره اور قطع نہین شکار اور ہرتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی مین ایسا ہی لکھا ہی اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور رسفالی اور شیشہ کی چوری سے اسکی جلد ٹوٹ جانے کے سبب ولا فيما يتسارع فساده كلبن ولحم ولو قديدا وكل مهيا للاكل كخبز ولو في ايام قحط لا قطع لطعام مطلقا شمني اور نہ اس چیز کی چوری سے قطع ہی جو جلد سڑ جاتی ہو جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت ہو اور جو چیز کھانے کے واسطے تیار کی گئی ہو جیسے روٹی تو اسمین قطع نہین اور قحط کے دنون مین قطع نہین کسی طعام کی چوری سے مطلقا کذا فی الشمنی ہم ارزانی کے دنون مین طعام پختہ مین قطع نہین اور غیر پختہ جیسا کہ گیہون مین قطع ہی اور قحط مین پختہ اور خام کسی مین قطع نہین اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ اضطرار کی بھوک مین قطع نہین اور عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ قحط کے سال قطع نہین کذا فی الفتح والبحر وفاكهة رطبة وثمر على شجر ولطيخ وكل ما لا يبقى حولا اور قطع نہین میوون کی چوری سے اور درخت پر کے پھل سے اور خربوزہ سے اور اس ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہین رہتی ہم تر میوے کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے قطع ہی کذا فی البحر وزرع لم يحصد لعدم الاحراز اور جو کھیت ہنوز کاٹا نہین گیا اسکی چوری سے قطع نہین بسبب عدم احراز کے یعنی مکان محفوظ مین نہین رکھا گیا کہ سرقہ اسپر صادق ہو واشربة مطربة ولو الاناء ذهبا اور اشربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہین اگرچہ برتن اسکا سونے کا ہو ہم اشربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزین مراد ہین جو نشا کرتی ہون اگرچہ مسکر سونے کے برتن مین ہو اسواسطے کہ برتن تابع ہی یہان نہ مقصود بالذات اور اشربہ مسکرہ مین اسواسطے قطع نہین کہ بعضے انمین حرام ہین تو لینا اسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضون کی اباحت مین اختلاف ہی تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع مین وآلات لهو ولو طبل الغزاة في الاصح لان صلاحيته للهو صارت شبهة غاية اور باجون کی چوری مین قطع نہین اگرچہ غازیون کا طبل ہو قول اصح مین اسواسطے کہ اسکا لہو اور لعب کے لائق ہونا موجب شبہہ کا ہوگیا کذا فی غایۃ البیان ہم آلات لہو یعنی باجے جیسے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہین صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی تو اسکے توڑنیوالے پر ضمان نہین اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ انکی قیمت ہی لیکن چرانا انکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح وصليب ذهب ولو فضة وشطرنج ونرد لتاويل الكسر نهيا عن المنكر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہین نہی عن المنکر کی تاویل سے یعنی اسکا لینا توڑنے پر محمول ہوگا ہم صلیب یعنی چلیپا مثلث ہی جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہین اور بعضون نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیان ہین ایک دوسری پر ضم کرتے ہین جس طرح ہی نصاری کا گمان کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اسکو متبرک جانتے ہین اور شطرنج بکسر شین معجمہ ہی اور مہملہ سے بھی پڑھنا جائز ہی اور نرد دونون ایک کھیل ہی جسکو اہل عرب کھیلتے ہین کذا فی الطحطاوی وباب مسجد وجدار كحجر لعدم الحرز اور قطع نہین مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اسواسطے کہ دروازہ غیر کی حفاظت کے واسطے ہی خود محفوظ نہین ومصحف وصبي حر ولو محلى لان الحلية تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہین اگرچہ مصحف یا صغیر زیوردار ہون اسواسطے کہ زیور تابع ہی اور تابع کا اعتبار نہین ہم مصحف مین اسواسطے قطع نہین کہ شاید تلاوت کیواسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہی تو تعلم کا احتمال ہی اور صغیر حر کی چوری مین یہ احتمال ہی کہ شاید چپ کرنے کیواسطے یا دایہ کو دینے کیواسطے اسکو لیا ہو کذا فی المنح وعبد كبير يعبر عن نفسه ولو نائما او مجنونا او اعجميا لانه اما غصب او خداع اور اس غلام کبیر کی چوری سے قطع نہین جو باتمیز ہی یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہی اگرچہ اسکے لینے کے وقت سوتا ہو یا مجنون یا گونگا رہا ہو اسواسطے کہ عبد کبیر کا لینا یا غصب

[illegible]

یا فریب دینا ہے سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے هم عبد کبیر سے ممیز غلام مراد ہے جو اپنا حال بیان کرسکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ کذا فی البحر و دفاتر غیر الحساب لا [illegible] فہی ملتحقة بکتب
تفسیر و حدیث و فقه فکمصحف فکلها کالطنبور اور سوائے حساب کے اور اوراق مکتوبہ کی چوری سے قطع نہیں اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہیں جیسے تفسیر اور حدیث و فقہ کی کتابیں
تو وہ حکم میں قرآن کے مانند ہیں یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہے اور اگر کتب شرعیہ نہیں تو طنبور کے حکم میں ہیں یعنی باحتمال نہی عن المنکر اُس میں بھی قطع نہیں هم
شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر اور دواوین اور کتب حکمت میں قطع ہے اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر
سحر کے کتب کا سارق اسکا شوقین ہو تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا بخلاف العبد الصغیر و دفاتر الحساب الماضی حسابها لان المقصود ورقها فیقطع ان بلغ نصابا اما
المعمول بها فالمقصود علم ما فیها وهو لیس بمال فلا قطع بلا فرق بین دفاتر تجار و دیوان و اوقاف نہر بخلاف ممیز غلام کی چوری کے اور ان حساب کے دفتروں کی چوری
کے جنکے حساب کتاب سے فراغت ہوچکی کہ اس چوری میں قطع ہے اسواسطے کہ ایسے دفتروں کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہیں نہ حساب کا دریافت کرنا تو قطع ہوگا
اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہونچے اور ایسے دفتر جنکے حساب سے ہنوز فراغت نہیں ہوئی ہے اور لین دین باقی ہے تو اُنکے لینے سے اُسکا حساب دریافت کرنا مقصود ہے اور یہ
دریافت کرنا مال نہیں ہے تو لہذا قطع نہیں اسکی چوری میں بلا فرق سوداگر اور کچہری اور اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگروں کی بہیاں ہوں یا حاکم کی کچہری کی یا اوقاف بہیاں
ہوں کسی میں قطع نہیں درصورت عدم فراغت حساب اور اس صورت میں اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونے کے ساقط الاعتبار ہے و کلب و فهد ولو علیه طوق من ذهب
لعلم السارق بها و الا لانه تبع اور قطع نہیں کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اُسکی گردن میں سونے کا طوق ہو سارق کو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ طوق
تابع ہے تو ساقط الاعتبار ہے ولا بخیانة فی ودیعة و نهب ای اخذ قهرا و اختلاس ای اختطاف لانتفاء الرکن اور قطع نہیں امانت میں خیانت کرنے سے اور غارتگری سے
یعنی زبردستی لینے اور دست برد سے یعنی جھپٹا مارنے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت میں حرز نہیں اور نہب اور اختلاس میں چھپ کر لینا موجود نہیں پھر جب رکن سرقہ نہوا تو
قطع کیونکر ہو نہب اور اختلاس علانیہ لینے میں دونوں برابر ہیں لیکن اختلاس میں سرعت اختطاف داخل ہے اور نہب میں داخل نہیں جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے کہ لیس علی
خائن و لا منتهب و لا مختلس قطع کذا فی المنح و نبش لقبور و لو کان القبر فی بیت مقفل فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن و کذا لو سرقه من بیت فیه قبر او میت
لتاوله بزیارة القبر او التجهیز و للاذن بدخوله عادة ولو اعتاده قطع سیاسة اور نبش قبور سے یعنی کفن چور سے جو بعد دفن کے مردوں کے کفن چرا دے قطع نہیں
اگرچہ قبر مقفل کوٹھری میں ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو یا اگر اسکو چرایا اُس کوٹھری سے جسمیں قبر یا مردہ ہے بسبب تاویل ہونے اُسکے دخول کے واسطے زیارت
قبر یا تجہیز میت کے اور بسبب اجازت آسکے دخول کے بنا بر عادت کے اور اگر اُسکی عادت پڑگئی ہو کفن چرانے کی تو قطع کیا جاویگا بنا بر سیاست کے نہ بنا بر حد کے و مال عامة او مشترک
حصر مسجد و استار کعبة و مال وقف لعدم المالک بحر اور قطع نہیں بیت المال کے مال و مشترک مال چرانے سے اور مسجد کی چٹائیاں اور کعبہ کے غلاف اور
وقف کے مال چرانے سے بسبب نہونے مالک کے هم مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی یہ تعلیل عدم قطع میں عجیب ہے اسواسطے کہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصریح کی ہے کہ
قطع ید محافظ کی طلب سے ہوتا ہے اور تمثیل میں متولی وقف کو بیان کیا ہے جب وقف کا مال چوری ہوجاوے و مثل دینه لو دینه مؤجلا او زائدا علیه والجود لصیرورته
شریکا اور قطع نہیں اپنے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اُسکا دین موجل ہو یا مسروق زائد ہو دین سے یا بہتر ہو اُس سے بسبب ہو جانے سارق کے شریک هم یہ تعلیل ہے زیادہ اور دین کے
چرانے کی مثلاً زید کے من بھر گیہوں قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہوں اُسکے چرائے تو زید خالد کا شریک ہوگیا لہذا قطع نہیں اذا کان من جنسه لو حکما بان کان له دراهم
فسرق دنانیر و بعکسه هو الاصح لان النقدین جنس واحد حکما صورت مذکورہ میں قطع اُسوقت نہیں جبکہ مسروق مجانس اور ہمجنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو
مثلاً کہ سارق کے اُسپر دراہم قرض تھے سو اُسنے دنانیر کو چرایا یا اسکے بالعکس یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہیں حکما بخلاف العرض فیقطع و مثل الحلی
به مالم یقل اخذته رهنا او قضاء بخلاف اسباب اور قماش کے اور اسمیں زیور بھی داخل ہے تو اسباب اور زیور کی چوری سے قطع کیا جاویگا جب تک صاحب دین یہ نہ کہے کہ میں نے
بشرط رہن کے لیا یا بطور قضاء دین کے و اطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسة فی المالیة قال فی المجتبی وهو اوسع فیعمل به عند الضرورة اور امام شافعی نے

له خیانت کرنیوالا
سه زبردستی لینیوالا اور غاصب
سه [illegible] لینیوالا [illegible]
[illegible]
[illegible]

خلاف جنس کے لینے کو مطلق کہا ہے مالیت میں مجانس ہونے کے سبب سے یعنی چاندی سونا اور گھوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہیں مالیت کے طریق سے مجتبی میں ہے کہ قول ثانی قوی ہے حتی کہ ضرورت کیوقت اسپر عمل کرلینا چاہیے اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے اسواسطے کہ انسان معذور ہے ضرورت کیوقت اسپر عمل کرنے میں کذا فی المنح عن المجتبی و لا سرقۃ من غریم ابیہ او ولدہ الکبیر او غریم مکاتبہ او غریم عبدہ الماذون المدیون فانہ یقطع لان حق الاخذ لغیرہ بخلاف اسکے چورانے کے اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ بیٹے کے قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کو واسطے ہے ولو سرق من غریم ابنہ الصغیر لا کسرقۃ شیء قطع فیہ ولم یتغیر اما لو تبدل العین والسبب کالبیع قطع علی ما فی المجتبی اور اگر اپنے ولد صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہیں جیسا اس چیز کی چوری میں قطع نہیں جسکی چوری سے ایکبار قطع ہوچکا اور وہ چیز متغیر نہیں اُسیطرح موجود ہے اور اگر اُسکی ذات بدل گئی یا سبب ملک بدل گیا مانند بیع کے تو قطع ہوگا کذا فی المجتبی اور تبدل ذات کی یہ صورت ہے کہ مثلا سوت کی چوری سے قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا سو اُسکا کپڑا بنا لیا پھر سارق مذکور نے وہ کپڑا چورایا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی یہ صورت ہے کہ ایک نے بعد قطع کے مال مسروقہ کو بیچ ڈالا پھر اُسکو مول لیا پھر سارق اول نے چورایا تو دوسری بار قطع ہوگا کذا فی المنح او من ذی رحم محرم برضاع فلو محرمیتہ برضاع قطع کابن عمہ ہو اخ رضاعا فانہ رحم نسبا محرم رضاعا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اُس قرابتدار سے کی جو محرم ہو بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا محرم ہونا رضاعت کے سبب سے نہ نسب کے سبب سے تو اسکی چیز کے چورانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہے باعتبار نسب کے اور محرم ہے باعتبار رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہوگیا کلام زیلعی کا ہم زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ بیٹے یا بھائی کے مال چورانے سے قطع ہے اور اسکے اخراج کیواسطے لا برضاع کی قید کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ رحم محرم میں لوگ داخل نہیں عینی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہے اور یہی حق ہے اسواسطے کہ قرابت نہیں ہوتی مگر نسبی اور محرم کاہی رضاعی بھی ہوتا ہے تو اُسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یوں کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر ولو المسروق مال غیرہ او غیر ذی رحم عکسہ مال الداخل من بیت محرمہ فانہ یقطع اعتبارا للحرز وعدمہ قریب محرم سے چورانے میں قطع نہیں اگر مال مسروق اُسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اسکے جبکہ محرم کا مال اسکے غیر کے گھر سے چورایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور عدم حرز کے یعنی محرم نسبی کا گھر اُسکے حق میں حرز نہیں باعتبار آمد و رفت کے بلا استیذان تو [illegible] مال الغیر [illegible] چوری نہیں لہذا قطع نہیں [illegible] وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اُسکے حق میں حرز ہے کہ وہاں آنا جانا بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہیں تو وہاں سے مال لینا چوری ہے شرعا باعتبار حرز کے لہذا قطع ہے خواہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم کا و بخلاف من ارضعتہ [illegible] بلا ولادۃ بحال مطلقا سواء [illegible] او بیت غیرہا فانہ یقطع [illegible] دودھ پلائی ہے مال کے مطلقا یعنی برابر ہے کہ دائی کا مال اُسکے گھر سے چورایا ہو یا اُسکے غیر کے گھر سے ہر صورت قطع کیا جاویگا [illegible] یعنی دائی [illegible] کے شارح نے کہا مقبول ابن کمال [illegible] صواب ہے بدون [illegible] بعض علما نے کہا کہ [illegible] دودھ پلا چکی اور رضیع کو وضع کیا تو اسکو مرضعہ کہتے ہیں تاء مثناۃ کے ساتھ اور یہاں معنی ثانی مراد ہیں تو مصنف کا الحاق تاء [illegible] کا کلام بھی اُسکے موافق ہے تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہوگیا و لا بسرقۃ من زوجتہ [illegible] گیا ہو کذا فی الجوہرۃ یعنی کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چرایا اور چوری [illegible] ہو یعنی بسبب قرابت یا زوجیت کا ہونا ہر حال میں کافی ہے ولو کان المسروق من حرز خاص لہ اور قطع نہیں ہے زوج کے مال چورانے سے اگرچہ زوج کے حرز خاص سے مال مسروق ہوا ہو اسواسطے کہ زوجین کے مال میں بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہے کذا فی المنح ولا عبد من سیدہ او امرأۃ سیدہ او زوج سیدتہ للاذن بالدخول عادۃ اور غلام کے چورانے میں اپنے مالک یا اسکی زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ کے زوج کے مال سے قطع نہیں بسبب آنے کی اجازت کے بنا عادت کے یعنی یہ عادت جاری ہے کہ گھر میں غلام کا آنا اکثر ممنوع نہیں ہوتا مالک اجازت دیتا ہے تو حرز باقی نہ رہا ولا من مکاتبہ وصہرہ اور قطع نہیں اپنے عبد مکاتب و ختن اور صہر کے مال چورانے سے [illegible] محرم نسبی کو صہر کہتے ہیں جیسا کہ سسر اور سالا اور [illegible] کے زوج کو ختن کہتے ہیں جیسا کہ داماد [illegible] بھتیجی بھانجی نواسی پوتی کا زوج ومن مغنم وان لم یکن لہ حق فیہ [illegible] شبہۃ غایۃ [illegible]

قطع نہیں غنیمت کے مال چرانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اسمین نہوا اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہی تو شبہہ ہو گیا کذا فی غایۃ البیان بحثا و حمام فی وقت جرت العادۃ بدخوله
وکذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہین حمام کی چوری سے اسوقت مین کہ اسمین داخل ہونے کی عادت جاری ہو اور اسیطرح بوقت دخول
قطع نہین سوداگرون کی دوکانون سے اور کاروان سراؤن سے چوری کرنے مین کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے اتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق رکھا کذا فی المنح وبیت
اذن فی دخوله ولو اذن لمخصوصین فدخل غیرهم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہین اس گھر کی چوری سے جسمین داخل ہونے کا اذن ہو گیا چنانچہ دوکان اور
کاروان سرائین ہوتا ہی اور اگر خاص لوگون کو اذن دخول ہوا پھر سوا اُن کے غیر شخص داخل ہوا اور اسنے چوری کی تو لائق یہ ہی کہ قطع کیا جاوے ہم اگر دوکان اور سرائین رات کو
چوری کریگا تو قطع ہی اسواسطے کہ یہ مکانات حفاظت کیواسطے بنے ہین اور اذن دخول کا فقط دن کو ہی نہ رات کو کذا فی المنح واعلم انه لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود
الحرز بالمکان لانه اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانه حرز ویعتبر فی المسجد لانه لیس بحرز نہر یفیدہ الشمنی اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی با وجود حفاظت مکان کے
معتبر نہین اسواسطے کہ حرز مکانی قوی تر ہی نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہین حمام مین اسواسطے کہ وہ حرز مکانی ہی اور حرز نگہبان کا مسجد مین معتبر ہی اسواسطے کہ وہ حرز نہین یعنی مال
کی حفاظت کیواسطے مسجد نہین بنی اسیکا فتوی ہی کذا ذکرہ الشمنی هم یعنی حمام مین غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہی صاحب مال اپنے مال کے پاس موجود یا نہو اور مسجد مین اگر مالک اپنے مال کے
پاس نہوگا تو قطع نہین اور یہی حکم ہی راہ اور جنگل کا وکل ما کان حرز النوع فهو حرز للانواع کلها فیقطع بسرقة لؤلؤ من اصطبل علی المذهب وقیل حرز کل شیء معتبر
بحرز مثله وهو قول عن المذهب مجتبی لکن جزم القهستانی بان الثانی هو المذهب قنیه اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم کے مال کا وہ بالکل اقسام کے اموال کا حرز ہی تو قطع
کیا جاویگا بسبب چرانے موتی کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضون نے کہا کہ حرز ہر شئی کا معتبر ہی اسکے مماثل حرز سے اور یہ قول بعید از مذہب ہی کذا فی المجتبی لیکن قہستانی
نے یقین کیا ہی کہ ثانی مذہب صحیح ہی تو خبردار ہو جا کہ شارح نے آگاہ کر دیا کہ یہان دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہی تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چرانے مین قطع نہین اسواسطے کہ
اصطبل گھوڑون کا حرز ہی نہ جواہرات کا ولا یقطع طرار وهو من یسرق الدراهم بین اصابعه اور قطع نکیا جاوے طرار یعنی جو دراہم کو اپنی انگلیون کے اندر چرا رکھے هم صنع
باتباع صاحب بحر اپنی شرح مین کہا کہ طرار وہ ہی جسکو دراہم رکھنے کیواسطے دئے جاوین سو وہ بیدون اطلاع مالک کچھ اسمین سے رکھ لے ونشاش بالفاء هو من یعالج
الابواب ما یفتحه اور نشاش بالفاء وہ شخص ہی جو دروازون کے قفل کھولنے کیواسطے آلات طیار رکھے اذا فتش حانوتا او دارا نهارا فخلا البیت من الحرز لو فیه
احد وهو لا یعلم به قطع شمنی قطع نکیا جاوے جبکہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن مین کھولے اور گھر مین کوئی نہو اور اگر گھر مین کوئی ہو اور وہ نجانتا ہو تو قطع
کیا جاویگا کذا فی الشمنی هم ودن قفل کا کھولنے والا اجمع یعنی نہین اور اسیطرح جو جانتا ہو کہ گھر مین کوئی ہی وہ بھی جاہر ہی اور شرط قطع خفیہ ہی منح الغفار مین حاوی سے منقول ہی کہ جب گھر کا
دروازہ بند ہو مقفل نہو پھر اسمین سارق چھپکر داخل ہو اور اسباب نکالے تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر نکھسکر چرا وے تو قطع نہین ویقطع لو سرق من
السطح نصابا لانه حرز شرح وهبانیه اور قطع کیا جاویگا اگر چھت پر سے بقدر نصاب چرا وے اسواسطے کہ چھت بھی حرز ہی کذا فی شرح الوہبانیہ بشرطیکہ چھت پر چڑھکر
چرا وے اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے ہی کہ اگر کپڑا دیوار پر پھیلا ہو راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اسکو کھینچ لے تو قطع نہین او من المسجد او ای مکان لیس بحرز کنحو الطریق
والصحراء ورب المتاع عنده ای بحیث یراه ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چرا وے اور حالانکہ اسباب کا مالک اسکے پاس ہی یعنی اس جگہ ہی جہان سے اسکو
دیکھتا ہی اگرچہ حافظ سوتا ہو قول اصح مین مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہین تو مسجد بابہ تصدراہ اور میدان کو بھی شامل ہی هم مالک متاع سے حافظ مراد ہی مالک ہو یا
نہو اور پاس ہونا عام ہی کہ اسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکھا ہو اور حافظ سوتا ہو اسواسطے کہ نائم بھی حافظ گنا جاتا ہی اور یہی قول اصح ہی کذا فی المجتبی ولا یقطع لو سرق ضیف
ممن اضافه ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نکیا جاویگا اگر مہمان نے چرایا اسکا مال جسنے اسکی مہمانی کی اگرچہ گھر کی کسی
کوٹھری سے چرایا ہو یعنی جسمین مہمانی نہین ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو بسبب برہم ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھریون کے ساتھ حرز واحد ہی تو دخول کے اذن سے اسکی سب کوٹھریون کا
حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجه من الدار للشبهة عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گھر سے باہر نہین نکالی تو قطع نہین بسبب شبہہ عدم اخذ کے

بخلاف غصب کے ہم چونکہ تمام گھر حرز واحد ہے تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہیں ہوتی بخلاف غصب کے کہ اسمین گھر سے نکال لیجانا شرط نہیں یعنی بمجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اُس نے گھر سے باہر نہیں نکالا اور اس مسئلہ مین گھر سے مراد چھوٹا گھر ہے اسواسطے کہ بڑے گھر کا حکم بعد اسکے مذکور ہوتا ہے وان اخرجه من حجرة الدار المتسعة التی الی صحنها او اغار من اهل الحجرة علی حجرة اخری لان کل حجرة حینئذ حرز اور اگر سارق نے مال کو نہایت بڑے گھر کے حجرے سے اسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع نہیں ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اُسکے ساکن کے علحدہ حرز ہے ہم عمارت دار سے وہ مکانات و منازل مراد ہیں جنکے رہنے والوں کو اُسکے گھر کے صحن کی حاجت نہو بلکہ صحن سے اسطرح منتفع ہوتے ہیں جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مراد اغارت سے اخذ بالسرقة ہے او مطلب قہر ہے او نقب فدخل او القی کذا رایته فی نسخ المتن والشرح بلسه وصوابه بالواو کما فی الکنز شیئا فی الطریق ثم اخذه قطع لان الرمی حیلة یعتادها السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی کونس لگایا اور پھر گھر مین داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب راہ مین ڈالدی پھر نکل کر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینک دینا ایک تدبیر ہے جسکی چورون کو عادت ہوتی ہے تو یہ سب افعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینک دینا اور پھر اوٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہوگا شارح کہتا ہے اسیطرح مین نے اس کتاب کے متن اور شرح کے نسخون مین او القی بلفظ او دیکھا اور ٹھیک واو ہے چنانچہ کنز مین ہے و لہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا ہے ناو کا حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہیں اگرچہ پھر اسکو پاجاوے اسواسطے کہ وہ مانند مستہلک کے ہے کذا فی الطحطاوی فلو لم یأخذه او اخذه غیره فهو مضیع لا سارق اور اگر پھینکنے والے نے اسکو نہ لیا یا شخص نے اُسکو لے لیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہے نہ سارق یعنی تو اُسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حمله علی حمار فساقه واخرجه او علقه فی عنق کلب وزجره لان سیره یضاف الیه یا مال مسروق کو جانور پر لادا پھر اُسکو ہانکا اور اُسکو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق کی رسی کتے کی گردن مین معلق کر دی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کیطرف منسوب ہوگا ہم اور اگر جانور کو ہانکا اور اخراج نہ کیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسیطرح کتا بدون ڈانٹے کے آپ نکل گیا تو اُسپر قطع نہیں اسواسطے کہ خروج اُسکا آدمی کیطرف مضاف نہیں کذا فی البحر او القاه فی الماء فاخرجه بتحریک السارق الماء یا مال مسروق کو پانی مین ڈالدیا پھر اُسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا بدلیل کنشه یعنی اسطرح کا نکالنا سارق ہی کیطرف منسوب ہوگا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اُسکا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اُسمین ڈالکر پانی کو زور سے ہلادیا تو مال باہر گھر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا بتحریکه بل اخرجه قوة جریه علی الاصح لانه اخرجه بسببه یا نہ نکالا مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اُسکو باہر کر دیا تو بھی قطع ہی بنا بر اصح قول کے اسواسطے اُسکا باہر کر دینا سارق ہی کے سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی قطع فی الکل ماذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ مین بسبب اُن وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا ہم قطع خبر ہے وان اخرجه اور اُسکے مابعد کے ویشکل علی الاخیر ما قالوا لو علقه علی طائر فطار الی منزل السارق لم یقطع فلذا والله اعلم جزم الحدادی وغیره بعدم القطع اور بنا بر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہے وہ مسئلہ جسکو فقہا نے کہا ہے کہ اگر مسروق کو چڑیا کی گردن مین لٹکادیا سو چڑیا اوڑکر سارق کے گھر مین پہنچے تو قطع نہ کیا جاویگا تو واللہ اعلم اسواسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ مین عدم قطع کا تعین کیا ہے ہم جیسے چڑیا کا اوڑنا اور سارق کے گھر مین پہنچنا سارق کیطرف منسوب نہو تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلجانا بلا تحریک سارق کے بھی سارق کیطرف منسوب نہو ولو نقب ثم ناول اخر من خارج الدار او ادخل یده فی بیت واخذ یسمی اللص الظریف اور اگر نقب دیا پھر گھر مین گھسکر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے باہر ہے یا نقب کیے باہر سے کوٹھری مین ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہیں ہے اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنی ظریف چور کہتے ہیں کہ چوری تو کرے اور اگر گرفتار ہو تو قطع لازم نہ آوے ہم پہلی صورت مین داخل پر قطع نہیں اسواسطے کہ داخل سے اخراج صادق نہین دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر بسبب حرز ثابت نہین ہونے سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری صورت مین بھی [illegible] بسبب عدم دخول کے صادق نہین کذا فی المنح ولو وضعه فی النقب ثم خرج واخذه لم یقطع فی الصحیح شمنی اور اگر مال کو پہلے نقب مین رکھ دیا پھر نکل کر لے لیا تو قطع نہیں صحیح قول مین کذا فی الشمنی او طر ای شق صرة خارجة من نفس الکم فلو داخله قطع وفی الحل بالعکس اور اگر چیرا ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر ہے اور روپیہ کو لیا تو قطع نہیں اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہے تو اُسکے چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کھولنے مین بالعکس حکم ہے یعنی ہمیانی باہر ہے کے کھولنے مین قطع ہے

تو داخل کے کھولنے میں ظاہر معنی تنبہ ہو ولہذا شامی کو نظر کرتے ہیں اور بصر سے مراد ہمبانی ہے کذا فی الطحطاوی (وسرق من) مرعى او من قطار بفتح القاف الابل على نسق وكحمل
او حملا علیہ لا یقطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصد الحفظ یا اونٹوں کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اس پر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو
قطع نہیں اس واسطے کہ قطار ہانکنے والے اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہیں جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور نقل
متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود ہے شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہیں [illegible] اور قطار بکسر قاف صواب ہے چنانچہ قاموس اور منح الغفار اور حموی اور
شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی (وان کان معہا حافظ او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بضم الجیم فیہ متاع وربہ یحفظہ او نائم علیہ او بقربہ او ادخل
یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل) والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فہتکہ بدخولہ والا فبادخال الید فیہ
والاخذ منہ اور اگر قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو تاکہ وہ گون کو چیرے اور اسمیں سے چرا دے یا اس خرجی کو چرا دے جسمیں اسباب ہے اور حالانکہ مالک اسکی نگہبانی کرتا ہے یا اس پر سوتا ہے یا
اسکے پاس سوتا ہے یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق میں ڈالا یا اسکی جیب میں یا اسکی آستین میں پھر مال کو اسمیں سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتوں میں اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ اگر حرز ایسا
ہے جس میں گھسنا انسان کا ممکن ہے جیسے گھر ہے تو ہتک حرز اسکے دخول سے معتبر ہے اور اگر ایسا ہے کہ اسمیں دخول ممکن نہیں جیسے گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اسمیں ہاتھ
ڈالنے اور اسکے مال لینے سے معتبر ہے جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہیں اور جمع اسکی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہے بفتح جیم **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے (سرق فسطاطا منصوبا
لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط اخر قطع) کھڑے خیمہ کو چرایا تو قطع نہ کیا جاویگا اور اگر خیمہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہے یا دوسرے خیمہ کے اندر ہے تو قطع کیا جاویگا کذا فی الفتح القدیر
اس واسطے کہ پہلی صورت میں خیمہ خود حرز ہے مگر محرز نہیں اور باقی صورتوں میں محرز ہے (اخرج من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم تقطع) سارق نے حرز سے بھیڑ
بکری جو بقدر نصاب نہیں نکالی پھر اسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہو گئی دونوں کے ملجانے سے تو قطع نہ کیا جاویگا اس واسطے کہ جسکو اس نے نکالا تھا وہ بقدر
نصاب نہ تھی اور دوسرے کا نکلنا اسکے طرف منسوب نہیں (سرق مالا من حرز فدخل اخر وحمل السارق مع متاعہ قطع المحمول فقط) سراج چرایا مال کو حرز سے پھر دوسرا
داخل ہوا اور سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال اسپر لاد دیا تو جسپر لادا ہے وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنے والا کذا فی السراج (قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضافہ) انہ
لکونہ اقرارا بالسرقۃ (وان نونہ ونصب الثوب لا) یقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا درر وتوضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ فاذا قیل قاتل زیدا معناہ
یقتلہ فالصادر یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ میں اس کپڑے کا سارق ہوں تو قطع کیا جاویگا اگر اس نے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کے طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق
کی تنوین حذف کر دیا اور ثوب کو مجرور کہا اس واسطے قطع ہوگا کہ یوں کہنا چوری کا اقرار ہے اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب پڑھا تو قطع نہ کیا جاویگا
اس واسطے کہ یہ وعدہ ہے چوری کا اقرار نہیں اور توضیح اسکی یوں ہے کہ جب یوں کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہے کہ اس نے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی یوں بولا کہ ہذا قاتل
زیدا تو مطلب یہ ہے کہ زید کو یہ قتل کریگا یا کرتا ہے اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہیں کہ کون مراد ہے تو قطع نہ کیا جاویگا شک سے م خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت
کا یہ ہے کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہو جاتا ہے تو گویا اسنے یوں کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت میں اسم فاعل معنی مضارع ہوتا ہے تو گویا
یوں کہا کہ انا اسرق ہذا الثوب اس واسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہے کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی میں ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا مگر کسائی اور ہشام
کے مذہب میں کذا فی المنح تنبیہ وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی ان یفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون بینہما الا ان یقال الفرق شبہۃ دارئۃ للحد وفیہ بعد ع
شارح کہتا ہے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہے اس واسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہیں ایسی ترکیب یعنی نصب اور اضافت
میں کچھ فرق نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ اسکو حد ٹالنے کا شبہہ قرار دیجیے اور اسمیں بعد یعنی دوری ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہے کہ اسطرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے
اس واسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل میں اسکو اعتبار کیجیے تو عدم قطع اس وجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہے
(للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد) درر وہذا انہ اذا دلہ اما ابتداء فلیس من السیاسۃ فی شئ م اور امام کو جائز ہے

قتل کرنا چور کا بنا بر سیاست کے بسبب اسکے فساد و شر کے زمین مین کذا فی الدرر اور یہ جواز قتل اسوقت ہی جب مکرر چوری کرے اور اول ہی بار کی چوری مین قتل کرنا سیاست شرعی مین کسیطرح داخل نہین کذا فی النہر ہم حموی نے سراجیہ سے نقل کیا کہ جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اسکا قتل کرنا بطریق سیاست دفع فساد کیواسطے جائز ہی حموی نے کہا کہ یہ جو ہمارے زمانیکے حاکم پہلے ہی بار کی چوری مین قتل کرڈالتے مین سیاست سمجھکر سو جور اور ظلم اور جہالت ہی کیونکہ سیاست شرعیہ شرع مغلظ یعنی شرعی سخت حکم سے عبارت ہی قلت وقد قدمنا عن معین الحکام فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام یفہم انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ فلیحفظ شارح کہتا ہی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد مین کہ قید لگانا امام کا مفہم ہی کہ قاضی کو حکم بسیاست کرنا جائز نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا ہم بھی اسی مقام مین مذکور کر چکے ہین لسیند کتاب کہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہین واللہ سبحانہ اعلم

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہ باب ہی کیفیت قطع اور اسکے اثبات کے احکام مین تقطع یمین السارق من زندہ ہو مفصل الرسغ وتحسم وجوبا وعند الشافعی ندبا کاٹا جاوے سارق کا داہنا ہاتھ اسکے بند دست یعنی پہونچہ سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنا بر استحباب کے ہی کذا فی فتح القدیر ہم مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہی اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبداللہ بن مسعود کی قرأت سے ہی یعنی فاقطعوا ایمانہما سے اور یہ قرأت مشہور ہی تو اطلاق آیت کی تقیید اس قرأت سے صحیح ہی اور داہنے کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہی اور پہونچے سے کاٹنا متوارث بجای متواتر ہی جسمین سند مخصوص کے طلب کرنے کی احتیاج نہین اگرچہ دارقطنی وغیرہ مین اس مضمون کے احادیث بھی مروی ہین اور قطع اصابع پر اکتفا کرنا یعنی نقل شاذ ہی اور خارجیون کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے مخالف اجماع ہی اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہی حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق پکڑا آیا جسنے شملہ چورایا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ میرے گمان کرتا کا اسنے چوری کی ہو سارق نے کہا بلے یا رسول اللہ تو ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اسکو اور اسکو قطع کرو اور اسکو داغو پھر اسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اسکو حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی بشرط مسلم اور اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین اور ابن القاسم بن سلام نے غریب الحدیث مین مرسل روایت کیا ہی اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہی اور مغرب وغیرہ مین ہی کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہی گرم تیل مین ہاتھ ڈالنے سے اور فائدہ داغنے کا یہ ہی کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے مین ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغنے کے مسنون ہی اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا حکم کیا چنانچہ ابو داؤد اور ابن ماجہ مین مروی ہی اور ہمارے نزدیک امام کی تجویز پر موقوف ہی اور حضرت کا حکم ایک ہی قطع مین ثابت نہین کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہی کہ جب امر ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم الا فی حر وبرد شدیدین فلا یقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لیتوسط الامر مگر سخت گرمی اور سردی مین قطع نہ کیا جاوے بسبب ہلاک ہونے کے خوف سے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہی نہ تلف کر دینے والی اور سارق مقید رہیگا تا اعتدال پھر قطع ہوگا وثمن زیتہ ومونتہ کاجرۃ وحداد وکلفۃ حسم علی السارق عندنا لتسببہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم ففی بیت المال وقیل علی المقر وشرح وہبانیۃ قلت وفی قضاء الخانیۃ ہو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کالسارق اور تیل کی قیمت اور اسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیون کی قیمت اور تیل جوش کرنے کے برتن کی اجرت سارق پر ہی ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب ہوا ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہی اور بعضون نے کہا کہ متمرد سرکش پر ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ شارح کہتا ہی اور خانیہ کی کتاب القضا مین ہی متمرد پر اجرت محضر کی ہونا ہی صحیح ہی لیکن بزازیہ کی کتاب القضا مین ہی اور ایک قول یہ ہی کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہی اور یہی قول اصح ہی مانند سارق کے قطع ید مین ورجلہ الیسری ان عاد اور سارق کا بایان پاؤن کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے فان عاد ثالثا حبس ولا یقطع ایضا بل یضرب حتی یتوب ایضا بل یظہر امارات التوبۃ شرح وہبانیۃ پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہوگا اور قید کیا جاویگا اور اسکو مار نے سے بھی تعزیر دیجاویگی یہان تک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہون فقط

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

[illegible]

قربانی توبہ کذا فی شرح الوہبانیۃ ہو سرقۂ ثانیہ میں بایان پاؤن کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہو اور کہ سے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المومنین عمر فاروق کا فعل ہو اور سرقۂ ثالثہ و رابعہ
میں قطع نکرنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کے قول سے ثابت ہو محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں یون روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ عن علی ابن ابی طالب
رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو میں اسکا داہنا ہاتھ کاٹون پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اسکا بایان پاؤن کاٹون پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اسکو
قید میں رکھون یہان تک کہ آثار خیر اس سے پیدا ہون مجھکو حیا آتی ہو اللہ سے کہ میں سارق کو ایسا کرکے چھوڑون کہ نہ اسکے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پاؤن رہے جس سے
چلے اور دارقطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہو اور ابن ابی شیبہ میں مروی ہو کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا مثل
قول علی مرتضیٰ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما ورد بقطعہ ثلثا ورابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہو کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری
مین بھی قطع کیا جاوے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہو یا منسوخ ہونے پر اور امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری میں بایان ہاتھ کاٹا جاوے اور چوتھی بار کی
چوری میں داہنا پاؤن کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داؤد بروایت جابر خلاصہ مضمون اسکا یہ ہو کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری سے چارون ہاتھ پاؤن کاٹے گئے پھر جب پانچوین بار
اسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکے قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہو مصعب ابن ثابت اسکا راوی ضعیف
ہو ہر چند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہو لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہیں لہذا الطحاوی نے کہا کہ آثار کو ہمنے تتبع کیا کسی کی ہمنے اصل نہیں پائی اور عقل سے
نہایت بعید ہو کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سارق کے چارون ہاتھ پاؤن قطع ہوتے تو صحابہ کرام اسکو جانتے تو علی مرتضیٰ کی خلافت میں کوئی اسکو ذکر نہ کرتا
اور مشورہ کے وقت اسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضیٰ کا اسکے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہو یا سیاست پر محمول ہو یعنی یہ حکم بطریق
حد شرعی نہیں بلکہ بطریق سیاست ہو مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی یہ دلیل ہو کہ پانچوین بار کی چوری میں قتل کا حکم
ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہو جسکے نزدیک بطریق حد کے کمن سرق وابہام الیسری مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سواہا سوی الابہام او
رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی ورحالانکہ اسکے ہاتھ کا بایان انگوٹھا مقطوع یا شل ہو
یا سوائے بائین انگوٹھے کے اسکے ہاتھ کی دو انگلیان مقطوع یا شل ہین یا سارق کا داہنا پاؤن مقطوع یا شل ہو تو کچھ قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ اس حالت میں داہنا ہاتھ
یا بایان پاؤن کاٹنا اسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہو بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیے تا اظہار آثار توبہ ہو ان مسائل میں قطع نہین کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہو کہ
مدار چلنے کا انگوٹھے پر ہو انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوئی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اسکے فوت ہونے سے گرفت میں خلل نہیں ہوتا
اور بائین ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایہ میں قطع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا اس صورت میں بایان اور داہنا پاؤن اسواسطے قطع نکیا
کہ یہ محل قطع نہیں ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اسواسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایان ہاتھ بیکام ہوا تو گرفت متصور نہوگی اور یہ اہلاک ہو اور اگر داہنا پاؤن شل ہوگا تو ہاتھ
پاؤن کا ایکہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہ بھی اہلاک ہو ولا یضمن قاطع الیسری لو عمدا فی الصحیح بحر لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر
منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائین ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اسنے عمدا کاٹا ہو قول صحیح میں کذا فی البحر جب کہ قاطع کو اسکے برخلاف حکم ہوا اسواسطے
کہ اسنے تلف کیا اور اسکے ہمجنس ایسا چھوڑا جو اس سے بہتر ہو یعنی داہنا اور اسیطرح ضمان نہیں اگر غیر جلاد نے بائین ہاتھ کو کاٹا قول اصح میں یعنی قاضی نے جلاد
کو قطع کا حکم دیا اور غیر جلاد نے قطع کر ڈالا اور قتل حکم کا قطع آسکے آتا ہو نفی ضمان سے تعزیر لازم نہیں تو اگر عمدا کیا ہوگا تو تعزیر دیا جاویگا ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء
وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور
قضا کے تو قصاص واجب ہو عمد میں اور دیت واجب ہو خطا میں اور سارق سے قطع ساقط ہوجائیگا خواہ اسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایان وقضاء القاضی بالقطع کالامر
علی الصحیح فلا ضمان کالقاضی اور قطع میں قاضی کی قضا مانند حکم کے ہو بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہیں کذا فی الکافی وفی

الا الیسری سرقۃ فلم یواخذ بہا حتی قطعت یمینہ قصاصا فاقطعت رجلہ الیسریٰ اور سراج میں ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو ہنوز اُس سے مواخذہ نہوا یہانتک کہ اُسکا
داہنا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا تو اُسکا بایان پاؤن کاٹا جاویگا ھم قصاص کی قید سے احتراز ہوا سرقہ کی قطع سے یعنی اگر سرقہ میں اسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہوگا بسبب اتحاد
جنس کے کذا فی الطحطاوی وطلب المسروق منہ المال القطع شرط القطع مطلقا فی اقرار و شہادۃ خلافا للشافعی ولا الحضور شرط الظاہر فی السرقۃ تو طلب
کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقا یعنی اقرار سارق میں اور شہادت میں بنا بر مذہب قوی کہ طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونے کی شرط ہے اور طلب قطع
ظاہر اسی شرط قطع نہیں کنز ای البحر اسواسطے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہے و لہذا مالک قطع کو عفو بعد الوجوب نہیں کر سکتا ہے جب حق اللہ ہوا تو طلب عبد مشروط نہوگی کذا الحضور عند
ای الملبس و تنع عند الاداء الشہادۃ و عند القطع لاحتمال ان یقر لہ بالملک فیسقط القطع ولا حضور الشہود حتی لو غیبوا شرح للمنظومۃ و اقرہ المصنف قلت لکنہ
مخالف لما قدمنا و شرحنا فلیحرر و قد حررناہ فی الشرنبلالیہ بما یفید ترجیح الاول فتامل اور اسیطرح حاضر ہونا مسروق منہ یعنی مالک کا بعض کی شرط
ہے ادائے شہادت اور قطع کیوقت میں اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کے ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہو جاوے قطع سارق سے شرط نہیں حضور گواہوں کا قطع کیوقت بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح المنظومۃ
اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں شارح کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے اس کلام کے جسکو ہمنے اسباب سے پہلے ذکر کیا ہے متن و شرح دونوں میں تو یہ مقام لائق تحریر ہے اور البتہ شرنبلالیہ
میں ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنی اشتراط حضور کی سو اسمین تامل کرو ھم شرنبلالیہ میں فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہیں چاہیے بدون حضور مسروق منہ و شاہدین کے سوا اگر غائب ہوں شاہد یا
مر جاویں تو قطع نہ کیا جاویگا انتہی ای فی الفتح اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہو گا یا مر جاویگا ظاہر الروایت میں انتہی ای فی الشرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام دقیق ہے تو یہاں معتمد علیہ قول کو
تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری میں ہے کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دیں پھر غائب ہو جاویں بعد ظہور عدالت کے یا مر جاویں قبل قضا کے یا بعد قضا جاری کرنیکے قبل تو
دونوں صورتوں میں قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول میں اور قول اخیر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہو گیا
کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہے جو قول اخیر ہو چنانچہ شارح نے شرح ملتقی میں توضیح تمام اسکو بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور مصنف
نے بھی اپنی شرح میں قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین میں اور موافقت قول صاحبین کے بدائع سے نقل کی ہے ثم فرع علی قولہ وطلب المسروق الخ
فقال فلو اقر انہ سرق مال الغائب توقف القطع علی حضورہ و مخاصمتہ ھم مصنف نے اپنے قول یعنی اشتراط طلب مسروق منہ پر متفرع کیا
سو یوں کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اُسنے فلانے غائب شخص کا مال چرایا تو قطع موقوف رہیگا اُسکے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر وکذا لو قال سرقت ہذہ الدراہم
ولا ادری لمن ھی او لا اخبرک من صاحبہا لا قطع لانہ یلزم من جہالتہ عدم طلبہ اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ میں نے یہ دراہم چوری کئے
ہیں اور میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کسکے ہیں یا یوں اقرار کیا کہ میں نے یہ دراہم چوری کئے ہیں اور تجکو میں نہیں بتاتا کہ کون اسکا مالک ہے تو قطع نہیں اسواسطے کہ نادانستگی مالک سے اسکی
عدم طلب لازم ہے حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہے و کل من لہ ید صحیحۃ ملک الخصومۃ ثم فرع علیہ بقولہ کمودع و غاصب و مرتہن و متول و اب و وصی
و قابض علی سوم الشراء و صاحب ربوا باع عشرۃ بعشرین و قبضہا فسرق منہ لان الشراء فاسدا بمنزلۃ المغصوب بخلاف معطی
الربوا لانہ بالتسلیم لم یبق لہ ملک ولا ید شمنی اور جسکا قبضہ صحیح ہے ان سے وہ مالک ہے خصومت کا کہ اُس مال کے چورانیوالے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا
یہ قول متفرع کیا جیسے امانت دار اور غاصب اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال میں اور وصی اور جسنے بیع پر قبضہ کیا بایع کی خرید کے نرخ پر اور بیاج لینے والا جسنے
کہ اُسنے ایک درہم کو بعوض دو درہم کے بیچا اور دونوں درہم پر قبضہ کر لیا پھر اُسکے پاس سے دونوں چوری گئے اسواسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف بیاج دینے والے
کے کہ وہ خصومت کا مالک نہیں اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اُسکی ملکیت اور قبضہ باقی نرہا کذا فی الشمنی ھم غاصب بسبب وجوب ضمان کے صاحب قبضہ صحیح ہے شارح نے
تصویر ربوا میں ایک دو درہم کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہیں اسواسطے کہ دو درہم نصاب سرقہ نہیں اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنی دس درہم کو بیس درہم کے
بیچا پھر وہ چوری ہو گئی تو سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع بسرقۃ اللقطۃ خانیہ اور قطع نہیں ہے چور کے

عرف بہ حیران [illegible] ۱۲

کذا فی الخانیۃ ط طحطاوی مختلفاً کہ خانیہ مین سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہیں بلکہ صاحب بحر نے اسکی عبارت پر تفریع کیا ہے خانیہ کا یہ مضمون ہے کہ ایک مرد نے لقطہ یعنی لقطہ چیز کو اٹھایا
پھر اسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اسکو غیر کے ہاتھ مین پایا تو یہ مرد اس شخص سے خصومت نہین کر سکتا اسواسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت مین اس اول شخص کے مانند ہے صاحب
بحر نے کہا تو لائق یہ ہے کہ ملتقط کی طلب سے قطع نہو ومن لا ید لہ صحیحۃ فلا یملك الخصومۃ کسارق سرق منہ بعد القطع لم تقطع بخصومۃ احد ولو مالکا
لان یدہ غیر صحیحۃ کما یأتی فی نفسا او غاصبا اور جس کا قبضہ صحیحہ نہین مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہین چنانچہ سارق کے پاس سے مال چوری ہو گیا بعد قطع یدکے
تو سارق ثانی کا ہاتھ قطع نہو گا کسی کی خصومت سے اگرچہ اس مال کا مالک ہی مطالبہ اسواسطے کرے کہ قبضہ اسکا غیر صحیح ہے چنانچہ اسکا ذکر ابھی آتا ہے ویقطع بطلب المالك
ایضا لو سرق منہم ای من الثلثۃ اور قطع ہو گا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر ان تینون کے پاس سے چوری ہو گئی یعنی امانتدار اور غاصب اور صاحب ربوا مع اسیطرح زیلعی
اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کر سکتا ہے حالانکہ شارح نے شمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے ابھی ذکر کیا
ہے کہ معطی ربوا مطالبہ نہین کر سکتا اسواسطے کہ تسلیم سے اسکا قبضہ اور ملک باقی نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وکذا بطلب الراھن مع غیبۃ المرتہن علی الظاہر لانہ
ھو المالك اور اسیطرح قطع ہو گا راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونے کے ساتھ بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ مال مرہون کا راہن ہی تو مالک ہے کذا فی المنح عن المجمع الصغیر
لا بطلب المالك لو سرق من سارق بعد القطع لسقوط عصمتہ قطع نہین مالک کے مال مسروق کے طلب کرنے سے یا سارق کے طلب کرنے سے اگر سارق سے
پھر چوری ہو گئی بعد قطع دیئے سبب ساقط ہونے عصمت اس مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق مین لہذا اسپر ہلاک کرنے سے ضمان واجب نہین کذا فی المنح بخلاف ما اذا سرق
الثانی من السارق الاول قبل القطع وبعد الدرء بشبہۃ فان لہ ولرب المال القطع لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم یوجد فصار کالغاصب استرداد بعد القطع ھل للاول
رد ما قیل احتیاجہ والکمال ردہ للمالك بخلاف اسکے جبکہ سارق ثانی نے سارق اول سے چوری کی قبل قطع کے یا بعد ٹلجانے حد کے شبہہ پڑنے سے اسواسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو
مطالبہ قطع کا ہے اسواسطے تقوم مال کا سقوط بضرورت قطع تھا سو یہان موجود نہین پس سارق مانند غاصب کے ہو گیا استحقاق طلب مین پھر قطع ہو جانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا
پھیر لینا جائز ہے یا نہین سو صحیح یہ ہے کہ نہین جائز ہے کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو مال کا پھیر دینا پسند کیا ہے اسواسطے کہ اول و ثانی دونون خائن ہین اگر مالک موجود نہو تو قاضی اس مال کو حفاظت
مین رکھے جیسے غائب شخص کا مال محفوظ رکھتا ہے کذا فی النہر سرق شیئا وردہ قبل الخصومۃ عند القاضی الی مالکہ ولو حکما کاصولہ ولو فی خیر عیالہ وملکہ ای المسروق بعد
القضاء بالقطع ولو بہبۃ مع قبض او ادعی انہ ملکہ وان لم یبرھن للشبھۃ او نقصت قیمتہ من النصاب بنقصان السعر فی بلدۃ الخصومۃ
لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چورائی اور قاضی کے پاس نالش ہونے سے پہلے مالک کو پھیر دی اگرچہ یہ مالک حکمی ہو چنانچہ مالک کے اصول اگرچہ یہ مالک کی عیال مین داخل ہون یا بعد حکم ہو جانے قطع
کے سارق نے مال مسروق کا مالک ہو یا اگرچہ تملیک ہبہ مع القبض سے کر دی ہو یا سارق نے اس مال کے مالک ہونے کا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی بگواہی ثابت نہ کیا ہو مگر قطع نہین بسبب شبہہ پڑنے کے یا قیمت
مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے کم ہو جانے سے مطالبہ کے شہر مین قطع نہو گا ان چارون مسئلون مین اقرا بسرقۃ نصاب ثم ادعی احدھما شبھۃ مسقطۃ للقطع لم یقطعا قید باقرارھما
لانہ لو اقر انہ سرق ھو وفلان فانکر فلان قطع المقر کقولہ قتلت انا وفلان اقرار کیا دو شخصون نے سرقہ نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہہ کا جو قطع کو ساقط
کرتا ہے تو دونون پر قطع نہو گا مصنف نے قید لگائی دونون کے اقرار کی اسواسطے کہ اگر ایک سارق یون اقرار کریگا کہ مین نے چوری کی اور فلانے شخص نے اور فلانا منکر ہے تو مقر پہ قطع ہے مانند اس قول کے کہ مین نے قتل
کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہے گا مع سرقہ نصاب سے عبارت ہے اسواسطے کہ دو سارقون پر قطع نہین تاوقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہو کذا فی الطحطاوی ولو
سرقا وغاب احدھما وشھد ای شھد اثنان علی سرقتہما قطع الحاضر لان الشبھۃ لشبھۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصون نے چوری کی اور ایک
انمین سے غائب ہو گیا اور دو شاہدون نے گواہی دی انکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ شبہۃ الشبہہ معتبر نہین ہے یعنی اس احتمال سے قطع
ساقط نہین ہو سکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کیواسطے بیان کرے کیونکہ یہ شبہۃ الشبہہ ہے اور مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ ولو
اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع وترد السرقۃ الی المسروق منہ لو قائمۃ اور اگر مکلف غلام نے چوری کا اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک

کو پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو مع قطع اسواسطے ہی کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہی حدود اور قصاص میں مکلف کی قید اسواسطے لگائی کہ عبد صغیر کے اقرار پر قطع نہیں اور اگر مال ہلاک
ہوگیا ہو تو قطع ہوگا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بینۃ بذلک لکن یشترط حضرۃ مولاہ عند اقامتہا خلافا للثانی لا عند اقرارہ بحد اتفاقا ۔ چنانچہ
قطع ہی غلام پر اگر قائم ہوں گواہ اُسکی چوری پر لیکن شرط موجود ہونے اُسکے مالک کے شاہدوں کی گواہی کیوقت خلافا لابی یوسف اور شرط نہیں موجود ہونا مالک کا غلام
کے اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق ولا یغرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ ھذا لفظ الحدیث درر وغیرھا ورواہ الکمال بعد قطع یمینہ اور نہ تاوان
سارق پر بعد قطع ہونے اُسکے داہنے ہاتھ کے یعنی درصورت نہ موجود رہنے مال کے یہ الفاظ حدیث کے ہیں کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے یہ حدیث باین لفظ روایت
کی کہ لا غرم علی السارق بعد قطع یمینہ ہم متن کی روایت حدیث بالمعنی ہی اسواسطے کہ ما مصدریہ ہی اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہی فتح القدیر
اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی میں حدیث مرفوع باین لفظ ہی لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث
باین لفظ ہی لا یضمن السارق سرقتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف منقطع ہی واللہ تعالیٰ اعلم وترد العین لو قائمۃ ولو باعھا او وھبھا لبقائھا علی
ملک مالکھا اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اُسکو بیچ یا ہبہ کردیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اُسکے مالک کی ملک پر لا فرق
فی عدم الضمان بین ھلاک العین واستھلاکھا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ یفتی باداء قیمتھا دیانۃ سواء کان الاستھلاک قبل القطع
او بعدہ مجتبی اور کچھ فرق نہیں عدم ضمان میں درمیان ہلاک ہوجانے مال مسروق یا اُسکے ہلاک کرڈالنے کے ظاہر الروایت میں لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے
اُسکی قیمت کے ادا کرنیکا اور برابر ہی کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ لو استھلکہ المشتری منہ او الموھوب لہ فللمالک
تضمینہ اور مجتبی میں ہی کہ اگر سارق سے خرید کرنے والے نے یا موہوب لہ نے اُسکو ہلاک کیا تو مالک کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہی ہم اور
مشتری سارق سے اتنا پھیر لے جتنا دیا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن ما لم یقطع فیہ اور اگر بعضے چوریوں کی جزا میں قطع ہوا تو باقی
چوریوں میں سے کسیکا ضمان نہیں کرے گا صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اُس مال کا جس میں قطع نہیں ہوا امام کی دلیل یہ ہی کہ جمیع سرقات میں قطع واحد بنا بر حق اللہ کے
واجب ہی اسواسطے کہ بنای حد تداخل پر ہی اور خصومت شرط ظہور ہی قاضی کے نزدیک تو جب ایک سرقہ کیطرف سے قطع ہو تو سب کی طرف سے قطع ہوچکا خواہ
ایک شخص کا چند بار مال چرایا ہو یا چند شخص کا کذا فی النہر سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ ما لم یکن اتلافا
بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملکہ مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع زیلعی کپڑا چرایا پھر اُسکو چیر کر گھر میں آدھا آدھا کیا پھر اُسکو
گھر میں سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اُسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچے بعد پھاڑنے کے تا وقتیکہ پھاڑنا اُسکے تلف کرڈالنے کا موجب نہو اسطرح پر کہ اُسکی نصف
قیمت سے اکثر کم ہو جاوے تو اسوقت میں مالک کو اُسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہی تو ضمان دیکر سارق مالک ہو گا اُس کپڑے کا چوری کے وقت سے بطریق استناد
کے پھر جب مالک ٹھہرا تو قطع نہیں کذا فی الزیلعی مع طحاوی نے کہا اور اگر گھر سے نکالکر کپڑا پھاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اُسکی قیمت بقدر نصاب نہ رہی ہو بعد چیرنے
کے وھل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الحبازی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ ہوسکتا ہی یعنی درصورت
تنصیف او عدم اتلاف حبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ان وجوب ضمان حق ہی ومتی اختار تضمین القیمۃ یسقط
القطع لما مر اور جب کہ مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہو گا بدلیل گذشتہ یعنی ضمان میں وقت اخذ سے مالک ہو جائیگا سارق کا پھر قطع کیوں کر ہو
ولو سرق شاۃ فذبحھا فاخرجھا لا لما مر انہ لا قطع فی اللحم ولو بلغ لحمھا نصابا بل یضمن قیمتھا اور اگر بکری چرائی پھر گھر میں اُسکو ذبح کرڈالا
پھر اُسکو گھر سے باہر نکالا تو قطع نہیں اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ گوشت میں قطع نہیں اگرچہ گوشت اُسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ سارق اُسکی قیمت کا ضمان
دیگا ولو فعل ما سرق من الحجرین ھو قدر نصاب وقت الاخذ دراھم او دنانیر قطع وردت وقالا لا ترد لتقوم الصنعۃ عندھما

[illegible]

خلافا لہ اور سارق نے جو چاندی اور سونے کو چرایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب ہے چوری کے وقت اُسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع کیا جاویگا اور وہ مالک کو پھیر دیے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا نہوگا بسبب تقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے کہ صاحبین کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ چاندی کا نام درہم ہو گیا اور سونے کا نام دینار ہو گیا اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعا معتبر نہیں بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندی کا برتن دس درہم کے وزن کا بیچا جاوے گیارہ درہم سے تو جائز نہیں پس حکما ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی تو قطع کیا ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاویگا علاوہ اسکے اور دینار وغیرہ چاندی سونے کا نام بھی باقی ہے اسکے ساتھ دوسرا نام حادث ہو گیا وَاَمّا نحو النحاس لو جعلہ اوانی فان کان یباع وزنا فکذلک وان عدا فھی للسارق اتفاقا اختیار اور پیتل وغیرہ تو اگر اسکو چرایا اور اسکے برتن بنائے سو اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسیطرح کا حکم ہے یعنی قطع ہے اور مالک کو پھیر دینا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر تبدل اول رنج اور شرا کے ولو صبغہ احمر وطحن الحنطۃ اولت السویق قطع لا رد ولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہوں کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ مال کو نہ دانہ دلنا ولو صبغہ بعد القطع بحر خلافا لما فی الاختیار اور اسیطرح حکم ہے اگر کپڑے کو بعد قطع ید کے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار ولو صبغہ اسود یردہ لان السواد نقصان خلافا للثانی وھو اختلاف زمان لا برھان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے بخلاف ابی یوسف کے کہ اُنکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہے نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں رنگ سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفای عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان اخر قطعہ اذ لا ولایۃ لہ علی من لیس تحت یدہ فلیحفظ ھذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اُسکا قطع کرنا نہیں پہونچتا اسواسطے کہ جو شخص اُسکے تحت اختیار نہیں سرقہ کے وقت اُسپر اُسکی ولایت اور حکومت نہیں تو اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدر م سراجیہ میں ہے کہ جب سمرقند میں چوری کرے تو اوزجند کے والی کو اُسپر حد قایم کرنا نہیں پہونچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں خاص ہے یا جمیع امور میں اسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل یقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعھا لم یقطع الزائد لانہ غیر مستحق للقطع والا تکن متمیزۃ قطعا ھو المختار لانہ لا یتمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتیلیاں ہوں ایک گٹے میں بعضوں نے کہا دونوں قطع کیجاویں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتیلی ممتاز ہو اور فقط اسیکا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زاید نہ کاٹی جاوے اسواسطے کہ زاید مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زاید سے ممتاز نہو تو دونوں قطع کیجاوین یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجبی مگر اسیطرح

کذا فی السراج واللہ اعلم

باب قطع الطریق

قطع الطریق

وھو السرقۃ الکبری یہ باب ہے قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام میں اور یہ سرقہ کبری ہے اور جو اول گذرا وہ سرقہ صغری ہے اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہے لہذا اُسکو مقدم ذکر کیا کبری یہ ہے کہ قطع طریق علانیہ ہوتا ہے نہ بطریق خفیہ تو اُسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اسمین بھی ہے یعنی اخفا حاکم اور اُسکے نائبوں سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہے کہ قطاع الطریق کو قوت و شوکت ہوں اگر ایک ہی ہو ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو گانوں کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک شہر کے اندر رات کیوقت متحقق ہے اور اسی پر فتوی ہے لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہے کہ دار الاسلام میں ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب مال کے قرابتدار نہوں اجنبی ہوں اور یہ کہ قطاع الطریق اُنمیں سے جو وجوب قطع کے اہل ہیں نہوں تو اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہے کہ قطع نہیں اور یہ شرط ہے کہ قبل توبہ کرنے کے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہونگے تو مال مالکوں کو پھیر دیا جاویگا اور حد ساقط ہو جاویگی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشلبی النہر واللہ المستغنی من قصدہ ولو لذمی بالابہ یفتی وھو معصوم علی شخص معصوم ذمیا یعنی قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ ذمی پر

قصد کیا اسی قول ابی یوسف پر فتویٰ ہے حال کونہ قصد کرنیوالا معصوم یعنی محفوظ الدم ہے یعنی شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کرے اگرچہ دونوں ذمی ہون ہم قاصد معصوم الدم ہو یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع اونکا خون محفوظ ہے خواہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام مین قطع طریق کریگا تو وہ استیلاء کفار مین داخل ہے جسکا بیان کتاب الجہاد مین آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کریگا تو اسکی حد مین اختلاف ہے کذا فی المنح فلو علی المستامنین فلا حد تو اگر قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہین اسواسطے کہ بسبب حربی ہونے کے اسکا مال مباح ہے اور عصمت اسکی دائمی نہین کذا فی المنح عن الکافی فاحد قبل اخذ شیء و قتل نفس حبس حتی یتوب المراد بالنفی فی الآیۃ سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہے آیت قرآنی مین ہم نفی من الارض سے حبس اسواسطے مراد ہوا کہ اگر اسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہین ہو سکتا جبتک کہ وہ زندہ ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر مین نکالدینا مراد ہو تو اس سے مقصود حاصل نہین یعنی دفع اذیت آدمیون سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کا نکالدینا مراد لیجئے تو اسمین اسکے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ نفی عن جمیع الارض مراد ہے اسطرح پر کہ اسکو ایک مکان مین قید کیجئے تا جمیع اہل ارض اسکے شر سے محفوظ رہین بجز موضع حبس اسواسطے کہ محبوس کو خارج عن الدنیا بولتے ہین وظاہر ان المراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی مین تقسیم جزاؤن کی احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول مین ثابت ہو چکا ہے قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید مین قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پاؤن کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت جزا جائز ہو سکتی ہے اور یہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکے کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت کی باوجود تفاوت جنایت کی حکمت کے مخالف ہے اور یہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ابی بردہ کے لوگون نے قطاع الطریقی کی تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہ حد لیکر کہ جس نے قتال کیا اور مال لیا اور جس نے قتال کیا اور مال نہین لیا وہ قتل کیا جائے اور جس نے مال لیا اور قتل نہین کیا اسکے ہاتھ پاؤن کاٹے جاوین جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہوکر آوے تو اسلام نے گناہ گذشتہ کو گرادیا اور عطیہ کی روایت مین ابن عباس سے یون ہے کہ جس نے راہ مین دھمکایا اور قتل نہین کیا اور مال نہین لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح والطحطاوی اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور لیث اور اسحق اور اصحاب احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنے کا بعد التعزیر لمباشرتہ منکر التخویف حتی یتوب لا بالقول بل بظہور سیما الصلحاء او یموت رہزن مذکور محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالفت شرع و دھمکانے کے سبب یہان تک کہ توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظہور سے یا مر جاوے قید مین اگر آثار توبہ ظاہر نہون ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ متون فقہ مین تعزیر مذکور نہین حالانکہ مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے بسبب ارتکاب منکر یعنی تخویف کے اور صاحب کفایہ نے تمرتاشی سے اسیطرح نقل کیا ہے چنانچہ اخی زادہ نے اسکو مذکور کیا ہے انتہی ان اخذ مالا معصوما بان یکون مسلم او ذمی کما مر واصاب کلا نصاب قطع یدہ و رجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت نفعہ وھذہ حالۃ ثانیۃ اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اسکے ہاتھ پاؤن صحیح سالم ہون تاکہ اسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہون اور یہ دوسری حالت ہے ہم مخالف سے یہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایان پاؤن کاٹنا چاہیے تا دفع حاجت ہو سکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اسکا بایان ہاتھ اور داہنا مقطوع یا شل ہو گا تو قطع نہو گا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب مین قطع نہین کذا فی المنح وان قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل وھذہ حالۃ ثالثۃ حدا لا قصاصا فلذا لا یعفو ولی ولا یشترط ان یکون القتل موجبا للقصاص بل وجوبہ جزاء لمحاربۃ اللہ تعالی بحکم الافتیات وبھذا الحل یستغنی عن تقدیر مضاف کما لا یخفی اور تیسری حالت یہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنا بر حد کے قتل کیا جاوے نہ بنا بر روے قصاص کے تو اسیواسطے ولی مقتول اسکو معاف نہین کر سکتا اور شرط نہین ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت لازم اور سبب قاطع الطریق کا قتل کرنا شرط نہین بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا اسکے قتل کیواسطے کافی ہے بسبب واجب ہونے قتل کے اللہ تعالی کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالی کی لڑائی سے اسکی نافرمانی مراد ہے اور اس تقریر سے تعدیہ

لہ یہ بات منفعہ
تنبیہ مین جو بڑی
صحی ہا بیگی ۱۲

حاجت نہ رہی آیت قرآنی میں جنا یحبہ مخفی نہیں ہے یہ قول یعنی (انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ) میں مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہیں یعنی یحاربون اولیاء اللہ یحاربون
عباد اللہ اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہیں شارح نے کہا بسبب محاربہ کو بمعنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم مسبب کا سبب پر تو تقدیر مضاف کی کچھ حاجت نہ رہی
والحالۃ الرابعۃ ان قتل واخذ المال خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل الثلثۃ او قتل او صلب او قتل فقط او صلب
فقط کذا فصلہ الزیلعی اور چوتھی حالت یہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہے چھ طرح پر اگر چاہے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے قطع
کرے پھر اسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینوں عمل میں لاوے یا قطع کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط سولی دے اسیطرح زیلعی نے
تفصیل کی شرح کنز میں ہم و مختصر یہ ہے کہ حالات تین ہیں قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار ہے کہ اول و ثانی میں یا اول و ثالث میں جمع کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث
پر یا ثانی اور ثالث میں جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ویصلب حیا فی الاصح وکیفیتہ فی الجوھرۃ اور سولی پر زندہ چڑھا دے قول اصح میں اور سولی پر چڑھانے کی کیفیت
جوہرہ میں کو ہم جوہرہ نیرہ میں کیفیت سولی پر چڑھانے کی یون لکھی ہے کہ ایک لکڑی زمین میں جو نوٹ سے بھر آئے اور ایک لکڑی عرض میں منھ اُسپر رہزن کے دونوں پاؤں رکھے دوسری لکڑی
تیسری لکڑی اور باندھے عرض میں اُسمیں دونوں ہاتھ اُسکے باندھے پھر برچھی سے اُسکی بائیں چھاتی میں نیچے اور برچھی سے اُسکا پیٹ خوب ہلاوے یہاں تک کہ مرجاوے کذا فی المنح
ویطعن برمحہ تشہیرا لہ ویخضخض بہ حتی یموت اور اُسکا پیٹ برچھی سے پھاڑے اُسکی تشہیر کیواسطے اور اُسکو برچھی سے ہلاوے تاکہ مرجاوے ویترک
ثلثۃ ایام من موتہ ثم یخلی بینہ وبین اھلہ لیدفنوہ لا اکثر منہا علی الظاہر وعن الثانی یترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اُسے سولی پر چھوڑا
جاوے پھر اُسمیں اور اُسکے قرابت والون میں تخلیہ کیا جاوے تا اُسکو وہ لوگ دفن کریں تین روز سے زیادہ سولی پر نہ رہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ بدبو سے لوگون کو تکلیف
ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہیں رہے یہاں تک کہ گل سڑ کر گر پڑے وبعد اقامۃ الحد علیہ لا یضمن ما فعل من اخذ مال وقتل وجرح زیلعی اور اسپر حد قائم کرنیکے
بعد ضمان نہیں آتے اُسکے فعل کا یعنی اخذ مال اور قتل اور زخم لگانیکا کذا فی الزیلعی ثم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال ماخوذ بعینہ باقی نہیں ہے اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا کذا فی الملتقی وتجری
الاحکام المذکورۃ علی الکل بمباشرۃ بعضھم الاخذ والقتل والاخافۃ اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریقون پر جاری ہونگے اُنمیں سے بعضے لوگون کے مال لینے اور
قتل کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگرچہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کریں اور باقی کھڑے رہیں یا مدد کریں لیکن سبھون پر تعزیر اور قطع اور قتل وصلب سب پر جاری ہوگا علی حسب الحالات
المفصلۃ وحجر وعصا لھم کسیف اور پتھر اور انکی لاٹھیاں مانند تلوار کے ہیں یعنی ہر چند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہیں لیکن یہاں بہ صورت
قتل ہوگا اسواسطے کہ یہ جزاء قطع الطریق ہے قصاص نہیں جو لاٹھی اور تلوار میں فرق کیا جاوے بلکہ یہ جزای محاربہ خدا اور رسول ہے بنا بر حد کے والحالۃ الخامسۃ ان الحکم لو جرح اخذ قطع
من خلاف وھدر جرحہ لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچوین حالت یہ ہے کہ اگر زخمی کرے اُسکے ساتھ مال بھی لے تو ہاتھ پاؤں جانب
مخالف سے قطع کیے جاوین اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب جمع ہونے قطع اور ضمان کے وان جرح فقط ای لم یقتل ثم یاخذ شیئا قال الزیلعی لو کان مع ھذا
الاخذ قتل فلا حد ایضا لان المقصود ھنا المال وھی من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہیں زیلعی نے کہا اور اگر اس کے
ساتھ یعنی کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہیں اسواسطے کہ مقصود یہاں بالکل لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا عیسی
بن ابان نے کہا کہ فقط قتل موجب حد ہے پھر یہاں کیون نہ ہوئی باوجود زیادتی جنایت کے یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکے طرف شارح نے اشارہ کیا
وہ یہ ہے کہ در صورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کیطرف غالب ہے تو وہی معتبر ہوا نہ غیر اُسکا بخلاف اس صورت کے جبکہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف ظاہر ہو گیا کہ اُنکا قصد
قتل تھا نہ مال لہذا یہاں حد واجب ہے فوائد ظہیریہ میں اس مسئلہ کو غرائب میں شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی جنایت موجب خفت ہو گی کذا فی الطحطاوی عن البحر او قتل عمدا او اخذ
المال فتاب قبل مسکہ ومن تمام توبتہ رد المال ولو لم یرد فقیل لا حد یا رہزن نے قتل کیا عمدا اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونے کے تو حد نہیں
اور اُسکی تمامی توبہ سے مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پھیر دیگا بعضوں نے کہا تو بھی اُسپر حد نہیں کذا فی المنح

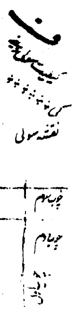

عن البحر او کان منہم غیر مکلف او اخرس او کان ذا رحم محرم من احد المارۃ او شریک مفاوض یا قطاع الطریق میں کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے والے کا
رہزنوں میں سے ذی رحم باعتبار محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہیں اسواسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مالی سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط
ہوگئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی المنح و قطع بعض القافلۃ علی البعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والوں نے بعض پر آپس میں تو حد نہیں بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحد کے ہوگیا او قطع
الطریق لیلا او نہارا فی مصر او بین مصرین یعنی یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہروں کے درمیان میں تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہیں بسبب عدم
شرط قطع طریق و عن الثانی ان قصد لیلا مطلقا او نہارا بسلاح فہو قاطع و علیہ الفتوی بحر و درر و اقرہ المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر اس نے
قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسی طرح یا دن کو ہتھیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اسپر جاری ہوگی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر و الدرر اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح میں مسلم
رکھا ہے فلا حد جواب للمسائل الست تو حد نہیں یہ جواب ہے مسائل مذکورہ کا اگرچہ مسائل مذکورہ میں حد ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا مواخذہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل
عمد میں قصاص ہے اور ماخذ مال میں رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہے کذا فی المنح وللولی القود فی العمد او الارش فی غیرہ او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ میں ولی مقتول
کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خون بہا لینا غیر عمد میں یا عمد او غیر عمد میں معاف کر دینا و العبد فی حکم قطع الطریق کغیرہ و کذا المراۃ فی ظاہر الروایۃ فتح لکنہا لا
تصلب مجتبی اور عبد قطع طریق کے حکم میں مانند آزاد کے ہے اور اسیطرح عورت ظاہر الروایت میں مانند مرد کے ہے کذا فی الفتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑہائی جاویگی کذا فی
المجتبی و فی السراجیۃ و الدرر و فیہم امراۃ فباشرت الاخذ و القتل قتل الرجال حدا ہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر میں ہے کہ قطاع الطریقوں کے گروہ
میں ایک عورت نے بھی مال لیا اور قتل کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوۃ قطعن وقتلن قتلن وضمن المال مثلا دس عورتوں نے
قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا تو سب قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی مگر یہ قتل بنا بر قصاص ہے نہ بنا بر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہ توجیہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر روایت
پر و یجوز ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا و یقتل من یقاتلہ علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید فتح اور جائز ہے کہ مقاتلہ کرے
انسان اپنے مال کی حفاظت کیواسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہونچے اور قتل کرے اسکو جو اس سے اسکے مال پر مقاتلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے
اپنے مال کے سوا یعنی اپنے مال بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر مسلم و نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو
اس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھیننے کو آوے حضرت نے فرمایا کہ اسکو تذکیر اللہ تعالی کے نام سے یعنی یوں کہ کہ خدا کے عذاب سے ڈر میرا مال ناحق مت چھین اس نے کہا کہ
اگر وہ پند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں سے استعانت کر اس نے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان یعنی حاکم سے استعانت کر اس نے کہا اگر حاکم دور ہو مجھسے
فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقاتلہ کر اپنے مال بچانے کے واسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہوجاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق میں ہے کہ سارق جب کسی کے گھر میں گھسے اور اسباب
کو نکالے تو اسکو قتل کرنا جائز ہے جب تک سارق کے پاس متاع اسکی ہے بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینکدے تو صاحب مال کو اس سے مقاتلہ جائز نہیں اسواسطے کہ حدیث مذکور
اسکو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقوں نے لوگوں کا مال لیا اور لیچلے اور مالکان مال نے اور لوگوں سے مدد چاہی سو انہوں نے سارقوں کا پیچھا کیا تو اگر مال کے مالک ساتھ ہوں یا ساتھ
نہوں لیکن مددگار لوگ انکے مال کو پہچانتے ہوں اور چوروں سے چھین سکتے ہوں تو ان مددگاروں کو مقاتلہ کرنا مال چھیننے کیواسطے درست ہے اور اگر مالک ساتھ نہوں اور مددگار انکے مال کو
پہچانتے ہوں ور چھین سکتے ہوں تو انکو مقاتلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح و من تکرر الخنق بکسر النون منہ فی المصر ای خنق مرارا ذکرہ مسکین قتل بہ سیاسۃ لسعیہ
بالفساد و کل من کان کذلک یدفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور پھانسی دینا شہر میں مکرر ہوا یعنی بارہا یہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم سے قتل کر ڈالا جاوے
بطریق سیاست کے بسبب سعی کے فساد اٹھانے کے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اسکا شر قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے و الا بان خنق مرۃ فلا لانہ کالقتل بالمثقل و فیہ القود
عند غیر ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی ایکہی بار اس نے پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اسکا قتل جائز نہیں اسواسطے کہ پھانسی سے مارنا بھاری چیز سے
قتل کرنے کے برابر ہے اور اسمیں قصاص ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے سوا اور علما کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک اسمیں دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الجہاد

یہ کتاب ہی جہاد کے احکام میں اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہین سیر بکسر اول و فتح ثانی جمع ہی سیرت کی بکسر اول و سکون ثانی سیرت سیر بالفتح سے ہی سیر اور سفر دو قسم ہی ظاہری اور معنوی تو باعتبار قسم ثانی کے سیرت بمعنی طریقہ کے مستعمل ہی خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہین کہ فلان محمود السیرت اور فلان مذموم السیرت ہی اور اہل شرع کی زبان میں جنگ کفار اور اسکے متعلقات میں سیرت مستعمل ہی جیسے مناسک حج میں ہو اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہی اور مغازی جمع ہی مغزا کی اور مغزا اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہی کذا فی الفتح والمنح اور فتاوای عالمگیری میں ہی کہ ایجاب جہاد کی دو شرطین ہین ایک یہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہین اور اہل اسلام نے اُنکو امان دی ہو اور اُنسے عہد صلح کا نکیا ہو اور شرط ثانی یہ ہی کہ قتال کرنے سے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو اپنے اجتہاد اور تخمین کے موافق یا جسکی رای اور اجتہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہو تو لڑنا حلال نہین اسواسطے کہ دیدہ اور دانستہ اپنی جان کو ہلاکی میں ڈالنا ہی اور حاکم جہاد کا ساقط ہونا واجب کا ہی اپنے ذمہ سے دنیا میں اور حصول ثواب اور سعادت ہی آخرت میں مانند عبادات کے ذکرہ بعد الحدود لاتحاد المقصد و وجہ الترقی غیر خفی مصنف نے کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہین ہم حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہی یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسی واسطے حدود اور جہاد دونون حسن لغیرہ ہین اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہی کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہی اور جہاد میں کفار سے تو معاملہ اہل اسلام کا اولیٰ بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہی کہ حدود میں ازالہ فسق ہی اور جہاد میں ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہی یا یہ وجہ ہی کہ قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہی وھو لغۃ مصدر جاھد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہی جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ شامل ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو وشرعا الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ شمنی اور اصطلاح شرع میں جہاد عبارت ہی سچے دین کیطرف بلانے سے اور جو اسکو نمانے اُسکے قتال کرنے سے کذا فی الشمنی ھم قہستانی نے کہا کہ شریعت میں جہاد عبارت ہی قتل کفار سے اور اُنکے ضرب اور مال غارت کرنے اور اُنکے معابد اور اصنام کے توڑنے سے وغیر ذلک مراد اجتہاد اور کوشش ہی دین کی تقویت میں بلکہ حرب اہل ارتداد اور اہل بغاوت سے انتہی تو یہ جو شمنی نے تعریف جہاد میں فقط قتال پر اقتصار کیا تو اسواسطے کہ جہاد کا جز اعظم قتال ہی اور مراد یہ ہی کہ قتال اور امداد وغیرہ سب جہاد میں داخل ہی تو تعریف ابن کمال کی جسکو شارح آگے ذکر کرینگے تفصیل ہو اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وعرفہ ابن الکمال بانہ بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ بمال او رای او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہی کہ جہاد عبارت ہی بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ میں بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی مدد کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماعہ بڑھا کر یا سواے اسکے اور طرح کی مددگاری انتہی کلامہ یعنی جیسے زخمیون کی تیمارداری اور غازیون کو کھانا پکا دینا اُنکے واسطے پانی لانا اُنکی اہل و عیال کی خدمت گذاری کرنا سب جہاد میں داخل ہی چنانچہ اسکی تصریح احادیث میں نبوی ہی ومن توابعہ الرباط وھو الاقامۃ فی مکان لیس وراءہ اسلام ھو المختار اور جہاد کے توابع اور متعلقات سے رباط ہی اور وہ عبارت ہی ایسے مکان کی اقامت سے جسکے لگے اسلام نہو یہی قول مختار ہی یعنی سرحد دار الاسلام میں مجاہدین کا اسواسطے ٹھہرنا کہ کفار دار الاسلام میں نہ آسکیں اور اہل اسلام کو ضرر نہ پہنچاوین اسکو رباط کہتے ہین اسواسطے کہ اگر سرحد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھرون میں مرابط ٹھہرین حالانکہ ایسا نہین اور بعضون نے کہا کہ جس موضع میں ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہو گیا اور جہان دو بار غارتگری ہوئی وہ ایک سو بیس برس تک رباط ہوا اور جہان تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہی کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ ودرھمہ بسبعمائۃ وان مات فیہ اجری علیہ عملہ ورزقہ وامن الفتان وبعث شہیدا آمنا من الفزع الاکبر تمام فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہی کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھہرنے والے کی نماز پانسو نماز کے برابر ہی اور ایک درہم اسکا سات سو درہم کے صرف کرنے سے افضل ہی اور صحیح مسلم میں سلمان فارسی سے روایت ہی کہ جو رباط میں گیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہیگا اور روزی اُسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر و نکیر وغیرہما سے محفوظ رہیگا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہی کہ جو مرابط مریگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی دہشت اور ہول سے قیامت میں محفوظ رہیگا اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہی چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کر دیا ف حدیث شریف میں وارد ہی کہ جب ابن آدم مرتا ہی تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہی لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہی کہ تیرہ عملون کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہی ۱ نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم میں داخل ہی ۲ دعای اولاد ۳ کھجور وغیرہ کے درخت کا لگانا ۴ صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید

لہ یعنی نباتات
خود مشتعل ہین
سرحد
زد و کوب [illegible]
[illegible]
ہے سالکر و قال
کرینگے یعنی جہاد
[illegible]

کو وارثون کے واسطے چھوڑ جانا ۶ سرحد اسلام کی چوکیداری ۷ لکڑانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافرخانہ بنانا ۱۰ صرف کرنا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ دینی کے ۱۱ تعلیم قرآن مجید ۱۲ اشاعت
۱۳ طریقہ نیک نکالنا جو لوگون مین رائج ہو کذا فی الطحطاوی ہم فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہی اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ڈالنا ہی
یعنی جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی اور تقرب کے واسطے ہو اور اس سے زیادہ تر شاق نفس کو گھیر رکھتا ہی طاعات بدنیہ سے اور کاہلی مین ملی لذات اور نفسانی خواہشون سے
صاف کنارہ کرنا او لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر یعنی پھرے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف چنانچہ صحیح بخاری
کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہی کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال سے کون عمل افضل ہی فرمایا نماز کو اسکے وقت پر پڑھنا مین نے کہا پھر کون افضل ہی فرمایا کہ مان باپ کے ساتھ نیکی کرنا مین نے کہا
پھر کون افضل ہی فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث مین نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابو ہریرہ کی متفق علیہ حدیث مین جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہی ابو ہریرہ سے روایت
ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہی فرمایا اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اسکے بعد کون افضل ہی فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر
کون افضل ہی فرمایا حج مقبول اقول اس حدیث مین صلوٰۃ اور زکوٰۃ ایمان کی لفظ مین داخل ہین بطریق عموم مجاز کے تو دونون حدیثون مین کچھ معارضہ باقی نرہا اسواسطے کہ اسمین کچھ تردد کا مقام نہین
کہ صلوٰۃ خمسہ پر مواظبت کرنا اُنکے اوقات مستحبہ مین افضل ہی جہاد سے اسواسطے کہ نماز فرض عین ہی اور بار بار واجب ہوتی ہی بخلاف جہاد کے اور اسواسطے کہ جہاد فرض نہین ہی مگر شروع ایمان اور
اقامت صلوٰۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن بغیرہ ہوا بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہما ہین چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح مین صاف مصرح ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا قسم اسکی جسکے قابو مین میری جان ہی کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب مین بعد علاوہ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہین بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد مین
بکثرت ہین از انجملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف مین فی سبیل اللہ افضل ہی خدا تعالی کے
نزدیک ستر برس کی عبادت سے ابو داؤد مین انس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہی جسوقت سے مجکو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا یہانتک کہ میری پچھلی امت
دجال سے لڑیگی باسکو باطل کریگا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہی و اجماع اسپر قائم ہی کہ جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہین کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی مین ابو ہریرہ سے روایت
ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ تعالی کی راہ مین بقدر فواق ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اسکے واسطے جنت واجب ہو گئی اور سواے ابو داؤد کے صحاح ستہ مین ابو ہریرہ سے
مروی ہی کہ لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہی فرمایا کہ تم اسکو نہ کر سکو گے صحابہ نے دو تین بار یہی سوال کیا تب حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کے
مثل ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہی جسکے صیام اور صلوٰۃ مین فتور نہین واقع ہوتا یہانتک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور
قرآن مین بسر کرے اور ایک لمحہ آرام نہ کرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب پہنچ سکتا ہی سو ایسا مرد آدمی سے متصور نہین اور ترمذی مین ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو
آنکھون کو آگ نہ لگیگی یعنی آتش جہنم نہ جلاویگی ایک تو وہ آنکھ جو اللہ تعالی کے خوف سے روئی اور وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ مین جاگی اور مسلم اور نسائی مین ابو مسعود بدری سے مروی ہی کہ ایک مرد
ایک ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کے واسطے ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیان مخطومہ یعنی نکیل والیان ملینگی اور صحیحین وغیرہما مین زید بن خالد سے
روایت ہی کہ جس نے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا البتہ اُس نے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل و عیال کی پیچھے خبر گیری کرتا رہا وہ بھی غازی ہی اور ابو داؤد مین ابو ہریرہ سے روایت
ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہی تم پر ہر سردار کے ساتھ نیکوکار یا بدکار کے ساتھ اور نماز واجب ہی تم پر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کیا ہو کبیرہ گناہ کو اور صحیح مسلم
وغیرہ مین ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اُسنے جہاد نہ کیا اور جہاد کرنیکا اپنے دل مین بھی خیال نہ کیا وہ شعبہ نفاق پر مرگیا اور صحیحین وغیرہما مین
ابو موسی سے روایت ہی کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہی اظہار شجاعت کے واسطے یا لڑتا ہی حمیت کے واسطے یا اپنی نمود کے واسطے لڑتا ہی انمین کون فی سبیل اللہ ہی فرمایا جو قتال اسواسطے
کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہی اور ابو داؤد مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا
ہی اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہی یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند ہی تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہین پھر سائل نے تین بار اسی سوال کا اعادہ کیا حضرت
ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اسکو کچھ ثواب نہین کذا فی تیسیر الوصول ہو فرض کفایۃ کل ما فرض لغیرہ فہو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض ولا فرض عین لعلہ قدم الکفایۃ

[illegible] ۱۲

لکن یہ جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعضوں کے جہاد کرنے سے نکرنے والوں سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کے واسطے مفروض ہوئی وہ فرض کفایہ ہے جبکہ بعض کے کرنے سے مقصود حاصل ہو جائے اور اگر ایسا نہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا ہر چند مفروض لغیرہ ہو لیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہوتا ہو تو وہ فرض عین ہے اور شاید کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب اسکی کثرت کے مع علم دوام کا مفید ہے ایک تو جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت جہاد کی تو اوامر قطعیہ ہیں وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً وَقَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَكُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب سے اور فرمایا کہ قتال کرو انسے جو ایمان نہیں لاتے اللہ کا اور پچھلے دن کا یعنی قیامت کا اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تم پر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہاں تک کہ فتنہ یعنی کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہو جاوے اگر کوئی کہے ان آیات کا عموم منسوخ اور مجموع انکا مخصوص ہے اور عام مخصوص ظنی الدلالۃ ہو جاتا ہے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ خروج صبی اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو ایسی تخصیص سے عام ظنی نہیں ہوتا اور عورت اور مریض وغیرہ سے مخاطب جہاد نہیں ہوا واسطے کہ خطاب جہاد انہیں لوگوں سے ہے جو لیاقت جہاد کی رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ فرض بعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ فساد ہے بلکہ لغیرہ فرض ہے یعنی دین الہی کے غالب کرنے کے واسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیئے فرض ہوا ہے تو جب یہ مدعا بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہوگا تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاویگا جیسا کہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہے تو اسکے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ موجب عدول یہ آیت قرآنی ہے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ الی قولہ وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى یعنی حق تعالی نے فرمایا بیٹھنے والے مومنین سوائے اہل ضرر کے اور مجاہدین برابر نہیں ہیں آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالی نے نیکی کا وعدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہیں لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہ تھا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نہ کیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا تو سب پر واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کرنیکا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اسواسطے کہ مدار وجوب کا یہاں ظن ہے کیونکہ غیر کے فعل اور عدم کا علم ظنی ہے (وفرض علینا ابتداء وان لم یبدؤنا) به واما قوله تعالى فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ (وتحريمه) في الاشهر الحرم (منسوخ بالعمومات) كاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم جہاد فرض ہے ہمپر پہلے اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتدا نکی ہو اور وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کافر تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب و ذیقعدہ و ذی الحجہ اور محرم میں سو منسوخ ہے عمومات آیات سے جیسا کہ یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جس وقت اور جہاں انکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی (ان قام به البعض ولو عبيدا او نساء سقط عن الكل) جہاد فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعضے لوگ اسکو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ہی ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے ہم بعض کے جہاد سے اسوقت کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار میں کافی نہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہوتی ہو بدون تمام مسلمین کے تو اسوقت میں جہاد فرض عین ہو جائیگا مانند صوم اور صلوٰۃ کے کذا فی المنح (والا يقم به احد) في زمن ما (اثم بتركه) اى اثم الكل من المكلفين اور اگر جہاد کو کسی نے قائم کیا کسی وقت میں تو اسکے ترک کرنے سے سب گنہگار ہونگے یعنی سب عاقل بالغ مسلمان گنہگار ہونگے ہم یعنی ہر زمانے میں اگر بعض مسلمین جہاد نہ کریں تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی زمانے میں بعضے جہاد کرینگے تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہے واياك ان تتوهم ان فرضيته تسقط عن اهل الهند بقيام اهل الروم مثلا بل يفرض على الاقرب فالاقرب من العدو الى ان تقع الكفاية فلو لم تقع الا بكل الناس فرض عينا كصلوة وصوم ومثله الجنازة والتجهيز وتمامه في الدرر اور کہیں ایسا نہ غلط سمجھیو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہے اہل روم کے جہاد کرنے سے مثلاً بلکہ جہاد فرض ہے اسپر جو زیادہ تر قریب ہے دشمن یعنی کفار سے پھر انکے بعد اسپر جو انسے اقرب ہے یہاں تک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد کی حاجت نہ رہے کفار منہزم ہو جاویں سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیوں کے تو اسوقت میں سب پہ جہاد فرض عین ہو جائیگا مانند صلوٰۃ اور صوم کے اور جہاد کے مانند ہے نماز جنازہ اور تجہیز میت اور پورا بیان اسکا درر میں ہے یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مر گیا تو اسکے پڑوسیوں و اہل محلہ پر اسکی تجہیز اور تکفین اور نماز جنازہ فرض ہے نہ محلات بعیدہ پر اور اگر اس محلے کے قریب دوسرے محلے والوں نے جانا کہ اہل محلہ میت اسکے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز و تکفین سے تو دوسرے محلے والوں پر فرض ہوگا ادا

بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر بھی یہ فرض ہوگی وعلی ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی کالتفرض علی صبی و بالغ لہ ابوان او احدہما
لان طاعتہما فرض عین قال صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک سراج جہاد فرض نہیں صغیر پر اور اس بالغ پر جسکے
ماں باپ یا ایک ان دونوں میں سے زندہ ہو اسواسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہی تو فرض کفایہ کیواسطے فرض عین ترک نہو گا اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے
جبکہ اُسنے جہاد کا ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہی کذا فی السراج هم جہاد میں جانا بدون ناخوشی والدین حرام ہی اسواسطے کہ انکی
اطاعت اُسپر فرض عین ہی اور جہاد فرض نہیں صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ایک مرد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین
زندہ ہیں فرمایا انھیں میں جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی اسمیں بر والدین جہاد پر مقدم ہی اور ابو داؤد میں ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کیطرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن میں کوئی تیرا ہی اسنے کہا میرے والدین ہیں فرمایا تجھکو اذن دیا ہی بولا نہیں فرمایا تو پلٹ جا اور اُنسے اجازت لے اگر وہ
اجازت دیں تو جہاد کر ورنہ اجازت نہ دیں تو انکے ساتھ نیکی اور خدمت گذاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق میں ہی کہ اصول کے سوا اور اہل و عیال اگر مرد کے جہاد کرنے کو مکروہ جانیں تو اگر انکے ضائع ہونے کا
خوف ہو تو بدون انکی اجازت کے خروج نکرے و فیہ یحل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور ایسا ہی ترکہ جس سفر میں ہلاکی کا خوف ہو جیسا کہ جہاد
اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اسمیں جانا حلال نہیں مگر باذن والدین کے اور جس سفر میں خطرہ نہیں وہ بدون اذن کے حلال ہی اور سفر بلا خطر میں طلب علم کا سفر داخل ہی اور اسیطرح سفر
تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر وعبد ومرأۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرہا الزوج بہ فتح و علی غیر المزوجۃ قلت تعلیلہ للثانی یضعف بنیتہا یفید
خلافہ قال فی البحر اما بلا ملک ما لعبد فیما یرجع الی النکاح و توابعہ اور جہاد فرض نہیں غلام پر اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولی و زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی وجوب ہونا
جہاد کا عورت پر اگر عورت کا زوج اسکو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر واجب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہی کذا فی النہر شارح کہتا ہی اور تعلیل ثانی کی بوجہ ضعیف ہی عورت اُسکے مخالف
کی مفید ہی یعنی عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے بحر الرائق میں کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات میں ہی یعنی امر جہاد متعلقات نکاح سے نہیں کہ
تو عورت پر امتثال اُسکا لازم نہیں تو وجوب جہاد بھی نہیں اسمیں تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کے مستفاد کرنا بیموقع ہی اسواسطے کہ عدم وجوب قہستانی میں خطیبی سے منقول ہی خلاصہ اسکا یوں ہی کہ جہاد غیر
عورت پر واجب نہیں خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سر سے قدم تک جب ستر ہی اور جہاد میں گاہے کشف عورت ہو جاتا ہی چنانچہ محیط میں ہی تو زوجہ کی خصوصیت نہ رہی جیسا بعضوں نے
گمان کیا ہی کذا فی الطحطاوی واعمی ومقعد واعرج فتح اور جہاد فرض نہیں اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح هم فتح القدیر میں مقعد یعنی لوج دیوانہ سے منقول ہی اور حموی نے معراج سے نقل کیا کہ مقعد
وہ ہی جسکو بیماری نے چلنے پھرنے سے روکا ہو واقطع لعجزہم اور جہاد واجب نہیں دست بریدہ پر بسبب عاجز ہونے اندھے اور لنگڑے اور دست بریدہ کے معذور ہونا اعمی و اعرج اور مریض کا
ضعفا کا قران مجید میں صرح ہی اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہی قہستانی نے کہا اسمیں اشعار ہی اسکا کہ تنخواہ دار نہ ہو جہاد سے کسی سبب سے اسپر فرض نہیں چنانچہ اغنیاء میں اسکے طرف اشارہ کیا ہی
ومدیون بغیر اذن غریمہ بحر وکفیلہ ایضا ولو بامرہ تجنیس شئ لو بالہ تسیخ ولذا قالوا ان الموجل لہ الخروج ان علم رجوعہ قبل حلولہ ذخیرۃ اور فرض نہیں قرضدار پر بلا اذن
قرضخواہ کے بلکہ اسکے ضامن کے بلا اذن بھی اگرچہ قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مالک ہو بلکہ جائز ضامن ہو تو بھی بلا اذن اُسکے جہاد کرنا فرض نہیں اور یہ
یعنی اذن قرضخواہ یا ضامن کا فی الحال کے قرض ادا کرنے میں شرط ہی اور مدت والے قرض میں تو اُسکو جہاد کیواسطے جانا جائز ہی اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت ہو چکنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ هم
صحیح مسلم میں عمرو بن عاص سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے دین کے وعالم لیس فی البلد افقہ منہ فلیس لہ الخروج خوف
ضیاعہم سراجیہ وتمامہ فی البزازیۃ السفر ولکن یخفی ان المقید بقید غیرہ بالاولی اور اس عالم پر فرض نہیں جس سے زیادہ فقیہ شہر میں نہیں تو اسکو جہاد کرنا جائز نہیں لوگوں کے
ضائع ہونے کے خوف سے کذا فی السراجیہ یعنی جب مسائل شرعیہ کا شہر میں بطور تحقیق کے جاننے والا نہ رہا تو وہاں کے اہل اسلام ضائع ہونے بسبب بے دانی اور جہالت کے اور بزازیہ میں ہر سفر کو عام کیا
ہی یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر کرنا جائز نہیں اور پوشیدہ نہیں ہی کہ مقید غیر مقید کا بطریق اولی مقید ہی هم مقید سے مراد سفر فقیہ ہو جہاد کیواسطے وجہ افادہ کی یہ ہی کہ جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ
ہونے کے ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض نہیں ہی بطریق اولی ممنوع ہو گا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہیں کہ غیر فرض ہو بلکہ گاہے غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہی جیسا کہ حج مفروض کا سفر

مخصوص ہے فان هجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ویاثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہے بشرطیکہ دشمن کا ہجوم کیا گیا ہو کریں تو سب اہل اسلام نکلین گے سوا اہل حقوق کی اجازت نہو اور زوجہ اور مانند اسکے جیسے باپ ہے رونی اور قرضخواہ گنہگار رہوگا اس حالت میں جہاد کے منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ ہم دشمن عام ہوگا خواہ باغی شاہ جنہ شرح ملتقی میں ہے کہ اگر دار الاسلام کے کسی شہر پر کفار ہجوم کریں تو اگر وہاں کے کچھ وقت کے قریب لوگ دفع پر قادر رہوں تو انکے حق میں جہاد فرض عین ہے اور انکے سوا اور دور والوں پر فرض کفایہ ہے لیکن جب نزدیک والے عاجز ہوں یا کاہلی کریں تو جو دور والے ہیں وہی فرض ہو جاتا ہے اسیطرح شدہ شدہ بدرجہ تمام اہل مشرق اور مغرب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن میں بیٹھا رہیگا وہ گنہگار ہوگا اور یہ گناہ نہیں دانستگی میں اسواسطے کہ انسان مکلف نہیں تاوقتیکہ مسئلہ کا اسکو علم نہو اسیواسطے فتح القدیر میں کہا ہے کہ جہاد کے فرض عین ہونے کی شرط سے دوام جنگ ہے یہانتک کہ دور کے لوگون کو خبر پہونچی نہیں تو تکلیف مالا یطاق ہے اور جبرا مسلم اسیر کا سب اہل مشرق اور مغرب پر واجب ہے جسکو خبر ہو اور بزازیہ میں ہے کہ مسلمان عورت قید ہوگئی مشرق میں تو اہل مغرب پر اسکی تخلیص واجب ہے جبتک کفار دار الحرب میں داخل ہوگئے نہوں اسواسطے کہ دار الاسلام مکان احد کے حکم میں ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد لفرضیتہ من قید آخر وهو الاستطاعۃ فلا یخرج المریض المدنف اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج لتکثیر السواد ارهابا فتح اور ضروری ہے جہاد کے فرض ہونے کیواسطے دوسری قید یعنی استطاعت یعنی قدرت تو خروج نہ کرے دائمی بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اسکو بھی نکلنا چاہیے جہاد پر بڑھانے کیواسطے تاکثرت مسلمین سے کفار کو دہشت و خوف ہو کذا فی الفتح وفی السراج وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمہ القتال اور سراج میں ہے کہ ہتیار پر قادر رہنا وجوب جہاد کیواسطے مشروط ہے نہ امن راہ کا پھر اگر مسلم نے جانا کہ جب لڑیگا تو مارا جاویگا اور اگر نہ لڑیگا تو قید ہو جاویگا تو اسپر قتال لازم نہیں ویقبل خبر مستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منہما فاسقا لان خبرہ یشتہر فی الحال ذخیرہ اور مقبول ہے خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ ہر ایک ان دونون میں سے فاسق ہو اسواسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہے تو مزید تحقیق کی حاجت نہیں کذا فی الذخیرہ مستنفر وہ ہے جو نفیر عام منادی کرے نفیر بمعنی خروج ہے یعنی جو بسبب ہجوم کفار کے سب مسلمین کے نکلنے اور جہاد کرنے کو کہے وکرہ الجعل ای اخذ المال من الناس لاجل الغزاۃ ان ثمہ فیئ ای مع وجود نحو فیئ بیت المال درر وشرح الوقایۃ ومفادہ ان الفیئ هنا یعم الغنیمۃ فلیحفظ اور مکروہ ہے جعل یعنی لوگون سے مال کا لینا غازیون کیواسطے باوجود ہونے فیئ کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال میں کذا فی الدرر وشرح الوقایہ اور اس سے مستفاد ہوا کہ فیئ یہان غنیمت کو شامل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مصنف اس مال کو کہتے ہین جو کافرون سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہے جو قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ کہ جبتک بیت المال میں کوئی مال موجود ہو تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کیواسطے مکروہ ہے اسواسطے کہ اسکی کچھ ضرورت نہیں اور بیت المال ایسے ہی مصارف کیواسطے ہے سلطان کے عیش و آرام کیواسطے نہیں جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہین والا لا لانہ تحمل الضرر الادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہیں ہے یہ دفع کرنے اعلی ضرر کے کمتر ضرر سے ہے اعلی ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہے اور کمتر ضرر سے مراد مال لینا ہے یعنی بقدر انکے سد ہو کے تا محتاج غازیون کا سامان جہاد ہو فان حاصرناھم دعوناھم الی الاسلام فان اسلموا فیہا والا فالی الجزیۃ لو محلا لہا کما سیجئ فان قبلوا ذلک فلہم ما لنا من الانتصاف وعلیہم ما علینا من الانتصاف فرج العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بہا عندنا ویؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیۃ لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا پھر اگر ہم اہل اسلام کافرون کو گھیرین تو اول ہم انکو اسلام کیطرف بلاوینگے اگر وہ اسلام قبول کرین تو بہتر ہے اور اگر اسلام نہ قبول کرین تو جزیہ کیطرف بلاوین یعنی جزیہ دینے کی ان سے درخواست کیجائے اگر وہ محل جزیہ ہون چنانچہ بیان ہوگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجمی بت پرست ہون نہ عرب کے مشرک اور مرتد سو اگر وہ جزیہ دینا قبول کریں تو وہ صورت مظلومی انکے واسطے انصاف ہوگا جو انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہے اور درصورت انکے ظلم کرنے کے ان سے انتقام لیا جاویگا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہے تو اس بیان سے عبادات نکل گئین اسواسطے کہ کفار مخاطب بعبادات نہیں ہمارے نزدیک اور مؤید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ انہوں نے تو جزیہ اسواسطے دیا ہے کہ انکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاوین اور انکے مال ہمارے مثل ہو جاوین یہ قول منقول امام شافعی کی مسند میں بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہے کذا فی الفتح شرح طحطاوی میں ہے کہ جب کفار اسلام قبول کریں تو انکے اموال سے تعرض نہوگا اور انکی ارضی سے خراج نہ لیا جاویگا بلکہ دسوان حصہ مانند اور اہل اسلام کے اور انکو حکم ہوگا کہ دار الاسلام میں آکر اقامت کرین اسواسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولا یحل لنا ان نقاتل من لم تبلغہ الدعوۃ الی الاسلام وهو وان اشتہر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من لا شعور لہ بہذا

یقبلو بلغہ لا الاسلام لا الجزیۃ ففی التتارخانیۃ لا ینبغی قتالہم حتی یدعوہم الی الجزیۃ نہر خلافا لما نقلہ المصنف و حلال نہین ہمکو لڑنا اُن کافرون سے جنکو اسلام کی دعوت نہین پہنچی اور وہ یعنی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ مین مشہور ہوگئی ہی مشرق و مغرب مین لیکن اسمین شک نہین کہ بلاد خدا مین ایسے کافر بھی ہین جنکو مطلق اسکا شعور نہین یعنی دعوت اسلام سے خبر نہین باقی رہی یہ بات کہ اگر اسلام کی خبر اسکو پہونچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ مین ہی کہ اُنسے لڑنا سزاوار نہین یہان تک کہ امام اُنسے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر بخلاف نقل کے جو مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ دعوت اسلام اسواسطے واجب ہی تاکہ کفار معلوم کرین کہ ہم دین کیواسطے لڑتے ہین نہ مال و غیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کرین اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہی لیکن ضمان نہین بسبب عدم عاصم کے یعنی دین یا احراز بالدار اور دعوت عام ہی حقیقی ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب مین مشہور ہونا کہ اہل اسلام کسواسطے لڑتے ہین تو یہ شہرت قائم مقام دعوت ہی چنانچہ سیر کبیر اور ینابیع مین مصرح ہی انتہی تو مرجع خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط اشتہار ہی اور صاحب نہر اسمین تابع ہی صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام نقل کرنا چاہیے فتح القدیر مین پہلے سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ اسمین شک نہین کہ اللہ تعالی کے بلاد مین وہ لوگ بھی ہین جنکو اسکی خبر اور شعور نہین تو دعوت اسلام کرنا وہان واجب ہوگا جہان گمان ہو سکتا ہو کہ اُنکو اسلام کی خبر نہین پہونچی اور جہان خبر پہونچی تو وہان دعوت کرنا مستحب ہی وندعو ندبا من بلغتہ الا اذا تضمن ذلک ضررا ولو بغلبۃ الظن کان یستعدوا او یتحصنوا فلا یفعل فتح اور ہم دعوت الی الاسلام کرین بطریق استحباب کے اُنکو جنکو اسلام کی خبر ہوگئی ہو مگر جسوقت کہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو گو بظن غالب ہو اسطرح کہ وہ سامان درست کرکے مستعد ہو جاوین یا قلعہ کے اندر ہو جاوین تو ایسی جگہ دعوت کرنا مستحب نہین کذا فی الفتح ہم دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہی جو صحیحین مین بایں مضمون ہی عبد اللہ بن عون نے کہا کہ مین نے نافع کو لکھا اور ماقبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ اول اسلام مین تھا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تھے اور اُنکے جانور پانی پی رہے تھے تو اُنکے لڑنے والون کو قتل کیا اور اُنکی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت نے اُسی دن جویریہ کو پایا مجھ سے یہ حدیث عبد اللہ بن عمر نے کہی وہ اُس لشکر مین موجود تھے والا یقبلوا الجزیۃ نستعین باللہ ونحاربہم بنصب المجانیق وحرقہم وغرقہم وقطع اشجارہم ولو مثمرۃ وافساد زروعہم لا اذا غلب علی الظن ظفرنا فیکرہ فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نہ کرین تو ہم اہل اسلام مدد مانگین اللہ تعالی سے اور اُنسے لڑنے لگین منجنیق کو قائم کرکے اور اُنکو پانی مین ڈبو کر اور اُنکو آگ مین جلا کر اور اُنکے درختون کو کاٹکر اگرچہ پھلدار درخت ہون اور اُنکے کھیتون کو اوجاڑ کر مگر جبکہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونے کا تو درختون اور کھیتون کا خراب کرنا مکروہ ہی اسواسطے کہ وہ مسلمانون کے کام مین آوینگے کذا فی الفتح ہم مجانیق جمع ہی منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہی جس سے بڑے بڑے پتھر پھینک مارتے ہین اور یہ ترتیب مذکور کی احادیث صحیحہ مین مصرح ہی کہ افسران عساکر اسلام کو حکم ملجاتا تھا مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی مین بریدہ سے مروی ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسیکو لشکر یا چھاپہ کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اُسکی ذات کو اللہ تعالی سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتے اور ساتھی مسلمانون کیواسطے بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے تھے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا اور غنیمت کا مال نہ چراؤ اور قول کرکے خلاف نہ کیجیو اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو قتل نہ کیجیو اور نہ بڈھے کو پھر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو اُنکو تین خصلتون کیطرف بلا سو اگر وہ مان جاوین پس اُن تو قبول کر اُنسے اور رک اُنکے لڑنے سے اُنکو اسلام کیطرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اُنسے اور باز رہ اُنسے پھر اُنسے نقل مکان کی درخواست کر اپنے ملک سے نکلکر مہاجرین کی ملک مین آوین اور اُنسے خبر کر دے کہ اگر وہ یہ ہجرت کرینگے تو اُنکے واسطے وہ ہی جو مہاجرین کیواسطے ہی اور اُنپر وہ ہی جو مہاجرین پر ہی سو اگر وہ نقل مکان کرنا قبول نہ کرین تو اُنکو خبر کر دے کہ وہ مثل اعراب المسلمین کیطرح ہونگے اُنپر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہی اور غنیمت اور فئے سے اُنکو حصہ نہ ملیگا تاوقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہوکر جہاد نہ کرینگے اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کرین تو اُنسے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اُنسے اور باز رہ اُنسے اور اگر جزیہ دینا بھی نہ قبول کرین تو اللہ تعالی سے مدد مانگ اور پھر اُنسے لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی تیسیر الوصول ہم بنبل ونحوہ وان تترسوا ببعضنا ولو تترسوا بنبی سئل ذلک النبی ونقصدہم ای الکفار اور اہل اسلام لڑین تیر وغیرہ پھینک مار کر اگرچہ کفار بعض مسلمانون کو سپر بناوین یعنی اپنے آگے کھڑا کرین تو اس تدبیر سے بچ جاوین تو بھی ہم اُنکو مارینگے اور اس قتال مین ہم کفار ہی کے مارنے کا قصد کرینگے نہ مسلمان کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر کرین تو اس نبی سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہی ہم لڑین یا نہ لڑین ہم رمی لغت عرب مین دور سے پھینک مارنے کو کہتے ہین خواہ دور کا ہتھیار

[illegible]

کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ ہو یا ان رمیا اصیب منہم او من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الغزو من لا تقرن بالغرامات اور جو مسلمان انکی طرف کے تیر یا گولے سے قتل ہو جاویں تو انمین نہ دیت ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض تاوان سے مقرون نہین ہوتے ہم تراندازی مین آواز بلند کرنا مستحب نہین اور مکروہ بھی نہین اگر انمین کچھ مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور مجاہدین کو دار الحرب مین ناخن بڑھانا مستحب ہے اسواسطے کہ اگر تلوار وغیرہ ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو کھروچ کر شاید بچ جاوے جیسے مونچھون کو بڑھانا غازی کو سنت ہے رعب اور دہشت کیواسطے کذا فی البحر خانیہ مین ہے کہ مسلمانون کو لائق نہین کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہے کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہین ہونگے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ یہ عدم فرار اسوقت ہے جبکہ سب کی متفق الکلمہ ہو اور اگر اختلاف ہو تو وحدت کا اعتبار ہے ولو فتح الامام بلدۃ وفیہا مسلم او ذمی لا یحل قتل احد منہم اصلا ولو اخرج واحد ما حل حینئذ قتل الباقی لجواز کون المخرج ہو ذلک فتح اور اگر امام نے دار الحرب کا کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو انمین سے کسیکا قتل کرنا اصلا جائز نہین اور اگر ایک کوئی شخص انمین سے نکالدیا گیا ہو تو اسوقت مین باقی لوگون کا قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر ونہینا عن اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ کمصحف وکتب فقہ وحدیث وامرأۃ ولو عجوزۃ للمداواۃ ہو الاصح ذخیرہ والمراد بالنہی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن فی ارض العدو اور ہم ممنوع ہین اسکے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہے اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہے چنانچہ مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے اگرچہ عورت بڈھی ہو دوا کرنے کیواسطے یہی قول صحیح ہے کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین مین ہم دلیل اگرچہ قرآن مین خاص ہے لیکن علامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراہۃ لکن اخراج العجائز والاماء اولی مگر اس بڑے لشکر مین قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہین جسمین سے امن حاصل ہو لیکن بڈھی عورتون اور لونڈیون کا ساتھ لیجانا کام کیواسطے بہتر ہے جوان اور حرہ کے لیجانے سے کہ جنگ مین سردار طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ بڑا لشکر بارہ سو ہے اور لشکر کہات ایک سو ہوا ولو دخل مسلم الیہم بامان جاز حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفون بالعہد لان الظاہر عدم تعرضہم ہدایہ اور جبکہ مسلم دار الحرب مین انسے امان لے کر جاوے تو مصحف کا ساتھ لیجانا جائز ہے بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہر وہ متعرض نہونگے کذا فی الہدایہ ونہینا عن غدر ای خیانۃ ونقض عہد ومثلۃ بعد الظفر بہم اما قبلہ فلا باس بہا اختیار اور ہم ممنوع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے انپر فتح پانے کے بعد اور فتح پانے کے پہلے امور مذکورہ کے کرنے مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الاختیار ومن نقض عہد کی یہ صورت ہے کہ مثلا ہم سے اور انسے عہد ہو گیا کہ آج کے دن نہ لڑینگے یہان تک کہ انکو اطمینان ہو تو اب اسدن لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی حرام ہے اور عین لڑائی کیوقت فریب کرنا اور دہوکا دینا جائز ہے اسطرح کہ بلا عہد ہمنے ایسی حرکت کی کہ انکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہمنے انپر حملہ کیا یا اہل اسلام کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر ناگہان رات کو انپر ٹوٹ پڑے اور چھاپہ مارا اور علی ہذا القیاس داؤ گھات کے بہت طریقے ہین فتح القدیر مین ہے کہ حالت قتال مین مبارز نے ہاتھ مارا سو کافر کا کان کاٹا پھر ہاتھ مارا تو انکھ پھوڑدی پھر ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہے انتہے پس اثنائے قتال کی قید سے معلوم ہوا کہ جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہین اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہے کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہے تو جائز ہے وعن قتل امرأۃ وغیر مکلف وشیخ ہرم فان لا صیاح ولا نسل لہ فلا یقتل ولا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہین عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کہاپٹ بڈھے کے قتل کرنے سے جسکو چیخنے کی طاقت نہ ہو جنگ کیوقت کذا فی البحر نہ اولاد ہونے کی اس سے توقع ہے تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا جاوے اور نہ جبکہ مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحطاوی مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈھا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہوگا کہ مجنون مین داخل ہے واعمی ومقعد وزمن ومعتوہ وراہب واہل کنائس لم یخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہین کافر اندھے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیون کے عبادت خانہ والے لوگ جو آدمیون سے نہین ملتے ان سب کے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو انسے کچھ ضرر نہین اور یہی حال ہے ہندوستان کے ان جوگیون کا جو گوشہ گیر اور گوشہ نشین ہین الا ان یکون احدہم ملکا او مقاتلا او ذا رأی او مال فی الحرب مگر جبکہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ ہو لڑتا ہو یا لڑائی مین

صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائیگا یعنی عورت یا صغیر یا مجنون یا بہت بوڑھا یا اندھا یا لنگڑا یا [illegible] یا بیہوش یا راہب اگر خود بادشاہ ہوگا تو قتل کیا جاویگا اور اگر ان میں سے کوئی قتل کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر و مجنون فقط قتال ہی کیوقت مارے جاوینگے نہ بعد قتال کے اور عورت و شیخ و راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار ہونے سے بھی مقتول ہونگے اور بادشاہ عورت بصورت مقتول ہوگی قتال اگرچہ نہ کرے اور اسیطرح خنثیٰ کا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقاً مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کے قتل میں کفار کی کسر شوکت ہے اور بہت بوڑھا صاحب تدبیر جنگ بھی مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن الصمہ کو کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تھا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اسکی عمر ایکسو بیس برس کی تھی کذا فی فتح القدیر

ولو قتل من لا یحل قتله ممن ذکر فعلیه التوبة والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم الا بالامان ولم یوجد ثم لا یترکونهم فی دار الحرب بل یحملونهم تکثیر النسل وتمامه فی الفتح اگر کسی مسلمان نے قتل کرڈالا اسکو جسکا قتل حلال نہیں بجملہ اشخاص مذکورین کے تو صرف توبہ اور استغفار لازم ہے چنانچہ باقی معاصی پر توبہ لازم ہے اسواسطے کہ کافر کا خون متقوم نہیں مگر پناہ دینے سے اور حالانکہ وہ یہاں موجود نہیں یعنی دیت وغیرہ قاتل پر نہیں پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل جائز نہیں انکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب میں نہ چھوڑا ویں بلکہ انکو دار الاسلام میں لے آویں غنیمت کے بٹانے کے واسطے اور ایسا ہی سراج وہاج میں ہے اور آگے کلام سراج وہاج کی پوری تقریر یہ ہے کہ جنکا قتل جائز نہیں اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو انکو دار الاسلام میں گرفتار کر لاویں اور دار الحرب میں انکو نہ چھوڑیں اسواسطے کہ جب یہ لوگ وہاں رہیں گے انسے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ انکے رہنے سے کفار کو قوت ہوگی اور انکے لانے میں مسلمین کو فائدہ ہے اور اسیطرح معتوہ اور اندھا اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل دار الحرب میں چھوڑے جاویں کہ انسے اولاد ہوگی و کفار کا گروہ زیادہ ہوگا اور بہت بوڑھا جو قتال پر قادر نہیں اور نہ تدبیر بھی نہیں کر سکتا اور نہ اُس سے نسل ہونی ممکن ہے تو اسکو چاہیں لے لیں چاہیں رہنے دیں اور چھوڑ آویں کہ کفار کا اسمیں کچھ فائدہ نہیں اور یہی حکم ہے بڑھیا کا کذا فی الفتح ملخصاً

فرعان دو مسئلے ملحق شارح کے الاول لا بأس بحمل رأس المشرک لو فیه غیظهم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود رأس ابی جهل والقاها بین یدیه علیه الصلوة والسلام فقال صلی اللہ علیه وسلم اللہ اکبر هذا فرعونی وفرعون امتی کان شره علیّ وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسی وامته پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں مشرک کے سر اوٹھانے میں یعنی نیزہ پر وغیرہ اگر اسمیں کفار کو رنج اور غصہ آوے یا غازیوں کی اسمیں تسکین دل ہو اور البتہ عبد اللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر اوٹھایا تھا اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈالدیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے اسکا شر مجھ پر اور میری امت پر عظیم تر تھا موسی اور انکی امت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کو پرورش کیا تھا اور ڈوبنے کیوقت ایمان کا اقرار کیا تھا بخلاف ابوجہل ملعون کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور امت کی ایذا رسانی سے باز نہیں رہا اور مقہور و متکبر ہی مر گیا الثانی لا بأس بنبش قبورهم طلبا للمال تتارخانیة وعبارة الخانیة قبور الکفرة فعمت الذمی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں انکی یعنی اہل حرب کی قبریں کھودنے میں مال نکالنے کیواسطے اور خانیہ کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبور کھودنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو یہ عبارت ذمی کو بھی عام ہے بخلاف اول عبارت کے ولا یحل للفرع ان یبدأ اصله المشرک بقتل کما لا یبتدئ قریبه الباغی اور حلال نہیں شاخ کو کہ اپنی مشرک جڑ کے قتل میں ابتدا کرے چنانچہ حلال نہیں اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہو ہم اصول عام ہیں باپ کیطرف سے ہوں یا ماں کیطرف سے ذکر ہونیکی بابت اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپ کو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جنگ میں اور اسیطرح چچا اور ماموں اور بھائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی النہر فیمتنع الفرع عن قتله بان یشغله لاجل ان یقتله غیره فان فقد قتله اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اسطرح کہ اسکو چھوڑ نہ دے بلکہ مشغول رکھے تا کوئی غیر شخص اسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہاں مفقود ہو تو خود اسکو قتل کرے کذا فی النہر ولو قتله فهدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے اصل کے قتل میں ابتدا کی تو اسکا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہیں جو خون کو بچاوے ولو قصد الاصل قتله ولا یمکن دفعه الا بقتله لجواز الدفع مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اسکا دفع کرنا بدون اسکے قتل کے ممکن نہیں تو اب انکو قتل کرے اسواسطے کہ اپنا بچانا اور ان کا روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہوں یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہاں کوئی صورت بچانے کی نہیں سوائے قتل کے لہذا اسوقت قتل والدین جائز ہے کذا فی الطحطاوی

ویجوز الصلح علی ترک الجهاد معهم بمال منهم او منا لو خیرا لقوله تعالی وان جنحوا للسلم فاجنح لها اور ترک جہاد پر صلح کرنا

کافروں سے انکا مال لیکر یا بلا مال کے جائز ہے اگر اسمیں مصلحت اور بھلائی ہو اہل اسلام کیواسطے بدلیل قول اللہ تعالی کے کہ اگر کفار صلح کیطرف جھکیں تو تو بھی ادہر جھک ہم نے جو آیت مطلق ہے تقیید
بالاجماع صلح لعبید مصلحت مقید ہے تو اگر صلح میں مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الفتح ونبذ الیہم ای نعلمہم بنقض الصلح تحرزا عن الغدر المحرم ولا یختر لفعلہ علیہ الصلاۃ
والسلام باھل مکہ اور ہم صلح کو پھینک دیں یعنی صلح توڑنے کا اعلام اور اطلاع کر دیں کافروں کو حرام عہد شکنی سے بچنے کیواسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام کیواسطے بہتر ہو دلیل فعل
آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اہل مکہ سے اور اعلام نقض صلح اسوقت ضرور ہے جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہو گئی اطلاع کی کچھ حاجت نہیں اور اگر مال
لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اُسکے حساب سے مال پھیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر دار الاسلام میں آگئے ہوں یا بسبب امان صلح کے دار الحرب کے حصون اور قلاع کے
توقف لازم ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک میں پہونچ لیں یا اپنے مکانات مذکورہ کو نہ پالیں جبتک اُنسے لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی ہے اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب
بحر بے موقع ہے بلکہ لائق تھا کہ قول آئندہ یعنی درصورت خیانت کفار اُس سے استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ تمام کتب سیر اور مغازی میں مصرح ہے کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام کیطرف سے نہ تھا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے مکہ فتح کر لیا کذا فی الطحطاوی ونقاتلہم بلا نبذ مع خیانۃ ملکہم
والمقاتل ذو منعۃ باذنہ ولو بدون اذنہ انتقض حقہم فقط اور ہم لڑیں کافروں سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہونے اُنکے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ خیانت
صاحب قوت کے قتال سے ہو گئی باجازت بادشاہ اور اگر اُسکے بدون اذن کے بعضے کافروں نے قتل کیا ہو تو فقط انھیں لوگوں کے حق میں صلح ٹوٹیگی یعنی وے مارے جاوینگے اور لڑکا بالا لوگ
لونڈی غلام ہونگے اور اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو کسی کے حق میں نقض صلح نہیں کذا فی الفتح ونصالح المرتدین لو غلبوا علی بلدۃ وصارت دارھم دار حرب
لو خیرا بلا مال اور ہم اہل اسلام صلح کریں مرتدوں سے بلا اخذ مال جبکہ وہ غالب ہو جاویں کسی شہر پر اور اُنکا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر اُنسے صلح کرنا بہتر اور
مصلحت ہو اور یہی حکم ہے مشرکین عرب کا اور اہل ذمہ کا جبکہ وہ نقض عہد کریں کذا فی العالمگیری ولا نصالحہم علی بلدۃ لا لان فیہ تقریر المرتدین علی الردۃ وذلک لا یجوز
فتح اور اگر غالب نہوئے ہوں کسی شہر پر تو ہم صلح نہ کرینگے اسواسطے کہ صلح کرنے میں مرتدوں کو ارتداد پر قایم رکھنا ہے اور یہ جائز نہیں کذا فی الفتح وان اخذ المال منہم لم یرد
لانہ غیر معصوم بخلاف اخذہ من بغاۃ فانہ یرد بعد وضع الحرب اوزارھا فتح اور اگر صلح میں مرتدوں سے مال لیا تو اُسکا پھیر دینا نہ چاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہیں
بخلاف باغیوں سے مال لینے کے کہ وہ پھیر دیا جاویگا بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ اُنکا مال معصوم ہے کذا فی الفتح ولم نبع منہم فی الزیلعی یحرم ان نبیع منہم ما فیہ تقویتہم علی
الحرب کحدید وعبید وخیل اور ہم نہ بیچیں اور زیلعی میں ہے کہ حرام ہے ہمکو کافروں سے وہ چیز بیچنا جسمیں انکو قوت حاصل ہو لڑائی پر جیسا ہتھیار اور غلام اور گھوڑے ولا نحملہ الیہم ولو بعد
صلح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن ذلک وامر بالمیرۃ وھی الطعام والقماش فجاز استحسانا اور انکی تقویت کی چیز کو ہم لاد کر نہ لیجاویں بطریق
تجارت کے اہل عرب کیطرف اگرچہ بعد صلح کے ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی وغیرہ عن عمران بن حصین
اور حکم کیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے بیچنے کا تو یہ جائز ہے بطریق استحسان کے مثل ثمامہ کے جس زمانہ مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بددین ہو گیا اُسنے کہا کہ میں بددین
نہیں ہوا میں اسلام لایا ہوں واللہ کی میں نے تصدیق کی اب تمکو ایک دانہ گیہوں کا ملک یمامہ سے نہ پہونچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پھر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی
اناج کی حضرت کی خدمت میں التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکھا کہ اناج وہاں جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی ولا یقتل من امنہ حر او حرۃ ولو فاسقا او اعمی او شیخا او صبیا
او عبدا اذن لہما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا نہایت بڈھا یا
لڑکا یا غلام ہو جنکو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو جو ابوداؤد میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافو دماؤہم ویسعی بذمتہم ادناہم
یعنی مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور سعی کرتا ہے انکی ذمہ داری سے ادنی انکا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناہ عبارت ہے آرام کے خوف سے خواہ ایک
کافر کو امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہے کافر کیواسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اُسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر اُنکے پاس مسلم یا ذمی قید
ہو گا تو چھڑا لیا جاویگا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت امان یہ ہے کہ وہ عقد غیر لازم ہے اگر اُسکے توڑنے میں مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہے کذا فی الدر المنتقی یا ای نقض

کان الامان وان کانوا لا یعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذالک بشرط سماعہم ذالک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد یعنی امان صحیح ہے کسی بولی مین ہو اگرچہ کفار اس بولی کو نہ جانتے ہون بعد دریافت کرنے مسلمانون کے اس امان کی بشرط سماعت کفار کے انکو مسلمانون سے تو امان نہین اگر کفار کے دور ہونے مین ہوئی ہو مع فتاوی عالمگیری مین ہے اگر کافرون نے مسلمانون کی امان دینے کی آواز نہین سنی تو امان نہین انکا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور اگر مسلمانون نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر سن سکین لیکن ظن غالب معلوم ہے کہ انہون نے شور کے سبب سے یا لڑائی کی جہت سے نہین سنا تو یہ امان ہے اور سب کی سماعت شرط نہین بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق مین کافی ہو ویصح بالصریح کلمۃ لا بأس علیکم اور امان صحیح ہے صریح لفظ سے مانند اس قول کے کہ مین نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہین یا اس طرح تم نے ڈر دیا مین نے تم سے صلح کی یا آؤ بات سنو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی المنح وبالکنایۃ کتعال اذا ظنہ لمسلما اور امان صحیح ہے کنایہ سے چنانچہ یون کہنا آ جبکہ کافر اسکو امان گمان کرے عالمگیری مین ہے جب مسلم نے کافر سے کہا آ تا مین تجھکو قتل کرون تو کافر نے بلانا سنا اور اسکو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن اسکو نہ سمجھا تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام اسنے سنا اور سمجھا تو امان نہین اسیکے مانند ہے یون کہنا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہے اگر تو مرد ہے یا آ تو دیکھے کہ مین تیرے ساتھ کیا کرتا ہون تو ایمین بھی یہی تفصیل مذکور ہے وبالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کی طرف اونگلی کے اشارہ کرنے سے ہم اشارہ آسمانی کا مطلب یہ کہ مین نے تجھکو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ اس طرح کی امان مسلمین اور کفار مین مروج ہو یا نہو کذا فی العالمگیریۃ ولو نادی المشرک بالامان صح ان ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکارا تو بھی صحیح ہے اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک لینے تمام مین جگہ ہو ممتنع نہین ہے حالانکہ وہ اپنی تلوار یا برچھی کو بڑھائے ہوئے ہے تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحاوی عن البحر وصح طلبہ لذریتہ لا لاھلہ اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کے واسطے نہ اپنے اہل کے واسطے مصنف علیہ نے کہا شارح یہان چوک گیا بحر الرائق کی عبارت مین بے تاملی کرنے سے وہ عبارت یہ ہے ولو طلب الامان لاھلہ لا یکون ھو امنا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کے واسطے امان مانگی تو اسکو خود امان نہوگی بخلاف اسکے جبکہ اپنی اولاد کے واسطے امان مانگے گا تو وہ بھی امان مین داخل ہو جاویگا تو یہ عبارت اس معنی مین صریح ہے کہ امان کا طالب یا اپنے اہل و اپنی اولاد کے واسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت مین طالب امان مین داخل نہین اور دوسری صورت مین داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی فی الواقع شارح علامہ سے نابر بشریت کے غلط فہمی ہوگئی کہ کتب معتمدہ اسکے مخالف ناطق ہین چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے وطلب الامان لاھلہ لا یکون امنا بخلاف ذراریہ انتہی واللہ اعلم وعلمہ احکم ویدخل فیہ الاولاد واولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہے اولاد کی امان مین بیٹون کی اولاد یعنی پوتے نہ بیٹیون کی اولاد یعنی نواسی ولو اغار علیہم عسکر آخر ثم بعد القسمۃ علموا بالامان تعطی القاتل الدیۃ وعلی الواطی المہر والولد حر مسلم تبعا لابیہ وترد النساء والاولاد الی اھلہا یعنی بعد الحیض اور اگر ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے آکر غارتگری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد انکو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جسنے قتل کیا اسپر خون بہا ہے اور جسنے انکی عورتون سے صحبت کی اسپر مہر مثل لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتین اور اولاد ان لوگون کے پھیر دیے جاوین یعنی عورتین کسی معتمد کے پاس رکھی جاوین پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دی جاوین کذا فی العالمگیریۃ وینقض الامام الامان لو بقاءہ شرا ضیا بقرینہ بلا مصلحۃ نبذ الیہ اور توڑ دے امام امان کو اگر اسکا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق مین خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان دینے والا تعزیر دیا جاوے مسلم اور نقض امان مین بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النقایۃ وبطل امان ذمی الا اذا امرہ بہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جبکہ مسلم نے اسکو امان دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہو کذا فی الشمنی عن زیلعی اور بحر اور نہر اور ہندیہ عالمگیری مین ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو اطلاق شمنی کا مقید بمسلم امیر ہے تو ظاہر غیر امیر کا امر کافی نہین واسیر وتاجر وصبی وعبد محجورین عن القتال وصحح محمد امان العبد وفی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان لہ اور باطل ہے امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور لڑکے اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہین اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ مین ہے کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولیٰ کی امان ہے اسکے واسطے ومجنون وشخص اسلم ثمہ ولم یہاجر الینا لانہم لا یملکون القتال اور مجنون اور ایسے شخص کی امان باطل ہے جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اسنے ہماری طرف ہجرت نہین کی اسواسطے کہ ان تمامون کو قتال کے مالک نہین ہم امان مخصوص ہے خوف کے محل مین تو جو شخص قتال نہین کر سکتا اسکی امان بیموقع ہے ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہین جو امر کی امان صحیح ہو لا مسلم اسیر او مسلم تاجر یعنی دار الحرب مین وارد ہے اور یہ شخص وہان اسلام لایا وہ خود کفار کی امان مین ہے تو اسکا امان دینا بھی نہین ہے کذا فی المنح عن الخراج

باب المغنم وقسمتہ

یہ باب ہے غنیمت اور اُسکے بانٹنے کے احکام میں قاموس میں ہے کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غنم بالضم عبارت ہے فیٔ سے اور مغنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بالتحریک اور غنیمت عبارت ہے چیز کے پانے سے بدون محنت کے کذا فی المنح فی المغرب الغنیمۃ ما نیل من الکفار عنوۃ والحرب قائمۃ فیخمس وباقیہا للغانمین والفیٔ ما نیل منہم بعد ما تضع الحرب اوزارہا وہو لکافۃ المسلمین مغرب میں ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز ہو رہی ہو تو اُس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکالا جاویگا اور باقی حق غازیوں کا ہے اور فیٔ وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہوا بعد لڑائی ہو چکنے اور دار الاسلام ہو جانے کے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانوں کا حق ہے نہ فقط غازیوں کا کذا فی المنح اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ غنیمت اُس مال کا نام ہے جو کافروں سے حاصل ہو غازیوں کی قوت اور کفار کے مغلوب ہونے سے اور فیٔ وہ ہے جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت میں خمس ہے فیٔ میں نہیں اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا بسبب لے بھاگنے کے حاصل ہو غنیمت نہیں وہ فقط آخذ کی مملوک ہے اذا فتح الامام بلدۃ صلحا اجری علیہم ما صالحہم علیہ وکذا من بعدہ من الامراء وارضہم باقیۃ مملوکۃ لہم جب امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی تو بموجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسیطرح اُسکے بعد کے حاکم بھی عمل جاری رکھیں اور زمین انکی کفار کی ملک میں باقی رہیگی مصنف نے کہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری بنانے میں ہو تو اگر انکی زمین خراجی ہو تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہو تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہیں کیونکہ اس میں نقض عہد ہے کذا فی الطحطاوی ولو فتحہا عنوۃ بالفتح ای قہرا قسمہا بین الجیش ان شاء او اقر اہلہا علیہا بجزیۃ علی رؤسہم وخراج علی اراضیہم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اسکو لشکر کے درمیان یعنی غازیوں کو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا وہانکے لوگوں کو برقرار رکھے انکی ذاتوں پر جزیہ باندھکر اور انکی زمینوں پر خراج یعنی محصول مقرر کر کے مگر امام نے اراضی کو غازیوں میں تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تو زمین غازیوں کی مملوک ہو جاویگی اور اُسپر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہاں کے کفار کو برقرار رکھا بطور احسان کے چنانچہ امیر المؤمنین عمر فاروق نے ملک عراق میں کیا کہ انکے گھر اور انکی زمین کو انھیں کے تصرف میں رکھا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیوں میں زمین تقسیم نہیں کی تو کفار حرامی ذمی ہونگے اور زمین کے وہی مالک رہینگے کذا فی المنح اور کفار پر انکی رقاب و اراضی کا احسان کرنا بدون مال منقول کے مکروہ ہے بلکہ اتنا مال دینا چاہیے جس سے کھاویں اور کھیتی کریں یہانتک کہ غلہ پیدا ہو اور کافروں کو چھوڑنا بدون متاع و مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہیں کیونکہ اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار رہینگے امام مالک نے موطا میں اسلم سے روایت کی ہے کہ میں نے عمر فاروق سے سنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانوں کی محتاجی کا خیال نہوتا تو جس گانوں کو مسلمان فتح کرتے تو میں اُنھیں کے درمیان تقسیم کر دیتا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کر دیا اس روایت سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سب خیبر کو تقسیم کیا علاوہ ابو داؤد میں روایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفین تقسیم کیا نصف اپنی حاجات میں اور نصف مسلمین کے درمیان میں سو حصوں میں شمار کر کے تقسیم فرمایا یعنی ہر سہم میں سو مردوں کے حصے داخل کئے کذا فی نفع المفتی والاول اولی عند حاجۃ الغانمین اور اول یعنی لشکر میں بانٹ دینا بہتر ہے غازیوں کی حاجتمندی کے وقت واخرجہم منہا وانزل بہا قوما غیرہم ووضع علیہم الخراج والجزیۃ لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیہما العشر لا غیر یا کافروں کو دار الحرب کو نکال دے اور وہاں دوسری قوم کو بسا دے اور اُسپر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان ہوں تو اُن پر عشر مقرر کرے نہ کچھ اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر مسلمان کو وہاں لا دے چاہیے اُسپر عشر مقرر کرے بجائے خراج طحطاوی نے کہا عشر ہی مقرر کرنا الیق ہے لفوات عرضیہ واللہ تعالی اعلم وقتل الاسارٰی ان شاء ان لم یسلموا واسترقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب والمرتدین کما سیجیٔ اور قتل کرے قیدیوں کو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہو گئے ہوں یا انکو لونڈی غلام بنا دے یا انکو آزاد ذمی بنا کر چھوڑ دے سوا مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ انکا ذمی ہونا جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا مصنف کا قول ذمۃ لنا ای حال کونہم ذمۃ لنا فیہم من الجزیۃ یعنی ان پر جزیہ جاری کرے اور واجب ہوا ان پر جزیہ اور خراج کے اسواسطے کہ ذمہ معنی حق کی علامت اور عہد ہے اور اُنکے ذمہ پر کہا اسواسطے کہ وہ مسلمین کے عہد اور امان میں داخل ہیں وحرم منہم ای اطلاقہم مجانا ولو بعد اسلامہم ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزہ الشافعی لقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقولہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم شرح مجمع اور حرام ہے کافروں پر احسان کرنا یعنی انکو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور انکے مسلمان ہونے کے انکو چھوڑے کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیوں کے حق کے یعنی بعد فتح کے غازی کافروں کے مالک ہو گئے تو اب مفت چھوڑنا انکی حق تلفی ہے اور امام شافعی نے انکا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہے دلیل اس آیت سے کہ فاما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کرو یا فدیہ لو یعنی کچھ مال لیکر

پھر بھی اسکا جواب یہ ہے کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ اقتلوا المشرکین یعنی مشرکون کو قتل کرو جہاں اُنکو پاؤ کذا فی شرح المجمع مع دلیل نسخ یہ ہے کہ آیۃ من اور فدا سورۂ محمدؐ میں ہے کو ہوا اور یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورۂ براءۃ میں نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورہ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اور جنگ بدر میں جو فدیہ لیکر کافروں کو چھوڑا تھا اسپر عتاب ہوا تھا اگر کوئی کہے کہ جب ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اُسکا جواب یہ ہے کہ استرقاق وغیرہ میں نص بلا نسخ موجود ہے بخلاف من اور فدا کے داخ علم فحرم منہم بعد تمام الحرب اما قبلہ فیجوز بالمال لا بالاسیر المسلم درر وصدر الشریعۃ وقال محمد وھو اظہر الروایتین عن الامام شمنی اور حرام ہے فدیہ لینا اُنسے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر اور شرح الوقایہ یعنی اگر مسلمان کافروں کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اُس مسلمان کے عوض قبل انجام جنگ بھی امام کے نزدیک ثابت نہیں اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فدا اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتوں سے کذا ذکرہ الشمنی یعنی امام سے جواز اور عدم جواز دونوں مروی ہے لیکن عدم جواز ظاہر الروایۃ ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انہ لا یفادی بنساء وصبیان وخیل وسلاح الا لضرورۃ ولا باسیر اسلم ہنا الا اذا امن علی اسلامہ نہر اور امام و صاحبین اسپر متفق ہیں کہ عورتوں و بچوں اور کافروں کے گھوڑوں اور ہتھیار کے عوض فدیہ نہ لیا جاوے مگر ضرورت کے وقت اور نہ اُس قیدی کے عوض جو مسلمان ہو گیا ہے مسلم اسیر لیا جاوے مگر اسوقت جائز ہے جبکہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانے کا خوف نہو اور لڑکوں کا فدیہ اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہو کر مسلمانوں سے لڑینگے اور عورتوں سے نسل پیدا ہوگی و علی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامانات ہیں طحطاوی نے کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دینار کے لینے پر والا کافر بالغ کے عوض مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکوں میں کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم ردہم الی دارہم اثبات فی نسخ الشرح تبعا للدرر ودر المتن تبعا للکنز بالعلم بہ منع المن بالا ولے اور حرام ہے پھیر بھیجنا کافروں کا دار الحرب میں شارح کہتا ہے یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے موافق درر کے اور متن کے نسخوں میں موافق ابن کمال کے اسواسطے کہ دار الحرب کا پھیرنا تو منع احسان سے بطریق اولی معلوم ہے مع جنیدی نے کہا کہ پھیرنا یا بعوض ہے تو وہ فدا میں داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من میں داخل ہے اور وجہ اولویۃ کی یہ ہے کہ من عبارت ہے کافر کے چھوڑنے سے بلا اخذ شی بعوض حرمت حرام ہوا تو پھیر کر بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمیں من ہے زیادتی کے ساتھ یعنی دار الحرب میں پہونچا دینا وحرم عقر دابۃ شق نقلہا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ لا یعذب بالنار الا ربہا اور حرام ہے کونچین کاٹنا اُس جانور کا جسکا دار الاسلام میں لے آنا شاق ہے تو اُسکو ذبح کر ڈالے اور ذبح کے بعد جلادے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہیں سوا خدا تعالی کے کما تحرق اسلحۃ ولسعتہ تعذر نقلہا وما لا یحرق منہا کحدید یدفن فی موضع خفی وتکسر اوانیہم وتراق ادہانہم مغایظۃ لہم جیسے جلائے جاتے ہیں اُنکے ہتیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دار الاسلام کیطرف متعذر ہے اور جو چیز نہ جل سکے آگ سے جیسا کچھ لوہے کے ہتیار وغیرہ تو وہ گاڑدے جاویں پوشیدہ مکان میں اور اُنکے برتن توڑے جاویں اور اُنکے تیل ڈھلکائے جاویں اُنکے غیظ رسانی اور دل سوزانی کے واسطے ویترک صبیان ونساء منہم شق اخراجہا بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا وعطشا للنہی عن قتلہم ولا وجہ لابقائہم اور اُنکے لڑکے اور عورتیں جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہے ویران زمین میں چھوڑے جاویں تاکہ وہ بھوک و پیاس سے مرجاویں بسبب منع ہونے اُنکے قتل کے اور دار الحرب میں اُنکے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں یعنی اگر اُنکو باقی رکھیے تو لڑکے جوان ہو کر مسلمانوں سے لڑینگے اور عورتوں سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر میں محقق نے کہا کہ اسطرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے تو بدون اضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا اضطرار یہ کہ اُنکے لانے کیواسطے باربرداری نہو وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالہم فی دار الحرب ینزعون ذنب العقرب وانیاب الحیۃ قطعا للضرر عنا بلا قتل لابقاء النسل تتارخانیہ مسلمانوں نے سانپ یا بچھو کو اُنکے مکانوں میں پایا یعنی دار الحرب میں تو بچھو کا ڈنک و سانپ کے دانت نکالڈالیں تا مسلمانوں سے ضرر منقطع ہو اُنکو قتل نہ کریں تا اُنکی نسل باقی رہے کفار کے ضرر کے واسطے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ماتت نساء مسلمات ثمۃ واہل الحرب یجامعون الاموات یحرق بالنار اور تاتارخانیہ میں ہے کہ مسلمان عورتیں دار الحرب میں مر گئیں اور اہل حرب کی عادت یہ ہو کہ مردوں سے جماع کرتے ہوں تو اُنکو آگ سے جلاویں مع طحطاوی نے کہا ظاہر آیہ حکم اُسوقت ہے جب مکان مخفی میں دفن نہو سکے اور مدت مدید دفن کو نہ کذر گئی ہو والا جلانا جائز نہیں ولا تقسم غنیمۃ ثمۃ الا اذا قسم عن

اجتہادا او لحاجة الغزاة فتصح او للایداع فتحل اذا لم یکن للامام حمولة اور تقسیم نہ کیجائے غنیمت وہان یعنی دار الحرب مین مگر جبکہ امام نے قسمت کی اجتہاد اور مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیون
کے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کیواسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام کے پاس باربرداری نہو فان ابوا حملها جبرهم باجر المثل فی روایة فان تعذر دفعها
او قسمها قدر الکل علی حملها قسمه بینهم ولا هو مما یشق نقله ذبح وحرقه پھر اگر غازی غنیمت لانے کو نمانین تو آیا انپر امام جبر کرے اجرت مثل مقرر کرکے یا نہ
کرے اسمین دو روایتین ہین جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت مین پھر درصورت عدم جبر امانت رکھنے کیواسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دے
تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اوٹھا لانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیون مین بانٹ دے اور اگر قادر نہو تو یہ وہ صورت ہے جسکا نقل کرنا شاق ہے اور اسکا حکم اول مذکور ہوچکا یعنی دوابکا ذبح
کرنا اور جلانا اور غیر دواب کو اور اگر کم ویران مین ہین پھینکدینا ولا تباع الغنیمة قبلها للامام لا لغیره یعنی للغزاة ما لو باع شیئا لطعام جاز جوہرة اور ہم اہل اسلام نے غنیمت
کو قبل قسمت کے نہ امام کو بیچنا جائز ہے نہ اسکے غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول اور ادخار کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کے واسطے بیچے تو جائز ہے کذا فی الجوہرہ ورد البیع لو قائمة
ورد ثمنه لو هالکا فان لم یمکن رد قیمته للغنیمة خانیة اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہو تو اسکی قیمت غنیمت
مین داخل کرے کذا فی الخانیہ ومن لحقهم ثمة کمستامن لا یسهم له وحربی او مرتد اسلم ثم بلا قتال فان قاتلوا شارکوهم اور جو مدد اور کمک غازیون سے ملی دار الحرب
مین جاکر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق غنیمت مین نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافرون سے لڑائی کرین
تو وہ بھی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت مین مرد بازاری کو حصہ بدون قتال کے اسواسطے نہین کہ اسکا وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحر الرائق مین کہا تو اسمین اشارہ
ہے کہ اگر عورت دار الحرب مین جاوے اپنے زوج کی خدمت کیواسطے یا غلام جاوے اپنے میان کی خدمت کیواسطے اور قتال نہ کرے تو آسکے واسطے کچھ نہین کذا فی الاختیار
اور فتح القدیر مین ہے کہ اسیطرح گھوڑے کے سائس کا کچھ حصہ نہین ولا من مات ثمة قبل قسمة او بیع ولو مات بعد احدهما او بعد الاحراز بدارنا یورث نصیبه لتأکد ملکه
تاتارخانیہ اور اس غازی کا حصہ نہین جو دار الحرب مین مر گیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مر گیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد لے آنے غنیمت کے دار الاسلام مین تو اسکے
حصہ مین ارث جاری ہوگا یعنی اسکے وارث بقدر وراثت کے پاوینگے بسبب موکد ہوجانے اسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفیها ادعی رجل شهود الوقعة وبرهن بعد قسمت
لم تنقض القسمة ویعوض بقدر حظه من بیت المال اور تاتارخانیہ مین ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی مین حاضر ہونے کا اور اسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت
کی تقسیم ہوچکی تو قسمت شکستہ نہوگی بنابر استحسان کے اور بقدر اسکے حصے کے بیت المال سے اسکو عوض دیا جاویگا وما فی البحر من قیاس الوقف علی الغنیمة ترده فی النهر وحررناه فی الوقف اور
بحر الرائق مین جو وقف کا قیاس مذکور ہے غنیمت پر تو اسکو رد کیا ہے نہر الفائق مین اور اسکو ہمنے اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے ہم صاحب بحر نے کہا کہ اگر مستحق
وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اسکے حصے مین وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا
درر اور غرر مین صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ امام اور موذن کا حصہ ہے وقف مین سو بدون قبضہ مرگیا تو حصہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور
قول ضعیف یہ ہے کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتهی ملخصا وللمام ای للغانمین لا غیرهم الانتفاع فیها
ای فی دار الحرب بعلف وطعام وحطب وسلاح ودهن بلا قسمة اطلق الکل تبعا للکنز وقید فی الوقایة السلاح بالحاجة وهو الحق وقید الکل فی
الظهیریة بعدم نهی الامام عن الاکل فان نهاهم لم یبح فینبغی تقیید المتون به اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اسمین یعنی دار الحرب مین جانورون کے چارے اور
طعام اور لکڑی اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزون کے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ مین ہتھیار کے انتفاع کو مقید بحاجت کیا
اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا ساتھ نہ منع کردینے امام کے آسکے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے تا حسب چیزون
کے مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع کردے تو مباح نہین تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے ہم حلبی نے بحر الرائق سے
نقل کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجیے اسواسطے کہ جب غازیون کو ماکول اور مشروب کی حاجت ہوگی تو آسکے منع کرنے پر عمل نہوگا

وبلا بیع ولا تموّل فلو باع رد ثمنه فان قسمت تصدق به لو غنیا ولو فقیرا اور غازیوں کو انتفاع جائز ہے بدون بیع اور بدون متمول کرنے کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے بیچا ہو تو اسکی قیمت کو غنیمت میں پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہو گئی ہو اور اسکے بیع واقع ہوئی ہو تو اسکی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج ہو تو خود کھاوے کذا فی المنح عن البحر ومن وجد مالا یملکه اهل الحرب کحطب وعسل فهو مشترک فیتوقف بیعه علی اجازة الامیر فان هلک والثمن انفع اجازه والا رده للغنیمة بحر اور جو دار الحرب میں ایسی چیز کو پاوے جسکے کفار مالک نہیں جیسے لکڑی اور شہد تو وہ مشترک ہے سب غازیوں میں تو اسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہو گئی یا اسکی قیمت نافع تر ہو تو امیر بیع کو جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت انفع نہو تو مبیع کو غنیمت میں پھیر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کرکے کذا فی البحر وبعد الخروج منها لا الا برضاهم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا جائز نہیں مگر سب غازیوں کی رضامندی سے ومن اسلم منهم قبل مسکه عصم نفسه وطفله وکل مال معه فلو کانا احرز والآخر نفسه فقط اور کافروں میں سے جو شخص کہ مسلمان ہو گیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اسنے اپنی جان کو اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچا لیا سو اگر غازیوں نے اطفال و مال کو لے لیا ہو اسکے مسلمان ہونے سے پہلے تو فقط اسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او اودعه معصوما ولو ذمیا فلو عند حربی ففیء یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار ذمی ہو اور جو امانتدار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہوگا ولو اسلم ثم خرج الینا ثم ظهر علی الدار فماله فیء سوی طفله للتبعیة چنانچہ اگر کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر دار الاسلام کی طرف کو نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اسکا مال وہاں غنیمت ہے سوا اسکے طفل صغیر کے بسبب اسکے تابع ہونے کے اسلام پدری کے وولده الکبیر وزوجته وحملها وعقاره وعبده المقاتل وامته المقاتلة وحملها لانه جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب میں مسلمان ہوا تو اسکا بالغ بیٹا اور اسکی زوجہ اور اسکا حمل اور اسکی زمین اور اسکا لڑنے والا غلام اور اسکی لڑنے والی عورت اور اسکا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل ماں کا تابع ہے ہم تو اگر اسکا غلام یا لونڈی قتال نہ کرینگے تو اسکے مال محفوظ میں داخل رہینگے

حربی دخل دارنا بغیر امان فاخذه احدنا فهو وما معه فیء لکل المسلمین سواء اخذ قبل الاسلام او بعده وقالا للآخذ خاصة وفی الخمس روایتان قنیة کافر حربی بدون امان کے دار الاسلام میں داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اسکو گرفتار کر لیا تو وہ اور اسکے ساتھ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانوں کیواسطے خواہ گرفتار ہوا قبل اسلام کے یا بعد اسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنیوالے کی غنیمت ہے خاص کر اور وجوب خمس میں دو روایتیں ہیں امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیة وفیها استاجره لخدمة سفره فغزا فهو والمستاجر وسهمه قسمة بینهما الا اذا شرط فی العقد انه للمستاجر اور قنیہ میں ہے کہ نوکر رکھا ایک شخص کو اپنے سفر کی خدمت کیواسطے سو نوکر نے جہاد کیا مستاجر کے گھوڑے اور ہتھیار سے تو اسکا حصہ غنیمت کا دونوں کے درمیان منقسم ہوگا مگر اسوقت منقسم نہوگا جب عقد میں شرط ہو گئی ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہے

یعنی جو حصہ
مستاجر کا ہوگا وہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

فصل فی کیفیة القسمة

یہ فصل ہے کیفیت قسمت غازیوں میں کیونکر قسمت ہو قسمت عبارت ہے نصیب شائع کو محل معین میں کر دینے سے کذا فی المنح والمعتبر فی الاستحقاق لسهم فارس وراجل وقت المجاوزة ای الانفصال من دارنا وعند الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے میں مجاوزت کا وقت ہے یعنی دار الاسلام سے جدا ہونے کے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاویگا اور اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق ہے کہ جب دخول دار الحرب کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور انکے نام لکھے سو جسکا نام سواروں میں لکھا پھر اسکا گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کر ڈالیگا تو مستحق نہوگا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق ای مات فرسه استحق سهمین ومن دخل راجلا فشری فرسا استحق سهما فاگر غازی دار الحرب میں سوار داخل ہوا پھر اسکا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہاں پیدل گیا پھر اسنے وہاں گھوڑا مول لیا تو ایک ہی حصہ کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے پھر امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوائے نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصہ مقرر فرمائے اور اسکے صاحب یعنی سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہ جواب ہے کہ معارض اسکی

وہ حدیث ہے جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کیواسطے ایک حصہ عطا و اسکے بعد [illegible] دو سہم سوار کے ثابت ہیں جنکی تفصیل فتح القدیر میں موجود ہے پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم میں تعارض ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنی انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہے ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہو اور کوئی قوی ، یوں کہنا کہ بخاری کی حدیث صحیح ہے غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ اسکے راوی ثقات ہوں اور وہ راوی ہوں جنسے بخاری نے روایت کی ہے سو دعوی بے دلیل ہے اسکو ہم نہیں مانتے کذا فی الفتح ولا یسہم لغیر فرس واحد ولو کبیر صالح للقتال فلو مات او بیع قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا لا الاجارۃ فلا یستحق تاتارخانیۃ اور حصہ دیا جاویگا سوا ایک گھوڑے کے جو تندرست اور لڑائی کے لائق ہو تو اگر گھوڑا بیمار ہو کر تندرست ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنا بر استحسان کے اور اگر گھوڑا بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ اور اقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ پاویگا کذا فی الغرر وحصولہ الا وھو کبیر صحیح بخلاف المھر اور گویا کہ فرق دونوں صورتوں مذکورہ میں حصول تخویف ہے جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے لو غصبہ فرسہ قبل دخولہ او رکبہ آخر او نفر و دخل راجلا ثم اخذہ فلہ سہمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اسپر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب میں پھر اسنے اپنے گھوڑے کو پایا تو اسکو دو حصے ملینگے سب ان تینوں میں ولو باعہ ولو بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القہستانی لو باع عند القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس اتفاقا انتہی فتنبہ ولتحفظ ہذہ القیود خوف الخطاء فی الافتاء والقضاء دو حصے نہ پاویگا اگر اسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اسنے لڑائی ہو جانیکے بعد بیچ کی ہو تو اسکا حصہ ساقط ہو جائیگا قول اصح میں اسواسطے کہ بیع سے ظاہر ہو گیا کہ اسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہے لیکن شرنبلالیہ میں جوہرہ و تبیین سے اسکے مخالف منقول ہے اور قہستانی میں ہے کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کیوقت تو وہ پیادہ ہے بنا بر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار ہے بالاتفاق انتہی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کاری فتوا اور قضا میں م مصنف نے اپنی شرح میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی کے بعد تو اسکا حصہ ساقط نہیں ہے تا بعض کے نزدیک اور راجح یہ ہے کہ ساقط ہوتا ہے اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اسکا قصد تجارت کا تھا انتہی ما فی المنح حلبی نے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے غلط ہے فتح القدیر کی عبارت یہ ہے ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سہم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف والاصح انہ یسقط لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ انتہی یعنی یہی مطلب ہے تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبرداری اور حفظ کا امر کرنا بے معنی ہے انتہی قول الحلبی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا استدراک حق ہے کہ اسنے اس استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اسواسطے کہا کہ یہ مقام پوشیدگی سے خالی نہیں اور یاد رکھنے کا امر بہ قیود کیطرف ہے واللہ اعلم ولا یسہم لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ومجنون ومعتوہ ومکاتب ورضخ لہم قبل اخراج الخمس عندنا اذا باشروا القتال او کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش اور مکاتب کو اور انکو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جبکہ وہ لوگ لڑائی لڑیں یا عورت بیماروں کی خدمت گذاری کرے یا زخمیوں کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتاوے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیوں سے یہودیوں پر اور انکو کچھ عطا کیا تھا واقدی نے روایت کی محیصہ سے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ کے دس یہودی لے گئے تھے اہل خیبر سے لڑنے کیواسطے اور جنگ حنین میں صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی اذا دل فیزاد علی السہم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہنچے انکی عطا بقدر سہم کے یعنی غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی میں جبکہ وہ راہ بتاوے تو سہم پر زیادہ کیا جاوے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہے تو دینا چاہیے جسقدر

[illegible]

کہ ہو والبراذین خیل العجم والعتاق بکسر العین جمع عتیق کرام خیل العرب والہجین الذی ابوہ عربی وامہ عجمیة والمقرف عکسہ قاموس سواء اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گھوڑے اور عتاق بکسر عین جمع عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عرب کے اور ہجین وہ گھوڑا ہے جسکا باپ عربی ہو اور ماں اسکی عجمی اور مقرف بالعکس اسکے یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور ماں اسکی عربی کذا فی القاموس گھوڑے سب برابر ہیں سوار کا حصہ پانے میں ہمارے نزدیک نہ یہ کہ حصہ گھوڑے کا فقط عربی گھوڑے میں منحصر ہو مصنف اور شارح نے اسکا رد کردیا گھوڑوں کا تفرقہ کرنا بے دلیل ہے اسواسطے کہ رعب متعلق ہے جنس خیل کیساتھ قال اللہ تعالی ومن رباط الخیل اور خیل سب گھوڑوں کو کہتے ہیں اور اسواسطے کہ اگرچہ عربی گھوڑا طلب اور ہرب میں قوی تر ہے لیکن عجمی گھوڑا اچھا کثر اور باگ موڑنے میں نرم تر ہے تو ہر ایک میں ایک ہی سی منفعت ہے لا یسہم للراحلة والبغل والحمار لعدم الارہاب بہا حصہ نہ دیا جاویگا اونٹ اور خچر اور گدھے کا بسبب عدم رعب ڈالنے انکے یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہیں اور اسمیں نص بھی وارد نہیں باوجودیکہ صدر اسلام میں اونٹ اور گدھے اور خچر جہاد میں بکثرت ہوتے تھے لیکن کسیکا حصہ منقول نہیں والخمس الباقی یقسم اثلاثا للیتیم والمسکین وابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنی پانچواں حصہ ہمارے نزدیک تین تہائی بانٹا جاتا ہی یتیم اور مسکین اور مسافر کو اور یتیم وہ نابالغ ہی جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونے کے اسکو یتیم نہیں کہتے وجاز صرفہ لصنف واحد فتح۔ اور جائز ہی صرف کرنا خمس کا ایک ہی قسم میں کذا فی الفتح ہم تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہی یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہی خواہ تینوں کو دے خواہ ایک قسم کو وفی المنیة لو صرفہ للغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور منیہ میں ہی کہ اگر خمس کو غازیوں پر صرف کرے بسبب انکی حاجتمندی کے تو جائز ہی اور البتہ میں نے اسکو محقق بیان کیا ہی شرح ملتقی میں ہم شرح ملتقی کا یہ مضمون ہی کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہی تو ہمارے نزدیک یہ تینوں تین تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاوین انکے سوا اور کسیکا دینا جائز نہیں اقسام ثلثہ میں سے سبکو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہوں محتاج ہوں وقدم فقراء ذوی القربی من بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثة علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لا لہم۔ اور خمس دینے میں محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہیں مقدم کیے جاوین یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کیواسطے بنی ہاشم کو نہیں ہم یعنی بنی ہاشم کا یتیم اور یتیموں پر مقدم ہی اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینوں پر اور انکا مسافر اور مسافروں پر نہر الفائق میں کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں فقط اور انکا استحقاق فقط قرابت سے نہیں بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ الصلوة والسلام کے ساتھ ہمکلامی کی موانست اور مصاحبت کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہی ولہذا انکی عورتوں کو بھی حصہ ملتا تھا پھر یہ حصہ حضرت کی موت سے ساقط ہوگیا بسبب نہ باقی رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہونگے بسبب محتاجی کے فلا حق لاغنیائہم عندنا اور خمس میں کچھ حق نہیں بنی ہاشم کے مالداروں کا ہمارے نزدیک ہم اسواسطے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسیطرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربی کو کچھ نہیں دیا اور آنحضرت علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا کہ اے گروہ بنی ہاشم حق تعالی نے تمہارے واسطے لوگوں کا غسالہ اور انکا میل یعنی زکوة کو مکروہ رکھا اور اسکے عوض میں خمس کا خمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہی زکوة کا اور زکوة کا مستحق نہیں مگر محتاج تو اسیطرح خمس کا مستحق نہیں مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوة والسلام نے جو انکو خمس دیا تھا تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو انکو نہ دیا تو اسواسطے کہ ذوی القربی بیان ہی مصرف کا نہ استحقاق کا اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہی یا انکو غنی جان کر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد میں ہیں اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد میں جب کفار قریش نے آپسمیں عہد کیا کہ بنی ہاشم کے پاس نہ بیٹھیں اور انسے کلام نہ کریں تاوقتیکہ وہ حضرت کو نہ دیں قتل کرنے کے واسطے تو بنی ہاشم نے بھی عہد کیا کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئے اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہانتک کہ تین برس تک پہاڑ کی گھاٹی میں حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھ چنانچہ کتب سیر میں یہ قصہ مفصل موجود ہی سنن ابو داؤد میں جبیر بن مطعم سے مروی ہی کہ جب آنحضرت علیہ الصلوة والسلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربی کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو میں اور عثمان بن عفان رض حضرت کے پاس

آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہیں ہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے آپکو بنی ہاشم میں پیدا کیا سو کیا وجہ ہے کہ ہمارے بھائیوں بنی مطلب کو آپنے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت ہماری
اور انکی آپکے ساتھ ایک ہی طرح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہوئے کفر میں اور نہ اسلام میں اور ہم اور وہ تو شئی واحد ہیں اور اپنی انگلیوں کو آپ نے
قینچی کیا اسمیں حضرت نے اشارہ کیا انکی نصرت کا یعنی مؤانست اور موافقت کی نصرت چاہا ہے نہ جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اسواسطے کہ اسوقت نصرت قتال کی
بھی کذا فی الفتح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہے کہ خمس الخمس میں غنی اور فقیر ذوی القربی کے برابر ہیں اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہے چاہے انکو دے چاہے نہ
چاہے سبکو دے چاہے بعض کو چاہے غیر ذوی القربی کو دے اور دلایل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ مانند عینی ہدایہ اور فتح القدیر میں مفصل ہیں وما نقلہ المصنف عن البحر
ما فی الحاوی یفید ترجیح الصرف الاغنیائہم نظر فیہ فی النہر اور جو مصنف نے بحر الرائق سے یہ نقل کیا ہے کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے وہ مفید ہے ترجیح صرف کا اغنیا ذوی القربی
کیواسطے اسمیں اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں ہم حاوی قدسی میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء السبیل میں اور اسی قول کو ہم
لیتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ یہ اسکا مقتضی ہے کہ اعتبار ذوی القربی کے دینے پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صاحب نہر الفائق نے کہا کہ اسمیں نظر ہے بلکہ یہ مفید انکے دینے کی ترجیح
ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربی میں اشتراط فقر سے سکوت اسواسطے کیا کہ عطاء خمس میں مشروط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی النہر وذکرہ تعالی للتبرک
باسمہ فی ابتداء الکلام اذ الکل للہ اور ذکر اللہ تعالی کے نام پاک کا خمس میں اسکے نام سے برکت لینے کے واسطے ہے ابتداء کلام میں اسواسطے کہ ہر چیز خدا کی مملوک ہے خمس کی کچھ تخصیص
نہیں ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ
یعنی معلوم کرو کہ جو کچھ غنیمت میں حاصل کرو تو اسکا پانچواں حصہ اللہ تعالی کیواسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربی اور یتامی اور ابن سبیل کیواسطے مصنف نے اس آیت
تفسیر سے آگاہ کر دیا دفع اشتباہ کیواسطے اسلیے کہ طبرانی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہے سواسطے کہ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے وہ خدا ہی کا ہے
ورد ہو ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ تعمیر بیت اللہ میں صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہیں تو مساجد میں صرف ہو کذا فی النہر وسَھْمُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ سَقَطَ
لانہ حکم علق بمشتق وھو الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا آپکی موت سے
ساقط ہو گیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہے یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہے حکم کی درحالانکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہیں چنانچہ صفی ساقط ہو گیا آپکی
موت کے بعد صفی وہ جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے چنانچہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے
نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ کیواسطے ہے اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ ان پر حجت ہے در المنتقی میں کہا کہ ہر چند رسالت آپکی موت کے بعد منقطع نہیں
چنانچہ علماء کبار نے مذکور کیا ہے لیکن وصف رسالت میں آپکا کوئی خلیفہ نہیں اسواسطے کہ آپکے بعد کوئی رسول نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ رسالت آپکی موت کے بعد
منقطع ہو گئی جیسا کسی ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا بسبب منعدم ہونے اسکی علت کے ومن دخل دارھم باذن الامام
او منعۃ ای قوۃ فاغار خمس ما اخذ والا لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان گیا دار الحرب میں امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارتگری
سے تو خمس لیا جاویگا اس سے جو کہ وہ لوگ لائے اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے اور اگر امام سے حکم نہیں لیا یا قوت اور شوکت سے دار الحرب میں نہ گیا اور کچھ
مال لایا تو اسمیں خمس نہیں اسواسطے کہ وہ چھپٹا مارنا اور لے بھاگنا ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ جسمیں قہر اور غلبہ اور قوت ہے اسمیں خمس ہے اور جسمیں غلبہ نہیں اسمیں خمس نہیں
یا شوکت جانے میں تو قوت کا ہونا صریح ہے اور امام کے اذن میں اسواسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اسکی مددگاری کا التزام کیا تو یہ امر حکما قوت
ہو دلالۃ لو دخل اربعۃ خمس ولو ثلثۃ لا اور مجتبی میں ہے کہ اگر چار شخص دار الحرب میں گئے اور کچھ مال لائے تو انسے خمس لیا جاویگا اور اگر تین شخص گئے
تو نہیں قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلو لھم منعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم دار الحرب سے لاؤ گے میں اسکا خمس نہ لونگا
تو اگر غازی باقوت ہوں تو جائز نہیں اور اگر انکو قوت اور شوکت نہیں تو جائز ہے وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا

[illegible]

وسماه

فیقول من قتل قتیلا فلہ سلبہ سماہ قتیلا لقربہ منہ اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کیوقت ترغیب اور جوش دلانے کیواسطے تو یون کہے کہ جو شخص قتل کریگا کسی مقتول کو تو اُسکے واسطے اسباب ہے اُسکا زندہ کافر کو مقتول کہا بسبب اُسکے قریب ہونے کے قتل سے مترجم تنفیل لغت مین معنی زیادت ہے پھر غنیمت مسمی بہ نفل ہوئی اسواسطے کہ اس امت پر اور حلال چیزون سے غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اور امتون پر غنیمت حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع مین نفل وہ ہے جسکو امام بعض غازیون کیواسطے مخصوص کر دے کذا فی المحیط اور انعام ہوجانے قتال کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ قبل قتال بطریق اولی جائز ہے اور بعد قتال کے جائز نہین او یقول من اخذ شیئا فھو لہ وقد یکون بدفع المال وترغیب مال یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لیگا وہ اُسکی ہے اور کبھی تنفیل مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب سے خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو فالتحریض نفسہ واجب للآیۃ احتیاطا الا ان المقصود مندوب تو ترغیب فی نفسہ واجب ہے آیۃ کے سبب سے اور انعام مین اُسکا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور شوق انگیز ہو ولا یخالفہ تعبیر القدوری بلا باس لانہ لیس مطردا لما ترکہ اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا قالہ المصنف ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب اور استحباب تنفیل کے مخالف نہین تعبیر کرنا قدوری کا لا باس کیساتھ اسواسطے کہ لفظ لا باس کا فقط ترک اولی کو مطرد نہین بلکہ لا باس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اسیواسطے مبسوط مین تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فلہ سلبہ اذا قتل ھو استحسانا اور انعام کا امام مستحق ہوگا اگر اُسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو ماریگا تو اُسکے واسطے اُسکا اسباب ہے جبکہ امام ہی قتل کرے بنا بر استحسان کے مترجم قیاس مین اسواسطے جائز نہین کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام دینے والا ہوا تو متہم ہوگا اور استحسان مین اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضا نہین تو در صورت عدم تخصیص اسمین تہمت نہین بخلاف ما لو قال منکم او قال من قتلتہ انا فلی سلبہ فلا یستحقہ الا اذا عمم بعدہ ظہیریہ بخلاف سابق یہ ہے اگر امام نے کہ جو شخص تم سے ماریگا یا یون کہا کہ جسکو مین قتل کرون تو اُسکا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اُسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اُسوقت مستحق ہوگا جبکہ تعمیم کر دے بعد اس تخصیص مذکور کے کذا فی الظہیریہ مترجم پہلی صورت مین اسواسطے مستحق نہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کر دیگا اور دوسری صورت مین بسبب تہمت کے مستحق نہوا ویستحقہ مستحق سہم او رضخ فعم الذمی وغیرہ اور انعام کا مستحق ہے سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو وذا ای التنفیل انما یکون فی مباح القتل فلا یستحقہ بقتل امراۃ ومجنون ونحوھما ممن لم یقاتل اور یہ یعنی تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے مین ہوتی ہے تو اُسکا مستحق نہوگا عورت اور مجنون اور اُنکے مانند کے قتل سے یعنی اُن لوگون کے جنہون نے قتال نہین کیا وسماع القاتل مقالۃ الامام لیس بشرط فی استحقاقہ لانہ لیس فی الوسع اسماع الکل اور سماعت قاتل کی امام کے کلام کو شرط نہین اُسکے استحقاق تنفیل مین اسواسطے کہ سب لشکر کو سنانا انسان کے مقدور مین نہین یعنی اظہار خطاب البتہ ہو سکتا ہے سو پایا گیا کذا فی المنح ویعم کل قتال فی تلک السنۃ ما لم یرجعوا وان مات الوالی وعزل ما لم یمنعہ الثانی نہر اور تنفیل مذکور شامل ہے اس سال کی ہر لڑائی کو جب تک غازی نہ پلٹ آوین اگرچہ والی مرجاے یا معزول ہو جب تک دوسرے والی نے اُسکو منع نہ کر دیا ہو کذا فی النہر مترجم یہ اُسوقت ہے جب تنفیل قتال کیوقت نہوئی ہو اور اگر عین حالت قتال مین ہوئی ہو تو اُسی لڑائی تک مقید رہیگی کذا فی البحر وکذا یعم کل قتیل لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم اور اسیطرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اسواسطے کہ لفظ قتیل کا نکرہ ہے شرط کے تحت مین اور وہ شرط لفظ من ہے یعنی من قتل قتیلا فلہ سلبہ مین مترجم حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی مین ضروری ہے اور سیاق شرط مین عام نہین ہوتا مگر یہ مین مین علاوہ اسکے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا مین کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ دونون مثالون مین قتیل نکرہ ہے سیاق شرط مین کما لا یخفی بخلاف ان قتلت قتیلا بخلاف اس قول کے کہ امام نے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو ماریگا تو اُسکا اسباب تیرا ہے یعنی اگر ایک غازی سے یہ خطاب کیا اور اُسنے دو کافرون کو مارا تو اُسکو اول مقتول کا اسباب ملیگا فقط اور اگر علی العموم اسطرح لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی مرد تم مین کسی قتیل کو ماریگا تو اُسکو اُسکا اسباب ملیگا پھر ایک مرد نے دو یا تین کو قتل کیا تو سب کے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہ استحسان ہے کذا فی البحر ولو قال ان قتلت ذلک الفارس فلک کذا لم یصح وان قطعت راسہ او لک سلب المقتول فلک کذا صح منیۃ اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر تو اُس سوار کو قتل کرے تو تیرے واسطے ایسا ہے تو یہ صحیح نہین اور اگر یون کہا کہ اگر تو اُس مقتول کا سر کاٹے تو تیرے واسطے

ف لفظ لا باس مستحب میں بھی مستعمل ہوا

ایسا کچھ ہی تو صحیح ہی کذا فی المنیہ ھ قاضیخان نے کہا اسواسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہی تو وہ اجرت کا مستحق نہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہین بخلاف دوسری صورت کے اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہین تو اجارہ اسپر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز مین کہا کہ تعلیل قاضیخان متقدمین کے قول پر مبنی ہی کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہین ولو نفل السریۃ ھی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ ما اخذتم من السبی فہو لکم بعد الربع وسمع العسکر دونہا فلہم النفل استحسانا ظہیریۃ اور اگر امام نے سریہ یعنی چھاپہ مارنے والون سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنے والون نے تو انکو یہ انعام ثابت ہی بنا بر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ سریہ عبارت ہی قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہی سرے سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر ھ یہ باعتبار اصل وضع کے ہی تو اب استعمال تین مین ملحوظ نہین و جاز التنفیل بالکل او بقدر منہ لسریۃ لا للعسکر والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہی کل غنیمت سے یا اُسکے برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق اُسکا غرر مین مذکور ہی ھ درر مین وجہ فرق یون مذکور ہی کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریص قتال ہی اور یہ حاصل نہین مگر بعض کی تخصیص مین کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم مین تو سواری کی تفضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہی اور خمس کا بھی ابطال ہی بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل مین برابر ہین بسبب بطلان سہمین منصوصین کے اور یہ مسئلہ حواشی سے مذکور ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی و لا ینفل بعد الاحراز ھنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ بنفسہ لفقیر کما مر اور امام تنفیل کرے بعد پہونچ جانے غنیمت کے دار الاسلام مین مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہی بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم مین جیسا کچھ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کیواسطے ہوا تو محتاج مقاتل کیواسطے بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ و سلبہ ما معہ من مرکبہ و ثیابہ و سلاحہ وکذا ما علی مرکبہ لا ما علی دابۃ اخری اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہی جو اُسکے ساتھ ہی یعنی اُسکی سواری اور کپڑے اور ہتھیار کے اور اسیطرح وہ چیز جو اُسکی سواری پر ہی نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہی جسکو برتل کہتے ہین ھ سلب بفتحتین بمعنی مسلوب ہی کذا فی القہستانی و التنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہی باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا قبل احراز دار الاسلام کے ھ جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو بعد تنفیل کے پاوے اُسمین خمس نہین اور وراثت اُسمین جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب مین جاوے اور یہ جو کہا کہ مالک ہونا تنفیل کا حکم نہین تو مطلب یہ ہی کہ ملک کامل نہین ورنہ اگر ملک مطلق نہوتی تو اُسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک مجرد تنفیل کے ملک ثابت ہو جاتی ہی کذا فی الفتح فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم یحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمہ و استبرأہا لم تحل لہ اجماعا جب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل مین ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین تو اگر امام نے یون کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اُسی کی ہی پھر اُسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اسکا استبرا کیا یعنی دار الحرب مین تو اُسکو اُسکی وطی اور بیع حلال نہین جیسے کسی مسلم نے دار الحرب مین چوری سے کسی لونڈی کو لیکر استبرا کیا تو اُسکو وہ حلال نہین [illegible] و محمد کے یہان تک کہ اُسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی و السلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہی نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہین مگر جب تیرے امام کا دل اسکو چاہے تو ہمنے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا ھ حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہی کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہی تو علماء حنفیہ نے اسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تا دونون حدیثون مین تعارض باقی نہ رہے حدیث اول مین حبیب بن سلمہ سے خطاب ہی گرچہ یہ حدیث ضعیف ہی لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہونچ گئی ہی کذا فی الفتح قلت و فی معروضات المفتی ابی السعود ھل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الان حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ لیتلاء انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہی اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو السعود کے معروضات مین مرقوم ہی کہ کیا حلال ہی جماع اُن لونڈیون کا جو خریدی کیجاتی ہین اب غازیون سے جبکہ واقع ہوا ہی اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ مشروع تو جواب اُس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین

قسمت شرعی موجود نہیں لیکن ۱۲۳۵ھ میں سلطان روم کیطرف سے تنفیل کلی واقع ہو گئی ہے سو خمس دینے کے شروع سے شبہہ حرمت کا باقی نہ رہا انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تنفیل کلی سے یہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوے وہ مالک ہے اُسکا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضوں کیواسطے مراد نہیں ہے اور عنقریب بیان کر چکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلی تمام لشکر کیواسطے جائز ہے نہ سریہ کے واسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہیں ہے رہا بعض اہل روم کے خمس دینے کو تحقیق کرنا چاہیے ظاہر یہ ہے کہ خمس نہیں دیتے تو شبہہ موجود ہے علاوہ اسکے یہ جواب اسوقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہے تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولی جائز نہو گی مگر اسوقت جبکہ سلطان متاخر بھی تنفیل مذکور کو قائم رکھے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب استیلاء الکفار

باب استیلاء الکفار

علی بعضهم بعضا او علی اموالنا] یہ باب ہے غلبۂ کفار کے احکام میں بعضوں کے بعضوں پر یا ہمارے مالوں پر ہم حلبی نے کہا کہ علی بعضهم بعضا کی ترکیب فاسد ہے یوں کہنا صواب تھا بعضهم علی بعض اذا سبی کافر کافرا آخر بدار الحرب ای اخذ ماله ملکه لاستیلائه علی مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب میں اور اسکا مال چھین لیا تو وہ مالک ہو گیا بسبب اسکے غالب ہونے کے مباح چیز پر ہم شرح ملتقی میں کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مفید ہے کہ احراز دار مالک شرط نہیں تو اگر کفار ترک اور ہند کفار روم پر غالب ہوں اور رومیوں کو ہند میں پکڑ لیجائیں تو وہاں کفار ترک کی بھی ملک ثابت ہو گی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال دار الحرب میں مباح ہیں اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہے مانند استیلاء علی الصید کے ولو سبوا اهل الحرب اهل الذمة من دارنا لا یملکونهم لانهم احرار اور اگر گرفتار کرلیگئے کافر حربی ذمیوں کو دار الاسلام سے تو اُنکے مالک نہونگے اسواسطے کہ ذمی دار الاسلام میں آزاد ہیں اور آزاد استیلاء سے مملوک نہیں ہوتا اور ذمیوں کے اموال مثل اموال مسلمین کے اُنکے مملوک ہو جاتے ہیں فملکنا ما نجده من ذلک السبی للکافر ان غلبنا علیهم تبعا لحیازتهم و ملکهم اور ہم اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اُس بندے کفار سے اگر ہم اُنپر غالب ہوئے ان باعتبار اُنکی باقی املاک کے یعنی اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پھر مسلمین اُنپر غالب ہوئے تو اُس بندے کے مالک ہونگے جیسے حربیوں کے اور اموال کے مالک ہوتے ہیں ف فتاوی قاضیخان میں ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں اپنے ولد کو بیچے تو باتفاق روایات جائز نہیں اور اگر مسلم دار الحرب میں جا کر حربی کا ولد مول لے اسمیں اختلاف ہے امام سے ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہے پھر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی بموجب قول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام میں نکال لایا اسمیں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہو گا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اُسنے جبر نکالا تو اُسکا مالک ہو گیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضوں نے کہا کہ وہ حربی کا ہے اور بعضوں نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہے تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہو گا خواہ خوشی سے اُسکو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہیں تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہے اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر اُسکو زبردستی سے نکال لایا تو مالک ہو گا اور اگر اُسکو بخوشی لایا تو مالک نہو گا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مؤمنا واحرزوها بدارهم ملکوها لاستیلاء علی مباح لما ان الصحیح من مذهب اهل السنة ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحة رای المعتزلة بل لان العصمة من جملة الاحکام المشروعة وهم لم یخاطبوا بها فبقی فی حقهم مالا غیر معصوم فیملکونه کما حققه صاحب المجمع فی شرحه اور اگر کفار غالب ہو گئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مومن ہو اور اموال کو دار الحرب میں لے گئے تو اُسکے مالک ہونگے بسبب استیلاء علی المباح کے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اشیا میں اصل توقف ہے اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہو گئے اسواسطے کہ عصمت یعنی وجوب حفظ اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہے اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں تو ہمارے اموال اُنکے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اُسکے ہونگے چنانچہ صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح میں کی ہے ہم اشباہ میں ذکر کیا ہے کہ اصل اشیا میں یا اباحت ہے تاوقتیکہ دلیل اسکے مخالف پر نہ قائم ہو اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا یا اصل تحریم ہے تاوقتیکہ اباحت پر دلیل دلالت کرے اور شافعیوں نے اسکو امام اعظم کیطرف نسبت کیا ہے اور بدائع میں کہا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ افعال

[illegible]

ہیں قبل شرع کے کچھ حکم نہیں انتہی اور مصنف کی شرح منار میں ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے بعضے حنفیوں کے نزدیک اور بعضوں میں کہ حظر ہے اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اصل اسمیں توقف ہے یا یہ معنی کہ واقع میں اشیا کیواسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور ہے لیکن ہم اسپر واقف نہیں ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ کیہاں بعض اہل مذہب کی رائے پر چلا ہو موافقت شافعی جب ثابت ہو تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کیطرف مناسب نتھا مدیہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں قول غیر صحیح ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ ہیں بنا بر اداء اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب احکام شرعی کے نہوئے تو انکے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہا یعنی تو انکے واسطے مباح ہوا تو اسوقت میں فعل الاباحۃ کیطرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اسی کا قائل ہو گیا یعنی علینا اتباعہم یعنی ہم پر فرض ہے انکا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا اور انسے تمام اموال چھڑانے کیواسطے فرض ہے تا وقتیکہ وہ دار الاسلام میں ہیں اور جب دار الحرب میں چلے گئے تو فرض نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑ لے گئے تو مطلقاً انکا پیچھا کرنا فرض ہے کذا فی المنح عن البحر عن المحیط فان اسلموا تقرر ملکہم اور اگر کفار مسلمان ہو گئے تو انکی ملک ثابت ہو گئی یعنی کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب میں جا کر مسلمان ہو گئے تو وہ مالک اموال کے ہو گئے اب صاحبان اموال انسے نہیں لے سکتے کذا فی المنح عن شرح الطحاوی ولو غلبنا علیہم ای بعد ما احرزوھا بدارھم اما قبلہ فہی لملاکہا مجانا مطلقا اور اگر ہم غالب ہوئے انپر یعنی بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب لے گئے اور قبل دار الحرب کے لیجانے کے تو اموال مذکورہ انکے مالکوں کو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت انکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فہو لہ مجانا یعنی اگر ہم غالب ہوئے کافروں پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے میں المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ اسکو درر میں محقق کیا ہے تو وہ مال پانے والے مالک کو مفت ملیگا بدون دینے کوئی چیز کے وان وجدہ بعدھا فہو لہ بالقیمۃ جبرا للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے اسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اسکو بعوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونوں نقصان پھر جائیں یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی زائل ہو گئی تو باین لحاظ اسکے لینے کا اسکو حق ہے لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اسکا ضرر ہے جسنے اسکو اپنے حصے میں پایا لہذا اس مال کو بہ قیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہ دلیل عقلی ہے اور اسی کے موافق بحر الرائق میں حدیث منقول ہے ولو کان ملکہ مثلیا فلا سبیل لہ علیہ بعدھا اذ لو اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ ہبۃ ولو قبلہا اخذ مجانا کما مر اور اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہیں اسپر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اسکا لیگا تو بعوض اسکے مثل کے لیگا مثلا گیہوں بعوض گیہوں کے لیگا تو اسکی خرید میں کچھ فائدہ نہیں اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اسکو مفت لے چنانچہ عنقریب گذرا و بالثمن الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ منہم تاجر الیہم من العدو واخرجہ الی دارنا وبقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اس قیمت کے لے جسکے قیمت سے سوداگر نے اسکو مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور اسکو ہمارے دار الاسلام میں نکال لایا اور بہ قیمت جنس کے لے اگر اسنے بعوض جنس کے خرید کیا ہو و بالقیمۃ لو اتہبہ منہم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے لے اگر کفار سے اسنے بطریق ہبہ کے پایا ہو اور درر میں اتنا زیادہ کہا ہے یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر شراہ بخمر او خنزیر لیس لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو شراہ بمثلہ نسیئۃ او بمثلہ قدرا ووصفا بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدرا او اردئ وصفا فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس بربو لانہ فداء لیکن بحر الرائق میں ہے خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اسکے مالک کو اسکا لینا باتفاق روایات جائز نہیں اور اسیطرح اگر اسکو بعوض اسکے مثل کے بوعدہ ادائے قیمت خرید کیا یا بعوض اسی چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف میں مبیع کے مثل ہے خواہ بہ عقد صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد تو جائز نہیں بسبب عدم فائدہ کے سوا اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہے اسواسطے کہ یہ خرید مفید ہے اور یہ بیاج نہیں اسلیے کہ یہ فدا ہے ہم یعنی مثلی کی عدم مساوات یہاں بیاج میں داخل نہیں اسواسطے کہ مالک نے اپنے مال کو خلاص لیا تو یہ فی الحقیقۃ فدا ہے نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان وصلیۃ فقیء عینہ او قطع یدہ واخذ مشتریہ ارشہ او

فقأها المشتري فيأخذه بكل الثمن لأن الأوصاف لا يقابلها شيء من الثمن یعنی مالک کو جائز ہے کہ اپنے مال کو سو اُس کی قیمت سے لے اگرچہ اُسکے مملوک کی آنکھ پھوڑی گئی ہو یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اُسکے مشتری تاجر نے اسکا خون بہا لیا ہو یا خود مشتری نے اُسکی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اسکو کل قیمت سے لے اگر چاہے اسواسطے کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہیں ہی والقول للمشتري في مقداره أي الثمن بيمينه عند عدم البرهان لأن البينة مبينة فلو برهن فبينة المالك أيضا خلافا للثاني نہر اور معتبر قول مشتری کا ہے قیمت کے مقدار میں اُسکے قسم کھانے کے ساتھ گواہ نہونے کیوقت اور اگر کوئی گواہ لاویگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہیں اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مالک کے بھی گواہ اولی ہیں بخلاف ابو یوسف کے کذا فی النہر م طحطاوی نے کہا کہ ایک نسخہ میں یعن عبارت ہی فبینة المالك أيضا اولی اور یہی نسخہ اولی ہی

ولو تكرر الأسر والشراء بأن أسر ثانيا وشراه آخر أخذ المشتري الأول من الثاني بثمنه لو رد لا تعرض على ملكه فكان الأخذ له ثم يأخذ المالك القديم بالثمنين إن شاء لقيامه عليه بهما وقيل لا الأخذ الأول بالأخذ القديم كيلا يضيع الثمن اور اگر گرفتاری و خرید مکرر ہوئی اسطرح پر کہ دوسری بار مثلا غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اسکو خرید کیا تو مشتری اول اُسکو مشتری ثانی سے لے یعوض اُسکی قیمت کے بسبب واپس دہونے گرفتاری کے مشتری اول کی ملک تو اُسی کو لینا مقدم ہوا پھر مالک قدیم اسکو دونوں قیمتیں دے کر لے اگر چاہے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتوں پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نہ لے تا مشتری اول کی قیمت ضائع ہو

ولا يملكون حرنا ومدبرنا وأم ولدنا ومكاتبنا لحريتهم من وجه فيأخذه مالكه مجانا لكن بعد القسمة يؤدي قيمته من بيت المال اور کفار مالک نہیں ہیں ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزاد ہو جانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایک طرح سے تو اسکو اسکا مالک مفت لے بلاعوض لیکن بعد قسمت مال غنیمت المسلمین اُسکی قیمت بیت المال سے ادا کیجائے ہم حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہوئے کہ سبب مفید ملک کا محل ملک میں ہوتا ہے یعنی مال مباح میں اور حر معصوم بنفسہ ہے اور اسیطرح مدبر وغیرہ میں بھی حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافروں سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اُس سے بلاعوض لے کذا فی المنح ونملك عليهم جميع ذلك بالغلبة لعدم العصمة لهم اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر اُنکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سب کے مالک ہونگے بسبب غلبہ کے بواسطے عصمت کے ولو ند إليهم دابة ملكوها لتحقق الاستيلاء إذ لا يد للعجماء اور اگر کافروں کیطرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اُسکے مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلا کے دار الاسلام سے نکلتے اسواسطے کہ جانور کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہیں کہ دار الاسلام سے نکلتے کیوقت ظاہر ہو اور ملک کفار کا مانع ہو وإن أبق إليهم قن مسلم فأخذوه قهرا لا خلافا لهما لظهور يده على نفسه بالخروج من دارنا فلم يبق محلا للملك اور اگر دار الاسلام سے کفار کی لونڈی یا غلام مسلمان بھاگ نکلا سو اونھوں نے اسکو زبردستی پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نہ رہا ہم جب تک غلام دار الاسلام میں تھا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقیق ہونے کے تصرف کے تا مولی اُسکے انتفاع پر قادر ہو اور خروج دار الاسلام سے مولی کا تصرف اُسپر سے زائل ہو گیا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہو گیا لہذا وہ محل ملک باقی نہ رہا جب کفار کی ملک اُسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اُسکو مفت لیگا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اُسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اُسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لینگے تو باتفاق ور صاحبین کے مالک نہونگے بخلاف ما إذا أبق إليهم بعد ارتداده فأخذوه ملكوه اتفاقا بخلاف اُسکے جبکہ غلام اُنکی طرف بھاگ جاویگا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اسکو پکڑیں تو بالاتفاق مالک ہو جاوینگے ولو أبق بفرس أو متاع فاشترى رجل ذلك كله منهم أخذ المالك العبد مجانا لما مر أنهم لا يملكونه والآخر غيره بالثمن لأنه قد ملكوه اور اگر غلام دار الحرب میں بھاگ گیا اور اُسکے ساتھ گھوڑا یا اسباب ہے پھر ایک مرد نے یہ سب اُنسے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہیں ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اُسکے مالک ہو چکے وعتق عبد مسلم أو ذمي لا عندهما أيضا زيلعي شراه مستأمن ههنا وأدخله دارهم إقامة لتباين الدارين مقام الإعتاق كما لو استولوا عليه فأدخلوه دارهم فأبق منهم إلينا اور آزاد ہوگا غلام مسلمان یا غلام ذمی اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا کذا فی شرح

از زیلعی وہ غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستامن نے دار الاسلام میں خرید کیا اور دار الحرب میں داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے چنانچہ اسمیں آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دار الاسلام میں اور اُسکو دار الحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دار الاسلام میں بھاگ آوے امام کے نزدیک غلام دار الحرب میں داخل کرنیکے اسواسطے آزاد ہوتا مسلم کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا شرط تباین دارین کو علت کے قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو شراہ حربی لا یعتق علیہ اتفاقا لما نہ حق استرداد کا مصنف نے مستامن کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسکو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا بالاتفاق امام اور صاحبین کے اُسکے حق استرداد کے ملنے کے سبب کذا فی النہر و طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں لو شراہ کے مقام میں لو اسرہ ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہر الفائق کیطرف رجوع کیا تو طحطاوی کے موافق پایا چنانچہ اُسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبد لہم اسلم ثمہ فجاءنا الی دارنا او الی العسکر نا ثمہ او اشتراہ مسلم او ذمی او حربی ثمہ او عرضہ علی البیع وان لم یقبل المشتری بحر چنانچہ یہ بیان ہوگا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہو پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری طرف دار الاسلام میں آیا یا اُس لشکر اسلام میں آیا جو دار الحرب میں وارد ہے یا اُسکو مسلم یا ذمی یا حربی نے دار الحرب میں خرید کیا یا حربی نے اُسکو بیع کیواسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اُسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظہرنا علیہم ففی ہذہ الست الصور یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد علیہ لان ہذا عتق حکمی درر یا ہم اہل اسلام غالب ہوئے حربیوں پر تو ان چھ صورتوں میں غلام مذکور آزاد ہوجائیگا بدون آزاد کرنے کے اور کسیکو حق ولا اُسپر نہوگا اسواسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر تو صورتین مستامن کی خرید سے آخر تک ہیں حلبی نے کہا ملک گیارہ صورتیں ہیں اسطرح پر کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا آستے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور اسیطرح استیلاء کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر و فی الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ اخذا بیدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ لانہ معتق ببیانہ مسترق ببنانہ اور شرح زیلعی میں ہے اگر حربی نے اپنے غلام سے کہا اُسکا ہاتھ پکڑکے کہ تو آزاد ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہے اُسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اُسکے ہاتھ پکڑنے سے یعنی بعد زوال ملک استیلاء جدید سے اُسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اُسکا ہاتھ پکڑنا ہے دار الحرب میں و اللہ تعالیٰ اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان یہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنے والے کے احکام میں اور چونکہ طلب امان بدون استیلا کے نہیں ہوتی لہذا اُسکو باب الاستیلا کے بعد مذکور کیا ہو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ ہے جو غیر کی ملک میں پناہ لیکر جائے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دار الحرب میں اہل حرب سے امان لیکر جائے یا کافر حربی دار الاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لیکر آئے دونوں کو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ بشیء من دم ومال و فرج منہم اذ المسلمون عند شروطہم داخل ہوا مسلم دار الحرب میں امان لیکر تو اُسپر حرام ہے کافروں کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون اور مال اور شرمگاہ سے اسواسطے اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنی مستامن کو حربیوں کا خون کرنا یا اُنکا مال ناحق لینا یا اُنکی عورتوں سے قربت کرنا جائز نہیں حرام ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دار الحرب سے ہماری طرف دار الاسلام میں کوئی چیز نکال لایا تو اُسکا مالک ہوگا ملک حرام بسبب دغا بازی کے تو اُسکو خیرات کردے بنا بر وجوب کے مالک اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی اور اُسکی وطی حلال نہیں اگرچہ اُسکو دار الاسلام میں محرز کیا اور جو شخص کہ اس جاریہ کو مستامن سے خرید کرے اُسکو بھی وطی حلال نہیں بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک میں دغا بازی سے اور یہ حرمت وطی مشروط بقید علم ہے یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بایع اُسکا مالک ہوا ہے ملک محظور اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ حرمت اموال میں متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق میں اسواسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اُسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہ قید مذکور ہے کہ وارث اسباب اموال کو نہ جانتا ہو تب اُسکو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی

لفظ الشرح [illegible]
[illegible] الشیخ
لان العبرۃ [illegible]
المسلم والذمی
واسم العتیق علیہ
انما قال للبائع
تقتضی
عنہ من غیر اہل
حق استرداد
المسلم ۱۲ منہ

عن المجوسی قید بالاخراج لانہ لو غصب منہم شیئا ردہ علیہم وجوبا مصنف علیہ الرحمہ نے اخراج کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دار الحرب میں کافروں کی کوئی چیز غصب کریگا تو انکو پھیر دے بنا بر وجوب کے تا وقتیکہ وہ دار الحرب میں ہو اور یہی حکم ہے چوری و غارتگری کا بخلاف الاسیر فیباح تعرضہ وان اطلقوہ طوعا لانہ غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف اُس مسلم کے جو دار الحرب میں گرفتار و مقید ہے تو اُسکو اُنکی جان اور مال سے متعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اُسکو خوشی سے چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ مستامن نہیں ہے تو وہ متلصص کے مانند ہے یعنی جو دار الحرب میں چھپکر جائے فانہ یجوز لہ اخذ المال و قتل النفس دون استباحۃ الفرج لانہ لا یباح الا بالملک تو مسلم مقید کو جائز ہے حربیوں کا مال لینا اور جان کا قتل کرنا سوائے استباحت شرمگاہ کے اسواسطے کہ حربیات کا جماع حلال نہیں مگر بملک کے اور ملک قبل احراز بدار الاسلام کے ثابت نہیں اور ملک حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے الا اذا وجد امرأتہ المأسورۃ او ام ولدہ او مدبرتہ لانہم ما ملکوہن بخلاف الامۃ مسلم مستامن کو استباحت شرمگاہ حلال نہیں مگر اُسوقت حلال ہے جبکہ اُسنے دار الحرب میں اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا اسواسطے کہ کفار انکے مالک نہیں ہوئے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتاری سے انکی مملوک ہو جاتی ہے تو اُسکی وطی بھی حلال نہیں ولو وطئہن اہل الحرب فلو وطئوہن تجب العدۃ للشبہۃ زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اُسوقت حلال ہیں جبکہ اُنسے اہل حرب نے وطی نہ کی ہو اسواسطے کہ اگر اُنھوں نے اُنسے وطی کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہ ملک کے فلو اداناہ حربی دینا ببیع او قرض او بعکسہ او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم یقض لاحد بشیء لانہ ما التزم حکم الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع کے ہو یا قرض کے یا اُسکے بالعکس ہو یعنی مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ایک نے دوسرے کا مال غصب کیا اور وہ دونوں ہماری طرف دار الاسلام میں نکل آئے دار الحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کیواسطے کسی چیز کا حکم نہ کرینگے اسواسطے کہ حربی مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ میں التزام نہیں کیا بلکہ زمان آیندہ میں التزام کیا ہے ادانت میں تو اسواسطے حکم نہو گا کہ ادانت دار الحرب میں واقع ہوئی وہاں حکومت اسلام جاری نہیں جو قاضی اسمیں کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہیں اسواسطے کہ اُسنے زمان گذشتہ میں التزام احکام نہیں کیا بلکہ آیندہ میں کیا ہے اور غصب میں اسواسطے حکم نہیں کہ دار الحرب میں ہر ایک کا مالک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہو گیا منح الغفار میں ہے کہ دین سے یہاں عام مراد ہے جو خرید و فروخت اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت میں قرض کو دین نہیں کہتے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بھی یہی حکم ہے ویفتی المسلم برد المغصوب ندبا زاد الکمال و برد الدین ایضا دیانۃ لا قضاء لانہ غدر اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جاویگا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین نے اتنا زیادہ کیا ہے اور دین کے بھی پھیر دینے کا فتوی دیا جاویگا باعتبار دیانت کے نہ قضا کے دیانت اسواسطے فتوی ہو گا کہ عدم ادائے دین دغابازی ہے قضا یعنی قاضی حکم نہ کریگا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الادانۃ والغصب ثم استامنا لما بیناہ اور ایسا ہی حکم جاری ہے اُن دو حربیوں میں جنھوں نے وہ کیا ہے یعنی ادانت اور غصب دار الحرب میں کیا ہے پھر دار الاسلام میں داخل ہو کر مستامن ہو گئے بنظر اُس دلیل کے جسکو ہمنے بیان کیا ہے یعنی دونوں میں قاضی اسلام کچھ حکم نہ کریگا اسواسطے کہ اُنھوں نے التزام احکام اسلام استقبال میں کیا ہے نہ ماضی میں خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انہ اسیرہ وقال الحربی کنت مستامنا فالقول للحربی الا اذا قامت قرینۃ لکونہ مکتوفا او مغلولا عملا بالظاہر یعنی حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کیطرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے کہا کہ میں مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہو گا مگر اُسوقت مسلم کا قول مقبول ہو گا جب کوئی قرینہ قائم ہو اُسکی گرفتاری پر چنانچہ اُسکی مشکیں بندھی ہونا یا اُسکے گلے میں طوق پڑا ہونا ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا ای الحربیان الینا مسلمین وتحاکما قضی بینہما بالدین لوقوعہ صحیحا للتراضی ولما انہ غصب فلما مر انہ ملکہ اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام میں مسلمان ہو کر اور اُنھوں نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کیطرف تو اُن دونوں میں ادائے دین کا حکم کیا جاویگا بسبب واقع ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب میں نہ حکم ہو گا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ دار الحرب میں غصب کرنے سے غاصب مالک ہو جاتا ہے اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبہ عمدا او خطأ تجب الدیۃ استحسانا فی مالہ فیہما لتعذر الصیانۃ علی العاقلۃ مع تباین الدارین دو مسلمان مستامن میں سے ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصدا یا بہوکے تو دیت واجب ہوگی بسبب ساقط

ہونے قصاص کے وہان یعنی دار الحرب مین بلکہ حسب کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال مین دونون صورتون عمد اور خطا مین بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل حرب باوجود اختلاف دارین کے یعنی اہل حرب پر جو قتل خطا مین دیت واجب ہوتی ہی تو اس سبب سے کہ اونھون نے بچانے مین قصور کیا سو یہ امر تباین دارین سے متصور نہین لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت دلائی جائیگی والکفارۃ ایضاً فی الخطاء لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا مین بسبب اطلاق نص کے یعنی نص قرآنی مین بلا قید دار الحرب و دار الاسلام کے ارشاد ہوا ہی کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثون کو وفی قتل احد الاسیرین الآخر کفر فقط لما مر بلا دیۃ فی الخطاء اور دو قیدی مسلمان مین سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے مین فقط کفارہ دے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا مین ہم سقوط دیت کی وجہ قتل عمد مین مذکور ہوگی ولا شیء فی العمد اصلاً لانہ بالاسر صار تبعاً لہم فبطلت عصمتہ المتقومۃ لا المؤثمۃ فلذا کفر فی الخطاء اور کچھ واجب نہین قتل عمد مین اصلاً نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری کے اہل حرب کا تابع ہوگیا تو ساقط ہوگئی اسکی عصمت متقومہ نہ عصمت مؤثمہ تو اسواسطے قتل خطا مین کفارہ دے نہ عمد مین اصلاً عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھہرانے والی وہ ہی جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک اور عصمت مؤثمہ وہ ہی جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل مسلم اسیراً ومن اسلم ثمہ ولو ورثتہ المسلمون ثمہ فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کے قتل کرنے مین قیدی مسلم کو یا اسکو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہان موجود ہون دیت واجب نہین تو فقط قتل خطا مین کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اسطرح پر کہ جو ہتک عصمت کرے تو اسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہی نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامۃ نوح

فصل فی استیمان الکافر

یہ فصل ہی کافر کے طلب امان مین جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیے لا یمکن حربی مستامن فینا سنۃ لئلا یصیر عیناً لہم وعوناً علینا اندر رہنے پاوے حربی مستامن ہمارے مین یعنی دار الاسلام مین ایک سال تاکہ کافرون کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کو انکا مددگار ہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رکھنا دار الاسلام مین جائز نہین مگر باسترقاق یا جزیہ تاکہ کافرون کا جاسوس نہ اور مسلمین کے امر مین انکا مددگار ہو مگر کچھ مدت انکو رہنے دینا البتہ جائز ہی اسواسطے کہ بالکل آنے دینے مین سد باب تجارت ہی لہذا دونون مدتون مین حد فاصل ایک سال کو قرار دیا کہ اس مدت مین جزیہ واجب ہوتا ہی کذا فی المنح وقیل لہ من قبل الامام ان اقمت سنۃ قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین ولکن ینبغی ان لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جداً فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جائے بادشاہ اسلام کیطرف سے کہ اگر تو دار الاسلام مین ایک سال رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایک سال رہنے کی قید اتفاقی ہی بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی الدر لیکن لائق یون ہی کہ اسکو ضرر نہ پہونچے نہایت کمتر مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہین بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی تو اگر وہ مہینہ رہیگا تو ذمی ہو جائیگا جزیہ اسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فھو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ ذلک شرط لکونہ ذمیاً فلو اقام سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول اوجہ پھر اگر حربی دار الاسلام مین سال بھر بعد قول امام کے ٹھہرے تو وہ ذمی ہی ظاہر عبارت متون یہ ہی کہ امام کا یہ قول اسکے ذمی ہونے کی شرط ہی تو اگر حربی ایک سال یا دو سال دار الاسلام مین ٹھہریگا قول امام سے پہلے تو وہ ذمی نہین اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہی درر مین فتح سے کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہی ولا جزیۃ علیہ حول المکث الا بشرط الاخذ منہ فیہ اور حربی پر جزیہ نہین پہلے سال کی اقامت مین مگر اس سے شرط کرلینے مین سال کے اندر جزیہ لینے کی یعنی اگر یون کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھپر جزیہ دینا لازم آویگا تو لینا درست ہی والا نہین اسواسطے کہ وہ دوسرے سال مین ذمی ہوا ہی نہ اول سال مین اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہین اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیاً یجری القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی

ذمی ہوگیا تو قصاص جاری ہوگا اُسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اُسکی شراب و سور کی قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ مسلم اُسکو تلف کر ڈالیگا ویجب الدیۃ علیہ لو قتلہ خطأ
اور مسلمان پر خون بہا دینا واجب ہوگا جبکہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے کا وجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم منح اور واجب ہی اُسپر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹا لاو اور
اُسکی غیبت کرنا حرام ہی مسلمان کے مانند کذا فی فتح القدیر وفیہ لو مات المستامن فی دارنا وورثتہ ثمہ وقف مالہ لھم فیاخذونہ ببینۃ ولو من اھل الذمۃ لا یقبل فیکتفی ب
کتاب ملکھم اور فتح القدیر مین ہی کہ اگر کافر مستامن دار الاسلام مین مرگیا اور اُسکے وارث دار الحرب مین ہین تو اُسکا مال اُنکے واسطے رکھ چھوڑا جاویگا اور اُسکے وارث مال کو گواہ لاکر
پاوینگے اور اگر اُنکی وارثت کے گواہ اہل ذمہ ہون تو ضامن لیکر اُنکو مال ملیگا اور حربی کے بادشاہ کا خط اسامر مین مقبول نہین واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول لو
لتجارۃ او لقضاء حاجۃ لم یفید الاطلاق بحر و یتبع لان عقد الذمۃ لا ینقض فمفادہ منع الذمی ایضا اور جبکہ کافر مستامن دار الحرب کیطرف پھر جانے کا
ارادہ کرے بعد ٹھیرنے سال بھر کے تو منع کیا جائیگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کیواسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسکو مفید ہی کذا فی النہر اسواسطے روکا جائیگا کہ عقد
ذمہ بعد منعقد ہونے کے منقوض نہین ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے ہم طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہی صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ
فتاوی عالمگیری مین مصرح ہی یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہی کما لا یمنع لو وضع علیہ الخراج بان الزم بہ واخذ منہ عند حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الراس
جیسے روکا جاتا ہی حربی مستامن دار الحرب کے جانے سے اگر اُسپر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے اسطرح پر کہ خراج اسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اُس سے لیا جائیگا اُسکے وقت
آنے کے نزدیک اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہی ذمی ہو جانے مین یعنی جب مستامن نے دار الحرب مین زمین مول لی یا عشری زمین مین زراعت کی
تو اسپر خراج لازم آیا تو وہ اُس سے ذمی ہوگیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہی لہذا دار الحرب مین جانے نہ دیگا او صار لھا ای للمستامنۃ الکتابیۃ زوج مسلم او ذمی لتبعیتھا
لہ ان لم یدخل بھا یا مستامنہ کتابیہ کے واسطے مسلم یا ذمی زوج ہوگیا یعنی دار الاسلام مین اُسنے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو دار الحرب مین جانے نہ پاوے گی بسبب تابع
ہونے زوجہ کے زوج کیواسطے اگرچہ زوج نے اُس سے قربت نہ کی ہو لا عکسہ لامکان طلاقھا بالعکس اسکے یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہین ہوتا اُسکی طلاق
دینے کے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک مین جا سکتا ہی بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہین ولو نکحھا ھنا فطالبتہ بمھرھا فلھا منعہ من الرجوع
تتارخانیۃ اور اگر مستامن نے ذمیہ سے دار الاسلام مین نکاح کیا سو زوجہ نے اُس سے اپنا مہر مانگا تو اسکو اُسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہونچتا ہی کذا فی التاتارخانیہ
فلو لم یف حتی مضی الحول ینبغی صیرورتہ ذمیا علی ما مر من الدین سو اگر مستامن نے مہر نہ دیا یہان تک کہ ایک سال گذر گیا تو اُسکا ذمی ہو جانا سزاوار ہی بنا بر اُس روایت کے
جو اُوپر سے مذکور ہوچکی یعنی امام کا یون کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونے میں شرط نہین بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت مین کافی ہی بحر
ومنہ علم حکم الدین الحادث فی دارنا اور مہر کے حکم سے معلوم ہوگیا اُس دین کا حکم جو دار الاسلام مین حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا روکنا
دار الحرب کے جانے سے جائز ہی اور اگر سال بھر ادا نہ کریگا تو ذمی ہو جائیگا فان رجع المستامن الیھم ولو لغیر دارھم حل دمہ ببطلان امانہ پھر اگر
مستامن پھر گیا حربیون کیطرف اگرچہ دوسرے دار الحرب مین گیا ہو تو اُسکا خون بعد داخل ہونے دار الحرب کے حلال ہی بسبب باطل ہو جانے اُسکی امان کے نہ حربی
ہوگیا فان ترک ودیعۃ عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیھما فاسر او ظھر بالبناء للمجھول یعنی غلب علیھم فاخذوہ او قتلوہ سقط دینہ وسلم و ما غصب
واجرۃ عین اجرھا لسبق یدہ پھر اگر مستامن دار الحرب مین پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ گیا یا دونون پر اپنا دَین چھوڑ گیا بعد
فتح ہونے دار الحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اُسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اُسکو قتل کیا بعد غالب ہونے کے تو اُسکا دین و بیع سلم کا راس المال
اور جو مال کہ اُس سے غصب کیا اور کرایہ اُس ذات کا جسکو اُسنے اجارہ دیا تھا ساقط ہوگیا بسبب مقدم ہونے قبضہ امانت دار وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اشیا
یہ سبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل دائن کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اور مسلمین کے ید سے اسبق ہی تو اُسی کو مخصوص ہوگا لہذا
دین وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وصار مالہ کودیعتہ وما عند شریکہ ومضاربہ وما فی بیتہ فی دارنا فیئا اور مال اُسکا چنانچہ اُسکی امانت

اور جو مال اُسکے شریک یا مضارب کے پاس ہو اور جو اُسکے گھر میں ہو دار الاسلام کے مانند غنیمت ہو جاویگا یعنی اسواسطے کہ مال کو اُسکے قبضے میں ہونا تقدیرًا ہے کیونکہ امانتدار وغیرہ کا قبضہ قائم مقام صاحب امانت کے ہی تو امانت وغیرہ غنیمت ہو جائیگی اُسکی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرھن ورجح فی النھر انہ للمرتھن بدینہ اور اختلاف روایت ہی اُسکے رہن میں اور نہر الفائق میں ترجیح دی ہی کہ مرتہن ہی کیواسطے ہی بعوض اُسکے دین کے م یہ قول ہی ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاوے اور اُس سے مرتہن کا دین ادا کیا جاوے اور جو زیادہ ہو وہ اُسکے دین سے وہ غنیمت ہی مسلمین کی صاحب بحر نے محمد کے قول پر ترجیح دی ہی اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفی السراج لو بعث من یاخذ الودیعۃ والقرض وجب التسلیم الیہ انتہی اور سراج میں ہی کہ اگر مستامن نے کسی شخص کو دار الحرب سے امانت اور قرض لینے کیواسطے بھیجا تو اُسکو امانت اور قرض کا سپرد کرنا واجب ہو انتہی کلامہ یعنی اسواسطے کہ اُسکا مال غنیمت نہیں ہوا مگر اُسکی گرفتاری یا قتل سے سو ہنوز حاصل نہیں وعلیہ فیوفی منہ دینہ ھنا ولو صارت ودیعتہ فیئا اور بنا بر وجوب تسلیم ودیعت و قرض کے تو ادا کیا جائیگا اُسکے مال سے دین اُسکا جو اُسنے دار الاسلام میں مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگرچہ اُسکی ودیعت غنیمت ہو گئی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب وان قتل او مات فقط بلا غلبۃ علیھم فدینہ وقرضہ وودیعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تغنم مغنومۃ فکذا مالہ کالو ظہر علیہ فہرب فمالہ لہ اور اگر مستامن کو بعد رجوع دار الحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مرگیا بدون غالب ہونے مسلمین کے دار الحرب پر تو اُسکا دین اور قرض اور امانت اُسکے وارثوں کیواسطے ہی اسواسطے کہ ذات اُسکی مغنوم نہیں ہوئی تو اسیطرح اُسکا مال بھی غنیمت نہیں ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پھر بھاگ گیا تو اُسکا مال اُسیکے واسطے ہی کیونکہ اُسکی گرفتاری اُسکے بھاگ جانے سے باطل ہو گئی م خلاصہ یہ ہی کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں تین صورتوں میں تو اُسکا دین ساقط ہی اور اُسکی امانت غنیمت ہی ا دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے گرفتار کرنے سے ۲ دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے قتل کرنے سے ۳ بدون غلبہ دار الحرب کے اُسکی گرفتاری سے اور دو صورتوں میں اُسکا مال غنیمت نہیں بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہی تو آپ لیگا نہیں تو اُسکے وارث لینگے ا ۔ اُسکے گرفتار ہونے سے بھاگ جانے سے ۲ ۔ اُسکے مقتول ہونے سے بدون مغلوبی دار الحرب کے یا اُسکے مرجانے سے کذا فی المنح حربی ھنا لہ ثمہ عرس واولاد وودیعۃ مع معصوم وغیرہ فاسلم ھنا او صار ذمیا ثم ظہرنا علیھم فکلہ فیء لعدم یدہ ولاتبعیۃ ولو سبی طفلہ الینا فہو مسلم ایک حربی یہاں دار الاسلام میں ہی جسکی وہاں دار الحرب میں جورو اور اولاد اور امانت ہی کسی شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ پھر وہ یہاں دار الاسلام میں مسلمان ہو گیا یا ذمی ہو گیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے تو اُسکی جورو اور اولاد اور امانت سب غنیمت ہی بسبب نہ ہونے اُسکے قبضے اور ولایت کے اور اگر اُسکا طفل دار الاسلام میں گرفتار ہو آیا تو وہ طفل مسلم ہی م طفل مسلمان ٹھہرا اپنے باپ کی تبعیت سے اسواسطے کہ دونوں ایک ملک میں مجتمع ہو گئے بخلاف اُن اطفال کے جو دار الحرب میں ہیں کہ وہ اسلام میں تابع اپنے باپ کے نہونگے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمہ فجاء ھنا فظہر علیھم فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر یہاں دار الاسلام میں آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اُسکا طفل صغیر حر مسلم ہی اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اُسکا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونوں دار الحرب میں واقع تھے کذا فی المنح وودیعتہ مع معصوم لہ لان یدہ کیدہ محترمۃ اور امانت اُسکی شخص معصوم کے ساتھ اُسی کیواسطے ہی اسواسطے کہ قبضہ امانتدار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہی یعنی بسبب اسلام کے وغیرہ فیء ولو عینا غصبہا مسلم لعدم النیابۃ منح اور سواے امانت کے اور مال اُسکا غنیمت ہی اگرچہ اُسکی کسی چیز کو مسلم نے اُس سے غصب کیا ہی بسبب عدم نیابت کے کذا فی المنح اسواسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہیں جو مالک کے قبضے کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیۃ مسلم لا ولی لہ اصلا اور امام کیواسطے اُس مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہی جسکا کوئی ولی وارث نہیں ہرگز م مقصود یہ ہی کہ اُسکا خون بہا لیکر بیت المال میں رکھے والا فقتل خطا کا حکم معلوم ہی ولہذا کفارہ مذکور نہ کیا اسواسطے کہ جنایات میں مذکور ہوگا ودیۃ مستامن اسلم ھنا من عاقلۃ قاتلہ خطأ لقتلہ نفسا معصومۃ اور امام کو اُس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہی جو یہاں دار الاسلام میں مسلمان ہوا اور اُسکے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا لے قتل خطا میں بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن کا ولی دار الحرب میں کالعدم ہی للعلم اُسکا خون بہا لیگا اسواسطے کہ امام اُسکا ولی ہی جسکا کوئی ولی نہیں وفی العمد لہ القتل قصاصا منا او الدیۃ صلحا لا العفو نظرا للحق العامۃ وللوارث

مسلم اور مستامن مسلم کے قتل عمد میں بامر کو قاتل کا قتل جائز ہی بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنی اگر وہ بیت المال میں داخل ہوگی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کر دینے میں انکی حق تلفی ہی حربی او مرتد او من وجب علیہ قود التجأ بالحرم لا یقتل بہ بل یحبس عنہ العلف لیخرج فیقتل الا اذا دخلہ فوا فأمرنا بالنصر و سیجیٔ فی الجنایات حربی یا مرتد یا جس پر قصاص واجب ہے اگر پناہ لے بیت اللہ کے حرم میں تو حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اسکا کھانا روکا جائے یعنی اسکو کوئی کھانا پینا مطلقا نہ دے تا وہ حرم سے باہر نکلنے کا محتاج ہو کر پھر حرم کے باہر قتل کیا جاوے سوا اسواسطے کہ جو شخص حرم میں داخل ہوا وہ امن میں آگیا بحکم نص قرآنی کے یعنی و من دخلہ کان آمنا اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات میں آجائیگا لا تصیر دار الاسلام دار حرب الا بامور ثلثۃ باجراء احکام اهل الشرک و باتصالها بدار الحرب و بان لا یبقی فیها مسلم او ذمی آمنا بالامان الاول علی نفسہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے ۱ - اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے ۲ - اور اسکے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ ۳ - اور اس سے کہ وہاں مسلم یا ذمی بے دہشت باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے م اہل شرک سے اہل کفر مراد ہیں یعنی اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا مزاحمت جاری ہوں اور حکم اسلام وہاں نہ جاری ہو اور اتصال دار الحرب سے یہ مراد ہی کہ دونوں کے درمیان میں بلاد اسلام کا کوئی شہر نہ واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہی جو ثابت تھی قبل غلبہ کے کفار کے کہ مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کی جہت سے اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں یا اہل حرب کسی شہر پر بلاد اسلام سے غالب ہو جائیں یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو کر احکام کفر جاری کریں یا اہل ذمہ عہد توڑ کر اپنے ملک پر غالب ہو جائیں تو ان سب صورتوں میں وہ ملک دار الحرب ہوگا امام اعظم کے نزدیک اگر شرائط مذکورہ ثلثہ سے اور صاحبین نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہی یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قیاس کے موافق ہی کذا فی العالمگیریۃ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہو گیا تو وہاں حدود اور قصاص جاری ہوگا اور امیر مسلم کو اہل حرب کی جان اور مال کا متعرض ہونا حلال نہ ہوگا علت عروج کے اور احکام مذکورہ منعکس ہو جائینگے جب دار الحرب دار الاسلام ہو جائیگا و دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اهل الاسلام فیها کجمعة و عید و ان بقی فیها کافر اصلی و ان لم تتصل بدار الاسلام درر و هذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فکانہ ترکہ لما بعدہ فتوهم حاشیہ اور دار الحرب دار الاسلام ہو جاتا ہی احکام اسلام کے جاری کرنے سے اسمیں جیسے نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہاں کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے نہ متصل ہو کذا فی الدرر اور عبارت یعنی حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخوں میں ثابت ہی اور مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہی سو گویا مصنف نے اسکو شرح میں ترک کر دیا بسبب آنے بعض مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنی دخول حربی کا حرم میں کتاب الجنایات میں آئیگا اور باقی مضمون کا واضح ہی طحطاوی نے کہا اسکے واضح ہونے میں بحث ہی مع شرح ملتقی کے شرنبلالیہ سے منقول ہی کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا دریائے شور یعنی سمندر سے کہ وہ دار الاسلام سے ہی یا دار الحرب سے سو اُنہوں نے کہا کہ وہ کسی میں داخل نہیں اسلئے کہ وہاں کسی کا قہر اور حکومت نہیں طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب میں مذکور کر چکے ہیں کہ دریائے شور دار الحرب میں داخل ہی اور شیخ الاسلام ابو السعود کے حاشیہ میں بعد ذکر جواب قاری ہدایہ کے مذکور ہی شرح نظم ہاملی سے کہ بحر ملح کا سطح دار الحرب کے حکم میں ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اسکی بحث ہی تو نص منقول ہی اسلئے استروشنی نے اپنی فصول میں ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا جب تک وہ سب امور باطل نہو جائیں جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا تھا اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط میں اسیطرح مذکور کیا ہی اور امام ناصر الدین نے منشور میں ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہی تو جب تک کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاویگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ملتقط میں مذکور ہی کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھ میں ہیں بلاشک وہ بلاد اسلام میں نہ بلاد حرب اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہیں اور اسواسطے کہ کفار نے اسمیں احکام کفر کے بھی جاری نہیں کئے بلکہ اہل اسلام قاضی ہیں اور جن شہروں میں انکی طرف سے حاکم مسلمان ہی تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہی بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت بایہ مواعدہ ہی یا مخادعہ اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں تو مسلمین کو اقامت جمعہ و عید جائز ہی اور آپسکی رضامندی سے ایک شخص قاضی ہو سکتا ہی اور اہل اسلام کو واجب ہی کہ کفار سے درخواست کریں کہ ہم پر مسلمان کو حاکم کرے کذا فی الفصول العمادیۃ

ف مسئلہ دار الاسلام [illegible]

باب العشر والخراج والجزية

باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام مین جب مصنف نے انکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہوجاتا ہے تو اُسکے بعد وظائف مالیہ کو ذکر کیا یا جو ذمی پر ذمی ہونے کے بعد لازم آتی ہین یعنے ذمی کی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض اور خراج راس کی تفریعات مین کثرت تھی لہذا انکو دو باب مین مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے کہ اُسی مین گفتگو ہے پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کردیا تا وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہوجاوے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اُسمین عبادت کا مضمون ہے بخلاف خراج کے کہ وہ عقوبت ہے عشر بضم عین لغت مین عبارت ہے واحد من العشرہ یعنی دسوان حصہ اور خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیدائش سے خارج ہو اور جسکو بادشاہ وظیفہ ارض اور راس سے لے وہ مسمی بخراج ہے پھر مصنف نے تحدید التعیین عشری او خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام اسہل ہے کذا فی المنح الغفار حاکم اسلام پر واجب ہے کہ جب اُسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اُسکے مستحقین پر صرف کرے ورنہ اسکا وبال اُسکی گردن پر ہے اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اُسکو حلال جانکرے وہ کافر ہے اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہین یعنے ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہین اور اہل استحقاق کو محروم کرکے اُسکو بیہودہ اپنے عیش اور آرام مین صرف کرتے ہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی (ارض العرب وهي من حد الشام والكوفة الى اقصى اليمن وكل ما اسلم اهله طوعا او فتح عنوة او قسم بين جيشنا والبصرة ايضا باجماع الصحابة عشرية لانه اليق بالمسلم) زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کے حد سے منتہائے یمن تک ہے اور جس ملک کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوئے یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اُسکی زمین لشکر اسلام مین تقسیم ہوگئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہے اسواسطے کہ دسوان حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہے پھر کرخی نے کہا عرب عبارت ہے زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنے جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا کہ مکہ تہامہ ہے داخل ہے تہامہ بکسر اول وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اُس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ یعنے ٹاپو اسواسطے کہتے ہین کہ بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اُسکو محیط ہے اور عرب کی حد طول مین عدن سے ہے عراق تک اور عرض مین جدہ سے ہے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفاء راشدین سے منقول نہین کہ وہان سے کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقیت جائز نہین ویسیہی اُنکے ملک سے خراج درست نہین (وكذا بستان مسلم او كرمه كان داره) حرره وقدمنا في باب العاشر انه مر هنا وحررناه في شرح الملتقى اور ایسے مسلمان کا باغ اور انگور اُسکا جہان اُسکا گھر تھا عشری ہے کذا فی الدر اور باب العاشر مین اسکا بیان سے زیادہ تر گذر گیا اور مینے اسکو تحریر کیا ہے شرح ملتقی مین پھر شرح ملتقی مین خراج سے یون مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہے تو اُسمین خراج ہے مطلقا اور اگر مسلمان کا ہے سو اگر اُسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اسمین خراج ہے اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اُسکو گاہے خراج کے پانی سے سینچا اور گاہے عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا (وسواد قرى العراق وحده من العذيب بضم ففتح قرية تمد قرى الكوفة الى عقبة حلوان بن عمران بضم فسكون قرية بين بغداد وهمدان خراجيا) اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین عذیب بضم عین مہملہ و فتح ذال معجمہ ایک گانون کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا و سکون لام ایک گانون ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان پھر نہایہ مین ہے سواد عراق سے قریات عراق مراد ہین اُنکو سواد کہا بسبب اُنکے اشجار اور زراعت کی سرسبزی کے عرب سبز کو سیاہ کو بولتے ہین اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور اضافت بیانی ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جسمین کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اُس چشمے کے کنارے پر گانون آباد ہو مسمی بعذیب تو دونون قولون مین اختلاف نرہا (ومن العلث بفتح فسكون فمثلثة قرية شرقي دجلة موقوفة على العلوية وما قيل من الثعلبية بفتح فسكون غلط المصنف عن المغرب الى عبادان بالتشديد حصن صغير بشط البحر في المثل ليس وراء عبادان قرية مستصفى طولا) اور حد عراق کی علث سے ہے عبادان تک طول مین علث بفتح عین مہملہ و سکون

لام پھر ثاء مثلثہ قریہ ہو دجلہ کے مشرق کی جانب سامات علویہ پر موقوف ہوا اور وہ جو بعضون نے یعنے شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہی کہ طول عراق کا ثعلبیہ بفتح اول و سکون ثانی ہے ہی مغرب ہے اپنی شرح مین نقل کیا کہ غلط ہی عبادان بتشدید ثانی بلدہ صغیرہ ہی دریاے شور کے کنارے بطل مین بلدہ ہی عبادان سے کے پرے کوئی قریہ نہین یعنے بلکہ دریا ہی کذا فی المصنف طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغۂ تثنیہ شہر ہو دریاے فارس پر متصل بصرہ ویلایا واثنان وعشرون یوماً و نصف وعرضہ عشرة ایام کم سراج اور طول عراق باعتبار ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہی اور عرض اسکا دس دن کی راہ ہی کذا فی السراج اھ بحر الرائق مین شرح ذخیرہ سے منقول ہی کہ سواد عراق کا طول ایکسو ستر فرسنگ کا ہی اور عراق اسی فرسنگ اور مساحت اسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہی کذا فی المنح وما فتح عنوة ولم يقسم بين جيشنا الا مكة سواء اقر اهله عليه ونقل اليه كفار آخرون فهو خراجي لانهم ابقوها للكافر اور جو ملک کہ بشوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سوا مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اُس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اُس ملک کی طرف اور کفار بلا کر بسائے گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہی اسواسطے کہ خراج کا رسم مناسب ہی اھ سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم نے صحابۂ کرام کے سامنے خراج مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہی نقل روایت کی اسمین حاجت نہین اور اسیطرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا خراج کا رسم اسواسطے مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت اور ذلت ہے اور اسمین تغلیظ ہی ولہذا خراج بجبر لیا جاتا ہی اگرچہ کافر نے اسمین زراعت نکی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہی بخلاف عشر کے کہ وہ عین خارج سے متعلق ہی بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہین اور ہرچند مکہ معظمہ بزور فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہی نہ خراجی اسواسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوة والسلام نے وہان سے خراج نلیا اور شاید کہ عدم خراج یہ ہو کہ وہان زراعت نہین ہوتی واللہ اعلم ۱۲ ارض سواد مملوكة لاهلها يجوز بيعهم وتصرفهم فيها هداية وعند الائمة الثلاثة هي موقوفة على المسلمين فلم يجز بيعهم فتح اور سواد عراق کی زمین مملوک ہی وہان کے لوگون کی انکو بیع کرنا اور اسمین تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہی کذا فی الہدایۃ اور باقی تینون اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانون پر وقف ہی تو وہان کے لوگون کی بیع اُنکے نزدیک جائز نہین کذا فی الفتح اھ اور عراق کے مثل ہر وہ ملک ہی جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے یا جو ملک بصلح فتح ہوا اور اُنکی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ اُنکو جائز ہی اور ارث اُسمین جاری ہی یہان تک کہ کوئی شخص اُنمین سے باقی نرہے تب اُسکی ملکیت بیت المال کیطرف منتقل ہوگی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر قریات ہندوستان کے زمیندار اپنی زمین کے شرعاً مالک ہین اُنکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہی اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکھا گیا خراج لیکر ويجب الخراج في ارض الوقف لا المشتراة من بيت المال الا اذا وقفها مشتريها فلا عشر فيها ولا خراج شرنبلالية معزيا للبحر وكذا لو لم يوقفها كما ذكرته في شرح الملتقى اور خراج واجب ہی وقف کی زمین مین مگر اُس وقفی زمین مین خراج نہین جو بیت المال سے خرید ہوئی جبکہ اُسکو وقف کیا اُسکے مشتری نے تو نہ اُسمین عشر ہی نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلاً عن البحر اور اسیطرح اُسمین عشر اور خراج نہین اگر مشتری نے اُسکو وقف نکیا چنانچہ مین نے اسکو شرح الملتقی مین مذکور کیا ہی اھ بیت المال کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدیدہ واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبي والمجنون لو كانت الارض خراجية والعشر لو عشرية كما مر في الزكوة اور خراج واجب ہی وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہی اگر وہ عشری ہو کذا فی السعدیہ یہ مسئلہ کتاب الزکوة مین مذکور ہوچکا وقالوا اراضي مصر والشام خراجية اور فقہا نے کہا ہی کہ زمینین مصر اور شام کی خراجی ہین اھ ہدایہ مین ہی کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جبکہ اُنکو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسیطرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر رہا کذا فی المنح وفي الفتح المأخوذ الآن من اراضي مصر اجرة لا خراج الا ترى انها ليست مملوكة للزراع كانه لموت المالكين شيئا فشيئا بلا وارث فصارت لبيت المال وعلى هذا فلا يصح بيع الامام ولا شراءه من وكيل بيت المال شيئا منها لانه كولي اليتيم فلا يجوز الا لضرورة والعياذ بالله زاد في البحر او رغب في العقار بضعف قيمته على قول المتاخرين المفتى به قلت ويعلم في باب الوصي جواز بيع عقار الصبي في سبع مسائل اور فتح القدیر مین ہی کہ جواب حاصل ہوتا ہی مصر کی اراضی سے وہ اُجرت ہی نہ خراج کیا تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنیوالون کی مملوک نہین گویا عدم مملوکیت اسکی بسبب مرجانے اُسکے

مالکوں کے بانقراض بلاوارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہوگئی ورنہ جب ایسا ہے تو صحیح نہیں ہے امام کا اُس اراضی کو اور نہ حاکم کا خرید کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی نے بیچی ہو ہمیں سے اسواسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے مصالح میں یتیم کے ولی کے مانند ہے تو اسکی بیع اور شرا جائز نہیں لیکن مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحر الرائق میں اتنا زیادہ کہا ہے یا جس کی خرید میں رغبت زیادہ ہوگئی ہو اُسکی دو دنی قیمت ہوجانے سے تو اُسکی بیع جائز ہے موجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے میں کہتا ہوں بالفعل مدت آج بیگار اراضی مصر کی بیع جائز ہونا سات صورتوں میں ہے بیت المال کا وکیل وہ ہے جسکو سلطان نے بیت المال کی خبر گیری پر داروغہ کیا شرح ملتقی میں کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہاں ایک تیسری قسم زمین ہے جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ کہتے ہیں یعنی زمین سلطانی وہ اراضی ہے جسکے مالک مرگئے بلاوارث اور اُسکی ملک بیت المال کیطرف راجع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک وسلطنت میں تا قیامت باقی رکھا گیا اور اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ میں یوں ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنیوالوں کو دے دے بطریق یا مزارعین کو مالکوں کے قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے میں یا زمین اُنکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اُنسے حاصل ہو وہ خراج ہے امام کے حق میں پھر اگر نقد مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہے اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کے حق میں تو فقط اجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہی فی التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ استیجار زمین کا بعض خارج سے جائز نہیں کیونکہ اجارہ فاسد ہے بسبب جہالت کے اُسکا جواب یہ ہے جو مذکور ہوچکا کہ حاصلات امام کے حق میں خراج ہے اور مزارعین کے حق میں اجرت بضرورت عدم صحت خراج حقیقۃ وحکما بسبب اراضی مذکورہ دیگر جیسے مزارعین کو دی تو اُس اراضی میں اُنکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور وراثت اُسمیں جاری نہیں کذا فی الطحطاوی بالمعنی واتفق مفتی دمشق فضل اللّٰہ الرضی بانّ غالب اراضینا سلطانیّۃ بعد انقراض مُلّاکہا فآلت لبیت المال فتکون فی ید زرّاعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ فتوی دیا مفتی دمشق فضل اللّٰہ رضی نے کہ اکثر ہماری اراضی سلطانی ہے بسبب ہلاک ہوجانے اُنکے مالکوں کے تو وہ بیت المال کیطرف راجع ہوئیں سو اپنے کشتکاروں کے ہاتھ میں عاریت کے مانند ہیں انتہی وفی النہر عن الواقعات للامام السلطان شراءہا لنفسہ بامر غیرہ ببیعہا ثم یشتریہا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق میں واقعات سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کا ارادہ کرے تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اُسکے بیچڈالنے کا پھر اُسکو اُسکے مشتری سے خرید کرلے اپنے واسطے انتہی ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف ہے قول سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اسکو اُس حالت پر محمول کیجیے جب مسلمین کو ضرورت شدیدہ پیش آوے ما دام لم یعلم الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ عرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال وان شروط الواقفین صحیحۃ وانہ لاخراج علی اراضیہا اور حکم حال معلوم نہو بیت المال سے خرید کرنے کا یعنی بوقت شرا جواز بیع شرعاً حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہاں صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہوگئی صحت وقف اُس زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہیں اور یہ کہ اُس اراضی موقوفہ پر خراج نہیں ہم جب شروط واقفین کی صحیح ہوئیں تو اُنکے موجب عمل کرنا واجب ہوگا اور یہ جو حموی نے توہم کیا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح ہے وموات احیاہ ذمّی باذن الامام او منح لہ کما مر خراجی اور جس بلاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اُسکو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہوچکا وہ خراجی ہے ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ مما قارب الشیٔ یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اُسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شے کے قریب ہوتا ہے اُسکو اُسی کا حکم دیا جاتا ہے سو اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہے تو وہ بھی خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہے تو عشری ہے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان میں صاحب خانہ منتفع ہوتا ہے اگرچہ وہ اُسکی ملک میں نہو یعنی اُسکو بسبب قرب کے وہاں مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہے کذا فی المنح وکلّ منہما ای العشریۃ والخراجیۃ ان سُقی بماء العشر اُخذ منہ العشر الا ارض کافر تسقی بماء العشر لان الکافر لایبتدأ بالعشر اور دونوں قسمیں یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جاے تو اُس سے عشر لیا جائیگا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اُس سے خراج ہی لیا جاویگا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر لینے میں ابتدا نہیں کیجاتی بالاتفاق وان سُقی بماء الخراج اُخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جائے خراج کے پانی سے تو اُس سے خراج لیا جاویگا اسواسطے کہ افزونی کھیت کی پانی سے ہوتی ہے ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل غیر موات یعنی افتادہ زمین میں ہے

جاری ہو والا تقسیم اراضی کی باعتبار اسکی ذات کے عشری اور خراجی کیطرف ہو چکی قطع نظر پانی سے تو زمین لغتا و غیر مزروع کو قبل سینچنے پانی کے عشری اور خراجی کا موصوف نہین کر سکتے اور مصنف نے یہ قول مخالف کہا قول سابق کے یعنی اول قرار کے معتبر کہا بموجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ وہی مختار ہو یعنی کو مذکور کیا بموجب قول محمدؒ کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی

وهو اي الخراج نوعان خراج مقاسمة ان كان الواجب بعض الخارج كالخمس ونحوه وخراج وظيفة ان كان الواجب شيئا في الذمة يتعلق بالتمكن من الانتفاع بالارض

اور وہ یعنی خراج دو قسم پر ہی ایک خراج مقاسمہ ہو اگر واجب بعض خارج ہو جیسے پانچوان حصہ یا نصف یا مانند اسکے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہو اگر واجب کوئی چیز معین ذمی ہو متعلق ہو بسبب قادر ہونے کے زمین کی انتفاع سے حاصل مند خراج کو محصول اور لگان کہتے ہین اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمع بولتے ہین خراج مقاسمہ خارج یعنی کھیت کی پیداوار سے متعلق ہو نہ قدرت انتفاع سے یہان تک کہ اگر زراعت کھیت نہ بوویگا اور اسپر کچھ دینا واجب نہوگا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہ ہو کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر ہو لیکن مصرف اسکا خراج ہو کذا فی شرح الملتقی

كما وضع عمر رضي الله عنه على السواد لكل جريب هو ستون ذراعا في ستين بذراع كسرى سبع قبضات في مثل المعتبر في كل بلد فرعهم معه التقدير بالقفزان فتح والاول للعراق

چنانچہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے سواد عراق پر ہر جریب کے واسطے جریب عبارت ہو شصت در شصت گز سے یعنی ساٹھ گز طول اور ساٹھ گز عرض کسری کے گز سے جو سات قبضے کا گز ہو اور بعضون نے کہا جریب مین ہر شہر کا رواج معتبر ہو اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہو قفزان سے کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہو کذا فی البحر ہر ملک کے رواج کا قائل صاحب کافی حافظ الدین و صاحب محیط ہو اور قول اول اسواسطے صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو خراج مین تنوع لازم آتا ہو اتحاد خراج کا باوجود اختلاف مقادیر کے ہندوستان مین مساحت زمین کی بیگھہ کے حساب سے ہوتی ہو ہر بیگہ ساٹھ گز قطعی طول مین اور اسیقدر عرض مین ہوتا ہو اور قطعی گز تخمیناً تہائی زائد ہو کسری کے گز سے

يبلغه الماء صاعا من بر او شعير ودرهما عطف على صاعا من اجود النقود زيلعي

فاروق اعظم نے ہر ایک اُس جریب مین جہان پانی پہونچتا ہی ایک صاع گیہون یا جو اور ایک درم نہایت کھرے کو مقرر کیا کذا فی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہو مرم پانی پہونچنے سے مراد یہ ہو کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہو جو آٹھ رطل ہوتا ہو اور لکھنو کے سیر سے ایک صاع تخمیناً تین سیر اور ایک چھٹانک ہو بحر الرائق مین کہا ہو اناج کھیت مین بویا جاوے اُس سے ایک صاع لیا جاوے بنگالہ گیہون ہون یا جو مسور ہو یا جوار اور یہی صحیح ہو انتہی اور درم سے وہ درم مراد ہو جو دس درم سات مثقال کے برابر ہون تو ایک درم تین ماشے اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ خلافت فاروقیہ مین فی بیگہ تخمیناً تین سیر پختہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا

ولجريب الرطبة خمسة دراهم

اور رطبہ کی ہر جریب مین پانچ درم خراج مقرر ہوا نہر الفائق مین ہو کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم اور قرط کہتے اور غایہ مین ہو کہ رطبہ قضب کا نام ہو جب تک کہ وہ تر رہے اور جوہری نے تفسیر ثانی پر اقتصار کیا اور مغرب مین ہو رطبہ بفتح را اور القضب رطب ہو جمع اسکی رطاب اور کتاب العشر مین ہو کہ بقول غیر رطاب مین بقول جیسے گندنا اور رطاب ککڑی کھیرا اور خربوزہ اور بینگن اور جو اسکے سوا ہو اور کتب لغت مین قول اول ہی مذکور ہو انتہی کلام النہر رطبہ اور قضب کو فارسی مین سپست کہتے ہین وہ نبات ہو نیل کے مانند گھوڑے اسکو کھاتے ہین اور ظاہرا تفسیر کتاب العشر کی فقہ مین زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوگی واللہ تعالی اعلم

ولجريب الكرم او النخل متصلة قيد فيهما ضعفها

اور ہر جریب انگور اور نخلستان مین جسکے درخت باہم متصل ہون اسکا دونا خراج ہو یعنی فی جریب دس درم جسکے تخمیناً تین روپیے ہوتے ہین شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کھجور دونون مین قید ہو مرم جس زمین کے گرد احاطہ ہو اور اُسمین ایسے گھنے درخت انگور کے ہون جسکے نیچے زراعت نہو سکے اُسکو زبان عرب مین کرم بولتے ہین کذا فی المنح

ولما سواه مما ليس فيه توظيف عمر رضه كزعفران وبستان وهو كل ارض يحوطها حائط وفيها اشجار متفرقة يمكن الزرع تحتها فلو ملتفة اي متصلة لا يمكن زراعة ارضها فهو كرم ط قهستاني

اور ماسوائے اقسام ثلثہ مذکورہ کے جنمین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی توظیف و تعیین نہین چنانچہ زعفران اور بوستان بقدر اُسکی طاقت کے خراج ہو شارح نے کہا بوستان اُس زمین کا نام ہو جسکے گرد احاطہ ہو اور اُسمین متفرق درخت ہون اور زراعت اُسکے نیچے ممکن ہو اور اگر اُسکے درخت پیچان ہون یعنی ایسے متصل ہون جسکی زمین کی زراعت ممکن نہو وہ کرم ہو

وغاية الطاقة نصف الخارج لان التنصيف عين الانصاف فلا يزاد عليه في خراج المقاسمة ولا في الموظف على مقدار ما وظفه عمر رضي الله تعالى عنه وان اطاقت [illegible]

اور نہایت طاقت نصف خارج ہو اسواسطے کہ تنصیف یعنی آدھا لینا عین انصاف ہو تو نصف خارج پر زیادہ نہ کیا جاوے بٹائی کے محصول مین اور نہ جمعی

بعض نسخون مین [illegible]

محصول میں زیادتی چاہیے اُس مقدار سے جسکو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الکافی ہم
خراج فاروقی سے زیادہ لینا اسواسطے جائز نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تم نے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اُسکو طاقت نہیں اُن دونوں نے کہا
نہیں بلکہ ہمنے بقدر طاقت کے معین کیا ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اُسمیں گنجایش تھی یا نتھی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجایش کے بھی زیادہ لینا جائز
نہیں اسواسطے کہ فاروق عادل نے باوجود دریافت طاقت اور گنجایش کے بھی زیادہ لینا تجویز نہ کیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو زمین کہ بعد فاروق اعظم
کے مفتوح ہوئی سو اگر اُسمیں گیہوں پیدا ہوتے ہوں اور حاکم چاہے کہ اُسپر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجایش کے تو ہرگز جائز نہیں کذا فی المنح طحطاوی نے
کہا کہ نص صریح ہے اُس محصول کے حرام ہونے پر جسکو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر یہ بھی تسلیم کیجیے کہ اراضی بیت المال کی ہوکر مستاجرہ ہو گئی ہے خراجی باقی
نہ رہی تو بھی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا (وینقص مما وظف علیہا ان لم تطق بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج الموظف فینقص الی
نصف الخارج وجوبا وجوازا عند الطاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص من الخمس حدادی) اور کم کر ڈالا جائے اُس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اُسکی طاقت نہو
اسطرح پر کہ زمین کا غلہ خراج موظف کے دو چند تک نہ پہونچے تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنا بر وجوب کے اور بنا بر جواز کے طاقت کے وقت اور لائق یوں ہے کہ زیادہ نہ کیا جاوے
نصف خارج سے اور کم نکیا جاوے خمس سے کذا ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلا دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نہ لے اور دو سیر سے کم نکرے اور یہ حکم ثانی کا ہو کذا فی
الحلبی عن البحر (وفیہ لو غرس بارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراج الارض الی ان یطعم) اور اسمیں یعنی جوہرہ حدادی میں ہے اگر ایک شخص خراج کی زمین میں انگور بوئے یا کوئی
اور درخت پھلدار تو اُسپر زمین کا خراج واجب ہے یہانتک کہ انگور وغیرہ کھانے کے لائق ہوں خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایک درم (وکذا لو قلع الکرم
وزرع الحب فعلیہ خراج الکرم) اور اسیطرح اگر انگور کو اکھاڑے اور اناج بووے تو اُسپر انگور کا خراج واجب ہے یعنی اُسپر ہمیشہ انگور کا خراج واجب ہے اسواسطے کہ اُسنے اعلی
کو چھوڑ کر ادنی کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو اخس الارض کیطرف انتقال کریگا بدون عذر کے اُسپر عمدہ کا خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑ کر مثلا باجرا بووے اور اس
مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیے اسکا فتوی نہ دینا چاہیے تا حاکم ظالم لوگوں کے مال نہ چھین لیں یعنی جسکا مال ظالم سے لیا چاہینگے تو اُسپر تہمت رکھینگے کہ اُسنے مثلا انگور یا
زعفران کی زراعت چھوڑ کے جوار یا باجرا بویا اور اُس سے خراج زعفران و انگور کا لینگے (واذا اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان)
اور جبکہ انگور کھانے کے لائق ہو تو اُسپر خراج لازم آویگا بقدر اُسکی طاقت کے اور نہ زیادہ لیوے دس درم سے اور نہ کم کرے اُس محصول سے جو اُس زمین پر مثل انگور بونے کے تھا
ہم طحطاوی نے کہا اذا اطعم مسئلہ اول سے مرتبط ہے تو بہتر یوں تھا کہ بعد ان یطعم کے مذکور کرتا (وکل ما یمکن الزرع تحت شجرہ فبستان وما لا یمکن فکرم) اور جہاں زراعت
ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہاں ممکن نہو وہ کرم ہے یہ مضمون مکرر ہو چکا اما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شیء فیہا انتہی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر ہوتے
ہیں اُنمیں کچھ خراج نہیں انتہی ما فی الجوہرۃ الحدادی ہم مسناۃ بضم میم و تشدید نون جامع اللغات میں کہا کہ وہ عرم ہے یعنی جو سیلاب روکنے کیواسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی (وفی
نوازل الخانیۃ قوم اشتروا ضیعۃ فیہا کرم وارض فاشتری احدہما الکرم والآخر الاراضی وارادوا قسمۃ الخراج فلو معلوما فکما کان قبل الشراء والا کان کل الخراج
علی لم یعرف الکرم الا بہ والا قسم بقدر الحصص) اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمیں انگور اور زمین ہے
سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونوں نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا
خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہیگا جیسا خرید کرنے سے پہلے تھا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج وہاں کا مجمل اور مجموعہ رہیگا سو
اگر انگور سواے انگور کے کچھ اور نام سے مشہور نہیں تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصوں کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نہ جانتا ہو تو مجموعہ
خراج قریہ کا بقدر اُسکے حصوں کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی عن الخانیۃ (قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ ان لم یعلم قدرہ ابتداء ترک علی ما کان
ایک قریہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کر دینے کی درخواست کی اگر مقدار خراج ۴۰

ابتدا سے معلوم ہو کہ برابر تھا اکثر عشر تو بطریق سابق بھی برابر ہو جاتا ہے بیگا و کا خراج ان غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء او اصاب الزرع آفۃ سماویۃ کالغرق والحرق وشدۃ البرد اذا بقی من السنۃ ما یمکن الزرع فیہ ثانیا اور محصول نہیں آئیگا اگر کاشتکار جسکی زمین پر پانی غالب ہوا یا پانی وہاں سے منقطع ہو گیا یا کھیت کو آسمانی آفات پہونچیں جیسے کھیتی کا ڈوبنا یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر اسوقت البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد سال میں سے اسقدر مدت باقی رہے جسمیں دوسری بار زراعت ہو سکے ھ فتح القدیر میں کہا فتویٰ اسی پر ہے کہ اگر بعد آفات مذکورہ کے سال میں سے تین مہینے باقی رہیں تو خراج ساقط نہوگا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہے جسکو انسان دفع نکر سکے فتاویٰ خیریہ میں کہا کہ بزازی نے ٹڈی کو بھی غرق اور حرق کے ساتھ لاحق کیا ہے اسواسطے کہ اسکا دفع کرنا نہیں ہو سکتا اور شک نہیں کہ کھیت میں کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر وغیرہ بھی اسیطرح ممکن الدفع نہیں لیکن ہمارے اکثر علما نے بندر اور درندے جانور اور چوہے میں عدم سقوط کی تصریح کی ہے اور کچھ فرق نہیں خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر میں الخ زراعت کے مانند ٹڈی اور کرم اور مانند انکے ہیں الخ یہی قول یعنی سقوط خراج با آفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہے اور ظلم سے دور تر انتہی اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ ملوک عجم یعنی نوشیروانیوں کا کیا خوب طریقہ تھا کہ جب مزارع کی زراعت انکے وقت میں آفت رسیدہ ہوتی تھی تو اسکو بیج وغیرہ مصارف اپنے خزانے سے دیتے اور کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت کاشتکار کے نفع میں شریک ہیں تو ہم انکے نقصان میں کیوں نہ شریک ہوں تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت میں سزاوار تر ہے انتہی بحر الرائق میں کہا کہ اگر بادشاہ مزارع کو کچھ نہ دے تو لائق کہ اس سے خراج کا ڈانڈ نہ لے اما اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہما کالانعام والفارۃ والدودۃ یجب ہذا الخراج بعد الحصاد کلا یسقط وقیل یسقط اور جبکہ آفت آسمانی نہو اور اس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور انکے مانند کے کھیتی کھا جانے سے جیسے چوپائے جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہو گیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہوگا اور قبل کھیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہوگا تو خراج ساقط ہوگا مگر اسوقت ساقط نہوگا جب سال میں اتنی مدت باقی ہو جسمیں دوبارہ کھیتی ہو سکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے نہر الفائق میں کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی میں نہ داخل کرنا مسلم نہیں بلکہ اسکے آفت آسمانی ہونے میں تردد کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں ولو ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شیء اخذ منہ مقدار ما بیناہ مصنف سراج وتمامہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک نہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھ غلہ فاضل پڑے خرچ سے تو اس سے خراج لیا جائے اسقدر جسکو ہمنے بیان کیا کذا ذکرہ المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان اسکا شرنبلالیہ میں ہے بحر الرائق سے ھ منح الغفار میں سراج وہاج سے منقول ہے کہ اگر بعض غلہ ہلاک ہوا تو امام محمد نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح کہ فی جریب بمقدار دو درہم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج سے کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشایخ نے کہا اسمیں صواب یہ ہے کہ اول اسکو دیکھنا چاہیے کہ مزارع کا اس کھیت میں کتنا خرچ ہوا ہے پھر غلہ کی پیداوار کو دیکھنا چاہیے تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو پورا کر لے پھر اگر کچھ بچے تو اسمیں سے وہ مقدار خراج لے جسکو ہمنے بیان کیا یعنی نصف لے قال وکذا الحکم فی الاجارۃ فی الارض المستاجرۃ شرنبلالیہ میں کہا اور یہی حکم ہے اجارہ ارض مستاجرہ میں ھ طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اسواسطے کہ بقدر استیفا اجرت لیجاتی ہے بخلاف خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتھ ملحق کرنا ظاہراً صحیح نہیں فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج یجب الخراج پھر اگر خراجی زمین کو اسکے مالک نے معطل کر رکھا نہ بویا اور اس زمین کا خراج موظف یعنی جمعی تھا یا اس زمین کا مالک مسلمان ہو گیا یا مسلمان نے ذمی سے زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت میں خراج واجب ہے ھ مصنف نے نسبت تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب الارض تعطیل پر قادر تھا اور اسنے زراعت نکی تو تقصیر اسکی ثابت ہوئی لہذا خراج اسپر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے ناطاقت ہونے کے یا بسبب فقدان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اسکی زمین کسی شخص کو بٹائی پر دے اور مالک کے حصے سے خراج لیکر باقی کو مالک کے واسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے یا بیت المال کے مال سے زراعت کرا دے اور اگر یہ کچھ نہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت سے خراج لے اور یہ حکم بلا اختلاف ہے کذا فی البحر اور خراج لینے کے بعد جو قیمت باقی رہے وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق ھ شمنی ابتداءً خراج نہیں بلکہ بقاءً ہے اسواسطے کہ صحابہ کرام نے زمین

خراج کی ہول لی تھی اور اسکا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج مقاسمۃ لا یجب شیء سراج اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہین کذا فی السراج اسواسطے کہ روکنے سے اسکی عاجزی ثابت ہو گئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدائش کے لازم نہین وقد علمت ان المأخوذ من اراضی مصر اجرۃ لا خراج فما یفعل الآن من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ لیعمر دارہ ویزرع الاراضی حرام بلاشبھۃ نھر اور تجھکو معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کاشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بووے اور یہ مسمی بفلاحت ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اراضی مین زراعت کرے سو حرام ہے بلاشبہ کذا فی النہر ونحوہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الآن لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلا شیء علی من لم یزرع ولم یکن مستأجرا ولا جبر علیہ بسببھا کما یفعلہ الظلمۃ من الاضرار بہ حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ مین ہے بحر الرائق کیطرف نسبت کرکے چنانچہ یون کہا ہے اور مقدم مذکور ہو چکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہین بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اسپر واجب نہین جسنے اسمین زراعت کی اور حالانکہ وہ مستاجر نہین یعنی درصورت مستاجری اور تملک کے اجرت واجب ہو گی اور اسپر جبر نہین اسکے سبب سے تو جو حکام ظالمین اسکو ضرر پہونچاتے ہین وہ حرام ہے خصوصاً جبکہ مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وھذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یتجرأ الظلمۃ علماء نے کہا کہ اگر مزارع بووے کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اسپر عمدہ چیز کا خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتوی نہ دیجیے تاکہ حکام ظالمین لوگون کے اموال پر جرأت نہ کرین یعنی اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پائیگا تو اسکو مال لینے کا حیلہ ملیگا کہ اسنے مثلاً زعفران چھوڑ کر باجرا بو دیا اور اس سے زعفران کا محصول حق لیگا اور یہ صریح ظلم ہے باع ارضا خراجیۃ ان بقی من السنۃ مقدار ما یمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے جسمین مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہین تو بائع پر کذا فی العنایۃ ہم فتح القدیر سے مذکور ہو چکا کہ امکان زراعت مین تین مہینے پر فتوی ہے ولا یؤخذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانھما لا یجتمعان خلافا للشافعی رح اور نہ لیا جاوے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج مجتمع نہین ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا لانہ لو کان خراج مقاسمۃ تکرر لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دوبار خراج نہین لیا جاتا دوبار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال مین اگر معین خراج ہے اور اگر معین خراج نہو اسطرح پر کہ بٹائی کا خراج ہو تو دو بار لیا جائیگا بسبب متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنی تو جو بار بار غلہ پیدا ہو گا بانٹ دینا ہو گا کالعشر فانہ یتکرر بٹائی کا خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کی تکرار سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وھبہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو مصرفا والا تصدق بہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور سلطان یا اسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اسکو بخشدیا اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابویوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال ہے اگر وہ خراج کا مصرف ہو مثلاً غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہیں تو وہ خراج کو خیرات کرے اسی پر فتوی ہے اور جو قول کہ حاوی قدسی مین ہے غیر مصرف کی بھی حلت کی ترجیح مین سو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ قنیۃ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو تو جائز نہین باتفاق صاحبین کے اور مالک اسکو آپ نکالے فقیرون کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدے مین ہے بزازیہ کیطرف نسبت کرکے کہ تصرف امام کا بمصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا ہم درالمنتقی مین کہا بزازیہ مین ہے زمین عشری کے مالک کو عشر کا چھوڑنا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو

یا فقیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضامن ہو نہ خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہیں انتہی پھر مین نے جندی مین دیکھا مصرف جزیہ مین اور اسیطرح اگر عشر مقاتلین کو امام دے تو جائز ہے اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی حلبی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ روایت رافع اختلاف ہے یعنے عشر کا چھوڑنا جو منع ہے تو اُسپر منع ہے جو مقاتل اور غازی نہین اور بزازیہ مین جو جواز کا قول ہے تو مقاتلین پر محمول ہے واللہ تعالٰی اعلم کذا فی الطحطاوی ۔ وفی النھر یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلھا ان الرقبۃ لبیت المال والخراج له حینئذ فلا یصح بیعه ولا ھبته ولا وقفه نعم له اجارته تخریجا علی الاجارۃ المستاجر ح س اور نہر الفائق مین ہے کہ ابو یوسف کے قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اُسکے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہے بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم اسواسطے کہ معافی کا حاصل یہ ہے کہ رقبۂ زمین بیت المال کا مملوک ہے اور محصول زمین کا معافی دار کے واسطے ہے اور اسوقت مین تو صحیح نہین معافی دار کی بیع اور نہ اُسکا ہبہ اور نہ اُسکا وقف ہان اُسکو جائز ہے اجارہ دینا بقیاس اجارۂ مستاجر ہم اقطاعات کو بعضے عرف مین انعام کہتے ہین اور بعضے اُسکو بر اور صلہ بولتے ہین اور صورت اُسکی یہ ہے کہ بادشاہ قطعۂ ارض خراجیہ کو بعضے لوگون کو عطا کرے کہ وہ اُس سے فائدہ پاوین تو یہ جائز ہے لیکن منعم علیہ یعنے جسکو کہ بادشاہ نے عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہندوستان کے عرف مین اقطاعات کو معافی کی زمین اور ایمہ اور ملاک اور معاش بولتے ہین اور جسکو وہ زمین ملی اُسکو معافی دار اور ایمہ دار اور ملکی کہتے ہین اراضی معافیہ کا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہین کہ وہ معافی دار کی مملوک نہین اُسکو فقط خراج مین اختیار ہے نہ رقبۂ ارض مین ومن الحوادث لو اقطعھا السلطان لرجل ولاولادہ ونسله وعقبه علی ان من مات منھم انتقل نصیبه الی اخیه ثم مات السلطان وانتقل من قطع له السلطان فی زمان سلطان آخر ھل یکون لاولادہ علم ان مقتضی قواعدھم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبرہ اور منجملہ حوادث فتوی یہ مسئلہ ہے کہ اراضی کو اگر معاف کر دیا سلطان نے اسکو اور اُسکی اولاد کو اور اُسکی نسل اور ذریت پس ماندہ کو اس شرط پر کہ اُسکی اولاد سے جو مرے اُسکا حصہ اُسکے بھائی کو پہونچے پھر معاف کرنے والا سلطان مر گیا اور جسکے واسطے معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانے مین منتقل ہوا کیا وہ معافی اُسکی اولاد کیواسطے ہوگی صاحب نہر نے کہا کہ اس مسئلہ کو مین نے فقہا کے کلام مین نہین دیکھا اور مقتضی اُنکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہے تعلیق کرنے والے کی موت سے سو اسکو غور کر ہم تعلیق سے یہ قول مراد ہے کہ جو اُنمین سے مرے اُسکا حصہ اُسکے بھائی کیطرف منتقل ہو اور تعلیق کرنیوالے سے سلطان اول مراد ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہ حکم ہے کہ وہ اراضی اُسکی اولاد کیواسطے ہے اسواسطے کہ اُسکی اولاد بالاصالت معافیدار ہے نہ بطریق تعلیق کے ولو اقطعه السلطان ارضا مواتا او ملکھا السلطان ثم اقطعھا له جاز وقفه لھا اور اگر سلطان نے زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کر دی یا بادشاہ زمین مذکور کا مالک ہوا پھر اُسنے ایک شخص کو معاف کر دی تو اُسکو وقف کرنا اُس زمین کا جائز ہے ہم زمین افتادہ کی معافی سے یہ مراد ہے کہ ایک شخص نے زمین مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہ ہے کہ سلطان نے زمین مذکورہ کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا مالک ہو گیا بملک حقیقی تو اسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوئے ولا ارصاد من السلطان لیس بوقف البتۃ اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا جائز نہین البتہ انتہی مافی النھر ہم سید حموی نے کہا کہ ارصاد اس سے عبارت ہے کہ جو لوگ بیت المال کے مستحق ہین اُنکے واسطے بیت المال مین سے بقدر اُنکے حصے یا بعض حصے کے جدا کر دینا سو یہ جائز ہے اسکا نقض باتفاق جائز نہین اور یہ جو حکم وزرا مصر علما اور قرا اور یتامی اور بیوہ اور بنا مساجد اور موذن اور امام اور خطیبون کے واسطے ارصاد مقرر ہے اُسکا نقض ہرگز جائز نہین اسواسطے کہ یہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہین اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کے واسطے ہے اور ہرگز مصلحت نہین ارزاق مستحقین بیت المال کے قطع کرنے مین اور ابن عبد السلام اور اکمل اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی ہے انتہی اور شیخ عیسیٰ حنفی نے اپنے رسالۂ متعلقہ ارصاد مین کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا استفتا ہوا سو اُنھون نے اسکے جواز کا فتوی دیا اور مذاہب اربعہ کے علما اُنکے ساتھ متفق ہوئے اور ابن عصرون اور اُنکے موافقین نے یہ ارادہ نہین کیا کہ یہ وقف حقیقی ہے اسواسطے کہ وقف کرنا

غیر مالک سے صحیح نہیں یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اسکا وقف صحیح ہو بلکہ علماء مذکورین نے اسکو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اسکے مستحقین کے واسطے علیحدہ ہو گیا تا انکو بسہولت پہونچ جاوے اسواسطے کہ فقرا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہون تک اور اپنا حق انسے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی دفی الاشباہ قبیل الفصل فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء اور اشباہ مین قبل گفتگو دین کے ہے کہ علامہ قاسم نے اجارہ معافی دار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافی دار کو جب چاہے خارج کر دے یعنے اراضی کو ضبط کرے م وجہ صحت اجارہ یہ ہے کہ معافی دار انتفاع اراضی کا مالک ہے تو وہ مستاجر کے مانند ہے نہ مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہے اسیطرح معافی دار کو بھی جائز ہے د قیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ یملکہ بالاحیاء فلیحفظ ومعافی دار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کے مقید کیا ہے اور زمین افتادہ مین تو سلطان اسکا نکال لینا معافی دار سے جائز نہیں اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کرنے کے وہ مالک ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م والی ملک کو لازم ہے کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے مین انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہو اسکے موافق خراج لے یہان تک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنے خراج بمقدار غلہ لے یہان تک کہ اگر زمین مین غلہ ربیع اور غلہ خریف دونون ہوتے ہون تو تخمین کرے اگر دونون فصلون مین برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع مین لے اور آدھا خریف مین اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو اسکا پانچ بار مین محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو چار بار لے وعلی ہذا القیاس جسپر عشر اور خراج ہو اور وہ مر جاوے تو اسکے متروکہ سے لے اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونے کے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہیں غلہ کھانا بدون ادائے خراج کے اور اسیطرح عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہیں بدون ادائے عشر کے اور اگر کھائیگا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہے محصول لینے کے واسطے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی الجزیۃ

یہ فصل ہے جزیہ کے احکام مین ھی لغۃ الجزاء لانہا جزت عن القتل والجمع جزی کلحیۃ ولحی وھی نوعان جزیہ لغت مین بمعنی جزا ہے اسواسطے جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنے جزیہ قتل کافر کا بدلا ہے اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم اول وفتح ثانی جیسا لحیہ لحیکی جمع لحی ہے اور وہ یعنے جزیہ دو قسم ہے جزیہ صلحی اور جزیہ قہری الموضوع منہما الجزیۃ بصلح لایقدر ولایغیر تحرزا عن الغدر جو جزیہ کہ معین ہوا بطور صلح کے اسمین تقدیر اور تغییر نہین عہد شکنی سے بچنے کے واسطے م یعنے جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اسکو بدلنا عہد شکنی ہے اور یہ جو کہا کہ اسمین تقدیر نہین یعنے تقدیر آئندہ نہین والا وہ تو صلح مقدار ہوا ہے وما وضع بعد ما قہروا واقروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقد بای وجہ کان ویکتفی بصحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھہرایا جاوے کافرون کے مغلوب ہونے اور املاک پر انکو قائم رکھنے بعد ہے محتاج کاسب پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہے کسی وجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست رہنا اسکا اکثر سال مین وجوب جزیہ کے واسطے کافی ہے کذا فی الہدایۃ بارہ درہم اسپر معین کیے جاوین ہر مہینے مین ایک درہم یعنی تخمینا پانچ آنہ مہینا وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان اور متوسط الحال یعنے جو کہ نہ فقیر ہے نہ غنی اسپر اسکا دونا مقرر کیا جاوے ہر مہینے مین دو درہم ہر سال مین چوبیس درہم وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وھذا للتسہیل لا لبیان الوجوب لانہ باول الحول بنایہ اور غنی کثیر المال پر اسکا دونا ہر مہینے مین چار درہم اور یہ شاہرہ اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدائے سال مین ہوتا ہے کذا فی البنایۃ م اصل وجوب ابتدائے سال مین ہے اور وجوب ادا آخر سال مین ومن ملک عشرۃ آلاف درہم فصاعدا غنی ومن ملک مأتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک ما دون المأتین او لا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وھو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد واعتبر ابو جعفر العرف فہو کلامہ تتارخانیۃ وجو ذمی دس ہزار درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دو سو درہم سے کمتر کا مالک ہے یا کسی چیز کا مالک نہو وہ فقیر اور محتاج ہے یہ قول ہے کرخی کا اور یہ

احسن الاقوال ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہے اور یہ قول صحیح تر ہے کذا فی التاتارخانیہ یعنے ہر شہر کا عرف معتبر ہے سو جسکو اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر سمجھتے ہوں وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری میں اسکو صحیح کہا اور امداد میں اسکو مختار کذا فی الطحطاوی ویعتبر وجود ہذہ الصفات فی آخر السنۃ فتح لانہ وقت وجوب الاداء نہر اور وجدان صفات کا علی اختلاف القولین آخر سال میں معتبر ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہے کذا فی النہر

وتوضع علی کتابی یدخل فی الیہود السامرۃ لانہم یدینون بشریعۃ موسی علیہ السلام وفی النصاری الفرنج والارمن واما الصابئۃ ففی الخانیۃ تؤخذ منہم عندہ خلافا لہما اور مقرر کیا جاوے جزیہ اہل کتاب پر یہودیوں میں قوم سامرہ داخل ہے اسواسطے کہ وہ شریعت موسی علیہ السلام پر چلتے ہیں اور نصاری میں فرنگی اور ارمنی داخل ہیں اور خانیہ میں ہے کہ قوم صابئی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جاوے نہ صاحبین کے نزدیک ھم کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اُسپر جزیہ ہے اور صابئی امام کے نزدیک منجملہ نصاری ہیں اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہیں حلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ صابئی منجملہ عرب ہیں اسواسطے کہ اگر وہ عجمی ہوتے تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ میں اُنپر اختلاف نہوتا اسواسطے کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہے کتابی ہو یا مشرک ومجوسی ولو عربیا لوضعہ علیہ الصلوۃ والسلام علی مجوس ہجر اور مجوس آتش پرست ہے اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیوں پر ہجر بفتحتین بحرین میں ایک شہر کا نام ہے اور وہ عرب میں داخل ہے ووثنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اسکے استرقاق اور مملوکیت کے تو اُسپر جزیہ بھی جائز ہے اور عجمی خلاف عربی ہے وثن وہ ہے جو دیوار میں منقوش ہو اور اُسکا جثہ نہو اور صنم اُسکا نام ہے جو بصورت انسان ہو اور صلیب وہ ہے جسکا نقش ہو نہ صورت کذا فی المنح بحر الرائق میں کہا وثن وہ ہے جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی میں ہے کہ وثن وہ ہے جسکی صورت ہو آدمی کی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہے کذا فی الطحطاوی لاعلی وثنی عربی لان المعجزۃ فی حقہم اظہر فلم یعذر جزیہ نہ مقرر کیا جاوے عربی بت پرست پر اسواسطے کہ معجزہ اُسکے حق میں ظاہر تر ہے تو وہ معذور نہوا اور حق عرب میں معجزہ اسواسطے اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں میں پیدا ہوئے اور قرآن مجید انھیں کی زبان میں اُترا تو وہ اُسکے معانی اور فصاحت کے زیادہ تر واقف ہوئے تو کفر اُنکا سخت ہوا لہذا اُنپر سخت حکم ہوا کہ جزیہ اُنسے مقبول نہیں یا اسلام لاویں یا مقتول ہوں اور ہر چند اہل کتاب عرب سے زیادہ تر عارف تھے حقیقت اسلام کے لیکن اُنمیں قیاس متروک ہو گیا بسبب نص قرآنی کے کہ اہل کتاب سے اخذ جزیہ کا حکم ہوا نہ عرب سے اور عربی سے مراد عربی الاصل ہے تو اہل کتاب اس قید سے خارج ہو گئے اگرچہ وہ عرب میں رہیں اسواسطے کہ وہ عربی الاصل نہیں ومرتد فلم یقبل منہما الا الاسلام او السیف اور جزیہ نہیں مرتد پر تو کافر وثنی اور مرتد سے کچھ مقبول نہیں سوائے اسلام یا تلوار کے یعنے مسلمان ہو یا مقتول ہو اور چونکہ مرتد محاسن الاسلام سے مطلع ہو کر کافر ہو گیا لہذا اُس سے اور عربی سے غیر اسلام یا تلوار کے کچھ مقبول نہیں ولو ظہرنا علیہم فنساؤہم وصبیانہم فیٔ اور اگر ہم غالب ہوں کفار عرب یا مرتدین پر تو اُنکی عورتیں اور لڑکے غنیمت ہیں مگر یہ کہ نسا وصبیان مرتدین مسلمان ہونے پر جبر کیے جاوینگے بخلاف نسا وصبیان مشرکین عرب کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وصبی وامرأۃ وعبد ومکاتب ومدبر وابن ام ولد اور صغیر نابالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کے لڑکے پر جزیہ نہیں ھم ہدایہ میں وارد ہے کہ ام ولد پر جزیہ نہیں اور حالانکہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب نسا احرار پر جزیہ نہ تھا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا مراد وہاں ام ولد سے ابن ام ولد ہے کذا فی المنح وزمن من زمن یزمن زمانۃ نقص بعض اعضائہ او تعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہیں زمن مشتق ہے زَمِنَ یَزْمَنُ زَمَانَۃً سے یعنے جسکے بعض اعضا ناقص ہو گئے یا اُسکے قوی بیکار ہو گئے تو اس تعریف سے فالج زدہ اور عاجز بڈھا زمن میں داخل ہو گیا واعمی وفقیر غیر معتمل وراہب لا یخالط الناس لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاط القتل اور اندھے اور محتاج غیر کاسب اور نصاری کے اُس درویش سے جو لوگوں سے نہیں ملتا جلتا جزیہ نہیں اسواسطے کہ درویش نصرانی قتل نہیں کیا جاتا اور جزیہ لازم اسقاط قتل کے واسطے ہے وجزم الحدادی بوجوبہا ونقل ابن الکمال انہ القیاس وان عدمہ الاستحسان عجلا فہو متامل اور حدادی نے یقین کیا ہے واجب ہونے جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح میں نقل کیا ہے کہ یہی قیاس ہے اور قیاس سے مستفاد ہوتا کہ استحسان بخلاف قیاس ہے سو اسکو تامل کرو ھم برجندی نے فتاوی قاضیخان سے نقل کیا کہ راہب اور قسیس سے جزیہ لینا ثابت ہے ظاہر الروایۃ میں اور ایک روایت محمد سے یہ ہے کہ

جزیہ نہ لیا جاے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نے بغیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی والعبرۃ فی اھلیۃ الجزیۃ وعدمھا وقت الوضع
فمن افاق او عتق او بلغ او برئ بعد وضع الامام لم توضع علیہ اور جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے سو جو مجنون کہ ہوش
مین آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر بالغ ہو گیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع امام کے تو اسپر جزیہ نہ رکھا جائیگا ہم یہ مراد نہین کہ بعد وضع امام کے کبھی جزیہ
مقرر نہوگا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سال مقرر نہوگا بلکہ سال آیندہ سے معین ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع
حیث توضع علیہ لان سقوطھا بالعجز وقد زال اختیار بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا ہو گیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے تو اسواسطے جزیہ اسپر مقرر کیا جائیگا
اسکا سقوط تھا عاجز ہونے کے سبب سے اور حالانکہ اسکا عجز زائل ہو گیا کذا فی الاختیار وھی ای الجزیۃ لیست رضی منا بکفرھم کما طعن الملحدۃ بل انما ھی عقوبۃ لھم علی
اقامتھم علی الکفر فاذا جاز امھالھم للاستدعاء الی الایمان بدونھا فبھا اولی وقال تعالی حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون واخذ
علیہ الصلوۃ والسلام من مجوس ھجر ونصاری نجران واقرھم علی دینھم اھ وقولہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہین انکے کفر پر
جیسا کہ ملحدان بیدین نے طعنہ دیا ہے بلکہ جزیہ تو انکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب انکے قائم رہنے کے کفر پر پھر جبکہ مہلت دینا کافرون کا ایمان کیطرف بلانے کے واسطے
بدون جزیہ کے جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالے نے فرمایا یہانتک کہ کفار جزیہ دین ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجر کے
مجوسیون اور نجران[له] کے نصاری سے جزیہ لیا اور انکو انکے دین پر رہنے دیا یعنے انکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کرین ھ شارح نے یہ جواب دیا اس سوال کا
جو منح الغفار مین اسطرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت ہے تو اسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر جائز ہو تو چاہیے کہ زانیون سے عوض زنا کے اور
اسیطرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصہ جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہین بلکہ عقوبت اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز
پر قرآن اور حدیث دال ہے ثم فرع علیہ بقولہ فتسقط بالاسلام ولو بعد تمام السنۃ پھر مصنف نے جزیہ کے عقوبت ہونے پر اپنا یہ قول متفرع کیا
تو جزیہ ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی سال کے اسلام لاوے ھ حلبی نے کہا کہ بعدیت یہان مقارنت پر محمول ہے اسواسطے کہ اگر مسلمان
ہوگا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار کے ہوگا نہ بسبب اسلام کے ویسقط المعجل لسنۃ لا لسنتین فترد علیہ سنۃ خلاصۃ اور ساقط ہوگا پیشگی
جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا اسکو پھیر دیا جائیگا کذا فی الخلاصۃ یعنے اگر ابتداے سال مین جزیہ دیا پھر اسی سال مین وہ مسلمان ہوا تو اسکو
جزیہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اسکو پھیر دیا جائیگا اسواسطے کہ اسپر وجوب ثابت نہ تھا کذا فی الطحطاوی وللموت وللتکرار للتداخل
کما سیجیء اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے بواسطے تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے والعمی والزمانۃ وصیرورتہ فقیرا او مقعدا
او شیخا کبیرا لا یستطیع العمل اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب نابینا ہونے کے اور ناقص الاعضا ہو جانے کے اور ہو جانے ذمی کے فقیر یا اپاہج یا پیر فرتوت کہ کام
نہین کر سکتا ثم بین التکرار فقال واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت ولا یصح سقوط جزیۃ السنۃ الاولی بدخول السنۃ الثانیۃ زیلعی لان الوجوب
باول الحول بعکس خراج الارض پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یون کہا اور جب ذمی پر دو سال مجتمع ہون تو جزیہ متداخل ہو جائیگا یعنے ایک سال کا جزیہ
چند سال کو کفایت کریگا اور پچھلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے سے قول صحیح ہے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال مین ہوتا ہے خراج الارض
کے بالعکس کہ وہ آخر سال مین واجب ہوتا ہے یعنے جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی ویسقط الخراج بالموت فی الاصح حاوی و
بالتداخل کالجزیۃ وقیل لا یسقط کالعشر وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر بحر قال المصنف وعزاہ فی الخانیۃ لصاحبی المذھب
فکان ھو المذھب اور ساقط ہوتا ہے خراج قول اصح مین کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے جزیہ کے مانند اور قول ضعیف مین ساقط نہین ہوتا مانند عشر کے اور
لائق ہے ترجیح دینا قول اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ خانیہ مین سقوط بالموت کو امام اعظم اور صاحبین

[illegible]

[له] نجران ایک شہر کا نام ہے یمن مین

مذہب کیطرف نسبت کیا تو وہی قوی مذہب ہوا اور محل اختلاف وہ ہی جب خراج مکرر ہو جائے بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سو اگر تکرار بسبب عاجزی کے نہو تو بالاتفاق خراج لیا جائیگا کذا فی المنح صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج مین سقوط اور عدم سقوط مین دو روایتین امام اعظم سے نقل کی ہین اور قول صحیح یہ ہی کہ خراج لیا جائیگا کذا فی العالمگیریہ عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ گفتگو خراج موظف مین ہی اور خراج مقاسمہ تو مین خارج سے متعلق ہی مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی وفیہا لا یحل اکل الغلۃ حتی یؤدی الخراج اور خانیہ مین ہی کہ حلال نہین غلہ کا کھانا تا وقت ادائے خراج م اور یہی حکم ہی عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر مین عالمگیری سے مترجم نے اسکو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہی ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یأتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعد ھدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نکیا جائے اگر اسکو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول اصح مین بلکہ اسکو حکم کیا جائے کہ آپ لاوے سو اسکو کھڑا ہو کر دے اور ذمی سے لینے والا بیٹھا رہے کذا فی الہدایہ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفع فی عنقہ لا یا کافر ویأثم القائل ان اذاہ بہ قنیہ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے ای دشمن خدا کے دے اور اسکی گردن مین دھپ مارے اور یا کافر نکہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار ہوگا اگر اسکو اس قول سے تکلیف دیگا کذا فی القنیہ ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہین ذمی کو نیا بنا دے بیعہ اور نہ کنیسا اور نہ صومعہ اور نہ آتشخانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام مین اگرچہ دار الاسلام کے قریہ مین احداث کرے تو بھی جائز نہین قول مختار مین کذا فی الفتح اصل لغت مین عبادتخانہ یہود اور نصاری کو مطلقا بیعہ کہتے ہین پھر غلبہ استعمال سے عبادتخانہ یہود کو کنیسہ کہتے ہین اور عبادتخانہ نصاری کو بیعہ بولتے ہین اور دیر کا لفظ نصاری کیواسطے مخصوص ہی اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہی جسکا سر لنبا بنایا جاوے تاکہ خلق سے منقطع ہو کر اسمین عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان مین نصاری اپنے عبادتخانہ کو گرجا کہتے ہین ویعاد المنہدم ای لا ما ھدمہ الامام بل ما انہدم اشباہ فی اخر الدعاء برفع الطاعون اور ذمیون کا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جاوے یعنے نہ وہ عبادتخانہ جسکو امام نے ڈھایا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ اشباہ کی دفع وبا کی دعا کے اخیر مین مذکور ہی م مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نچاہیے اور جو قدیم گرجاے اسکا اعادہ جائز ہی کذا فی المنح من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی تمامہ فی شرح الوہبانیہ اعادہ منہدم جائز ہی بدون زیادہ کرنے کے پہلی عمارت پر اور بنا کرنا چاہیے شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہی م اگر بنائے اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو اسمین بنائے ثانی کی زیادتی ہی اول پر کذا فی النہر شرح تنویر مین مذکور ہی کہ فقہا نے تصریح کی ہی منع زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہوا اسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو پکی اینٹ سے ہو اسکو پتھر سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی واما القدیمۃ فتترک مسکنا فی القدیمۃ ومعبدا فی الصلحیۃ بحر خلافا لما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو رہنے کیواسطے چھوڑے جائین بلاد مفتوحہ مین اور عبادت کیواسطے چھوڑے جائین بلاد صلحیہ مین کذا فی البحر یہ قول مخالف ہی قہستانی کے سو خبردار رہنا م جلبی نے کہا قہستانی مین تتمہ سے منقول ہی کہ جو بلاد صلح سے قابو مین آئے اسکے کل معابد منہدم کیے جائین جمیع روایات مین ویمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ ومرکبہ وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز اور جدا کیا جاوے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت مین اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار مین شارح نے کہا زی بالکسر عبارت ہی لباس اور ہیئت سے نووی نے شرح مسلم مین کہا کہ زی بالفتح والتشدید ہی کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام لمحاربۃ وذب عنا ذخیرہ ویجوز بغل کالحمار تاتارخانیۃ تو ذمی سوار نہو گھوڑے پر مگر اسوقت جبکہ امام انسے مدد چاہے لڑائی کے واسطے اور واسطے ہٹانے کفار کے مسلمین سے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہی ذمی کو سوار ہونا خچر کا مانند گدھے کے کذا فی التاتارخانیہ وفی الفتح ہذا عند المتقدمین واختار المتاخرون انہ لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد انہ لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسو العمائم وان رکب الحمار لضرورۃ نزل فی المجامع اور فتح القدیر مین ہی کہ یہ یعنے خچر اور گدھے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہی اور متاخرین نے یہ قول مختار کیا ہی کہ ذمی ہرگز سوار ہی نہو مگر بسبب ضرورت کے جیسے سفر یا مرض مین ہی اور اشباہ مین ہی اور قول معتمد یہ ہی کہ اہل ذمہ مطلقا نہ سوار ہوں اور نہ پگڑیان باندھیں اور اگر

[illegible] ۱۲

ذمی سوار ہو گدھے پر بسبب ضرورت کے تو مجامع مسلمین مین سوائے اُتر پڑے ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعة فی مقدمه شبه الرمانة اور سوار ہو ایسے زین پر
جو پالانون کے مانند ہین یعنی آگے اُنکے جنکے آگے لکڑی ہو مانند انار کے ہم محل رکوب فی مہم استعانت امام ہی یا ضرورت تو اب چلانا وعدم جواز رکوب مین اختلاف ہی طحطاوی نے
کہا کالبرذعة سے حذف حرف تفسیر ہی مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالبرذع کہتا اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ہو ولا یعمل بسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھ کر اسواسطے کہ
ہتھیار کے استعمال مین عزت ہی کذا فی القہستانی ویظہر الکستیج فارسی معرب الزنار من صوف او شعر اور ذمی نمودار رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہی معرب
یعنی زنار صوف یا بال کا اور امام ابو یوسف سے منقول ہی کہ وہ تاگا ہی موٹا انگلی کے برابر جسکو ذمی اپنے سب کپڑون کے اوپر باندھے بلا تزئین کذا فی المنح عن المغرب
وهل یلزم تمییزهم بکل العلامات خلاف اشباه والصحیح ان فتحها عنوة فله ذلك والا فعلی الشرط تاتارخانیة اور کیا لازم ہی تمیز ذمیون کی
جمیع علامات سے اسمین خلاف ہی کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہی کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہی تو اُسکو یہ جائز ہی اور اگر بصلح فتح ہوا ہی تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے
کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمیز تین علامات سے ضرور ہی اور بعضون نے کہا نصرانی مین ایک علامت کافی ہی اور یہودی مین دو اور مجوسی مین تین
اور اسی پر بعضون کا فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الذخیرة ویمنع من لبس العمامة ولو زرقاء او صفراء علی الصواب نهر ونحوه فی البحر ولعمته فی الاشباه
کما قدمناه وانما تکون طویلة سوداء اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ آسمانی یا زرد رنگ ہو بنابر قول صواب کے کذا فی النہر اور اسیطرح بحر الرائق مین ہی اور اسی
قول پر صاحب بحر نے اشباہ مین اعتماد کیا ہی چنانچہ اسکو ہمنے پہلے ذکر کیا ہی اشباہ سے اور ذمی کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہی ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرة والمختصة
باهل العلم والشرف نصوف مربع وجوخ رفیع وابراد رقیقة اور منع کیا جائے ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑون سے اور اُس پوشاک سے جو اہل علم اور شرف کو
مخصوص ہی جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادرین باریک طحطاوی نے کہا صوف مربع سے شاید فرجیہ مراد ہی کہ مخصوص باہل قرآن اور اہل علم ہی ہم فرجیہ عرب کا ایک
لباس ہی اور جوخ عمدہ بانات کا کشادہ آستین لباس عرب کا ہی جسکو قمیص اور جبہ پر پہنتے ہین ومن استکتابه ومباشرته یکون بها معظما عند المسلمین فتح وتمامه
فی الفتح اور منع کیا جائے ذمی لکھانے اور اُس کام کی مباشرت سے جس سے وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اُسکا فتح القدیر مین ہی ہم یعنی کافر کو تحریر
کا کام مثل منشی گری یا متصدی کے ندینا چاہیے اسیطرح اُسکو داروغگی یا تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نچاہیے جسمین مسلمان اُسکے حاجتمند ہون د فی الحاوی وینبغی ان
یلازم الصغار فیما یکون بینه وبین المسلمین فی کل شیء وعلیه فیمنع من القعود حال قیام المسلم عنده بحر اور حاوی قدسی مین ہی اور سزاوار یہ ہی کہ لازم کیا جائے
ذمی کو ذلت اور حقارت اُن معاملات مین جو اُسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع ہون ہر چیز کے اندر اور اُسکے بموجب تو منع کیا جائے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے
ہونے کے وقت اُسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمه وتکره مصافحته ولا یبدأ بسلام الا لحاجة ولا یزاد فی الجواب علی وعلیك اور حرام ہی تعظیم اور توقیر اُسکی
اور مکروہ ہی اُس سے مصافحہ کرنا اور اُسکو پہلے سلام نکیا جائے مگر بسبب حاجت کے اور اُسکے سلام کے جواب مین وعلیک سے زیادہ نکہا جائے ہم ذمی کی خدمت کرنا اور اُسکے واسطے
کھڑا ہونا تعظیم محرم مین داخل ہی ذخیرہ مین ہی کہ جب یہودی حمام مین گیا اگر خادم مسلم نے اُسکی خدمت کی فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اُسکا دل اسلام کیطرف مائل ہو
تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر خدمت کی اُسکی تعظیم کے واسطے بلا نیت مذکورہ تو مکروہ ہی اور اسیطرح اگر مسلم ذمی کیواسطے کھڑا ہو گیا بطمع اُسکے اسلام لانے کے تو کچھ مضائقہ نہین
اور اگر اُسنے تعظیم کے واسطے قیام کیا بلا نیت مذکورہ یا بسبب اُسکی مالداری کے کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہی ویضیق علیه فی المرور ویجعل علی داره علامة وتمامه فی کراهیة
منح احکام الذمی ہم اور اُسپر تنگی کرنا چاہیے چلنے پھرنے مین یعنی مسلمانون سے راہ مین دب کر چلے اور اُسکے گھر پر کچھ علامت مقرر کیجائے اور اسکا پورا بیان ہی احکام ذمی
مین اشباہ کے ہم علامت کا فائدہ یہ ہی تاسائل اُسکے واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہی د فی شرح الوهبانیة للشرنبلالی ویمنعون
استیطان مکة والمدینة لانهما من ارض العرب قال علیه الصلوٰة والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارة جاز ولا یطیل واما دخوله المسجد الحرام
فذکر فی السیر الکبیر للمنع وفی الجامع الصغیر عدمه والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمه الله تعالی فالظاهر انه اورد فیه ما استقر علیه الحال انتهی

اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور کفار ذمی روکے جائین مکہ اور مدینہ کے وطن بنانے سے اسواسطے کہ حرمین شریفین عرب کی زمین سے ہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہون عرب کی زمین مین دو دین اور اگر ذمی وہان سوداگری کے واسطے جاے تو جائز ہی اور وہان زیادہ قیام نکرے اور مسجد الحرام مین اسکا جانا سیر کبیر مین تو منع مذکور ہی اور جامع صغیر مین عدم منع ثابت ہی اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہی محمد بن حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہی کہ سیر کبیر مین اُسی قول کو ذکر کیا ہی جو آخر الامر مین ثابت ہوگیا انتہی یعنی منع دخول راجح ہی وفی الخانیۃ وتمیز نساءھم کعبیدھم بالکستیج اور خانیہ مین ہی اور امتیاز کیجاے ذمیون کی عورتون مین نہ انکے غلامون مین زنار سے ہم اُنکی عورتون کے گلون مین لوہے کے طوق ڈالے جائین اور انکی ازارین مسلمات کی ازارون سے مخالف ہون کذا فی الاقتباس واللہ

اذا اشتری دارا ای اراد شراءھا فی المصر لا ینبغی ان تباع منہ فلو اشتری یجبر علی بیعھا من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثر درر ذمی نے جب ایک گھر مول لیا یعنی اُسکے مول لینیکا ارادہ کیا شہر مین تو اُسکے ہاتھ بیع کرنا لائق نہین سو اگر اُسنے مول لیا تو اُسپر جبر کیا جاے اُسکے بیع ڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہ ہی کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہین مگر جبکہ بکثرت گھرون کو خرید کیا ہو کذا فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافہ بیت احد من المسلمین واحاط بہ الکفرۃ فکان الامام والمؤذن فقط لاجل وظیفتہما یذہبان الیہ فیؤذنان ویصلیان ہل یحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ تلک البیوت یأخذھا المسلمون بقیمتہا جبرا علی الکفرۃ وقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحکام لا یؤخرون ھذا الصدد ۔ مین کہتا ہون اور مفتی ابوسعید کے معروضات مین کتاب الصلوۃ سے وارد ہی کہ اُنسے سوال ہوا اُس مسجد کا کہ اُسکے گرد پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہین رہا اور اُسکو کافرون نے گھیر لیا سو امام اور موذن وہان جایا کرتے ہین اپنے مہینے یا سالانے کیواسطے سو وہان اذان دیتے ہین اور نماز پڑھتے ہین تو انکو مہینہ یا سالانہ حلال ہی یا نہین سو مفتی موصوف نے باین قول جواب دیا کہ اُن گھرون کو اہل اسلام قیمت دے کر زبردستی سے خرید لین اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب مین وارد ہوا ہی تو حاکم اسمین ہرگز تاخیر نہ کرے ھم شارح نے جواب مین سے بقدر مناسب تمام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہ ہی کہ امام اور موذن مستحق وظیفہ ہین کہ اپنے کام پر مستعد اور قائم ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا من الجہاد وبعد ان ورد الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید والجواری استخدام ذمی عبدا او جاریۃ ماذا یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس وفی الخانیۃ وغیرھا ویؤمرون بما کان استخفافا بہم وکذا تمیز دورھم عن دورنا انتہی فلیحفظ ذلک اور مفتی ممدوح کے معروضات مین ہی کتاب الجہاد سے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلامون اور لونڈیون کو خدمت کرنے ذمیون کا اگر ذمی خدمت لیوے غلام یا لونڈی سے اُسپر کیا لازم ہی تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اُسپر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہی سو خانیہ وغیرہا مین یہ مضمون ہی اور ذمیون کو وہ امر کیا جاے جسمین اُنکی ذلت ہو اور اسیطرح جدائی کیجاے اُنکے گھرون کی ہمارے گھرون سے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے جب ذمی مامور باستخفاف ہو تو استخدام مین اُنکی تعظیم ہوئی لہذا اُنپر تعزیر شدید لازم آویگی وان تکاری اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود نفعہ علینا ولیروا تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات بسکناھم شرطہ الامام الحلوانی ؛ اور اگر اہل ذمہ گھرون کو کرایہ لین مسلمانون کی آبادی کے اندر تاکہ اُسمین رہین شہر مین تو جائز ہی بسبب عائد ہونے اُسکی منفعت کے مسلمین پر کرایہ ملنے سے اور تا اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکھین تو اسلام قبول کرین بشرط نہ کمتر ہونے جماعات مسلمین کے اُنکی سکونت سے یہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہی فان لزم من ذلک من سکناھم امروا بالاعتزال عنہم والسکنی بناحیۃ لیس فیہا مسلمون وھو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ سو اگر اُنکے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو اُنکو مسلمین سے علیحدہ ہونے کا اور اُس کنارے مین سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے جسمین مسلمین نہ رہتے ہون اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہی کذا فی البحر عن الذخیرۃ وفی الاشباہ واختلف فی سکناھم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی واقرہ المصنف وغیرہ لکن ردہ شیخ الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ فہم خطأ فکانہ فہم من الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر بعدما نقل عن الشافعی انہم یؤمرون ببیع دورھم فی امصار المسلمین وبالخروج عنہا وبالسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ خاصۃ

نقلا عن النسفی والمراد ای بالمنع المذکور عن الامصار ان یکون لهم فی المصر محلة خاصة یسکنونها ولهم فیها منعة لا عارضة تکثر المسلمین فاما سکناهم بینهم وهم مقهورون فلا کذا فی الفتاوی الاسکوبی فلیحفظ اور اشباہ مین ہی اور اختلاف واقع ہی ذمیون کی سکونت مین اہل اسلام کے اندر شہر مین اور جواز سکونت محلہ خاص مین قول معتمد ہی انتہی اور اسکو ثابت رکھا ہی مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام حموی زادہ نے اسکو رد کیا ہی اور یقین کیا ہی کہ صاحب اشباہ نے غلط سمجھا ہی سو گویا وہ ناحیہ سے محلہ سمجھا ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح مین بعد نقل کرنے امام شافعی رح کے اس قول کو کہ ذمیون کو اپنے گھر بیچنے کا اہل اسلام کے شہرون مین اور وہان سے نکلجانے کا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تا انکے واسطے ایک محلہ خاص ہو نسفی سے تمرتاشی نے نقل کرکے تصریح کی ہی کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہی کہ انکے واسطے شہر مین ایک محلہ مخصوصہ ہو جسمین وہ سکونت کرین اور حالانکہ انکے واسطے وہان جماعت باشوکت اور عزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی آپسمین اور حالانکہ وہ دبے اور ذلیل ہون اسطرح منع نہین کذا فی فتاوی الاسکوبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہی کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام مین کم تعداد ہوکر رہین تو منع نہین اگرچہ خاص محلہ مین رہین لیکن اگر باجماعت اور قوت ہون چنانچہ تمرتاشی نے مذکور کیا یا انکی سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہی تو منع کیے جاوینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو معتمد کہا ہی تو یہ محمول ہی کہ جب انکو قوت اور شوکت نہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہوا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وینتقض عهدهم بالغلبة علی موضع للحراب او باللحاق بدار الحرب زاد فی النهر او بالامتناع من قبول الجزیة او بجعل نفسه طلیعة للمشرکین بان یبعثوه لیطلع علی اخبار العدو فلو لم یبعثوه لذلک لم ینتقض عهدهم وعلیه یحمل کلام المحیط اور ذمیون کا عہد ٹوٹ جاویگا انکے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کے واسطے یا دار الحرب مین جاکر ملنے سے فتح القدیر مین اتنا زیادہ کہا ہی یا عہد شکنی ہوگی جزیہ قبول کرنے سے یا آپکو مشرکین کا جاسوس بنانے سے اسطرح پر کہ کافر حربی دار الحرب مین بھیجا جاوے مستامن ہوکر تا اخبار دشمن پر مطلع ہو سو اگر اہل حرب اسکو اسکے واسطے نہ بھیجین تو انکا عہد نہ ٹوٹیگا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہی ہم محیط مین ہی کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر پہونچاوے تو یہ نقض عہد نہین صاحب بحر نے رفع اختلاف کیواسطے تاویل کی کہ یہ اس صورت پر محمول ہی جب کہ اہل حرب نے اسکو جاسوسی کیواسطے نہ بھیجا ہو اور صاحب نہر اور حموی اور شارح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا فی الطحطاوی وصار الذمی فی هذه الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامه الا انه لو اسر یسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی قبول الذمة والمرتد یجبر علی قبول الاسلام اور ہوگیا ذمی ان چارون صورتون مین مرتد کے مانند اسکے کل احکام مین مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جاویگا اور مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کیواسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا لا ینتقض عهده بقوله نقضت العهد زیلعی بخلاف الامان للحربی فانه ینتقض بالقول بحر نہ ٹوٹیگا اسکا عہد اسکے یون کہنے سے کہ مین نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کے امان کے کہ وہ ٹوٹ جاویگی قول نقض کرنے سے کذا فی البحر ولا بالاباء عن اداء الجزیة بل عن قبولها کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتله بالاباء عن الاداء قال وهو قول الثلثة لکنه ضعفه فی البحر اور ذمی کا عہد نہین ٹوٹتا اداء جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہی قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہوچکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار اداء جزیہ سے نقل کیا ہی کہا اور یہی قول ہی تینون اماموں کا لیکن اس قول ضعیف کہا ہی بحر الرائق مین اسوجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہی ولا بالزنی بمسلمة وقتل مسلم وفتن مسلم عن دینه وقطع الطریق اور عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اسکے دین سے بہکا دینے سے اور قطاع الطریقی سے ہم اسواسطے کہ زنا سے اسپر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہی کہ اسکی اولاد صغار رقیق نہوگی اور اسکا مال غنیمت نہوگا وسب النبی صلی الله علیه وسلم لان کفر المقارن لا یمنعه فالطاری لا یرفعه فلو من مسلم قتل کما سیجیء اور نہین ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشنام اور بدگوئی سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہی عہد کے مانع عہد کا نہین تو جو کفر کہ طاری ہوا بسبب دشنام کے وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق مین آویگا شیخ شاہین نے ذخیرہ سے

نقض

تفصیل اسمین نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نہ تھے یا اُنھون نے یہودیون کو ناحق قتل کیا یا حضرت کیطرف نسبت کذب کی تو بعضے علما کے نزدیک اُسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح پر کہ آنحضرت کی طرف زنا کی نسبت کی یا آپکے نسب مین طعنہ کیا تو عہد ٹوٹیگا

انتہی اھ یہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحاوی ویؤدب الذمی ویعاقب علی سبّہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ قال العینی واختاری فی السب ان یقتل انتہی وتبعہ ابن الھمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وھو قول الشافعی فتنبہ اور ذمی تعزیر دیا جاوے اور مارا جاوے دین اسلام یا قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہ ہے کہ وہ قتل کیا جاے اور تابع ہوئے عینی کا ابن ہمام صاحب فتح القدیر مین کہتا ہون اور یہی فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیرالدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا ع بحرالرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے یہ بحث مخالف اہل مذہب کے کی ہے علامہ عینی کا تابع ہوکر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کے ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیے ہان یہ البتہ ہے کہ مومن کا دل مسئلہ سب مین قول مخالف کیطرف مائل ہوتا ہے لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہے ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا ظھر انہ معتادہ وبہ افتی پھر مین نے مفتی ابوسعود کے معروضات مین یہ لکھا دیکھا کہ امر سلطانی وارد ہوا ہے ہمارے اُن علما کے اقوال پر عمل کرنے کا جو قائل ہین ذمی کے قتل کرنے کے جبکہ ظاہر ہو جاے کہ بدگوئی اُسکی عادت ہے اور یہی فتوی دیا ہے مفتی ممدوح نے ع طحاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اُسکی یہی عادت ہو تو اُسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو ثم افتی فی بکر الیھودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد زنی بانہ یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابوسعود نے بکر یہودی کے بشر نصرانی سے یون کہنے مین کہ معاذاللہ کہ تمہارا نبی عیسی ولدالزنی ہے یہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جاے بسبب اُسکے گالی دینے کے حضرت انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے قلت ویؤیدہ ان ابن کمال باشا فی احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلاثین یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ ما نصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمرو بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلھا لیلا مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہ موئد ہے کہ ابن کمال پاشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین ۳۴ اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشہ لا تکونی فاحشہ مین جسطرح تصریح کی ہے اور حق یہ ہے کہ کافر ذمی قتل کیا جاویگا ہمارے نزدیک جبکہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے عورت کے جبکہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہے اس روایت سے کہ عمرو بن عدی نے جبکہ سُنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اُسکو قتل کر ڈالا رات مین تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکے قاتل کی مدح کی انتہی ما فی الذخیرۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ع خلاصہ یہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جبکہ اسکو بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کذا فی الذخیرۃ

تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہے تو اب دونون قولون مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیۃ لا من طفلھم ولا المجنون ضعف زکوتنا باحکامھا مما تجب فیہ الزکوۃ المعھودۃ بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جاویگا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ انکے اطفال سے سواے خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا جاویگا باحکام مفصلہ زکوۃ اُس مال سے جسمین زکوۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہے اسواسطے کہ صلح اُس قوم سے اسیطرح پر واقع ہوئی ہے ع تغلبی بکسر لام منسوب ہے تغلب بن وائل بن ربیعہ کیطرف وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت مین نصرانی ہوگئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اُنسے جزیہ طلب کیا اُنھون نے جزیہ دینے کا انکار کیا اور سمجھکر بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہین ہمسے بھی زکوۃ لیجیے جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اُس قوم کے روم کو بھاگ گئے سو نعمان بن زرعہ نے کہا یا امیرالمومنین

ع [illegible]

ع [illegible] ۱۲

ع [illegible]

[illegible]

تغلب بکسر لام

بفتح [illegible] بکسر لام [illegible]
نسبت کرتے ہیں تو
لام کو فتح دیتے ہیں
تاکہ بہت سے کسرے
یکجا نہوں ۱۲

یہ لوگ بڑے لڑنے والے ہین اور عرب عزت جزیہ دینے سے تنگ و عار کرتے ہین سو تنگی نہ کیجیے اور اُنسے جزیہ بنام زکوۃ لیجیے سو فاروق اعظم نے اُنکو بُلایا اور زکوۃ کا دونا اُنپر مقرر کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا اُنکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دوچند زکوۃ پر ہوئی لہذا اُنکے اطفال اور مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم نہین کیونکہ زکوۃ اُنپر واجب نہین کذا فی الدر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہے اسواسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہین کذا فی البحر اور جب اُنپر دوچند زکوۃ باحکامہا لازم ہوئی تو چالیس بکریون مین سے دو بکریان اور ایکسو بیس بکریون سے چار بکریان وعلی ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح ویؤخذ من مولاہ ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اُسکے مولی سے یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور خراج مین قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہ جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اُسی قوم مین داخل ہے سو یہ مخصوص بحرمت صدقہ ہے یعنی جس قوم کو صدقہ لینا درست نہین تو اُسکے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہین ع مصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وھدیتھم للامام وانما یقبلہا اذا وقع عندھم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوھرۃ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ مصالحنا خبر مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اُس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اُس مال کا جو کافرون سے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام کے مصالح ہین سلطان کفار کا تحفہ اسوقت قبول کرے جبکہ اُنکے نزدیک ثابت ہوجاوے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہے نہ دنیا کی تحصیل کیواسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب مین اُس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہین کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہے مصرف کی ہم مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنی جسکی منفعت اسلام کیطرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب مین لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب مین داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح جیسے مصالح اہل اسلام کے چنانچہ دار الاسلام کی سرحدون کی حفاظت کرنا اور پکا پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف مین داخل ہوگئے کذا فی الفتح ہم سد بالفتح والضم مضبوط کرنا اور ثغر بالفتح وسکون غین معجمہ عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے پس سد ثغور سے مراد یہ ہے کہ اُن لوگون پر صرف کرنا چاہیے کہ جو اُس محل خوف کی محافظت کرتے ہین جو فاصل ہے دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان مین اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہین اور ظاہرا علما سے مراد وہ ہین جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہین تو صرف اور نحو وغیرہا کو بھی شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال مین اغنیا کا بھی حصہ ہے جواب دیا کہ نہین مگر جبکہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہا کا اُسمین حصہ نہین مگر اُس فقیہ کا حصہ ہے جو لوگون کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہے والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیون اور عاملون کے جیسے قاضیون کے کاتب اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت بین الورثا اور شرکا کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی الطحطاوی ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وھل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر لم اور جیسے روزی مقاتلین مجاہدین کی اور اُنکی ذریت کی یعنی محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی الشرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق مین یون کہکر اور کیا اُنکی ذریت کو روزی دیجائیگی اُنکے باپون کے مرجانے کے بعد حالت طفلی مین مین نے اسکا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا امام طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالہ سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح نے کہا کتاب الخراج مین کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہے اور اُسکے واسطے اُسکا استحقاق بیت المال مین مفروض ہوگیا تو اُسکی ذریت کیواسطے بھی مفروض ہوگا اُسکی تبعیت سے اور اُسکی موت سے ساقط نہوگا صاحب حاوی نے کہا فتوی اسپر ہے کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اُسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو اُنکی اولاد کے واسطے مفروض ہوا ہو وہ اُنکی موت سے ساقط نہین ہوتا الی ھنا فقد مصارف بیت المال ثلثۃ فہذا مصرف جزیۃ وخراج مصرف زکوۃ وعشر مر فی الزکوۃ

تو مصرف خمس و رکاز مر فی السیر ورابعہا وھی لقطۃ و ترکۃ بلا وارث و دیۃ مقتول بلا ولی مصرفہا لقیط فقیر و فقیر بلا ولی اور یہان تک تمام ہو چکی تین قسم بیت المال کے مصارف سو مصرف جزیہ اور خراج کا ہی اور زکوۃ اور عشر کا مصرف کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر مین یعنے کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت مین مذکور ہو چکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنے افتادہ مال اور ترکہ بلا وارث اور خون بہا اس مقتول کا جسکا کوئی ولی نہین اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہی یعنے اُنکے نفقات اور اُنکے معالجات اُنکے مطالبات اور انکے موتی کی تکفین اور انکے جنایات کی دیت مین صرف کیا جاویگا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ و بادشاہ پر لازم ہی کہ ہر قسم مال کا ایک ایک گھر بنا کہ وہ گھر اُسی مال کے واسطے مخصوص ہو یعنے ایک بیت المال جزیہ و خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا چوتھا لقطات اور لاوارث ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ چار خزانہ کرنے کا یہ ہی کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم مین مخلوط نہو جاوے اسواسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہی کذا فی البحر ولہ ان یستقرض من احدھا لیصرفہ للاخر اور جائز ہی بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تا اُسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف مین ثم پھر جب اُس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تھا اُسمین پھیر دے مگر جبکہ مال مصروف از قسم صدقات اور خمس کے ہو اور اہل خراج پر صرف کیا ہو اور حالانکہ وہ محتاج ہین تو پھیر دینا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ فقرا اہل خراج مستحق صدقات ہین اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر الحاجۃ والفقہ والفضل فان قصر کان اللہ علیہ حسیبا زیلعی اور دے بقدر حاجت اور بقدر فقہ اور فضیلت کے سو اگر اسمین بادشاہ قصور کریگا تو حق تعالیٰ اُس سے حساب کا لیویگا کذا فی شرح الزیلعی ثم قنیہ مین ہی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق اُنکو بقدر حاجت اور بقدر فقہ اور فضیلت کے عطا کرتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے مین حسن ہی کذا فی الطحاوی عن الحموی وفی الحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا دینار المفتی الیوم اور حاوی قدسی مین ہی کہ حافظ سے مراد اس حدیث مین کہ حافظ قرآن کیواسطے دو سو دینار ہین مفتی ہی اسواسطے کہ جو صحابہ کرام کے زمانہ مین حافظ قرآن کا ہوتا تھا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اسوقت کے کذا فی الطحاوی ولا شیء لذمی فی بیت المال الا ان یہلک لضعفہ فیعطیہ ما یسد جوعتہ اور کچھ حق نہین ذمی کے واسطے بیت المال مین مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اُسکو بیت المال سے دے جس سے یکبارہ گرسنگی دفع ہو ومن مات ممن ذکر فی نصف الحول حرم من العطاء لانہ صلۃ فلا تملک قبل القبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے جنکا ذکر ہو چکا نصف سال مین مر گیا محروم رہا عطا سے اسواسطے کہ عطا صلہ ہی یعنے صدقہ اور صلہ جب ہی تو وہ مملوک نہین ہوتا بدون قبضے کے ثم حموی کی شرح مین ہی کہ رزق و عطا متقارب المعنی ہین مگر فقہا نے دونون مین فرق کیا ہی سو جو اہل لشکر کو بطور شاہی ماہانہ اُسکو رزق کہتے ہین اور جو بطریق سالانہ دیا جاتا تھا اُسکو عطا کہتے ہین اور فتح القدیر مین ہی کہ عطا وہ ہی کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری مین لکھا جاتا چنانچہ ہمارے عرف مین لنگر ماہیانہ ہی اور عطا سالانہ واھل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس صدر الشریعۃ اور اہل عطا یعنے سالانہ دار ہمارے زمانے مین قاضی اور مفتی اور مدرس ہین کذا فی شرح الوقایہ ثم بحر الرائق کی عبارت مین مثل القاضی والمفتی والمدرس ہی اور یہی بہتر ہی کہ مقاتلین وغیرہم کو بھی شامل ہو ولو مات فی آخرہ او بعد تمامہ کما صححہ اخی زادہ یستحب الصرف الی قریبہ لانہ اوفی تعبہ فیندب الوفاء لہ اور اگر اہل عطا مر گیا آخر سال مین یا بعد تمام ہونے سال کے جیسا کہ اخی زادہ نے اسکی تصحیح کی ہی تو مستحب ہی عطا کا صرف کرنا اُسکے قریب کیطرف اسواسطے کہ اُسنے اپنی محنت کشی کو پورا کر دیا تو عطا کا بھی پورا کر دینا اُسکے واسطے مستحب ہوا یعنی میت کے وارثون کو دے ثم استحباب صرف علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہی اور مسکین نے وجوب صرف کو اختیار کیا ہی محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی مقتضی ہی کہ اُسکے وارثون کو دینا واجب ہوا اسواسطے کہ حق متاکد ہو گیا سال کے اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غانم کا موروث ہوتا ہی بعد احراز دار الاسلام کے بسبب متاکد ہونے حق کے اسمین اگرچہ اُسکی ملک ثابت نہین کذا فی الطحاوی ومن تعجل ثم مات او عزل قبل الحول قیل یجب رد ما بقی وقیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے پھر مر جاوے یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے بعضون نے کہا جسقدر سال مین سے باقی رہا اتنا حساب سے پھیر دے اور بعضون نے کہا پھیر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کے مانند تبیین

ن تفسیر رزق و عطا

تہذیب خلافا لما فی البحر الرائق عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف ولم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذا القاضی وقیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ وہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وعامۃ فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف اور مؤذن اور امام مسجد کا جبکہ وقف اُنکے واسطے ہو اور اُنکو پورا سال نگذرا کہ وہ مر گئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہے اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ بجاے اجرت کے ہے اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے اور متن کے نسخون سے ساقط ہے اور عامہ اسکا درر وغیرہ مین ہے اور کتاب الوقف مین ہمنے اسکو ملخص بیان کیا ہے اور اگر امام اور مؤذن کیواسطے اجرت معین ہے تو وہ موت سے ساقط نہیں ہوتی درر وغرر مین ہے شیخ الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہے کہ ایک گانون مین امام مسجد پر زمین وقف ہے سو امام نے اسکا غلہ بعد پختہ ہونے کے لیا اور اُس گانون سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اُس سے مسترد نہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کھانا جائز ہے اگرچہ وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہے طلبۂ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی

باب المرتد

یہ باب ہے مرتد کے احکام مین جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مراد یہ ہے کہ اُسپر ایمان مقدم نہوا ہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہے جسپر ایمان مقدم ہوا ہو ھو لغۃ الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت مین پھر جانے والے کو کہتے ہین مطلقا خواہ ایمان سے پھرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع مین دین اسلام سے پھر جانے والے کو مرتد کہتے ہین ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور رکن یعنی ارتداد کا رکن جاری کرنا ہے کلمۂ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے ہم یہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہے اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہیں چنانچہ حق تعالیٰ کو بصفت نالائق موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہو جانے کا قصد مصمم رکھے کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالیٰ مما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہے سرور عالم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز مین جسکو آنحضرت لائے اللہ تعالیٰ کیطرف سے جسکا لانا بالیقین معلوم ہو چکا یعنی ضروریات دین محمدی کو دل سے مان لیا یہی حقیقت ہے ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہے جسکو عوام بھی جانتے ہین بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ وحدانیت خدا و نبوت انبیا و بعثت و جزا و وجوب صلوٰۃ و زکوٰۃ و حرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہے یا تصدیق مع الاقرار سے اسمین دو قول ہین اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہین اور علماء محققین قول اول پر ہیں محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ ہین اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہے تصدیق مع الاطاعۃ سے لہذا اُنکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہے تو وہ مومن ناجی ہے والا مومن مخلد فی النار ہے والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عناد اور محققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہے احکام دنیویہ کے جاری کرنے کے واسطے انکے متفق ہونے کے بعد اسپر کہ مومن اسکا اعتقاد رکھے کہ جب کوئی اُس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اُس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اُسنے اقرار نہ کیا تو اُسکا یہ عدم اقرار وہی ہے جسکا کفر عناد ہے ہم احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور تغسیل و تکفین اور نماز جنازہ اور مقابر اہل اسلام مین دفن کرنا ہے سو اگر وہ مر گیا اور اُسنے ایمان کا اقرار نہ کیا اور اسکے دل مین یہ تھا کہ جو کوئی اُس سے پوچھیگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو وہ خدا کے نزدیک مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اُسپر جاری نہونگے علماء محققین کا اسپر اجماع ہے کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہ ہے کہ جب اُس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اُسنے اقرار نہ کیا تو یہ عدم اقرار کفر عنادی ہے اعتقاد سابق اُسکو مفید نہوگا باقی رہا یہ کہ اگر اسکا معتقد نہو یعنی خالی الذہن ہو یا اسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نہ کریگا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو وہ اقرار کیا کافی ہوگا بنظر حصول مقصود یا کافی نہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر جواب یہ ہے کہ جب اُسنے اقرار کیا تو اُسکے ایمان مین

کچھ شک نہیں اور قبل اقرار کے دو صورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنی نیت مین اقرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت مین شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہو واللہ تعالیٰ
اعلم قال المصنف وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر مین ہو کہ
جسنے مسخراپن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو وہ مرتد ہوگیا بسبب حقیقت جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہو فتاوی خیریہ مین بحر الرائق سے
منقول ہو کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہو سب کے نزدیک اور اُسکے اعتقاد کا کچھ لحاظ نہین اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اسکا تکلم کیا وہ سبکے
نزدیک کافر نہین اور جسنے معلوم کر کے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہو اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اُسکے کفر ہونے سے جاہل ہو تو اسمین اختلاف ہو
والکفر لغۃً الستر وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شئ مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت مین بمعنی خفا کے ہو اور شرع مین عبارت ہی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے کسی چیز مین جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلا تردد یعنے ضروریات دین مین سے ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہو مثلاً جو فرضیت
زکوۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی مثلاً چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہو والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشئ منہا الا
فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجئ قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منہا اور کلمات کفر کے فتاوون مین مشہور ہین بلکہ انکی جداگانہ
تالیف ہوئی ہو رسائل مین باوجود اسکے کہ کفر کا فتوی دیا نہین جاتا بسبب کسی چیز کے اُنمین سے مگر اُسمین جسپر فقہا کا اتفاق ہو چنانچہ آویگا بحر الرائق مین کہا
کہ مین نے اپنی ذات پر لازم کر لیا ہو کہ مین فتوی نہ دونگا کسی چیز پر اُنمین سے یعنی جسمین فقہا کا اختلاف ہو اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہو فائدہ
بعضے موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہی تا اہل اسلام اُس سے کنارہ کرین جو شخص کہے کہ مین صفت اسلام کی نہین جانتا وہ کافر ہو اُسکا
صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہین اور اسکی اولاد ولد الزنا ہی جو شخص حق تعالی کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اُسکے کسی نام مقدس سے یا اُسکے کسی
حکم سے مسخراپن کرے یا اُسکے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اُسکا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہراوے یا اُس علیم اور قدیر کیطرف جہل یا عجز یا النقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہی
جو کہے کہ اگر خدا مجکو اس کام کا امر کرے تو مین نکرون وہ کافر ہی جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہی جو خضر
اور ذو الکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہین بسبب اختلاف کے انکی نبوت مین جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اسکا ایمان نلاؤن وہ کافر ہی
رافضی جب شیخین کو برا کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہی اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق سے افضل کہے تو کافر نہین مبتدع ہی قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہی بخلاف اور
ازواج طاہرات کے کہ انکا قاذف کافر نہین لیکن مستوجب لعنت ہی خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہی رافضیون کا یہ قول کہ دنیا مین اموات رجعت
کرینگے یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہ صاف کفر ہی یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہین
اور مرتدین مین داخل ہین حدیث متواتر کا منکر کافر ہی اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہین اور اسیطرح خبر واحد کا منکر کافر نہین بلکہ گنہگار ہی بسبب
ترک قبول کے استخفاف ملائکہ کا اور اُنکو عیب لگانا کفر ہی جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن مین سے کسی آیت کا منکر ہو یا مسخراپن اور بے ادبی کسی آیت سے کرے
حقارت کرنا
وہ کافر ہی جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہی ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑھ اُسنے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اٹھاوے یا بولا کہ ہمارے
واسطے لوگ نماز پڑھتے ہین یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کے کیا پایا یا یون بولا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہی یہ سب کفر ہی جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ مینے
بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہی جو شخص کہے کہ نماز مجھکو سزاوار نہین یا حلال مجھکو سزاوار نہین یا نماز کو مین نے طاق پر رکھدیا
وہ کافر ہی جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اُسپر خوف ہی کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم سیکھتے ہین داستان سیکھتے ہین اور باد ہوائی کہتے ہین
یا یون کہا کہ یہ تزویر ہی سو وہ کافر ہی اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہین یا یون بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہی
فریب
درم چاہیے کہ موجب حشمت اور عزت ہی علم کسکے کام آتا ہی سو یہ قول کفر ہی جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے بطور وعظ گے اور اُسکے ساتھ چند لوگ ہون اور

ف
جن باتون سے
آدمی کافر ہوجاتا ہے
× انکا بیان ہے

اُس سے مسائل پوچھتے ہون اور اُس سے ہنسی کرتے ہون اور اُسکو تکیون سے مارتے ہون تو سب کافر ہونگے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنیسے
اور اگر خصم اُسکا فتوی لکھا لاوے اور وہ فتوی کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہی جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہی لیکن البزازیہ
بلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے تو اُسکا مال بک جاے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہین اور اصل یہ ہی کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہی جیسا غیر کا
مال تو وہ کافر نہین اور اگر حرام لعینہ ہی سو اگر اُسکی دلیل قطعی ہی تو وہ کافر ہی اور نہین تو نہین مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اُسنے جواب دیا کہ مین نے کیا کیا ہی کہ
توبہ کرون وہ کافر ہی جو شخص پیالۂ خمر کے پینے کے وقت یا زنا کرنے کے وقت یا قمار کھیلنے کے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہی انکار اور اذان سے تمسخر اور بے ادبی کرنا
کفر ہی جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامۂ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہی اور اگر بعینہ ایک مردے کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہین
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نکر کہ دوسرا جہان بھی ہی اُسنے کہا کہ اُس جہان کو کون جانتا ہی وہ کافر ہی جو کسی شخص کو کلمۂ کفر سکھاوے وہ کافر ہی اگرچہ بطریق لہو ولعب
کے سکھاوے اور اسیطرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاوے یہ بھی کفر ہی جو شخص مجوسیون کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہی قول
صحیح مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہین اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہی مگر جبکہ جنگ مین بطور خدع یا جاسوسی کے باندھے تو کفر نہین جو مشرکین کی
عید مین بطریق تعظیم جاے تو کافر ہوتا ہی مترجم کہتا ہی اعیاد مشرکین یعنے کفار کے میلے چنانچہ ہولی دیوالی بسنت نوروز وغیر ذلک کافر ہوتا ہی آدمی مجوسیون کے
نوروز مین جانے سے اُنکے افعال کی موافقت کے سبب سے اُسدن مین اور اُس چیز کے خرید کرنے سے نوروز مین جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز کے واسطے نہ واسطے
کھانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہی اُسدن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ ایک انڈا ہی ہو بطریق اُنکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہی تحسین امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کھانے
کے وقت کلام نکرنا یا حالت حیض مین عورت کو پاس رکھنا بہتر فعل ہی مجوسیون کا تو وہ کافر ہی شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل
کہے وہ کافر ہی اور بعضون نے کہا کہ کافر نہین خطیبون کا القاب سلاطین مین یون کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی
الاطلاق جائز نہین سو واسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہین اور بعض معصیت اور کذب ہین اور شہنشاہ خصائص اسماء الٰہیہ سے یا اوصاف اعظم ہی عورات مسلمین اطفال کے چیچک
نکلنے کیوقت جو بھوانی کو پوجتی ہین اور اُس سے شفا چاہتی ہین کافر ہو جاتی ہین نکاح اُنکا ٹوٹ جاتا ہی اور اگر اُنکے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہون تو وہ بھی
کافر ہو جاتے ہین جو شخص کہے کہ اس زمانے مین بدون خیانت اور دروغ گوئی کے میرا گذارا نہین ہوتا یا یون کہے کہ جب تک خرید فروخت مین تو جھوٹ نہ بولیگا
روٹی کھانے کو نہ پاویگا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہی جسنے کافر ہونے کا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمۂ کفر بخوشی کہا
بغیر جبر کے اور اُسکا دل ایمان پر ہی وہ کافر ہوا خدا کے نزدیک مومن نہین جس قول یا فعل کے کفر ہونے مین علما کا اختلاف ہو تو اُسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا
امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر از راہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی حاجت نہین کذا فی العالمگیریۃ واللہ تعالی اعلم وشرائط صحتہا
العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل وسکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورۃ فلیستا بشرط بدائع اور صحت
ارتداد کی شرطین عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہی تو صحیح نہین مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسواسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی
ہو مرتد ہونے کے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہین کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فانہ یقتل ولا یعفی عنہ اور اشباہ مین ہی کہ صحیح نہین مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہی اسواسطے کہ وہ قتل کیا جایگا اور اُسکا
قصور معاف نہوگا اور بحر الرائق مین قید لگائی ہی کہ اُسکا سکر حرام چیز سے ہوا اور اُسنے اپنی خوشی بلا جبر اُسکو استعمال کیا ہو والا وہ مجنون کے مانند ہی من ارتد عرض الحاکم
علیہ الاسلام استحبابا علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ جو شخص مرتد ہو جاے حاکم اُسپر اسلام عرض کرے یعنے اُس سے اسلام قبول کرانے بطریق استحباب کے
بنا بر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اُسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنے جسکو دعوت پہونچ گئی اُسپر عرض اسلام واجب نہین وتکشف شبہتہ بیان لثمرۃ العرض اور اُسکا شبہہ

ہو کیا جاوے یہ بیان ہی ثمرہ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہ ہی کہ اگر اُسکو کوئی شبہہ پڑ گیا ہو تو دفع کیا جاوے وَیُحْبَسُ وجوبًا وقیل ندبًا ثلٰثۃ ایام یعرض علیہ الاسلام فی کل یوم منہا خانیۃ اور مرتد قید کیا جاوے بنا بر وجوب کے تین دن کے قول ضعیف مین حبس بنا بر استحباب کے ہی تینون دنون مین ہر روز اُسپر اسلام عرض ہو گا کذا فی الخانیہ ان استمہل ای طلب المہلۃ والا قتلہ من ساعتہ الا اذا رجی اسلامہ بدائع حبس تین دن کا اُسوقت ہی جبکہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور حاکم اُسکو قتل کرڈالے یعنے بعد عرض اسلام اور کشف شبہہ کے مگر اُسوقت قتل مین جلدی نہ کرے جبکہ اُسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا الولوالجیۃ ثانیا لکنہ یضرب وفی الثالثۃ یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبۃ فان عاد فکذلک تتارخانیہ قلت لکن نقل فی الزواھر عن آخر حدود الخانیۃ معزیا للبلخی ما یفید قتلہ بلا توبۃ فتنبہ اور اسیطرح مہلت دیجاویگی اگر دوسری بار مرتد ہو گا لیکن مارا جائیگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسری بار کے ارتداد مین ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جائیگا یہان تک کہ اُسپر آثار توبہ کے ظاہر ہون پھر اگر چوتھے بار ارتداد کیطرف عود کریگا تو یہی حکم ہی یعنے بعد توبہ اور ضرب کے تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح عن التاتارخانیہ شارح کہتا ہی لیکن زواہر مین آخر حدود خانیہ سے ابو عبد اللہ بلخی کیطرف نسبت کر کے وہ مضمون نقل کیا ہی جو مفید ہو مرتد کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا ہم فتح القدیر مین تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایۃ قرار دیا ہی اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھہرایا ہی اور اجناس ناطفی اور مختصر کرخی مین مذکور ہی کہ چوتھے بار کے ارتداد مین امام اُسکو مہلت نہ دے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہی والا اُسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فان اسلم فیہا والا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہی والا امام اُسکو قتل کرے بدلیل اُس حدیث کے کہ جو اپنے دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے تو اُسکو قتل کرو رواہ احمد والبخاری کذا فی المنح واسلامہ ان یتبرأ عن الادیان سوی الاسلام او عن ما انتقل الیہ بعد نطقہ بالشہادتین وتمامہ فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہی کہ بیزار ہو جاوے سب دینون سے سواے اسلام کے یا اُس دین سے بیزار ہو جسکی طرف اُسنے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ مرتد کے اسلام مین بعد الشہادتین سواے اسلام کے اور دینون سے بیزار ہونا دار الاسلام مین شرط ہی اور اگر دار الحرب مین مسلم مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ مین اسلام مین داخل ہوا یا دین محمدی مین آیا تو یہ دلیل ہی اُسکے اسلام کی ولو اتی بہما علی وجہ العادۃ لم ینفعہ ما لم یتبرأ بزازیۃ اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو بولا بطریق عادت کے تو اُسکو نافع نہین جب تک سوا اسلام کے اور دینون سے تبرا نہ کرے کذا فی البزازیہ وکرہ تنزیہا لما مر قتلہ قبل العرض بلا ضمان لان الکفر مبیح للدم اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہی اُسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنے والا ہی اُسکے خون کا اور دلیل گذشتہ یہ ہی کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہی اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہی نہ تحریمی فتح القدیر مین کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہین لیکن تعزیر ہی اور اسیطرح قاتل عضو پر قید باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسۃ من ینکر الصانع کالدھریۃ ومن ینکر الوحدانیۃ کالثنویۃ ومن یقر بہما لکن ینکر بعثۃ الرسل کالفلاسفۃ ومن ینکر الکل کالوثنیۃ ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کالعیسویۃ فیکتفی من الاولین بقول لا الہ الا اللہ وفی الثالث بقول محمد رسول اللہ وفی الرابع باحدہما وفی الخامس بہما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع وآخر کراہیۃ الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو قید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ قسم پر ہین بعضے خالق کے منکر ہین چنانچہ فرقۂ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہین چنانچہ مجوسی کہ دو خالقون کے قائل ہین یعنے یزدان اور اہرمن کے اور بعضے کافر خالق اور اُسکی وحدانیت کے مقر ہین لیکن رسالت انبیا کے منکر ہین جیسے حکما فلاسفہ اور بعضے خالق اور وحدنیت اور رسالت سب کے منکر ہین چنانچہ بت پرست اور بعضے سبکا اقرار کرتے ہین لیکن عموم رسالت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہین چنانچہ فرقۂ عیسویہ تو اکتفا کرے اسلام اولین یعنے دہریہ اور مجوسیون سے لا الہ الا اللہ کے کہنے پر اور ثالث یعنے حکما فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنے بت پرستون سے دو مین سے ایک یعنی کلمہ تو یا اقرار رسالت پر اور خامس یعنے عیسویہ سے دونون قول پر یعنے شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنے کے ہر دین سے جو مخالف ہی دین اسلام کے کذا فی البدائع وآخر کراہیۃ الدرر

فلاسفہ سے یہان سب علما یونانین مراد نہین بلکہ بعضے مراد ہین اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیا کے قائل ہین اور عیسوی نصاری مراد نہین بلکہ ایک قوم ہی یہود کی جو عیسیٰ صفہانی یہودی کیطرف منسوب ہی ثانیہ مسایرہ کا قول بالغ اور درر کے مخالف ہی یعنے مجوسیون مین اولے شہادتین ضروری ہی اور ظاہر ادھر یہی مجوسیون کا ہی انکار توحید اور رسالت مین ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی و حینئذ فیستفسر من جھل حالہ لا عمم فی الدرر اشتراط التبری فی کل یھودی و نصرانی و مثلہ فی فتاوی المصنف و ابن نجیم و غیرھما و فی بعض فتاوی قارئ الھدایۃ کذا افتی علماءنا والذی افتی بہ و صحتہ بالشہادتین بلا تبری لان بالتلفظ بھا صار مسلما معتقل الاسلام فیقتل ان رجع ما لم یعد او اسوقت مین یہ خوب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہین اور انکے اسلام مین حکم مختلف ہی تو استفسار کرنا چاہیے جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ مین سے کس دین پر مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہی درر مین مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی اور نصرانی مین اور اسیکے مانند ہی مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاوون مین اور فتاوی قاری الہدایہ کی کتاب الرہن مین ہی ایسا ہی فتوی دیا ہی ہمارے علمانے اور جو مین فتوی دیتا ہون وہ صحت اسلام ہی شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہوگئی ہی تو قتل کیا جائیگا اگر پھر جاے درصورت عدم اعادہ اسلام مرتد مین بالفعل اکتفا بالشہادتین معمول ہی کذا فی الدر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر و عزاہ فی الاشباہ الی الصغری اور اسکو معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جاے اس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچھے پر ممکن ہو یا اسکے کفر مین علما کا اختلاف ہو اگرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق مین اسکو خوب منقح کر کے لکھا ہی اور اشباہ مین عدم تکفیر درصورت اختلاف کو فتاوی صغری کیطرف منسوب کیا ہی مفتی ابو السعود نے حاشیہ اشباہ مین تصریح کی ہی کہ عدم تکفیر مین روایت ضعیف بھی کافی ہی اگرچہ وہ روایت ہمارے غیر مذہب کی ہو و فی الدرر وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر و وجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ اور درر وغیرہ مین ہی کہ ایک صورت مین چند وجوہ ہون موجب کفر کے اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہی میل کرنا اس وجہ کیطرف جو مانع کفر ہی پھر اگر اس شخص کی نیت مین وہی وجہ ہی جو مانع کفر ہی تو وہ شخص مسلمان ہی اور اگر اسکی نیت مین وہ وجہ نہین ہی تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اسکے خلاف پر و ینبغی التعوذ بھذا الدعاء صباحا و مساء فانہ سبب العصمۃ من الکفر بوعد الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم انک انت علام الغیوب اور مسلمان کو لائق ہی پناہ مانگنا بواسطے اس دعا کے صبح و شام اسواسطے کہ وہ سبب ہی کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول صادق الامانت ذات کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہی یعنے خداوندا پناہ مانگتا ہون تیرے اس سے کہ کسی چیز کو مین تیرا شریک ٹھہراؤن جان بوجھ کر اور تیری مغفرت چاہتا ہون اس گناہ کیواسطے جسکو مین نہین جانتا بلا شک تو علام الغیوب ہی و توبۃ الیاس مقبولۃ دون ایمان الیاس اور توبہ کرنا گناہون سے اسوقت جب زندگی کی امید نہ رہے مقبول ہی نہ ایمان لانا اسوقت کا کذا فی الدر طحطاوی نے کہا مقبولیت توبہ بالاتفاق علیہ نہین بلکہ بعضے علمانے عدم قبول کی تصحیح کی ہی واللہ تعالی اعلم و فیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وھو ینکر لم تقبل شھادتھما ولکن لو شہد رجل و امرأتان من المسلمین و فی النوازل تقبل شہادۃ رجل و امرأتین علی الاسلام و شھادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتھی اور یہ بھی درر مین ہی کہ گواہی دی دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہوگیا اور حالانکہ وہ منکر ہی تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتون نے منجملہ مسلمین کے اور نوازل مین ہی کہ مقبول ہی گواہی ایک مرد اور دو عورتون کی اسلام لانے پر اور مقبول ہی گواہی دو نصرانیون کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہوگیا انتھی و کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا تو اسکی توبہ مقبول ہی مگر جو مرتدین کی توبہ مقبول نہین ہین سے ایک وہ ہی جسکا ارتداد چند بار واقع ہوا بنا بر گذشتہ یہ قول غیر معتمد ہی اور حق یہ ہی کہ اسکی توبہ مقبول ہی چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا والکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالی والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہین اس

شخص

مرتد کی جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا میں سے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اسکی توبہ مقبول نہو گی جسطرح خاص خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ اسکی گرفتاری کے بعد
سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالی کو گالی دے تو توبہ مقبول ہے اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہے اور اول یعنے نبی کی گالی حق العبد ہے جو توبہ کرنے سے زائل نہیں ہوتا اور یہ جو
کہا کہ اسکی توبہ مقبول نہیں یعنے اسقاط قتل میں مقبول نہیں کذا فی النہر و البحر الرائق میں کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ فقہانے اسکی
تصریح کی ہے ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر فقہا مر قال فی فصل الجزیۃ معزیا للبزازیۃ اور اسکی توبہ مقبول نہیں جو نبی کے گالی دینے والے کے
عذاب اور کفر میں شک کرے اور پورا بیان اسکا درمیان جزیہ کی فصل میں ہے بزازیہ سے نقل کر کے ہم بزازیہ میں ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے اس پر
کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اسکا قتل ہے اور جو شک کرے اسکے عذاب اور کفر میں وہ کافر ہو گیا وکذا لو ابغضہ بالقلب فتح واشباہ اور اسیطرح
وہ مرتد ہے جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباہ وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستہزاء والاستخفاف بہ لتعلق حقہ ایضا
اور مصنف کے فتاوے میں ہے اور واجب ہے الحاق استہزاء اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنے جو نبی سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اسواسطے کہ نبی کا
حق اس سے بھی متعلق ہو گیا وفیما سئل عمن قال لشریف لعن اللہ والدیک ووالدی الذین خلقوک فاجاب الجمع المضاف یعم ما لم یتحقق عہد خلافا
لابی ہاشم وامام الحرمین کما فی جمع الجوامع وحینئذ فیعم حضرۃ الرسالۃ فینبغی القول بکفرہ واذا کفر بسبہ لا توبۃ لہ علی ما ذکرہ البزازی وتوارد
الشارحون نعم لو لوحظ قول ابی ہاشم وامام الحرمین باحتمال العہد فلا کفر وہل للائق ہہنا التصریح بالمیل الی ما لا یکفر
اور انہیں یعنے فتاوے مصنف میں سوال واقع ہوا اسکے حق میں جسنے سید فاطمی سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے باپوں کو اور ان باپوں کو جو تجھکو اپنے پیچھے
چھوڑ گئے تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہو جاتی ہے تا وقتیکہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اسوقت میں تو یہ کلام
حضرت صاحب رسالت کو شامل ہو جائیگا تو اسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہے اور جب وہ کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اسکے واسطے توبہ نہیں بنا بر اسکے جسکو
بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین متون نے اسپر اتفاق کیا ہے ہاں اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاوے بسبب محتمل عہد کے تو کفر اسکا ثابت نہیں اور
یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب تصریح کرنے ہمارے اہل مذہب کے اس وجہ کیطرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہے وجہ مانع کفر اس سوال میں ابی ہاشم اور
امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف عام نہیں ہوتی اور احتمال عہد یہاں یہ ہے کہ والدین اقربین معہود ہیں تو صاحب رسالت علیہ السلام کا شمول ثابت نہوا وفیہا من
نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبہ صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ بان بغضہ بقلبہ قتل حدا کما مر التصریح بہ لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمہ حکم المرتد
ومفادہ قبول التوبۃ کما لا یخفی اور فتاوی مصنف میں ہے کہ جو گھٹاوے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اس محبوب رب العالمین سے بغض رکھے اپنے دل میں تو قتل کیا جاوے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے
آخر شفا میں تصریح کی ہے کہ حکم اسکا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اس سے کہ توبہ اسکی قبول ہے چنانچہ مخفی نہیں زاد المصنف فی شرحہ قد سمعت من مفتی
الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام ابن عبد العال ان الکمال وغیرہ تبعوا البزازی والبزازی تبع صاحب السیف المسلول وعزاہ الیہ لم یعزہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد
صرح فی النتف ومعین الحکام وشرح الطحاوی وحاوی الزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد ولفظ النتف من سب صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم
المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد انتہی وہو ظاہر فی قبول توبتہ کما مر عن الشفاء فلیحفظ اور یہ بڑھایا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہ میں نے
سنا مفتی حنفیہ سے مصر میں شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ میں بزازی کے تابع ہیں اور بزازی سبکی کا تابع ہے جو مصنف ہے
سیف مسلول کا اور بزازی نے اس قول کو سبکی کیطرف منسوب کیا ہے اور اسکو منجملہ علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہیں کیا اور تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح
طحاوی اور حاوی زاہدی وغیرہ میں اسکی کہ حکم اسکا مانند مرتد کے ہے اور نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جسنے گالی دی اور بدگوئی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اسکا

[illegible]

یہاں تک اور جو شخص شک کرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گالی دینے والے کے عذاب اور کفر میں وہ کافر ۱۲

مانند حکم مرتد کے ہی اور اُسکے ساتھ وہ کیا جاے جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہی انتہی یعنے امر دین قتل ہی اور توبہ مین نہین اھ ۔ یہ ظاہر ہی اُسکی توبہ قبول ہونے مین چنانچہ شفا سے ذکر ہو چکا انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہی کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کیطرف منتہی ہی جو سیف مسلول کا مصنف ہی اور حالانکہ سبکی حنفی المذہب نہین ہی تو اُسکا قول حنفیون کے واسطے حجت ہو علی الخصوص کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اُسکے مخالف موجود ہین واللہ اعلم قلت وظاہر الشفاء ان قولہ یا ابن الف ذکر او یا ابن مائة بحکم دون قولہ یا ہاشمی لعن اللہ بنی ہاشم کذا ان قلتم الملائکة کالانبیاء فلیحرر مین کہتا ہون ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہی کہ یون کہنا کہ ای بیٹے ہزار مرد کے یا ای فرزند سو مرد کے اور یون کہنا ہاشمی ہی کہ لعن کرے خدا بنی ہاشم پر اسیطرح کفر ہی اور البتہ شتم ملائکہ انبیا کے شتم کے مانند ہی تو اسکی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے یعنے کتب حنفیہ مین تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہی اسواسطے کہ قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہی اسکا قول حنفیون کے واسطے حجت نہین ہی ومن حوادث الفتوی ما لو حکم حنفی بکفرہ بسبب شتم ہل للشافعی ان یحکم بقبول توبته الظاہر نعم لانها حادثة اخری وان حکم بموجبه نفس اور حوادث فتوی سے یہ ہی کہ اگر حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہی کہ اُسکی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر جواب یہ ہی کہ ہان جائز ہی اسواسطے کہ دوسرا حادثہ ہی مغائر حادثہ تکفیر کے اگرچہ شافعی المذہب نے بموجب حکم حنفی کے حکم کیا ہو کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہین چنانچہ زوجہ کا جدا ہوجانا اور عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین نہ رہا عدم قبول توبہ مین مصطفوی نے کہا کہ یہ اُن اور جوابات زاہدی وغیرہ کے قول یعنی ہو حاصل ان مذہب قبول توبہ کے قائل ہین تو اسکا ذکر لا اوجہ ہی قلت ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود سؤالا ملخصہ ان طالب علم ذکر عندہ حدیث نبوی فقال کل حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق نعمل بہا فاجاب بانہ یکفر اولا بسبب استفہامہ الانکاری وثانیا بالحاقہ الشین بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلی کفرہ الاول عن اعتقاد یؤمر بتجدید ایمانہ فلا یقتل والثانی یفید الزندقة فبعد اخذہ لا تقبل توبتہ اتفاقا فیقتل وقبلہ اختلف فی قبول توبتہ فعند ابی حنیفة تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمة لا یقبل وتقتل حدا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنة اربع واربعین وتسعمائة لقضاة الممالک المحمیة برعایة رأی الجانبین بانہ ان ظہر صلاحہ وحسن توبتہ واسلامہ لا یقتل ویکتفی بتعزیرہ وحبسہ عملا بقول الامام الاعظم وان لم یکن من اناس یفہم خیرہم یقتل عملا بقول بقیة الائمة ثم فی سنة ۹۵۵ تقرر ہذا الامر باخر فینظر القائل من ای الفریقین ہو فیعمل بمقتضاہ انتہی فلیحفظ دلیل التوفیق شارح کہتا ہی پھر مین نے دیکھا مفتی ابو سعود کے معروضات مین ایک سوال جسکا خلاصہ یہ ہی کہ ایک طالب العلم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی سو اُسنے کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہین جنپر عمل کیا جاے تو مفتی ممدوح نے یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول اپنے استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسری بار کافر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اُسکے پہلے کفر اعتقادی مین امر کیا جاے تجدید ایمان کا تو قتل نہ کیا جاے اور کفر ثانی اسکا مفید زندقہ ہی سو بعد گرفتار ہونے کے اُسکی توبہ مقبول نہین بالاتفاق تو قتل کیا جاے اور قبل اُسکی گرفتاری کے خلاف ہی اُسکی توبہ قبول ہونے مین سو امام ابوحنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہی تو وہ مقتول نہوگا اور باقی تینون امامون کے نزدیک توبہ مقبول نہین اور مقتول ہوگا بنا بر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہی یعنے سلطان روم کا حکم ۹۴۴ھ مین ممالک محروسہ کے قاضیون کو ساتھ مراعات کرنے رای جانبین کے اسطرحپر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اُسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور کفایت کیجاے اُسکی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص اُن لوگون سے نہو جنکی خیر اور نیکوکاری دریافت ہو تو قتل کیا جاے ائمہ ثلثہ کے قول پر عمل کرنے سے پھر ۹۵۵ھ مین مستحکم ہو گیا یہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دو فریق مین سے وہ کس مین ہی اہل صلاح مین ہی یا اہل فسق مین تو موافق اُسکے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی دفع ہو گیا ام طحطاوی نے کہا کہ طالب العلم مذکور کے کفر مین تامل ہی اسواسطے کہ اُسکا کلام محمل حسن پر محمول ہوتا ہی یعنی اُسکے کلام کی یہ مراد ہی کہ اثبات احکام مین عمل نہین ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور اُسمین حدیث ضعیف پر عمل نہین یا یہ مراد ہی کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہین اور جو حدیث کہ اُس طالب علم نے سُنی یا ضعیف ہی جس سے حکم شرعی ثابت نہین ہوتا یا منسوخ تو اُسکے قصد سے یا اُسکے احتمال سے بکفر کا حکم نہین ہوسکتا اور محل استفہام اُسکے قول العمل بہا پر ہی نہ صدق پر تو اس احتمال سے الحاق شین بھی نہوا اور برتقدیر تسلیم استناد زندقہ اسکا ثابت نہین ہوتا واللہ اعلم

او الکافر بسبّ الشیخین او بسب احدهما فی البحر عن الجوهرة معزیا للشهید من سبّ الشیخین او طعن فیهما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی و ابو اللیث
وهو المختار للفتوی انتهی وجزم به فی الاشباه واقره المصنف قائلا وهذا یقوی القول بعدم قبول توبة من سب الرسول صلی الله علیه وسلم وهو الجانب الذی
ینبغی التاویل علیه فی الافتاء والقضاء رعایة لجانب حضرة المصطفی صلی الله علیه وسلم انتهی لکن فی النهر وهذا لا وجود له فی اصل الجوهرة وانما وجد علی حاشیة
بعض النسخ فالحقت بالاصل مع انه لا ارتباط له بما قبله انتهی قلت ویکفینا ما مر من الامر فتدبر یا جو کافر ہوا بسبب دشنام شیخین یعنے صدیق اکبر اور فاروق اعظم
رضی اللہ عنہما کے یا دونون مین سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق مین جوہرہ سے صدر شہید کیطرف نسبت کرکے منقول ہے کہ جسنے شیخین کو بد کہا یا اُن دونون کو
طعن کیا کافر ہو گیا اور توبہ اُسکی مقبول نہین اور اسی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہے اور یہی پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے انتہی اور اسی قول پر یقین کیا ہے اشباہ
مین اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یون کہکر کہ یہ یعنی شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہے عدم قبول توبۂ شاتم مصطفوی کے قول کو اور عدم
قبول توبہ ایسی جانب ہے جسپر اعتماد کرنا افتا اور قضا مین لائق ہے برعایت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق مین ہے اور اُسکا وجود ہی نہین اصل جوہرہ مین وہ عبارت
تو جوہرہ کے بعضے نسخے کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملا دیگئی باوجود اسکے کہ اُس عبارت کو کچھ ارتباط نہین اپنے ماقبل سے انتہی ما فی النہر شارح کہتا ہے اور کفایت کرتا ہے
ہمکو جو امر کہ گذر گیا یعنے قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی مین حکم سلطان روم جو قبل اسکے مذکور ہو چکا کافی ہے سو غور اور تامل کر مترجم کہتا ہے شیخین کے تبرا کرنے والے اور طاعن کا کفر
بروایت خلاصہ اور بزازیہ اور وہبانیہ بلاشبہ ثابت ہے کذا فی المنح لیکن اُسکا عدم قبول توبہ کتب مذکورہ مین مذکور نہین فقط صاحب بحر الرائق نے جوہرہ سے اسکو نقل کیا ہے سو اُسکا حال
معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہین کسی نے حاشیہ کی عبارت کو کتاب مین داخل کر دیا اور یہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ کی تقویت کی ہے اور اسکو قابل اعتماد کے کہا ہے
برعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہین کیونکہ عدم قبول توبہ تو بخصوص مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور نصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے ہین نہ ترجیح مصنف کی اسواسطے کہ وہ
ارباب ترجیح مین نہین اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مومنین پر رؤف اور رحیم ہے تو اُس ذات پاک کے کرم سے عفو متوقع ہے بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیۂ اشباہ مین کہا کہ عمر بن نجیم صاحب
نہر سے حکایت ہے کہ اُسکے بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اُسپر روایت طلب کی تو پائی نگئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر مین کہتا ہون اگر جوہرہ کے سب نسخون مین روایت
مذکورہ ہوتی تو بھی حجت نہ تھی اسواسطے کہ ہم سابق ذکر کر چکے ہین کہ ہمارے مذہب مین شاتم انبیا کی توبہ مقبول ہے خلافاً للمالکیۃ والحنابلۃ تو جب یہ ہوا تو شیخین کی عدم قبول
توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری دانست مین کسی امام سے یہ قول ثابت نہین انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی معروضات المزبورة ما معناه ان من قال عن فصوص الحکم للشیخ
محی الدین بن العربی انه خارج عن الشریعة وقد صنفه للاضلال ومن طالعه ملحد ماذا یلزمه اجاب نعم فیه کلمات تباین الشریعة وتکلف بعض المتصلفین
لارجاعها الی الشریعة لکنا تیقنا ان بعض الیهود افتراها علی الشیخ قدس الله سره فیجب الاحتیاط بترک مطالعة تلک الکلمات وقد صدر امر
سلطانی بالنهی فیجب الاجتناب من کل وجه انتهی فلیحفظ اور مفتی ابو سعود کے معروضات مذکورہ مین وہ سوال ہے جسکا مطلب ہے کہ جو شخص شیخ محی الدین عربی
کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے خارج ہے اور اُسکو گمراہ کرنے کے واسطے تصنیف کیا ہے اور جو اُسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہے کیا لازم ہے اس قائل پر مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ ہان اُس
کتاب مین چند کلمات مخالف شرع ہین اور بعضے اہل تکلف نے اُن کلمات کے پھیرنے مین شریعت کیطرف بناوٹ اور تکلف کیا ہے لیکن ہمکو بالیقین ثابت ہو گیا ہے کہ بعضے یہودیون
نے اُن کلمات کو شیخ قدس سرہ پر افترا کیا ہے تو واجب ہے احتیاط کرنا اُن کلمات مخالفہ شریعت کے [illegible] مطالعہ کرنے سے اور البتہ صادر ہوا ہے حکم سلطانی اُسکے عدم اشتغال پر تو اب واجب
ہو گیا پرہیز کرنا ہر وجہ سے یعنے نہ اُسمین نظر کرے نہ یاد رکھے نہ سنے انتہی تو اُنکو یاد رکھنا چاہیے ہم شیخ محی الدین بن [illegible] محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور با بن العربی و
شیخ اکبر پانسو ساٹھ مین پیدا ہوئے اور چھ سو اڑتیس مین وفات پائی اور صالحیہ مین دفن ہوئے علامہ عصر اور عارف کبیر تھے عارف مناوی کی طبقات مین امام ناصر الدین طبلاوی
سے منقول ہے کہ مرد عجمی ولی اللہ مصر مین وارد ہوا اکثر لوگ اُس سے فیضیاب ہوئے اور بار بار التجا کی کہ آپ ہمکو فصوص الحکم پڑھ کر سنائے وہ قبول نکرتے تھے آخرش بعد الحاح کثیر تکرار
کرنے کے وعدہ کیا کہ دریائے نیل کے کنارے بصورت عدم صحبت اغیار تمہارا مطلب ہوگا چنانچہ چند مدت وہان جا کر اوقات معینہ مین حقیقت مویدہ بالشریعت سے تقریر بدیع فرمایا کرتے تھے

نوبت کے دن اُس مشغولی سے باز رہے مخلصین نے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے فرمایا کہ آج کی رات درس کا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اُسمین غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تھا پھر عالم قدس کی طرف توجہ خالص کی تا کہ مجھپر منکشف ہو تو حقیقت مجھپر کشف ہوئی سو مجھکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ مین مجھ تک حاصل ہو گیا لہذا مین اس کتاب سے بخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب مین اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہین جسکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہین حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہے کہ اُن کلمات کا جو ظاہر مطلب ہے وہ مراد شیخ نہین بلکہ مراد شیخ وہ امور ہین جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہین انکی اصطلاح ٹھہر گئی ہے کہ ان امور کے معبر الفاظ موہمہ سے کیا جائے تا کہ نا اہل کذاب ان امور کا دعوی نہ کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی مع ہذا شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی مین واقف تصوف کو تردد نہین لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ انکی بعض تصانیف مین البتہ جا بجا موجود ہین یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطاء کشفی سے معصوم نہین چنانچہ طبقات مناوی مین بشہادت ولی مکاشف بعضے مسائل مین اختلال کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بنا ہے کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہے ناواقف اصطلاح انکو مخالف شریعت سمجھتا ہے اور واقع مین مخالف نہین یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کے کلام مین گمراہی مسلمین کے واسطے کچھ کلمات مخالف شریعت درج کر دیے ہین چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو سعود کے معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بھی اسکے معترف ہین چنانچہ انکی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ اُن کلمات کا جائز نہین علی الخصوص کم علم نا آشنا عرفان کے حق مین انکا دیکھنا سم قاتل ہے اور یہ جو بعضے جاہل متصوف کہتے ہین کہ مخالفت شریعت کی کچھ مضر نہین شریعت عوام کے واسطے ہے اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہ قول صاف جہالت اور الحاد ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف مین فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ کفر اور زندقہ ہے اور طبقات عارف مناوی مین خود کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا مین سے ایک حکم کا جاہل ہو اسکے واسطے مقام معرفت صحیح نہین سو جو شخص کہ معرفت کا مدعی ہو اور شریعت محمدیہ مین ایک حکم اسپر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالی ہمکو اور مسلمانون کو فہم صحیح عطا کرے اور افراط و تفریط سے بچا دے آمین تنبیہ

انتهى صاحب القاموس عليه في سؤال رفع اليه فيه فقال اللهم انطقنا بما فيه رضاك الذي اعتقده وادين الله به انه كان رضي الله عنه شيخ الطريقة حالا وعلما وامام الحقيقة حقيقة ورسما ومحيي رسوم المعارف فعلا واسما ۵ اذا تغلغل فكر المرء في طرف ۵ من علمه غرقت فيه خواطره ۵ اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اُس سوال مین جو اُنکے پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب مین سو یون کہا ہے کہ الٰہی مجھکو گویا کر اسمین جسمین تیری رضامندی ہے جو اعتقاد کہ مین رکھتا ہون اور جس اعتقاد سے کہ مین حق تعالی کی عبادت کرتا ہون وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حالت اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار حقیقت اور رسم کے یعنی اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ عارفون کا زندہ کرنے والا تھا بنا بر فعل اور اسم کے جبکہ فکر مرد کی نزدیک جائے اُسکے دریائے علم کے کنارے سے تو ڈوب جاوین اُسمین خطرات اُسکے یعنی اسکے فہم سے عاجز ہو جائے ۵ هو البحر لا تكدره الدلاء وسحائب تتقاصر عنه الانواء كانت دعواته تخرق السبع الطباق وتفرق بركاته فتملأ الافاق واني اصفه وهو يقينا فوق ما وصفته وناطق بما كتبته وغالب ظني اني ما انصفته ۵ وما علي اذا ما قلت معتقدي ۵ دع الجهول يظن الجهل عدوانا ۵ والله والله والله العظيم ۵ ومن اقامه حجة لله برهانا ۵ ان الذي قلت بعض من مناقبه ۵ ما زدت الا لعلي زدت نقصانا ۵ الى ان قال ومن خواص كتبه انه من واظب على مطالعتها انشرح صدره لفك المعضلات وحل المشكلات وهو البحر العظيم جسکو ڈول گدلا نہین کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے بعید ہو جاتے ہین یعنی چھپ جاتے ہین ستارون سے مراد اُسکے زمانے کے اہل عرفان ہین انکی دعائین آسمانون کو پھاڑتی تھین یعنی مستجاب الدعوۃ تھے اور برکتین انکی منتشر ہوتی تھین سو آسمان کے کنارے اُنسے پر تھے اور البتہ مین انکی صفت کرتا ہون لیکن وہ یقیناً میرے بیان کرنے سے بالا ہین اور جو مین نے انکی تعریف لکھی ہے اسکا مین گویا ہون یعنی تحریر مطابق تقریر ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ مین نے اسکا انصاف نہین کیا یعنی انکا حق وصف ادا نہین کیا اور کچھ مجھپر حرج نہین جبکہ مین اپنا اعتقاد بیان کرون مین مگر اُس جاہل کو جو جہالت کا گمان کرتا ہے سرکشی سے واللہ واللہ واللہ العظیم اور اُسکی قسم ہے جسنے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کرکے قائم کیا ہے کہ بیشک جو مین نے انکی تعریف کی ہے وہ قدر قلیل ہے اُنکے مناقب اور فضائل سے مین نے زیادہ نہین بیان کیا مگر اس خوف سے کہ شاید مین نقصان کو زیادہ کرون اسواسطے کہ مرد کامل کی اعلی فضیلت کا بیان در حقیقت اُسکی تنقیص ہے

ﻪ بہتر یہ تھا کہ ترجمہ یون ہوتا کہ مین کہان انکی صفت کر سکتا ہون حالانکہ

وہ [illegible] سے بالاتر ہین [illegible]

یہان تک کہ صاحب قاموس نے کہا کہ انکی کتابون کے خواص سے یہ ہی کہ انکا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اُسکا سینہ کھل جاتا ہی منکشف معضلات اور حل مشکلات کیواسطے وقد اثنی علیہ الشیخ العارف عبد الوہاب الشعرانی سیما فی کتابہ تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا و صفت کی شیخ عارف عبد الوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف مین خصوصاً اپنی اُس کتاب مین جسکا نام تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء ہی سو تو لازم پکڑ اس کتاب کو وباللہ التوفیق ہم عبد الوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب مین مشہور کثیر التصانیف ہین و الکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبۃ لہ اور جو کافر ہو بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر یعنے جادو کے اُسکی توبہ مقبول نہین ہم حاشیہ شلبی مین ہی کہ سحر وہ قول ہی جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات اور تاثیرات اُسکے طرف منسوب ہون اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت کا اظہار ہی نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا کہ سحر کی حقیقت اور تاثیر ہی ایلام اجسام مین اور قول ضعیف یہ ہی کہ سحر کی کچھ حقیقت نہین بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا اور سکھانا بلا خلاف اہل علم کے حرام ہی اور اُسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہی اور ہمارے اصحاب اور امام مالک و امام احمد سے منقول ہی کہ ساحر کافر ہو جاتا ہی سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اُسکو حرام جانے یا نہ جانے اور اُسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم مین امام ابو المنصور ماتریدی سے منقول ہی کہ سحر کو مطلقاً کفر کہنا خطا ہی بلکہ اُسکی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہی سو اگر سحر مین اُس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط مین لازم ہی تو وہ البتہ کفر ہی و الا کفر نہین پھر جو سحر کہ کفر ہی اُسمین مرد مقتول ہونگے نہ عورتین اور جو سحر کہ کفر نہین اور اُسمین اہلاک نفس ہی تو اُسمین قطاع الطریق کا حکم ہی اور اسمین مرد و عورتین برابر ہین مقتول ہونے مین بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے اور مقبول ہی توبہ ساحر کی اسواسطے کہ ساحرین فرعون جب ایمان لائے تھے تو انکا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہی انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام دنیا کے حق مین محمول ہی اور احکام آخرت کے حق مین تو بلا شبہہ توبہ مقبول ہی ایک قسم کا سحر وہ ہی جس سے مرد عورت کی قربت پر قادر نہین ہوتا تفسیر ابن عادل مین وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہی کہ جو شخص بیر کے سات پتے سبز لے اور انکو دو پتھرون کے درمیان کچلے پھر اُسکو پانی مین گھول کر آیۃ الکرسی اُسپر پڑھے پھر اُسمین سے تین چلو لیکر غسل کرے تو اُسکی بستگی ان شاء اللہ تعالے دفع ہو جاے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرأۃ فی الاصح لسعیہا فی الارض بالفساد ذکرہ الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت ہو قول اصح مین بسبب اُسکی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہی ہم غیر اصح منتقی کا قول ہی کہ ساحرہ مقتول نہوگی بلکہ حبس کیجائیگی اور مرتدہ کے مانند ماری جائیگی زیلعی نے اپنی شرح مین کہا کہ اُسکے سحر کا کفر غیر کو متعدی ہوا بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال و کذا الکافر بسبب الزندقۃ لا توبۃ لہ و جعلہ فی الفتح ظاہر المذہب لکن فی الحظر الخانیۃ الفتوی علی انہ اذا اخذ الساحر او الزندیق المعروف الداعی قبل توبتہ ثم تاب لم تقبل توبتہ ویقتل ولو اخذ بعدہا قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسیطرح جو کافر ہی بسبب زندقہ کے اُسکی توبہ مقبول نہین اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر مین ظاہر مذہب قرار دیا ہی لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ جب ساحر یا زندیق مشہور جو لوگون کو زندقہ سکھاتا ہی گرفتار ہوا قبل توبہ کرنے کے پھر اُسنے بعد گرفتاری کے توبہ کی تو اُسکی توبہ مقبول نہین اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے گرفتار ہوا تو اُسکی توبہ مقبول ہی و افاد فی البحر ان الخناق لا توبۃ لہ اور سراج وہاج مین تصریح کی ہی کہ پھانسی دینے والے کی توبہ مقبول نہین یعنے جو گلا گھونٹ کر آدمی کو مارتا ہو چنانچہ کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا و فی الشمنی الکاہن قیل کالساحر اور شمنی مین ہی کہ کاہن کو بعضون نے ساحر کے مانند کہا ہی عدم قبول توبہ مین ہم فتح القدیر مین کہا کہ بعضون کے نزدیک کاہن وہی ساحر ہی اور بعضون کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہین جو اٹکل اور تخمین سے خبر دیتا ہی اور بعضون کے نزدیک کاہن وہ ہی جسکے پاس جن اخبار لاتے ہین ہمارے علما نے کہا کہ اگر وہ اسکا معتقد ہو کہ شیاطین اُسکے لیے کرتے ہین جو وہ چاہتا ہی تو وہ کافر ہی اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہین و فی حاشیۃ البیضاوی الملاحد الداعی الی الالحاد و الاباحی کالزندیق اور ملاخسرو کے حاشیہ بیضاوی مین ہی جو الحاد کیطرف لوگون کو بلاتا ہی اور اباحی زندیق کے مانند ہین یعنے اُنکی توبہ مقبول نہین اباحی وہ ہی جو ہر چیز کو مباح اعتقاد کرے حرمت کا معتقد نہو و فی الفتح المنافق الذی یبطن الکفر و یظہر الاسلام کالزندیق الذی لا یتدین بدین و کذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر و یظہر اعتقاد حرمتہ تمامہ فیہ اور فتح القدیر مین ہی کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہی اور اسلام کو ظاہر کرتا ہی وہ زندیق کے مانند ہی جو کسی دین کا متدین نہین ہوتا اور اسیطرح وہ شخص زندیق کے مانند ہی جو باطن مین بعض ضروریات دین کا منکر ہو مانند حرمت خمر کے اور ظاہر مین اُسکی حرمت کا اعتقاد ظاہر کرتا ہی اور پورا بیان اسکا اُسمین ہی ہم فتح القدیر

کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ میں منافق زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق کے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہے اور منافق اسکے مانند ہے اخفا میں اور اسکا حال یون معلوم ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اسپر کسیطرح سے آگاہ ہوگیا یا اُسنے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ یکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ اعتقد تحریمہ اولا ویقتل لکن فی خطر الخانیۃ لو استعملہ للتجربۃ والامتحان ولا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فالمستثنی احد عشر اور فتح القدیر میں ہے کہ کافر ہوتا ہے ساحر سحر کے سیکھنے اور کرنے سے اگرچہ اُسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہ ہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الخطر مین ہے کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمائش و امتحان کے واسطے اور اسکی اباحت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور اسوقت مین گیارہ قسم کے مرتد مستثنی ہین یعنے ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوائے گیارہ شخصون کے یعنے جسکا ارتداد مکرر ہوا اور جسنے انبیا علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور پھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق اور بعض ضروریات دینی کا منکر باطن مین

واعلم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا الجماعۃ المرأۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا وہ قتل کیا جاوے اگر توبہ نہ کرے مگر چند اشخاص مرتدین قتل نہین کئے جاتے اگرچہ توبہ نہ کرین عورت اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہوجاوے اور جو بزور مسلمان کیا گیا ہو اور جسکا اسلام دو مردون کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونون گواہ گواہی سے پھر گئے ہون کذا فی المنح عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی یہ صورت ہے کہ صغیر غیر عاقل کے والدین مسلمان ہین پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اُس سے مسموع نہوا تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا اسواسطے کہ ہنوز اس سے تصدیق نہین پائی گئی کہ ارتداد کی تعریف اُسپر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کافر بعد اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا بلکہ بزور اسلام پر قائم رکھا جائیگا کذا فی الحلبی زاد فی الاشباہ ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامرأتین انتہی اشباہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی مقتول نہوگا انتہی ہم حلبی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے ولو شہد نصرانیان علی النصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل وعلی النصرانیۃ قبلت اتفاقا وتمامہ فی اخر کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر یہ گواہی دی کہ وہ مسلمان ہوچکا ہے اور حالانکہ وہ منکر ہے تو اُنکی گواہی مقبول نہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیون نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اسکا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر مین ہے ہم دونون مین وجہ فرق یہ ہے کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی تو قبول کرنا دونون کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہے امام کا اور نوادر کی روایت یہ ہے کہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی اسلام پر اور نصرانیون کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہے کذا فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضیخان نے امام ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے کہ عورتون کی گواہی پر قتل نہین اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن نوح افندی ویلحق بالصبی من ولدتہ المرتدۃ بیننا اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامہ حکمی لا حقیقی اور عدم قتل مین ملحق صغیر سے وہ شخص ہے جسکو مرتدہ نے دار الاسلام مین جنا جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہوکر یا مست جبکہ اسلام لایا اور اسیطرح سے لقیط ہے اسواسطے کہ مسلمان ہونا اُسکا حکمی ہے نہ تحقیقی وقید فی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی والمستأمن فلا یصح اسلامہ لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ علی جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور خانیہ وغیرہ مین مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے کافر ذمی و مستامن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہین لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ مین عدم صحت اسلام کو جواب قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان مین صحیح کہا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مستثنی چودہ قسم کے مرتدین ہین یعنے جو مسلمان کہ مرتد ہوجاوے اور توبہ نہ کرے وہ قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے عورت اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جبکہ اسلام قبول کرے اور حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ بزور مسلمان کیے جائین اور جسکا اسلام دو مردون کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت سے رجوع کرین اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا اور وہ نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور جسکو مرتدہ دار الاسلام مین جنے جبکہ وہ بالغ ہوتے مرتد ہو اور مست جبکہ اسلام قبول کرے اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنی فیمتنع القتل فقط ویثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل وبطلان وقف وبینونۃ زوجۃ لو فیما تقبل توبتہ والا قتل کالردۃ بسبہ علیہ الصلوۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رأیت من یغلط فی ہذا المحل وافتی المصنف

خالیستشہد اور جس شخص کی گواہی دی گواہوں نے ایک مسلمان کے ارتداد کی اور وہ منکر ہو تو اوس سے تعرض نکیا جاوے نہ بسبب تکذیب بینہ شہود عدول کے بلکہ اسواسطے کہ اوسکا انکار کرنا ارتداد سے یہی توبہ ہو اور رجوع ہو ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہو کہ فقط اسکا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے جیسے حبط عمل کا یعنی ہونا اور وقف کا باطل ہونا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اس امر کا ارتداد میں ہو جسمیں توبہ مقبول ہوتی ہو اور جسمیں نہیں ہوتی قتل کیا جائیگا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کی ارتداد سے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الاشباہ اور البحر الرائق اسنا زیادہ کیا کہ میں نے دیکھا ہے اوسکو جو اس مقام میں خطا کرتا ہے یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقا محمول کرتا ہے یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ میں بھی ارتداد ثابت کہا ہے اوسکو مصنف اپنی شرح میں لائے اسوقت تو مستثنی چودہ صورتیں ہیں علامہ طحطاوی نے کہا ہے اولی یہ ہے کہ شارح خمسہ عشر کہتا اسواسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی چودہ صورتوں سے زائد ہے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہو کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہو اوس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہو اور اسکی اولاد زنا کی اولاد ہو اگر تجدید نکاح نہوا اور جس ارتداد کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہو اوسمیں استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنا بر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جاوے اور بطلان نکاح کا حکم نہوا اور محیط میں قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد اوس سے صادر ہوں تو موجب کفر نہیں اور اوسمیں تجدید نکاح کا امر نہیں لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یترک المرتد علی ردتہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان موقت ولا بامان مؤبد ولا یجوز استرقاقہ بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتدۃ اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائیگا اپنے ارتداد پر جزیہ دیکر اور نہ امان موقت اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہیں اوسکا غلام بنانا بعد لحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا استرقاق بعد لحاق دار الحرب کے جائز ہے کذا فی الخانیہ والکفر کلہ ملۃ واحدۃ خلافا للشافعی فلو تنصر یہودی او عکسہ ترک علی حالہ ولم یجبر علی العود اور جمیع اقسام کفر کے ایک دین اور ملت ہیں بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اوسکے بالعکس تو اپنے اوسی حال پر چھوڑا جائیگا اور اوسپر جبر نکیا جائیگا پہلے دین کے عود پر ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی ردتہ او حکم بلحاقہ ورث کسب اسلامہ وارثہ المسلم ولو زوجتہ بشرط العدۃ زیلعی بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فیئ بعد قضاء دین ردتہ وقالا ہما ایضا ککسب المرتدۃ اور زائل ہوتی ہے مرتد کی ملکیت اوسکے مال سے زوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اوسکی ملک نے عود کیا اور اگر مر گیا اور حالت ارتداد پر مقتول ہوا یا الحاق دار الحرب کا اوسپر حکم ہوگیا تو حالت اسلام کے اوسکے کسب کا اوسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اوسکی زوجہ ہو بشرط بقاء عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہوگی بعد ادا دین اسلام کے اور اوسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہے بعد ادائے دین ارتداد کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہے مرتدہ کی کسب کے مانند اور حسن نے ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نہ کریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا بدائع اور ولوالجیہ میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حکم القاضی بلحاقہ عتق مدبرہ من ثلث مالہ وام ولدہ من کل مالہ وحل دینہ وقسم مالہ ویؤدی مکاتبہ الی الورثۃ والولاء للمرتد لانہ المعتق بدائع اور اگر لحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اوسکا مدبر ثلث مال سے آزاد ہوگا اور اوسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اوسکا دین موجل فی الحال لازم الادا ہوگا اور اوسکا مال وارثوں میں قسمت کیا جائیگا اور اوسکا مکاتب بدل کتابت کو اوسکے وارثوں کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کے واسطے ہوگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنیوالا ہے کذا فی البدائع یعنی اوسکی وارث ابتداءً ولا کے مالک نہونگے بلکہ عصبہ بنفسہ اوسکو وراثت میں پاوینگے اور اگر ولا میں وارثوں کا حق ہوتا تو عورت بھی اوسمیں داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان لا یصح القضاء بہ الا فی ضمن دعوی حق العبد بحر اور لائق یہ ہے کہ لحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن میں کذا فی النہر یعنی حکم لحاق قصدا صحیح نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ لحاق موت کے مانند ہے اور موت کا دن داخل تحت قضا نہیں اصل اس بحث کی صاحب بحر سے ہے واللہ اعلم

المرتد علی اربعۃ اقسام فینفذ منہ اتفاقا ما لا یعتمد تمام ولایۃ وہی خمس الاستیلاد والطلاق وقبول الہبۃ وتسلیم الشفعۃ والحجر علی عبدہ المأذون اور معلوم کرنا چاہئے کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہیں اوسکا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہے جو کمال ولایت پر معتمد نہیں اور وہ پانچ چیزیں ہیں استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا اپنے عبد ماذون کا صورت استیلاد کی صورت یہ کہ مرتد کی لونڈی کو لڑکا جنی اور اوسنے اوسکا دعوی کیا

[illegible]

تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھ اُسکا وارث ہوگا اور لونڈی اُسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہوجاتی ہی پھر طلاق اُس سے کیونکر واقع ہوگی اُسکا جواب یہ ہی کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہین اور کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ مُبانہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی ہی کذا فی الشامی ویبطل منه اتفاقا ما یعتمد الملة وهی خمس النکاح والذبیحة والصید والشهادة والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہی جو ملت پر معتمد ہو یعنے جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہو اور وہ پانچ چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور ارث هم نکاح مرتد کا باطل ہی خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ یا مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہی اور امہال اُسکا تامل کیواسطے ہی اور نکاح اُس سے باز رکھیگا اور باطل اوسے شہادت ہی نہ تحمل اُسکا اور ارث باطل ہی یعنے مرتد کسی کا وارث نہین لیکن اگر وہ مریگا تو اُسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے ویتوقف منه اتفاقا ما یعتمد المساواة وهو المفاوضة اور وہ تصرف اُسکا بالاتفاق موقوف ہی جو مساواۃ دینی پر معتمد ہی اور وہ شرکت مفاوضہ ہی یعنے اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہوجائیگی اور نہین تو باطل ہوگی او ولایة متعدیة وهو التصرف علی ولده الصغیر یا موقوف رہیگا اُسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہی اور وہ تصرف ہی اپنے ولد صغیر پر ویتوقف منه عند الامام وینفذ عندهما کل ما کان مبادلة مال بمال او عقد تبرع کالمبایعة والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابة والهبة والرهن والاجارة والصلح عن اقرار وقبض الدین لانه مبادلة حکمیة والوصیة اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہی ساتھ مال کے یا عقد تبرع ہی چنانچہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اسواسطے کہ دین کا قبضہ کرنا مبادلہ حکمیہ ہی اور وصیت کرنا هم قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ ادا دین بالمثل ہوتا ہی تو قابض دین کا اُس چیز کا بدلا لینا چاہتا ہی جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہی ودیة امانه وعقله ولا شك فی بطلانهما اور باقی رہا اُسکے امان دینے اور دیت کا حکم اور شک نہین اُنکے باطل ہونے مین اسواسطے کہ جب ذمی دوسرے کو امان نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ دیت تناصر سے متعلق ہی اور مرتد لائق نصرت کے نہین لہذا اُسکی دیت باطل ہی واما ایداعه واستیداعه والتقاطه واللقطة فینبغی عدم جوازها هم اور مرتد کی ایداع اور استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہی کذا فی النهر ان اسلم نفذ وان هلك بموت او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقه بطل ذلك کله اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہونگے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب مین جا کر ملا اور اُسکے لحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہ سب باطل ہوجائینگے فان جاء مسلما قبله قبل الحکم فکانه لم یرتد وکذا لو عاد بعد الموت الحقیقی یعنی پھر اگر مرتد دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے گو یا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنے زندہ ہوجاوے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال وارث سے پھیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی هم جب اُسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے بجاے عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اُسکا آزاد نہوگا اور اُسکا دین موجل غیر موجل نہوگا اور اُسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اُسکو ملکیت اُسمین عود کریگی بلا حکم قاضی و رضاے وارث اور اگر وارث نے اُسکا مال تلف کیا ہو تو ضمان دیگا لیکن ارتداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل مین جاری رہیگا کذا فی الطحاوی وان جاء مسلما بعده وماله مع وارثه اخذه بقضاء او رضی لا لو فی بیت المال لانه فیٔ نهر اور اگر دار الحرب سے مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے اور حال اُسکا مال اُسکا وارث کے پاس موجود ہی تو اُسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اُسکا بیت المال مین ہی تو اُسکو نہ دیگا اسواسطے کہ وہ غنیمت ہی کذا فی النهر هم بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہی جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے کسب اسلام کا مال بیت المال مین رکھا گیا ہو تو اُسکو دیا دیگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہی کذا فی الطحاوی عن ابی السعود وان هلك ماله وازاله الوارث عن ملکه لا یاخذه ولو قائما بعینه لصحة القضاء اور اگر اُسکا مال ہلاک ہوگیا یا اُسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل کردیا تو اُسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے حکم قاضی کے عتق وارث مین وله ولاء مدبره وام ولده اور اُسکے واسطے ہی اُسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء ومکاتبه له ان لم یؤد وان عجز عاد رقیقا له بدائع اور مرتد مذکور کا مکاتب اُسی کا ہوگا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہین ادا کیا اور اگر عاجز ہوا اوسے بدل کتابت سے تو پھر اُسکا مملوک ہوجائیگا کذا فی البدائع

ویقضی ما ترک من عبادۃ فی الاسلام لان ترک الصلوٰۃ والصیام معصیۃ والمعصیۃ تبقی بعد الردۃ اور جس عبادت کو حالت اسلام مین ترک کیا ہو اُسکو بعد مسلمان
ہونے کے قضا کرے اسواسطے کہ ترک صلوٰۃ او رصیام معصیت ہی اور معصیت باقی رہتی ہی بعد ارتداد کے کذافی قاضیخان عن شمس الائمۃ وما ادی منہا فیہ یبطل
اور جو عبادت کہ اسلام مین ادا کی وہ باطل ہو گئی ارتداد سے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانہ بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وھو غنی فعلیہ
الحج فقط اور قضا انکی جائینگی عبادتین سوائے حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہو گیا پھر جب اسلام لاوے اور غنی ہو تو اُس
فقط حج واجب ہی قضا حج سے اعادہ حج کا مراد ہی اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہی طحطاوی نے کہا اعادۂ حج کا حصر ممنوع ہی اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز
پڑھ کر مرتد ہو گیا اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اُس نماز کا اعادہ واجب ہی کیونکہ اُسکا وقت ہنوز باقی ہی مانند وقت حج کے مسلم اصاب مالا او شیئا یجب بہ
القصاص او حد السرقۃ یعنی المال المسروق لا الحد خانیۃ واصلہ انہ یؤاخذ بحق العبد واما غیرہ ففیہ تفصیل مسلم نے کسی کا مال لیا یا ایسا فعل کیا جس پر
قصاص واجب ہی یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہی نہ حد کذافی الخانیہ اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ مرتد حق العبد مین ماخوذ ہوگا اور غیر حق العبد مین
تفصیل ہی جو خانیہ مین ہی کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ نہوگا اور اگر مرتد امام کی
قید مین محبوس ہی اور اُسکا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر مین ماخوذ نہوگا اور حدود اللہ مین ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہین اور اُسکا مرتکب ہوا
پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اُس پر مواخذہ نہین کذافی المنح او الدرر ثم ان ارتد او اصابہ وھو مرتد فی دار الاسلام ثم لحق محاربا زمانا
ثم جاء مسلما لم یؤاخذ بہ کلہ یا مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام مین پھر وہ
دار الحرب مین جا کر رہا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام مین آیا مسلمان ہو کر تو ان سب چیزون کا اُس سے مواخذہ ہوگا یعنی مال اور قصاص
اور مال مسروق اور دیت کا ولو اصابہ بعد ما لحق مرتدا فاسلم لا یؤاخذ بشیء من ذلک لانہ حربی لا یؤاخذ بعد الاسلام بما کان اصابہ حال کونہ محاربا
اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہو کر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ مین سے کسی چیز کا مواخذہ اُس سے نہوگا اسواسطے کہ مرتد مذکور حربی کافر
ہو گیا اور حربی ماخوذ نہین ہوتا بعد اسلام کے اُن افعال مین جسکا مرتکب ہوا بوقت محاربہ کے جو اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجہا فلہا التزوج باخر بعد العدۃ
استحسانا کما فی الاخبار من ثقۃ بموتہ او طلیقۃ ثلاثا وکذا لو لم یکن ثقۃ واتاہا بکتاب طلاقہا واکبر رأیہا انہ حق لا بأس بان تعتد وتتزوج
مبسوط عورت کو خبر پہونچی اپنے زوج کے مرتد ہو جانے کی تو اُسکو دوسرے زوج سے نکاح کر لینا جائز ہی بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز
مرد معتمد کی خبر کرنے مین زوج کی موت کی یا اُسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر خبر معتمد نہو اور عورت کے پاس اُسکے طلاق کا خط لاوے زوج کیطرف سے اور عورت
کو ظن غالب ہو جاوے اُسکے حق ہونے کا کچھ مضائقہ نہین کہ وہ عدت مین بیٹھے اور بعد اُسکے نکاح کرے کذافی المبسوط والمرتدۃ ولو صغیرۃ او خنثی بحر
تحبس ابدا ولا تجالس ولا تؤاکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذافی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی
اور پاس نہ بٹھائی جاوے اور ساتھ نہ کھلائی جاوے کذافی الحقائق یہان تک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نہ کی جائیگی بخلاف امام شافعی کے عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ
مستثنے ہی جو آپ کو اُسکا خالق اعتقاد کرتی ہو کذافی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ مین یہ دلیل ہی کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اُسکو قتل کرو ہماری دلیل وہ حدیث ہی جسمین
قتل نساء کی نہی وارد ہی اور وہ کافرہ اصلیہ و مرتدہ دونون کو شامل ہی بلکہ امام اعظم نے اپنی مسند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور اُنکے قید رکھنے اور بزور اسلام
قبول کرانے کی حدیث روایت کی ہی کذافی الفتح وان قتلہا احد لا یضمن شیئا ولو امۃ فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضامن نہوگا اگرچہ
مرتدہ لونڈی ہو قول اصح مین اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہی سو وہ زائل ہو گیا لیکن قاتل پر تعزیر ہی کذافی الولوالجیۃ وتحبس عند مولاہا
لخدمتہ مشغولا الوطی سوی طلبہا الاسلام لا فی الاصح ویتولی ضربہا جمعا بین الحقین اور مرتدہ لونڈی اپنے مولا کے پاس محبوس رہجاوے اُسکی خدمت کرنے کے واسطے سوا جماع

خواہ اسکے حبس کرنے کا اپنے پاس مولی طالب ہو یا نہو اور اسکی فروخت کا مولی کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنے کے دونون حقون مین یعنی حق خدا اور حق مولی ولیس للمرتدۃ التزوج
بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما لقصدہا السیئ لاباس بہ وتکون قنۃ للزوج بالاستیلاء
مجتبی وفی الفتح افتاء للمسلمین فیشتریہا من الامام او یہبہا لہ لو مصرفا اور جائز نہین مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑکر غیر سے یہی کا فتوی ہے اور امام سے
ایک روایت یہ ہے کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام مین ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اسکے برے قصد کے استیصال کیواسطے تو کچھ مضائقہ نہین اور ہوگی مرتدہ
لونڈی اپنے زوج کی استیلا کی سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر مین ہے کہ وہ غنیمت ہے مسلمین کیواسطے نہ فقط زوج کیواسطے تو زوج اسکو امام سے خرید کرلے یا امام اسکو بخشدے
اگر مصرف ہو غنیمت کا مرتدہ زوجہ کا برا قصد یہ کہ مرتد ہو کر اپنے زوج سے بائن ہو جاے اور امام سے اسوقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہین تو زوج استیلا کا مالک ہوگا
وصح تصرفہا لانہا لا تقتل اور صحیح ہے تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی واکتسابہا مطلقا لورثتہا ویرثہا زوجہا المسلم لو ارتدت
ومانت فی العدۃ کما مر فی طلاق المریض قلت وفی الزواہر انہ لا یرثہا لو صحیحۃ لانہا لا تقتل فلم تکن فارۃ فتامل اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کمائی ہو
خواہ ارتداد کی اسکے وارثون کیواسطے ہے اور اسکا زوج مسلم اسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت مین مرگئی ہو چنانچہ طلاق المریض مین گذر گیا مین کہتا ہون اور
زواہر مین ہے کہ زوج اسکا وارث نہوگا اگر وہ بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہین ہوئی تو اسکو تامل کرو رحمتی حلبی نے کہا کہ مین نے تامل کیا سو اسکا مفہوم اسکے
ماقبل مین پایا یعنی قولہ لو مریضۃ انتہی اور ایک نسخہ مین یہ عبارت زائد ہے وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا خانیہ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہے بالاتفاق کذا فی خانیہ

ولدت امتہ لہ فادعاہ فہو ابنہ حر ویرثہ لو امتہ مسلمۃ مطلقا ولدتہ لاقل من نصف حول او اکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم یرث المرتد اذا مات المرتد
او لحق بدارہم مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اسکا دعوی کیا مرتد نے تو ولد اسیکا بیٹا آزاد ہے اسکا وارث ہوگا مسلمان لونڈی مین یعنی اگر مسلمان لونڈی سے
پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اسکو چھ مہینے سے کمتر مین جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ مین بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی مان کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا
وارث ہوتا ہے اگر مرتد مرجاے یا دار الحرب مین جا ملے وکذا فی امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ لاکثر من نصف حول منذ ارتد فلا [illegible]
لعلوقہ فی ملکہ المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث المرتد اور یہی حکم ہے اسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہو
تو اسکا وارث ہوگا مگر اسوقت وارث نہوگا جبکہ کتابیہ اسکو جنے چھ مہینے سے زیادہ مین ابتداے ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت مین بھی وارث نہوگا
بسبب اسکے علوق کے مرتد کی ملک مین تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہین ہوتا مرتد کا یعنی ولد
تابع ہوتا ہے والدین مین سے اسکا جسکا بہتر دین ہو سو یہان مان ہے کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہے تو ولد پر بھی جبر ثابت ہے تو ظاہر حال اسکا
اسلام پر دال ہے لہذا وہ باپ کا تابع ہوگا نہ مان کا پھر جب وہ مرتد رہا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بمالہ او مع مالہ فظہر علیہ فہو
ای مالہ فیء لا نفسہ لان المرتد لا یسترق اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اسپر غلبہ حاصل ہوا تو اسکا مال غنیمت ہے نہ اسکی ذات اسواسطے
کہ مرتد رقیق نہین ہوتا فان رجع ای بعد ما لحق بلا مال سواء قضی بلحاقہ اولا فی ظاہر الروایۃ وہو الوجہ فتح فلحق ثانیا بمالہ وظہر علیہ فہو لوارثہ
لانہ باللحاق انتقل لوارثہ فکان مالکا قدیما او حکما فیاخذہ لہ قبل قسمتہ بلا شیء وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ
پھر اگر مرتد دار الاسلام مین پھر آیا یعنی بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اسکے لحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہوا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی وجہ قوی ہے کذا فی الفتح پھر دوسری بار
پلٹ گیا دار الحرب مین اپنا مال لیکر اور اسپر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اسکا اسکے وارث کیواسطے منتقل ہوگیا تو وہ مدت
دراز سے اسکا وارث ہوچکا اور حکم اسکا گذر گیا کہ وہ مال اسکے وارث کا ہے قبل اسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پا دیگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال مثلی ہے یعنی
کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اسکو لیگا تو مثلی سے کر لیگا وان قضی بعبدہ ای بعبد شخص مرتد لحق بدارہم لابنہ فکاتبہ الابن فجاء المرتد مسلما قبل

[illegible]

والولد كلاهما للاب لا لذي عاد مسلما فجعل الابن كالوكيل اور اگر ایک شخص دار الحرب میں جا ملا اور اسکے غلام کی بابت اسکے لڑکے کیواسطے حکم کردیا گیا سو لڑکے نے اسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہوکر تو بدل کتابت اور ولاء دونوں باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہوکر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا عقد کتابت میں مرتد قتل رجلا خطأ فلحق او قتل فديته في كسب الاسلام ان كان والا ففي كسب الردة بحر عن الخانية مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر وہ دار الحرب میں جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد میں تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہے اگر وہ ہو اور اگر اسلام کی کمائی نہو تو ارتداد کی کمائی میں اسکی دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیہ وكذا لو اقر بغصب اما لو كان الغصب بالمعاينة او بالبينة فانه في الكسبين اتفاقا ظهيرية اور ایسا ہی حکم ہے اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونوں کے کسب میں ہے بالاتفاق کذا فی الظہیریہ واعلم ان جناية العبد والامة والمكاتب والمدبر كجناياتهم في غير الردة اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی انکی جنایت غیر ارتدادی کے برابر ہے یعنے مولی مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دے چاہے انکو دیڈالے اور مکاتب کی جنایت اسکے کسب ارتدادی میں ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آویگی قطعت يده عمدا فارتد والعياذ بالله ومات منه او لحق ثم فجاء مسلما فمات منه ضمن القاطع نصف الدية في ماله لوارثه في المسئلتين لان السراية حلت محلا غير معصوم فاهدرت وقيد بالعمد لانه في الخطأ على العاقلة مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور اسی زخم سے مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا سو اسکے لحوق کا حکم ہوگیا پھر دار الاسلام میں مسلمان ہوکر آیا سو اسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضمان دے اپنے مال میں سے مرتد کے وارث کو دونوں صورت میں یعنے فقط قطع ید کی دیت لازم ہوگی نہ جان کی اسواسطے کہ سرایت الی النفس نے محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہوگئی مصنف نے عمد کی قید لگائی اسواسطے کہ خطا میں عاقلہ پر دیت ہے وقيدنا بالحكم بلحاقه لانه ان عاد قبله او اسلم ههنا ولم يلحق فمات منه بالسراية ضمن الدية كلها لكونه معصوما وقت السراية ايضا اور مقید کیا ہمنے لحاق دار الحرب کے حکم کے ساتھ اسواسطے کہ اگر مرتد دار الحرب سے قبل حکم لحاق عود کریگا یا مسلمان ہوا یہاں دار الاسلام میں اور دار الحرب میں ملحق نہوا پھر مرگیا اسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری سب دیت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ معصوم الدم ہے سرایت کے وقت بھی جبکہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کیوقت ارتد القاطع فقتل او مات ثم سرى الى النفس فعليه لو عمدا لفوات محل القود ولو خطأ فالدية على العاقلة في ثلث سنين من يوم القضاء عليهم خانية لا عاقلة للمرتد قاطع ید مرتد ہوگیا پھر مقتول ہوا یا مرگیا پھر سرایت کی قطع نے جان تک یعنی اسی زخم سے مرگیا تو قصاص باطل ہے اگر قطع عمدا ہو بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہے تین سال کے اندر جس دن سے کہ انپر حکم ہوا کذا فی الخانیہ اور مرتد کے واسطے عاقلہ نہیں ہم خطا میں عاقلہ پر اسواسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کیوقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد ولو ارتد مكاتب ولحق وكسب مالا واخذ بماله ولم يسلم فقتل فبدل الكتابة لمولاه وما بقي من ماله لوارثه لان الردة لا تؤثر في الكتابة اور اگر مکاتب مرتد ہوا اور دار الحرب میں جا ملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اسکا بدل کتابت اسکے مولی کا ہے اور بدل کتابت دے کر جو مال باقی ہے وہ مکاتب کے وارث کا ہے اسواسطے کہ ارتداد اثر نہیں کرتا کتابت میں زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدة ولدا وولد له اي لذلك المولود ولد فظهر عليهم جميعا فالولدان فيء كامهما والولد الاول يجبر بالضرب على الاسلام وان حبلت به ثمة لتبعيته لابويه لا الثاني لعدم تبعية الجد على الظاهر فحكمه كحربي زوج اور زوجہ دونوں مرتد ہوئے اور دار الحرب میں جا ملے پھر مرتدہ بیٹا جنی اور اس مولود کے بھی ولد ہوا پھر ان سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا غنیمت میں اپنی ماں کے مانند ہے بیٹا بزور مسلمان کیا جائیگا مار کر گرچہ اسکا حمل دار الحرب میں رہا ہو جبر علی الاسلام بہ صورت ثابت ہے باتباع والدین نہ پوتا یعنے پوتے پر جبر علی الاسلام نہیں بسبب اسکے نہ تابع ہونے دادا کے ظاہر الروایۃ میں تو حکم اسکا حربی کے مانند ہے ہم ارتداد کا حکم ایک پشت جاری رہتا ہے نہ دو پشت پھر جب پوتا دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام میں تو پوتا گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا یا قتل کیا جائیگا یا اسپر جزیہ مقرر ہوگا اور دادا مقتول ہوگا اسواسطے کہ اصلی مرتد ہے یا اسلام قبول کرے کذا فی المنح عن الفتح وقيد بردتهما لانه لو مات مسلم عن ام ولد حامل فارتدت ولحقت فولدت هناك ثم ظهر عليهم

ای علی اهل تلك الدار فانه لا یسترق و یرث اباه لانه مسلم ولو لم تكن ولدته حتی سبیت ثم ولدته فی دار الاسلام فهو مسلم تبعا لابیه و یرث تبعا لامه فلا یرث اباه لو قتله بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ مین ارتداد زوجین کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر پھر عورت مرتد ہو گئی اور دار الحرب مین جا ملی پھر وہان لڑکا جنی پھر وہان کے لوگون پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا اسواسطے کہ وہ مسلمان ہی اپنے باپ کا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دار الحرب مین نہ جنی یہان تک کہ گرفتار ہوئی پھر لڑکا جنی دار الاسلام مین تو وہ مسلمان ہی اپنے باپ کا تابع ہوکر اور وہ مرقوق ہی اپنی مان کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح خلافا للثانی ولا خلاف فی تخلیده فی النار لعدم العفو عن الكفر تلويح اور جبکہ مرتد ہو گیا صبی عاقل تو صحیح ہی بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہین اُسکے مخلد فی النار ہونے مین بسبب نہ معاف ہونے کفر کے کذا فی التلويح یعنے اختلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی مین ہی نہ اُخروی مین کاسلامه فانه یصح اتفاقا فلا یرث ابویه الکافرین تفریع علی الثانی و یجبر علیه بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہی اُسکے مسلمان ہونے کے مانند کہ وہ صحیح ہی بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر ماں باپ کا یہ تفریع ہی ثانی پر یعنے صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کیجائیگی مارکر یہ تفریع ہی اول پر یعنے صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز وهو ابن سبع فاکثر مجتبی و سراجیه و قیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاة و یمیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قائله الطرطوسی فی النفع الوسائل قائلا و لم ار من قدره بالسن قلت و قد رأیت نقله اور صبی عاقل عبارت ہی ممیز سے اور وہ یعنے طفل با امتیاز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہی کذا فی المجتبی و السراجیہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ صبی عاقل وہ ہی کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہی نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ مین قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہی کتاب النفع الوسائل مین یون کہکر کہ مین نے اُس فقیہ کو نہین معلوم کیا جسنے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھہرائی ہو مین کہتا ہون اور تو معلوم کر چکا اُسکی نقل کو مجتبی اور سراجیہ سے ہم حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہی حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ عاقل وہ ہی جو جانے کہ اسلام حق ہی اور کفر باطل ہی و قہستانی نے کہا کہ عاقل وہ ہی جو کلمہ توحید کو تعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہی نجات کا اور سبب خلاف شرک کے ہی انتہی اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھ نہین سمجھتا خصوصاً اس زمانے مین کذا فی الطحطاوی و یؤیده انه علیه الصلوة والسلام عرض الاسلام علی علی و سنه سبع و کان یفتخر به حتی قال ۵ سبقتکم الی الاسلام طرا غلاما ما بلغت اوان حلمی و سبقتکم الی الاسلام قهرا بصارم همتی قهستانی اور تقدیر بالسن کا یہ مؤید ہی کہ رسول علیہ الصلوة والسلام نے علی مرتضی پر اسلام کو پیش کیا اور حالانکہ عمر اُنکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تھے یہان تک کہ فرمایا صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر کہ مین نے تم سب سے سبقت کی مسلمان ہونے کی طرف لڑکپن مین جبکہ مین اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور چلایا مین نے تم کو اسلام کیطرف زبردستی اپنی ہمت کی تلوار اور اپنے عزم کی برچھی سے ہم صحیح قول یہ ہی کہ عرض اسلام کے وقت جناب مرتضوی آٹھ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہی کذا فی الفتح اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی تطبیق یہ ہی کہ صبیان مین علی مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار مین صدیق اکبر اور نسا مین خدیجۃ الکبری اور موالی مین زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور زحیر اور نسطورا اہل فترت سے ہین یعنے قبل نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے مومن اور مصدق تھے اور یہ تصدیق اُنکو آخرت مین مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اہل اسلام مین داخل نہین ہین اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہی کہ حقیقت مین اول من اسلم خدیجۃ الکبری علیہا السلام ہین اور ورقہ وغیرہ صحابہ مین داخل نہین اسواسطے کہ صحابی وہ ہی جو بعد رسالت کے یعنے بعد نزول سورۃ مدثر کے رسول کریم علیہ الصلوة والسلام کا مصاحب ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم هل یقع فرضا قبل البلوغ ظاهر کلامهم نعم اتفاقا و فی التحریر المختار عند الماتریدی انه مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعده بلا ایمان خلد فی النار نهر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا ہی قبل بلوغ کے ظاہر کلام علما یہ ہی کہ ہان فرض واقع ہوتا ہی بالاتفاق اور تحریر مین ہی کہ ابو منصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہ ہی کہ صبی عاقل ادائے ایمان کا مخاطب ہی بالغ کے مانند یہان تک کہ اگر مر جائیگا بعد اسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا کذا فی النہر الفائق و فی شرح الوهبانیة ۵ بصدو بیشی درویشا ان کفر بعضهم و مجو

وهجر

ان لا کفر وھو المحرر کذا قول شئی للہ قیل یکفر ٭ ویا حاضر یا ناظر لیس بکفر ٭ علامہ عبد البر ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ درویش و درویشان کہنے کو بعضون نے کفر کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قول کفر نہین اور یہی تحقیق اور منقح ہے اور اسیطرح شئی للہ کے قول کو بعضون نے کفر کہا ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہین ہے شرح وہبانیہ بزازیہ سے منقول ہے کہ رساتیق شروان مین مشہور ہے کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہے اسواسطے کہ معنی اسکے یہ ہین کہ جمیع اشیاء مباح ہین تو لازم آیا کہ حرام بھی مباح ہے حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہ تکفیر باطل ہے اسواسطے کہ مطابق قول مذکور کا یہ ہے کہ مسکنۃ المساکین یا فقر الفقراء تو گویا قائل نے یون کہا کہ ہم مسکین ہوئے مسکنت مساکین یا محتاج ہوئے تیری طرف بفقر فقرا اور اسمین ایک شئی کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہین چہ جائے اباحت جمیع اشیاء اور شئی للہ کے کفر ہونے کی شاید یہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالی کے لیے مانگی حالانکہ حق تعالی ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اسکے محتاج ہین اور لائق یون ہے کہ اس قول مین عدم تکفیر کو ترجیح دیجیے اسواسطے کہ اسکی تاویل یون ہوسکتی ہے کہ قائل کہے کہ مین نے یہ ارادہ کیا کہ مین شئی کو طلب کرون اللہ تعالی کے اکرام کیواسطے شارح نے اسکو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ مین اسطرح ہے ومن قال شیئًا للہ قیل یکفر ٭ ویخشی علیہ الکفر بعض یقرر ٭ کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یون کہا کرتے ہین یا عبد القادر شئی للہ یہ چیز راجح عدم تکفیر ہے لیکن خوف کفر سے خالی نہین چنانچہ بیت وہبانیہ کی اسپر ناطق ہے تو ترک اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے مین اسواسطے کفر نہین کہ حضور بمعنی علم ہے اور نظر بمعنی رویت ہے قال اللہ تعالی الم یعلم بان اللہ یری) تو گویا اسنے حق تعالی کو یون ندا کی کہ یا عالم یا من یری ٭ ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ ٭ ولا سیما بالدف یلھو ویزمر ٭ اور جو رقص کو حلال جانے اسکا کفر علما نے بیان کیا ہے خصوصًا وہ رقص کرنے والا جو دف پر ناچے اور حالت لاوے ہم قرطبی نے نقل کیا کہ یہ راگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہے امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہ ہے کہ مستحل اس رقص کا کافر ہے جب معلوم ہو کہ اسکی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی ٭ ومن لولی قال طی مسافۃ ٭ یجوز جھول ثم بعض یکفر ٭ واثباتھا فی کل ما کان خارقا عن النسفی النجم یروی وینصر ٭ اور جو ولی کیواسطے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعضون نے اسکی تکفیر کی ہے اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت مین امام نجم الدین نسفی سے مروی ہے اور منصور ہے یعنے نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد کے اس قول سے ثابت ہے کہ ہم کرامات اولیاء کے مومن ہین اسواسطے کہ قول طی مسافت کو بھی عام ہے مگر جو نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہے جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ البتہ داخل کرامات نہین چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل حداد مین اسکا بیان گذر گیا

باب البغاۃ

یہ باب ہے باغیون کے احکام مین جب حکم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب ومنہ ذلک ما کنا نبغی بغی لغت عرب مین بمعنی طلب ہے اور منجملہ معنی طلب یہ آیت ہے ذلک ما کنا نبغ یہ وہ چیز ہے جسکو ہم طلب کرتے تھے صحاح مین ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی اور ہر مجاوزت اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل من جور وظلم فتح اور عرف مین بغی عبارت ہے اس چیز کی طلب سے جو حلال نہین جور اور ظلم سے کذا فی الفتح وشرعا ھم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق فلو بحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع مین باغی وہ لوگ ہین جو خارج ہوئے امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امر حق پہ خروج کرین تو وہ باغی نہین اور اسکی تمام تقریر جامع الفصولین مین ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اسکے سبب سے امن مین ہو گئے پھر ایک جماعت مسلمین نے اسپر خروج کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب سے ہوا تو یہ لوگ باغی نہین باقی مسلمان امام کی اعانت کرین تو اعانت علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کرین کہ اعانت علی الخروج ہے اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہو بلکہ بدعوی حقیت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل البغی ہین مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہے قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہوتا جناب مرتضوی اور انکے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف انکے اہل بغی اور ہمارے زمانہ مین غلبہ کا اعتبار ہے فرقہ عادلہ اور باغیہ معلوم نہین ہوتا کہ سب طالب دنیا ہین انتہی ملخصًا کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق وعلم حکمھم وبغاۃ ویجی حکمھم وخوارج وھم قوم لھم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلھم یستحلون دماءنا واموالنا ویسبون نساءنا ویکفرون اصحاب

[illegible]

[illegible]

اور وہ شخص کہ دیکھتا ہے ۱۲ منہ ٭ ترجمہ ٹھیک نہین کیونکہ زمر کے معنی ز بجانے کے ہین لا اسکی نہ حالت تو ترجمہ یون مناسب تھا کہ دف سے کھیلا اور بانسری بجاوے ۱۲

نبینا علیہ افضل الصلوۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اطاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم ہیں ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور انکا حکم معلوم ہو گیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہیں جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہیں اور انکا حکم آتا ہے اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جنکے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئے ہیں تاویل سے گمان کرتے ہیں کہ امام باطل پر ہے یا عتبار کفر اور ایسی معصیت کے جو موجب قتال ہے امام کا انکی تاویل سے وہ حلال جانتے ہیں ہم اہل اسلام کے خونوں اور مالوں کو اور بندی کرتے ہیں ہماری عورتوں کو اور کافر کہتے ہیں ہمارے نبی علیہ افضل الصلوۃ والسلام کے اصحاب کو اور انکا حکم مانند حکم باغیوں کے ہے باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر میں کی ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج حکم بغاۃ میں ہیں اور بعضے محدثین انکے کفر کے قائل ہیں ابن منذر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج اور یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط میں مذکور ہے کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضے کرتے ہیں اس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہے اور صاحب محیط نے ہر ایک کو اکثر اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہے ہان یہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام میں اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر ان فقہا کے کلام میں وارد نہیں جو مجتہدین ہیں اور غیر فقہاء مجتہدین کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہی حلبی کہا کہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر ان رافضیوں کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہیں اور حالانکہ یہ صریح کفر ہے طحطاوی کہا اسکا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے روافض مذکورین کی تکفیر مستثنی ہے اسواسطے کہ انکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم وانما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تو اس سبب سے کہ انکا قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اسکی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ کے اندر باب الامامت میں مذکور ہو چکا والامام یصیر اماما بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہو جاتا ہے امام وغیرہ سے اشراف اور رئیسوں کے بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہو جاوے اسکی رعیت میں اسکے غالب ہونے اور دبدبہ سے امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل اور عقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت میں سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط نہیں بلکہ جماعہ علما یا جماعہ اہل راے اور تدبیر کی بیعت کافی ہے کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم لا یصیر اماما سو اگر لوگوں نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا حکم نافذ نہوا انمیں بسبب اسکے عاجز ہونے کے انکا مغلوب ہونے سے تو وہ امام نہوگا فاذا صار اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل بہ لانہ مفید خانیہ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جبکہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہوا پھر اسنے ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا اگر اسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہے اسواسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہو جاویگا تو معزول کرنا مفید نہوگا اور اگر اسکے واسطے قوت حاصل نہیں تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام میں ہے فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان درر وغلبوا علی بلد دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جبکہ ایک جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اسکے اس نائب کی طاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان میں ہیں کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہو گئے ایک شہر پر تو امام انکو اپنی اطاعت کیطرف بلاوے اور انکے شبہ کو حل کرے بنا بر استحباب کے نہ بنا بر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی نفرق جمعہم لان الحکم یدار علی دلیلہ وھو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیوں نے ایک مکان پکڑا انمیں مجتمع ہو کر تو حلال ہو گیا ہمکو قتال انکا پہلے پہل یہانتک کہ انکی جماعت پریشان ہو اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہرا اجتماع اور امتناع انکا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا انکا قتال حلال ہوا اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکریں اسی قول کو خواہرزادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نچاہیے تاوقتیکہ وہ شروع نکریں کذا فی البحر ودعاہ الامام الی ذلک ای الی قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ھو طاعۃ بدائع اور جنکو امام نے اس قتال کیطرف بلایا

لهم اجابت اُسکی فرض ہی اسواسطے کہ اطاعت امام کی اُس امر مین جو گناہ نہین ہی فرض ہی سو اُسمین کیونکر فرض نہو گی جو طاعت ہی کذا فی البدائع هم اور یہ جو امام اعظم رحمہ سے مروی ہی کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہو رہے اپنے گھر مین بیٹھ کر سو اُس صورت پر محمول ہی کہ جبتک امام نے اُسکو نہین بُلایا اور بعضے اصحاب کبار کا بیٹھ رہنا باغیون کے قتال سے اُنکی عدم قدرت پر محمول ہی اور بعضون کو کچھ تردد تھا حلت قتال مین اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور مقتول دونو دوزخمین ہین سو حمیت اور عصبیت کے قتال پر محمول ہی یا ملک گیری اور طلب دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح لو قادرا والا لزم بیته درر وفی المبتغی لو بغوا لاجل ظلم السلطان ولا یمتنع عنه لا ینبغی للناس معاونة السلطان ولا معاونتهم اجابت امام کی فرض ہی اگر وہ قادر قتال پر ہو نہین تو اپنے گھر مین بیٹھ رہے کذا فی الدرر اور مبتغی مین ہی کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگون کو لائق نہین مددگاری سلطان کی اور نہ مددگاری باغی لوگون کی ولو طلبوا الموادعة اجیبوا الیها ان خیرا للمسلمین کما فی اهل الحرب [illegible] اور اگر باغیون نے صلح کرنا چاہا ترک قتال پر تو انکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کے واسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہی اور اگر اُنکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر ولا یؤخذ منهم شیء اور اُنسے کچھ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال عوض صلح کے فلو اخذنا منهم رهونا واخذوا منا رهونا ثم غدروا بنا وقتلوا رهوننا لا نقتل رهونهم ولکن یحبسون الی ان یهلک اهل البغی او یتوبوا وکذلک اهل الشرک اذا فعلوا برهوننا ذلک لا یقتل رهونهم ولکن یجبرون علی الاسلام او یصیروا ذمة لنا پھر اگر ہمنے باغیون سے اول لی اور باغیون نے بھی اول لی پھر اُنھون نے ہمسے عہد شکنی کی اور ہمارے اولون کو قتل کیا تو ہم انکے اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن اُنکو محبوس رکھینگے یہان تک کہ اہل بغی ہلاک ہو جائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہی کفار کا جبکہ وہ ہمارے اولون کو قتل کرین تو ہم اُنکے اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جاوینگے یا ہمارے ذمی ہو جائینگے هم انکا قتل اسواسطے جائز نہوا کہ وہ ہمارے قابو مین اگر ہماری امان مین ہو گئے کذا فی البحر ولو لهم فئة اجهز علی جریحهم ای تمم قتله واتبع مولیهم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو امام اُنکے زخمیون کو پورا قتل کر ڈالے اور اُنکے بھاگنے والے کا پیچھا کرے اور اگر جماعت اُنکی پریشان ہو گئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بھاگے کا پیچھا کرنا نہ چاہیے بسبب نہ خوف کے وللامام بالخیار فی اسیرهم ان شاء قتله وان شاء حبسه حتی یتوب اهل البغی فان تاب [illegible] حتی یحدث توبة سراج اور سلطان کو اختیار ہی اُنکے قیدی مین چاہے اُسکو قتل کرے چاہے محبوس رکھے یہان تک کہ اہل بغاوت توبہ کرین سو اگر وہ توبہ کرین تو بھی قیدی کو قید مین رکھے یہانتک کہ وہ بھی توبہ کرے کذا فی السراج ونقاتلهم بالمنجنیق والاغراق وغیر ذلک کاهل الحرب اور ہم اُنسے لڑین منجنیق اور غرق کر دینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بھی مانند کفار کے وما لا یجوز قتله من اهل الحرب کنساء وشیوخ لا یجوز قتله منهم ما لم یقاتلوا اور جسکا قتل کرنا کفار سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈھون کا اُسکا قتل باغیون مین سے بھی جائز نہین تاوقتیکہ وہ نہ لڑتے ہون یعنے اگر باغیون کی عورتین یا بڈھے قتال کرینگے تو اُنکا قتال جائز ہی سوائے اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا یقتل عادل محرمه مباشرة عالما ببغیه قتله او عادل یعنے امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتھ سے نہ قتل کرے جبتک محرم نے اُسکے قتل کا ارادہ نہین کیا ہی پس اگر محرم باغی قتل کا ارادہ کرے تو دفع کرنا اسکا جائز ہی اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہی سوائے والدین کے کذا فی البحر ولم تسب لهم ذریة وتحبس اموالهم الی توبتهم فترد علیهم اور اُنکی ذریت بندی نہ کیجائے اور اُنکے مال محبوس ہین اُنکی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ اُنکو پھیر دیے جائینگے هم اور اُنکی عورتین بھی بندی نہونگی اسواسطے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہین اس باب مین کذا فی المنح ویبیع الکراع اولی لانه انفع فتح اور بیچ ڈالنا اُنکے دواب کا بہتر ہی اسواسطے کہ نافع تر ہی کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہ ہی کہ قیمت کا امانت رکھنا آسان بلا مضرت ہی والا بیت المال سے دانہ چارہ صرف ہوگا ویقاس علیه العبید بحر اور دواب کی بیع پر اُنکے غلامون کی بیع قیاس کیجائے کذا فی النہر ونقاتل بسلاحهم وخیلهم عند الحاجة ولا ینتفع بغیرهما من اموالهم مطلقا ولو عند الحاجة سراج اور قتال کرین ہم اُنکے ہتھیارون اور گھوڑون سے اور اُن دو چیزون کے سوا اُنکے اموال سے مطلقاً منفعت نہ لیجائے اگرچہ انتفاع وقت حاجت کے ہو

کذا فی السراج ہم جناب امیر رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کیے بصرہ میں اور یہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ انکا مال غنیمت نہیں اور انکی ذریت قیدی نہیں کیا

فی المنح ولو قال باغ تبت والقی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی السلاح کف عنہ ولو قال انا علی دینک ومعہ السلاح لا لان وجود السلاح معہ قرینۃ بقاء بغیہ فمتی القاہ کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ کی اور ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈالدیے تو عادل اسکے قتال سے باز رہے اور اگر اسنے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار پھینک دیے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اسکے ساتھ ہتھیار ہیں تو اسکے قتال سے نہ باز رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اسکی بقاے بغاوت کا سو جبکہ ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہیں تو نہ باز رہے کذا فی الفتح القدیر ولو قتلہ باغ مثلہ فظہر علیہم فلا شیء فیہ لکونہ مباح القتل فلا اثم ایضا اور اگر ایک باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور انپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو اسکے قتل میں کوئی چیز نہیں نہ قصاص نہ دیت اسواسطے کہ اسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب قتل مباح ہوا تو اسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں ومن قتل منا شہید ولا یصلی علی بغاۃ بل یکفنون ویدفنون بلا غسل اور ہمارے یعنی اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو انپر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بدون غسل دفن کیے جائیں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاوے بلکہ کفن پہنا کے جائیں اور دفن کیے جائیں کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسہم الی الآفاق وکذا رؤس اہل الحرب لانہا مثلۃ وجوزہ بعض المتاخرین لو فیہ کسر شوکتہم او فراغ قلبنا فتح وقدم فی الجہاد اور مکروہ ہے انکے سروں کو اطراف عالم میں پھرانا اور اسیطرح کفار کے سروں کو نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مثلہ ہے اور اسکو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اسمیں انکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا جہاد میں ولو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظہر علی المصر قتل بہ ان لم یجر علی اہل المصر احکامہم وان اجریت لا لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی غالب ہو گئے ایک شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو عمداً قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اس شہر پر تو قاتل کو بسبب اس قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر باغیوں کے احکام نہ جاری ہوتے ہوں اور اگر انکے احکام جاری ہوں تو قصاص نہ ہوگا بسبب منقطع ہو جانے امام کی حکومت کے انپر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا فی الفتح وان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اسکا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اسواسطے کہ قتل بحق مانع ارث کا نہیں وبالعکس اذا قال الباغی قد قتلتہ وانا علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ اور سابق کے بالعکس یعنی باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا اسکے قتل کیوقت کہ میں باطل پر ہوں تو اسکا وارث نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے اور باغی ہو اسواسطے وارث نہوگا کہ اسنے اتلاف نفس بتاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جبکہ اسکے ساتھ قوت ہو کذا فی المنح وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام واصر علی دعواہ ورثہ اما لو رجع فیبطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوے سے رجوع کریگا تو اسکی دیانت باطل ہوگی تو ارث نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وفی الفتح ولو دخل باغ بامان فقتلہ عادل عمدا لزمہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا امان لیکر پھر اسکو عادل نے عمداً قتل کیا تو اسپر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنے دیت لازم ہوئی نہ قصاص اسواسطے کہ اسکی اباحت دم کا شبہہ موجود ہے ویکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد ہے اسواسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہے ہبہ اور وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیع کو مکروہ تحریمی کہنا یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاۃ اور قطاع الطریق اور لصوص سب کو شامل ہے کذا فی المنح وبیع ما یتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل البغی لعدم تفرغہم لعملہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب زیلعی اور اس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہے جیسے لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب انکے نہ فراغت پانے ہتھیار بنانے کے واسطے بسبب انکے قریب الزوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا میں کہتا ہوں اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو جیسے ہتھیار اسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب سے گناہ نہ قائم ہو جیسے جاریہ مغنیہ اور کبوتر اڑانے والے اور انگور

مثلہ کہتے ہیں ناک کان یا دوسرے اعضا کاٹنے کو

انکو اور جیسے لکڑی کے باجے بیچتے ہیں اُسکی بیع مکروہ تحریمی ہے کذا فی النہر وفی النہر ینفذ حکم قاضیہم لو عادلا والا لا ولو کتب قاضیہم الی قاضینا کتابا فان علم انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ والا لا اور فتح القدیر میں ہے کہ باغیوں کے قاضی کا حکم نافذ ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو نہ باغی اور اگر باغی ہو تو اُسکا حکم نافذ نہوگا اور اگر باغیوں کے قاضی نے ہمارے قاضی کی طرف خط بھیجا سو اگر معلوم ہو کہ اُسنے دو عادلوں کی گواہی سے حکم کیا ہے تو وہ حکم نافذ ہوگا ورنہ نہیں تنبیہ نہیں صحیح محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی وہ ہے کہ قضاء قاضی جمیع مجتہدین کی رائے کے مخالف ہو اسواسطے کہ حکم قاضی کا مجتہدات میں نافذ ہے اگرچہ قاضی عادل کی رائے کے مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفتح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقیط

یہ کتاب ہے لقیط کے احکام میں عقبہ مع اللقطۃ بالجہاد لعرضیتہما لفوات النفس والمال وقدم اللقیط لتعلقہ بالنفس وہی مقدمۃ علی المال مصنف نے کتاب اللقیط کو کتاب اللقطۃ کے ساتھ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا اسواسطے کہ جان اور مال دونوں معرض ہلاک میں ہیں جیسے جہاد میں نفس اور اموال معرض تلف میں ہیں اور مقدم کیا کتاب اللقیط کو بسبب اُسکے متعلق ہونے کے جان سے اور حالانکہ جان مقدم ہے مال پر ہو لغۃ ما یلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد المنبوذ باعتبار المآل لقیط لغت میں وہ ہے جو زمین سے اُٹھایا جاوے فعیل معنی مفعول ہے پھر اُسکا استعمال غالب ہو گیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پھینکا اور ڈالا گیا آخر اُسکو کوئی اُٹھا لیگا اسواسطے اُسکو لقیط کہا وشرعا اسم لحی مولود طرحہ اہلہ خوفا من العیلۃ او فرارا من تہمۃ الزنیۃ اور شرع میں لقیط انسان کے اُس بچہ کا نام ہے جسکے لوگوں نے اُسکو پھینک دیا محتاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کیواسطے مضیعہ اثم ومحرزہ غانم اُسکا ضائع کرنیوالا یعنی جو اُسکو نہ اُٹھاوے وہ گنہگار ہے اور اُٹھا لینے والا فائدہ یاب ہے یعنے ثواب پاویگا النقاطہ فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لو لم یرفعہ ولو لم یعلم بہ غیرہ ففرض عین ومثلہ رؤیۃ اعمی یقع فی بیر شمنی لقیط کا اُٹھا لینا فرض کفایہ ہے اگر ملتقط کو گمان غالب ہو اُسکی ہلاکی کا اگر وہ اُسکو نہ اُٹھاوے اور اگر لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سوا اُسکے تو اُسوقت میں اُٹھانا فرض عین ہے اور جیسے اندھا ہے کہ کوئیں میں گرنے کو ہو کذا فی الشمنی والا فمندوب لما فیہ من الشفقۃ والاحیاء اور اگر اُسکی ہلاکی کا خوف نہو تو اُٹھا لینا لقیط کا مستحب ہے اسواسطے کہ اسمیں شفقت اور جلانا ہے جان کا اور شفقت افعال میں افضل اعمال ہے اور ایک جان کا جلانا سب دنیا کے جلانے کے برابر ہے حقتعالی نے فرمایا من احیاہا فکانما احیی الناس جمیعا کذا فی الزیلعی وہو حر مسلم تبعا للدار الا بحجۃ رق علی خصم وہو الملتقط المسبوق او لقیط آزاد مسلمان ہے دار الاسلام کی تبعیت سے مگر اُسکی رقیت کی حجت سے خصم پر اور خصم یہاں ملتقط ہے بسبب سابق ہونے اُسکے ہاتھ کے ہم یہ دفع دخل ہے کہ بینہ بدون خصم کے حجت نہیں اور مخاصم یہاں کوئی نہیں شارح نے جواب دیا کہ مخاصم ملتقط ہے اسواسطے کہ اُسکے رکھنے میں بسبب سبقت ید کے احق ہے تو اُسکا لقیط بدون بینہ اُٹھا نہوگا اور حجت یہاں بینہ مراد ہے نہ اقرار کذا فی الطحطاوی وما یحتاج الیہ من نفقۃ وکسوۃ وسکنی ودواء ومہر اذا زوجہ السلطان فی بیت المال ان برہن علی التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو احتیاج ہے خوراک اور پوشاک اور مکان سکونت اور دوا اور مہر جبکہ سلطان اُسکا نکاح کردے سو وہ بیت المال میں ہے بشرطیکہ ملتقط اُسکا اُٹھا لینا گواہوں سے ثابت کرے وان کان لہ مال او قرابۃ ففی مالہ او علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اُسکی کہیں قرابت ثابت ہو تو جمیع ضروریات مذکورہ اُسکے مال میں یا اُسکے قرابت والوں پر ہیں وارثہ ولو دیۃ فی بیت المال کجنایتہ لان الغرم بالغنم وراثت لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال میں ہے جیسے اُسکے جنایت بیت المال سے متعلق ہے اسواسطے کہ نقصان مقابلہ فائدہ کے ہے ہم تو اگر لقیط محلہ میں مقتول پایا گیا تو اہل محلہ سے دیت لیکر بیت المال میں داخل ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمداً قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے دیت پر صلح کرے لیکن سلطان معاف نہیں کرسکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت صادر ہوگی تو اُسکی دیت بیت المال سے دیجاویگی ولیس لاحد اخذہ منہ قہرا وہل للامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح لا واقرہ المصنف تبعا للبحر لکن فی النہر نعم لا ینبغی اخذہ الا بموجب اور کسیکو جائز نہیں لینا لقیط کا ملتقط سے زبردستی اور سلطان اعظم کو اُسکا لے لینا بسبب حکومت عامہ کے جائز ہے یا نہیں فتح القدیر میں کہا نہ جائز نہیں اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہے نہر الفائق میں کہ ہاں سلطان کو لینا زبردستی جائز ہے لیکن بیکار لینا لائق نہیں مگر سبب سے ہم سبب کہ ملتقط محافظت کے لائق نہو فلو دفعہ لآخر کان لہ ان یردہ الیہ لا اذا دفعہ باختیارہ لانہ ابطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی نے ملتقط سے زبردستی

[illegible]

[illegible]

لیا اور صورت کی اس سے ملتقط اول نے تو اسکو پھیر دیا جاویگا مگر اسوقت نہ پھیرا جائیگا جبکہ اسنے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اسواسطے کہ اسنے اپنا حق آپ باطل کر دیا وهذا اذا اخذ
الملتقط فلو تعدد ترجح احدهما كما لو وجده مسلم وكافر فتنازعا قضي به للمسلم لانه انفع للقيط خانيه ولو استويا فالرأي فيه للقاضي بحر بحثا
اور یہ یعنی ملتقط سے زبردستی نہ لینا اس صورت میں ہے جبکہ ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک کافر نے پایا پھر دونوں نے
جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوگا کذا فی الخانیہ اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں اسلام یا کفر میں
تو اسمیں قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر بحثا ويثبت نسبه من واحد بمجرد دعواه ولو غير الملتقط استحسانا لو حيا والا فبالبينة خانية اور دو ملتقط نے لیا
اور ایک نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو اسکا نسب ایک ملتقط سے ثابت ہو جائیگا بمجرد اسکے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہوگا تو نسب
دعوی سے ثابت نہوگا بدون گواہی کے کذا فی الخانیہ ہم وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار نسب صغیر کے واسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بضرورت ثبوت
نسب اور بہت چیزیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں نہ قصدا کذا فی الحموی ح ومن اثنين مستويين كولد امة مشتركة اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دو برابر شخصوں
کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہے دو شریکوں سے بشرط دعوی ہم دو شخص برابر وہ ہیں جنمیں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے
مقدم ہوگا وعبارة المنية ادعاه اكثر من اثنين فعن الامام انه يثبت الى خمسة ظاهره في عدم قبول دعوى الزائد ولا يشترط اتحاد كلامهم لكن في
القهستاني على النظم ما يفيد ثبوته من اكثر فحرر اور عبارت منیہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت
ہوگا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہو اور شرط نہیں اتحاد ما کا دعوی مذکور میں کذا فی النہر لیکن قہستانی میں نظم سے
وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ میں بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم قہستانی میں نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک دو سے اکثر تک
نسب ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور سراج کی صریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح اور لائق اعتماد کے صریح ہے نہ غیر
صریح ولو ادعته امرأة ذات زوج فان صدقها زوجها او شهدت لها القابلة او قامت بينة ولو رجلا وامرأتين على الولادة صحت دعوتها والا
لما فيه من تحميل النسب على الغير اھ اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اسکی تصدیق کی یا دائی جنائی نے اسکی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی
ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورت کا دعوی صحیح ہے اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اسکی تصدیق نکی تو دعوی نسب کا صحیح نہیں اسواسطے کہ اس دعوی
میں شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر وان لم يكن لها زوج فلا بد من شهادة رجلين اور اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو تو دو مرد کی گواہی ضرور ہے ثبوت نسب میں
ولو ادعته امرأتان او اقامت احدهما البينة فهي اولى به وان اقامتا جميعا فهو ابنهما خلافا لهما الكل من الخانية اور اگر لقیط کا دو عورتوں نے دعوی کیا اور
ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اسکے ساتھ لائق تر ہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کیے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک وہ کسی کا بیٹا
نہیں یہ مسائل مذکورہ خانیہ سے منقول ہیں وان ادعاه خارجان ووصف احدهما علامة به اي بجسده لا بثوبه ولو وافق فهو احق اذا لم يعارضها اقوى
منها كبينة الآخر وحريته وسبق واسلامه وسنذكر ان وافق اشتبه فبينهما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اسمیں کوئی نشانی بیان کی
یعنی اسکے بدن میں نہ کپڑے میں تل یا پھوڑی بتائے اور اسکا نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ حقدار ہے بشرطیکہ کوئی قوی تر علامت سے معارض اسکی نہو چنانچہ دوسرے شخص کے
گواہ یا اسکا آزاد ہونا یا اسکی سبقت یعنی یا مسلمان ہونا اسکا یا اسکی اتنی عمر ہونا کہ اسکے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور کی ہو سو اگر اشتباہ واقع ہو لقیط
دونوں میں مشترک ہوگا یعنے اگر ایک شخص کا بتایا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے نسب کے گواہ گذرانے یا کہ دوسرا آزاد ہے اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم ہے اور صاحب علامت
کافر تو ان صورتوں میں علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعى احدهما انه ابنه والآخر انه ابنته فاذا هو خنثى فلو مشكلا قضي لهما والا فلمن اصاب اور اگر ایک نے
دعوی کیا کہ لقیط بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ اسکی بیٹی ہے پھر اسکو جو دیکھا تو خنثی ہے سو اگر وہ خنثی مشکل ہے تو وہ دونوں کو دلایا جائیگا بسبب عدم ترجیح کے

اور اگر خنثی مشکل ہو نہین تو اُسکو دلایا جائیگا جو دعوی کرتا ہی کہ وہ میرا بیٹا ہے یعنے بشرط توافق والا دوسرے کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ جب علامت موافق واقع نہوگی تو حکم ہوگا کما فی الظہیریۃ مقدسی نے کہا یون کہنا مناسب تہا والا فلمن وافق کذا فی الطحطاوی فلو شہد لمسلم ذمیان والذمی مسلمان قضی بہ للمسلم تاتارخانیہ اور اگر گواہی دی مسلمان کی دو ذمیون نے اور ذمی کیواسطے دو مسلمانون نے تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ دونون گواہیان صحت مین برابر ہین لیکن مسلم کو بسبب اسلام کے ترجیح ہوئی ویثبت نسبہ من ذمی لکن ہو مسلم استحسانا فینزع من یدہ قبیل عقلہ الادیان مالم یبرہن علی انہ ابنہ فیکون کافرا نہر اور ثابت ہوگا نسب لقیط کا ذمی سے بسبب دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہی بدلیل استحسان تو ذمی کے ہاتہ سے چھین لیا جائیگا تعقل ادیان سے پہلے تا وقتیکہ ذمی دو مسلمانون کی گواہی سے ثابت نہ کرے کہ وہ اُسکا بیٹا ہی پہر جب بیٹا ثابت کریگا تو اب لقیط کافر ہوگا کذا فی النہر وجہ استحسان کی یہ ہی کہ دعوی ذمی متضمن نسب ہی اور اسمین لقیط کا فائدہ ہی باعتبار پرورش کے اور نفی اسلام مین اُسکا ضرر ہی اور ثبوت نسب کا فرع لدکا کافر ہونا ضرور نہین اسواسطے کہ کافر کا بیٹا مسلمان ہوجاتا ہی اپنی مان کے مسلمان ہوجانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط کی منفعت مین نہ اُسکی مضرت مین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ان لم یکن ای یوجد فی مکان اہل الذمۃ کقریتہم او بیعۃ او کنیسۃ لقیط مذکور مسلم ہی بشرطیکہ اہل ذمہ کے مکان مین نہ پایا گیا ہو جیسے ذمیون کے گانون مین یا نصاری کی عبادتخانہ یا یہود کی پرستشگاہ مین والمسئلۃ رباعیۃ لانہ اما ان یجدہ مسلم فی مکاننا فمسلم او کافر فی مکانہم فکافر او کافر فی مکاننا او عکسہ فظاہر الروایۃ اعتبار المکان لسبقہ اختیار اور مسئلہ مذکورہ چار صورت کا محتمل ہی اسواسطے کہ یا لقیط کو مسلم نے پایا ہمارے مکان مین یعنے اہل اسلام کی آبادی مین تو وہ مسلم ہی یا کافر نے پایا کافرون کی آبادی مین تو وہ کافر ہی یا کافر نے پایا ہمارے مکان مین یا مسلم نے پایا کافرون کے مکان مین تو ظاہر الروایت مین مکان کا اعتبار ہی بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنے مکان مقدم ہی آخذ پر اسواسطے کہ لقیط کا مکان مین ہونا متحقق ہی قبل وضع ید کے اور بعضے ترجیح کے اسباب سے ہی کا غلام سے کذا فی الفتح القدیر ویثبت نسبہ من عبد وہو حر ان ادعی انہ ابنہ من زوجتہ الامۃ عند محمد وکلام الزیلعی ظاہر فی اختیارہ اور ثابت ہوتا ہی نسب لقیط بسبب دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہی اگرچہ غلام نے دعوی کیا ہو کہ لقیط اُسکا بیٹا ہی اُسکی اُس زوجہ سے جو لونڈی ہی اسواسطے کہ مملوکین کا ولد کا ہے آزاد ہوجاتا ہی قبل انفصال اور بعد انفصال کے بواسطے اعتاق کے بقول محمد کا ہی اور زیلعی کا قول اس قول کے اختیار کرنے مین ظاہر ہی ولو ادعاہ حران لحرہما انہ ابنہ من ہذہ الحرۃ والآخر من الامۃ فالذی یدعیہ من الحرۃ اولی لثبوتہ من الجانبین زیلعی اور اگر لقیط کے نسب کا دعوی کیا دو آزادون نے ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اس آزاد عورت سے اور دوسرے نے کہا کہ میرا بیٹا ہی اس لونڈی سے تو جو شخص دعوی کرتا ہی حرہ سے وہ مقدم ہی بسبب اُسکے ثابت ہونے کے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنے اثبات احکام نسب دو جانب سے مقدم ہی ایک جانب سے اور یجد معہ مال فہو لہ عملا بالظاہر ولو فوقہ او تحتہ او دابتہ ہو علیہا لامکان یقرب یدہ اور اگر لقیط کے ساتہ مال پایا گیا تو اسیکا ہی ظاہر پر عمل کرنے سے یعنے ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہی کہ جسنے لقیط کو ڈالا تو اُسکے صرف کے واسطے مال بہی رکہدیا اگرچہ مال لقیط کے اوپر ہو یا نیچے یا کہ مال جانور ہو جسپر لقیط ہی نہ وہ مال اسکا ہی جو اُسکے قریب ہی فیصرفہ الواجد او غیرہ الیہ بامر القاضی فی ظاہر الروایۃ لانہ مال ضائع تو اُس مال کو پانیوالا یا غیر اُسکا لقیط کیطرف صرف کرے قاضی کے حکم سے ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ وہ مال ضائع ہی یعنی اُسکا کوئی حافظ اور مالک نہین تو ایسے مال مین ایسی صرف لقیط کیطرف قاضی کو اختیار ہی کذا فی الفتح ولو قرر القاضی ولاءہ للملتقط صح لانہ قضاء فی فصل مجتہد فیہ نعم لہ بعد بلوغہ ان یوالی من شاء ما لم یعقل عنہ بیت المال خانیہ اور اگر قاضی نے لقیط کی ولا ملتقط کیواسطے مقرر کی تو صحیح ہی کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ فصل مجتہد فیہ مین قضا ہی یعنے بعضے علما کا یہ مذہب ہی کہ ملتقط معتق کے مانند ہی کذا فی البحر ہان لقیط کو جائز ہی کہ اپنے بالغ ہونے کے بعد موالات کرے جس سے چاہے جبتک بیت المال سے اُسکی جانب سے دیت نہ دیگئی ہو کذا فی الخانیہ یعنے اگر دیت بیت المال سے دیگئی ہوگی تو لقیط کو موالاۃ کا اختیار نہین ہی بلکہ اُسکا مال اُسکی موت کے بعد بیت المال مین داخل ہوگا لان الخراج بالضمان ویدفعہ فی حرفۃ اور ملتقط لقیط کو سپرد کرے صناعت سیکہنے مین کہ منجملہ تادیب ہی نہر الفائق مین ہی یون مناسب تہا کہنا کہ اُسکو علم سکہادے اور اگر اُسمین قابلیت علم کی نہو تو پیشہ سکہادے ویقبض ہبتہ وصدقتہ اور اُسکی ہبہ اور خیرات پر ملتقط قبضہ کرے یعنے اگر لقیط کو کوئی شخص کوئی چیز بطور ہبہ یا خیرات کے دے تو اُسکے واسطے ملتقط رکہے ولیس لہ ختنہ فلو فعل فہلک ضمن بحر لو علم انہ ملتقط ضمن خیرہ اور جائز نہین ملتقط کو ختنہ کرنا لقیط کا اگر

اگر اُسنے یہ کیا سو وہ ہلاک ہوگیا تو ملتقط پر ضمان لازم ہوگا اور اگر قبضہ کرنے والے نے جانا کہ وہ ملتقط ہے تو ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ ولہ نقلہ حیث شاء ویمنعہ منہ من مصر الی قریۃ بحر اور ملتقط کو جائز ہے اُسکا لیجانا جہاں چاہے اور لائق ہے اُسکا روکنا شہر کے لیجانے سے گانون کیطرف کذا فی البحر اسواسطے کہ گانون مین اُسکی خو بگڑ جائیگی ولا ینفذ للملتقط علیہ نکاح وبیع وکذا اجارۃ فی الاصح لانہ لا ولایۃ لہ علیہ فی مالہ ونفسہ للسلطان لحدیث السلطان ولی من لا ولی لہ اور لقیط پر نکاح اور بیع ملتقط کی نافذ نہین اور اسیطرح اُسکا اجارہ نافذ نہین قول اصح مین اسواسطے کہ لقیط پر حکومت اُسکے مال و رجان مین سلطان کیواسطے ہے بسبب اس حدیث کے کہ بادشاہ اُسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہین **فروع** مسائل لمحۃ شارح کے لو باع او کفل او دبر او کاتب واعتق او وہب او تصدق وسلم ثم اقر انہ عبد لزید لم یصدق فی ابطال شیء مما ذکر لانہ متہم وتمامہ فی الخانیۃ اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا آزاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ دیا اور قبضہ کروا دیا پھر اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہے تو اُسکی تصدیق نکیجائیگی تصرفات مذکورہ کے ابطال مین اسواسطے کہ وہ اس اقرار مین متہم ہے اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہے ومجہول النسب کلقیط اور شخص مجہول النسب لقیط کے مانند ہے طحطاوی کہا ظاہر اطلاق اسپر دلالت کرتا ہے کہ لقیط کے جمیع احکام مجہول النسب مین جاری ہین واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقطہ

یہ کتاب ہے لقطہ کے احکام مین ھی بالفتح وتسکن اسم وضع للمال الملتقط یعنی لقطہ بضم لام وفتح قاف ہے اور سکون قاف بھی جائز ہے یہ اسم مال ملتقط کیواسطے موضوع ہے کذا فی شرح العینی وشرعاً مال یوجد ضائعاً ابن کمال اور اصطلاح شرع مین لقطہ وہ مال ہے جو ضائع پایا جاوے یعنی مال غیر محفوظ جسکا مالک معلوم نہو وفی التاتارخانیۃ عن المضمرات مال یوجد ولا یعرف مالکہ ولیس بمباح کمال الحربی اور تاتارخانیہ مین مضمرات سے تعریف لقطہ یون ہے کہ جو مال پایا جاوے اور اُسکا مالک معلوم نہو اور وہ مباح حربی کے مال کے مانند وفی المحیط رفع شیء ضائع للحفظ علی الغیر لا للتملیک اور محیط مین ہے کہ لقطہ عبارت ہے چیز ضائع کے اُٹھا لینے سے حفاظت کیواسطے غیر شخص کے نہ واسطے تملیک کے لقطہ شیء مرفوع ہے نہ رفع تو یہان رفع بمعنی مرفوع ہے اور بہتر یہ تھا تملیک کے مقام پر تملک ہوتا کذا فی الطحطاوی وھذا یعم ما علم مالکہ کالواقع من السکران وفیہ انہ امانۃ لا لقطۃ لانہ لا یعرف بل یدفع لمالکہ اور یہ تعریف محیط کی اُس مال کو بھی شامل ہے جسکا مالک معلوم ہو چنانچہ گری چیز مست سے اور اس تعمیم مین یہ خلل ہے کہ مست کی گری چیز امانت ہے لقطہ نہین اسواسطے کہ وہ پہچوائی نہین جاتی بلکہ اُسکے مالک کو دیجائیگی ندب رفعہا لمالکہا ان امن علی نفسہ تعریفہا والا فالترک اولی اور پڑی چیز کا اُٹھا لینا اُسکے مالک کیواسطے افضل ہے اگر اعتماد ہو اپنی ذات پر اُسکی تعریف کرنے کا اور اگر اعتماد نہو یعنی شک واقع ہو تعریف اور عدم تعریف مین تو اُسکا ترک بہتر ہے وفی البدائع وان اخذہا لنفسہ حرم لانہا کالغصب اور بدائع مین ہے اور اگر لقطہ کو اپنے واسطے لیگا تو حرام ہے اسواسطے کہ وہ غصب کے برابر ہے ووجب ای فرض فتح وغیرہ عند خوف ضیاعہا کما مر لان لمال المسلم حرمۃ کما لنفسہ فلو ترکہا حتی ضاعت اثم وھل یضمن ظاہر کلام النہر لا وظاہر کلام المصنف نعم لما فی الصیرفیۃ جار رأی حنطۃ انسان فلم یجمعہا حتی اکل قال فی البدائع الصحیح انہ یضمن انتہی اور واجب ہے اُسکا اُٹھانا یعنی فرض ہے کذا فی الفتح وغیرہ اُسکے ضائع ہونے کے خوف کیوقت چنانچہ کتاب اللقیط مین مذکور ہو چکا اسواسطے کہ مسلمان کے مال کیواسطے حرمت ہے جیسے اُسکی جان کی حرمت ہے سو اگر اُسنے چھوڑا یہان تک کہ وہ مال ضائع ہوگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اُسپر ضمان لازم آویگا یا نہین ظاہر کلام نہر الفائق یہ ہے کہ ضمان نہین اور ظاہر کلام مصنف کا اسکی شرح مین یہ ہے کہ ہان اُسپر ضمان ہے اسواسطے کہ صیرفیہ مین ہے کہ ایک ہمسایہ کسی انسان کے گیہون دیکھتا ہے سو اُسنے اُسکو نہ اکٹھا کیا یہان تک کہ وہ کھا گیا بدائع مین کہا قول صحیح یہ ہے کہ وہ ضمان دیگا انتہی ھو معتمد علیہ نہر الفائق کا قول ہے یعنے عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آیندہ روایت اُسکی موید ہے اور مسئلہ جار مین اتلاف مشاہد متحقق ہے بخلاف ترک لقطہ کہ یہان اتلاف غیر مشاہد اور غیر متحقق ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھ مین آوے جو اس سے زیادہ تر امین ہے کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ وغیرہا لو رفعہا ثم ردہا الی مکانہا لم یضمن فی ظاہر الروایۃ اور فتح القدیر وغیرہ مین ہے کہ اگر لقطہ اُٹھایا پھر وہین رکھدیا تو ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین مم اور مقابل ظاہر الروایۃ کے قول بالضمان ہے وصح التقاطہ صبی وعبد لا مجنون ومدہوش ومعتوہ وسکران لعدم الحفظ منہم اور صحیح ہے لقطہ اُٹھانا صغیر اور غلام کا نہ مجنون اور مدہوش اور معتوہ اور مست کا بسبب حفاظت کے اُنسے عدم کے جب صغیر اور غلام لقطہ اُٹھاویگا تو تعریف ولی اور مولی پر لازم ہے کذا فی الطحطاوی فان اشہد علیہ بانہ اخذہ لیردہ

علیہ ویکفیہ ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطۃ فدلوہ علی سو اگر اُسنے لقطہ لینے پر شاہد کیا اسطرح کہ اُسنے لقطہ لیا ہی تا اُسکو پھیر دے اُسکے مالک کو اور شاہد کرنے کے واسطے اتنا کہنا بھی کافی ہی کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہی تو اُسکو میرے پاس بھیجو وعرف ای نادی علیہا حیث وجدھا وفی الجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی اُسپر پکارتا رہا جہان اُسکو پایا اور مجامع ناس مین یعنی مساجد کے ابواب بازارون مین اور رستون مین یون پکارتا رہا کہ مینے کسی کی چیز پائی ہی مین اسکے مالک کو نہین جانتا تو اُسکا مالک میرے پاس آوے اور اُسکا پتا بتادے کذا فی المنح اور اگر اُسکی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے شخص کو دے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیہ الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا او انہا تفسد ان بقیت کالاطعمۃ والثمار یعنی یہان تک پکارتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ اُسکا مالک بے تلاش نکرتا ہوگا یا یہان تک کہ لقطہ سڑ جائے گا اگر باقی رکھا جاوے جیسے کھانے کی چیزین یا میوے ھم علم سے مراد ظن غالب ہی عدم طلب کا یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی المضمرات اور ظاہر الروایۃ مین ایک سال کی تعریف ہی مطلقا کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال مین اقوال ہین کہ جمعہ یا ہر مہینے یا ہر ششماہی مین تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کھجور کی افتادہ گٹھلیان یا انار کے چھلکے تو اُس سے فائدہ لینا بلا تعریف جائز ہی لیکن مالک کی ملک اُس سے زائل نہین ہوتی اسواسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہین مگر جب پھینکنے کے وقت قوم متعین سے کہا جو اُٹھاوے وہ مالک ہی اور یہی حکم ہی التقاط سنابل متفرقہ کا نہ مجتمعہ کا کذا فی الطحطاوی کانت امانۃ لم تضمن بلا تعد بشرط اشہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ مین امانت ہوگا یعنی بعد تعدی الا تلف ضمان نہین فلو لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرفہا ضمن ان انکر ربہا اخذہ للرد وقبل الثانی قولہ بیمینہ وبہ ناخذ حاوی واقرہ المصنف وغیرہ سو اگر ملتقط نے کسیکو گواہ نہ کیا باوجود اسکے قادر ہونے کے یا اُسنے تعریف نہ کی تو ضامن ہوگا اگر اُسکا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہی ابو یوسف نے قول ملتقط کا اُسکی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہین یعنے یہی مفتی بہ ہی کذا فی الحاوی اور ثابت رکھا اسکو مصنف وغیرہ نے ھم قول اصح مین محمد بھی ابو یوسف کے ساتھ مین کذا فی الینابیع تو اب صاحبین کے قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلۃ او کثیرۃ فلا فرق بین مکان ومکان ولقطۃ ولقطۃ اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچھ فرق نہین درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کا دوسرے لقطہ سے ھم لقطہ حل اور حرم کی تعریف مین کچھ فرق نہین امام اعظم اور مالک اور شافعی اور احمد کے ایک قول مین اور دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہی کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہان تک کہ مالک اُسکا پیدا ہو اسواسطے کہ صحیحین مین بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لا تحل ساقطتہا الا لمنشد یعنے حلال نہین لقطہ مکہ کا مگر معرف کیواسطے اور اسمین تعریف کی قید نہین تو دوام ثابت ہوا اُسکا جواب یہ ہی کہ مطلب حدیث کا یہ ہی کہ لقطہ حلال نہین مگر معرف کو واسطے اپنے واسطے لینا حلال نہین اور تخصیص مکہ واسطے رفع اس وہم کے ہی کہ کوئی وہان کی تعریف کو ساقط سمجھے اس سبب سے کہ ظاہر او وہ چیز مسافرون کی ہی جو متفرق ہوگئی تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیلہ اور کثیرہ کی تعریف مین کچھ فرق نہین قول معتمد مین اور غیر معتمد قول ہی کہ دو سو درم یا زیادہ کی سال بھر تعریف چاہیے اور دس درم سے زیادہ کی دو سو تک ایک مہینہ اور دس درم کی سات دن اور تین درم کی تین دن اور ایکدرم کی ایکدن تعریف چاہیے کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بہا لو فقیرا والا تصدق بہا علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہا توضع فی بیت المال تاتارخانیۃ پھر بعد تعریف کے اٹھانیوالا منتفع ہو لقطہ سے اگر وہ محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو اُسکو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اُسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جبکہ معلوم ہو جاوے کہ لقطہ ذمی کا ہی تو وہ بیت المال مین رکھا جایگا کذا فی التاتارخانیہ وفی القنیۃ لو رجا وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ مین ہی کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اُسکی وصیت کرجانا واجب ہی والا واجب نہین کذا فی البحر فان جاء مالکہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ہلاکہا ولہ ثوابہا پھر اگر اُسکا مالک آیا تصدق کرنے کے بعد تو وہ مختار ہی اُسکے تصدق کے جائز رکھنے مین اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت واقع ہو اور اُسی مالک کو اُسکے تصدق کا ثواب ہوگا او تضمینہ والظاہر انہ لیس للوصی والاب اجازتہا ثم یا مالک مختار ہی ضمان لینے مین ظاہر یہ ہی کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہین ح فی الوھبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن ان لم یشہد ثم لابیہ او وصیہ التصدق بہا فی مالہ لا مال الصغیر اور وہبانیہ مین ہی کہ صغیر بالغ کے برابر ہی تو ضمان اُسپر لازم آویگا اگر اُسنے اُٹھانے کے وقت شاہد نہ کیا ہوگا پھر اسکے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان دینا جائز ہی اپنے مال سے نہ صغیر کے مال سے ولو تصدق بہا بامر القاضی فی الاصح کما ان لم یشہد

[illegible] ۱۲

القاضی او الامام لو فعل ذلک لانہ تصدق بمال الغیر بغیر اذنہ ذخیرہ ملتقط پر ضمان لازم ہے اگرچہ اُسنے بامر قاضی تصدق کیا ہو چنانچہ اُسکو اختیار ہے کہ قاضی یا بادشاہ سے ضمان لے اگر قاضی یا امام نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہ خیرات کرنا ہے غیر کے مال مین بغیر اُسکے اذن کے کذا فی الذخیرہ او یضمن المسکین لو ہلکت فی یدہ وایہما ضمن لا یرجع علی صاحبہ یا ضمان لے مالک اُس فقیر سے جسنے اُسکا مال خیرات مین پایا اور دونون مین سے جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے نہ پھیرے ولو العین قائمۃ اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو اُسکو فقیر سے لے لے ولا شئ للملتقط لمال البہیمۃ او ضال من الجعل اصلا الا بالشرط لمن ردہ فلہ کذا فلہ اجر مثلہ تاتارخانیہ لانہا اجارۃ فاسدۃ اور بھاگا ہوا جانور یا صغیر گم شدہ کے ملتقط کیلیے کچھ مال عوض التقاط کے ہرگز نہین مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے کہا کہ جو اُسکو لاوے اُسکے واسطے اتنا مال ہے تو اُسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی التاتارخانیہ جیسے اجارۂ فاسدہ مین اجرت مثل ملتی ہے وندب التقاط البہیمۃ الضالۃ وتعریفہا ما لم یخف ضیاعہا فیجب وکرہ لو معہا ما تدفع عن نفسہا کالقرن للبقر والکدم للابل تاتارخانیہ اور بھولے بھٹکے جانور کا التقاط اور تعریف مستحب ہے جبتک اُسکے ضائع ہونے کا خوف نہو پھر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہے اور التقاط مکروہ ہے اگر جانور کے ساتھ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی جان بچا سکے غیر کو ہٹا کر جیسے سینگ گاے بیل کے اور دانت سے کاٹنا اونٹ کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ م قاموس مین ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہے جسکے چار پائون ہون اگرچہ پانی مین رہتا ہو یا ہر جانور بے تمیز کا نام بہیمہ ہے تو بموجب تفسیر ثانی کے دواب اور طیور اور اونٹ اور بیل اور بھیڑ بکری اور مرغی اور بالو کبوتر کو لفظ بہیمہ شامل ہے اور یہ جو حدیث صحیح مین اخذ بہیمہ سے نہی وارد ہے اُسکا جواب مبسوط مین یون دیا ہے کہ یہ حکم تھا بسبب غلبۂ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے مین تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہے ہرگز اطمینان نہین کہ اہل خیانت اُسکو چھوڑین تا مالک پا جائے تو اب اُسکا التقاط ہی افضل ہے تا اُس کا مال محفوظ رہے ولو کان الالتقاط فی الصحراء ان خاف النہایۃ حاشیہ اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل مین واقع ہو بشرطیکہ اُسکی گم گشتگی کا ظن غالب ہو کذا فی الطحطاوی وہو فی الانفاق علی اللقیط واللقطۃ متبرع لقصور ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف کرنے مین احسان کا کرنیوالا ہے بسبب اپنے قصور ولایت کے یعنے صرف کا تقاضا مالک سے نہین کرسکتا ہے جیسے غیر کا دین ادا کرنا بدون اسکے امر کے کذا فی البحر الا اذا قال لہ قاض انفق لترجع فلو لم یذکر الرجوع لم یکن دینا فی الاصح او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ کذا فی المجمع ای یصدقہ علی ان القاضی قال لہ ذلک لا کما زعم ابن ملک بحر مگر اسوقت صرف مذکور دین ہوگا جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تا پھیر لیجیو سو اگر قاضی پھیر لینے کو نہ مذکور کرے تو اُسکے مالک پر دین نہوگا قول اصح مین یا اسوقت دین ہوگا جبکہ لقیط ملتقط کی تصدیق کرے اپنے بالغ ہونے کے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اُسکی اسپر تصدیق کرے کہ قاضی نے اُس سے پھیر لینے کو کہا ہے اور اسکا وہ مطلب نہین جسکو ابن ملک نے گمان کیا ہے کذا فی البحر ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ جب قاضی نے انفاق کا حکم نہ کیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہے اور لقیط نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو پھیر لینے کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی ثم المدیون رب اللقطۃ ورب اللقیط او سیدہ او ہو بعد بلوغہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ درصورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہے اور لقیط کا باپ یا آقا ہوئے یا خود لقیط بعد بالغ ہونے اپنے کے وان کان لہا نفع اجرہا باذن الحاکم وانفق علیہا منہ کالفرس بخلاف نحو آبق کما سیجیء فی بابہ اور اگر لقطہ جانور لائق ہو انتفاع کے جیسے گم ہوا گھوڑا اور اونٹ تو اُسکو اجارہ دیوے ملتقط باجازت حاکم کما ذکر بیچ اور اُسپر صرف کرے اُسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اُسکا اجارہ صحیح نہین اُسکے بھاگ جانے کے خوف سے اور یہ عنقریب آتا ہے باب الآبق مین وان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا ولو الانفاق اصلح امر بہ لان ولایتہ نظریۃ اختیار فلو لم تکن لم ینفذ امرہ بہ فتح بحثا اہ اور اگر جانور مین نفع لائق اجارہ کے نہو چنانچہ بھیڑ بکری مین تو قاضی اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اگر خرچ کرنا اُسپر بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنے کا امر کرے دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایہ اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہے یعنے تامل مصلحت کیواسطے ہے سو اگر وہان تامل مین مصلحت نہو تو اُسکا امر بالانفاق نافذ نہین کذا فی الفتح بحثا ولہ منعہا منہ حتی یاخذ النفقۃ فان ہلکت بعد حبسہ سقطت وقبلہ لا لعدم حبسہ علیہ للنفقۃ اور ملتقط کو جائز ہے روکنا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پھر اگر لقطہ ہلاک ہوگیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہوگیا اور قبل حبس کے ہلاکی سے ساقط نہین ولا یدفعہا الی مدعیہا بلا بینۃ اور لقطہ ندے اُسکے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے یعنے درصورت تصدیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہے فلو بین علامۃ حل الدفع بلا جبر وکذا یحل ان صدقہ مطلقا بین او لا ولہ اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایۃ پھر اگر مدعی نے کوئی علامت

لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی تو دینا جائز ہے بلا جبر اور اسیطرح جائز ہے دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقا کی خواہ اسنے علامت بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو اور جائز ہے ملتقط کو ضامن لینا مدعی سے مگر گواہی کے ساتھ جائز نہیں قول الصحیح مین کذا فی النہایۃ التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدہا فی ید غیرہ فلا خصومۃ بینہما بخلاف الودیعۃ مجتبی ونوازل لکن فی السراج الصحیح ان لہ الخصومۃ لان یدہ احق ایک شخص نے لقطہ اٹھایا سو ضائع ہو گیا اسکے پاس سے پھر اسکو پایا غیر کے ہاتھ مین تو ان دونون مین خصومت نہیں یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہیں بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی والنوازل لیکن سراج مین صحیح قول یہ ہے کہ اسکو خصومت کرنا درست ہے اسواسطے کہ اسکا ہاتھ زیادہ حقدار ہے بسبب ودیعت کے علیہ دیون ومظالم جہل اربابہا وایس من علیہ ذلک من معرفتہم فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ ہذا مذہب اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا کمن فی یدہ عروض لا یعلم مستحقیہا اعتبارا للدیون بالاعیان ایک شخص پر ایسے دیون اور مظالم ہیں جنکے لوگ معلوم نہیں اور جسپر یہ دیون اور مظالم ہین وہ انکی پہچان سے نا امید ہو گیا تو تصدق واجب ہے اسکے برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اسکا تمام مال اسمین کھپ جائے یہ مذہب ہے ہمارے اصحاب کا انمین آپس کا اختلاف ہمکو معلوم نہیں چنانچہ جسکے ہاتھ مین ایسے اجناس و سامان ہین جنکے مستحق معلوم نہیں تو اسپر تصدق واجب ہے دیون کا اعتبار اجناس سے کر کے اور مظالم یعنی سرقہ یا غصب ہے اگر صاحب دیون و مظالم یا انکے وارث معلوم ہون تو بری الذمہ نہو گا دنیا اور آخرت مین بدون انکے دینے کے اور اسیطرح اگر انکی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہیں اور تصدق سے یہ مراد نہیں کہ انکے تصدق کا ثواب انکے صاحب کو ہو گا اسواسطے کہ نص کے واسطے انکا اذن ثابت نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تصدق خدا کے نزدیک نیک غیرہ ہے حقتعالی سے امید ہے کہ اسکے مخاصمین کو بسبب اسکے راضی کر دیگا کذا فی الطحطاوی وحصل بذلک سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون فی العقبی مجتبی اور جبکہ یہ تصدق کریگا تو اسپر سے مطالبہ صاحب دیون کا آخرت مین ساقط ہو گا کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ واللہ اعلم یہ ہے کہ دیون اور مظالم مذکورہ مال ضائع کے مانند ہین اور فقرا اسکے مصرف ہین صورت نہ معلوم ہونے مستحقین کے اور ادا دین مین حقتعالی کو اسکی صدق نیت معلوم ہے اور توبہ سے ارتکاب ظلم کا ساقط ہو گا واللہ تعالی اعلم وفی العمدۃ وجد لقطۃ وعرفہا ولم یرد ربہا فانتفع بہا لفقرہ ثم ایسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ اور عمدہ مین ہے کہ ایک شخص نے پایا لقطہ اور اسکی تعریف کی اور اسکے مالک کو نہ دیکھا سو اس سے منتفع ہوا اپنی محتاجی کے سبب سے پھر مقدور اسکو ہوا تو واجب ہے اسپر خیرات کرنا اسکے مانند یعنی بعوض اسکے ملتقط الاباحۃ جائز لرفیقہ بیع متاعہ ومرکبہ وحمل ثمنہ الی اہلہ ایک شخص مر گیا جنگل مین تو اسکے رفیق کو اسکے اسباب اور سواری کا بیچنا اور قیمت اسکی اسکے لوگون کو پہونچانا جائز ہے بشرطیکہ جنگل بعید ہو وطن سے والا بیچنا اسکا اسباب پہونچانا چاہیے حطب وجد فی الماء ان لہ قیمۃ فلقطۃ والا فحلال لآخذہ کسائر المباحات الاصلیۃ درر لکڑی پانی مین پائی اگر وہ قیمت والی ہے تو وہ لقطہ ہے اور اگر قیمتی نہیں تو اسکے لینے والے کو حلال ہے چنانچہ باقی مباحات اصلیہ کا لینا حلال ہے کذا فی الدرر وفی الحاوی من مات فی بیت انسان ولم یعرف وارثہ فترکتہ کاللقطۃ ما لم یکن کثیرا فلبیت المال بعد الفحص عن ورثتہ سنین فان لم یجدہم فلو مصرفا اور حاوی مین ہے کہ مسافر مر گیا ایک انسان کے گھر مین اور وہ اسکے وارث کو نہیں جانتا کہ کہان ہے تو اسکا متروکہ لقطہ کے مانند ہے حکم مین جبتک زیادہ نہو اور اگر زیادہ ہو گا تو بیت المال کے واسطے ہے بعد تلاش کرنے اسکے وارثون کے چند سال تک سو اگر وارثون کو نہ پایا تو وہی انسان اسکو لے اگر وہ مصرف ہو یعنی فقیر ہو ہم یہ تصریح ہے اسکی جو لقطہ کی تشبیہ سے مفہوم ہوا المحصنۃ ای برج حمام اختلط بہا اہلی لغیرہ لا ینبغی لہ ان یأخذہ وان اخذہ طلب صاحبہ لیردہ علیہ لانہ کاللقطۃ فان فرخ عندہ فان کان الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لانہ ملک الغیر وان الام لصاحب المحصنۃ والغریب ذکر فالفرخ لہ ولو لم یعلم ان الغریب غریبۃ لا شیء علیہ ان شاء اللہ تعالی کبوتروں کا برج ہے یعنی انکے رہنے کا مکان اسمین غیر کے پالو کبوتر مل گئے تو لائق نہیں صاحب مکان کو انکا لینا اور اگر لے تو واسطے تعریف کے اسکے مالک کو طلب کرے تاکہ اسکو پھیر دے اسواسطے کہ وہ لقطہ کے مانند ہے سو اگر غیر کے کبوتر نے بچہ دیا سو اگر مادہ مسافر ہو تو مالک مکان اس سے معترض نہو کہ غیر کی ملک ہے اسواسطے کہ پالو کا بچہ ماں کا تابع ہوتا ہے اور کبوتری اگر صاحب مکان کی ہے اور کبوتر مسافر تو بچہ صاحب مکان کا ہے اور اگر اسکو معلوم نہیں کہ اسکے برج مین غیر کا مسافر کبوتر ہے تو اسپر کچھ گناہ نہیں ان شاء اللہ تعالی قلت وان لم یعلم بالفرخ فان فقیرا اکلہ وان غنیا تصدق بہ ثم اشتراہ وہکذا کان یفعل الامام الحلوانی ظہیریۃ مین کہتا ہون اور صاحب مکان والا مالک کا بچہ نہوا تو اگر وہ فقیر ہے تو اسکو کھائے اور اگر غنی ہے تو محتاج کو تصدق کرے پھر اس سے خرید کرے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسیطرح ہمارے استاد شمس الائمہ حلوانی

[illegible]

کیا کرتے تھے کذا فی المنح عن الظہیریۃ وفی الوہبانیۃ ثمر بثمار تحت اشجار فی قری او امصار لا باس بالتقاط وان لم یعلم النہی صریحا او دلالۃ فعلیہا الاعتماد اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص پھلون پر ہوکر نکلا جو درختون کے نیچے پڑے ہین شہرون کے سوا دیہات مین تو اوسکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہین جبتک نہی صریحاً یا دلالۃً معلوم نہو اور اسی قول پر اعتماد ہے م شرح وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص درختون کے نیچے پڑے پھلون پر ہوکر نکلا تو اگر وہ شہر ہے تو اوسکا کھانا درست نہین مگر اس شرط سے کہ معلوم ہو جائے کہ اوسکے مالک نے مباح کر دیا ہے خواہ تصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے اسواسطے کہ شہر مین مباح کر دینے کی عادت نہین اور اگر باغ مین ایسے پھل ہون جیسا لہا سال باقی رہتے ہین اور سڑتے نہین جیسے اخروٹ اور بادام تو اوسکا لینا جائز نہین جبتک اونکا مالک نہ معلوم ہو اور اگر ایسے پھل ہون جو بہت تک باقی نہین رہ سکتے تو اونمین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہین اور بعضون نے کہا کچھ مضائقہ نہین جبکہ صراحۃً یا دلالۃً یا عادۃً نہی نہ معلوم ہو اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اگر دیہات اور قریات ہین تو اگر پھل ایسے رہنے والے ہین تو انکا لینا بدون دریافت اذن مالک کے جائز نہین اور اگر ایسے ہون جو باقی نہین رہتے جلد سڑ جاتے ہین تو یہ قول بالاتفاق ہے کہ اوسکا لینا درست ہے جبتک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پھل درخت پر ہین تو شہر اور گانون مین کہین لینا درست نہین بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہ بخل نہین کرتے ہین تو اوسکو کھانا درست ہے لیکن لادنا جائز نہین انتہی ملخصاً کہا طحطاوی نے کہ اب تونے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل یہ ہے جو ہمنے مذکور کی وفیہا ابیات و اخذت تفاح الغیر جاریا بنہرہ ومکثری وفی الجوز ینکر ۔۔ اور وہبانیہ مین ہے اور سیب اور امرود کو نہر جاری سے لینا جائز ہے اور اخروٹ مین لینا جائز نہین م نہر جاری کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہے سیب اور امرود کا لینا بسبب جلد سڑ جانے کے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور مالک کے واسطے رکھنا درست ہے اگر قیمتی ہو والا اپنے واسطے بھی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الابق

یہ کتاب ہے آبق یعنے غلام گریختہ کے احکام مین مناسبتہ عرضیۃ التلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا تلف اور زوال کا لیکن لقیط اور لقطہ مین عروض تلف باعتبار ذات کے ہے اور آبق مین باعتبار انتفاع مولی کے ہے نہ باعتبار اوسکی ذات کے والاباق انطلاق الرقیق تمردا کذا عرفہ ابن کمال لیدخل الہارب من مؤجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہے لونڈی غلام کے چلے جانے سے ازراہ شرارت اور سرکشی کے یہی تعریف کی ہے ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہو آبق کی تعریف مین وہ غلام جو بھاگ گیا مولی کے مستاجر اور عاریت مانگنے والے اور امانت دار اور اوسکے وصی یا م موجرہ بفتح جیم مستاجر ہے اور مودع بفتح دال ہے کذا فی الحلبی او وصی عام ہے میت کی طرف سے ہو یا قاضی کی طرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض ہے اگر خوف اوسکے ضائع ہونے کا یعنی مولی کے پاس پہونچنے کا اسواسطے کہ پکڑ رکھنے مین مال مسلم کا قائم رکھنا ہے ویحرم اخذہ لنفسہ اور حرام ہے اوسکا پکڑ لینا اپنی ذات کیواسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ والا فلا ندبیا فی البدائع وحکم اخذہ کاللقطۃ اور اوسکا پکڑ لینا مستحب ہے اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنے اوسکے حفظ پر تا ایصال مولی قادر ہو اور اگر عاجز ہو اور اگر عاجز ہو تو مستحب نہین اسواسطے کہ بدائع مین ہے کہ اوسکی گرفتاری کا حکم لقطہ کے مانند ہے فان ادعاہ آخر دفع الیہ ان برہن واستوثق منہ بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ ۵ پھر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اوسکو دے اگر اوسنے گواہی سے اپنا دعوی ثابت کیا اور اوس سے ضامن لے اگر چاہے بسبب جواز اس بات کے کہ شاید اوسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بھی اوس سے خدا کی یون قسم لے کہ اوسنے غلام کو اپنے ملک سے کسی وجہ سے خارج نہین کیا بیع یا ہبہ م یہ مسئلہ ان مسائل مین سے ہے جسمین گواہی اور قسم مجتمع ہوتی ہے اسواسطے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مقصود سے مغائر ہے کذا فی الطحطاوی یعنے گواہی سے اثبات ملک مقصود ہے اور قسم سے ابقاء ملک ہے وان لم یبرہن یعطیہ ان برہن فاقر العبد انہ عبدہ او ذکر المدعی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے اقرار کیا کہ یہ اوسکا غلام یا مولی نے اوسکی علامت یا اوسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اوسکو دے ضامن لیکر شارح نے کہا وان لم یبرہن عطف ہے برہن پر تا کوئی اوسکو ان متصلہ نہ سمجھے طحطاوی نے خلاصہ نوح سے نقل کیا کہ صورت بینہ مین دفع واجب ہے اور صورت اقرار و ذکر علامت واجب نہین فان انکر المولی اباقہ تحالف جعلہ حلف الا ان

یدہ ھو علی اباقہ او علی اخوانہ المولی بنی ذلك یلیح سو اگر مولی اُسکے بھاگنے کا منکر ہو محنتانہ دینے کے خوف سے تو خدا کی قسم کھائے کہ وہ نہین بھاگا مگر یہ کہ گرفتار کرنے والا گواہ لاوے
اُسکے بھاگنے پر یا مولے کے بھاگ جانے کے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہو گی کذا فی الزیلعی فان طالت المدۃ ای مدۃ المجی باعہ القاضی ولو علم مکانہ لئلا یتضرر المولی بکثرۃ النفقۃ
سو اگر مولی کے آنے کی مدت دراز ہو جاوے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے اگرچہ اسکا مکان جانتا ہو تا مولی کا ضرر نہو کثرت خرچ سے وحفظ ثمنہ لصاحبہ ولیس له من ثمنہ ما انفق علیہ منہ
اور قاضی اُسکی قیمت کو اُسکے مالک کے واسطے محفوظ رکھے اور پھیر لے اُسکی قیمت سے جو خرچ ہوا اُسپر یعنے اگر بیت المال سے اُسپر خرچ ہوا تو اتنا اُسکی قیمت سے بیت المال مین پھیر دے طحطاوی نے کہا
بہتر یہ تھا کہ شارح ثمنہ کے لفظ کو نہ لاتا اسواسطے کہ مصنف کا قول یعنے منہ معنی ہے وان جاء المولی بعدہ وبرھن او علم دفع الیہ باقی الثمن اور اگر مولے بعد بیع کے آیا اور گواہی
سے اپنی ملک ثابت کی یا علامت بیان کرکے تو باقی قیمت اسکو دیجاوے ھم حلبی نے کہا علّم بہ تشدید لام ہے یعنے علامت اور حلیہ مذکور کیا طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب بہ تخفیف
ثابت ہوتا ہے ولا یملك المولی نقضہ ای بیع القاضی لانہ بامر الشرع فکحکمہ لا ینقض اور مالک نہین مولی اُسکے بیع کے توڑنے کا اسواسطے کہ بیع قاضی بامر شرع
قاضی کے حکم کے مانند نہین ٹوٹتی قلت لکن ذا استفتی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انہ صدر امر السلطان بمنع القضاۃ عن اعطاء الاذن
ببیع عبید العسکریۃ وحینئذ فلا یصح بیع عبید السپاھیۃ فلھم اخذھا من مشتریھا ویرجع المشتری بثمنہ علی البائع واما فی عبید
الرعایا فکذلك لکن بغیر غبن فاحش ولا فلا رعایا الفرق بذلك ورد الامر ایضا انتھی بالمعنی ولفظ نامہ مین کہتا ہون مین نے دیکھا ابو السعود مرحوم مفتی روم کے
معروضات مین کہ صادر ہوا حکم سلطان روم کا قاضیون کے منع کرنے مین اہل لشکر کے غلامون کی بیع کی اجازت دینے سے اور اسوقت مین تو صحیح نہین ہے بیع گریختہ غلامون
کی بیع تو انکو مشتری سے مفت لینا جائز ہے اور مشتری اُسکی قیمت بائع سے پھیر لے اور رعایا کے مین بھی یہی حکم ہے جبکہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع مین خسارا نہوا ہو تو غلام
کو قیمت دے کر لینا درست ہے اور اسکا بھی حکم سلطانی وارد ہوا ہے انتہی جواب المفتی بالمعنی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ضروری ہے ولو زعم المولی تدبیرہ او کتابتہ او استیلادھا
لم یصدق فی نقضہ الا ان یکون عندہ ولد منھا او یبرھن علی ذلك بحر اور اگر مولی گمان کرے اُسکے مدبر یا مکاتب ہونے کا یا لونڈی کی استیلاد کا تو اُسکی تصدیق
نہو گی نقض بیع مین مگر اسوقت تصدیق ہو گی کہ مولے کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اس گمان پر گواہ لاوے کذا فی النھر واختلف فی الضال قیل اخذہ افضل وقیل
ترکہ ولو عرف بیتہ فایصالہ الیہ اولی اور بھولے بھٹکے غلام مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ اسکا لینا افضل ہے اور بعضون نے کہا کہ چھوڑنا افضل ہے اور اگر اُسکا گھر جانتا ہو تو اُسکا
پہونچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء بہ رجل وقال لم اجد معہ شیئا من المال صدق ولا شیء علیہ ایک غلام بھاگا سو اسکو کوئی مرد پکڑ لایا اور بولا کہ مین نے اُسکے ساتھ
کچھ مال نہین پایا تو اُسکی تصدیق ہو گی اور اُسپر کچھ نہین ہے ولمن ردہ جبرا لقولہ الآتی اربعون درھما الیہ من مدۃ سفر فاکثر وھو ای الجعل الراد ولو
او عبدا لکن الجعل لمولاہ ممن یستحق الجعل اور جو پھیر لاوے غلام کو مولی کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پھیر لانے والا ان لوگون مین سے ہے جو محنتانہ کے مستحق ہین
اگرچہ پھیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا محنتانہ اُسکے مولی کا ہے ھم جعل بالضم او جعالہ بالکسر اور جعلیہ بروزن کریمہ عبارت ہے اجر سے لہذا جعل کا ترجمہ محنتانہ کیا مستحق محنتانہ وہ شخص ہے
جسپر محافظت مال مولی واجب نہین اور جو اسکا خادم نہو اور جس سے مولی نے استعانت نہین چاہی شارح نے کہا من یستحق خبر مصنف کا آئندہ قول اربعون درھما ہے قید بکونہ
لسلطان وشحنۃ وخفیر ووصی یتیم وعائلہ ومن استعان بہ کان وجدتہ فخذہ فقال نعم ولو کان فی عیالہ ولو واحدا الزوجین مطلقا البحر
تعھدھا بنیہ او بالجعل غیر مستحق لعدم عشر مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ محنتانہ نہین واسطے بادشاہ کے اور کوتوال اور رہنما اور یتیم کے وصی اور یتیم کے عیال
کے اور جس سے مولی نے مدد چاہی اس طرح سے کہ اگر بھاگے غلام کو پایا تو اسکو پکڑ لینا سو اُسنے کہا اچھا یا غلام کا پھیر لانے والا مولی کی عیال مین ہو اور احد الزوجین کا بیٹا مطلقا خواہ عیال مین
ہو یا نہو کذا فی الزیلعی و شریک کے واسطے اجر نہین کذا فی النتف والوھبانیۃ ولو بحبۃ تو استحقاق اجر سے گیارہ شخص مستثنی ہوئے ھم طحطاوی نے کہا کہ غیر مستفید اجر اس حساب سے گیارہ ھم
کہ احد الزوجین مین دو صورتین ہین یعنے زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پھیر لاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو لاوے سو البحر الرائق مین عدم استحقاق کی صورتون مین باپ
باپ کو شمار کیا ہے جبکہ وہ فرزند کی عیال مین ہو ان تیہ دونون صورتین شارح کے اس قول مین داخل ہین او کان فی عیالہ اربعون درھما فقط حطہ فیما زاد علیھا ولو بلا شرط استحسانا

غلام کے پھیر لانے والے کے واسطے چالیس درم مختانہ ہی اگرچہ بغیر شرط کے ہو کیونکہ مختانہ کی بنا استحسان کی ہے پس جب مختانہ چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم مقرر کرنا باطل ہے قیاس یہ ہے کہ بدون شرط مختانہ نہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل مختانہ پر اگرچہ اسکی مقدار میں اختلاف ہے پس مدت سفر میں چالیس درم مقرر ہوئے اور کمتر میں کم تاکہ جمیع روایات جمع ہو جاوین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولو رده امة ولها ولد يعقل الاباق فجعلان نہر بحثا اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اسکا ایک بیٹا ہے جو فرار کے مضمون کو سمجھتا ہے تو دو مختانے ہیں کذا فی النہر بحثا وان لم تعدل الاربعین لثبوتہ بالنص فالمعول علیہ ارباب المتون چالیس درم مختانہ لازم ہے اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک بسبب ثابت ہونے چالیس درم کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسیواسطے متون فقہ کے مصنفوں نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے ان اشہد انہ اخذہ لیردہ والا لا شیء لہ مختانہ لازم ہے اگر پھیر لانے والے نے اسپر گواہ کیا ہو کہ اسکو گرفتار کیا ہو پہونچا دینے کے واسطے اور اگر گواہ نہیں کیا تو اسکے واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہے کہ اسنے اپنے واسطے گرفتار کیا ولمن ردہ من اقل منہا فقسطہ وقیل یرضخ لہ برأی الحاکم او یقدر باصطلاحہما بہ یفتی تتارخانیہ اور اسکے پھیر لانے والے کے واسطے کمتر مدت سفر سے مختانہ ہے چالیس کے حساب سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسکو قدر قلیل دینا چاہئے حاکم کی تجویز سے یا اسکی تقدیر ہو دونوں کی رضامندی سے اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر عن التاتارخانیہ ولو من المصر فیرضخ لہ او یقسطہ کما مر اور اگر اسکو اسی شہر سے پھیر لایا جسمین مولیٰ رہتا ہے تو اسکو قدر قلیل دینا چاہئے یا چالیس کے حساب سے چنانچہ گذر گیا وام ولد ومدبر وماذون کالقن فی الجعل اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہیں مختانہ میں وان مات المولی قبل وصولہ الیہ لا لانہ مدبر او ام ولد فلا جعل لعتقہما بموتہ اور اگر مولیٰ مر گیا غلام گریختہ کے پہونچنے سے پہلے اور حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہے تو پھیر لانے والے کے واسطے مختانہ نہیں اسسبب سے کہ آزاد ہو جاتے دونوں کے مولیٰ کی موت سے اور آزاد کے پھیر لانے میں کچھ مختانہ نہیں وان ابق منہ بعد الاشہاد المتقدم لم یضمن لانہ امانۃ حتی لو استعمل فی حاجۃ نفسہ ثم ابق ضمن بحر عن القنیۃ اور اگر غلام بھاگ گیا پھیر لانے والے کے پاس سے بعد اسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانے والے پر ضمان نہیں اسواسطے کہ غلام اسکے پاس امانت تھا اور امانت میں بلا تعدی ضمان نہیں ہے اگر اسنے غلام کو اپنے ذاتی کام میں لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیۃ وفی الوہبانیۃ لو انکر المولی اباقہ قبل قولہ بیمینہ ویلزم مرید الرد قیمتہ ما لم یبرہن علیہ اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر مولیٰ نے اسکے بھاگنے کا انکار کیا تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور قاصد رد پر اسکی قیمت لازم ہوگی جبتک وہ اسکا بھاگنا نہ ثابت کرے بینے گواہی سے یا مولیٰ کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی وضمن لو ابق او مات قبلہ مع تمکنہ منہ لانہ غاصب ط اور ضامن ہوگا گرفتار کرنے والا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اسکے قادر ہونے کے اشہاد پر اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ غاصب ہے ولا جعل لہ فی الوجہین خلافاً للثانی فی الثانی لان الاشہاد عندہ لیس بشرط فیہ وفی اللقطۃ اور اسکے واسطے مختانہ نہیں دونوں صورتوں میں یعنی در صورت فرار بعد الاشہاد و صورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت میں اسواسطے کہ انکے نزدیک گواہ کرنا شرط نہیں غلام کے مختانہ میں اور لقطہ میں ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین اعتراض ہے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانے میں مختانہ واجب نہیں تو ترک اشہاد میں بطریق اولے واجب نہوگا بلکہ انکے نزدیک مختانہ بدون پہونچا دینے کے واجب نہیں ہاں انکے نزدیک اشہاد شرط نہیں ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح اپنے قول خلافاً للثانی کو یہاں سے حذف کرتا اور اسکو اخذہ لیردہ کے قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہے کہ خلافاً للثانی ضمن قبلہ کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ وہ قسم ثانی ہے وان ابق منہ کی ولا جعل برد مکاتب لحریتہ یدا اور مختانہ نہیں مکاتب کے پھیر لانے میں بسبب اسکے آزاد ہونے کے تصرف کی راہ سے

وجعل عبد الرہن علی المرتہن لو قیمتہ مساویۃ للدین او اقل ولو اکثر من الدین فعلیہ بقدر دینہ والباقی علی الراہن لان حقہ بالقدر المضمون منہ اور مختانہ رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر مختانہ ہے بقدر اسکے دین کے اور باقی مختانہ راہن پر ہے اسواسطے کہ اسکا حق اسی قدر ضمان کے ہے ہم مختانہ بہر صورت مرتہن پر ہے خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہیں ہو جاتا کذا فی الفتح والبحر

وجعل عبد اوصی برقبتہ لانسان وبخدمتہ لآخر علی صاحب الخدمۃ فی الحال لان المنفعۃ لہ فاذا انقضت الخدمۃ رجع بہ صاحبہا علی صاحب الرقبۃ او بیع العبد فیہ ای فی الجعل اور مختانہ اس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کے واسطے ہوئی ہو اور اسکی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے انسان کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہے فی الحال اسواسطے کہ منفعت اسی کے واسطے ہے پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاوے تو صاحب خدمت اسکی

گرو رکھے مالک نے حوالہ کرے بیچے یا غلام بیچ ڈالا جائے مختانہ مین وجعل مأذون ومديون على من يستقر له الملك فان بيع بدئ بالجعل والباقي للغرماء اور مختانہ غلام ماذون مدیون کا اُسپر ہی جسکی ملک اُسپر ٹھہر جائے خواہ مولی کی خواہ دائن کی سو اگر وہ بیچا جائے تو پہلی قیمت سے مختانہ دیا جائے اور باقی قرضخواہون کو ملیگا وجعل جنی خطأ لا يدل الاخذ على من يصير له ۔ چنانچہ واجب ہی مختانہ اُس غلام کا جسنے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھ مین اُسپر ہی جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولی خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر مختانہ نہین کذا فی البحر ومغصوب على غاصبه وهو يعلى وموهوب له ولو رجع الواهب بعد الرد لان زوال ملكه بالرجوع بتقصير منه هو ترك التصرف اور غلام مغصوب کا مختانہ اُسکے غاصب پر ہی اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ واہب نے اُسکو پھیر لیا ہو مولی کو پھیر دینے کے اسواسطے کہ زوال ملک موہوب لہ کا بسبب رجوع کے اُسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وجعل عبد صبي في ماله اور صغیر کے غلام کا مختانہ اُسکے مال مین ہی ولا ينفقه كنفقة اللقطة كما مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کے مانند ہی چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہی تو احسان ہی اُسکو مالک سے پھیر نہین سکتا اور اُسکے اذن سے پھیر سکتا ہی بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کردی ہو وله حبسه للدين نفقته اور غلام کے گرفتار کرنے والے کو اُسکا حبس کرنا اپنے نفقہ کے دین کے واسطے درست ہی ولا يؤجره القاضي خشية اباقه ثانيا ولكن يحبسه تعزيرا له وقيل يؤجر للنفقة وبه جزم في الهداية والكافي اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ نہ دے اُسکے دوبارہ بھاگ جانے کے خوف سے ولیکن اُسکو محبوس رکھے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُسکو اجارہ دے نفقہ کے واسطے اور اسی قول اخیر پر یقین کیا ہی ہدایہ اور کافی مین بخلاف اللقطة والضال وقدر في التاترخانية مدة حبسه بستة اشهر وتنفقة فيها من بيت المال ثم يبيعه القاضي كما مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ اُنکو قاضی اجارہ دیگا اور تاتارخانیہ مین مدت حبس غلام کی چھ مہینے کے ساتھ مقرر کی ہی اور خرچ غلام کا مدت حبس مین بیت المال سے ہی پھر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اُسکو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب اللقطہ مین یعنے بقدر بیت المال سے صرف ہوا اُسکو لیکر باقی قیمت کو مالک کیواسطے رکھ چھوڑے **فرع** مسئلة مهمة شاملة ابق بعد البيع قبل القبض للمشتري رفع الامر للقاضي یعنے غلام مذکور بھاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہی قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کر دے اسواسطے کہ مشتری رد غلام کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم وتعالی اعلم

کتاب المفقود

یہ کتاب ہی شخص مفقود کے احکام مین مناسبت اسکی سابق سے اس راہ سے ہی کہ غائب اور بے نشان ہونے مین دونون برابر ہین هو لغة المعدوم وشرعا غائب لم يدر احي هو فيتوقع قدومه ام ميت اودع اللحد البلقع اي القفر جمعه بلاقع فدخل الاسير ومرتد لم يدر ألحق ام لا مفقود لغت مین بمعنے معدوم ہی اور شرع مین اُس غائب کو کہتے ہین جو معلوم نہین کہ زندہ ہی کہ اُسکا آنا متوقع ہو یا مردہ ہی کہ قبر بے نشان کی لحد مین گاڑا گیا بلقع بمعنی قفر ہی یعنے زمین بے نبات اور جمع اُسکی بلاقع ہی تو اس تعریف مین اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہین کہ دار الحرب مین لاحق ہوا یا نہین ثم مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو اعتبار نہین کیا اس دلیل سے کہ محیط مین مسلم اسیر اہل حرب کو جسکی حیات اور موت معلوم نہین مفقود مین شمار کیا ہی حالانکہ مکان اُسکا معلوم نہین دار الحرب لیکن نقایہ اور اُسکی شرح قہستانی مین تعریف مفقود کی یون کی ہی کہ وہ غائب ہی جسکا اثر معلوم نہین یعنے حیات اور موت اور مکان اُسکا معلوم نہین اور کنز اور وقایہ سے عالمگیری مین بھی جہل مکان کو شرط کیا ہی اور صاحب بحر نے نص صریح سے جہل مکانی ثابت نہین کیا الطحطاوی نے کہا تو معتمد یہی ٹھہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود مین ضرور ہی وهو في حق نفسه حي بالاستصحاب هذا هو الاصل فيه اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق مین زندہ ہی باعتبار استصحاب کے یعنے بنظر ظاہر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال کے اصل ہی مفقود کے احکام مین چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آئندہ کو متفرع کیا فلا تنكح عرسه غيره ولا يقسم ماله تو نکاح نکرے اُسکی زوجہ اُسکے غیر سے اور نہ اُسکا مال وارثون پر تقسیم کیا جائے قلت وفي معروضات المفتي ابي السعود لانه ليس لامين بيت المال اخذه من يد من بيده من امينه عليه قبل ذهابه الخ بل يحفظه انه للمفقود مین کہتا ہون اور مفتی ابی السعود کے معروضات مین ہی کہ جائز نہین بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اُس شخص کے ہاتھ سے جو

مفقود نے اپنے مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آویگا خزانۃ المفتین ہے ولا تقبض الجاریۃ اور اسکا اجارہ فسخ نکیا جاوے ونصب القاضی من یاخذ حقه کغلاته ودینه المقر به ویحفظ ماله ویقوم علیه عند الحاجة اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اسکو یعنی وکیل کو جو مفقود کا حق لیا کرے جیسا اسکے غلات اور اسکے وہ دیون جنکے مدیون مقر ہین منکر نہین اور محافظت کرے اسکے مال کی اور قائم ہے اسپر اسطرح کہ مثلا کھیت کا کٹوانا اور خرمنگاہ مین جمع کرنا پھر غلہ کو بعد صاف کرکے مخزن مین رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجة نصب قاضی سے مرتبط ہے بدلیل ما بعده لہذا ترجمہ اسیطرح کیا گیا فلو وکیل فله حفظ ماله لا تعمیر داره الا باذن الحاکم لانه لعله مات فلا یکون وصیا بزازیہ سو اگر مفقود کیطرف سے کوئی وکیل ہو تو اسکو اسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اسکے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے کہ شاید وہ مرگیا ہو اور یہ شخص اسکا وصی نہین کذا فی البزازیہ لکنه ای هذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین و ودیعة و شرکة فی عقار او رقیق ونحوه لانه لیس بمالک ولا نائب عنه وانما هو وکیل بالقبض من جهة القاضی انه لا یملك الخصومة بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب صاحب خصومت نہین ہوسکتا اسمین جو مفقود پر دعوی کیا جاوے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کی زمین یا غلام وغیرہ مین اسواسطے کہ وکیل مذکور مالک نہین اور نہ اسکا نائب ہے فقط مال کا وکیل ہے قاضی کیطرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہین بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب مین خلاف نہین ہے اسواسطے کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ جائز نہین بلکہ اختلاف ہے مالک کے وکیل مین جسکو قبض دین کیواسطے اسنے وکیل کیا کہ خصومت کا مالک ہے یا نہین تو امام کے نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک نہین کذا فی البحر ولو قضی بخصومته لم ینفذ لانه قضاء علی الغائب زیلعی فی القضاء وتبعه الکمال الا بتنفیذ قاضی آخر لکن فی الخلاصة الفتوی علی النفاذ یعنی او القاضی مجتهد نهر اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہوگا زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا مین اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اسکا تابع ہوا ہے کہ حکم مذکور نافذ نہین مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ مین ہے کہ فتوی اسی حکم نافذ ہونے پر ہے بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر عنایہ اور فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی ہے جو قضا علی الغائب کا معتقد ہے اور حنفی المذہب تو کیونکر اسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اور اسی سے معلوم ہوگیا کہ قضا علی الغائب ہمارا مذہب نہین علی ما هو الصواب پھر اگر اسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اسکے نفاذ مین دو روایتین صحیح ہین پھر اگر دوسرا قاضی اسکو نافذ کردیگا تو اختلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی اسکا حکم کریگا تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ اسکا امام اسکا معتقد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فساده فی نفقة ولا فی غیرها بخلاف ما یخاف فساده فانه یبیعه القاضی ویحفظ ثمنه اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اس چیز کو جسکے بگڑجانے کا خوف نہین نہ نفقہ مین بیچے نہ اسکے غیر مین بخلاف اس چیز کے کہ جسکے سڑنا اور بگڑنے کا خوف ہے کہ اسکو قاضی بیچ ڈالے اور قیمت اسکی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات للمفتی ابی السعود ان القضاة والامناء بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم یخف فساده حتی لو ظهر حیا فله الثمن لان القضاة غیر مامورین بفسخه نعم اذا بیع بغبن فاحش فله فسخه انتهی فلیحفظ میں کہتا ہون لیکن مفتی ابو السعود کے معروضات مین یہ ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کیطرف سے مامور ہین بیچ ڈالنے کے مطلقا اگرچہ اسکے بگڑنے کا خوف نہو پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو تو اسکے واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی مامور نہین اسکی بیع فسخ کرنے کے ہان جبکہ نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وینفق علی عرسه وقریبه ولادا ای اصوله وفروعه اور خرچ کیا جاوے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت والون پر اور وہ اسکے اصول ہین اور فروع ہین اصول اور فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات مین مذکور ہوچکا ولا یفرق بینه وبینها ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک اور تفریق نکیجاوے درمیان مفقود اور درمیان اسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے بخلاف امام مالک کے کہ امام مالک کے نزدیک جب آدمی چار برس تک مفقود الخبر ہوگیا تو قاضی اسمین اور اسکی منکوحہ مین تفریق کردے پھر وفات کی عدت بیٹھ جسسے چاہے نکاح کرلے اسواسطے کہ عمر فاروق نے یہی حکم کیا تھا اس شخص مین جسکو جن اٹھا لیگئے تھے ہماری دلیل حدیث مرفوع ہے کہ امراته امراته حتی یاتیها البیان یعنے مفقود کی عورت اسکی زوجہ ہے بیان تک کہ اسکے پاس خبر پہونچے یعنے موت یا طلاق کی اور علی مرتضی نے کہا کہ وہ عورت مبتلا

ہے

ہوئی ہے تو اُسکو صبر کرنا چاہیے تا وقتیکہ اُسکی موت معلوم ہو یا طلاق اور اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہیں اور موت خیر احتمال میں ہے تو نکاح شک سے زائل نہیں ہو سکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی طرف آخر کو رجوع کیا ہے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر امام مالک کے قول پر موضع ضرورت میں فتوی دے یعنے حنفی المذہب تو بنا وار یہ ہے کہ لا باس ع ومیت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لو مات رجل عن ابنتین وابن مفقود وللمفقود بنت وابن والترکة فی ید البنتین والکل مقرون بفقد الابن واختصموا للقاضی لا ینبغی لہ ان یخرج المال عن موضعہ ولا ینزع من ید البنتین خزانۃ المفتیین اور مفقود میت ہے اپنے غیر کے حق میں تو وارث نہوگا غیر سے یہان تک کہ اگر ایک مرد مر گیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیان اور ایک بیٹا ہے اور ترکہ مورث کی دو بیٹیوں کے ہاتھ میں ہے اور سب لوگ مقر بفقدان ابن میت ہیں یعنے اسکو اسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہیں اور اُنہوں نے قاضی سے نالش کی تو قاضی کو لائق نہیں کہ مال کو اسکے مکان سے جنبش دے یعنے مال کو مورث کی بیٹیوں کے ہاتھ سے نہ نکالے کذا فی خزانۃ المفتیین ولا یستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی بل یوقف قسطہ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب لانہ الغالب واختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہیں اُس مال کا جسکی وصیت ہوئی اسکے واسطے جبکہ وصیت کرنے والا مر گیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ اُٹھا رکھا جاوے اسکے شہر والے ہمعصرون کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ہمعصرون اور امثال سے زیادہ کمتر زندہ رہتا ہے اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اسکی امام کیواسطے یعنے حاکم جسوقت مصلحت دیکھے تو اُسکی موت کا حکم دے ہم مقابل ظاہر مذہب کے گیارہ قول ہیں اُنمین اقل تسعین سال کی تقدیر ہے بحر الرائق میں کہا تعجب ہے مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے مخالف کیونکر اختیار کرتے ہیں حالانکہ مقلدین امام اعظم پر اتباع ظاہر المذہب واجب ہے وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یدہ المال خصما عنہ او ینصب قیما تقبل علیہ البینۃ ہم اور طریقہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ جسکے ہاتھ میں مفقود کا مال ہے اُسکو قاضی خصم ٹھہرا دے مفقود کیطرف سے یا قاضی کسیکو اُسکا کارندہ بنا کر اُسپر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی واقعات المفتیین لقدری افندی معزیا للقنیۃ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ مین کہتا ہون اور قدری آفندی کے واقعات المفتیین مین قنیہ سے یہ منقول ہے کہ مفقود کی موت کا حکم قاضی کی قضا سے کیا جاویگا اسواسطے کہ اُسکی موت امر محتمل ہے تو جبتک اُسکی طرف قضاء قاضی منضم نہوگی حجت نہوگی ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ بمجرد انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اُسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور اقتصار قدری آفندی کا قول اول پر اُسکی ترجیح کا مفید ہے قدری آفندی کا نام عبد القادر ہے کذا فی الطحطاوی فان ظہر قبلہ قبل موت اقرانہ حیا فلہ ذلک القسط پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصرون کے تو اُسکو وہ حصہ وراثت کا ملیگا جو اُسکے واسطے اُٹھا رکھا گیا ہم اور یہی حکم ہے اگر وہ زندہ ظاہر ہوا بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد اپنی موت کے حکم کے تو ظاہر اوہ اُس میت کے برابر ہے جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثون کے ہاتھ مین باقی ہوگا اُسکو وہ پاویگا اور جو مال صرف ہو گیا اُسکا مطالبہ نہیں شیخ شاہین نے کہا کہ اُسکی زوجہ اُسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اُسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اُسکا اُسپر کچھ اختیار نہیں وبعدہ یحکم بموتہ فی حق مالہ یوم علم ذلک ای موت اقرانہ فتعتد منہ عرسہ للموت ویقسم مالہ بین من یرثہ الآن اور بعد موت اقران کے اُسکی موت کا حکم کیا جاوے اُسکے مال کے حق مین جس دن کہ یہ معلوم ہو یعنے اُسکے اقران کا مرنا تو اُسیدن سے اُسکی زوجہ موت کی عدت مین بیٹھے اور اُسکا مال تقسیم کیا جاوے اُن لوگون کے درمیان مین جو اُسکے اب وارث ہین ہم اور جو اُسکے وارث قبل مدت کے مر گئے اُنکو حصہ نہ ملیگا گویا مفقود اب مر گیا اور اسیطرح اُسکے ام ولد اور مدبر اب آزاد ہونگے ویحکم بموتہ فی حق مال غیرہ من حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ لما تقرر ان الاستصحاب وہو ظاہر الحال حجۃ دافعۃ لا مثبتۃ اور بعد موت اقران حکم کیا جاوے مفقود کی موت کا اُسکے غیر کے مال کے حق مین جسوقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اُسکے واسطے اُٹھا رکھا گیا تھا وہ پھیرا جاوے اُن لوگون کیطرف جو اپنے مورث کے وارث تھے اُسکی موت کے نزدیک اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے علم اصول مین کہ استصحاب یعنے ظاہر حال حجت دافعہ ہے نہ مثبتہ

ف یعنی موضع ضرورت میں امام مالک کے قول پر فتوی دینا [illegible] الحاصل [illegible] مشائخ نے [illegible] ۱۲

ہم اسیواسطے اسکی موت کا حکم نہین اسکے مال کے حق مین گم ہونے کے وقت سے اسواسطے کہ ظاہر حال اسکی حیات پر دلالت کرتا ہی اور وہ مقتضی ہی عدم قسمت کا ولو کان مع المفقود وارث یحجب بہ لم یعط الوارث شیئا وان لم ینقص حقہ بہ اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُس وارث کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُسکے دو حصون مین سے اُسکو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی اُٹھا رکھا جائیگا ہم مثلا ایک شخص مر گیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑ کر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ مین ہی اور سب وارثون نے فقدان ابن مین اتفاق کیا پھر دونون بیٹیون نے میراث طلب کی تو انکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اُتنا انکا حصہ بہرصورت متیقن ہی اور نصف باقی اُٹھا رکھا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ وہ محجوب ہین اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہونگے بسبب شک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نلیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکی خیانت نہ ظاہر ہو کذا فی المنح کالحمل ومحلہ الفرائض ولذا حذفہ القدوری وغیرہ مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہی لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو یہان حذف کیا ہم یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث ہو جو کسیطرح ساقط نہوتا ہو اور حمل کے متغیر نہوتا ہو تو اسکو پورا حصہ ملیگا بسبب اُسکے متیقن ہونے کے ہر حال مین چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اُسکا حصہ ساقط ہوجاتا ہو تو اُسکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل سے متغیر ہوجاتا ہو تو اُسکو اقل النصیبین ملیگا چنانچہ اگر مورث نے حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکو تغیر نہین اور اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اُسکو کچھ نملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہین ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہی اور ممکن ہی کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہوجاتا ہی بیٹے کے سبب سے اور جائز ہی کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہوا سقوط اور عدم سقوط مین تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اُسکو کچھ نملیگا اور حمل کیواسطے ابن واحد کا حصہ اُٹھا رکھا جائیگا اسی قول پر فتوی ہی کذا فی المنح والطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لیس للقاضی تزویج امۃ غائب ومجنون وعبدہما ولہ ان یکاتبہما ویبیعہما قاضی کو درست نہین شخص غائب اور مجنون کی لونڈی اور اُسکے غلام کا نکاح کر دینا اور اُسکو اختیار ہی اُنکے مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے مین اور اسیطرح اُنکو اجارہ دینے مین کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشرکۃ

یہ کتاب ہی شرکت کے احکام مین لا یخفی مناسبتہا للمفقود من حیث الامانۃ بل قد یتحقق فی مالہ عند موت مورثہ پوشیدہ نہین مناسبت شرکت کی ساتھ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ گاہے شرکت ثابت ہوجاتی ہی مفقود کے مال مین اُسکے مورث کے مرنے کے وقت ہم مصنف کتاب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہی جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہی اور دوسری وجہ یہ کہ گاہے مفقود کے مال مین شرکت متحقق ہوجاتی ہی چنانچہ اگر مفقود کا مورث مر گیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑ کر اور یہ مناسبت انھین دونون مین مخصوص ہی اور پہلی مناسبت عام ہی دونون مین اور آبق اور لقطہ اور لقیط مین اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح ہی بکسر وسکون فی المعروف لغۃ الخلط سمی بہا العقد لانہا سببہ شرکت بکسر اول وسکون ثانی بقول معروف لغت مین عبارت ہی خلط سے یعنے دو حصون کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نرہے عقد کا نام شرکت رکھا گیا اسواسطے کہ شرکت سبب ہی عقد کی طحطاوی ہم لانہا ضمیر سببہ کی عقد کیطرف راجع ہی اور بعضے نسخون مین لانہا سببہ ہی اور اسمین قلب ہی بلکہ لانہ سببہا کہنا ٹھیک ہی وشرعا عبارۃ عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوہرۃ اور اصطلاح شرع مین شرکت عبارت ہی عقد بین المتشارکین سے اصل یعنے راس المال اور منفعت مین کذا فی الجوہرۃ تو اگر منفعت مین شرکت ہو نہ راس المال مین تو وہ مضاربت ہی اور اگر راس المال مین ہو نہ منفعت مین تو وہ بضاعت ہی کذا فی الطحطاوی وذکرنا فی شرکۃ العین اختلاطہما اور رکن شرکت کا شرکۃ العین مین دونون مالون کا ملجانا ہی یعنے دونون مالون میں ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کے مانند خلط ہی یعنے دو مال کا ملنا اور ملانا یکسان ہی حکم مین کذا فی الجلبی وفی العقد اللفظ المفید لہ اور رکن شرکت کا شرکۃ العقد مین وہ لفظ ہی جو عقد کا مفید ہو یعنے ایجاب اور قبول اگر کوئی ہو چنانچہ یون کہنا ایک شریک کا کہ مین تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز مین اور دوسرے شریک کا یون کہنا کہ مین نے قبول کیا ہم شرطہا عدم ما یقطعہا الشرکۃ

کتاب الشرکۃ

اور جواز شرکت کی شرط ہونا ایک چیز کا یعنے معقود علیہ کا قابل شرکت کہ اعم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہوگیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر مستحق وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے وھی ضربان شرکۃ ملک وھی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا او حفظا کثوب ھبۃ الریح فی دارھما فانھما شریکان فی الحفظ قہستانی اور شرکت دو قسم ہے ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہے کہ چند شخص دو ہوں یا زیادہ مالک ہوں ایک چیز موجود کے یا مالک ہوں حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوا نے اڑا کر دو شخصوں کے گھر میں ڈالدیا تو وہ دونوں شریک ہیں اسکی حفاظت میں کذا فی القہستانی او دینا علی ما ھو الحق فلو دفع المدیون لاحدھما فللاخر الرجوع بنصف ما اخذ فتح و سیجیئ متنا فی الصلح یا چند لوگ مالک ہوں دین کے بنابر اس قول کے جو حق ہے تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین ماخوذ کا لینا جائز ہے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن میں آویگا اور بعضوں نے کہا کہ دین میں شرکت نہیں الا مجازا اسواسطے کہ دین وصف شرعی ہے کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہ ہے کہ شرعا مملوک ہوتا ہے بدلیل تفریع شارح وان من حیل اختصاص ما اخذہ ان یھبہ المدیون قدر حصتہ ویھبہ الدائن حصتہ فھبانیہ او جودین کہ شریک نے لیا اسکے اختصاص کی یہ تدبیر ہے کہ شریک آخذ کو مدیون بقدر اسکے حصے کے ہبہ کرے اور مالک دین اسکو اپنا حصہ ہبہ کرے کذا فی الوھبانیہ ہم ہبہ دین مجاز ہے اسقاط سے ولہذا غیر مدیون کو ہبہ کرنا جائز نہیں بارث او بیع او غیرھما ای بسبب کان جبریا او اختیاریا ولو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشرکہ فیہ اخر منیہ چند شریک مالک ہوں ارث کے یا بیع کے یا سوا انکے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خرید کیا پھر اسمیں دوسرے شخص کو شریک کرلیا کذا فی المنح سوائے ارث و بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ ہے و صدقہ اور دو شخصوں کا غالب ہوجانا حربی کے مال پر یا تحیلی ہوکر دو شخصوں کا مال ملجانا بلا تحایط یا بقصد اسطرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہوں کا جو میں ملادینا ان سب صورتوں میں شرکت ملک متحقق ہوتی ہے وکل من شرکاء الملک اجنبی فی الامتناع عن تصرف مضر فی مال صاحبہ لعدم تضمنھا الوکالۃ اور ہر شریک شرکاء ملک سے اجنبی کے مانند ہے اس تصرف کے امتناع میں جو مضر ہو اسکے ساتھی کے مال میں یعنے شریک کے حصے میں تصرف مضر اسکو کرنا جائز نہیں بسبب متضمن نہونے شرکۃ الملک کے وکالت کو اور تصرف مضر کی اسواسطے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہے چنانچہ مشترک گھر کی چھت پر چڑھنا یا مشترک زمین میں کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت در صورت غیبت شریک کذا فی القہستانی فصح لہ بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی صورۃ الخلط لما بیناہ فی الخلطۃ وغیرہ و کبناء وشجر و زرع مشترک قہستانی وتمامہ فی فصل الثلاثین من العمادیۃ ونحوہ فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہے بیچنا اپنے حصے کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدون اسکے اذن کے مگر خلط کی صورت میں غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں یعنے دو شخصوں نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملائے جیسا گیہوں کو جو سے ملانا اور چنانچہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان اسکا عمادیہ کی تیسویں فصل میں ہے اور ایسا ہی ابن نجیم کے فتاوی میں ہے اور خلط فعل شریکین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کریگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہوجاویگا ضمانا دیگر شرکت نرہیگی اگر کوئی کہے کہ خلط اور اختلاط کی صورت میں اور انکی غیر میں کیا فرق ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جب دونوں شریکوں میں ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ معلوم نے گیہوں کو خرید کیا یا وراثت میں پایا تو ہر دانہ گیہوں کا دونوں میں مشترک ہوا تو ہر شریک اپنا حصہ شائع بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہے بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اسمیں ہر ہر دانہ پورا مملوک ہے ایک شخص کا اسمیں دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا تو اسکی تسلیم پر قادر نہوگا مگر حصۂ شریک کو مخلوط کرکے لہذا اسکے اذن پر بیع موقوف ہوگی اور اگر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو جائز ہے بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ شائع کا شریک سے جائز ہے اور ظاہر بیان شارح کا مقتضی ہے کہ عمارت اور درخت اور زراعت مشترک من قبیل خلط ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اسمیں بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اسواسطے ہے کہ شریک کو درخت کے اکھاڑنے سے اور عمارت کے ڈھانے سے ضرر پہنچیگا کذا فی الطحطاوی وفیما بعد ورقتین من البلوغ کذلک لکن فیما بعد ورقتین اخر بجواز بیع البناء او الغرس المشترک لعدم الضرر المتکرر ولو للاجنبی فتنبہ اور ابن نجیم کے فتاوی میں دو ورق کے بعد ہے کہ خربوزوں کی فالیز بھی اسیطرح ہے یعنے اسکی بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن اسی کتاب میں اور دو ورقوں کے بعد جواز بیع ہے عمارت اور شجر مشترک کا جواز میں ضرر متکرر میں تمام ہے اگرچہ اسکی بیع اجنبی سے کی ہو

[illegible] الخ ۱۲

تو خیر ولہذا ہم شارح نے تناقض کتاب مذکور پر آگاہ کر دیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہے بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہ الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں شیاً مشترکہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک ہو ہم حلبی نے کہا عدم جواز بیع راجع ہے خلط اثنین اور اُسکے مابعد کی طرف دار بینہما باع احدہما بیتاً معیناً او نصیبہ من بیت معین فللآخر ابطال البیع ایک گھر مشترک ہے دو شریکوں میں ایک شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ باطل کو بیع کر ڈالے یعنے اسواسطے کہ بائع کا حصہ بیع میں متحقق نہیں اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو بائع نے بیچا ہے اُسکے شریک کے حصے میں پڑے ہاں اگر اپنا حصہ بلا التعیین کے بیچتا تو جائز ہوتا و فی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ للاخر لم یجز لانہ لا یخلو اما ان باع بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم والقطع لان فیہ ضرراً بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک ہے دو مردوں میں اُنمیں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اُسنے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنے جیسا گھر ہے ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت تو جائز نہیں اسواسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہے سواے بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں اسواسطے کہ گھر کے گرانے میں اُس شریک کا ضرر ہے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا ہے اور بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہے چنانچہ عمادیہ میں صریح ہے اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنے عمارت کو ساتھ زمین کے بیچا تو اسکے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اسطرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اُسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ ادخال ایک عقد کا ہے دوسرے عقد میں و فی المفتاح شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ مشاعاً لا للاشجار وقد انتہت اوان القطع حتی لا یضر بہا القطع جاز للشریک او المشتری القطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہے کہ درخت مشترک ہیں ایک قوم میں اُنمیں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا التعیین بیچا اور حالانکہ درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کا کاٹنا ضرر نہیں کرتا تو خرید کرنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اسواسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ قطع مشتری بعد تقسیم درست ہے اور یہ حکم اُن اشجار میں ہے جنمیں قطع کرنا مقصود ہوتا ہے یعنے جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود ہوتا ہے اُنکا یہ حکم نہیں و فی النوازل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان اوان انقطاعہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد للضرر بہا اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اُسکے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ مشتری کو ضرر نہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہونچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے و فیہا باع بناء بلا ارض علی ان یترکہ المشتری البناء فالبیع فاسد کذا فی عمادیۃ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چھوڑے یعنے بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیۃ مسائل شیوع کی تیسوین فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہوگئے پہلا مسئلہ فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرا واقعات میں والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام وطاحون وعبد ودابۃ حیث یجوز بیع حصتہ اتفاقاً کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہے مگر خلط اور اُس اختلاط کی صورت میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہوا تو اُسکی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر ہر دانہ میں بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام اور جانور مشترک کے اسواسطے کہ انمیں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنے فتاوے میں ہم خلط بلا صنعت کی صورت یہ ہے مثلاً کہ تھیلی پھٹکر باہم مل گئے یا تھیلیاں پھٹ گئیں گیہوں یا جو مختلط ہوگئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط میں اسکی تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ وہی نافعۃ ابتلی بہا القضاء پھر ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع کی قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہے اپنی ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور ایسا ہی کا رسالہ مہ

[illegible]

فی الاشباہ الشرکۃ میں ہے اور وہ رسالہ ہر شخص کو نافع ہے جو مبتلا بافتا ہو یعنی مفتی کو مفید ہے یہ رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہے کذا فی النہر وزاد الواقی محشی الدرر الشفعۃ ایضاً فراجعہ اور وانی محشی درر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہے خلط و اختلاط پر تو انکی طرف مراجعت کر حاشیہ مذکورہ کی عبارت کا مطلب ہے کہ استثنا صورت خلط و اختلاط پر اور اس وارد ہے کہ مصنف کو لائق تھا کہ استثنا صورت شفعہ کا بھی شمار کرتا اسواسطے کہ اگر دو شخص وارث ہوں زمین کے تو ایک وارث کو اپنا حصہ زمین کا غیر شریک سے بیچنا جائز نہیں بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبۃ شریکہ ففی بیت وخادم وارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعہا الزرع والا لا بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث والثلاثین من الفصولین اور فائدہ علیہا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت میں ہو بیت و خادم و زمین میں تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور وغیرہ کے مانند کے اور اسکا پورا بیان فصولین کی تینتیسویں فصل میں ہے مترجم موی نے کہا جانور مشترک پر سوار ہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری میں تفاوت ہوتا ہے یعنی سوار کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہیں ہوتی اور ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہے اور علما نے کہا ہے کہ مشترک لونڈی ایک دن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی اب چند مسائل مہایاۃ کے بمناسبت مقام مذکور ہوتے ہیں جنکو مفتی ابو السعود نے سعدیہ سے نقل کیا ہے مہایاۃ وہ عبارت ہے باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ میں سو معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندھنا منافع مشترکہ میں جائز ہے بنا بر استحسان کے اور اسمیں قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہ کہ قسمت اقوی ہے تکمیل منفعت میں اسواسطے کہ اسمیں منافع کا اجتماع ہے زمانہ میں اور مہایاۃ میں اجتماع منافع علی التعاقب ہے اور مہایاۃ باطل نہیں ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہیں کہ انکا ابطال ہو جاتا ہے موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہے اور کوئی ایسا عقد نہیں جسکا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوائے مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہے ایک مہایاۃ اس چیز میں ہے جو اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہے اور اختلاف مستعمل سے مختلف نہیں تو یہ قسم صحیح ہے چنانچہ ایک گھر دو شخصوں میں مشترک ہے سو انہوں نے آپس میں قرار دیا کہ بعض مکان میں ایک رہے اور بعض میں دوسرا اسمیں بیان مدت کی کچھ حاجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ آپ اسمیں رہے یا اپنا مکان اس گھر کا کرایہ کو دے اور اگر آپس میں قرار پایا کہ ایک شخص گھر کے اوپر رہے اور دوسرا نیچے تو بھی جائز ہے دوسرے قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو اس شے کے منافع میں ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی لیکن اختلاف پذیر نہیں چنانچہ دو غلام میں یوں قرار دیا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہ جائز ہے صاحبین کے قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہیں لیکن انکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہے اسواسطے کہ جنس واحد غیر مختلف ہے تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو منافع مختلفہ میں ہے چنانچہ سواری کے دو جانوروں میں یہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونوں جانور دونوں شریکوں کی سواری میں ہیں تو یہ مہایاۃ جائز نہیں بسبب مختلف ہونے منفعت دابہ کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بھی جائز نہیں بخلاف عبد واحد اسواسطے کہ یہ سوار ہونا مختلف ہے باعتبار حذاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہیں اسواسطے کہ غلام اپنے اختیار سے خدمت کرتا ہے یا لا یطاق کا متحمل نہیں ہوتا اور جانور سواری میں مجبور ہے اور اگر دو شریکوں نے ایک نخل یا غنم میں یہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکری میں ایک ثمن کا ایک شخص دودھ لے اور دوسرے قسم کا دوسرا شریک لے تو جائز نہیں اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہے اس سبب سے کہ انکو بقا نہیں تو قسمت ان میں متعذر ہے اور پھل اور دودھ شے موجود ہے ان میں تو بخوبی قسمت ہو سکتی ہے بعد حصول کے علاوہ اسکے اولاد اور البان متفاوت ہیں اور اعیان میں قسمت جائز نہیں الا بہ تعدیل کذا فی الطحطاوی ملخصاً اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور میں مذکور ہے کہ مشترک گھر میں ایک شریک رہا دوسرے شریک کی غیبت میں تو اسپر حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہیں اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق میں مشترک گھر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہے علی سبیل الکمال اسواسطے کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اس میں داخل ہونا اور بیٹھنا اور اسباب رکھنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہو جاویں اور حالانکہ یہ جائز نہیں پھر جب کہ گھر تو تنہا ساکن اپنی ملک میں ساکن ہوا تو اسپر کرایہ نہو گا اسواسطے کہ وہ بتاویل ملک اس میں ساکن ہوا شرکۃ عقد ای واقعۃ بسبب عقد قابلۃ للوکالۃ اور دوسرے قسم شرکت کی عقد

شرکت ہے یعنی وہ شرکت جو واقع ہو بسبب عقد کے قابل ہی واسطے وکالت کے (وَرُکْنُہَا) ای ماھیتہا (الایجاب والقبول) ولو معنی کما لو دفع لہ الفاً وقال اخرج مثلہا واشتر والربح بیننا اور رکن اسکا یعنی شرکت العقد کی ماہیت در حقیقت ایجاب و قبول ہے اگرچہ یہ ایجاب و قبول لفظی نہو بلکہ معنوی ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیے اور کہا کہ تو بھی ایسے ہزار درہم نکال اور اشیاء تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہے جبکہ دوسرے شخص نے درہم مذکورہ کو لیا اور تجارت کی تو بھی قیاس کے خلاف تو شرکت منعقد ہو گئی کذا فی البحر (وشرطہا) ای شرکۃ العقد (کون المعقود علیہ قابلاً للوکالۃ فلا تصح فی مباح کاحتطاب) اور شرکت العقد کی شرط یہ ہے کہ معقود علیہ کا قابل وکالت کے ہو تو صحیح نہیں شرکت مباح میں جیسے جنگل کی لکڑیاں اور تمام معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اس میں قابلیت وکالت ہونا شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونوں شریک حاصل کریں وہ دونوں میں مشترک واقع ہو تو فاعل کے واسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کے واسطے بطریق وکالت کے تو مباحات میں حاصل نہوگی چنانچہ جنگل کی لکڑیوں اور گھاس اور شکار میں اسواسطے کہ توکیل انمیں صحیح نہیں تو مباحات کو جو شخص حاصل کرے گا وہی بالخصوص اسکا مالک ہوگا نہ اسکا شریک کذا فی شرح الزیلعی (و) عدم (ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما) لانہ قد لا یربح غیر المسمی (وحکمہا الشرکۃ فی الربح) اور شرکت العقد کی دوسری شرط نہونا اسکا جو قاطع ہے شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کے واسطے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ سواے منفعت معینہ کے نہو اور حالانکہ حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعۃ ہے مثلاً زید اور خالد شریک ہیں تجارت میں اور زید نے ہزار روپے دیے اور خالد سے کہا کہ مجھکو دو یا چار روپیہ ماہوار دیا کرنا تو یہ شرط نا جائز ہے اور مفسد شرکت ہے اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت نہوئی تو خالد منفعت سے بے نصیب بالکل فائدہ نہوا فتاوی عالمگیری میں جامع سے منقول ہے کہ شرکت العقد کی یہ شرط ہے کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت ہے اور یہ شرط ہے کہ فائدہ جزء شائع ہو فی الجملہ معین یعنی شریک اپنے واسطے منفعت نصف یا ثلث لے لیا تہائی ہو اور اگر دس یا سو درہم کی تعیین ہوگی تو شرکت فاسد ہو جائے گی (وَھِیَ) ای شرکۃ العقد (اربعۃ مُفَاوَضَۃٌ وَعِنَانٌ وتقبلٌ ووجوہٌ وکلٌّ من الاخیرین یکون مفاوضۃً وعناناً کما سیجیء) اور شرکۃ العقد چار قسم پر ہے ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسموں سے مفاوضہ اور عنان بھی ہوتی ہے چنانچہ آویگا اور بحر الرائق میں کہا کہ زیلعی نے شرکت کو چھ قسم کیا ہے اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہے یا شرکت بالاعمال ہے یا شرکت بالوجوہ ہے اور ہر ایک دو قسم ہے مفاوضہ و عنان اور یہی تقسیم بہتر ہے اور اسکو طحاوی اور کرخی نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ چار قسم کرنا جیسا کہ شارح نے کیا ہے اسکا موہم ہے کہ آخرین یعنی تقبل و وجوہ میں مفاوضہ و عنان نہیں ہوتی انتہی اور عالمگیری میں ذخیرہ سے بھی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہیں (اَمّا مفاوضۃٌ) من التفویض بمعنی المساواۃ (فی کل شیٔ) اور شرکۃ العقد بالمفاوضہ ہے اور مفاوضہ مشتق ہے تفویض سے اور تفویض بمعنی مساواۃ ہے یعنی ہر چیز میں برابر ہونا اور مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہے کہ مزید بھی مزید سے مشتق ہوتا ہے اور یہ خلاف مشہور ہے کذا فی شرح الملتقی فائق میں کہا کہ مفاوضہ عبارت ہے اشتراک فی کل شیٔ اور مساوات سے لہذا ہدایہ میں کہا چونکہ یہ شرکت عام جمیع تجارات میں ہے اور تفویض کرتا ہے ہر شریک دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اسواسطے یہ عقد مسمی بمفاوضہ ہے لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ میں ہر چیز کی مساوات لازم نہیں ہے اسواسطے کہ زیادتی ایک شریک کی دوسرے پر جائز زمین اور اسباب کے مفسد شرکت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہے فوض بمعنی انتشار اور اشتہار سے چونکہ یہ عقد جمیع تصرفات کے انتشار اور ظہور پر مبنی ہے لہذا اسکو مفاوضہ کہا (ان تضمنت وکالۃ وکفالۃ) لتحقق الوکالۃ بالمجہول ضمناً لا قصداً (شرکۃ) یعنی مفاوضہ ہے اگر وہ وکالت اور ضمانت کی متضمن ہے بسبب صحیح ہونے مجہول کے وکالت کے ضمناً قصداً نہیں یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہیں تو لازم ہے کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصداً البتہ صحیح نہیں لیکن ضمناً صحیح ہے چنانچہ مضاربت صحیح ہے باوجود جہالت کے اسواسطے کہ مضاربت خرید مجہول کی توکیل عبارت ہے لیکن در ضمن عقد مضاربت (وتساویا مالاً) تصح بہ الشرکۃ اور شرط یہ کہ دونوں شریک اس مال میں برابر ہوں جس سے شرکت صحیح ہے سو صحت شرکت کی قید سے عروض و مستعار خارج ہو گئی کہ ان کی زیادتی مفسد مفاوضہ نہیں (وکذا ربحاً کما حققہ الوانی) اور اسی طرح منفعت میں دونوں برابر ہوں جیسا کہ وانی نے اسکی تحقیق کی ہے اور وانی نے حاشیہ درر میں کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہے مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہے لہذا فقہا نے اسکا تعرض نہیں کیا کرمی نے

[illegible]

ہی مختصر من شمولہ فمن ادعی صحت مفاوضہ کما ہی کہ دونوں نفع میں برابر ہوں بالتفصیل کذا فی الطحطاوی وتصرفا ودینا لا دیخفی ان التساوی فی التصرف یستلزم التساوی فی الدین
اور بشرطیکہ دونوں شریک برابر ہوں تصرف اور دین میں مخفی نہیں کہ تصرف میں برابر ہونا مستلزم ہی دین کی برابری کو مع ولہذا زیلعی نے کہا کہ اختلاف فی الدین اختلاف فی التصرف
کا موجب ہی کیونکہ کافر جب شراب اور سور کو خریدیگا تو مسلم اسکی بیع پر قادر نہیں اور شرط مفاوضہ ہی کہ جمیع مشتریات شریک کی بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ وہ وکیل ہی تقاضا ویتساویان ایضا اور ہر
مسلمان دونوں کی خرید پر بھی قادر نہیں واجازہا ابو یوسف مع اختلاف الملۃ مع الکراہۃ اور ابو یوسف نے مفاوضہ جائز رکھا ہی اختلاف ملت کے ساتھ بھی کراہت کے ساتھ
اسواسطے کہ کافر عقود جائزہ سے واقف نہیں فلا تصح مفاوضۃ ولو صحت عنانا بین حر وعبد ولو مکاتبا او ماذونا وصبی بالغ ومسلم وکافر لعدم المساواۃ تو شرکت صحیح نہیں
باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح ہی باعتبار عنان درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون اور درمیان صغیر اور بالغ کے اور مسلم اور کافر کے بسبب برابر ہونے دونکے
اسواسطے کہ حر بالغ بذات خود تصرف کا مالک ہی اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور مولی مالک نہیں علی ہذا القیاس مسلم اور کافر تصرف میں برابر نہیں چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا
وانہا لا تصح بین صبیین لعدم اہلیتہما للکفالۃ ولا بین ماذونین لتفاوتہما قیمۃ اور مصنف نے اپنے کلام میں اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہیں دو نابالغوں میں بسبب انکی
عدم اہلیت کے واسطے کفالت کے اور صحیح نہیں دو ماذون غلاموں میں بسبب متفاوت ہونے دونوں کی قیمت میں یعنی جب قیمت میں برابر نہونگے تو متفاوت ہونگے برابر نہونے مالا
مفاوضہ میں ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کے واسطے ضروری ہی وکل موضع لم تصح المفاوضۃ لفقد شرطہا ولا یشترط ذلک فی العنان کان عنانا لاستجماع
شرائطہ کما سیتضح اور جس موضع میں شرکت مفاوضہ صحیح نہوئی بسبب فقدان اسکی شرط کے اور جاتا رہا وہ شرط عقود عنان میں شرط نہیں تو وہ شرکت عنان
ہوجاویگی چنانچہ مذکور ہوچکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر میں مفاوضہ صحیح نہیں لیکن عنان صحیح ہی اسکی شرائط کے جمع ہونے سے چنانچہ شرائط عنان عنقریب واضح
ہونگی وتصح المفاوضۃ بین حنفی وشافعی وان تفاوتا تصرفا فی متروک التسمیۃ لتساویہما ملۃ وولایۃ الالزام بالحجۃ ثابتۃ اور صحیح ہی شرکت مفاوضہ درمیان حنفی و شافعی کے
اگرچہ دونوں ذبیحہ متروک التسمیہ میں متفاوت ہیں باعتبار تصرف کے بسبب برابر ہونے دونوں کے ملت میں اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہی یعنی متروک التسمیہ کے مال نہ متقوم
ہونے پر دلیل قائم ہی اور ثبوت حجت کا بوسطے اتحاد ملت اور اعتقاد کے لازم ہی اسواسطے کہ شافعی المذہب کا بیگمان ہی کہ متروک التسمیہ کی خرید شافعی اور حنفی دونوں کو درست
اور حنفی کا یہ عقیدہ ہی کہ وہ دونوں کو جائز نہیں تو دونوں تصرف میں برابر ہیں اپنے اعتقاد کی راہ سے بخلاف مسلم اور ذمی کے کذا فی المنح ولا تصح الا بلفظ المفاوضۃ وان لم یعرفا معناہا
صراحۃ او بیان جمیع مقتضیاتہا ان لم یذکر لفظہا اذ العبرۃ للمعنی لا للمبنی اور شرکت مفاوضہ صحیح نہیں مگر بذکر لفظ مفاوضہ اگرچہ شریکین اسکے معنی کو نجانتے ہوں
یا اسکے جمیع مقتضیات کے بیان سے صحیح ہی اگر اسکے لفظ کو مذکور نکیا اسواسطے کہ اعتبار معنی کا ہی نہ لفظ کا مع لفظ مفاوضہ میں علم اسکے معنی کا اسواسطے نہ شرط ہوا اگرچہ معنی نجانتے ہوں
نہیں یعنی جمیع مقتضیات کا بیان اسطرح ہی کہ دو حر بالغ مسلم یا ذمیوں نے ایک دوسرے سے یوں کہا کہ میں تیرا شریک ہوا اپنے سب نقد مال میں بقدر تیری ملک کے بطریق تفویض عام
جا بجا تجارت و نقد اور نسیہ میں اور شرط کہ ہر شخص دوسرے کا ضامن ہی کذا فی البحر واذا صحت فما اشتراہ احدہما یقع مشترکا الا طعام اہلہ وکسوتہم استحسانا
لانہ المعلوم بدلالۃ الحال کالمستثنی لفظا والمقام ارادہ بالمستثنی ما کان من حوائجہ ولو جاریۃ للوطی باذن شریکہ کما سیجیء اور جبکہ شرکت مفاوضہ با جمیع شرائط مذکورہ صحیح ہوئی تو جس
چیز کو ایک شریک خریدیگا وہ مشترک واقع ہوگی مگر اپنے اہل و عیال کا طعام اور لباس خرید کر نا مشترک نہیں بنا بر استحسان کے اسواسطے کہ جو چیز کہ بدلالت حال معلوم ہی وہ بمنزلہ مستثنی
لفظی کے ہی اور مصنف نے طعام اور لباس مستثنی سے جمیع حاجات ضروریہ کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کیواسطے اپنے شریک کے اذن سے چنانچہ فصل آئندہ میں آویگا
مانند خدمت ہو اور دونوں شریک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خرید کریگا تو لونڈی غیر مشترک ہوگی وللبائع مطالبۃ ایہما شاء بثمنہما ای الطعام والکسوۃ ویرجع الآخر
علی المشتری بقدر حصتہ ان ادی من مال الشرکۃ اور بائع کو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہی دونوں میں سے جس سے چاہے خواہ مشتری سے بالاصالۃ خواہ اسکے شریک سے بالکفالۃ
اور دوسرا شریک مشتری سے بھرلے جو اسنے قیمت ادا کی بقدر اسکے حصے کے اگر اسنے شرکت کے مال سے ادا کی ہوگی ہم اگر غیر شرکت کے مال سے قیمت ادا کی تو رجوع نکریگا اور شرکت مفاوضہ
باطل ہوگی اگر مال ہووے کسی من جنس سے ہو جس سے شرکت صحیح ہی اسواسطے کہ اس مال کے قبض ہونے سے ہمیشگی ملک میں اسکا نہ رہا وہ ہوگیا مساوات مشروطہ باقی نرہی اور اگر مال ہووے جنس شرکت نہیں

چنانچہ عرض تو مفاوضہ باطل نہین کذا فی الطحطاوی وکل دین لزم احدھما بتجارۃ واستقراض وغصب واستہلاک وکفالۃ بمال بامرہ لزم الاخر ولو لزومہ باقرارہ او وجوب تو ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت و قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کی ضامنی سے مکفول لہ کے امر سے تو وہ دین دوسرے شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم شریک کا اقرار سے ہو مصنف نے کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلا امر سے اسکے شریک پر دین لازم نہین چنانچہ کفالت نفس مین شریک بالاجماع ماخوذ نہین کذا فی الملتقی وشرحہ الا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو معتدتہ فیلزمہ خاصۃ کمہر وخلع وجنایۃ وکل ما لا تصح الشرکۃ فیہ مگر جبکہ شریک نے دین کا اقرار کیا اُس شخص کے واسطے جسکے حق مین اُسکی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو یہ دین اسیکو لازم ہوگا بالخصوص نہ اسکے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایات اور وہ چیز جسمین شرکت صحیح نہین [illegible] کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقارب لازم نہین اسواسطے کہ یہ دیون ایسی چیز کے بدل ہین جسمین اشتراک صحیح نہین تو یہ لازم نہین مگر سبب شرکت کے۔ وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدھما فلہ تحلیف الاخر ولو ادعی علی الغائب لہ تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم لہ تحلیفہ البتۃ ولوالجیۃ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورت انکار و عدم بینہ اور اگر مدعی نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کو قسم دینا جائز ہے اسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اُس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر کے علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کا فعل ہے بخلاف غائب کے اسپر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے۔ وبطلت ان وھب لاحدھما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ مما مر ووصل الیہ ولو بصدقۃ او ایصاء لفوات المساواۃ بقاء وھی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جاے گی اگر ایک شریک نے ہبہ اور وراثت مین وہ چیز پائی جسمین شرکت صحیح ہے مثل نقد وغیرہ کے چنانچہ اسکا ذکر ہوگا اور حالانکہ ہبہ موہوب اور مورث اسکے ہاتھ مین پہونچ گئی اگرچہ وصول بواسطے خیرات اور کسیکی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے من حیث البقاء اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے یہ اسواسطے کہ عقود غیر لازمہ مین بقا در حکم ابتدا ہے طحطاوی۔ ذکر ظاہر کلام زیلعی اسکا مقتضی ہے کہ میراث مین قبضہ ہونا شرط بطلان نہین بلکہ جب میراث نقدین کی دین ہو لا تبطل یعنی ملک لا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار باطل نہین ہوتی شرکت مفاوضہ اُس چیز کے قبض سے جسمین شرکت صحیح نہین مثل اسباب اور زمین واذا بطلت بما ذکر صارت عنانا ای تنقلب الیہا اور جبکہ شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی بسبب اسکے جو مذکور ہوچکا تو شرکت عنان ہوگئی یعنی مفاوضہ منقلب ہوکر عنان بن گئی بسبب امکان کے اسواسطے کہ مساوات اسمین شرط نہین کذا فی المنح ولا تصح مفاوضۃ وعنان ذکر فیہما المال والا فہما تقبل ووجوہ بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ ای ذہب وفضۃ لم یضربا اذا جری مجری النقود التعامل بہما والا فکعرض ومر اور صحیح نہین شرکت مفاوضہ اور عنان سوائے نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے چاندی کی ڈلی کے جبکہ بجائے نقود معاملات مین چلتی ہون اور اگر بجاے دراہم اور دنانیر رائج نہون تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے شارح نے کہا سوائے نقد وغیرہ کے وہ شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہین جنمین مال مذکور ہوا اور اگر مال مذکور نہین تو مفاوضہ اور عنان در ضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہونگی تبر بکسر اول سے نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف و نشر مرتب وصحت بعرض ھو المتاع غیر النقدین ویحرک قاموس ان باع کل منہما نصف عرضہ بنصف عرض الاخر ثم عقداہا مفاوضۃ او عنانا وھذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت اموال صحیح ہے اسباب سے اگر بیع کرے ہر شخص دونون مین سے اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونون شرکت کو منعقد کرین خواہ شرکت مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہو جانے شرکت کے بعوض اسباب سے عرض بالفتح عبارت ہے اُس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوا ہے اور تحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس۔ جب ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونون قیمت مین شریک ہوگئے بشرکت ملک تو جائز نہین ایک کو دوسرے کے حصے مین تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال شرکۃ العقد ہوگئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ مین تصرف جائز ہوگیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی قید ہے اسواسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کیے کہ شرکت منعقد کرے گا عرض مبیع مین تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے کافی ہے وھذا ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الاخر اتفاقی اور [illegible]

عرض کو نصف عرض سے بیع کرنا شوقت ہے جب دونون کے اسباب برابر ہون قیمت مین اور اگر قیمت مین تفاوت ہون تو کم قیمت والا اسقدر اپنا اسباب بیع کرے جس سے شرکت ہوجاوے کذا صرح ابن کمال تو مصنف کا یہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہے مثلا ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہے اور دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہے تو صاحب اقل اپنے اسباب کی دو تہائیان بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیع کرے تو تمام مال دونون مین تین ثلث ہوگا دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب اقل کا پھر دونون شخص شرکت کو منعقد کرین تو منفعت دونون مین بقدر ملک کے ہوگی کذا فی المنح اور جسقدر دوسرے کا اسباب زیادہ رہے گا وہ مفسد شرکت نہین سو واسطے کہ ملک اسباب سے بطل شرکت نہین اور نصف عرض کی قید یا قصدی یا اتفاقی ہے یا قصدی تا معاوضہ اور عنان دونون کو شامل ہے سو واسطے کہ معاوضہ مین تساوی شرط ہے نہ عنان مین کذا فی الطحطاوی ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ اور شرکت صحیح نہین غائب کے مال اور دین سے خواہ شرکت معاوضہ ہو یا عنان بسبب متعذر ہونے کے موجب شرکت پر یعنی جب دونون مال یا ایک مال حاضر نہوا تو دونون مین منفعت کا ہونا متعذر ہے شلبی نے اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرط کی شرط نہین بلکہ خرید کے وقت مال کا ہونا شرط ہے بسبب حصول مقصود کے واما عنان بالکسر وتفتح اور یا شرکت عنان بالکسر ہے اور فتحہ عین کا بھی جائز ہے اما عنان عطف اما مفاوضۃ پر یہ بیان ہے شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہے یعنی پیش آمد اور سامنا ہونا سو جبکہ ایک شریک نے دوسرے کو اسکا اختیار دیا کہ خرید کرے جو اسکے سامنے آوے لہذا یہ شرکت مسمی بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہے عنان الفرس سے سو واسطے کہ ہر شریک نے اپنے بعض مال کی عنان تصرف دوسرے شریک کو دی ان تضمنت وکالۃ فقط بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہے اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہ بیان ہے اسکی شرط کا مع ظاہر قید فقط کی اسکو مقتضی ہے کہ تضمن کفالت سے عنان منعقد نہین ہوتی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھ باقی شروط مفاوضہ موجود ہین تو شرکت مفاوضہ ہے والا پس یہ ہے کہ عنان منعقد ہوا اور فقہا کے اس قول کا کہ عنان کفالت منعقد نہین ہوتی یہ مطلب ہے کہ ذکر کفالت عنان مین شرط نہین اور یہ نہین کہ عدم ذکر کفالت شرط ہے کذا فی البحر فتصح من اہل التوکیل کصبی ومعتوہ یعقل البیع وان لم یکن اہلا للکفالۃ لکونہا لا تقتضی الکفالۃ تو شرکت عنان صحیح ہے اہل توکیل سے چنانچہ صغیر اور اس ناقص العقل سے جو بیع کو سمجھتا ہے اگرچہ وہ ضمانت کی لیاقت نرکھتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہین ہے اہل توکیل رجال اور نسا اور بالغ اور صغیر ماذون اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سبکو شامل ہے کذا فی العالمگیریۃ تو ان سب مذکورین مین شرکت عنان صحیح ہے بل وکالۃ ولذا تصح عامۃ وخاصۃ ومطلقۃ ومؤقتۃ بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہے اور اسیواسطے عنان صحیح ہے عام اور خاص ہوکر اور مطلق اور موقت ہوکر یعنی چونکہ عنان وکالت پر مبنی ہے اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہے تو عنان بھی اسیطرح صحیح ہے ومع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ اور عنان صحیح ہے مال کی زیادتی کے ساتھ بلا زیادتی منفعت اور اسکے بالعکس یعنی تفاضل منفعت نہ مال مین ہم دونون شریکونکا مال برابر ہو یا کم وبیش اور نفع دونون مین برابر ہو یا کم وبیش خواہ دونون تجارت کرین یا ایک بہر صورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے واسطے مشروط ہو تو یہ جائز نہین کیونکہ شرکت نہین قرض ہوگیا اگر عامل کے واسطے نفع مشروط ہوا یا بضاعت ہوگئی اگر نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہوا کذا فی الطحطاوی عن النہر وببعض المال دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہے بعض مال سے نہ بعض آخر سے اسواسطے کہ مساوات عنان مین شرط نہین وبخلاف الجنس کدنانیر من احدہما ودراہم من الآخر اور عنان صحیح ہے بخلاف الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیان اور دوسرے شریک کی روپے ہم عنان مین تخصیص خلاف جنس اسکے موہم ہے کہ شرکت مفاوضہ مین یہ جائز نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت مین برابر ہین تو معاوضہ جائز ہے والا عنان صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الخزانۃ وبخلاف الوصف کبیض وسود وان تفاوتت قیمتہما اور عنان صحیح ہے مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونون کی قیمت متفاوت ہو والربح علی ما شرطا اور نفع دونون شریکون کی شرط کے موافق ہوگا ومع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال فلم یشترط مساواۃ واتحاد وخلط اور عنان صحیح ہے ساتھ عدم خلط دونون مالون کے بسبب مستند ہونے نفع کے شرکت کے عقد کیطرف نہ مال کیطرف تو مشروط نہین مساوات اور اتحاد اور خلط ہم عدم مساوات مع التفاضل پر متفرع ہے اور عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہے اور عدم خلط مع عدم خلط پر متفرع ہے ویطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ اور فقط مشتری سے

مطالبہ قیمت کا کیا جائے گا اسلئے کہ شریک سے بسبب ثمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن ان ادی من مال نفسہ ای مع بقاء مال الشرکۃ والا فالشراء لہ خاصۃ لئلا یصیر مستدینا علی مال الشرکۃ بلا اذن۔ شعر اور شریک مشتری قیمت بھر لے اپنے شریک سے بقدر اسکے حصے کے اگر مشتری نے قیمت اپنی نقد اپنی مال سے دینی باوجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہیں رہا بلکہ مثلا اعیان اور متاع کے ہو گیا ہے تو خرید کرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہو گا تا نہو شریک مشتری قرض کرنیوالا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک شریک نے کوئی چیز خریدی اور شرکت کا مال نقد ہنوز موجود ہے تو شریک سے قیمت بھر لے بقدر اسکے حصے کے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش مشترک ہے اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے ادھار خریدی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہی ہوسکے گا کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے گا کہ اسنے شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہیں کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ بھلاک المالین او احدھما قبل الشراء والھلاک علی مالکہ قبل الخلط وعلیھما بعدہ اور باطل ہو جاتی ہے شرکت دونوں مالوں کی ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے سے قبل خریدنے کے اور ہلاک مالک کی مال پر ہے قبل خلط کرنے دونوں مالوں کے اور دونوں شریکوں پر ہے بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدھما بمالہ وھلک بعدہ مال الآخر قبل ان یشتری بہ شیئا فالمشتری بالفتح بینھما شرکۃ عقد علی ما شرطا ورجع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء اور اگر ایک شریک نے اپنے مال کوئی چیز خریدی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہو گیا قبل اسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہے دونوں میں شرکت عقد بموجب دونوں کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھر لے اسکے حصے کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خرید کے وقت میں طحطاوی نے کہا قیام شرکت علت ہے یعنی فالمشتری بینھما کی تو یہ کلام اسکے لئے اول مناسب تھا وان ھلک مال احدھما ثم اشتری الآخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی عقد الشرکۃ بان قالا علی ان ما اشتراہ کل منھما بمالہ ھذا یکون مشترکا بیننا فالمشتری مشترک بینھما علی ما شرطا فی اصل المال لا الربح لصیرورتھا شرکۃ ملک لبقاء الوکالۃ المصرح بھا اور اگر ایک شریک کا مال ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی تو اگر دونوں شریکوں نے وکالت کی تصریح کر دی عقد شرکت میں اس طرح کہ دونوں نے کہا کہ ہم شریک ہیں اس شرط پر کہ دونوں میں سے جو شخص اپنے مال سے خریدے گا تو وہ چیز مشترک ہے کذا فی النہر وشرح الوقایہ تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہو گی دونوں میں بموجب انکے شرط کے شرکت اصل مال میں ہو گا نہ منفعت میں بسبب ہو جانے اس شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اس وکالت کے جسکی تصریح ہو چکی ہے ایک شریک کے مال ہلاک ہونے سے شرکۃ العقد باطل ہو گئی لیکن وکالت صریحہ باقی ہے اور خرید ہوئی شے بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہو گئی سو اب کوئی شریک دوسرے کے نصیب میں تصرف نہیں کر سکتا کذا فی المنح ویرجع بحصتہ ثمنہ والا ای وان ذکرا مجرد الشرکۃ ولم یتصادقا علی الوکالۃ فیھا ابن کمال فھو لمن اشتراہ خاصۃ لان الشرکۃ لما بطلت بطل ما فی ضمنھا من الوکالۃ اور شریک مشتری اسکی قیمت کا حصہ بھر لے والا یعنی اور اگر دونوں شریکوں نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور اسمیں وکالت پر اتفاق نکیا ہو کذا صح ابن کمال تو وہ خرید ہوئی چیز اسی شخص کی مخصوص ہو گی جسنے خریدی ہے اسواسطے کہ شرکت جبکہ باطل ہو گئی بسبب ہلاک مال کے تو جو اسکے ضمن میں وکالت تھی سو بھی باطل ہو گئی وتفسد باشتراط دراھم مسماۃ من الربح لاحدھما لقطع الشرکۃ کما مر اور فاسد ہوتی ہے شرکت ایک شریک کیواسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت میں بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب میں گذر گیا کہ تعیین دراہم قاطع شرکت ہے مثلا ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درم اول دیکر باقی کو تقسیم کرونگا تو یہ شرط قطع شرکت کی موجب ہے بعض وجوہ میں کہ شاید کبھی فائدہ حاصل نہو سوائے سو درم کے تو اس صورت میں تمام نفع ایک ہی شخص کیواسطے مشروط ہو گیا تو یہ شرکت نرہی قرض یا بضاعت ہو گئی کذا فی المنح والطحطاوی لا لانہ شرط لعدم فسادھا بالشروط وظاھرہ بطلان الشرط لا الشرکۃ بمجرد مصنف شرکت فاسد ہو گئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہے بسبب نہ فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے اور ظاہر اس قول کا یعنی عدم فساد شرکت بشروط فاسدہ بطلان شرط پر دلالت کرتا ہے نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح المصنف قلت صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال بفساد الشرکۃ میں کہتا ہوں کہ تصریح کی ہے صدر الشریعۃ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود میں موجب رکاکت کا ہوا تو اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یوں کہتا کہ اس طرف صدر الشریعۃ اور ابن کمال گئے ہیں اور ضعف کے اس قول سے کہ شرکت فاسد

نہین ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر اور مصنف یہ سمجھے ہین کہ شرط تعیین درہم کی باطل ہے شرکت تو خوب وہیح تر ہوتا ویکون الربح علی قدر المال اور ہوگا نفع بقدر مال کے یعنی صورت مشترط درہم معینہ مین شریک کو نفع بقدر مال کے ملیگا اسواسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہے ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ ان یستاجر من یتجر له ویحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دو شریکون مین سے جائز ہے کہ نوکر رکھے اسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے اسواسطے کہ یہ تاجرونکی عادات ہے ویبضع یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب المال اور شریک کو جائز ہے کہ وہ مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کیواسطے مشروط ہو نہ عامل کیواسطے ہم الطحطاوی نے کہا بضاعت کے یہ معنی عرفی ہین ہمارے اعتبار لغت کے باضم یعنی شریک ہے کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویضارب لانها دون الشرکۃ فتتضمنها اور جائز ہے شریک کو امانت رکھا دے اور عاریت دے اور مال کو بطریق مضاربت کے دے اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اسکو متضمن ہے ویوکل اجنبیا ببیع وشراء ولو نهاہ المفاوض الآخر صح نهیه بحر اور جائز ہے شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر دوسرا شریک مفاوض منع کرے توکیل سے تو اسکا منع کرنا صحیح ہے کذا فی البحر ہم تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرہ ویبیع بما عز وهان خلاصہ اور جائز ہے بیع کرنا شریک کا بعوض عزیز اور ذلیل کے کذا فی البحر یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہے وبنقد ونسیئۃ بزازیۃ اور جائز ہے بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیۃ ویسافر بالمال له حمل اولا هو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان له حمل یعنی فی الاظهر شنا اور جائز ہے ہر شریک کو سفر مین لیجانا مال کا خواہ اسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضون نے کہا کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہے والا نہین کذا فی الظہیریۃ ہم تفسیر الحمل کہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا وہ محمول بلا اجرت ہے اور بعضون نے کہا کہ جو ایک ہاتھ سے اٹھ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہ ہے کہ سفر مین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے اسواسطے کہ اذن تصرف کا بمقتضاے شرکت ثابت ہے اور شرکت علی الاطلاق صادر ہوئی اور حالانکہ مطلق شی اطلاق پر جاری رہتا ہے مگر دلیل سے ومونۃ السفر والکراء من رأس المال ان لم یربح خلاصہ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہے اگر نفع نہوا ہو تجارت مین کذا فی الخلاصۃ ہم عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اسکی ذات اور طعام اور سالن کا راس المال مین سے ہے اور اگر نفع حاصل ہوا ہو تو اسمین محسوب ہو ولا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرۃ مالک نہین شریک غیر کو شریک کرنیکا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ ہم اسواسطے شریک نہین کرسکتا کہ شی اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی البدایۃ ولا الرهن الا باذنه او یکون هو العاقد فی موجب الدین اور مالک نہین شریک رہن کا مگر اپنے شریک کے اذن سے یا کہ راہن وہی عاقد ہو موجب دین مین ہم یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی تو جائز ہے اور جیسے رہن جائز نہین ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہین الا درصورت ولایت عقد کذا فی الطحطاوی عن البحر والخانیہ وحینئذ فیصح اقرارہ بالرهن والارتهان اور اسوقت مین یعنی جبکہ راہن وہی عاقد بنفسہ ہوا تو صحیح ہے اسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ والاذن بالتجارۃ وتزویج الامۃ وهذا کله لو عنانا اما المفاوض فله کل ذلك اور مالک نہین شریک غلام کے مکاتب کرنے کا اور اسکو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کردینے کا اور یہ سب جو مذکور ہوا اسوقت ہے جبکہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہ سب کچھ جائز ہے ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا انعقد عنانا بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بنا دے اگر اپنے شریک کے اذن سے ہے تو جائز ہے اور نہین تو شرکت عنان منعقد ہو جاے گی کذا فی البحر اسواسطے کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے اور شی اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے ولا یجوز لهما فی عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق ولو علی مال اور جائز نہین دونون شریکون کو عنان اور مفاوضہ مین تزویج غلام کی اور نہ اسکا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو ولا الهبۃ ای الثوب ونحوہ فلم یجز فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکهۃ اور نہ شریکون کو ہبہ کرنا جائز ہے یعنی کپڑا اور اسکے مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہین اور اگر ہبہ کرے گا تو اپنے شریک کے حصہ مین جائز نہوگا اور جائز ہے ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوے کے خلاصہ یہ ہے کہ چاندی سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہین اور ماکولات کا ہبہ درست ہے ولا القرض الا باذن شریکہ اذنا صریحا فیه ہم اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے اذن سے ایسا اذن

جو سچ ہی قرض مین کذا فی السراج وفیہ اما قال له اعمل برأیك فله كل التجارة الا القرض والهبة در سراج مین ہی جبکہ ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ اپنی
ہی تجویز کے موافق تو اسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہی سوا قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے رہن اور ارتہان اور سفر اور خلط مال اور غیر کے مال سے شرکت
کرنا جائز ہی مگر قرض اور ہبہ درست نہین کذا فی البحر وكذا كل ما كان اتلافا للمال او كان تمليكا للمال بغير عوض لان الشركة وضعت للاسترباح وتوابعه وما ليس كذلك
لا ينتظمه عقدها اور اسیطرح قرض کے مانند ہی جسمین مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اسواسطے کہ شرکت موضوع ہی واسطے طلب منفعت و توابع
منفعت کے اور جو کام ایسا نہین اسکو عقد شرکت منتظم نہین وصح بيع شريك مفاوض ممن ترد شهادته له كابنه وابيه وينفذ على المفاوضة اجماعا اور صحیح ہی شریک مفاوض کی
بیع اس شخص سے جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اسکا بیٹا اور باپ اور یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی بالاجماع لا يصح اقراره بدين فلا ينفذ على المفاوضة
عنده بزازية صحیح نہین اسکا اقرار دین کا تو یہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ یعنی اگر شریک مفاوض نے مثلا اقرار کیا کہ مینے اپنے بیٹے
یا باپ سے قرض لیا ہی تو یہ اقرار غیر صحیح شرکت پر جاری نہوگا في الخلاصة اقر شريك العنان بجارية لم يجز في حصة شريكه اور خلاصہ مین ہی اقرار کیا شریک عنان نے
ایک لونڈی کا تو جائز نہین اسکے شریک کے حصہ مین یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہی سو اسنے اقرار کیا کہ یہ لونڈی فلانے شخص کی ہی تو یہ اقرار اسکے شریک کے
نصیب مین جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان ولو باع احدهما ليس للآخر اخذ ثمنه ولا الخصومة فيما باعه او اداناه اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو
اسکی قیمت لینا جائز نہین اور نہ اسکے بیع اور ادھار مین خصومت جائز ہی یعنی جس مال کو شریک نے بطور قرض دیا اسمین شریک ثانی خصومت نہین کرسکتا وهو اي
الشريك امين في المال فيقبل قوله بيمينه في مقدار الربح والخسران والضياع والدفع لشريكه ولو ادعاه بعد موته كما في البحر مستندا لما في وكالة الولوالجية
كل من حكى امرا لا يملك استينافه ان فيه ايجاب الضمان على الغير لا يصدق وان فيه نفي الضمان عن نفسه صدق بحر فليحفظ هذا الضابط اور وہ یعنی شریک خواہ شریک
عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی المحیط اوی امانتدار ہی مال مین تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ مقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے شریک کے دینے مین
اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنے شریک کے موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق مین ہی وکالت ولوالجیہ سے استدلال کرکے کہ جس شخص نے حکایت کی اس امر کی جسکے استیناف کا وہ مالک نہین اگر اسمین ایجاب ضمان ہوتا
ہو غیر پر تو اسکی تصدیق نہوگی اور اگر اس حکایت مین نفی ضمان کی ہو اپنے ذات سے تو اسکے تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہی
کہ اگر اپنے شریک کو دفع مال کا دعوی کیا تو اسکا قول مع الیمین معتبر ہی خواہ یہ دعوی شریک کی حیات مین ہو یا موت مین اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ مین اسکا مفید ہی اسواسطے کہ انھنے
کہا کہ اگر قبض ودیعت کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مر گیا سو وکیل نے کہا کہ مینے قبضہ کیا اوسکی حیات مین اور وہ چیز ہلاک ہوگئی اور وارث اسکے منکر ہین یا وکیل نے کہا کہ مینے ودیعت موکل کو دی
تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین کیواسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے دونو موضع مین اس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہین لیکن وکیل بقبض ودیعت نفی ضمان
کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہی بنابر اسکی تصدیق ہوگی اور وکیل بقبض دین کا ضمان ہر موکل پر ہی تو اسکی تصدیق نہوگی انتہی ملخصا کذا فی المنح ويضمن بالتعدي وهذا حكم الامانات اور ضمان
دیگا شریک بسبب تعدی کے اور یہی حکم ہی امانات کا یعنی امانتدار پر ضمان نہین مگر تعدی سے وفي الخانية التقييد بالمكان صحيح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصة شريكه اور خانیہ مین ہی
کہ قید کرنا شرکت کا ساتھ مکان کے صحیح ہی تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا بعد وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی کے
وفي الاشباه نهى احدهما شريكه عن الخروج وعن بيع النسيئة صح اور اشباہ مین ہی کہ ایک شریک نے نہی کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور ادھار بیچنے سے تو یہی جائز ہی یعنی اگر اسکے خلاف کریگا
اور مال تلف ہوگا تو ضامن ہوگا كما يضمن الشريك عنانا او مفاوضة بموته مجهلا نصيب صاحبه على المذهب والقول بخلافه غلط كما في وقف الخانية وسيجيء في الوديعة خلافا
للاشباه چنانچہ ضامن ہوتا ہی شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر بسبب مر جانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے اپنے شریک کے مال کا جو اسکے پاس ہی حال
نہ بیان کیا تو اسپر ضمان ہی بنابر مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہی کما فی وقف الخانیہ اور کتاب الودیعۃ مین اسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کے ہم اشباہ کی کتاب الامانات مین
ہی کہ جو مفاوض جاہل مر گیا اور اسنے بیان نکیا اس مال کا جو اسکے پاس ہی تو اسپر ضمان نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہی فروع مسائل ملتقطۃ فی المحیط

قد وقعت حادثتان الاولیٰ نهاه عن البیع نسیئۃ فباع فاجیبت بنفاذه فی حصته وتوقفه فی حصۃ شریکه فان اجاز فالربح لهما محیط میں ہے کہ دو حادثے واقع ہوئے
پہلا حادثہ یہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو ادھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے ادھار بیع کی تو یہ جواب دیا بیع کے نافذ ہونے کا اسکے حصہ میں اور موقوف ہونے بیع کا اسکے شریک کے
حصے میں پھر اگر شریک اپنے حصہ کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع انکا دونوں کے واسطے ہے یعنی اگر جائز نہ رکھیگا تو اسکے حصہ کی بیع باطل ہے والثانیۃ نهاه عن الاخراج فخرج ثم ربح فاجیبت انہ
غاصب حصۃ شریکه بالاخراج فینبغی ان لا یکون الربح علی الشرط انتهی ومقتضاه فساد الشرکۃ نهر دوسرا حادثہ یہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لیجانے سے
سو شریک باہر نکالا یعنی مال لیکر پھر اسکو منفعت حاصل ہوئی تو یہ جواب دیا کہ وہ اپنے شریک کے حصے کا غاصب ہے بسبب اخراج کے سو لائق ہے کہ نفع موافق شرط کے مشترک نہو انتہی اور مقتضی
جواب کا فساد شرکت ہے کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ شرکت غصب کیطرف منتقل ہوئی وفیه وتفرع علی کونه امانۃ ما سئل قارئ الهدایۃ عن طلب محاسبۃ شریکه فاجاب
لا یلزم بالتفصیل وهو مثل المضارب والوصی والمتولی نهر وقضاۃ زماننا لیس لهم قصد بالمحاسبۃ الا الوصول الی سحت المحصول اور نہر الفائق میں ہے کہ متفرع ہے مال شرکت کے امانت ہونے
پر وہ مسئلہ جسکا سوال ہوا قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب دینا تفصیل لازم نکیا جائیگا یعنی جو شریک امین ہے تو نقصان
اسی کا قول مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب اور یتیم کا وصی اور متولی وقف ہے کذا فی النہر اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے غرض حرام کی طرف پہنچنے کے ارادہ نہیں سوا
حرام ملنے کے ہم حلبی نے کہا یہ سب عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو نلاتا کہ لفظ فی کافی ہے لو اخر میں انتہی کہتا وما یتقبل وتسمی شرکۃ صنائع واعمال وابدان
اور یا شرکت تقبل ہے اور اسکو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں ہم شرکت تقبل اسواسطے کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے اور اپنے شریک کیطرف ڈالدیتا ہے
اور شرکت صنائع اسواسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال اور ابدان اسواسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل کرتے ہیں غالبا اگرچہ دونوں کو عمل کرنا
لازم نہیں ان اتفق صانعان خیاطان وخیاط وصباغ فلا یلزم اتحاد صنعۃ ومکان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقها یا شرکت تقبل ہے اگر متفق ہوں دو اہل حرفہ یعنی دو درزی
یا درزی اور رنگریز اس پر کہ ان اعمال کو قبول کریں جنکا استحقاق ممکن ہے اور جب خیاط اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد حرفہ اور اتحاد مکان شرکا لازم نہیں شرکت میں
ہم امکان استحقاق عمل کی قید سے ان اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے چنانچہ دلالی اور یہ ضرور ہے کہ عمل حلال ہو نہ حرام اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ
ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کسی کا کپڑا لے اور قطع کرکے دوسرے خیاط کو دے سینے کیواسطے تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی ومنه تعلیم کتابۃ وقرآن وفقه علی المفتی به
اور منجملہ عمل حلال جسکا استحقاق عقد سے ممکن ہے تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہے بموجب قول مفتی بہ کے ہم متاخرین کے نزدیک اسپر فتویٰ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا صحیح ہے بخلاف
شرکۃ دلالین ومغنین وشهود محاکم وقراء مجالس وتعازی ووعاظ وسوال لان التوکیل بالسوال لا یصح قنیه واشباه بخلاف دلالوں کی شرکت اور گویوں کی شرکت اور محکموں
کے گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کے قاریوں کی شرکت اور واعظوں کی شرکت اور سائلوں کی شرکت کے اسواسطے سائلوں کی شرکت جائز نہیں کہ سوال کرنے کیواسطے وکیل کرنا
صحیح نہیں کذا فی القنیہ والاشباہ ہم شرکت دلالین اسواسطے صحیح نہیں کہ دلالی کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں بلا بیان مدت کذا فی المجتبیٰ اور مغنی یعنی گویوں کی شرکت اسواسطے صحیح نہیں
کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اسواسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت قرآن خوانوں کی مجالس اور ماتم کے مکانوں میں بطریق قرات زمزمہ یعنی گنگری سے پڑھنا
صحیح نہیں اسواسطے کہ ممکن الاستحقاق نہیں اور شرکت واعظین بھی بسبب عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت ہے مراد ماتم ہے جو اموات کیواسطے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ویکون
الکسب بینهما علی ما شرطا مطلقا فی الاصح لانه لیس بربح بل بدل عمل فصح تقویمه اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں بموجب انکی شرط کے مطلقا قول
اصح میں اسواسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہے تو اسکی تقویم صحیح ہے ہم اگرچہ عمل بدلنا صفۃ مشروط ہوا اور مال اثلاث یعنی ایک ثلث ایک شریک کا اور دو ثلث دوسرے
شریک کے تو بھی صحیح ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت میں داخل نہیں اسواسطے کہ منفعت ہوتی ہے جنس کے اتحاد کے
وقت یعنی جبکہ راس المال اور منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ راس المال یہاں عمل ہے اور منفعت مال ہے تو یہ مال
عمل کا بدلا ہوا اور عمل تقویم پذیر ہے یعنی عمل قلیل کی تقویم مال کثیر سے صحیح ہے چنانچہ ایک شخص کو مزدور ٹھہرایا اجرت مثل سے زیادہ دے کر بخلاف شرکۃ الوجوه کہ اسمیں بھی اور

زیادتی منفعت کی صحیح نہیں بموجب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی المنح وکل ما تقبله احدهما یلزمهما وعلی هذا الاصل فیطالب کل واحد منهما بالعمل ویطالب کل منهما بالاجر ویبرأ دافعها بالدفع الیه او الی احدهما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا تو دونوں پر وہ لازم ہوجائیگا اور بموجب اسی قاعدہ کے تو مطالبہ عمل کا کیا جائے ہر شریک سے اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کرے گا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک شریک کو دے کر والحاصل عن اجر عمل احدهما بینهما علی الشرط ولو الآخر مریضا او مسافرا او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا عمل القابل الا تری ان القصار لو استعان بغیره او استاجره استحق الاجر بزازیة اور جو مزدوری ایک شریک کے کام کرنے سے حاصل ہوگی وہ دونوں میں منقسم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار رہا ہو یا سفر میں ہو یا عمدا بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اسواسطے کہ شرط مطلق عمل ہے کسی شریک کا عمل ہونا بالخصوص قبول کرنیوالے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسیکو مزدوری لگاوے تو اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی البزازیة واما الوجه الرابع وجوہ شرکة العقد اور یا شرکة الوجوه یہ چوتھی قسم ہے شرکة العقد کے قسموں میں سے شرکة الوجوه ہو اسواسطے اسکا نام ہوا کہ ادھار خرید کرنا بدون وجاہت کے نہیں ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگوں میں ہوتا ہے اسی کے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی المنح ان عقداها بلا مال علی ان یشتریا نوعا او انواعا بوجوههما ای بسبب وجاهتهما ویبیعا فما حصل بالبیع یدفعان منه ثمن ما اشتریا بالنسیئة وما بقی بینهما اور یا شرکت الوجوہ ہے اگر دونوں شریکوں نے باہم یہ قبول کیا ہو بدون مال کے اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت اور اعتبار سے اور بیچیں پھر بیع سے جو حاصل ہو اس میں سے قیمت اسکی دیں جسکو ادھار خرید کر لیا اور جو باقی رہے بعد ادائے قیمت کے دونوں میں منقسم ہو سو شرکة الوجوه یہ کہ دو شریک ہوں اور انکے پاس مال نہیں لیکن لوگوں میں انکی وجاہت ہے سو دونوں کہیں کہ ہم شریک ہوئے اسپر کہ ادھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالی نفع دے وہ ہمارے مابین منقسم ہو بموجب اسی شرط کے کذا فی العالمگیریة عن البدائع ویکون کل منهما من التقبل والوجوه عنانا ومفاوضة ایضا بشرطه السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے ہم شرکت تقبل میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ یا معنی مفاوضہ ذکر کریں اس شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ مال کو قبول کریں اور ضامن ہوں عمل کے برابر اور نفع اور نقصان میں متساوی ہوں اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقات شرکت میں اور اگر عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خرید کریں وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور ہر شخص پر اسکی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ ذکر کریں یا اسکے مقتضیات کو تو اثمان اور مبیعات میں وکالت اور کفالت متحقق ہوگی پھر اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہوجائے گی کذا فی العالمگیریة عن الفتح والمحیط واذا اطلقت کانت عنانا اور اگر شرکت تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب کثرت رواج عنان کے وتتضمن شرکة کل من التقبل والوجوه الوکالة لاعتبارها فی جمیع انواع الشرکة اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ سے وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والکفالة ایضا اذا کانت مفاوضة بشرطها اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جبکہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اسکی شرط کے خلاصہ یہ ہے کہ شرکت مذکورہ میں وکالت کا ہونا بہر صورت ضروری ہے اور کفالت درصورت مفاوضہ والربح فیهما علی ما شرطا من مناصفة المشتری بفتح الراء او مثالثته لیکون الربح بقدر الملک لئلا یودی الی ربح ما لم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکة الوجوه میں نفع بقدر شرط شریکین کے ہوگا خرید کی چیز میں مناصفہ ہو یا مثالثہ یعنی اگر دونوں شریکوں نے آدہوں آدہ خرید کی ہو تو نفع بھی آدہوں آدہ ہوگا اور اگر ایک شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو اسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اسکے نفع کے طرف نوبت نہ پہونچے جسکا شخص ضامن نہیں بخلاف اس شرکة العنان کے جو شرکة الاموال میں ہوتی ہے کہ اسمیں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا حاصل خلاصہ یہ ہے کہ نفع شرکة الوجوه میں تابع خرید کی چیز کے ہے اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکة الوجوه میں زیادہ نفع شرط کرے گا تو شرط باطل ہے تو نفع دونوں میں بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز ادھار خرید کی اور ہر شخص مثلا نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کر لیا تو یہ نفع انکا ہو بعض کا

ضمان اسپر نہیں لہذا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا و فی الدرر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بمال او عمل او تقبل اور درر میں ہے کہ نفع کا استحقاق نہیں ہوتا مگر بسبب ایک کے تین چیزون مین یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے عمل سے نفع حاصل ہوتا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہے مضاربت مین اور عمل سے نفع ہوتا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہے اور قبول کرنے سے نفع ہوتا چنانچہ ایک شخص دکان پر بیٹھا ہے اور لوگ اُسکو سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہین اور وہ اپنے شریک سے کام کرواتا ہے تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہے بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزون کے سوا نفع لینا شرع مین جائز نہیں کذا فی الطحطاوی

فصل فی الشرکة الفاسدة

ف شرکت فاسدہ [illegible] استحقاق نفع [illegible] نسبت [illegible] ۱۲

یہ فصل ہے شرکت فاسدہ کے احکام مین شرکت فاسدہ وہ ہے جسمین صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریة لا تصح شرکة فی احتطاب واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر المباحات کاجتناء ثمار من جبال وطلب معدن من کنز وطبخ آجر من طین مباح لتضمنها الوکالة والتوکیل فی اخذ المباح لا یصح صحیح نہین شرکت مباح لکڑی اور گھانس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات مین چنانچہ پھلون کا چننا پہاڑون سے اور معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے مین وکیل کرنا صحیح نہین ہم شرکت بلا وکالت نہین ہو سکتی اور چند مباحات مین وکالت متصور نہین ہے اسواسطے کہ توکیل عبارت اثبات ولایت تصرف سے اُس چیز مین جسمین موکل کا تصرف ثابت ہے سو یہان حاصل نہین اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک نہین تو اپنی جگہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی المنح معدن وہ ہے جسکی وضع پیدائشی ہے اور کنز وہ ہے جسکی وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونون کو شامل ہے تعداد مباحات مین طلب معدن فی الکنز جاہلی لکھتا فتاوی عالمگیری کے مانند تو مناسب تھا اسواسطے کہ کنز اسلامی لقطہ ہے نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہون اور دو شخص انکو خرید کے اینٹ اور چونہ پکاوین اور بیچین تو جائز ہے عینی نے کہا یہ شرکة الوجوہ ہے اور فتح القدیر مین کہا کہ یہ شرکة الصنائع ہے کذا فی الطحطاوی وما حصله احدهما فله وما حصلاه معا فلهما نصفین ان لم یعلم ما لکل اور مباحات مین سے جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اُسکا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جسکو دونون ساتھ ہی حاصل کرینگے تو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا یعنی اگر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اُسکے موافق مالک ہونگے ہم فتاوی خیریہ مین ہے کہ عورتکا زوج اور بیٹا ایک گھر مین رہتے اور علیحدہ علیحدہ کسب کرتے ہین اور حاصلات کسب یکجا رکھتے ہین اور تفاوت و تساوی اور تمیز معلوم نہین تو وہ مال دونون مین برابر ہوگا اور اسیطرح چند بھائی اپنے باپ کی میراث مین سوداگری یا کھیتی کرتے ہین اور مال زیادہ ہوا تو برابر سب مین تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر مین متفاوت ہون وما حصله احدهما باعانة صاحبه فله ولصاحبه اجر مثله بالغا ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لا یجاوز نصف ثمن ذلک قیل تقدیم قول محمد یؤذن باختیاره نهر وعنایه اور مباحات مین سے جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد سے تو وہ چیز اُسی شخص کی ہے اور اُسکے ساتھی کے واسطے اجرت ہے اُسکی محنت کے مانند اجرت مثل کتنی کیون نہو جاوے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اُس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہوگی بعضون نے کہا مقدم لانا فقہا کا محمد کے قول کو اُسکے مختار اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہے کذا فی النہر والعنایہ حموی نے مصفی سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کے واسطے مختار ہے اور غایة البیان مین ہے کہ قول ابو یوسف استحسان ہے والربح فی الشرکة الفاسدة بقدر المال ولا عبرة بشرط الفضل فلو کل المال لاحدهما فللاخر اجر مثله کما لو دفع دابة لرجل لیؤجرها والاجر بینهما فالشرکة فاسدة والربح للمالک وللاخر اجر مثله وکذلک السفینة والبیت اور شرکت فاسدہ مین نفع بقدر مال کے ہے اور اعتبار نہین زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہے تو دوسرے شریک کو اُسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور ٹٹو یا بیل دوسرے کو دیا تا اُسکو کرایہ چلاوے اور اجرت دونون مین مشترک ہے تو یہ شرکت فاسد ہے اور تمام نفع مالک کا ہے اور دوسرے کے واسطے اجرت مثل ہے اور یہی حکم ہے ناؤ اور گھر کا ہم قنیہ مین ہے کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہے اُسنے اپنے ساتھ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلاوین جو فائدہ ہو اُسمین سے پانچوان حصہ مالک کا اور باقی چارون مین برابر تو یہ شرکت فاسد ہے اور حاصل کا مالک

ف چند بھائی باپ کی میراث [illegible] تجارت [illegible] برابر حصہ [illegible] باوجودیکہ عمل اور تدبیر مین متفاوت ہون ۱۲

صاحب کشتی کی ہی اور نہر چاروں کی اجرت مثل ہی ولو لبعضہم علیہا البر فالربح لرب البر وللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لاحدہما بغل وللآخر بعیر فالاجر بینہما علی مثل اجر البغل و البعیر نہر اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا وہ اُسکے اوپر گیہوں لادکر بیچے تو نفع گیہوں کے مالک کا ہی اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملے گی اور اگر ایک شخص کا خچر ہو اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں میں منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی اجرت کے مانند کذا فی النہر صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہی کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتی وتبطل الشرکۃ ای شرکۃ العقد بموت احدہما علم الآخر اولا لانہ عزل حکمی اور باطل ہو جاتی ہی شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اُسکی موت معلوم کی ہو یا نہ اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہی تو علم اُسمیں شرط نہیں موت سے شرکت اسواسطے باطل ہوگئی کہ شرکت میں وکالت شمول ہی اور موت سے وکالت باطل ہو جاتی ہی کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا موت سے شرکت باطل ہوتی ہی اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک شریک لحوق دار الحرب برحالت ارتداد میں قاضی کا حکم ہو گیا ہو وتبطل ایضا بانکارہا وبقولہ لا اعمل معک فسخ اور شرکت باطل ہوتی ہی شرکت کے انکار سے اور یوں کہنے سے میں تیرے ساتھ کام نہیں کرتا کذا فی الفتح وبفسخ احدہما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیۃ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہی ایک شریک کے فسخ کر ڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہی کذا فی البزازیۃ بخلاف زیلعی کے کلام کے زیلعی کے کلام سے نکلتا ہی کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہیں ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہی دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے یہ عزل قصدی ہی نہ حکمی جم طحاوی نے کہا تینوں طرح کا فسخ علم پر موقوف ہی یعنی فسخ انکاری اور ظاہر معہ عمل کا فسخ اور فسخ صریح وبجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تتارخانیہ اور شرکت باطل ہوتی ہی شریک کے جنون مطبق ہونے سے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کو اسواسطے ہی لیکن وہ خیرات کردے مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التتارخانیہ ظاہر شرکت فسخ ہونیکا حکم نہیں بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہی یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحاوی ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن کل فادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ وتقاصا او رجع بالزیادۃ اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بدون اُسکے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کا اذن دیا پھر دونوں نے ساتھ ہی زکوۃ دی یا تقدیم و تاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضامن ہے اور دونوں باہم مجرا کرلیں یا زیادتی کو پھیر لیں یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان میں دونوں کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کرلیں اور اگر ایسی شرکت عنان ہو جسمیں دونوں مال کم و بیش ہوں تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک سے لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ اولا کالمامور باداء الزکاۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی وفیہ اشتراط العلم خلافا لہما اور اگر دونوں شریکوں نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنیکا علم ہو یا نہ ہو جیسے اداء زکوۃ اور کفارہ کا مامور جبکہ فقیر کو دے بعد ادا کرنے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہی اسواسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہی اور اسمیں علم شرط نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ انکے نزدیک ضمان نہیں درصورت عدم علم درصورت تعاقب ثانی ادا کرنے والے پر اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ اُسنے ادا کیا آمر کا امر یعنی فرض کا ساقط کرنا امر ہے اسواسطے کہ جب شریک اول نے زکوۃ دی تو اُسپر سے فرض ساقط ہو گیا پھر مامور کے دینے سے ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اُسپر ضمان لازم آیا خواہ اُسکو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول ہوگیا بسبب فوت ہونے محل کے اور یہ مختلف نہیں ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کردینے سے معزول ہو جاتا ہی اُسکو عتاق کا علم ہو یا نہو کذا فی المنح اشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطأہا فہی لہ بلا شئ لتضمن الاذن بالشراء للوطئ الہبۃ اذ لا طریق لحلہ الا بہا لحرمۃ وطء المشترکۃ وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ وقالا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خریدی دوسرے شریک کی صریح اذن سے تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خریدی تا اُس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اُسی کی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مفت مملوک مشتری ہوگی اسواسطے کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کا متضمن ہی اسواسطے کہ وطی کے حلال ہونے کا کوئی طریقہ نہیں سوائے ہبہ کے بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا

امرین جسمین تقسیم نہیں ہو سکتی جائز ہی اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہی وللبائع والمستحق اخذ کل بثمنها وعقرها لتضمن المفاوضة للکفالة اور لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہی لونڈی کی قیمت اور اسکا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو یہ بیان لف ونشر مرتب ہی یعنی بائع ہر شریک سے قیمت اسکی لے سکتا ہی اور مستحق مہر مثل ومن اشتری عبدا مثلا فقال له اخر اشرکنی فيه فقال فعلت ان قبل القبض لم یصح وان بعده ولزمه نصف الثمن ان لم یعلم بالثمن خیر عند العلم به اور جسنے مثلا ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اوس سے کہا کہ اسمین مجکو شریک کر لے سو مشتری نے کہا کہ مینے یہ کام کیا یعنی شریک کیا اگر قول قبل قبض کے ہی تو صحیح نہیں اور اگر بعد قبض کے ہی تو صحیح ہی اور اوسکو نصف قیمت لازم ہی اور اگر دوسرے کو قیمت معلوم نہیں تو وہ مختار ہی قیمت معلوم ہونے کے وقت چاہے لے چاہے نہ لے ہم قبل القبض شرکت اسواسطے صحیح نہوئی کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہیں ولو قال اشرکنی فيه فقال نعم ثم لقيه آخر وقال مثله واجیب بنعم فان کان القائل عالما بمشارکة الاول فله ربعه وان لم یعلم فله نصفه لکونه مطلوبه شرکته فی کامله وحینئذ خرج العبد من ملک الاول اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجکو شریک کر لے مثلا غلام کی خرید مین سو مشتری نے کہا ہان تجکو شریک کیا پھر مشتری کو دوسرا شخص ملا اور اسنے بھی مانند اسکے کہا یعنی شرکت کی درخواست کی اور جواب دیا گیا کہ ہان تو بھی شریک ہی تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کو جانتا ہی تو وہ چوتھائی کا مالک ہی اور اگر اسکو مشارکت کا علم نہیں تو نصف کا مالک ہوگا اسواسطے کہ قائل ثانی کو پوری غلام کی شرکت مطلوب ہی اور اسوقت مین غلام نکل جائیگا اول کی ملک سے ہم قائل ثانی درصورت علم مشارکت اسواسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ ایجاب اول سے نصف غلام قائل اول کا ہوگیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری مشارکت نہیں کر سکتا مگر اپنے نصف مین تو نصف النصف ربع ہوا اور قائل ثانی درصورت عدم علم مشارکت اسواسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو عبد کامل مین شریک ہونا مطلوب ہی حالانکہ ایجاب اول سے نصف عبد مین قائل اول کو شریک کر چکا تو نصف باقی قائل ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام مین کچھ بھی ملکیت باقی نرہی کذا فی المنح ما اشتریت الیوم من انواع التجارة فهو بینی وبینک فقال نعم جاز ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ جو مین آج خرید کرون تجارت کی قسم سے سو وہ مجھ مین اور تجھ مین مشترک ہی سو دوسرے نے کہا ہان تو یہ جائز ہی کذا فی الاشباہ ہم ذکر یوم اور وقت شرط نہیں اور ایک شخص دوسرے کا حصہ بیع نہیں کر سکتا بدون اسکی اجازت کے اسواسطے کہ دونون خرید مین شریک ہوے ہین نہ بیع مین کذا فی الطحاوی وفیها تقبل ثلثة عملا بلا عقد شرکة فعمله احدهم فله ثلث الاجر ولا شئ للآخرین اور اشباہ مین ہی کہ تین شخصون نے ایک کام کرنا قبول کر لیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کر دیا تو اسکو تہائی مزدوری ملیگی اور باقی دو شخصون کو کچھ نملے گا ہم جو نہ دونون باہم شریک نتھے تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تھا اسواسطے کہ ہر شخص پر تہائی کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تھا سو جب ایک شخص نے پورا کام کر دیا تو دو ثلث عمل کا اسنے بطور احسان کے کیے لہذا مستحق مزدوری کا نہوگا ابن وهبان نے کہا یہ حکم باعتبار قضا کے ہی لیکن باعتبار دیانت کے اسکو پوری مزدوری دینا مناسب ہی جبکہ ان سے کام لینا بطور بیگار کے نہوا اسواسطے کہ ظاہر حال عامل یہ ہی کہ اوسنے تمام کام اس امید سے کیا کہ پوری مزدوری پاوے گا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے القول للمنکر الشرکة قول معتبر شرکت منکر کا ہی ہم اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا شریک مفاوض ہی اور وہ شخص منکر ہی اور مال منکر کے قبضہ مین ہی تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی اور مدعی پر گواہ لانا لازم ہی کذا فی الفتح برهن ای ورثة علی المفاوضة لم یقبل حتی یبرهنوا انه کان بید الحی فی حیاته گواہ لائے وارث شرکت مفاوضہ پر تو مقبول نہین جبتک کہ اسپر گواہ نلاوین کہ مال مشترک شریک زندہ کے پاس جبتک تھا شریک میت کی زندگی مین اسواسطے کہ مفاوضہ مقتضی بقاء مال نہین بلکہ ممکن ہی کہ مال ہلاک ہو گیا ہو تو اسکا بیان ضرور لازم ہی کہ یہ مال شرکت بعد میت کے نصف مال کا حکم ہوگا برهنوا علی الارث والحی علی المفاوضة قضی له بنصفه فتح وارث گواہ لائے میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا شریک مفاوض تھا تو شریک زندہ کو نصف مال میت کا دلایا جاوے گا کذا فی الفتح تصرف احد الشریکین فی البلد والآخر فی السفر واراد القسمة فقال ذو الید قد استقرضت الفا فالقول له ان المال فی یده ۸ تصرف کیا ایک شریک نے شہر مین اور دوسرے نے سفر مین اور کسی شریک نے قسمت کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا کہ مینے تو ہزار درم قرض لیے تھے یعنی شرکت نہین جو قسمت ہو تو اسی کا قول معتبر ہی اگر مال اسکے ہاتھ مین ہی ہم اور دوسرے کو ہزار درم لینا جائز ہی کذا فی المنح حلبی نے کہا ذو الید کہنے کے بعد قبض مال کی شرط کی کچھ حاجت نہین شروا کرما فباعوا ثمره ودفعوه لاحدهم لیحفظه فدسه فی التراب لم یضمن حلفا فقط چند لوگون نے انگور کا باغ خرید کیا پھر اسکا پھل

بیچا اور اسکی قیمت اُسمین سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سونپنے مال کو تیتی مین گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نپایا تو اُسسے فقط قسم لیجائیگی یعنی ضمان اُسپر نہین کہ دفین ہم دفع لاخر مالا لیقرضہ نصفہ ویعقد الشرکۃ فی الکل فشری امتعۃ فطلب الدافع حصتہ ان لم یصبر لبیعہ اخذ المتاع بقیمۃ الوقت ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا نصف اسکو قرض دیا اور کل مال مین شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا قرض مانگا کذا فی الطحطاوی تو اگر وہ مال بکنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر نکرے تو اسباب کو لے فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب قیمت سے لے نہ خرید کے موجب بینہما متاع علی دابۃ فی الطریق سقطت فاکتری احدھما بغیبۃ الاخر خوفا من ھلاک المتاع ونقصہ رجع بحصتہ دو شخصون کا اسباب مشترک ایک جانور پر سوار تھا راہ مین وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت مین دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اسکے حصے کے کرایہ پھیرے کذا فی القنیۃ دابۃ مشترکۃ قال البیطار کو ہذہ لان بہا کیہا فکوی احدھما الحاضر لم یضمن اور ایک جانور مشترک بیمار ہی سا تو بیطار نے کہا اُسکا داغنا مفید ہے سو داغ دلایا اُسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت مین پھر جانور ہلاک ہوگیا تو حاضر پر ضمان نہین کذا فی المنح دار بین اثنین سکن احدھما فخربت ان خربت بالسکنی ضمن ایک گھر دو مین مشترک ہے اسمین ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہوگیا اگر اُسکی سکونت کے سبب سے منہدم ہوگیا تو ساکن پر ضمان ہے مشترک گھر غیر مقسوم مین شریک کو بقدر اپنے حصے کے سکونت کرنا جائز ہے جدھر چاہے رہے اور مقسوم مین سوا اپنے حصے کے سکونت جائز نہین کذا فی الطحطاوی طاحون مشترکۃ قال احدھما لصاحبہ عمرھا فقال ھذہ العمارۃ تکفینی لا ارضی بعمارتک فعمرھا لم یرجع علیہ پن چکی مشترک ہے دو مین سو ایک شریک نے کہا اپنے دوسرے شریک سے کہ اُسکی سرنو تعمیر کر سو اُسنے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہے مین تیری عمارت سے راضی نہین سو اُسنے اُسکی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہین لے سکتا کذا فی جواہر الفتاوی ہم طاحون مشترک سے ہر چیز قسمت پذیر مراد ہے وفی السراجیۃ طاحون مشترکۃ انفق احدھما فی عمارتہا فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد مشترک او ادی خراج کرم مشترک فہو متطوع الکل من منح المصنف اور سراجیہ مین ہے مشترک پنچکی کی عمارت مین ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہین یعنی شریک سے اسکے حصے کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین قلت والضابط ان کل من اجبر ان یفعل مع شریکہ اذا فعلہ احدھما بلا اذن فہو متطوع والا لا مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہی کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے کا جبر ہو سکتا ہو تو جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کے بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اُس کام مین شریک پر جبر نہین تو فاعل محسن نہین ہم درصورت جواز جبر شریک فاعل قاضی سے نالش کر سکتا ہے تا قاضی بردستی شریک ثانی سے وہ کام کرادے پھر باوجودیکہ جبکہ اُسنے نالش نکی تو وہ تعمیر وغیرہ مین مضطر نتھا محسن ہوا لہذا شریک سے نصف خرچ کا دعوی نہین کر سکتا اور درصورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کریگا بلا اذن تو محسن نہوگا کہ اب وہ اپنے مال بچانے واسطے مضطر ہے تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعوی کرے گا اور یہ قاعدہ جمیع فروع مذکورہ کو شامل ہے سوائے مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہر جواہر الفتاوی کا مسئلہ معتمد ہے سو واسطے کہ قاعدہ مذکورہ کے اور نظائر کے موافق ہے یا سراجیہ کا مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلث وصی وناظر وضرورۃ تعذر قسمۃ کری نہر ومرمۃ قناۃ وبئر ودولاب وسفینۃ معیبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فان کان الحائط یحتمل القسمۃ ویبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر والا اجبر وکذا کل ما لا یقسم کحمام وخان وطاحون وتمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ اور شریک پر عمارت کے واسطے زبردستی نہین ہوتی مگر تین صورت مین وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی ضرورت مین چنانچہ اصلاح نہر اور کاریز اور کنوین اور رہٹ اور معیبہ کشتی کی مرمت اور ایسی دیوار کی مرمت جسکی بنیاد منقسم نہین ہو سکتی سو اگر دیوار قسمت کی محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے مین پردہ کر سکتا ہو تو اُسکی مرمت مین شریک ثانی پر جبر نکیا جاوے گا اور اگر دونون شریکون مین آڑ اور پردہ نہو سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کیواسطے جبر ہوگا اور یہی حکم علی التفصیل ہر ایک اُس چیز مین ہے جو قسمت پذیر نہین چنانچہ حمام اور خانقاہ اور پن چکی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور اشباہ مین ہے ہم خانیہ مین ہے کہ ایک دیوار مشترک ہے دو صغیرون کے دو گھرون کے درمیان مین اور اُس دیوار پر دھنیون وغیرہ کا بوجھ ہے کہ خوف ہے سقوط کا اور ہر صغیر کا وصی ہے سو ایک وصی نے دیوار کی مرمت طلب کی

فابی

اور دوسرا اوسکی نہین مانتا تو قاضی وہان امین کو بھیجے کہ اوسکو دیکھے کہ اگر ترک مرمت مین دونون کا ضرر معلوم کرے تو زبردستی بنوا دے اور جامع الفصولین مین ہی کہ پن چکی اور حمام اگر منہدم ہوکر جنگل ہوگیا تو اوسکی تعمیر مین جبر نہین زمین کو دونون شریک تقسیم کرلین اور اگر عمارت قائم ہی اور کچھ منہدم ہی تو جو شریک مرمت کرنا نہ چاہے اوسپر زبردستی چاہیے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ اوسپر دین ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکہ فدفع لہ شریکہ نصف البذر لیکون الزرع بینہما قبل النبات لم یجز و بعدہ جاز و ان اراد قلعہ یقسم فیقلع من نصیبہ و یضمن الزارع نقصان الارض بالقلع الصواب نقصان الزرع اور مجتبی کی کتاب الغصب مین ہی کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے سواے اوسکے غیر شریک نے اوسکو آدھا بیج دیا تا کھیتی دونون مین مشترکہ ہو اگر کھیتی جمنے سے پہلے بیج دیا تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ معدوم ہی اور بعد کھیت جمنے کے جائز ہی اور اگر شریک غیر زارع نے کھیت اوکھاڑنے کا ارادہ کیا تو اوسکو باہم تقسیم کرے پھر شریک اوکھاڑ ڈالے اپنے حصہ سے اور زراعت کرنیوالا نقصان زمین کا ضامن ہے جو نقصان کہ اوکھاڑنے سے ہوا اور ٹھیک یہ ہی کہ نقصان زراعت کا ضامن ہے ہم طحطاوی نے کہا قول اخیر شارح کا ہی اسواسطے کہ عبارت مجتبی کی لفظ بالقلع منتہی ہوگئی چنانچہ یہی مجتبی نسخ معتمدہ مین اسیطرح پایا ہی اور تصویب شارح کی بلا وجہ ہی اسواسطے کہ غاصب وہی شریک ہی جسنے بلا اذن اپنے شریک کے کھیتی کی انتہی ملخصا و فی قسمة الاشباہ للمشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارة فان احتمل القسمة لا اجبر و قسم و الا بنی ثم اجرہ لیرجع و تمامہ فی شرکة المنظومة المحبیة اور اشباہ کی کتاب القسمة مین ہی کہ مکان مشترک جب منہدم ہوجاوے اور ایک شریک اوسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہی تو اوسکی تعمیر مین شریک پر جبر نہین اور اوسکی تقسیم کیجاوے یعنی دوسرے شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم نہو تو وہ شریک اوسکو بنا دے یعنی قاضی کے حکم سے پھر اوسکو کرایہ دے تا نصف خرچ حاصل کرلے اور پورا اسکا بیان منظومہ محبیہ کی کتاب الشرکة مین ہی ۵ فیصلہ شریکہ شقصہ الاخر + و لو بلا اذن شریک ناظر + فیما عدا الخلط و الاختلاط یجوز خلاف البیع و التعاطی اور منظومہ محبیہ مین ہی ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک حاضر کے بیع کی ہو سواے صورت خلط اور اختلاط کے تو بیع اور تعاطی جائز رکھی گئی ہم یہ مسئلہ شرکة الملک کا ہی جو اول باب مین مذکور ہو چکا ۵ ثم الشریک ھھنا لو باع حصتہ من فرس و ابتاعا + ذلک منہ الاجنبی و ھلکا + و کان ذا بغیر اذن الشرکا + فان یشاؤا ضمنوا الشریک او + من اشتری منہ علی ما قد رووا + پھر یہان شریک اگر اپنا حصہ گھوڑے مین سے بیچے اور شخص اجنبی اوس سے مول لے اور گھوڑا ہلاک ہو جاوے اور یہ بیع بغیر اذن شریکون کے ہوئی ہو تو بموجب روایت فقہا کے شریکون کو اختیار ہی کہ غیر شریک سے ضمان لین یا اوس سے جس سے اوسنے خرید کیا ہم در صورت اذن شریک کا تضمین نہین اور شریک پر ضمان اوس صورت مین ہی جب اوسنے گھوڑا مشتری کو تسلیم کردیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اوسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہی کذا فی الطحطاوی ۵ و ان یکن کل شریک اجرا + حصة حمام لہ من آخرا + و کان شخص منہما قد اذنا + لہ لانہ فی تعمیرھا و بالبنا + فلا رجوع صاح للمستاجر + فی ذا البنا علی الشریک الاخر + اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونون شریکون مین سے اس مستاجر کو اوسکی تعمیر اور بنانے کی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہین اس تعمیر کا خرچ مانگنا دوسرے شریک سے جسنے اجازت نہین دی ہم حلبی نے کہا شارح نے حاشیہ پر یہ عبارت یہان لکھی ہی قلت ظاہرہ انہ یرجع علی الاذن ھل یرجع بالکل ام بحصتہ فلیراجع یعنی مین کہتا ہون کہ ظاہر کلام مذکور یہ ہی کہ مستاجر اذن دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لے گا اتنی بات باقی رہی کہ تمام خرچ اوس سے لے گا یا بقدر اوسکے حصہ کے تو اسکو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہی عبارت بعضے نسخ در المختار کے اندر مرقوم ہی اور آخر مین اوسکے لفظ منہ ہی تو یہ قرینہ ہی کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہی اسواسطے کہ عادت مصنفین یہ ہی کہ حاشیہ کے اختتام کے بعد منہ لکھتے ہین ۵ لو احد من الشریکین یسکن + فی الدار مدة مضت الزمن + فلیس للشریک ان یطالبہ + باجرة السکنی و لا المطالبة + بانہ یسکن مثل الاول + لکنہ ان کان فی المستقبل + یطلب ان یھایئ الشریک یجاب فافہم و دع التشکیکا اگر شریکون مین سے ایک شریک رہا گھر مین ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہین اور نہ اوسکا اوسکو مطالبہ ہی کہ اوسمین رہے زمانہ اول کے برابر لیکن اگر زمانہ مستقبل مین شریک سے مطالبہ سکونت کا بطور مہایاة کرے تو قبول کیا جاوے اسکو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو ہم اب چند مسائل شرکت کے عالمگیری سے نقل کرتا ہون باپ اور بیٹے نے ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اور پہلے اونکے پاس کچھ مال نہ تھا تو یہ مال باپ ہی کا ہی اگر بیٹا اوسکی عیال مین ہو اسلیے

کہ بیٹا معین ہی باپ کا اور اسیطرح اگر زوجین کے پاس مال نہو اور دونون نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہوگا زوجہ اسکی معین و مددگار ہوگی ہان اگر زوجہ کا علیحدہ پیشہ ہو گا تو اُسکی مالک وہی ہوگی دو شخصون کا جو دین کہ ایک شخص پر واجب ہو گا سبب واحد سے حقیقةً ہو یا حکماً تو وہ دین دونون مین مشترک ہوگا تو جب ایک شریک دین مین سے کچھ حاصل کریگا تو دوسرے شخص کو اوسمین مشارک ہونا جائز ہی اور جو دین دو شخصون کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہین تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کریگا تو دوسرا اوسمین شریک نہین ہو سکتا ایک اونٹ دو مین مشترک ہی پھر ایک شریک اوسپر کچھ لاد کر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پھر اونٹ راہ مین گر پڑا سو شریک نے اسکو حلال کر ڈالا تو اگر اُسکی زندگی کی امید تھی تو وہ ضامن ہی اور اگر امید نتھی تو ضامن نہین اور اگر غیر شریک اُسکو حلال کریگا تو بہر صورت اوسپر ضمان ہی امید ہو یا نہو یہی قول ارجح ہی اور یہی حکم ہی گائے بکری چرانے والے کا کہ درصورت قطع امید حیات اسکے ذبح کرنے مین ضمان نہین اور غیر شخص کے ذبح مین ضمان ہی مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکون مین مشترک ہین سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا مین امید رکھتا ہون کہ کچھ مضائقہ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا مختار ہی اور مکیل اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت مین جائز ہی ایک گھر مین دو شریک رہتے ہین تو اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا اوسکو روک نہین سکتا اسواسطے کہ وہ اپنے حق مین متصرف ہی اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ مین تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو وہ نفع فقط اوسی کا ہی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو ہزار درم قرض دے مین تجارت کرون نفع مین ہم اور تو شریک ہین پھر اوسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہی نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوقف

کتاب الوقف

یہ کتاب ہی وقف کے احکام مین جمع محاسن وقف کثیرہ ہین کہ اسمین انتفاع طبقات محبوبین ہی مثل اپنی اولاد یا محتاجین کے اور عمل صالح کے ادامت ہی کہ بعد موت کے بھی اسکا ثواب جاری امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست مین اہل جاہلیت مین وقف نتھا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ مین وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کی اوقاف ابتک باقی ہین اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اوقاف مشہور ہین کذا فی الاسعاف مناسبۃ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیر ان ملکہ باق فیہا لا فیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال مین غیر کا داخل کرنا ہی اپنے ساتھ مگر اتنا فرق ہی کہ مالک کی ملک شرکت مین باقی ہی نہ وقف مین ہم غیر کا داخل شرکت مین تو ظاہر ہی کہ شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع مین داخل ہی لیکن اپنے ساتھ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف مین لازم نہین مگر جب کہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کے مانند یون لکھتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہی کہ مقصود دونون سے اُس مال کا انتفاع ہی جو اصل مال پر زائد ہو لیکن شرکت مین اصل مال صاحب مال کی ملک مین رہتا ہی اور وقف مین اکثر کے نزدیک اسکی ملک سے نکل جاتا ہی تو خوب تر دافع ہوتا کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ الحبس وقف لغت مین بمعنی حبس ہی یعنی بند کرنا اور روکنا ہی ولہذا موقف الحساب اوس مکان کو کہتے ہین جہان لوگ قیامت مین حساب کیواسطے محبوس ہونگے وقف مصدر ہی بمعنی موقوف اسلیے اسکی جمع اوقاف ہی وشرعا حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح شرع مین وقف عبارت ہی حبس کرنے عین سے وقف کرنے والے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملۃ ہو ہم یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہی شارح نے تعمیم حکم باتباع شرنبلالیہ زیادہ کی اور یہ صحیح نہین اسواسطے کہ بتصریح قہستانی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہی وقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملۃ جواب ہی فتح القدیر کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پہتی عبارت زیادہ کرنا چاہیے او صرف منفعتہا الی من احب یعنی اسکی منفعت کا صرف کرنا جسپر چاہیے اسواسطے کہ غنیا کی طرف صرف کرنا بلا قصد قربت وقف مین صحیح ہی بشرطیکہ اسکے آخر مین قربت دائمی ہو لیکن قبل انقراض غنیا وقف ثابت ہی بلا تصدق اور اسقدر زیادہ کرنے سے تعریف جامع ہو جاتی ہی حاصل جواب یہ ہی کہ تصدق فی الجملۃ مراد ہی اور اسپر محیط کی عبارت دلالت کرتی ہی کہ اگر غنیا پر وقف کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ قربت نہین بخلاف اسکے کہ اگر اوسکے آخر مین محتاجین کے واسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملۃ کذا فی الحلبی والاصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ اور قول صحیح یہ ہی کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہی لازم نہین مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہی و عندہما ہو حبسہا علی

[illegible] ۱۲

حکم ملک اللہ تعالیٰ وصرف منفعتها علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز له ابطاله ولا یورث عنه وعلیه الفتوی ابن کمال وابن الشحنة
اور صاحبین کے نزدیک وقف عبارت ہے عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ملک کے حکم پر اور اسکی منفعت کے صرف کرنے سے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پھر جب وقف کی
ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہو گیا تو واقف کو اسکا باطل کر دینا جائز نہیں اور اسکا وارث اسکو وراثت میں نہ پاویگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے کذا صرح ابن کمال و ابن الشحنة وسببه
ارادة محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الآخرة بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہے محبوب دلی و پسندیدہ جانی کا دنیا میں دوستون کے اندر اور آخرت میں ثواب حاصل ہونگے
یعنی بالنیة من اهلها لانه مباح بدلیل صحته من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اس شخص کی نیت سے ہوتا ہے جو اہل ہے نیت کا یعنی مسلم عاقل بالغ ہو اسواسطے کہ وقف کرنا
مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف فی نفسہ مباح ہے نہیں تو ثواب نیت سے ہوگا نہ صرف وقف سے وقد یکون واجبا بالنذر فیتصدق
بها او بثمنها ولو وقفها علی من لا یجوز له الزکوة جاز فی الحکم وبقی نذره وبضعفه صفته اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنے سے تو چیز موقوف کو تصدق
کرے یا اسکی قیمت کو اور اگر اسکو وقف کیا اسپر جسکو زکوۃ دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہے گی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوئی ہم صفت وقف کی
یہ ہے کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو واسلئے ذمی سے وقف صحیح ہے اور اسکو کچھ ثواب نہیں اور وقف قربت بقصد عبادت ہوتا ہے مسلم سے اور
فرض منذور ہے چنانچہ یوں کہا کہ اگر میرا والد آوے تو مجھپر اس گھر کا وقف کرنا مسافرون پر لازم ہے پھر اگر نذر کرنیوالے اپنے اصول اور فروع پر وقف کریگا تو وقف جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہ
ہوگی کذا فی البحر اور یہ جو شارح نے کہا کہ اسکو تصدق کرے یا اسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کر دیا جب کہ صیغہ وقف کا نذر ہو حالانکہ دونون کا حکم مختلف ہے
نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہو چکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونیکا بحر الرائق میں یہ حکم ہے کہ اگر بحکم عرف یا قائل کے پوچھنے سے وقف ثابت ہو تو وہ وقف ہے اور وہ اگر کہے میں نے قصد
کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اسکو تصدق کرے یا اسکی قیمت کو اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو وہ میراث ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحکمه مر فی تعریفه اور حکم وقف کا گذر گیا اسکی
تعریف میں ہم حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف میں مذکور ہوا سو تصدق ہے منفعت کا ومحله المال المتقوم اور وقف کا محل مال متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے
کہا مال سے وہ مال مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنیکے وقت تو اگر زمین کو غصب کرکے وقف کیا پھر اسکو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہیں ورکنه الالفاظ الخاصة
کارضی هذه صدقة موقوفة مؤبدة علی المساکین ونحوه من الالفاظ کموقوفة لله او علی وجه الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفة
فقط قال الشهید ونحن نفتی به للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے
چنانچہ یوں کہنا کہ یہ زمین خدا کیواسطے موقوف ہے یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسیقدر کہے کہ یہ زمین یا باغ موقوف
ہے بلا ذکر مساکین و بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتویٰ دیتے ہیں بسبب عرف کے ہم الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف مع شرائط لکھے بلا تلفظ تو
وقف صحیح نہیں بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح ملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہیں جب تک اسکو اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور شاہدون کو اسکے مضمون پر گواہ نکرے
تیسرے مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر علما نے محمد رح کے قول پر فتویٰ دیا اشتراط تسلیم میں
کذا فی الطحطاوی وشرطه شرط سائر التبرعات کحریة وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر
اور مجنون کا وقف صحیح نہیں وان یکون قربة فی ذاته اور شرط وقف یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو تو مسلم یا ذمی کا وقف نصاریٰ یا یہود کے معبد اور فقرا
اہل حرب پر صحیح نہیں اور غنی پر وقف کرنے میں قربت ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی بھی ایکطرح کی قربت ہے گو کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا
الا بکائن اور شرط وقف کی یہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے تو اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح
نہیں یا یوں کہا کہ یہ زمین فقرا یا میرے قرابت والون پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریہ اور اسیطرح وقف زمین باستثناء انکا صحیح
نہیں بسبب عدم تعیین وقف اور اگر یوں کہا کہ اگر میرا بیٹا ہو تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ گھر میرا مملوک ہو پھر مالک ہوا

گر وقف تکلم وہ گھر متکلم کا ہوا کہ تھا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق ہمی شرط موجود پر ہی (ولا مضافا ولا موقتا ولا بخیار شرط) اور شرط وقف یہ ہی کہ مضاف نہ ہو اور موقت نہ ہو اور خیار شرط نہ ہو عدم اضافت وقف اسطرح کہ میرا گھر صدقہ ہی کل یا پرسوں جلبی نے لکھا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہی اسواسطے کہ بحر اور نہر مین جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہی (ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیہ) اور شرط یہ ہی کہ وقف کے ساتھ اسکے بیچ کرنا اور اسکی قیمت صرف کرنیکو اپنی حاجت مین ذکر نہ کرے اور اگر مذکور کریگا یعنی اسطرح کہ یہ زمین وقف ہی لیکن اگر مجھکو حاجت ہوگی تو بیچکر مین اسکی قیمت صرف کرونگا تو وقف اسکا باطل ہی کذا فی البزازیہ (وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ) اور فتح القدیر مین ہی کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مر گیا یا مسلم بعد وقف کرنیکے مرتد ہو گیا تو اسکا وقف باطل ہی اور وقف مرتد میراث ہو جائیگا خواہ وہ مقتول ہونے ارتداد پر یا مر جاوے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف صحیح ہی اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی کذا فی البحر (ولا یصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی) اور صحیح نہین وقف کرنا مسلم یا ذمی کا مسجد نصاریٰ پر یا حربی پر اور بعضون نے کہا یا مجوسی پر مسجد نصاریٰ سے جمیع معابد کفار مراد ہین معابد کفار کا وقف عہد اسلام مین باطل ہی اور اگر زمانہ جاہلیت مین یعنی حربی ہونے کے وقت وقف کیا تو صحیح ہی کیونکہ بعد ذمی ہونے کے اس سے تعرض نہین اور قول معتمد ہی کہ صحیح نہین مجوس پر وقف جائز ہی کذا فی البحر (وجاز علی ذمی لانہ قربۃ حتی لو قال علی ان من اسلم من ولدہ او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شیء لہ لزم شرطہ علی المذہب) اور جائز ہی وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہی ولہذا اسکو صدقہ اور نذر اور کفارہ دینا جائز ہی یہانتک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اسکی اولاد سے مسلمان ہو جائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف انتقال کرے تو اسکو محاصل وقف کچھ حصہ نہین تو اسکی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات مین اختیار ہی کذا لفظ الخصاف (ویزول ملکہ عن الموقوف باحد امور اربعۃ بافراز مسجد کما سیجیء او بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلمہ الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی معزیا للفتح المولی من قبل السلطان لا المحکم) اور ملک وقف کی زائل ہوتی ہی موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد کے جدا کر دینے سے چنانچہ عنقریب اسکا بیان آویگا یا اس قاضی کے حکم کر دینے سے جو بادشاہ کیطرف سے مقرر ہی نہ حاکم کے حکم سے حکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین مین مختلف فیہ ہی اور صورت اسکی یہ ہی کہ واقف متولی کو وقف تسلیم کر دے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی یہ کہے کہ اب مین وقف نہین کرتا کذا فی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے اسمین مصنف نے لزوم وقف زوال ملک کر تعبیر کیا اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہی اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہی اسواسطے کہ صحت وقف مین اختلاف نہین خلاف تو لزوم وقف مین ہی سو امام کے نزدیک لازم نہین اور صاحبین کے نزدیک لازم ہی تو یہین بیچ اور وراثت نہین اور ترجیح دلیل سے ہی اور خصاف نے صاحبین کے مذہب کو اسواسطے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہی اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے جب ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اسکے نواح مین اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتوے دیا خلاصہ یہ ہی کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر فتوے دیا ہی بلاد اللہ کے فقہا نے تصریح کی ہی کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اسکا حکم نافذ نہین ہوتا اور ہمارے زمانہ مین قاضی رشوت سے خالی نہین تو اسوقت مین لزوم وقف نہین ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی الطحطاوی (وسیجیء ان البینۃ تقبل بلا دعوی) اور آگے آویگا کہ گواہی مقبول ہی بلا دعوے یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہی محصول کا اور وہ حق تعالے کا حق ہی اور حقوق اللہ مین قضا بالشہادۃ بلا دعوے صحیح ہی کذا فی المحیط (ثم ہل القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر او وقف آخر ام لا فتسمع افتی ابو السعود مفتی الروم بالاول وبجزمہ فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف صونا عن الحیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحر ان المعتمد الثانی وصحح فی الفواکہ البدریۃ ولذا افتی المصنف) پھر کیا قضا بالوقف حکم ہی سب پر کہ نہین مسموع ہوتا اسمین دعوی ملک یا دوسرے وقف کا یا حکم نہین کہ دعوے مذکور مسموع ہو ابو سعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتوے دیا اور اسی قول پر منظومہ محبیہ مین یقین کیا اور اسکی ترجیح مصنف نے دی تا وقف ابطال حیلون سے محفوظ رہے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین اس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعوے معتمد ہی اور اسکی فواکہ بدریہ مین تصحیح کی ہی اور اسیکا فتوے

مصنف نے دیا ہی او بالموت اذا علق بہ ای بموتہ کاذا مت فقد وقفت داری علی کذا فالصحیح انہ کوصیۃ تلزم من الثلث بالموت لا قبلہ ولو
لوارثہ ان رجع وہ لکنہ یقسم کالثلثین یا ملک زائل ہوتی ہی وقف کے موت سے جبکہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے اسطرح کہ جب مین مر جاؤن تو اپنے گھر کو فلانے پر وقف کیا
تو صحیح یہ ہی کہ وقف وصیت کے مانند لازم ہوتا ہی تہائی مال سے بسبب موت کے نہ قبل اسکے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کے واسطے وقف کیا ہو گو دیگر وارثون نے اسکو جائز نہ رکھا ہو لیکن
ثلث تقسیم ہوگا وارثون پر دو ثلث کے مانند ظہیریہ مین ہی کہ ایک عورت نے گھر کو اپنی مرض الموت مین اپنے بیٹون پر وقف کیا انکے بعد انکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جبتک کہ نسل
باقی رہے بعد اسکے محتاجون کیواسطے پھر وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیان اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن اسکے وقف کرنے سے راضی نہین ہی یعنی رضامند نہین ہی تو اس گھر کے تہائی کا وقف جائز ہوگا اور تہائی کا
دو ثلث مین تو دو ثلث وارثون مین بقدر انکے سہام کے تقسیم ہونگے اور ایک ثلث وقف رہیگا تو اسکا جو کرایہ وغیرہ ہوگا وارثون پر تقسیم ہوا کریگا بقدر انکے حصون کے جبتک کہ وہ زندہ
رہینگے یعنی بیٹون پر پھر انکی اولاد پھر اولاد کی اولاد پر وقف کی شرط کے مانند اور وارثون کا اسمین حق نہین یعنی انکی بہن کا یا انکی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہی قال ضیعتی موقوفۃ
علی ابنی فلان فان مات فعلی ولدہ وولد ولدی ونسلی ولم تجز الورثۃ فهی ارث بین کل الورثۃ ما دام الابن الموقوف علیہ حیا فان مات صار کلها للنسل انتہی یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری
زمین وقف ہی میرے فلانے ولد پر پھر جب وہ مرے تو اسکی ولد پر اور میری نسل پر اور وارثون نے اسکو جائز نہ رکھا تو وہ ارث ہی سب وارثون مین جبتک کہ ابن موقوف علیہ زندہ رہیگا
پھر جب وہ مریگا تو تمام زمین نسل کے واسطے ہی انتہی الترجمہ صاحب بحر الرائق نے کہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہین اسواسطے کہ تحقیق یہ مذکور ہو چکا کہ دو ثلث ملک مین نہ ایک ثلث وقف
اور اسکا محصول وارثون پر تقسیم ہوگا جبتک وارث موقوف علیہ زندہ رہیگا شارح نے اس اعتراض کا جواب قول آیندہ مین دیا فقول البزازیۃ انہ ارث ای حکما فلا خلل
فی عبارتہ فاعتبروا الوارث بالنظر للغلۃ فالوصیۃ وان ردوا بالنظر للغیر ان لم تنفذ لوارثہ لانها لم تتمحض لہ بل لغیرہ بعدہ فافهم
تو بزازیہ کا یہ قول کہ ثلث وقف کا ارث ہی محمول ہی ارث حکمی پر یعنی باوجود وقف ہونیکے تا حیات موقوف علیہ مانند میراث کے مقسوم ہوگا تو اب کچھ خلل نہ رہا بزازیہ کی عبارت
مین تو فقہا نے وارث کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثون نے اسکو جائز نہ رکھا بنظر غیر کے گو وصیت جاری نہ ہو وارث کیواسطے اسواسطے کہ وصیت
یہان محض وارث کیواسطے نہین ہوئی جو جائز نہ ہو بلکہ غیر وارث کیواسطے نافذ ہوئی ہی بعد وارث کے تو سمجھ لے یعنی چونکہ وصیت فقط وارث کیواسطے خالص نہ تھی لہذا اسمین دونون باتون کی رعایت
کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کے کیا تا وصیت لازم ہو جاوے طحطاوی نے کہا شارح کا رد ظاہر نہین اسواسطے کہ عبارت بزازیہ کی یہ ہی کہ تمام
زمین ارث ہی جبتک ابن موقوف علیہ زندہ ہی اور اسکی موت کے بعد بالکل نسل کیواسطے ہوجاویگی اور شارح کا جواب حیات ابن تک ہو سکتا ہی لیکن بنظر نسل نہین ہو سکتا اسلیے کہ نسل کیواسطے
ثلث ہی سب مین او یقول وقفتها فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبدا فانہ جائز عندهم لکن عند الامام ما دام حیا هو نذر بالتصدق بالغلۃ فعلیہ
الوفاء ولہ الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث یا ملک زائل ہوتی ہی یون کہنے سے کہ مین نے اسکو وقف کیا اپنی زندگی مین اور بعد وفات اپنی کے ہمیشہ کو تو یہ جائز ہی
صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جبتک وہ زندہ ہی تو وہ تصدق محصول کی نذر ہی تو اسپر وفاے نذر لازم ہی اور اسکو اس سے رجوع کرنا بھی جائز ہی اور اگر اسنے رجوع نہ کیا یہانتک
کہ وہ مرگیا تو وقف جائز ہوگا ثلث مال سے ہم جواز یعنی انکو صاحبین کے نزدیک منافی لزوم نہین قلت ففی هذین الامرین لہ الرجوع وما دام حیا غنیا او فقیرا
بامر قاض او غیرہ شرنبلالیہ فقول الدرر لو افتقر فسخہ القاضی لو غیر مسجل منظور فیہ مین کہتا ہون تحقیق ان دونون امر یعنی وقف معلق بالموت اور وقف بقید حیات وبعد
ممات مین واقف کو رجوع کرنا جائز ہی جبتک کہ وہ زندہ ہی مالدار ہو یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سواے اسکے کذا فی الشرنبلالیہ تو درر کا یہ قول کہ اگر واقف محتاج ہو
تو قاضی اسکو فسخ کردے اگر وقف پر قاضی کی سجل نہ ہو گئی ہو منظور فیہ ہی یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہین بلکہ واقف خود فسخ مین مختار ہی اور قید فقر کی بھی کچھ حاجت
نہین اور بموجب قول مفتی بہ کے وقف مین کچھ تصرف نہین کرسکتا اور مفتی کو بھی فسخ کا فتوے دینا جائز نہین اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کہ امام کے قول پر کسی نے فتوے نہین دیا کذا فی الطحطاوی
ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وتسلیمہ
ایاہ ابن کمال اور وقف تمام نہین ہوتا یہانتک کہ مقبوض ہو مصنف نے یون کہا کہ متولی کا مقبوض ہو اسواسطے کہ تسلیم ہر چیز کی جیسے لائق ہوتی ہی تو مسجد مین

تسلیم جدا کر دینے سے ہوتی ہے اور غیر مسجد میں متولی مقرر کرنے اور اسکو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہے کذا صرح ابن کمال و یفرز فلا یجوز وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور وقف
تمام نہیں ہوتا یہاں تک کہ جدا کر دیا جائے تو جائز نہیں وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف کے ہم وقف کا جدا کر دینا قسمت کر کے مبنی ہے اشتراط قبض پر سو امام محمد نے قبض کو شرط
کیا ہے تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہیں رکھا اور امام ابو یوسف نے قبض نہیں شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا اور خلاف ہے محتمل القسمہ میں اور غیر محتمل القسمہ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہے
سوائے مسجد اور مقبرہ کے کہ انکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہیں بالاتفاق مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہے اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا ہے [illegible] اور بزازیہ
اور درر و لوالجیہ اور شرح مجمع اور تجنیس اور غایۃ البیان میں کہا کہ مشاع میں امام محمد کے قول پر فتوے ہے کذا فی البحر و یجعل آخرہ لجہۃ قربۃ لا تنقطع ھذا بیان شرائطہ الخاصۃ علی
قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر کیا جائے ایسی جہت قربت کیواسطے جو منقطع نہ ہو یعنی منجملہ کار وقف ہو دائمی
مساکین پر یہ یعنی تسلیم اور فرز اور تابید بیان ہے وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے قول پر اسواسطے کہ وقف مانند صدقہ ہے اور ابو یوسف نے اسکو عتاق کے مانند قرار دیا ہے ہم ابو یوسف سے دو روایتیں
ہیں ایک روایت یہ کہ تابید وقف میں ضروری ہے لیکن ذکر دوام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ دوام شرط نہیں اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہے
کذا فی الہدایہ والمنح محشی طحطاوی نے کہا مصنف کا طرز بیان مناسب نہیں اسواسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہیں ہے مگر قضا سے پھر بیان شرائط میں محمد کے مذہب پر چلا حالانکہ
فتوی صاحبین کے قول پر ہے لزوم وقف میں بلا قضا و اختلف الترجیح و الاخذ بقول الثانی احوط و اسہل بحر و فی الدرر و صدر الشریعۃ و بہ یفتی و اقرہ المصنف
اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہے اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور اسہل ہے وقف کی ترغیب کیواسطے اور درر اور غرر اور شرح وقایہ میں ہے کہ اسیکا فتوے ہے اور مصنف نے بھی اپنی
شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے و اذا وقتہ بشہر او سنۃ بطل اتفاقا درر و علیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثتہ او لوقف بہ
یفتی فتح قلت وفی الخانیۃ یصح الوقت مطلقا فتنبہ ذکرہ الشرنبلالی اور جب وقف میں مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہے بالاتفاق کذا فی الدرر اور موجب بطلان موقت کے اگر وقف کیا
ایک مرد پر بعینہ تو اسکی موت کے بعد وقف اسکے وارثوں کی طرف عود کریگا اسی پر فتوے ہے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں اور خانیہ میں یقین کیا ہے صحت موقت کا مطلقا تو خبردار ہو جاؤ اور
تنبیہ لکھا ہے اسکو شرنبلالی نے ثم مسئلہ وقف علی المعین بطلان موقت پر مبنی نہیں ہو سکتا جب تک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ مسئلہ مبنی ہے ابو یوسف کے
نزدیک تابید اصلا شرط نہیں تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اسکے میراث ہوگا اور خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے اپنے گھر کو ایک دن یا ایک مہینہ یا وقت معین وقف کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز
اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اسکا قول یعنی عدم عبادت ہے تفصیل کلی شی ہے جسکو ہلال نے بیان کیا ہے کہ اگر واقف یہ شرط کرے کہ بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف
باطل ہے اور اگر یہ شرط نہیں تو صحیح ہے تو خانیہ کی عبارت میں اطلاق نہیں جسکو شارح نے بیان کیا ہے مگر یہ کہ اطلاق وقت مراد رکھے اور توفیق عبارات کی یوں ممکن ہے کہ بطلان موقت کا
قول مطلقا محمد کے قول پر محمول ہے کیونکہ انکے نزدیک تابید لفظی شرط ہے اور صحت موقت مطلقا کا قول ابو یوسف کی روایت پر محمول ہے جسمیں مطلقا اشتراط تابید نہیں اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے
اس قول صحیح پر محمول ہے جسمیں تابید معنوی ضروری ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فاذا تم و لزم لا یملک و لا یعار و لا یرہن فبطل شرط واقف الکتب الرہن کما مر
فی التدبیر پھر جب وقف باجتماع شرائط و ارتفاع موانع تمام ہو تو مملوک نہیں ہوتا اور نہ [illegible] نہیں اور نہ عاریت اور نہ رہن ہے تو کتابوں کے وقف کرنیوالے کو رہن کی شرط کرنا باطل ہے جیسا کہ
کتاب التدبیر میں مذکور ہو چکا او لو سکنہ المشتری او المرتہن ثم بان انہ وقف او للصغیر لزم اجر المثل قنیہ اور وقف میں مشتری یا مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ یہ وقف
ہے یا صغیر کا مملوک ہے تو اسپر اجرت مثل واجب ہے کذا فی القنیہ و لا یقسم بل یتہایؤن الا عندہما فیقسم المشاع و بہ افتی قاری الہدایہ وغیرہ اور قسمت نہ کیا جاوے وقف
مستحقین میں بلکہ اہل استحقاق نوبت بنوبت اس سے فائدہ لیں مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر مقسوم قسمت ہو اور اسیکا فتوے دیا ہے قاری ہدایہ وغیرہ نے اذا کانت القسمۃ بین الواقف
و شریک المالک او الواقف الاخر او ناظرہ ان اختلفت جہتہ وقفہما قاری الہدایہ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہے جبکہ قسمت ہو درمیان وقف کرنیکے شریک
مالک کے یا دوسرے واقف یا اسکے ناظر کے بشرطیکہ جہت انکی وقف کی مختلف ہو کذا صرح قاری الہدایہ یعنی قاضی نے جبکہ جواز وقف مشاع کا حکم کیا اور اسکی قضا نافذ ہو گئی اور رفع خلاف ہو
متفق علیہ ہو گئی سو اگر بعض شرکا طالب قسمت ہوں تو امام کے نزدیک قسمت نہ ہو گی نوبت بنوبت استعمال کرنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہو گی کذا فی المنح اور اگر جہت مختلف نہیں

تو قسمت کی حاجت نہیں اسلیے کہ دونوں وقف کا مصرف متحد ہے و لو وقف نصف عقار كله له فالقاضي يقسمه مع الواقف صدر الشريعة وابن الكمال وابن نجيم و
لو من ورثته ذلك فيفرز القاضي الوقف من الملك ولهم بيعه وبه أفتى قارئ الهداية وغيره في المنظومة المحبية اور اگر واقف نے زمین کا نصف حصہ وقف کیا جسکے کل کا وہ مالک تھا
تو قاضی اسکو تقسیم کر دے باوجود وقف کے کذا صرح صدر الشریعة و ابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اسکے وارثوں کو یہ تقسیم جائز ہے تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کر دے اور وارثوں کو نصف ملک کے بیچ ڈالنا
اور اسکا فتوے دیا ہے قاری ہدایہ نے اور ویسے ہی اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں ہم انفع المسائل میں ہے کہ جمع بین الوقف والملک کے قسمت قاضی کو جائز نہیں مگر شرکا کی تراضی کے ساتھ کذا فی المنح لا الموقوف علیہ
فلا يقسم الوقف بين مستحقيه إجماعا درر وكافي وخلاصة وغيرها لأن حقهم ليس في العين وبه جزم ابن نجيم في فتاواه وفي فتاوى قارئ الهداية هذا
هو المذهب وبعضهم جوزه ذلك نہ جائیگا یعنی موقوف علیہم کے قسمت تو وقف مقسوم نہ ہوگا مستحقین کے باجماع امام و صاحبین کذا فی الدرر والکافی والخلاصہ وغیرہا اسلیے کہ حق انکا
موقوف میں نہیں بلکہ اسکے محاصل میں ہے اسی پر یقین کیا ہے ابن نجیم نے اپنے فتاوے میں اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور بعضے علما نے قسمت موقوف بین المستحقین جائز رکھی ہے
یہ قول غیر معتبر ہے کہ مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی ولو سكن بعضهم ولم يجد الآخر موضعا يكفيه فليس له أجرة ولا له أن يقول أنا أستعمل بقدر ما استعملته لأن
المهايأة إنما تكون بعد الخصومة قنية اور اگر بعض مستحقین وقف میں سکونت کی اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اسکو کافی ہو تو اسکو اجرت لینا مستحق کو
جائز نہیں اور نہ اسکو یوں کہنا جائز ہے کہ مکان وقف کو میں استعمال کروں گا جسقدر تمنے استعمال کیا ہے اسلیے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے
کذا فی القنیہ ہم طحطاوی نے کہا ہے خصاف کی عبارت یہ شامل ہے ضعفیہ کیطرف منسوب کی نعم لو استعمله كله أحدهم بالغلبة بلا إذن الآخرين لزمه أجر حصة شريكه لو
وقفا على سكناهما بخلاف الملك المشترك ولو معدا للإجارة قنية ہاں اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال کیا زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو اسکو بقدر
شریک کے اجرت لازم ہوگی اگرچہ وہ مکان دونوں کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اس میں شریک پر اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو کذا فی القنیہ
قلت ولو بعضه ملكا وبعضه وقفا يأتي في الغصب میں کہتا ہوں اور اگر کچھ مکان ملک ہو کچھ وقف ہو تو غصب میں آویگا ويزول ملكه عن المسجد والمصلى بالفعل
وبقوله جعلته مسجدا عند الثاني وشرط محمد والإمام الصلاة فيه بجماعة وقيل يكفي واحد وجعله في الخانية ظاهر الرواية و
ہوتی ہے ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے بواسطے فعل کے یعنی علیحدہ کر دینے سے یا اس قول سے کہ میں نے اس مکان کو مسجد کر دیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اس میں جماعت سے نماز پڑھنا
شرط کیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہے اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہے ہم مسجد مخالف ہے مطلق وقف سے اسلیے کہ نزدیک امام اعظم کے نزدیک حکم ملک اور
کرنا اسکے واسطے شرط نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک شارع کا مسجد کرنا باعث ہے نہیں اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی ہی شرط نہیں مسجد کے واسطے عمارت بنانا شرط نہیں اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کی
زمین میدان ہے اس میں کچھ عمارت نہیں اور اسنے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی دائما یا دوام کا لفظ ذکر نہ کیا لیکن نیت دوام کی پھر وہ مر گیا تو وہ مکان مسجد ہو گیا اس میں میراث
نہیں کذا فی النہر جسنے مسجد بنائی تو اسکی ملک موجود ہے جب تک مسجد کو سبیل راہ کے ساتھ اپنی ملک سے جدا نہ کر دے اسواسطے کہ وہ خالص اللہ تعالی کے واسطے نہیں ہوتی بغیر جدا کر دینے کے تو اگر کسی گھر
درمیان میں مسجد بنادے اور لوگوں کو دخول اور نماز کا اذن دے اگر اسکی راہ بھی شرط کی ہے تو سب کے نزدیک مسجد ہو گئی والا امام کے نزدیک مسجد نہیں اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہو گئی عمادیہ
متوقف مسجد ثابت ہو جاویگی بلا شرط اور نماز سو واسطے شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک تسلیم ضرور ہے اور مسجد میں جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہے بنابر صحیح روایت کے امام سے اور اسکے ساتھ اذان
اور اقامت سے نماز جہری بھی شرط ہو تو اگر نماز سری بلا اذن و اقامت ہوگی تو امام اور محمد کے نزدیک مسجد ثابت ہوگی او ماگر ایک شخص کو امام اور مؤذن مقرر کیا تو اسکے تنہا نماز سے مسجد
ہو گی بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اسکے نائب کی تسلیم سے مسجد ثابت ہوگی کذا فی العالمگیریۃ ملخصا اور چونکہ وقف اور قضا میں ابو یوسف کا قول راجح ہے لہذا مصنف نے اسکو
مقدم کیا تو بزاز اور در اور ملتقی کے مانند یعنی مجرد قول سے مسجد ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اراد أهل المحلة نقض المسجد وبناءه أحكم من الأول
إن الباني من أهل المحلة لهم ذلك وإلا لا بزازية اور اہل محلہ نے چاہا مسجد کا توڑنا اور بعد اسکے بنانا اسکا محکم تر اول سے تو اگر دوسرا بانی اہل محلہ سے ہے تو انکو جائز ہے ورنہ نہیں جائز کذا فی
البزازیہ وإذا جعل تحته سردابا لمصالحه أي المسجد جاز كمسجد القدس ولو جعل لغيرها أو جعل فوقه بيتا وجعل باب المسجد إلى الطريق وعزله عن ملكه

لا یکون مسجدا فله بیعه ویورث عنه خلافا لهما اور جبکہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کیواسطے تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے سوا کیواسطے
بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کیطرف کر دیا اور اسکو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد نہوگی اسلئے اسکی بیع جائز ہے اور وہ شخص مر جائے تو بعد اسکے وارث پاوینگے بخلاف صاحبین کے
مذہب کے امام کا قول ظاہر المذہب ہے اسواسطے کہ اسمیں حق العبد باقی ہے اور جب حق العبد مسجد کے علو یا سفل یا جوانب میں باقی ہا تو وہ خالص اللہ تعالے کیواسطے نہ ہوئی کذا فی الطحطاوی
عن البحر کما لو جعل وسط داره مسجدا واذن للصلوٰة فیه حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے درمیان مسجد بنائی اور اسمیں نماز کا اذن
دیا تو وہ مسجد نہوگی مگر جبکہ مسجد کیواسطے راہ بھی شرط کرے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد
البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیة فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ
الاجرة منه ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنی بزازیه اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیواسطے کوٹھری بنائی تو ضرر نہیں اسواسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہے اور اگر اس
مکان کا مسجد ہونا پورا ہوگیا یعنی فقط قول سے جیسے فتویٰ ہے یا اسمیں نماز پڑھنے سے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانیکا ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر کہیگا میں نے اسکی نیت کی تھی
تو اسکی تصدیق نہوگی کذا فی التاتارخانیہ پھر جب واقف کا یہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہوگا تو اسکا گرا دینا واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور
اسمیں کرایہ لینا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی تھوڑا مکان کرایہ یا سکونت کیواسطے مقرر کیا جائے کذا فی البزازیہ کرایہ لینا بہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ میں
صرف ہوا اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا صاحب مسجد کیواسطے جائز رکھا ہے وہ قول غیر صحیح ہے کذا فی البحر ولو خرب ما حوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا
الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی اور اگر مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہوگیا اور اسکی کچھ حاجت نہ رہی تو وہ بھی مسجد ہی باقی رہیگی امام اور ابو یوسف کے
نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الحاوی القدسی یعنی اسکی ملکیت واقف اور اسکے وارثوں کیطرف عود نہ کریگی اور نہ اسکا نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز ہے اسواسطے کہ وہ مسجد ہے
علی الدوام کوئی اسمیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے کذا فی المنح والحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک البانی او ورثته عند محمد اور مسجد منہدم عود کریگی طرف ملک کے یعنی بانی اسکی یا ورثا
اسکے کی ملک میں ہوگی محمد کے نزدیک وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور ابو یوسف سے دوسری روایت ہے کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اسکا
شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اسکی دوسری مسجد میں صرف ہوگی اور یہ روایت ضعاف کی حاوی کی مخالف ہے کذا فی المنح ومثله فی الخلاف المذکور حشیش المسجد وحصره
مع الاستغناء عنهما اور خلاف مذکور میں مانند منہدم کے ہے مسجد کی گھاس اور چٹائیاں جب انکی حاجت نہ رہے یعنی شیخین کے نزدیک ملک میں داخل نہیں اور محمد کے
نزدیک واقف کی مملوکہ ہو جاوینگی وکذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض الیه
تفریع علی قولهما درر اور اسیطرح مسافر خانہ اور کنواں جب لائق انتفاع کے نرہے تو صرف کیا جاوے وقف مسجد اور مسافر خانہ اور کنوئیں اور حوض کا قریب مسجد و مسافر خانہ
اور کنوئیں اور حوض کیطرف اور یہ تفریع شیخین کے قول پر کذا فی الدرر عبارت میں لف و نشر مرتب ہے یعنی وقف مسجد اقرب مسجد کیطرف اور وقف مسافر خانہ قریب مسافر خانہ کیطرف اور وقف حوض کا
قریب حوض کیطرف صرف ہو وفیها وقف ضیعة علی الفقراء وسلمها للمتولی ثم قال لوصیه اعط من غلتها فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجه عن ملکه بالتسجیل فلو قبله صح
قلت لکن سیجیء معزیا للفتاوی ومؤید زاده ان للواقف الرجوع فی الشروط ولو مسجلا اور درر میں ہے کہ ایک شخص نے زمین فقرا پر وقف کی اور متولی کو سپرد کی پھر اپنے وصی کو کہا کہ
اسمیں کی محصول سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے خارج ہو جانے موقوف کے وقف کی ملک سے قاضی کے حکم سجل سے سو اگر قبل حکم کے وصیت کریگا تو صحیح ہوگا میں
کہتا ہوں لیکن آگے آویگا فتاوی و مؤید زادہ سے منقول ہوکر کہ واقف کو شروط وقف میں رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ وقف مسجل ہوگیا ہو یہ استدراک ہے عدم صحت پر طحطاوی نے کہا معلوم ہوا کہ شارح نے
اسکی تحریر نہیں کی اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف علیه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر الیه
لانهما حینئذ کشیء واحد اور جب واقف اور جہت متحد ہو اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم یعنی مشاہرہ یا سالیانہ کم ہوگیا بسبب ویران ہو جانے احد الوقفین کے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے
وقف کی فاضل آمدنی سے ادھر صرف کرے اسواسطے کہ دونوں صرف ایک شے واحد کے مانند ہیں ہم مصنف نے اپنی شرح میں اتحاد واقف اور جہت کی اسطرح مثال دی کہ ایک شخص نے دو مسجدیں بنائیں

اور ہر ایک کے مصالح کے واسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر ایک مسجد کے امام یا موذن کا وظیفہ کم ہو گیا اسکی وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی سے حاکم دے سکتا ہے یعنی جائز
نہیں نے کہا کہ اتحاد جہت کو اس طرح محمول کرنا کلام بزازی کے صریح مخالف ہے اس واسطے کہ بزازی نے تعداد وقف اور جہت کی یوں مثال دی ہے کہ دو وقف ایک مسجد پر ہوں ایک تعمیر کی درستی کے واسطے
اور دوسرا وقف مسجد کے امام اور موذن کے واسطے کذا فی الطحطاوی وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما
اوقافا لا يجوز له ذلك اور اگر وقف اور جہت سے کوئی مختلف ہو اس طرح پر کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف موقوف کئے تو حاکم کو یہ جائز نہیں کہ ایک کا
محصول دوسرے پر صرف کرے ولو وقف العقار ببقره واكرته بفتحتين وهم عبيده الحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلوں اور کھیتی کرنے والے
اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اکرہ بفتح اول و ثانی جمع اکار ہے یعنی کاشتکار اور اسی طرح باقی آلات کاشتکاری کا وقف کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی
وجاز وقف القن على مصالح الرباط خلاصة ونفقته وجنايته في ماله ولو قتل عمدا لا قود فيه بزازية بل تجب قيمته ليشترى بها بدله اور جائز ہے
وقف کرنا غلام کا مسافر خانہ کے مصالح کے واسطے کذا فی الخلاصہ اور اسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال میں ہے اور اگر وہ غلام مقتول ہو عمداً تو اسمیں قصاص نہیں کذا فی البزازیہ بلکہ قاتل پر اسکی قیمت دینی
واجب ہے تا عوض اسکے دوسرا غلام خرید کیا جائے کما صح وقف مشاع قضي بجوازه لانه مجتهد فيه فللحنفي المقلد ان يحكم بصحة وقف المشاع وبطلانه لاختلاف
الترجيح واذا كان في المسئلة قولان مصححان جاز الافتاء والقضاء باحدهما بحر ومصنف چنانچہ صحیح ہے وقف اس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہو گیا
اس واسطے کہ وقف مشاع میں مجتہدوں کا اختلاف ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کے اور جبکہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں
تو کسی ایک قول پر فتوی دینا مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر و شرح المصنف ھم بشرطیکہ کوئی قول مفتی بہ نہو و الا مفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہیں اور جبکہ ایک قول پر فتوے دے
اور قاضی حکم کرے تو دوسرے قول پر فتوے نہ دے اور نہ حکم کرے کذا فی الطحطاوی وكما صح ايضا وقف كل منقول قصدا فيه تعامل للناس كفاس وقدوم بل ودراهم
ودنانير اور جیسا کہ صحیح ہے وقف اس مال منقول کا بھی بالقصد نہ بالتبع جسمیں لوگوں کا عمل جاری ہو گیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمین میں رائج ہو گیا جیسے کلہاڑی اور بسولہ بلکہ دراہم و دنانیر
گھوڑے اور ہتھیار کی صحت وقف میں صاحبین میں اختلاف نہیں اس واسطے کہ انمیں احادیث اور آثار وارد ہیں بلکہ انکے غیر میں اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے
اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں ہے کہ محمد مجوز وقف منقول ہیں مطلقاً اور ابو یوسف بشرط رواج اور ظاہر نہر الفائق اس پر دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول انہیں شہروں میں صحیح ہے
جہاں اسکے وقف کا رواج ہو اور مفتی ابو سعود کے نزدیک انحصار مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ورد الامر للقضاة بالحكم به كما في معروضات المفتي ابو السعود
ومكيل وموزون فيباع ويدفع ثمنه مضاربة او بضاعة فعلى هذا لو وقف كرا على شرط ان يقرضه لمن لا بذر له ليزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره
ثم اقرضه لغيره وهكذا جاز خلاصة میں کہتا ہوں بلکہ سلطان روم کا امر قاضیوں کو صحت وقف دراہم و دنانیر کے حکم کرنیکا وارد ہوا ہے چنانچہ مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے
اور ہر چیز کیلی اور وزنی کے وقف کرنیکا تو کیلی اور موزون بیچی جاوے اور اسکی قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسیکو دیجاوے تو بموجب صحت وقف منقول اگر کسی نے گیہوں یا جو وقف کرے
اس شرط پر کہ متولی اسکو قرض دے اس مزارع کو جسکے پاس بیج نہیں اسکو وہ بو دے اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو اتنا اس سے لیلے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض
دے اور اسی طرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور اسی سے لیا کرے تو یہ جائز ہے کذا فی الخلاصة وفيها وقف بقرة على ان ما خرج من لبنها او سمنها للفقراء ان اعتادوا ذلك
رجوت ان يجوز اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے گائے وقف کی اس شرط پر کہ جو اسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیروں کے واسطے ہے اگر وہاں کے لوگ ایسے وقف کرنیکے معتاد ہوں تو اسکے
جواز کی میں امید رکھتا ہوں وقدر وجنازة وثيابها ومصحف وكتب لان التعامل يترك به القياس لحديث ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن الخ
بخلاف ما لا تعامل فيه كثياب ومتاع وهذا قول محمد وعليه الفتوى اختيار اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ و جنازہ اور اسکے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اس واسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس متروک
ہو جاتا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جسکو اہل اسلام اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک اچھا ہے بخلاف اس منقول کے وقف کے جسکا رواج نہیں جیسے کپڑوں اور اسباب کا وقف کرنا کہ وہ جائز نہیں قول
محمد کا اور یہی مفتی بہ ہے کذا فی الاختیار شرح المختار ھم جنازہ بالکسر عبارت ہے نعش سے یعنی جس چیز پر مردہ کو رکھکر قبر کے واسطے لیجاویں اور ثیابہا جنازہ وہ ہیں جو نعش پر ڈالے جاویں علی الخصوص [illegible] کذا

مختصر بلکہ مطلقا جائز ہے اگرچہ صرف نحو بلاغت کی کتابیں ہوں وقف میں تعامل ہے کیونکہ ان میں کا وقف جائز ہونا منقول کا ہو سکتا ہے یعنی ہمیشگی وقف میں شرط ہے منقول ہیں جامع الفصولین والبحر فی البحر السفینة بالمتکلم اصلاح کیا گیا بحر الرائق میں کشتی اور جہاز کو ہے باب عدم جواز وقف میں یعنی بسبب عدم عرف کے بلکہ کہا ہمارے زمانہ میں جہازوں کا وقف رائج ہو گیا ہے اس واسطے کہ بعضے جہاز حرمین شریفین تک اناج پہونچانے کے واسطے وقف ہیں وفی البزازیة جاز وقف الاکیسة علی الفقراء فیدفع الیہم شتاء ثم یردونھا بعدہ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز ہے وقف کملیوں کا فقیروں کو کہ سوتے ہوں جاڑوں میں جاڑے میں پہنکر پھر دیویں بعد اسکے یہ وقف عدم جواز وقف متاع سے مستثنیٰ ہے وفی الدرر وقف مصحفا علی اھل مسجد لقراءة القرآن ان یحصون جاز اور درر میں ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑھنے کے واسطے اگر اہل مسجد شماری لوگ ہوں تو جائز ہے ظاہر التقیید احصا دلالت کرتی ہے کہ در حالت عدم احصا وقف جائز نہو لیکن ملتقی اور اسکی شرح میں احصا اہل مسجد شرط نہیں وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیہ ولا یکون محصورا علی ھذا المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور مسجد میں پڑھا جاویگا اور محصور نہوگا یہ مصحف اسی مسجد پر کذا فی البحر یعنی یہ نہیں ہے کہ ایک مسجد میں کے مصحف کو دوسرے اہل محلہ کو دینا جائز نہیں وبہ عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالہا للانتفاع بہا والفقہاء بذلک مبتلون فان وقفہا علی مستحقی وقفہ لم یجز نقلہا وان علی طلبة العلم وجعل مقرہا فی خزانة فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نہر اور اسی سے معلوم ہو گیا نقل کرنا کتب اوقاف کا انکے مکانات سے فائدہ لینے کیواسطے اور فقہا اسمیں مبتلا ہیں اگر وقف کتابوں کو وقف کیا اپنے وقف یعنی مسجد یا مدرسہ کے مستحقین پر تو ان کتب کا دوسری جگہ لیجانا جائز نہیں اور اگر مطلق طالب علموں پر وقف کیا اور ٹھکانا کتب کا اپنے کتب خانہ میں مقرر کیا جو فلانے مکان میں ہے تو جواز نقل میں تردد ہے کذا فی النہر سبب تردد اختلاف ہے ان دو عبارتوں کا جو سابق مذکور ہو چکیں ایک روایت سے جواز نقل معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز اور یہی کہا کہ فقہا کا یہ قول کہ وقف میں عمل بالاصلح لازم ہے اسکا مقتضی ہے کہ نقل کتب فقہیہ جائز نہو کہ نفع طالبوں کا بعد نقل کے متعسر ہو جاتا ہے خصوصا زیادہ مدت گذرنے سے یا ناقل کی موت سے کہ وارث اسکے ملک کر لیتے ہیں واللہ اعلم ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ھو اقرب لعمارتہ کامام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتہم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح وتمامہ فی البحر اور وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کیجاوے بعد اسکے وہ صرف جو عمارت سے نزدیک تر ہے جیسے مسجد کا امام اور مدرسہ کا مدرس انکو دینا چاہیے بقدر انکی کفایت کے پھر چراغی اور فرشوں کو اسیطرح بقدر کفایت دینا چاہیے آخر مصالح تک یعنی موذن اور ناظر اور دربان اور چلنبان اور وضو کا پانی اور بوریا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتدا عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور تعمیر بقدر مستحق ہے جس صفت سے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہیں مگر مستحقین کی رضامندی سے تو وقف کی دیواروں کو سفید یا سرخ کرنا جائز نہیں اگر واقف نے رنگین نکیا ہو وان لم یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاء مصرف عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اسکو شرط نکیا ہو بسبب اسکے ثابت ہونیکے بنا بر اقتضا کے یعنی اسواسطے کہ وقف کا قصد یہی ہے کہ محاصل ہمیشہ صرف ہوتا رہے اور ہمیشگی نہیں ہو سکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی اقتضاء ثابت ہوئی کذا فی المنح وتقطع الجہات للعمارة ان لم یخف ضرر بین فتح فان خیف کامام وخطیب وفراش قدموا فیعطو المشروط لہم واما الناظر والکاتب والجابی فان عملوا زمن العمارة فلہم اجرة عملہم لا المشروط قال فی النہر وھو الحق خلافا للاشباہ اور قطع کیے جاوینگے سب مصارف مستحقین کے ہنگام عمارت میں اگر صریح ضرر کا خوف نہو کذا فی الفتح سوا اگر ضرر صریح کا خوف ہو چنانچہ امام اور خطیب اور فراش تو انکی تقدیم ہوگی سو انکو انکا مشروط دیا جاویگا اور ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ میں بھی کام کریں تو انکو اپنے عمل کی اجرت ملیگی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا کہ یہی حق ہے خلاف الاشباہ اشباہ میں کہا کہ انکو بقدر کفایت دیا جاویگا وفیہا عن الذخیرة لو صرف الناظر لہم مع الحاجة الی التعمیر ضمن وھل یرجع علیہم الظاہر لا لتعدیہ بالدفع اور اشباہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے تو ضامن ہے اور کیا ناظر مستحقین سے بعد ضمان کے پھیر سکتا ہے ظاہر حکم یہ ہے کہ پھیر نہیں سکتا بسبب اسکی تعدی دینے کے وما قطع للعمارة یسقط اصلا اور جو حق مستحقین کا قطع ہوا عمارت کیواسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی غیر دین نہیں ہو جاتا اسلیے کہ ہنگام عمارت میں انکا کچھ حق نہیں تو اگر سال آئندہ میں حقوق مستحقین کا فاضل رہیگی تو انکو عوض سال گذشتہ کے نملیگی کذا فی الاشباہ وفیہا لو شرط الواقف تقدیم العمارة ثم الفاضل للفقراء والمستحقین لزم الناظر امساک قدر العمارة کل سنة وان لم یحتجہ الآن لجواز ان یحدث حدث ولا غلة بخلاف ما اذا لم یشترطہ فلیحفظ الفرق بین اشتراطھا وعدمہ اور اشباہ میں ہے

اگر واقف نے وقف میں تقدیم عمارت شرط کی ہو تو اسکے بعد فاضل آمدنی فقرا یا مستحقین کیواسطے ہے تو ناظر کو لازم ہے کہ چھوڑ رکھے بقدر عمارت کے ہر سال اگرچہ ابھی بالفعل حاجت نہو کہ شاید کوئی حاجت پیش آئے اور حاصل نہو بخلاف اسکے جبکہ واقف نے تقدیم عمارت شرط کی ہو تو ہر سال شمار رکھنا لازم نہیں تو شرط اور عدم شرط کا فرق یاد رکھنا چاہیے وفی الوهبانية لو زاد المتولی دانقا على اجر المثل ضمن الكل لتقع الاجارة له اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر متولی نے اجرۃ مثل پر ایک دانگ بھی زیادہ کی تو تمام اجرت کا وہ ضامن ہے اپنے مال سے بسبب واقع ہونے اجارہ کے متولی کیواسطے صورت اسکی یہ ہے کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں نوکر رکھا اور ایک دانگ پر مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایک درہم ہے تو متولی کو تمام اجرت اپنے مال سے ڈانڈ دینا ہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ میں فائدہ دانگ ششم حصہ درہم کا وفی شرحها للشرنبلالی عند قوله ف ويدخل فی وقف المصالح قیم + امام خطیب والمؤذن يعبر الشعائر التی تقدم شرط او لم یشترط بعد العمارة هی امام وخطیب ومدرس ووقاد وفراش ومؤذن وناظر وثمن زیت وقنادیل وحصر وماء وضوء وكلفة نقله للميضاة فليس مباشر وشاهد وشاد وجاب وخازن كتب من الشعائر فتقديم معلومهم في دفتر الحساب ليس بشرعي ويقع الاشتباه في بواب ومزملاتی قال في البحر قلت وقد ظهر لی تقدیمه بلا شبهة وخادم مطهرة اه اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں اسکے اس قول کے پاس اور داخل ہے مصالح وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور موذن یوں ہے کہ جو شعائر کہ مقدم کئے گئے ہیں شرط کیا ہو یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور موذن اور ناظر اور تیل اور قنادیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی لے جانیکی مزدوری وضو کرنیکی جگہ میں تو مباشر اور شاہد اور مسجد کا خبرگیر اور محصول کا تحصیلدار اور کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں ہیں تو انکی تقدیم دفتر حساب میں امر شرعی نہیں بحرالرائق میں کہا کہ دربان اور مزملاتی میں اشتباہ واقع ہے کہ یہی مقدم ہیں یا نہیں میں کہتا ہوں کچھ تردد نہیں دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام شرنبلالی مزملاتی منسوب ہے مزملہ کیطرف مزملہ بروزن معظمہ وہ برتن جسمیں پانی سرد ہو اور مراد یہاں وہ شخص ہے جو اہل مسجد کے پانی پینیکے برتن پانی سے بھرے اور شاد وہ شخص ہے جو خبرگیر مسجد ہو یعنی جو ملازم مسجد رہے اور صاف رکھنے کیواسطے اور خادم مطہرہ وہ ہے جو اسکو پاک صاف کرے اور وہ مطہرہ نہیں جسمیں پانی بھرے کہ وہ پہلے مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی قلت انما يكون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسة كما مر اما مدرس الجامع فلا لانه لا يتعطل بالغيبة بخلاف المدرسة حيث تقفل اصلا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ مدرس صرف شعائر میں داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں ہے اسواسطے کہ اسکی غیبت سے تعطل نہیں ہوتا بخلاف مدرسہ کے کہ وہ پہلے نہونے سے بالکل معطل اور مقفل ہو جاتا ہے ہم اشباہ میں ہے کہ مدرس مدرسہ سو وقت شعائر میں ہوگا جب ملازم تدریس رہے وقف کی شرط کے مانند اور ہمارے زمانہ کے مدرس تو ایسے نہیں ہیں انتہی اور مدرس صورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبین مشروطین کو تعلیم کرے یا اور طالبین کو وهل يأخذ ايام البطالة كعيد ورمضان لم اره وينبغي الحاقه ببطالة القاضی واختلفوا فيها والاصح انه يأخذ لانها للاستراحة اشباه من قاعدة العادة محكمة وسيجیء ما لو غاب فليحفظ اور کیا مدرس ایام تعطیل جیسے عید اور رمضان میں مشروط لیگا یا نہیں میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا اور لائق یہی ہے کہ الحاق تعطل مدرس کا قاضی کے تعطل سے اور علما اسکے لینے میں مختلف ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ قاضی لیوے اسواسطے کہ تعطل کے استراحت کیواسطے ہیں چنانچہ اشباہ میں ہے قاعدہ کے تحت میں العادة محكمة اور آگے آویگا وہ مسئلہ کہ اگر مدرس غائب ہوا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ علامہ بیری نے اس الحاق کو قنیہ کی اس عبارت سے رد کیا کہ اگر واقف نے ہر روز کی اجرت معین کیا پھر مدرس نے جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اسکو وظیفہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کیواسطے کچھ مقرر نہیں کیا تو لینا حلال ہے اگرچہ ان دونوں دنوں میں درس نکیا بسبب عرف کے بخلاف غیر جمعہ اور منگل کی تعطیل کے کہ اسکی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نہیں ہو ولو كان الموقوف دارا فعمارته على من له السكنى ولو متعددا من ماله لا من الغلة اذ الغرم بالغنم درر اور اگر موقوف گھر ہو تو اسکی مرمت اس شخص پر ہے جسکی سکونت کیواسطے وہ موقوف ہے اگرچہ ساکن متعدد ہوں اپنے اپنے مال سے مرمت کرے نہ گھر کے کرایہ سے اسواسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہے کذا فی الدرر ولم يزد فی الاصح يعنی انما تجب العمارة عليه بقدر الصفة التی وقفها الواقف اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نکرے قول صحیح میں یعنی اسپر تو عمارت بقدر اسی صفت کے واجب ہے جس صفت پر واقف نے اسکو وقف کیا ولو ابى من له السكنى او عجز لفقره عمره الحاكم ای آجرها الحاكم منه او من غيره وعمرها باجرتها كعمارة الواقف ولم يزد فی الاصح الا برضى من له السكنى زيلعی ولا اجبر الآبی على العمارة ولا تصح اجارة من له السكنى بل المتولی والقاضی اور جسکے واسطے سکونت وقف ہے اگر عمارت بنانا قبول نکرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اسکی تعمیر کرے یعنی حاکم اس گھر کو اسی

ساکن یا اسکے سوا غیر کو کرایہ دے اور اسکے کرایہ سے اسکی مرمت کرے وقف کی عمارت کے مانند اور زیادہ عمارت نکرے مگر اسکی رضامندی سے جسکے واسطے سکونت ہے کذا فی الزیلعی در یا اگر وہ انکار کرے

زبردستی نہیں عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہے اُسکا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے شرح در ہا بعد التعمیر الی من له السکنی رعایة

للحقین پھر حاکم اس گھر کو بعد تعمیر کے پھیر دیگا جسکے واسطے سکونت ہے رعایت دونوں حقوق کے یعنی تعمیر رعایت حق واقف ہے اور پھیر دینا رعایت حق ساکن ہے اسلیے اگر تعمیر نہو تو سکونت بالکل نہ ہو جاتی

فلا عمارة علی من له الا الاستغلال لانه لا سکنی له فلو سکن هل تلزمه الاجارة الظاهر لا لعدم العقد تو گھر کی عمارت اس شخص پر واجب نہیں جسکے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہے

اسواسطے کہ اسکے لیے سکونت نہیں ہے اگر وہ شخص گھر میں سکونت کرے کیا کرایہ اسپر لازم ہوگا ظاہر یہ ہے کہ اسپر واجب نہیں بسبب عدم عقد کے یعنی کرایہ اسپر لازم نہوگا کرایہ بھی کچھ ہے

لزوم اجرت کا کیا فائدہ ہوا الا انه یجوز للعمارة فیاخذها المتولی لیعمرها لو هو المتولی ینبغی ان یجبره القاضی علی عمارتها مما علیه من الاجرة

فان لم یفعل نصب متولیا لیعمرها مگر ہاں وقت کرایہ اسپر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی اُس کرایہ سے تا گھر کی مرمت کرے اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق ہے کہ قاضی اسپر

زبردستی کرے عمارت کیواسطے اُس کرایہ سے جو اسپر لازم ہوا ہے بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نکرے تو قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اسکی تعمیر کیواسطے ولو شرط الواقف غلتها له ومؤنتها

علیه هل یجبر علی عمارتها الظاهر لا نهر اور اگر واقف نے گھر کی آمدنی ایک شخص کے واسطے شرط کی اور اسکا خرچ بھی اسپر شرط کیا تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں کیا اس شخص پر عمارت کیواسطے

زبردستی کیجاویگی یا نہیں ظاہر یہ ہے کہ اسپر جبر نہیں کذا فی النهر وفی الفتح لو لم یجد القاضی من یستاجرها للعمارة وخطر لی انه یخیر بین ان یعمرها او یردها الی ورثة

الواقف قلت فلو کان هو الوارث لعمارة وفی فتاوی قاری الهدایة ما یفید استبداله ورد ثمنه للوارث والفقراء اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی اسکو بنا دے

جو اس گھر کو کرایہ پر لے سکو نہیں دیکھا اور میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جسکے واسطے سکنے وقف ہے اُسکو قاضی مختار دے آیا اسکی تعمیر کرے یا اسکو وقف کے وارثوں کو پھیر دے شارح کہتا ہے

میں کہتا ہوں کہ اگر وارث ہی سکونت وقف ہوں جن نے اسکو نہیں دیکھا اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں وہ مضمون ہے جو مفید ہے اسکے استبدال کا یا اسکی قیمت پھیر دینے کا وارث کو یا فقرا کو

بحر الرائق میں بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہو جائے اور لائق انتفاع نرہے تو اسکا استبدال چاہیے خواہ زمین ہو خواہ گھر نزدیک اون

علما محققین کے ہے شامی کہتا ہے میں نے محمد سے سنا ہے کہ جب وقف خراب ہو جائے اسطرح کہ لائق انتفاع ساکن کے باقی نرہے تو قاضی کو جائز ہے کہ اسکو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت سے دوسرا گھر

اور یہ جائز نہیں ہے کہ قاضی اسکا اور وقف کا لوٹ کر تا بعد ویرانی کے ملک واقف یا اسکے وارث کی طرف سو ہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف ہے حاصل یہ کہ موقوف علیه السکنی جب تعمیر سے انکار کرے اور قاضی

مستاجر کو نپاوے تو اسکو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت سے وہ زمین یا گھر خرید کرے جو وقف ہوا تھا تو شارح کا یہ قول کہ اگر موقوف علیه السکنی وارث ہو کہ جن نے نہیں دیکھا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ

اسکا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہیں وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری الهدایہ کا بھی ضعف ظاہر ہو گیا اور تعجب ہے شارح سے کہ جس قسم کا مرتکب ہوتا ہے باوجود کلام بحر الرائق کے دیکھنے کے اھ

کما نقله فلو ثبتی ہمیں سکونت ثابت ہے کذا فی الحلبی وصرف الحاکم او المتولی حاوی نقضه او ثمنه ان تعذر اعادة عینه الی عمارته ان احتاج والا حفظه لیحتاج الا

اذا خیف ضیاعه فیبیعه ویمسک ثمنه لیحتاج حاوی اور صرف کرے حاکم یا متولی کذا فی الحاوی وقف کے منقوض کو یعنی مکان شکستہ کی لکڑی اور پتھر اور اینٹ کو یا اسکی قیمت کو اگر وقف کا بعینہ لوٹانا

متعذر ہو اسکی عمارت کی طرف اگر حاجت ہو مرمت کی اور نہیں تو اسکو محفوظ رکھے حاجت کے وقت کے واسطے مگر جب اسکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو اسکو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت کو رکھ چھوڑے حاجت کیواسطے

بحر الرائق میں ہے تو بیع منقوض کی جگہ ہے در صورت تعذر اعادہ اور در صورت خوف ہلاک ولا یقسم النقض او ثمنه بین مستحقی الوقف لا حقهم فی المنافع والعین حق الله تعالی نه تقسیم

ہوگا وقف کا منقوض یا اسکی قیمت مستحقین وقف کے درمیان میں اسواسطے کہ انکا حق منافع وقف میں ہے نہ عین وقف میں یعنی اسواسطے کہ عین میں حق مالک ہے یا حق الله تعالی علی اختلاف القولین

معلوم ہوگیا کہ مسجد کی ہر ایک چیز مثل مسجد کی تقسیم مستحقین جائز نہیں اور اسیطرح باقی ہیں سامان کی بیان جو کہ اوپر ذیل کے امام اور موذن کو لینا جائز نہیں بلا اذن مالک کے اور اگر بیچے وہاں کا حج ہو کر امام موذن

بلا اذن بیچ لیتے ہیں تو بیع جائز ہے کذا فی الحلبی جعل شیء ای جعل الباني شیئا من الطریق مسجدا لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لانهما للمسلمین کعکسه

کجواز عکسه وهو ما اذا جعل فی المسجد ممرا لتعارف اهل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیه حتی الکافر الا الجنب والحائض والدواب زیلعی

یعنی مسجد کو تھوڑی راہ مسجد میں کر لینا بسبب تنگی مسجد کے جب راہ چلنے والوں کو مضرت نہو تو جائز ہے اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونوں مسلمین کے ہیں اسواسطے ہے عکس یعنی بالعکس اسکے جائز ہے

یعنی جب کہ مسجد میں گندگی کا ڈھیر ہو جاوے بسبب تعارف شہر والوں کے جو اطراف مسجد میں ہوں اور شہر کی مسجد میں گزرنا جائز ہے یہاں تک کہ کافر کو سوائے جنب اور حائض و جانوروں کے کذا فی الزیلعی ہم نے اسکے مخالف ملتقی
عالمگیری میں محیط سے یوں منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کے واسطے راہ ٹھہرا دیں تو صحیح یہ ہے کہ انکو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اس میں کچھ مخالفت نہیں ہے اسلیے کہ مصنف کا کلام
بانی مسجد کے ٹھہرانے میں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوۃ فی الطریق لا المرور فی المسجد یعنی جائز ہے ٹھہرانا سلطان
راہ کو مسجد نہ بالعکس کے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں بسبب جائز ہونے نماز کے راہ میں مسجد میں چلنا منع ہے کما یعنی جنب اور حائض اور نفساء اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہ قول منافی
ما تقدم نہیں ہے تو خذ ارض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرہا عماد یعنی زمین اور گھر اور دوکان مسجد کے پہلو میں ہو اور مسجد لوگوں پر
تنگی کرتی ہو تو اسکو زبردستی قیمت دیکر لینا جائز ہے کذا فی الدرر والعمادیہ اسواسطے کہ جب مسجد حرام میں تنگی ہوئی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لیکر مسجد میں ملائی
بالاکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اسکا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح والطحطاوی جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع ثم اذا واقف کی ولایت
وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع ہم اسواسطے کہ شرط واقف کی معتبر ہے نصوص کے مانند اگر کوئی رکھے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب
یہ ہے کہ ولایت واقف منافی تسلیم نہیں ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول کسی کو تسلیم کرے پھر اُس سے لے لیوے اور تجنیس وغیرہ کہ تسلیم شرط نہو واقف کی ولایت ہیں و کذا لو لم یشترط لاحد
لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وھو ظاہر المذہب نہر خلافا لما نقلہ المصنف اور اسیطرح اگر واقف نے کسیکے واسطے ولایت شرط نکی ہو تو واقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف
کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اسکے جسکو مصنف نے نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوے ہے یعنی در صورت عدم شرط ولایت وقف
صحیح نہیں ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایۃ وسیجیء پھر در صورت عدم شرط وقف کے بعد اسکے وصی کے واسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہیں تو حاکم
کیواسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایہ اور آگے آویگا وینزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب
خمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیا نہر بحثا اور نکال لیا جاوے وقف بنابر وجوب کے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے بصورت
خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی وقف کا عاجز ہو یا اسکا فسق ظاہر ہو گیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اسکے کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی
النہر بحثا اور خلاصہ یہ ہے کہ متولی وقف کا امین اور قادر اور متقی چاہیے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور اسیطرح جسکو کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہیں کیونکہ
کہ سب حاصل وقف طلب کیمیا میں برباد کریگا وان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لم تصح تولیۃ
غیرہ اشباہ اگرچہ واقف نے اسکا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے اسواسطے کہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل
ہوگی جیسے وصی غیر مامون کا نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اسکے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ یعنی اگر واقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور دوسرے کو متولی
ٹھہرا دیوے تو اسکی تولیت صحیح نہیں اور اگر متولی وقف کی جانب سے ہے تو قاضی کو اسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اسکا پھر بحال کرنا جائز نہیں بلکہ خود واقف کو
اسکا معزول کرنا مطلقا جائز ہے اسی پر فتوے ہے کذا فی الطحطاوی وجاز جعل غلۃ الوقف او الولایۃ لنفسہ عند الثانی وعلیہ الفتوی درر اور جائز ہے آمدنی وقف کو یا ولایت کو
اپنی ذات کیواسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوے ہے یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کیواسطے شرط کیا جب تک زندہ ہے اسکے بعد اسکی دوست فقیر
کیواسطے ہے تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوے ہے مشائخ بلخ کا تا وقف کرنے میں لوگ رغبت کریں کذا فی المنح حموی نے کہا کہ اگر واقف محصول وقف میں شرط کرے کہ میری
طرف سے حج کروایا جاوے اور باپ کے کفارات ایمان ادا کیے جاویں اور جو باقی رہے وہ فقیروں میں صرف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو منقول ہے کہ آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام اپنے وقف سے کھاتے تھے اور یہ حلال نہیں مگر شرط کے اسواسطے کہ اس پر اجماع ہے کہ بدون شرط کے یہ حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وجاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری
حینئذ اور جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کو دوسری زمین سے اس وقت میں یعنی جبکہ ابو یوسف کے قول پر فتوے ہو کما فی البحر الرائق میں ہے کہ جو شرط استبدال بالاجماع ہے اور بعضوں نے کہا کہ ابو یوسف کا قول ہے کہا

کذا فی الطحطاوی او شرط بیعہ ویشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرہا ثم لا یستبدلہا بثالثۃ

لانہ حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیۃ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہے اور خرید کرے اسکی قیمت سے دوسری زمین جو ہے پھر جب کہ چکا تو دوسری زمین پہلی زمین
مانند ہوگی اسکی شرائط میں اگرچہ وقف نے شرائط سابقہ کو نہ ذکر کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے نہ بدلے اسواسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب شرط کے اور شرط پہلی زمین میں پائی گئی نہ دوسری
میں واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل
عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط وقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کیواسطے ہو کوئی اسکا مالک نہیں سوا قاضی کے کذا فی الدرر اور
بحر الرائق میں استبدال قاضی کیواسطے شرط کیا ہے نکل جانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم و عمل ہم شارح نہر الرائق کی پانچ شرطوں سے
دو شرطوں کو ذکر کیا یعنی اتنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہو سکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہونا قاضی عالم باعمل کو قاضی جنت کہا بموجب اس حدیث مرفوع کے جو حاکم نے بیان کیا ہے
کی کہ دو قاضی نار میں ہیں اور ایک قاضی جنت میں جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم بغیر علم کے تو وہ دونوں
نار میں ہیں کذا فی الطحاوی وفی النہر ان المستبدل قاضی الجنۃ فالنفس بہ مطمئنۃ فلا یخشی ضیاعہ ولو بالدراہم والدنانیر وکذا لو
شرط عدمہ وھی احدی المسائل السبع التی یخالف فیھا شرط الواقف کما بسط فی الاشباہ نہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اس سے دل کو اطمینان ہو اور اسکے
ضائع ہونیکا خوف نہیں اگرچہ استبدال دراہم اور دنانیر سے ہو اور اسیطرح استبدال قاضی جائز ہے اگر وقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان سات مسئلوں سے جن میں
شرط وقف کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اسکو اشباہ میں مشرح بیان کیا ہے ہم اشباہ میں کہا کہ شرط وقف کی نص شارع کی برابر ہے وجوب العمل ہونے میں مگر چند مسائل میں ۱ شرط کی وقف نے ناظر کے
معزول نہ ہونیکی تو نالائق ناظر کے معزول کرنے میں قاضی کو اختیار ہے ۲ شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایک سال کے اجارہ میں رغبت نہیں کرتے یا زیادتی اجارہ
فقیروں کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے نہ ناظر کو ۳ واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے امام کے قول پر اسواسطے کہ قبور پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح اور مختار محمد کا
قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی ۴ شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلوں پر تصدق ہو تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد مذکور کے سائلوں کو اور فقیر غیر سائل کو دینا جائز ہے
۵ شرط کی کہ مستحقین کو تنخواہ روٹی اور گوشت سے روز دیا جاوے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ فقیروں کو طلب عین یا قیمت لینا جائز ہے ۶ قاضی کو جائز ہے کہ امام کے مشروط کو
زیادہ کر دے اگر امام کو بقدر کفایت نہ کرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہو ۷ وقف نے عدم استبدال کی شرط کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہو سکے حق میں انتہی ملخصا وزاد المصنف
فی زواہرہ ثامنۃ وھی اذا نص الواقف ورای الحاکم ضم مشارف جاز کالوصی وعزاھا لانفع الوسائل اور مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ میں آٹھواں مسئلہ
زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہ ہو وقف میں اور حاکم نے اسکے ساتھ مشرف کے ملانیکی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے
اور اسکی نسبت انفع للوسائل کی طرف کی ہے مشرف بضم اول وسکون ثانی وہ ہے جسکو حفاظت کا امر ہو کسی اور کام کا اور مشارف بھی بمعنی مشرف ہے اور مسائل ثمانیہ پر نواں مسئلہ زیادہ کیا
کہ جب وقف نے شرط کی کہ اسقدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جاوے اور حالانکہ اجرت مثل اس سے زیادہ ہے سراج حانوتی نے لکھا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ واقف نے
یہ شرط کی ہو کذا فی الطحاوی وفیہا لا یجوز استبدال العامر الا فی اربع اور اشباہ میں ہے کہ آباد وقف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورت میں ہم اشباہ میں چار صورتیں یوں
مذکور ہیں ۱ واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو ۲ غاصب نے اسکو غصب کیا اور اسپر اتنا پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی تو متولی اس سے ضمان لیکر دوسری زمین اسکے عوض خرید کرے
۳ غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں تو غاصب سے قیمت لیکر دوسری زمین خرید کرکے پہلے شرائط کے موافق وقف کرے ۴ اگر کوئی شخص عمدہ زمین
کثیر المحصول وقف کے عوض دیتا ہو تو ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر بدلنا جائز ہے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انہ فی السنۃ احدی وخمسین
وتسعمائۃ ورد الامر الشریف بمنع استبدالہ وامر ان یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعۃ انتہی فلیحفظ
میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ ہے کہ نو سو اکاون سال میں امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا ہے اور حکم ہو گیا کہ استبدال
باذن سلطان ہو اور یہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعۃ ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ شارح اشباہ کے جواز استبدال پر استدراک کیا صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا

کہ ابو یوسف کے نزدیک مستبدل ہے اگر زمین کم ہو جائے اور ہم انکا فتوے نہیں دیتے اور البتہ ہمنے استبدال میں بیشمار فساد دیکھے کہ ظالم قاضیون نے اُسکو حیلہ مقرر کیا ہے اوقاف مسلمین کے ابطال مین انتہی سوا اسکے اگر بادشاہ نے قاضی یا اہل کو جائز رکھا ہو سو وہ کبریت احمر سے بھی زیادہ تر عزیز الوجود ہے وفیہا ایضا لو شرط الواقف العزل والنصب وسائر التصرفات من تولیۃ من اولادہ ولا یدخلھم احد من القضاۃ والامراء وان داخلوھم فعلیھم لعنۃ اللہ ھل یمکن مداخلتھم فاجاب بانہ فی سنۃ اربع واربعین وتسعمائۃ قد حررت ھذہ الوقفیات المشروطۃ ھکذا فالمتولون لو من الامراء یعرضون للدولۃ العلیۃ علی مقتضی الشرع ومن دونھم رتبۃ یعرضون بآرائھم مع قضاتھا لیرد علی المشروع ومن المراد لا یخالف القضاۃ المتولین ولا المتولون القضاۃ بھذا او یرد الامر الشریف فالواقفون لو ارادوا ای فساد صدر بعینہ فاذا داخلھم القضاۃ والامراء فعلیھم اللعنۃ فھم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفۃ للشرع جمیعھا لغو وباطل انتھی ف تحفہ اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین یہ بھی ہے کہ اگر واقف عزل اور نصب اور باقی تصرفات اُسکے واسطے شرط کرے جو اوسکی اولاد سے متولی ہو اور مداخلت نکرے اُسکی اولاد اہل تولیت سے قاضیون اور امیرون مین سے کوئی اور اگر مداخلت کرین تو ان پر اللہ کی لعنت ہے کیا اس صورت مین قاضیون اور امیرون کو دخل کرنا ممکن ہے تو مفتی مرحوم نے یہ جواب دیا کہ نو سو چوالیس ہجری مین ایسے وقف تحریر ہوئے ہین جنمین ایسی شرطین ہین تو متولی اگر منجملہ امرا و ارباب وجاہت ہون تو تصرفات قضیہ کو ارباب دولت علیہ سلطانیہ کے آگے پیش کیا کرین اور اگر متولی اسکے کمتر ہون تو اپنی تجویزون کو قضاۃ بلاد سے پیش کیا کرین اور دونون امور مشروعہ پر عمل کرین قاضی متولیونکی مخالفت کرین نہ متولی قاضیون کی امر شریف سلطانی اسی پر وارد ہوا ہے جب معلوم ہو چکا تو اگر واقف نے یہ ارادہ کیا کہ متولیون سے جو فساد صادر ہو وہ صادر ہوا کرے اور جبکہ قاضی اور امیرون سے مداخلت کرین دفع فساد مین تو اُنپر لعنت ہے تو وہ واقف ملعون ہے اسلیئے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شرائط مخالف شریعت بالکل لغو اور باطل ہین انتہی کلام المفتی اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم بحر الرائق مین ہے کہ جب واقف یہ شرط کرے کہ قاضی کو یا بادشاہ وقف مین دخل نکرے تو یہ شرط باطل ہے اسلیئے کہ اسمین مستحقین کی مصلحت کی تضییع اور وقف کی تعطیل ہے تو مقبول نہین انتہی چونکہ حتی الامکان رعایت شرط واقف و مداخلت حاکم لازم ہوئی ہے لہذا مفتی مرحوم نے توافق کا حکم کیا یعنی متولی حاکم کی مرضی سے وقف مین تصرفات کیا کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت نہ لے تو حاکم کو اُسمین مداخلت کرنا جائز ہے اور اُسپر کچھ گناہ نہین بلکہ نفع کیا ہے

بنی علی الارض ثم وقف البناء قصدا بدون الارض ان الارض مملوکۃ لا یصح وقیل یصح وعلیہ الفتوی ایک شخص نے زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت کو وقف کیا بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مملوک ہے کسیکی تو وقف صحیح نہین اکثر اہل مذہب کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح ہے اور اسی پر فتوے ہے وسئل قاری الھدایۃ عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوی علی صحۃ ذلک ورجحہ شارح الوھبانیۃ واقرہ المصنف معللا بانہ منقول فیہ تامل فتعین بہ الافتاء قاری ہدایہ سے وقف کرنے عمارت اور اشجار کا بدون زمین کے سوال ہوا اسکا جواب دیا کہ اسکے صحیح ہونے پر فتوے ہے اور اسکو ترجیح دی شارح وہبانیہ نے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین دلیل لا کر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہے اور اسکے وقف مین عرف جاری ہے تو اسکا فتوے دینا متعین ہو گیا اسم قاری ہدایہ کا نام سراج الدین ہے وہ شاگرد ہے اکمل کا اور استاد ہے صاحب فتح القدیر کا چونکہ ہدایہ کو اپنے استاد سے اٹھارہ بار پڑھا لہذا ملقب قاری ہدایہ ہو گیا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان موقوفۃ علی ما عین البناء لہ جاز تبعا اجماعا وان الارض لجھۃ اخری فمختلف فیہ والصحیح الصحۃ کما فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر زمین موقوف ہے اسپر جسکے واسطے عمارت معین ہوئی تو جائز ہے وقف عمارت کا بالتبع بالاتفاق اور اگر زمین دوسرے مصرف کیواسطے وقف ہو تو اسمین اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اسکا وقف صحیح ہے کذا فی المنظومۃ المحبیۃ وسئل ابن نجیم عن وقف الاشجار بلا ارض فاجاب بنعم لو الارض وقفا ولو لغیر الواقف اھ ابن نجیم سے سوال ہوا وقف اشجار بلا ارض کا تو جواب دیا کہ وقف صحیح ہے اگر زمین وقف ہو اگرچہ وقف اشجار کے سوا کسی اور نے وقف کیا ہو یہ قول نفی کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا قاری ہدایہ سے وسئل ایضا عن البناء والغراس فی الارض المحتکرۃ ھل یجوز بیعہ ووقفہ وھل یجوز وقف العین المرھونۃ والمستاجرۃ فاجاب نعم اور اُنسے یہ بھی سوال ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ مین ہین کیا انکی بیع اور وقف جائز ہے اور کیا جائز ہے وقف کرنا اُس زمین یا گھر کا جسکو گرو رکھا ہے یا مستاجر کو اجارہ دیا تو جواب دیا کہ ہان ہم ارض محتکرہ عبارت ہے اُس زمین موقوف سے جسکی اجرت بطور ماہانہ یا سالیانہ مقرر ہو گئی طحطاوی نے کہا اس مسئلے کے ذکر کی کچھ حاجت نہین ہم اسلیئے کہ مذکور ہو چکا کہ زمین موقوف کی عمارت اور اشجار کا وقف بقول صحیح صحیح ہے اور ارض مرہونہ اور مستاجرہ کے جواب مین اجمال ہے تفصیل اُسکی بحر الرائق مین ہے کہ اگر ایک شخص نے اُس زمین کو وقف کیا جو غیر شخص کے

اجارہ میں ہے تو صحیح ہے اور اجارہ باطل نہ ہوگا پھر جب مدت اجارہ منقضی ہوگی یا موجر یا مستاجر میں سے کوئی مرگیا تو مصرف وقف میں صرف ہوگی اور زمین ہونے کو اگر چہ اجارہ ہی ہو واسطے اگر
مدرزہن کے کچھ مال چھوڑا ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر کچھ مال ادائے دین کیواسطے نہیں تو وہ زمین بیچی جاویگی اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن مرگیا ہے تو قاضی ولے رہن کیواسطے بیچ کر دیگا
اسکو معذور ہوگا اور اگر وہ مفلس ہے تو وقف باطل ہے و فی البزازیۃ لا یجوز وقف البناء فی ارض عاریۃ و اجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز نہیں وقف عمارت کا عاریت یا اجارہ
کی زمین میں یعنی مستعیر اور مستاجر کو جائز نہیں طحطاوی کما بحر الرائق میں ہے کہ جو خصاف نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنے ہے کہ اگر زمین محتکرہ ہو تو جائز ہے و اما حکم الزیادۃ فی الارض المحتکرۃ
ففی المنیۃ حانوت لرجل فی ارض وقف فابی صاحبہ ان یستاجر الارض باجر المثل ان العمارۃ لو رفعت یستاجر باکثر مما استاجر امر برفع
العمارۃ و یوجر لغیرہ و لا یترک فی یدہ بذلک الاجر و مثلہ فی البحر اجرت زیادہ ہونیکا حکم منیہ میں یہ تفصیل ہے کہ ایک شخص کی دکان ہے وقف کی زمین میں اور اسکے مالک نے انکار کیا کہ زمین کو
اجرت مثل پر دیوے تو اگر عمارت وہاں سے ہٹائی جاوے تو اسکی اجرت زیادہ ہو جاوے مستاجر کی اجرت سے تو اسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت کا اسباب اٹھا لیجاوے اور وہ زمین غیر شخص کو اجارہ دیجاوے اور اگر عمارت
دور ہونے سے اجرت زیادہ نہو تو اسکو مستاجر کے ہاتھ میں اسی اجرت پر چھوڑا جاوے اور ایسے مانند بحر الرائق میں ہے و فیہ لو زید علیہ ان اجارتہ مشاھرۃ تفسخ عند راس
الشہر ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع و ان لم یضر رفع او یتملکہ القیم برضی المستاجر فان لم یرض یبقی الی ان یخلص ملکہ محیط اور بحر الرائق میں محیط سے ہے کہ اگر
مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہو اگر اسکا اجارہ ماہواری ہے تو شروع مہینہ کے نزدیک اجارہ اسکا فسخ کیا جاوے بعد اسکے اگر رفع عمارت مضر ہو وقف کو تو نہ اٹھائی جاوے اور اگر رفع مضر نہو تو اٹھائی جاوے
یا متولی وقف اسکا مالک ہو جاوے مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہو تو باقی رکھی جاوے یہانتک کہ اسکی ملک خالص ہو جاوے بقی لو اجارتہ مسانہۃ و مدۃ طویلۃ فالظاھر انہ لا تقبل
الزیادۃ دفعاً للضرر علیہ و لا ضرر علی الوقف لان الزیادۃ انما کانت بسبب البناء لا لزیادۃ فی نفس الارض انتھی باقی رہی یہ بات کہ اگر مستاجر کا اجارہ بطور سالیانہ
ہو یا مدت دراز کا اجارہ ہو تو ظاہر یہ ہے کہ یہاں زیادتی اجرت مقبول نہو مستاجر کے دفع ضرر کیواسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہیں ہے اسواسطے کہ زیادتی کرایہ کی بسبب عمارت کے تھی نہ بسبب زیادتی
زمین کے فی نفسہا انتہے کلام صاحب البحر و اما وقف الاقطاعات ففی النہر لا یجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعہا رجلا قال و غالب
اوقاف الامراء بمصر انما ہو اقطاعات یجعلونہا مشتراۃ صورۃ من وکیل بیت المال اور وقف کرنا اراضی معافی کا سو نہر الفائق میں ہے کہ جائز نہیں مگر اسوقت
جبکہ زمین معافی کی موات ہو یعنی اسکا کوئی مالک نہو یا حاکم کی مملوکہ ہو سو حاکم نے اسکو کسی شخص کے واسطے معاف کر دیا صاحب نہر نے کہا کہ امیروں کے اکثر اوقاف مصر میں انعامی اراضی ہے وقف
کرنیوالے بیت المال کے وکیل سے اسکو ظاہر میں مشتری تحریر کر لیتے ہیں ہم تفصیل اس مقام کی یوں ہے کہ وقف اراضی یا مالک اصلی ہے اسکا اسطرح پر کہ وہ اسکا مالک تھا جب وہ ملک دار الاسلام
میں ہوا اور امام نے اراضی وہاں کی لوگوں کے ہاتھ میں رکھی تو یہ وقف بلاتردد صحیح ہے یا وقف نے زمین کی ملکیت اسکے مالک اصلی سے کسی وجہ سے حاصل کی تو یہ وقف بھی صحیح ہے اور وقف کو
زمین بطور انعام سلطانی ملی تو اگر زمین مذکور موات یعنی لاوارثی ہے یا حاکم کی مملوکہ ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر بیت المال کی زمین سلطان کسیکو دیدے تو اسکا وقف صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ منفعت کا
مالک ہے نہ زمین کا اور جب سلطان چاہے اس سے نکال لے اور اگر وقف نے بیت المال سے بوجہ شرعی زمین خرید کر لی تو اسکا وقف صحیح ہے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک ہے اور اسکی جمیع شروط کی زمین مذکور
میں مراعات ہوگی اور اگر بیت المال کی زمین کو سلطان وقف کرے بلا خرید کے ملا قاسم نے فتوے دیا کہ وقف صحیح ہے اور دوسرا سلطان اسکو باطل نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن التحفۃ المرضیۃ و فی الوہبانیۃ ۵ و لو وقف السلطان من بیت مالنا لمصلحۃ عمت یجوز و یوجر ۵ قلت و فی شرحہا للشرنبلالی و کذا
یصح اذنہ بذلک و ان فتحت عنوۃ لا صلحا لبقاءہا علی ملک مالکہا قبل الفتح اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمین کے بیت المال سے وقف کیا مصلحت عام کیواسطے تو جائز ہے اور سلطان
ثواب پاویگا میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کی شرنبلالی کی شرح میں ہے اور اسیطرح اذن دینا بادشاہ کا اسکے واسطے صحیح ہے اگر وہ ملک بزور اہل اسلام کے فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب
باقی رہنے ملک مالک کے قبل فتح کے ہم خانیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے کسی قوم کو یہ اذن دیا کہ شہر کی زمین سے فلانی زمین میں مسجد کے وقف کیواسطے دکانیں بنا لیں تو اگر وہ ملک بقہر فتح ہوا ہے
تو اذن سلطان کا نافذ ہے اسواسطے کہ وہ ملک سلطان ہی کا مملوک ہو گیا تو اسمیں امر سلطانی جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا تو مالکان قدیم کی ملک قائم ہے کذا فی الطحطاوی

و اطلق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فباع صح و کان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باع الواقف او بعضہ او رجع

عنه ووقفه لجهة أخرى وحكم بالثاني قبل الحكم بلزوم الأول صح الثاني لوقوعه في محل الاجتهاد كما حققه المصنف وأفتى به تبعا لشيخه وقارئ
الهداية والمنلا أبي السعود قلت لكن حمله في النهر على القاضي المجتهد فراجعه اجازت دی قاضی نے وقف غیر مسجل کی بیع کی یعنی وقف کی وارث کو سونپنے بیع کی تو وہ بیع صحیح ہی
اور یہ اجازت قاضی بطلان وقف کا حکم ہوگا بواسطے غیر مسجل ہونے وقف کے یہانتک کہ اگر وقف تمام و وقف یا نفس کو بیع کرے یا رجوع کرے وقف سے اور دوبارہ اسکو دوسرے مصرف کیواسطے وقف کرے اور
وقف ثانی پر قاضی حکم کردے قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد میں چنانچہ اسکو محقق کیا ہی مصنف نے اپنی شرح میں اور اسکا فتوے دیا ہی اپنے
استاد اور قاری ہدایہ اور مفتی ابو سعود کی پیروی سے میں کہتا ہوں لیکن حمل کیا ہی اسکو نہر الفائق میں قاضی مجتہد کے حکم پر سو اسکی طرف مراجعت کرو خلاصہ یہ ہی کہ وقف مسجل کی بیع میں
در صورت حکم اختلاف ہی مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صریح صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب ہو اور قنیہ کی روایت اسکے بطلان بیع میں صریح ہی اور اسکو علامہ قاسم نے پسند کیا ہی
اور یہی قول اولے ہی سد باب کے واسطے بقول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم ہونا بلا حکم قاضی اگرچہ بعضوں نے اوسکی تصحیح کی ہی لیکن کسی نے اسپر فتوے نہیں دیا کما فی البحر حالانکہ
قاضیوں کو غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اطلق القاضي البيع لغيره اي لغير الوارث لا يصح بيعه لانه اذا بطل عاد الى ملك الوارث وبيع
مال الغير لا يجوز در يعني بغير طريق شرعي لما في العمادية باع القيم الوقف بأمر القاضي ورآه جاز اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دیتا تو وہ بھی
بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ وقف جب باطل ہوا یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک میں عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہیں کذا فی الدر یعنی عدم جواز جب وقت ہی
کہ بغیر طریق شرعی ہو اسواسطے کہ عمادیہ میں ہی کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہی یعنی اسواسطے کہ بطریق شرعی ہی قلت وما المسجل لو انقطع ثبوته واراد
اولاد الواقف ابطاله فقال المفتي ابو السعود في معروضاته قد منع القضاة من استماع هذه الدعوى انتهى فليحفظ میں کہتا ہوں اور وقف مسجل کا
اگر ثبوت منقطع ہو اور وقف کی اولاد اسکا ابطال چاہے تو مفتی ابو سعود نے اپنی معروضات میں کہا کہ ایسے دعوے کے سماع سے قاضی ممنوع ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم انقطاع ثبوت
مسجل کی یہ صورت ہی کہ مثلا قاضی کی سجل میں یہ مرقوم ہی کہ فلانے شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اسپر حکم کر دیا و لیکن بسبب طول مدت کے اسکے ثبوت پر گواہ نہیں ہیں الوقف في
مرض موته كهبة فيه من الثلث مع القبض وقف کرنا بیچ مرض الموت میں مانند ہبہ کے ہی مرض الموت میں یعنی ثلث مال سے معتبر ہی قبض کے ساتھ فان خرج
الوقف من الثلث او اجازه الوارث نفذ في الكل والا بطل في الزائد على الثلث ولو اجاز البعض جاز بقدره سو اگر وقف مذکور ثلث مال
نکل آیا یا اسکو وارث نے جائز رکھا تو کل میں نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز رکھا تو تہائی مال سے زائد میں باطل ہوگا اور اگر بعضے وارث نے وقف میت کا جائز رکھا
تو بقدر اسکے جائز ہوگا ويبطل وقف راهن معسر ومريض مديون بمحيط اور باطل ہی وقف کرنا راہن مفلس کا اور مریض کا جو دین محیط کا مدیون ہی بخلاف صحيح لو قبل الحجر فان شرط
وفاء دينه من غلته صح وان لم يشترط يوفى من الفاضل عن كفايته بلا سرف ولو وقف على غيره فغلته لمن جعل له خاصة فتاوى ابن نجيم
بخلاف تندرست مدیون کے اگر اوسنے وقف کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونیکے سو اگر اوسنے ادا دین کی شرط کی ہو وقف کے محصول سے تو صحیح ہی اور اگر شرط نہ کی ہو تو دین ادا کیا جائے اوس آمدنی سے
جو فاضل بچے وقف کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی کے اور اگر واقف نے اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا ہو تو اسکی آمدنی اسی شخص کے واسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے واقف نے مقرر کر دیا کذا فی
فتاوی ابن نجیم دین محیط مریض میں مانع صحت وقف ہی نہ صحیح غیر محجور میں اور اگر صحیح بسبب سفاہت یا دین کے محجور التصرف ہوا تو وقف اسکا صحیح نہیں قلت قيد بمحيط لان غير المحيط يجوز في
ثلث ما بقي بعد الدين لو له ورثة والا ففي كله فلو باعها القاضي ثم ظهر مال شرى به ارضا بدلها وتمامه في الاسعاف فتح باب وقف المريض
میں کہتا ہوں دین میں محیط کی قید لگائی گئی اسلیے کہ دین غیر محیط میں وقف جائز ہی پس ثلث مال میں جو بعد ادا دین باقی رہے بشرطیکہ وقف کے وارث ہوں اور اگر اسکے وارث نہوں تو اسکے کل مال
میں بعد ادا دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادا دین واقف کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط پھر میت وقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی اسی مال سے دوسری زمین عوض
اسکے خرید کرے اور پورا بیان اسکا اسعاف میں ہی وقف مریض کے باب میں زدنی الوهبانية ۵ وان وقف المرهون فافتكه يخرج فان مات عن عجز بيع [illegible]
وارى والا فيبطل وللغلة يمهل قليلا تأمل اور وہبانیہ میں ہی کہ اگر شی مرہون کو وقف کیا پھر اسکو خلاص کیا تو جائز ہی سو اگر مر گیا وہ مال چھوڑ کر

جاوے اور مین پورا ہی تو وقف تغیر نہوگا یعنی اگر دین ادا نہوگا تو وقف باطل کیا جاویگا یا آمدنی کیواسطے مہلت دیجاوے تو اُسکے دین ادا ہوا اور وقف باطل نہوا نہ باطل کیا جاوے ہم مہلتا کہ
کیا کہ بموجب تمرتاشی کے معنے باطل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح خوب نہین اسواسطے کہ تمرتاشی نے وہبانیہ مین آمدنی کیواسطے مہلت دینا بعضے علما کی بحث ہی روایت نہین ہی کو بطور لغز
ذکر کیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود سئل عمن وقف علی اولادہ وھو مستغرق بالدیون ھل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاۃ
ممنوعون من الحکم وتسجیل الوقف بمقدار ما شغل بالدین یعنی فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات مین سوال ہوا اُس شخص کا جسنے اولاد پر وقف کیا اور وہ دین
بھا گا کیا یہ وقف صحیح ہی تو جواب دیا کہ صحیح نہین اور لازم نہین اور قاضیون کو منع ہی اسکا حکم کرنا اور وقف سجل کرنا بقدر اسکے جو مشغول ہی دین سے انتہی جواب المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے
امر منع سلطان روم کی جانب سے ہی جیسے بعد پندرہ سال کے استماع دعوی منع ہی کذا فی الطحطاوی الوقف علی ثلاثۃ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم الفقراء او یستوی فیہ
الغنی والفقیر کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل الی ذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز
للغنی بلا تعمیم او تخصیص فیدخل الاغنیاء تبعا للفقراء وقف تین صورت پر ہی یا فقیرونکے واسطے ہی یا مالدارونکے واسطے ہی پھر اسکے فقیرونکے واسطے یا اُسمین فقیر و غنی برابر ہین جیسے سرائے
اور خانقاہ اور قبرستان اور آبدار خانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اسکے مانند اور چیزین جیسے مسجدین اور پن چکیان اور طاس ان چیزونکے وقف مین فقیر اور غنی برابر ہین اسواسطے کہ انکی طرف سبکی حاجت ہی بخلاف
ادویہ یعنی جو دوا کہ دار الشفا مین وقف ہو تو وہ مالدار کو جائز نہین بلا تعمیم یا تخصیص کے تو در صورت تعمیم اغنیا بھی اُسمین فقیرونکے پیرو ہو کر داخل ہونگے کذا فی القنیہ تعمیم کی یہ صورت ہی کہ واقف کہے
کہ یہ دوا مین سب بیمارونکے واسطے وقف ہی اور تخصیص کہ وقف غنیا کو کھول کر مذکور کرے تو غنیا اسمین بالقصد داخل ہین اور تعمیم مین بالتبع **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا اقر بوقف صحیح وانہ
اخرجہ من یدہ وورثتہ یعلمون خلافہ جاز الوقف ولا تسمع دعوی ورثتہ قضاء اگر اقرار کیا وقف کی تحقیق صحیح کا اور اسکا کہ اُسنے اسکو اپنے ہاتھ سے خارج کر دیا اور وقف
وارث اُسکے خلاف جانتا ہی یعنی جانتا ہی کہ مورث نے وقف نہین کیا تو وقف جائز ہی اور اسکے وارث کا دعوی مسموع نہین دار القضا مین کذا فی الدرر وفی الوہبانیہ وتبطل اوقاف امر
بارتدادہ فیجعل ان ارتد منہ لا وقف اجعلہ اور وہبانیہ مین ہی کہ باطل ہو جاتے ہین اوقاف مرد کے اسکے مرتد ہو جانے سے تو حالت ارتداد کہ اوقاف باطل ہونے کی طرح

فصل

یہ فصل ہی شروط واقف کی مراعات مین یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم بل القاضی لان لہ ولایۃ النظر لفقیر وغائب ومیت رعایت کیجاے
یعنی واجب الرعایۃ ہی واقف کی شرط اجارہ وقف مین تو متولی وقف کی شرط سے زیادہ اجارہ نہ دے بلکہ قاضی اسکو شرط سے زیادہ کر سکتا ہی سو اسواسطے کہ قاضی کو ولایت نظری ہی فقیر
اور غائب اور میت کیواسطے مثلا واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے اور حالانکہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہین کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیرونکے حق مین
انفع تر ہی تو متولی دو تین سال کا اجارہ نہین کر سکتا بلکہ قاضی اسیمال عرض کرے تا وہ مدت اجارہ زیادہ کر دے کذا فی البحر فلو اھمل الواقف مدتہا قیل تطلق الزیادۃ
للقیم وقیل تقید بسنۃ مطلقا وبہا ای بالسنۃ یفتی فی الدار وبثلاث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وھذا مما یختلف زمانا وموضعا
پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید رکھی تو بعضون نے کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضون نے کہا کہ ایک سال کر مقید ہوگی ہر صورت مین اور یہی یعنی سال کی
مدت پر فتوی ہی گھر کے اجارہ مین اور تین سال پر فتوی ہی زمین کے اجارہ مین مگر جسکی مصلحت اسکے مخالف ہو اور یہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہی باعتبار زمانہ اور مکان کے کم زیادتی مدت اجارہ سے
وقف مین جائز نہوئی کہ ابطال وقف لازم آوے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک متصرف مالکانہ کرتے دیکھیگا تو اُسکی ملک کا اُسکو توہم ہوگا وفی البزازیۃ لو احتیج لذلک یعقد
عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود
ذکرہ الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقرہ قدری افندی وسیجئ فی الاجارۃ اور بزازیہ مین ہی کہ اگر اسکی یعنی طول مدت اجارہ کی حاجت ہو تو چند عقود منعقد
کرے تو عقد اول لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کا عقد ہی اور عقد ثانی لازم نہین اسواسطے کہ وہ مضاف ہی مین کہتا ہون لیکن فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہی
اگرچہ بچند عقود ہو چنانچہ اسکو کرمانی نے انیسوین باب مین ذکر کیا ہی اور قدری افندی نے اسکو قائم رکھا ہی اور کتاب الاجارہ مین آویگا اور شارح نے ہستدراک سے آگاہ کر دیا کہ بزازیہ کی روایت

خلاف مفتی بہ ہے ویوجر باجر المثل فلا یجوز بالاقل ولو ہو المستحق قاری الہدایۃ الا بنقصان یسیر او اذا لم یرغب فیہ الا بالاقل اشباہ اور وقف اجارہ دیا جائے اجرت
مثل پر تو اوس سے کمتر اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ قاری الہدایہ مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جبکہ اوسمیں کوئی خواہش نکرتا ہو الا باقل
کذا فی الاشباہ فلو رخص اجرہ بعد العقد لا یفسخ العقد للزوم الضرر اور اگر وقف کا کرایہ ارزاں ہو جائے بعد عقد کے تو عقد منفسخ نہوگا بسبب لازم آنے ضرر وقف کے
بسبب فسخ کے ولو زاد اجرہ علی اجر مثلہ قیل یعقد ثانیا بہ علی الاصح اور اگر اجرت وقف کی گراں ہو جائے اوسکی اجرت مثل سے تو بعضوں نے کہا اجارہ کو دوبارہ منعقد کریں
بقول اصح فی الاشباہ لو زاد اجر مثلہ فی نفسہ بلا زیادۃ احد فللمتولی فسخہا بہ یفتی وما لم یفسخ فلہ المسمی اشباہ میں ہے اگر اوسکا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو گیا
بدون زیادہ کرنے کسی شخص کے تو متولی کو اوسکا فسخ کر دینا جائز ہے اسی پر فتوے ہے اور جبتک فسخ نکریگا تو اوسکو اجر معین ہی ملیگا وقیل لا یعقد بہ ثانیا کزیادۃ واحد تعنتا
فانہا لا تعتبر ویجیء فی الاجارۃ اور بعضوں نے کہا دوسرے وقت زیادتی دوبارہ عقد نکرے مانند بڑھا دینے کسی شخص کے واسطے تکلیف رسانی اور مشقت اندازی مستاجر کے کہ وہ اوسکی معتبر
نہیں ہے آگے آویگا کتاب الاجارہ میں والمستاجر الاول اولی من غیرہ اذا قبل الزیادۃ اور پہلا مستاجر اولی ہے اپنے غیر سے جبکہ زیادتی اجر کو قبول کرے یہ مبنی ہے قول اول پر
جو اصح ہے والموقوف علیہ الغلۃ او السکنی لا یملک اجارۃ ولا الدعوی لو غصب منہ الوقف الا بتولیۃ او اذن قاض ولو الوقف علی رجل معین
علی ما علیہ الفتوی عمادیۃ لان حقہ فی الغلۃ لا العین اور جسکے واسطے محصول اور سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہیں اور نہ دعوے کا مالک ہے اگر اوس سے کسی نے وقف غصب
کر لیا ہو مگر بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ مرد معین پر وقف ہو بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیہ اجارہ دینے کا اسواسطے مالک نہیں کہ حق مستحق کا محصول میں ہے نہ عین وقف میں وہل یملک
السکنی من یستحق الریع فی الوہبانیۃ لا وفی شرحہا للشرنبلالی والتحریر نعم اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہے اسکی آمدنی کا وہبانیہ میں کہا ہے کہ مالک
سکونت کا نہیں اور اوسکی شرح شرنبلالیہ میں کہا اور تنقیح یہ ہے کہ ہاں وہ سکونت کا مالک ہے والموقوف اذا آجرہ المتولی بدون اجر المثل لزم المستاجر لا المتولی کما غلط
فیہ بعضہم تمامہ ای تمام اجر المثل اور جبکہ متولی موقوف کو کمتر اجر مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا نہ متولی کو جیسا کہ بعضوں نے اسمیں غلط سمجھا ہے کذا وکذا
وصی خانیۃ آجر منزل صغیرہ بدونہ فانہ یلزم المستاجر تمامہ اذ لیس لکل منہما ولایۃ الحط والاسقاط چنانچہ باپ اور اسیطرح وصی نے کذا فی الخانیہ اجارہ دیا نابالغ
کا مکان اجرت کمتر مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک کو دونوں میں سے کم کرنا ور ساقط کرنیکی لیاقت نہیں ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے لکل منہما کے لکل منہم کہتا تو
متولی کو بھی یہ تعلیل شامل ہوتی وفی الاشباہ عن القنیۃ ان القاضی یأمرہ بالاستیجار باجر المثل وعلیہ تسلیم زود السنین الماضیۃ ولو کان القیم
ساکنا مع قدرتہ علی الرفع للقاضی لا غرامۃ علیہ وانما ہی علی المستاجر ولو ظفر الناظر بمال الساکن فلہ اخذ النقصان منہ فیصرفہ فی
مصرفہ قضاء و دیانۃ انتہی فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے اور اوسپر برسہائے گذشتہ کی زیادتیاں لازم ہونگی یعنی جو رقم کمی سے اجارہ کی اجرت
مثل سے اور اگر متولی ساکت رہا ہوگا باوجود قادر ہونیکے قاضی کے پاس نالش کرنے پر تو بھی تاوان نہیں ہوتا تاوان تو مستاجر ہی پر ہے اور جبکہ ناظر ساکن وقف کے مالکو پا جاوے تو اوسکو بقدر نقصان اوسمیں لے لینا جائز ہے
پھر اوسکو صرف کرے وقف کے مصرف میں قضاء بھی اور دیانۃ بھی ختم ہوا کلام اشباہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وقید باجارۃ المتولی لما فی غصب الاشباہ لو آجر الغاصب ما منافعہ
مضمونۃ من مال وقف او یتیم او معد للاستغلال فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل وعلی الغاصب رد ما قبضہ لا فیما لتاویل العقد انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں
کہ مصنف نے وقف میں اجارہ متولی کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب میں یوں ہے کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جسکے منافع کا ضمان واجب ہے یعنی مال وقف یا مال یتیم یا اوس مکان کو جو کرایہ کیواسطے مہیا ہے
تو مستاجر پر مسمی ہے نہ اجر مثل اور غاصب پر جو لیا ہے اوسکا پھیر دینا ہے اور اوسکو اجرت سے مستاجر نے لیا نہ سوا اوسکے بسبب تاویل عقد اجارہ انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یفتی فالضمان فی غصب عقار الوقف و
غصب منافعہ او اتلافہا کما لو سکن بلا اذن او اسکنہ المتولی بلا اجر کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معد للاستغلال بہ یفتی صیانۃ للوقف وکذا
منافع مال الیتیم درر فتوے ہے تاوان پر زمین وقف کے غصب اور اوسکے منافع کے غصب اور منافع کے تلف کرنے میں چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف میں سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اسکو بلا کرایہ
ساکن کیا تو اجر مثل دینا ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا نہو تو اسی پر فتوی ہے وقف کی حفاظت کیواسطے اور یہی حکم ہے مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر ولکن افتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف

العلماء فی حاوی القدسی متی قضی بالقیمۃ شری بہا عقارا آخر فیکون قضاء بالاول اور اسیطرح فتوی ہو ہر ایک اُس قول پر جو وقف کیواسطے زیادہ تر نافع ہے جسمین علما کا
اختلاف ہے کذا فی حاوی القدسی اور جبکہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو اسکے عوض سے دوسری زمین خریدے تو یہ زمین وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اسکا وقف ہونا ملفوظ وقف پر موقوف
نہین کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہ صورت ہے کہ ایک قول میں استبدال وقف بصورت قلت محصول جائز ہے اور دوسرے قول میں جائز نہیں مگر بصورت فقدان محصول مطلقاً تو عدم جواز پر
فتوے دیا جائیگا کیونکہ وقف کو نافع تر یہی ہے کہ باقی رہے اسکی ذات اور احتمال تلف ہو جانے اسکی قیمت کا والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوی اربعۃ عشر منہا
الوقف علی ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ وہو حق اللہ تعالی اور چودہ مقامون میں گواہی مقبول ہوتی ہے بحسبۃ یعنی ثواب کیواسطے بدون دعوے کے وہ چودہ مقام میں انمین سے
ایک وقف ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہے محصول کا اور تصدق حق اللہ ہے تو اسکی گواہی مین دعوے کی کچھ حاجت نہین ہم چودہ مقامات مذکورہ مین وقف طلاق
تعلیق طلاق لونڈی کا آزاد ہونا اوسکا مدبرہ ہونا خلع ہلال رمضان نسب حد زنا حد شرب ایلا ظہار حرمت مصاہرت اپنے مورث کے نسب کا دعوے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ
بقی لو الوقف علی معینین ہل تقبل بلا دعوی فی الخانیۃ ینبغی ان لا تقبل اتفاقا وفی شرح الوہبانیۃ للشیخ حسن وہذا التفصیل ہو المختار
وفی التاتارخانیۃ ان ہو حق اللہ تقبل والا لا الا بالدعوی فلیحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر وقف معین لوگون پر ہو گیا اسمین گواہی بلا دعوے مقبول ہے یا نہین خانیہ مین کہا لائق
یہ ہے کہ مقبول نہین بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ مین ہے اور یہ تفصیل ہی مختار ہے اور تاتارخانیہ مین ہے کہ اگر وہ حق اللہ ہے تو مقبول ہے اور حق اللہ نہین تو گواہی بلا دعوے کے مقبول
نہین ہوا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تفصیل مذکور سے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہے کہ غیر معین پر مقبول ہے نہ معین پر قلت لکن بحث فیہ الشیخ میں کہتا ہون لیکن بحث کی ہے اسمین یعنی اطلاق
قبول شہادت مین عبد البر بن شحنہ ہم ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور لائق ہے اسواسطے کہ جب شہادت قائم ہوئی اسپر کہ اس زمین کا اسی وقف کی قوم معین مستحق ہے تو اسمین دعوے ضرور ہو بسبب ثابت ہونے اسکے
استحقاق اور استعمال کے اگرچہ آخرکار اوسکے فقرا مستحق ہون بخلاف اُس گواہی کے کہ فقرا یا مسجد کو وقف قائم ہو کذا فی المنح جلبی نے کہا فیہ فیکی راجع ہے اُس اطلاق کیطرف جو کلام متن سے مستفاد ہے
نہ تفصیل کیطرف طحطاوی کما شارح کی عبارت ہے مخالف موہم ہے وہ قول المصنف بقبولہا مطلقا لثبوت اصل الوقف لانہ للفقراء ولو باشتراط الدعوی
لثبوت الاستحقاق لما فی الخانیۃ لو کان لہ مستحق ولم یدع لم یدفع لہ شیء من الغلۃ وتصرف کلہا للفقراء اور مصنف نے اپنی شرح میں اختلاف مذکور کو دفع کر دیا ہے کہ گواہی
مقبول ہونے گواہی کی مطلقا واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ مرجع اسکے فقیر ہین اور بواسطے مشروط ہونے دعوے کے واسطے ثابت ہونے استحقاق کے اسواسطے کہ خانیہ مین ہے کہ اگر وہان مستحق ہوا اور دعوے
نکرے تو اُسکو کچھ غلہ ندیا جائیگا اور تمام غلہ محتاجون پر صرف کیا جائیگا ہم خلاصہ توفیق مذکور یہ ہے کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہین دعوے کا مطلقا اگرچہ مستحق بدون دعوے کے غلہ نہ پاویگا اور ثبوت
استحقاق شخص معین بلا شبہ دعوے پر موقوف ہے تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہوگیا کذا فی المنح قلت ومفادہ انہ لو ادعی المستحق مع انہا لا تسمع منہ
علی المفتی بہ الا بتولیۃ کما قدمناہ میں کہتا ہون اور قول مذکور سے مستفاد ہوا کہ مستحق دعوے کریگا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اسکے کہ مستحق کا دعوے مسموع نہین بنابر قول مفتی بہ بدون
تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر ہم جلبی نے کہا جو مذکور ہو چکا وہ یہ ہے کہ درصورت غصب متولی مدعی ہوگا نہ مستحق بلا تولیت اور اگر مستحق فقط اپنے استحقاق کا دعوے کریگا تو بلا شبہ صحیح ہے
محتاج تدبر نہین وفی الاشباہ لنا شاہد حسبۃ فی اربعۃ عشر ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی دعوی الموقوف علیہ اصل الوقف فانہا تسمع عند البعض
والمفتی بہ لا الا بتولیۃ فاذا لم تسمع دعواہ فالاجنبی اولی نعمی وقدمنا فتنبہ اور اشباہ مین ہے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام مین ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا
اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہین مگر موقوف علیہ مین اور یہ کہ دعوے کرین کہ اسکا دعوے مسموع ہے بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ مین مسموع نہین مگر بتولیت بسبب جبکہ اسکا مسموع نہوا تو اجنبی اُسمین بہتر
انتہی کلام الاشباہ اور البتہ ذکر کر چکا سو آگاہ ہو جا ہم جو مذکور ہوا سو موقوف علیہ کا دعوی قاصر ہے اور یہان اصل وقف کا دعوے ہے تو دونو کی منافرت مین شک نہین ویشترط فی دعوی
الوقف بیان الواقف ولو الوقف قدیما کما یاتی بحصر ازینیۃ لئلا یکون اثباتا للمجہول وفی العمادیۃ تقبل اور شرط ہے دعوے وقف مین بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیمی ہو جیسا کہ
آگے آتا ہے کذا فی البزازیۃ تا اثبات مجہول کیواسطے نہو اور عمادیہ مین ہے کہ مقبول ہے بلا بیان اور آمنا اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہین اور چونکہ وقف مین ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے تو بیان نہ بھی ہو
کے قول پر فتوے ہو کذا فی المنح وتقبل فیہ الشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ النساء مع الرجال والشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان صرحوا بہ فی المختار

فائدہ مسائل دعوی منجملہ اشباہ کہ بغیر دعوی شہادت سنی جاتی ہے ۱۲

[illegible]

ولو الوقف علی معنیین جمعنا للاوقاف القدیمة عن الاستهلاک بخلاف غیرہ اور مقبول ہے وقف مین گواہی پر گواہی اور گواہی عورتون کی مردون کے ساتھ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات کیواسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کی تصریح بھی کردین قول مختار مین اور گو کہ وقف صحیح ہو گون پر ہو ہر صورت گواہی مقبول ہے تا اوقاف قدیمہ ہلاکت سے محفوظ رہین بخلاف غیر وقف کے یعنی جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے جیسا نسب کہ اگر اس مین اپنی سماعت کی تصریح کرین گے تو گواہی مقبول نہو گی کذا فی الطحطاوی عن البدر لا تقبل بالشهرة لاثبات شرائطه فی الاصح درر وغیرها مقبول نہین شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کیواسطے قول اصح مین کذا فی الدرر وغیرہا اور اسی پر فتوے ہے کذا فی العالمگیریہ علامہ نوح نے کہا شہادت بالشہرت یہ کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانے امر پر معروف اور مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دین اور شہادت بالتسامع یہ کہ شاہد کہے کہ مین گواہی دیتا ہون بسبب تسامع کے کذا فی الطحطاوی اور بزازیہ مین ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہے نہ اسکی شرائط پر اسواسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرنا بعد قرن بخلاف شرائط کے اور جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور موقوف علیہ ہو سو وہ اصل وقف سے ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہین وہ اسکی شرائط مین ہے کذا فی المنح لکن فی المجتبی المختار قبولها علی شرائطه ایضا واعتمده فی المعراج واقره الشرنبلالی وقواه فی الفتح بقولهم یسلک بمنقطع الثبوت المجهولة شرائطه ومصارفه ما کان علیه فی دواوین القضاة انتهى وجوابه ان ذلک للضرورة والمدعی عموم لیکن مجتبی مین کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج مین اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے اور فتح القدیر مین اسکو قوی کہا فقہا کے اس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور اسکے شرائط اور مصارف مجہول ہون تو اسپر عمل کیا جائیگا جو قاضیون کے دفاتر مین ہو انتہے اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام تر ہے کذا فی البحر مستفاد تقویت فتح القدیر یہ ہے کہ درصورتیکہ دفاتر قضاۃ پر عمل ہوا یہی مطلوب ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق مین یہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط اسکے مجہول تھے اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہون یا نہون علاوہ اسکے کلام فتح القدیر کا اوس وقف مین ہے جسکا ثبوت منقطع ہو اور سوا دفتر کے اوسکا حال معلوم نہوا اور یہان گفتگو اوس وقف کی ہے جسکا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے وبیان المصرف کقولهم علی مسجد کذا من اصله لتوقف صحة الوقف علیه فتقبل بالتسامع اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یون کہنا شاہدون کا کہ یہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے اصل وقف مین بسبب موقوف ہونے صحت وقف کے بیان مصرف پر تو مصرف مین شہادت بالتسامع مقبول ہے وبعض مستحقیه وکذا لبعض الورثة ولا ثالث لهما کما فی الاشباه قلت وکذا لو ثبت اعساره فی وجه احد الغرماء کما سیجیء فتامل وقالوا تقبل بینة الافلاس بغیبة المدعی وکذا لبعض الاولیاء المستاوین یثبت الاعتراض للکل کملا وکذا الامان والقود ولا المطالبة بازالة الضرر العام عن طریق المسلمین والتتبع یقتضی عدم الحصر اور بعض مستحق وقف سے کل مستحقین کے ہے اور اسیطرح بعض وارث اور ان دو کا تیسرا نہین یعنی سوا مستحق اور وارث کے ایک شخص سے کل اشخاص نہین ہو سکتا کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اسیطرح حکم ہے اگر مفلس مدیون کی ایک قرضخواہ کے سامنے ثابت ہو چنانچہ آویگا تو اسکو تامل کرو اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت مین مقبول ہین اور یہی حکم ہے بعض اولیا مستاوین کا کہ اعتراض نکاح کا حق ہر ایک کو پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص کا اور ولایت مطالبہ کا ضرر عام دفع کرنیکے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس و تلاش مقتضی ہے عدم حصر کی ہم کہتے ہین صاحب اشباہ کہ وہ دو کے سوا کا قائل نہین شرنبلالیہ وینتصب احد الورثة خصما عن الکل لو فی دعوی دین کالعین مالم یکن فلیحفظ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثون کیطرف سے اگر دین کے دعوے مین خصومت ہو یا عین کی دعوے مین ہو تو فقط جبکہ وہ مدعی علیہ کے ہاتھ مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ینتصب خصما عن الکل ای اذا کان وقف بین جماعة وواقفه واحد فلو متعددا وکذا الدعوی واحد منهم او وکیله یعنی بعض مستحق کو جھگڑا کر سکتا ہے کل طرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کے درمیان اور واقف اسکا وقف کرنیوالا ایک ہی ہو تو ان مین سے ایک مستحق گویا انکے وکیل کو دعوے کرنا اسمین ہے دوسرے شخص پر یا اسکے وکیل پر جائز ہے وقیل لا ینتصب فلا یعم القضاء الا بقدر ما فی یده المحکیة اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ بعض مستحق سبکی طرف سے خصومت نہین کر سکتا تو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہین مگر اسیقدر مین جو حاضر کے ہاتھ مین ہے ہم قائل اس قول کا قاضی عبد الجبار ہے وهذا اذا انتصب بعضهم اذا کان الاصل ثابتا والا فلا ینتصب احد المستحقین خصما وقفه فی الوهبانیة اور یہ یعنی بعض مستحقین کا خصومت کرنا اوسوقت ہے جبکہ اصل وقف ثابت ہو اور اگر ثابت نہو تو ایک مستحق خصومت نہین کر سکتا اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے اشتری المتولی بمال الوقف دارا للوقف لا تلحق بالمنازل

ناظر الوقف

الموقوفة ويجوز بيعها في الاصح كان الموقوف مكانا كبيرا او ليس منها متولي وقف مال الوقف ایک گھر خرید کیا وقف کرنیکے واسطے تو یہ گھر منازل موقوفہ سابقہ کے ساتھ نہ ملایا جاوے اور اسکی بیع جائز ہے قول اصح میں اسواسطے کہ اسکے لزوم وقف میں بحث سابق میں ہے اور یہاں وہ موجود نہیں مات المؤذن والامام ولم يستوفيا وظيفتهما من الوقف سقط لانه كالصلة كالقاضي وقيل لا يسقط لانه كالاجرة كذا في الدرر قبيل باب المرتد وغيرها قال المصنف ثم وظاهره ترجيح الاول لحكاية الثاني بقيل قلت قد جزم في البغية تلخيص القنية بانه يورث بخلاف رزق القاضي كذا في وقف الاشباه مؤذن مر گیا مؤذن اور امام اور حالانکہ دونوں نے اپنا وظیفہ ماہیانہ یا سالانہ وقف سے نہیں پایا تو ساقط ہو گیا مثل قاضی کے اسواسطے کہ وظیفہ مانند صلہ اور عطا کے ہے کہ بدون قبض مملوک نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ اجرت کے مانند ہے کذا فی الدرر قبیل باب المرتد وغیرہ یا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور ظاہر یہ ترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی سقوط کا بسبب حکایت قول ثانی کے بلفظ قیل میں کہتا ہوں کہ بغیہ تلخیص القنیہ میں البتہ یقین کیا ہے اسکا کہ امام و مؤذن کا وظیفہ موروث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ ومثله في النهر ولو على الامام دار وقف فلم يستوف الاجرة حتى مات ان اجرها المتولي سقط وان اجرها الامام لا ح اور اگر امام مسجد پر ایک گھر وقف ہو سو وہ نے کرایہ اس گھر کا پورا نہ پایا یہانتک کہ وہ مر گیا تو اگر وہ گھر متولی نے کرایہ دیا تھا تو کرایہ ساقط ہو گیا اور اگر اسکو امام نے کرایہ دیا تو ساقط نہ ہوگا کذا فی الظہیریہ یعنی اسواسطے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اسکے قبض کے قرار دیا گیا اخذ الامام الغلة وقت الادراك وذهب قبل تمام السنة لا يسترد منه غلة بقي السنة فصار كالجزية وموت القاضي قبل الحول ويحل للامام غلة باقي السنة لو فقيرا وكذا الحكم في طلبة العلم في المدارس در اگر امام نے غلہ لیا غلہ نکلنے کے وقت اور اس مسجد سے چلا گیا قبل تمام ہونے سال کے تو اس سے باقی سال کا غلہ پھیر نہ لیا جائیگا تو وہ ہو گیا جزیہ اور موت قاضی کے مانند سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج ہوگا اور یہی حکم ہے طالب علموں کا مدرسوں میں کذا فی الدرر یعنے اگر طالب علم غلہ سال بھر کا مدرسہ سے لیکر چلا جاوے تو استرداد نہیں ہے اگر آدمی اثنائے سال میں چلا جائے تو اوس سے ایام گذشتہ کا جزیہ لیا جاوےگا و محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ اگر اثنائے سال میں جزیہ دینے والا ذمی مسلمان ہو جاوے یا مر جاوے تو وہ یا اوسکا وارث استرداد جزیہ نہیں کر سکتا ونظم ابن الشحنة الغيبة المسقطة للمعلوم المقتضية للعزل وعدمه ۵ وما ليس بد منه ان لم يزد على * ثلث شهور فهو يعفى ويغفر اور ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اوس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے معزول کی اور منجملہ نظم مذکور یہ ہے اور جو غیبت ناچار کی ہو اگر تین مہینہ سے زیادہ نہ ہو تو وہ معاف اور مغفور ہے ۵ وقد اطبقوا لا ياخذ السهم مطلقا * لما قد مضى والحكم في الشرع يظهر اور البتہ علما نے اتفاق کیا ہے کہ صورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا نہ لے اور یہ حکم شرع میں ظاہر ہے اسواسطے کہ اسکا حصہ ہے مطلقا یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت هذا كله في سكان المدارس في غير فرض الحج وصلة الرحم اما فيهما فلا يستحق العزل والمعلوم كما في شرح الوهبانية للشرنبلالي میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور سکان مدرسین میں ہے سوائے فرض حج اور صلہ رحم کے سوا ان دونوں میں یعنی فرض حج اور صلہ رحم میں تو مستحق عزل اور مشروط کا نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی وفی المنظومة المحبية ۵ ولا تجز استنابة الفقيه * ولا المدرس لعذر حصلا * كذاك حكم سائر الارباب * ولم يكن عن فقده مناب اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ جائز نہیں نائب کرنا فقیہ اور نہ مدرس کا بسبب عذر کے کہ حاصل ہو اور یہی حکم ہے باقی ارباب وظائف کا یا عذر نہو تو یہ عدم نیابت بطریق اولے جائز نہو گی ۵ والمتولي لو تفويضه جرا * لكنه في صحة ما ذكرا * من اي جهة تولي الوقفا * جواز ذلك حيث يلفى اور متولی نے اگر وقف کو اجارہ دیا لیکن ابن وہبان نے اجارہ میں ذکر نہیں کیا کہ وہ کس وجہ سے متولی ہوا ہے واقف کا یا واقف کیطرف سے یا قاضی کے جانب سے تو فقہا نے اجارہ دینا جائز نہیں رکھا جہاں کہیں ہو ۵ ومثله الوصي اذ تختلف * احكامه في ذا على ما يعرف * بحسب التقليد والنص فقس * كل التصرفات كيلا يلتبس اور مانند متولی کی وصی ہے اسواسطے کہ متولی وصی ولی کا حکم بنا شہود کے مختلف ہے بحسب تقلید اور نص کے سو قیاس کر اجارہ پر جمیع تصرفات کو اسواسطے کہ نصلتے اجازت دیتی احکام میں اشتباہ پیدا کرے کہ جامع الفصولین میں ہے کہ ایجاز متولی اور وصی بلا تصریح وجہ تولیت و ایصا کی جائز نہیں اسواسطے کہ باپ کا وصی اور دادا کا وصی اور ماں کا وصی اور قاضی کی جہت سے وصی کے احکام مختلف ہیں قلت لكن للسيوطي رسالة سماها الضبابة في جواز الاستنابة ونقل الاجماع على ذلك فليحفظ میں کہتا ہوں کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جسکا نام اونہوں نے ضبابۃ فی جواز الاستنابہ کہا ہے اور یہ جواز نیابت پر اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه لقيامه مقامه ولایت قائم کرنی متولی کی واقف کیطرف ہے پھر اوسکی وصی کو بسبب قائم ہونے وصی کے مقام موصی کے ولو جعله على امر الوقف فقط كان وصيا في كل شيء خلافا للثاني ولو جعل النظر لرجل ثم جعل آخر وصيا كانا ناظرين

قولہ [illegible] من العرف [illegible]

الوقف کمن فی الاسعاف فلو جعلہ بکتابین فی کل منہما متولیا ثم الثانی ناظر شرکہ اور اگر واقف نے ایک شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا تو وہ ہر چیزوں میں وصی ہوگا بخلاف ابو یوسف کے اور اگر واقف نے مہدہ
ایک مدرسہ کو دیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو دونوں ناظر ہونگے تا عدم تخصیص جیسا پورا بیان اسکا اسعاف میں ہے اور اگر وقف کے دو وثیقے پائے گئے کہ ہر ایک میں ایک متولی کا نام ہے اور دوسرے وثیقہ کی تاریخ متاخر ہے
تو دونوں شخص تولیت میں شریک ہونگے کذا فی البحر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارع کا طالب التولیۃ لا یولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید التنفیذ بحر تولیت کی درخواست کرنیوالیکو تولیت
نہ دیجائے سوا اُس شخص کے جسکے واسطے تولیت مشروط ہو چکی تو اگر بعد شرط کے درخواست کریگا تو دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ متولی ہو چکا بسبب شرط کے تو وہ اس درخواست سے تنفیذ شرط کا ارادہ کرتا ہے
بحر یعنی طالب تولیت کو اسواسطے تولیت نہ دیجائیگی کہ حدیث میں نہی وارد ہے ثم اذا مات المشروط لہ بعد موت الواقف ولم یوص لاحد فولایۃ النصب للقاضی اذ لا
ولایۃ لمستحق الا بتولیۃ کما مر پھر جب وہ شخص مر گیا جسکے واسطے تولیت مشروط تھی بعد موت واقف کے اور اُسنے کسیکے واسطے وصیت نہیں کی تولیت کی تو نصب متولی کی ولایت قاضی
کیواسطے ہے مستحق وقف کے واسطے اسواسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہوتی مگر اوسکی تولیت سے چنانچہ گذر گیا وما دام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب
لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیہم اور جبتک کوئی شخص تولیت کی لیاقت رکھتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانوں سے نہ مقرر کیا جائے اسواسطے کہ واقف کا برادری الاصلح زیادہ شفیق
ہے اور اُسکا مقصود یہ ہے کہ وقف کی نسبت اُسکی خاندان کیطرف بنی رہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح ولا یملک عزلہ
الا اذا کان الواقف جعل لہ التفویض والعزل ایک متولی نے اپنے غیر شخص کو بجائے خود قائم کرنیکا ارادہ اپنی زندگی اور صحت میں کیا اگر متولیکو تفویض تولیت بسبب شرط واقف کے
عام ہو تو اقامت مذکورہ صحیح ہے اور متولی مذکور اُسکے معزول کرنیکا بعد اقامت کے مالک نہ ہوگا مگر جبکہ واقف نے اُسکے واسطے متولی کرنا اور معزول کرنا دونوں مقرر کر دیا ہو طحطاوی نے کہا عبارت
شارح وصحتہ کو محذوف کرنا افضل اسلئے صحیح ہوتی مانند صاحب اشباہ کے والا فان فوض فی صحتہ لا یصح وان فی مرض موتہ صح وینبغی ان یکون لہ العزل والتفویض لغیرہ
کالایصاء اشباہ اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اُسکو عزل و تفویض غیر کا اختیار ہو مثل وصیت کے
کذا فی الاشباہ مثلاً باپ وصیکو اختیار ہے کہ دوسرے کو وصی کرے اور اسکو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر معین بالشرط ثم من بعدہ للحاکم فہل اذا فوض للنظر لغیرہ
ثم مات ینتقل للحاکم فاجبت ان فوض فی صحتہ فنعم وان فی مرض موتہ لا ما دام المفوض لہ باقیا لقیامہ مقامہ وعن واقف شرط مرتبا لرجل معین
ثم من بعدہ للفقراء ففرغ عنہ لغیرہ ثم مات ہل ینتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا مجھ سے سوال ہوا اُس ناظر کا جو معین ہوا شرط سے
پھر بعد اسکے حاکم کو اختیار ہے تو جبکہ ناظر مذکور غیر کو نظارت سپرد کرے پھر مرجائے کیا اُسکی ولایت حاکم کیطرف منتقل ہوگی سو میں نے جواب دیا کہ اگر ناظر نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی
تو حاکم کیطرف انتقال ہوگا اور اگر اُسنے اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو انتقال نہوگا جبتک وہ شخص باقی ہے جسکو ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اُس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھسے سوال ہوا اُس
واقف کا جسنے بترتیب وقف کیا ایک شخص معین کے واسطے پھر بعد اُسکے فقیروں کے واسطے سو مرد مستحق اپنا حصہ غیر کو حوالہ کرکے کنارہ گیر ہوا پھر مرگیا وظیفہ معلومہ کیا فقیروں کیطرف منتقل ہوگا میں نے
منتقل ہونیکا جواب دیا یعنی بعد موت مستحق مذکور کے وفیما للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی ولم ار حکم عزلہ لمدرس وامام ولاہما ولو لم یجعل ناظرا
فنصب القاضی لم یملک الواقف اخراجہ ولو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف او القاضی صح والا لا اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول
کرنے ناظر کا مطلقاً یعنی خواہ اُسنے اپنے واسطے عزل شرط کیا ہو یا نکیا ہو اسیکا فتوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اُس مدرس اور امام کو جنکو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے
ناظر نہیں کیا سو قاضی نے منصوب کیا تو واقف اسکے اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اسکا علم ہو تو عزل صحیح ہے والا نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ امام اور موذن
کی معزولی تو صحیح ہے بلاشک مدرس کا بھی یہی حکم ہے خانیہ میں ہے کہ جب امام اور موذن بسبب عذر کے چھ مہینے اپنا کام نہ کریں تو متولی کو انکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز ہی تھے لیکن یہ عزل بسبب
عذر کے ہو اور کلام ہے عدم عذر میں باع دارا ثم باعہا المشتری من آخر ثم ادعی انی کنت وقفتہا او قال وقفت علی لم تصح فلا یحلف المشتری اشباہ زید نے گھر بیچا
اور خالد مشتری نے اور شخص سے بیچا پھر زید نے دعوے کیا کہ میں نے اوس گھر کو وقف کر دیا تھا یا یوں کہا کہ وہ گھر مجھپر وقف تھا تو یہ دعوے صحیح نہیں تو قسم لیجائیگی مشتری سے ہم مشتری کا بیع کرنا قید
ابن نجیم کے سوال میں مذکور تھا شامی نے اسکو ذکر کر دیا اور مشتری پر اسواسطے حلف نہیں کہ صحت دعوے پر مترتب ہے ولو اقام بینۃ او ابرز حجۃ شرعیۃ تقبلت

فیبطل البیع ویلزمہ اجر المثل فیما لا فی الملك لو استحق علی المعتمد بزازیۃ غیرھا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اوسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی
تو بیع باطل ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں مستوراً اوسکے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیۃ وغیرہا اور وقف میں اجر مثل لازم ہو جاتی ہی بلا عقد اجارہ بخلاف
ملک مستحق کا اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہی جو بیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم میں سائل کے سوال میں موجود ہی اور ظاہر بیان شارح کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ نوشتہ پر
عمل کرنا چاہیے بلا بیان شرعی اور حالانکہ یہ قاعدہ مذہب کے مخالف ہی کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہی ہاں ابن شحنہ کے بعض
محشیوں نے کہا ہی کہ قاضیکی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبسہ بالثمن منیۃ من الاستحقاق اور مشتریکو جائز نہیں روک رکھنا
وقف مذکور کا قیمت لینے کیواسطے کذا فی المنیۃ من باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بکاے ہین ہی اور وقف میں ہین جائز نہیں وھی احدی المسائل السبع المستثناۃ من قولھم من سعی
فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود حیلۃ اور وہ یعنے بیع کرکے وقف کا دعوے کرنا ایک مسئلہ ہی اون سات مسائل سے جو مستثنے ہین فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے
اوسکے توڑنے میں جو اسکی جہت سے پوری ہوئی ہی تو اسکی سعی نامقبول ہی کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والا لا وھو تفصیل
حسن اعتمدہ المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول اخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق میں اسپر اعتماد کیا ہی کہ اگر بائع نے
اسکا دعوے کیا کہ بیع ایسا وقف ہی جسکے لزوم پر قاضی کا حکم ہو گیا تو دعوے اسکا مقبول ہی اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہی جسپر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہی
لیکن آخر کتاب میں قول اول پر یعنے اطلاق دعوے وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہی کنز وغیرہ کے تابع ہوکر یہ تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہی اور قول مفتی بہ
حکم باللزوم کی کچھ حاجت نہیں وفی العمادیۃ لا تقبل عند الامام وھو المختار وصوبہ الزیلعی قال وھو احوط اور عمادیہ میں ہی کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک
اور یہی مختار ہی اور زیلعی نے اسکو تصویب کی ہی اور کہا کہ یہی قول قریب تر باحتیاط ہی وفی دعوی المنظومۃ المحبیبۃ وھذا فی وقف ھو حق اللہ تعالی اما لو کان
علی العباد لم یجز قلت قد قدمنا قبولھا مطلقا للثبوت اصل ما له للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم نعم تسمع دعواہ وبینتہ اھ اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی
میں ہی اور یہ یعنے دعوے وقف کے گواہ مقبول ہونا اوس وقف میں ہی جو حق اللہ ہی اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں میں کہتا ہوں ہم مقدم ذکر کر چکے مقبول ہونا گواہوں کا
مطلقاً واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اسکا انجام کار فقیرونکے لیے ہی تو اسکو غور کرے اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہی کہ ہان دعوے وقف کا اور گواہی مسموع ہی اور بیع باطل
ہوگی الباني للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی بنانیوالا مسجد کا مقدم ہی اہل محلہ سے امام اور موذن
کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جبکہ قوم نے امام اور موذن بانی کے امام اور موذن سے اصلح اور الیق معین کیا یعنے اوسوقت میں تجویز اہل محلہ بہتر ہی اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل
محلہ کیطرف راجع ہی وصح الوقف قبل وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد له او علی امکان ھیأہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح
صحیح ہی وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اوسکے کوئی اولاد نہیں یا اوس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مہیا کیا
تو صحیح ہی قول اصح میں وتصرف الغلۃ للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیہ زاد فی النھر وینبغی انہ لو وقف علی مدرسۃ یدرس فیھا الآن
مع طلبتہ فلان مدرس فی غیرھا لتعذر التدریس فیھا ان تصرف العلوفۃ له لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جاے محصول وقف کا
فقیرون پر یہان تک کہ زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جاے کذا فی العمادیۃ نہر الفائق میں اتنا زیادہ کیا ہی کہ اگر واقف نے وقف کیا اوس مدرسہ پر جسمین مدرس درس کرتا ہو طالب
علموں کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ میں سوا اسکے بسبب متعذر ہونے درس کے اوس مدرسہ میں تو لائق یہ ہی کہ علوفہ مدرس کو دیا جاے نہ فقیرون کو چنانچہ بلاد روم میں یہ ہی ہم
تدریس متعذر ہوئی بسبب منہدم ہوجانے مدرسے کے یا بعید واقع ہونیکے آبادی سے **فروع مہمۃ تحدیث للفتوی** یہ مسائل ضروریہ ہین جو فتوے کیواسطے حادث ہوے ہیں شارح علامہ نے
آخر کتاب الوقف میں بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد نصف کتاب کے تنگناے ایجاز سے نکل کر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا العمل الامام رفع
علی ساقیۃ لیصرف خراجھا بکفایتھا فاستغنی عنھا لخراب البلد فنقلھا وکیل الامام لساقیۃ ھی ملک فھل یقع اجاب بعض

الشافعیہ بان الارصاد علی الملک ارصاد علی المالک فیقع فی ضمنہ ای یلزم للموصی علیہ ادراتہا کما کانت کما فی الحاوی بالموصی اذا خرب
صرفت اوقافہ فی حوض آخر فتدبر مقرر کردی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پر تا اوسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کیواسطے صرف ہوا کرے پھر اوس نہر کی حاجت نہ رہی تھی
ویران ہو جانیسے سو بادشاہ کے وکیل نے اوسکا خراج اوس نہر کی کیطرف نقل کیا جو مملوک ہی کیا یہ نقل کرنا صحیح ہی یعنے شافعیون نے جواب دیا مملوک پر مقرر کردینا مالک پر مقرر کرنا ہی تو صحیح ہی
تو اسوقت مین مرصد علیہ یعنے مالک نہر پر اوسکا جاری رکھنا اور صرف کرنا لازم ہی چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا اسواسطے کہ حاوی مین ہی کہ جب حوض ویران ہوجاوے تو اوسکے اوقاف کو
دوسرے حوض پر صرف کرنا چاہیے سو اسکو غور کرو طحطاوی نے کہا حاوی کے مسئلہ مین نقل اوقاف ہی ایک وقف سے دوسرے وقف کیطرف اور حادثہ مذکورہ مین نقل ہی وقف سے ملک کیطرف
دار کبیرۃ فیہا بیوت وقف بیتا منہا علی عتیقہ فلان والباقی علی ذریتہ وعقبہ ثم علی عتقائہ ثم قال لو وقف الی العتقاء ہل یدخل من خصہ بالبیت
فی الثانی اختلف الافتاء اخذا من خلاف مذکور فی الذخیرۃ لکن فی الخانیۃ اوصی لرجل بمال وللفقراء والموصی لہ محتاج ہل یعطی من نصیب الفقراء
اختلفوا والاصح نعم ایک بڑا گھر ہی جسمین چند مکانات اور کوٹھریان ہین مالک نے اونمین سے ایک کوٹھے فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور نسل پر
وقف کیا پھر اونکے بعد اپنے آزاد غلامون پر پھر وقف مذکور بعد مرجانے ذریت کے آزادون کیطرف پھر اگیا اس وقف ثانی مین وہ شخص بھی داخل ہوگا جسکو واقف نے خاص کردیا تھا
ایک کوٹھرے دیگر اس سوال کیجواب مین فتوے مختلف ہی باعتبار اوس خلاف کے جو ذخیرہ مین مذکور ہی لیکن خانیہ مین ہی کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے ایک مال کی اور فقیرون کیواسطے
وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کیواسطے اول وصیت ہوئی وہ محتاج ہوگیا اوسکو فقیرونکے حصہ سے دیا جائیگا اسمین علما مختلف ہین اور قول اصح یہ ہی کہ ہان اوسکو بھی دیا جائیگا
ذخیرہ مین مذکور ہی کہ اگر اپنی زمین کا نصف محصول اپنے محتاج قرابتیون پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سو اوسکے قرابت والے محتاج ہوگئے کیا نصف مساکین سے انکو
دیا جائیگا ہلال نے کہا نہ دیا جائیگا اور یہی قول ہی ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف و علی فارسی اور ہندوانی نے کہا انکو بھی دیا جائیگا انتہے ذخیرہ مین کسی قول کی ترجیح نہ تھی
لہذا خانیہ سے استدراک کیا کہ دینا صحیح ہی استاجر دارا موقوفۃ فیہا اشجار مثمرۃ ہل لہ الاکل منہا الظاہر انہ اذا لم یعلم شرط الواقف لم یاکل لما فی الحاوی
غرس فی المسجد اشجارا تثمر ان غرس للسبیل فلکل مسلم الاکل والا فتباع لمصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ لیا جسمین پھل والے درخت ہین کیا کرایہ دار کو
اونمین سے کھانا درست ہی ظاہر جواب یہ ہی کہ جب واقف کی شرط معلوم نہو تو نہ کھائے اسواسطے کہ حاوی مین ہی کہ واقف نے مسجد مین پھلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے سو
ہر مسلم کو اسکا کھانا جائز ہی اور نہین تو پھل بیچے جائین ضروریات مسجد کیواسطے قولہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ فیجب
علیہ خدمتہ وظیفتہ او ترکہا لمن یعمل والا اثم لاسیما فیما یلزم بترکہا تعطیل الکل من النہر یہ قول فقہا کا کہ وقف کرنیوالے کی شرط شارع کی نص کے مانند ہی یعنے مفہوم
اور دلالت اور وجوب عمل مین تو صاحب وظیفہ پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اوس شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو اور اگر باوجود عدم کارگذاری کے وجہ مقرر کو لیگا
تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اوس خدمت مین جسکی ترک سے تعطیل لازم آوے چنانچہ تدریس مدرسہ کی یہ سب فروع مذکورہ نہر الفائق سے منقول ہین ہم فتاوی خیریہ مین ہی کہ واقف کی عبارت اگر من قبیل
مفسر ہی جو محتمل تخصیص و تاویل نہین تو اسپر عمل کیا جائیگا اور من قبیل ظاہر ہی تو اوسکا بھی یہی حکم ہی اور اگر محتمل ہی لیکن اوسمین قرینہ ہی تو اوسپر بھی عمل ہوگا اور اگر مشترک اور مجمل ہی تو عمل نہوگا
لیکن اگر واقف زندہ ہوگا تو اوس سے دریافت کیا جائیگا وفی الاشباہ الجامکیۃ فی الاوقاف لہا شبہ الاجرۃ ای فی ضمن المباشرۃ والحل للاغنیاء وشبہ الصلۃ
فلو مات او عزل لا یسترد المعجل وشبہ الصدقۃ لتصحیح اصل الوقف فانہ لا یصح علی الاغنیاء ابتداء وتمامہ فیہا اور اشباہ مین ہی کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف
مین اجرت کے مشابہ ہی ہنگام خدمت گذاری مین اور اغنیا کیواسطے حلال ہونیمین اور مشابہ ہی صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب خدمت مثلا امام یا مدرس مرجاوے یا معزول ہو تو جو پیشگی لیچکا وہ
پھیر لیا جائیگا اور مشابہ ہی صدقہ کے واسطے صحیح ہونے اصل وقف کے اسواسطے کہ وقف صحیح نہین مالدارون پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اسکا اسمین ہی ہم جامگیر عطا کے مانند ہی یعنے
جو دفتر مین مقاتلین اور غیر مقاتلین کے نام پر ثابت ہو لیکن عطا سالیانہ ہی اور جامگیر ماہیانہ مگر یہان جامگیہ سے وہ مراد ہی جو واقف کی جانب سے مرتب ہو کذا فی الطحطاوی
یکرہ اعطاء نصاب لفقیر من وقف الفقراء الا اذا وقف علی فقراء قرابتہ اختیار ومنہ یعلم حکم المرتب الکثیر من وقف الفقراء

لبعض الفقراء كما في الفتح فليحفظ مکروہ ہی بقدر نصاب کے فقیرون کو دینا مگر اسکے وقت میں مگر جب کہ واقف نے اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کیا تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہیں کذا فی الاختیار اور اسی سے معلوم ہو گیا کہ حکم مرتب کرنیکا فقیر اسکے وقت میں بعض محتاج علما کیواسطے تو اوسکو یاد رکھنا چاہیئے یعنے فقیرون کے وقت میں بقدر نصاب یا زیادہ محتاج عالم کو دینا جائز نہیں اسواسطے کہ وقف صدقہ ہی تو مشابہ زکوۃ ہوا لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف لغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الوقف باجر مثلہ قاضی کو جائز نہیں کہ کسیکے واسطے وظیفہ مقرر کرے وقف میں بدون شرط واقف کے اور جسکے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اوسکو لینا حلال نہیں مگر نظارت وقف کی بعوض اجرت مثل کے قاضی کو جائز ہی کذا فی القنیہ ہم یہ اسوقت ہی جب ضرورت نہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور مصلحت مقتضی ہو تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جاوے اور ضرورت ثابت کیجاوے تو قاضی اوسکو مقرر کرے جو اسکی اصلاح کرے اور اوسکے واسطے اجرت مثل معین کر دے یا متولی کو قاضی اجازت اسکی دے کذا فی الطحطاوی عن ابو السعود تجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام اذا کان لا یکفیہ وکان عالما تقیا ثم قال بعد ورقتین والخطیب ملحق بالامام بل ہو امام الجمعۃ قلت واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ قاضی کو جائز ہی زیادہ کرنا امام کی وجہ مقرری پر جبکہ اسکو کفایت نکرتی ہو اور وہ عالم متقی ہو پھر صاحب اشباہ نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کے ساتھ ملحق ہی بلکہ خطیب خود امام جمعہ میں کہتا ہون اور اسی روایت پر اعتماد کیا ہی منظومہ محبیہ میں ونقل عن المبسوط ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری و مزارع فیعمل بامرہ وان غایر شرط الواقف لان اصلہا لبیت المال اور منظومہ محبیہ کے مصنف نے خواہرزادہ کی مبسوط سے نقل کیا ہی کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرط کی جائز ہی جب کہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی زراعت کی ہو تو اسکے حکم کے موافق عمل کیا جاوے اگرچہ واقف کی شرط کے مغایر ہو اسواسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی مملوک ہی یصح تعلیق التقریر فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان او شغرت وظیفۃ کذا فقد قررتک فیہا صح وظائف میں مقرر کرنیکی تعلیق صحیح ہی تو اگر قاضی کہے کہ اگر فلانا شخص مرجاوے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو مین نے تجھکو اوسمین مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہی لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا علیہ خیانۃ وکذا الوصی جائز نہیں قاضی کو معزول کرنا متولی کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہان تک کہ اوسپر خیانت ثابت کرین اور اسیطرح وصی کو معزول کرنا بدون اثبات خیانت جائز نہیں الناظر اذا اجر انسانا فہرب ومال الوقف علیہ لم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی خشب الوقف حتی ضاع ضمن ناظر نے جب کہ اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور حالانکہ اوسپر وقف کا مال ہی تو ناظر پر ضمان نہیں بخلاف اوس کے کہ جب کہ ناظر نے وقف کی لکڑی کی محافظت اور خبر گیری نہ کی یہان تک کہ وہ ضائع ہوئی تو اوسپر ضمان لازم ہوا اور یہی حکم ہی مسجد کے فرش کا جب کہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اوسکو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے داروغہ نے خبر گیری نہ کی یہان تک کہ دیمک کھا گئی تو اوسپر ضمان ہی اگر اوسکی کچھ اجرت معین ہو کذا فی الصیرفیہ لا تجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف کتعمیر وشراء بذر فیجوز بشرطین الاولی اذن القاضی فلو ببعد منہ یستدین بنفسہ الثانی ان لا یتیسر اجارۃ العین والصرف من اجرتہا والاستدانۃ القرض والشراء نسیئۃ جائز نہیں استدانت یعنے دین کرنا وقف پر مگر جب اوسکی حاجت ہو وقف کی مصلحت کیواسطے چنانچہ مرمت کرنا یا زمین وقف کیواسطے بیج مول لینا تو استدانت جائز ہی دو شرطون سے شرط اول اذن قاضی ہی سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت کرے دوسری شرط یہ ہی کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اوسکی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہو اور یہان استدانت سے مراد قرض ہی یا ادھار خرید کرنا م حلبی نے کہا صواب یہ ہی کہ شارح بجائے قرض استقراض کہتا اسواسطے کہ قرض عبارت ہی قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے وہل للمتولی شراء متاع بفوق قیمتہ ثم بیعہ للعمارۃ ویکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہی خرید کرنا متاع کا اوسکی قیمت سے زیادہ کر کے پھر اسکا بیچنا عمارت کے واسطے اور مقدار زیادت کو وقف پر ڈالنا جواب اسکا یہ ہی کہ ہان متولی کو جائز ہی م طحطاوی نے کہا منشا اس جواب کا عدم اطلاع حکم سابق پر ہی اسواسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ مین ابو یوسف سے یون منقول ہی کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے ضمن سے پس بنحال سود دلے اسی فتوی سے ہوا اقر بارض فی ید غیرہ انہا وقف وکذبہ ثم ملکہا صارت وقفا زمین مقبوضہ غیر مین ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہی اور قابض نے اوسکی تکذیب کی پھر کسی وجہ سے مقر اوس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاوے گی یعمل بالمصادقۃ علی الاستحقاق وان خالفت کتاب الوقف لکن فی ٦٠

فی حقِ المقرِّ خاصةً فلو اقر المشروط له الریع او النظر انه یستحقه فلان دونه صح ولو جعله لغیره لا وسیجیء آخر الاقرار عمل کیا جائیگا باہم تصدیق کے موجب مستحق ہونے پر اگرچہ یہ مصادقت وثیقہ کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق مین مخصوص ہوگا سو اگر اوس شخص نے جسکے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت مشروط ہی اقرار کیا کہ اس آمدنی یا تولیت کا فلانا شخص مستحق ہے نہ مین تو صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کیواسطے مقرر کریگا تو صحیح نہوگا اور آگے کتاب الاقرار کے اخیر مین یہ مسئلہ آویگا اقرار موقوف علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شاید واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کیواسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو اپنا حصہ دینا صحیح اسواسطے نہوا کہ استحقاق مشروط ارث کے مانند اسقاط کرنے سے ساقط نہین ہوتا ولا یکفی صرف الناظر لثبوت استحقاقه بل لابد من اثبات نسبه بحجة فی باب دعوی ثبوت النسب اور کفایت نہین کرتا صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اوسکی نسب کے اثبات سے اور دعوے ثبوت النسب کے باب مین آگے آویگا صرف کرنا متولی کا بسبب احتمال خطا مثبت استحقاق نہین متی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتاخر منهما عندنا لانه ناسخ للاول جب واقف نے دو شرطین متعارض کرین تو شرط متاخر پر عمل ہوگا ہمارے نزدیک اسواسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے مثلاً دو شرطین متعارضین چنانچہ واقف نے اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا الوصف بعد جمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیة ولو بالواو ولو بثم فالی الاخیر اتفاقا الکل من وقف الاشباه وتمامه فی القاعدة التاسعة صفت بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کیطرف ہمارے نزدیک اور سب معطوفات کیطرف راجع ہوتی ہے شافعیون کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہو اور اگر عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کیطرف باتفاق حنفیہ اور شافعیہ راجع ہوتی ہے یہ سب مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہین اور پورا بیان اسکا اشباہ کے نوین قاعدہ مین ہے مثلاً یعنی اگر واقف نے یون کہا کہ وقفت علی اولادی و اولادِ اولادی و اولادِ اولادِ اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک ذکور صفت ہے بطن ثالث کی نہ بطن اول و ثانی کی بخلاف شافعیہ کے من وقف حال صحته وقال علی الفریضة الشرعیة قسم علی ذکورهم واناثهم بالسویة هو المختار المنقول عن الاخیار کما حققه مفتی دمشق یحیی بن المنقار فی الرسالة المرضیة علی الفریضة الشرعیة ونحوه فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت مین اور یون کہا کہ مین نے وقف کیا موجب فریضہ شرعیہ کے تو وارثون کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے منقول ہے چنانچہ اسکو بہ تحقیق بیان کیا ہے مفتی دمشق یحیی بن منقار نے رسالہ مرضیہ علی الفریضة الشرعیة مین اور اسی کے مانند ہے مصنف کے فتاوی مین مرحطاوی نے کہا کہ فریضہ شرعیہ سے شاید اسواسطے تساوی ذکور اور اناث کی ثابت ہوئی کہ بسبب فرض کے بین المتساویین فی الدرجة والقوة کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد مادری مین اور تفاوت مین الابن والبنت تو بسبب عصوبیت کے ہے نہ بواسطہ فرض کے واللہ اعلم وفیها کلام تثبت بطریق شرعی وقفیة مکان وجب نقض البیع ولا اثم علی البائع مع عدم علمه وللمتولی اجر مثله ولو بنی المشتری او غرس فذلك لهما فیسلك معهما بالانفع للوقف اور فتاوے مصنف مین ہے جب کہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اوسکی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہین اوسکے بائع پر اوسکی نادانستگی کے ساتھ اور متولی کو اجرۃ مثل ہے مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف مین عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہے تو عمارت اور درخت کے ساتھ وہ کرنا چاہیے جو نافع تر ہو وقف کے واسطے یعنی اگر عمارت اور درخت وقف کیواسطے نافع ہو تو متولی اوسکا متصرف ہو اور اگر مشتری کے اجارہ مین رکھنا نافع ہو تو اوسکے پاس رکھے وفی البزازیة معزیا للجامع انما یرجع بقیمة البناء بعد نقضه ان سلمه المشتری للبائع وان مسکه لا یرجع بشیء بخلاف ما لو استحق المبیع اور بزازیہ مین ہے جامع سے کہ رجوع کرنا بقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنے بناء منقوض کی قیمت معتبر ہے نہ بناء قائم کی اگر مشتری نے اوسکو بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اگر اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاویگا بخلاف اسکے وہ ہے اگر بیع مین استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی وہان مشتری بناء قائم کی قیمت لیگا نہ بنائے منقوض کی لو انقطع ثبوته فما کان فی دواوین القضاة اتبع والا فمن برهن علی شیء حکم له به والا صرف للفقراء ما لم یظهر وجه بطلانه بوجه شرعی فیعود ملکا للواقف اولوارثه او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اوسکا یعنی مصرف وقف کا معلوم نہو بسبب تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیون کے دفاتر مین مرقوم ہو تو اوسکی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہان نہو سو جو شخص کہ کسی چیز کو

ط یعنی وقف کیا اوپر اولاد کے اور اولاد کی اولاد کے اور اولاد اولاد کی اولاد کی اوسکے بعد اولاد کی ۱۲

بگواہی ثابت کرے تو اوسکا حکم کیا جائے اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیرون پر صرف کیا جائیگا جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی ثابت نہوا ہو اور اگر بطلان وقف فقرا ظاہر ہو
اسطرح پر کہ اونکے اونکو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک مین پھر آویگا اگر وہ زندہ ہے یا اوس کے وارث کی ملک مین اگر واقف مرگیا ہو یا بیت المال کی ملک مین
عود کرے گا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفہ السلطان عاما جاز ولو لجہة خاصة فظاہر کلامھم لا نعم اور اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہے
اور اگر جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ یہ وقف خاص نہین ہے یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے عام صحیح ہے
نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت مین بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی شرح الوہبانیة ولو شہد المتولی مع اخر بوقف مکان کذا علی المسجد فظاہر کلامھم قبولہ
اگر گواہی دی متولی مسجد نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونیکی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے لا تلزم المحاسبة کل عام
ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانة ولو متہما یجبرہ علی التعیین شیئا فشیئا ولا یحبسہ بل یہددہ ولو اتہمہ یحلفہ قنیة قلت و
قدمنا فی الشرکة ان الشریک والمضارب والوصی والمتولی لا یلزم بالتفصیل وان غرض قضاتنا لیس الا الوصول لسحت المحصول
لازم نہین محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولیکو محاسبہ اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت مین مشہور ہے اور اگر متہم بخیانت ہو تو اوسپر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک
اور اوسکو قید نکرے بلکہ اوسکو دھمکاوے اور اگر اوسکو متہم پاوے تو قسم کھلاوے کذا فی القنیہ مین کہتا ہون اور ہمنے کتاب الشرکة مین مقدم ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی
اور متولیکو حساب بتفصیل لازم نہین اور ہمارے زمانے کے قاضیون کو حساب لینے سے کچھ غرض نہین سوائے حاصل کرنے حرام مال کے ولو ادعی المتولی الدفع قبل قولہ
بلا یمین لکن فی فتاوی المولی ابو السعود انہ ان ادعی الدفع من غلة الوقف فی وقف مستحق للاولاد واولاد الاولاد قبل قولہ وان ادعی الدفع الی الامام بالجامع والبواب
ونحوھما لا یقبل قولہ کما لو استاجر شخصا للبناء فی الجامع باجرة معلومة ادعی تسلیم الاجرة لم یقبل قولہ قال
المصنف وھو تفصیل فی غایة الحسن فیعمل بہ واعتمدہ ابنہ فی حاشیة الاشباہ اگر متولی نے حقدار کو حق دینے کا دعوے کیا تو اوسکا قول بدون قسم کے
مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو السعود نے فتوے دیا ہے اسکا کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف دینے سے اپنے وقف مین چنانچہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اوسکا
قول مقبول ہے اور اگر اوس نے جامع مسجد کے امام یا دربان اور مانند انکے اہل خدمات کے دینے کا دعوے کیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر
کیواسطے بعوض اجرت مقرری کے پھر دعوے کیا تسلیم اجرت کا تو اوسکا قول مقبول نہین مصنف نے اپنے فتاوی مین کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی مین ہے تو اسی پر عمل
کرنا چاہیے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ مین اعتماد کیا ہے قلت وسیجیء فی الاجارة معزیا للاشباہ لو آجر القیم ثم عزل فقبض الاجرة للمنصوب فی الاصح
مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب الاجارہ مین نقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول صحیح مین
اسواسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کیواسطے تھا نہ اپنی ذات کیواسطے وھل یملک المعزول مصادقة المستاجر علی التعجیل نعم وقال المصنف والذی ترجح عندی لا
اور کیا متولی معزول مالک ہے تصدیق مستاجر کا مدت پر بعضون نے کہا ہان مالک ہے مصنف نے کہا اور جو قول میرے نزدیک راجح ہے وہ عدم ملک مصادقت ہے یعنے اگر متولی معزول کہے
کہ مین نے مستاجر کو مرمت کرنیکا اور صرف مجرا دینے کا اذن دیا تھا تو اوسمین اختلاف ہے علما کا لیس للمتولی اخذ زیادة علی ما قرر لہ الواقف اصلا جائز نہین متولی کو
زیادہ لینا اوسپر جو اوسکے واسطے واقف نے مقرر کردیا مطلقا خواہ اجرة مثل کے برابر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی ویجب صرف جمیع ما یحصل من نمائہ وعوائد شرعیة
وعرفیة لمصارف الوقف الشرعیة اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہون اون سبکا وقف کے مصارف شرعیہ مین صرف کرنا واجب ہے مثلا اوس صورت مین ہے
کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو والا عوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے اسواسطے کہ معہود کالمشروط ہے کذا فی الطحطاوی ویجب علی الحاکم امر الراشی
برد الرشوة علی الراشی غب الدعوی الشرعیة الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجیء فی الوصایا ان للمتولی اجر مثل
عملہ فتنبہ اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوے شرعی کے یہ سب مسائل سابقہ فتاوی مصنف سے

منقول ہین مین کہتا ہون لیکن کتاب الوصایا مین آویگا اور مذکور ہو چکا ہی کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل لینا جایز ہی تو آگاہ ہو جاؤ طحطاوی نے کہا یہ شارح نے استدلال کیا
اوس قول کا کہ متولی کو وظیفہ واقف سے زیادہ لینا جائز نہین اور حالانکہ بین القولین کچھ منافات نہین اسواسطے کہ عدم جواز صورت مقرر کردینے واقف کے ہی اور جواز اجر
مثل اس صورت مین ہی جب کہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق مین مفصلا مذکور ہی الوقف لفقراء قرابته لم یستحق مدعیها ولو ولیا لصغیر الا ببینة
علی فقره وقرابته مع بیان جهتها فاذا قضی له استحقه من حین الوقف علیه فتاوی ابن نجیم اگر واقف نے وقف کیا اپنے قرابت والے محتاجون پر تو قرابت کا
مدعی مستحق وقف نہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کے بیان کے ساتھ پھر جب قاضی کا حکم ہوگا اوسکے استحقاق پر تو وہ
مستحق ہوگا وقف کا وقف کرنیکے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیها سئل عمن شرط السکنی لزوجته فلانة بعد وفاته مادامت عزبا فمات وتزوجت
وطلقت هل ینقطع حقها بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا الوقف علی امهات اولاده الا من تزوج او علی بنی فلان الا من خرج من هذه البلدة
فخرج بعضهم ثم عاد او علی بنی فلان ممن تعلم العلم فترک بعضهم ثم اشتغل به فلا شیء له الا ان شرط انه لو عاد فله فلیحفظ خزانة
المفتیین اور فتاوی ابن نجیم مین ہی کہ سوال ہوا اوس شخص کا حکم جسنے سکونت مکان کی شرط کی اپنی فلانی زوجہ پر بعد اپنی وفات کے جبتک کہ وہ مجرد بلا نکاح ہے پھر
وہ مرگیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی کیا منقطع ہو جائیگا اوسکا حق نکاح کرنے سے جواب دیا کہ ہان نکاح کرنے سے حق سکونت منقطع ہو جائیگا مین کہتا ہون
اور یہی حکم ہی اپنی امہات اولاد پر وقف کرنیکا مگر جو ام ولد کہ نکاح کرے اوسکے واسطے حق سکونت نہین یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر مگر اوسپر نہین جو نکل گیا اوس شہر سے سو کوئی
اونمین سے شہر سے نکلا پھر پلٹ آیا یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر جو اون مین سے علم حاصل کرے سو اونمین سے کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اسکے پھر تحصیل علم مین مشغول ہوا تو اوسکے واسطے
مال وقف سے کچھ نہین مگر یہ کہ واقف نے یہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کیطرف پھر عود کریگا تو وہ مستحق ہوگا تو اس شرط سے البتہ مقدار ہوگا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی خزانة المفتیین و
فی الوهبانیة قضی بدخول ولد البنت بعد مضی سنین فله غلة الآتی لا الماضی [illegible] اور وہبانیہ مین ہی قاضی کا حکم ہوا ناتی کے داخل ہونیکا بعد گذرنے
چند سال کے تو اسکو آیندہ کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر غلہ صرف ہو گیا ہو ہم یعنی اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی ملیگا اور نہین تو آیندہ ملیگا نہ گذشتہ وقف علی بنیه وله ولد
واحد فله النصف والباقی للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹون پر اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہی تو اوسکو نصف ملیگا اور باقی فقیرون کیواسطے ہی یعنے اسواسطے کہ لفظ بنین جمع
اور اقل جمع وقف اور وصیت مین دو ہین لهذا بالمناصفة ہو گیا کذا فی الحلبی وعلی ولده له الکل لانه مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہی تو
اوسکو کل ملیگا اسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہی تو عام ہوگا للمتولی الاقالة لو خیرا متولیکو اجارہ توڑنا جائز ہی اگر وقف کیواسطے بہتر ہو ہم اقالہ اجارہ اوسوقت جائز ہی
جبکہ اوسنے خود اجارہ دیا ہو نہ کہ اوسکے متولی نے کذا فی الصیرفیة اور محل جواز اقالہ اوسوقت تک ہی جب تک اجرت کو اوسنے نہ لیا ہو اور اگر اجرت لی تو اقالہ جائز نہین کذا فی الاشباه
اجر بعرض معین صح وخصاه بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہی اور صاحبین نے اجارہ وقف کو نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہی المستاجر
غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس له الحفر الا باذن ویاذن لو خیرا والا مستاجر وقف کو جائز ہی درخت کا بونا بدون اذن متولی کے جبکہ درخت بونا
زمین کو ضرر نکرے اور اوسکو حوض وغیرہ کھودنا جائز نہین مگر اذن سے اور متولی کھودنیکا اذن دیگا اگر وقف کیواسطے بہتر ہو والا اذن نہ دے وما بناه مستاجر او غرسه فله ما لم
ینوه للوقف والمتولی بناه وغرسه للوقف ما لم یشهد انه لنفسه قبله اور مستاجر جو عمارت بنادے یا درخت بنادے وہ اوسیکا مملوک ہی جب تک اوس نے وقف
کیواسطے اوسکی نیت نکی ہو اور متولی کا عمارت بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہی جبتک کہ اوس نے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اسپر شاہد نکیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی
ذات کیواسطے ہی ولو اجر لابنه لم یجز خلافا لهما کعبده اتفاقا وهذا لو باشر بنفسه فلو القاضی صح کذا الوصی بخلاف الوکیل اور اگر متولی نے
وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین جائز نہین اور یہ حکم مذکور اوسوقت
ہی جب متولی نے بذات خود اجارہ دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہی اور یہی حکم ہی وصی کا کہ اوس کی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہی

[illegible]

بخلاف وکیل کے کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہین وقف علے اصحاب الحدیث لایدخل فیه الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبه اولا بزازیة لانه یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علے القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اوسمین شافعی مذہب داخل ہوگا جب کہ وہ علم حدیث پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیه یعنی اسواسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہی اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اوسکو مقدم کرتا ہی قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر مقدم رکھتا ہی مترجم حدیث مرسل وہ ہی جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ کہ جب حنفی کے نزدیک حدیث مرسل پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہو الطحطاوی نے کہا ناظر محل اس مسئلہ کا وہ ہی جب واقف کو تخصیص محدثین کی نیت نہو والا بلاشک اہل اتفاق محدثین ہی ہونگے نہ فقہا اسواسطے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور درصورت عدم نیت واقف گفتگو کا مقام ہی کہ چارون مذہب کے اہل حدیث مین یا نہین کہ اونکے امامون نے موافق اپنے شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہی اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرنا اوسکی تخصیص کا مقتضی نہین انتہے وجاز علے القبور والاکفان لا علے الصوفیة والعمیان هو الاصح اور وقف جائز ہی قبرون اور کفنون پر نہ صوفیون اور اندھون پر یہی قول صحیح تر ہی مترجم بحر الرائق مین ہی کہ وقف مین یہ شرط کرنا کہ اوسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جاے باطل ہی لیکن فتوے محمد کے قول پر ہی کہ قرارت عند القبر مکروہ نہین اور صوفیون پر وقف اوسوقت جائز نہین جب کہ وہ طریقہ ناپسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسواسطے کہ اسوقت مین وقف کرنا اونپر قربت نہین اور اگر صوفیہ طریقہ حمیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہی اور اسی پر محمول ہی جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہی اور اندھون پر اسواسطے وقف جائز نہین کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہین اور محتاج بھی اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولاده فاستویا اشترکا به افتی الملا ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم الواحد والمتعدد وهو الظاهر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین سے تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنے جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف رہی سو دو فرزند اوسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونون تولیت مین شریک ہونگے اسیکا فتوے دیا ہی ملا ابو سعود نے یون استدلال کرکے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہوتا ہی اور یہی قول ظاہر ہی وفی النہر عن الاسعاف شرطه لافضل اولاده فاستویا فلاسنهما ولو احدهما اورع والاخر اعلم بامور الوقف فهو اولی اذا امن خیانته انتهی ج اهـ ۲ اور نہر الفائق مین اسعاف سے منقول ہی کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اوسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ تر عمر والیکو ملیگی اور اگر ایک فرزند زیادہ پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہی بشرطیکہ اوسکی خیانت کا خوف نہو انتہے نقل النهر عن الجوهرة هم یہ استدراک ہی قول سابق پر یعنی تو اشتراک تولیت اوسوقت ہی جب دونون عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین مترجم نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف واللہ اعلم وکذا لو شرطه للارشد هو کما فی انفع الوسائل اوسیطرح افضل کی شرط کے مانند ہی اگر واقف نے ارشد اولاد کے واسطے تولیت شرط کی کما فی انفع الوسائل یعنی جو اشتراط افضل مین کلام ہی وہی اشتراط ارشد مین کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقة ای ناظرا حسبة فهل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم اره وافتی الاخ انه ان ضمه الیه لخیانته لم یستقل والا فله ذلک وهو حسن نهر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص معتمد کو ملایا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا بالاستقلال جائز ہی یا نہین مین نے اسکو صریح نہین دیکھا اور میرے استاد بھائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتوے دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا ناظر اوسکی خیانت کے سبب سے ملایا تو اصیل مستقل نہوگا اور نہین تو اوسکو استقلال بالتصرف جائز ہی اور یہ فتوے خوب ہی کذا فی النہر هم نصب متولی اور ناظر اور وصی قاضی کو جائز نہین بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاة کا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی مؤید زاده معزیا للخانیة وغیرها لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور فتاوی مؤید زادہ مین منقول ہی خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اوسکا عہدہ حفاظت کا ہی لیس للمتولی ان یستدین علی الوقف للعمارة الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادھار کرنا عمارت کے واسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے مات المتو والجباة یدعون تسلیم

الغلة الیه فی حیاته و لابنه بعده صدقنا علیهم کما کہ یہ جواہر الفتاوی کا قول ہو گیا اور تصدیق وارث کرتے ہیں کہ ہمنے غلہ کا متولیکو تسلیم کیا اسکی زندگی میں

اور اوسکے لڑکے کو دی گو اوسنے نہیں تو انکی تصدیق ہوگی اور کسی قسم کی ساتھ بسبب اونکے منکر ہونے ضامن نہ ہونگے لا یجوز الرجوع عن الوقف اذا کان مسجلا ثم لکن یجوز

عن الموقوف علیه للشر ونحوها کالمؤذن والامام والمعلم ان کا ... استقلال جو ہرگز جائز نہیں ہے کہ وقف کرکے پھر جب کہ وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو لیکن

جس پر مال وقف مشروط ہے جیسے مؤذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہے اگرچہ وہ لائق تر ہوں انتہی نقل الفتاوی عن المرحوم مطالعہ بحث المشایخ کی نقل میں

صواب یہ ہے کہ جواز تغییر بشرط عدم صلاحیت ہے کذا فی الدر المنتقی عن مؤید زادہ و کذا فی الخلاصہ وفی جواهر الفتاوی شرط لنفسه مادام حیا ثم لولده فاذا

ماتا فکذلک ثم بعده للاصلح الارشد من اولاده فالهاء تنصرف للابن لا للواقف لان الکنایة تنصرف الی اقرب المکنیات بمقتضی الوضع اور جواہر

الفتاوی میں ہے واقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات کیواسطے جبتک وہ زندہ رہے پھر اپنے فلانے لڑکیواسطے جبتک وہ زندہ رہے پھر بعد اسکے عفیف تر اور ہوشیار تر کیواسطے اوسکی

اولاد میں سے تو ضمیر لیتہ اور اولادہ کی وقف کی ہوئی لڑکی طرف پھریگی نہ واقف کیطرف ہو اسطے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہے قریب تر مکنی کیطرف بمقتضائے وضع کے ہم کنایہ یہاں مراد اسے

ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا یہ اصطلاح کوفی ہے اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہے کذا فی الطحاوی و کذا ثلاث مسائل ثلث وقف علی زید وعمرو ونسله فالهاء

لعمرو فقط اور اسیطرح مسائل ثلثہ میں اقرب کا اعتبار ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وقف کیا زید اور عمرو اور عمرو کی نسل پر تو ہائے ضمیر فقط عمرو کیطرف پھریگی یعنی اسواسطے کہ وہی قریب ہے زید

کیطرف نہ پھریگی کہ وہ بعید ہے کذا وقفت علی ولدی وولد ولدی الذکور فالذکور راجع لولد الولد فحسب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے

بیٹے اور بیٹے کے ولد ذکور کیطرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہوگی فقط یعنی اسواسطے کہ ذکور اقرب ہے پوتے سے وعکسه وقفت علی بنی زید وعمرو ولم یدخل بنو

عمرو لانه اقرب الی زید فیصرف الیه هذا هو العکس اور بالعکس مسئلہ ثانیہ کے یہ قول ہے کہ وقف کیا میں نے ابنائے زید اور عمرو پر تو بنائے عمرو وقف میں نہ داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ

بنی زید سے قریب تر ہے تو اسیکی طرف منصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہے ہم یہ راجع ہے اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کمال الدین کا قول ہے کہ مسئلہ اولی میں ہائے ضمیر واقف

کیطرف ہے نہ اوسکے ابن کیطرف کذا فی الطحاوی وقد منا ان الوصف بعد متعاطفین للاخیر عندنا وفی الزیلعی من باب المحرمات وقولهم ینصرف

الشرط الیهما وهو الاصل قلنا ذلک فی الشرط المصرح به والاستثناء بمشیة الله تعالی واما فی الصفة المذکورة فی آخر الکلام فتنصرف

الی ما یلیه نحو جاء زید وعمرو العالم فلیحفظ اور ہم مقدمہ ذکر کرچکے ہیں کہ صفت بعد دو معطوفوں کے آخر معطوف کے واسطے ہوتی ہے ہمارے نزدیک اور زیلعی کے باب المحرمات میں

یہ ہے اور فقہا کا یہ قول کہ شرط دونوں معطوفوں کیطرف پھرتی ہے اور یہی اصل ہے ہم کہتے ہیں کہ دونوں معطوفوں کیطرف شرط کا پھرنا شرط مصرح اور استثنا بمشیت الله میں ہے اور

اوس صفت میں جو آخر کلام میں مذکور ہو تو یہ حکم ہے کہ اپنے قریب کیطرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم میں عالم فقط عمرو کی صفت ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرط

مصرح کی یہ مثال ہے کہ زینب طالق وہندة ان دخلت الدار تو دخول دار دونوں کی طلاق کی شرط ہے نہ فقط ہندہ کی اور استثنار کی یہ مثال ہے کہ زینب طالق وہند

ان شاء الله وفی المنظومة الی المحبیة ع والوصف بعد جمل اذا اتی ۔ یرجع للجمیع فیما ثبتا ۔ عن الامام الشافعی فیما ۔ ان کان ذا العطف

بواو واما ۔ ان کان ذا عطف بثم وقعا ۔ الی الاخیر باتفاق رجعا ۔ اور منظومہ محبیہ میں ہے اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع

معطوفات کیطرف راجع ہے اوس روایت میں جو امام شافعی سے ثابت ہے اگر معطوف بحرف واو ہو اور اگر عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی آخر معطوف کیطرف

راجع ہوگی ولو علی البنین وقفا یجعل ۔ فان فی ذلک البنات تدخل ۔ اور اگر وقف بیٹوں پر کیا ہو تو اوسمیں بیٹیاں بھی داخل ہونگی ہم اور اخوت کے وقف میں

اخوات داخل ہونگی کذا فی الظہیریہ و فی حیتان یشابہ ذکورهما تغلیبا یہ بھی تغلیب ذکور کی ہے تا ثبیہ و الدکا ع و ولد الابن وکذا البنت به یدخل فی ذریته

اور پوتا اور اسیطرح نواسی ذریت کے وقف میں داخل ہے ہم کذا کہ ولد البنت اصل ہیں کذاک ولد البنت تها مضاف محذوف ہے اور مضاف الیه اسیطرح مجرور رہا کذا فی الحلبی ع

ع ولو یکون الوقف علی الذریة ۔ من غیر ترتیب فبالسویة ۔ یقسم بین الاعلی والاسفل ۔ من غیر تفضیل بعض فالاصل اگر وقف کیا ذریت

ف تنبیہ [illegible] ع [illegible]

مثلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ اور سافلہ مین بیدون زیادتی بعض کے بعض پر سوا اوس روایت کو نقل کر کے فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب اور بعید سبھی داخل ہین اور اولاد بنین اور بنات سبھی برابر ہین آزاد ہون یا مملوک اور مملوک کا حصہ اوسکے مولیٰ کیلیے ہی وینقض القسمة فی کل سنة و تقسم الباقی علی من عنده اور قسمت ٹوٹ جایگی ہر سال اور باقی تقسیم ہوگا اونپر جنکے واسطے معین کیا ہی واقف نے یعنے اگر واقف کی ذریت مین کوئی اور لڑکا لڑکی پیدا ہو جو سال گزشتہ مین مستحق نتھے یا ذریت موجود میں سے کوئی مرگیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جایگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہی تو باقی مقسوم ہوگا اور کل وقف ہی تو کل مقسوم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو علیٰ اولاده ثم علیٰ اولاد اولاده او اولاده واولاد اولاده لم یکن جعله وقفا فقالوا لا یدخل اولاد البنات علی ما یشکل اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علما نے کہا ہی کہ سبھین واقف کی اولاد بنت یعنے نواسی اور نواسا داخل نہین ہونگے ایسا منقول ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور فتاوی میں اور بولوالجیہ اور تجنیس اور مزید مین اسی پر فتوے ہی کذا فی الطحطاوی بنی اولادی کذا اقاربی واخوتی ولفظ آبائی حسب یشترک الاناث والذکور فیه وذالک واضح مسطور بنی اولادی کے لفظ مین اسیطرح اقاربی اور اخوتی اور آبائی کے لفظ کو شمار کر سبھین اناث اور ذکور شریک ہین اور یہ قول واضح اور مسطور ہی یعنے اگر واقف نے کہا وقفت علی آبائی یعنے مین نے باپون پر وقف کیا تو سبھین اوسکی ما اور باپ دادا دادی نانا نانی داخل ہونگے اسواسطے کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مونث کو بھی شامل ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ ومما یکثر وقوعه ما لو وقف علی ذریته مرتبا وجعل من شرطه ان من مات قبل استحقاقه وله ولد قام مقامه لو بقی حیا فهل له حظ ابیه لو کان حیا ویشارک الطبقة الاولی ام لا افتی السبکی بالمشارکة وخالفه السیوطی فی هذه المخالفة واجبة کما افاده ابن نجیم فی الاشباه من القاعدة التاسعة اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہی یعنے معرض وہ یہ ہی کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب یعنے طبقة بعد طبقة وبطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص اوسکی اولاد مین سے قبل استحقاق کے مرجاے ولد چھوڑکر تو اوسکا ولد اپنے باپ کے قائم مقام ہوا اگر اوسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اس لڑکو اپنے باپکا حصہ ملیگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہ ولد استحقاق مین طبقہ اولےٰ کا شریک ہوگا یا نہین علامہ سبکی نے مشارکت کا فتوے دیا اور سیوطی نے اوسکی مخالفت کی ہی اور یہ مخالفت واجب ہی چنانچہ اسکو بیان کیا ہی ابن نجیم نے اشباہ کی نوین قاعدہ مین ہم اشباہ مین حاصل سوال الخ اپنا جواب مختار یون ذکر کیا ہی کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتون پر وقف کیا پھر اونکے بعد پوتون پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر طبقة بعد طبقة وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیا طبقہ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجاے تو اوسکا حصہ اوسکے ولد کو ملے اور جو مرجائے قبل داخل ہونیکے اس وقف مین اور مستحق ہونے اوسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا یا پوتی چھوڑکر تو بیٹا اپنے باپکے حق کا مستحق ہوگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہی تا ہو لیکن معرض انتہی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے فتوے مشارکت کا سبکی کی طرف نسبت کیا سو غلط ہی بلکہ اشباہ مین عدم مشارکت کا فتوے سیوطی سے منقول ہی اور یہ فتوے واقف کے پوتی کے دو فرزندون مین ذکر ہی جو پوتا اپنے باپ کی زندگی مین مر گیا لکنه ذکر بعد وقفین ان بعضهم یعبر بین الطبقات بثم وبعضهم بالواو فبالواو یشترک بخلاف ثم فراجعتها مع شرح الوهبانیة فانه نقل عن السبکی واقعتین اخریین یحتاج الیهما ولم یزل العلماء متحیرین فی فهم شروط الواقفین رحمه الله تعالیٰ لیکن صاحب اشباہ نے دو وقفون کے بعد ذکر کیا ہی کہ بعضے وقف کرنیوالے طبقات اولاد مین بلفظ ثم تعبیر کرتے ہین اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارک نہوگا سو مراجعت کر اشباہ کیطرف غور کرکے شرح وہبانیہ کے ساتھہ کہ اوس نے سبکی سے دو اور صورتین نقل کی ہین جنکی طرف حاجت پڑتی ہی اور ہمیشہ علما حیران رہے ہین شروط واقفین کے فہم مین مگر جسپر کہ خدا نے رحم کیا امام طحطاوی نے کہا ہمنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو پایا ہمنے یہ کہ واو کی تعبیر مین قسمت منقوض ہوگی اور ثم مین منقوض نہوگی اوسمین مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہین اور یہ بھی بالتحقیق معلوم ہوا کہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہی سو صحیح نہین بلکہ دونو صورتون مین قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلے سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بند کلام خصاف اوسکو واضح کر دیا ہی اور جو توضیح اس مسئلہ کی چاہی وہ اشباہ اور اوسکی حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصا وقد افتیت کیف وقف علی اولاد الذکور دون الاناث فهمت مسئلة عن

ولدین ابوهما من اولاد الظهور بانه ینتقل نصیبها لهما لصدق کونهما من اولاد الظهور باعتبار ابیهما کما یعلم من الاسعاف وغیرہ اور اس شخص کے متعلق جسنے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سو ایک مستحق عورت ایسی دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے یہ فتویٰ میں نے دیا کہ عورت مستحقہ کا حصہ دونوں ولد کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونوں پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں سے ہیں اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے وفی الاسعاف والتاترخانیۃ لو وقف علی عقبہ یکون لولدہ وولد ولدہ ابدا ما تناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون ازواجهن من ولد ولدہ الذکور اذ کل من یرجع نسبہ الی الواقف بالآباء فهو من عقبہ وکل من کان ابوہ من غیر الذکور من ولد الواقف فلیس من عقبہ انتہی اور اسعاف اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتی پر ہمیشہ رہیگا جب تک انکی نسل باقی رہیگی ذکور سے نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اسوقت وقف میں داخل ہوگی کہ جب بنات کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہوں جس شخص کا نسب واقف کیطرف راجع ہو بواسطے آبا کے وہ واقف کا عقب ہے اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب میں داخل نہیں کلام الاسعاف تمام ہوا قول اخیر قول اول کی توضیح ہے خلاصہ یہ کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر وسیجئی انہ فی الوصایا انہ لو اوصی لآلہ او جنسہ یدخل کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ ولا یدخل اولاد البنات وانہ لو اوصت الی اهل بیتها او لجنسها لا یدخل ولدها الا ان یکون ابوہ من قومها لان الولد انما ینسب لابیہ لا لامہ قلت وبہ علم جواب حادثۃ لو وقف علی اولاد الظهور دون اولاد البطون فماتت مستحقۃ عن ولدین ابوهما من اولاد الظهور هل ینتقل نصیبها لهما فاجبت نعم ینتقل نصیبها لهما لصدق کونهما من اولاد الظهور باعتبار والدهما المذکور اور آگے آویگا کتاب الوصایا میں یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کیواسطے تو داخل ہوگا اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہے اوسکی طرف اوسکے آبا و اجداد کی جانب سے اور نہ داخل ہونگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی اپنے اہل بیت اور اپنے جنس کیواسطے تو عورت کا ولد وصیت میں نہ داخل ہوگا مگر اوس صورت میں داخل ہوگا جب کہ باپ اوسکا عورت موصیہ کی قوم سے ہو اسواسطے کہ لڑکا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کی طرف میں کہتا ہوں اس تقریر سے جواب اوس حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر اون میں سے ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر گئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ اوسکے دونوں لڑکوں کیطرف منتقل ہوگا سو میں نے جواب دیا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں کی طرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں باعتبار اپنے والد مذکور کے ہیں یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہو چکا

فصل

فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرها یہ فصل ہے اون مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں درر وغیرہ سے ہم بیان عبارت درالمختار کی نسخہ میں جمیع کے نسخہ مکتوبہ عربیہ میں یوں ہے فیما یتعلق بوقف الاولاد من ذکور وغیرہا اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں من الدرر وغیرہا لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر پر اعتماد کیا کما لا یخفی وجہ عبارت المواہب وقف علی نفسہ وولدہ ونسلہ وعقبہ جعل ریعہ لنفسہ ایام حیاتہ ثم وثم جاز عند الثانی وبہ یفتی کجعلہ لولدہ ولکن یختص بالصلبی اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنے ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے عمر بھر ایام حیات میں پھر اسیطرح درجہ بدرجہ تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ واقف کا اپنے ولد کے واسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے ولیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا یعنی پوتے پر وقف کو نہ ملیگا ویعم الانثی ما لم یقیدہ بالذکر اور ولد کا لفظ عورت کو بھی شامل ہے جب تک واقف ولد ذکر کی نہ قید لگائی ہو ولد عورت کو اسواسطے عام ہوا کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت میں بھی موجود ہے کذا فی الحلبی عن الدرر ویستقل بہ الواحد فان انقرض الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان یکون حین الوقف صلبی فیختص بولد الابن ولو انثی دون من دونہ من البطون ودون ولد البنت فی الصحیح اور مستقل ہوگا ساتھ اوسکے ایک واحد صلبی سو اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنی مرگیا ہو تو وقف فقرا کیواسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کے واسطے مگر اوسوقت جبکہ واقف کے وقت ولد صلبی نہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن

عورت ہو نہ غیر ولد الابن کو منجملہ بطون کے اور نہ واقف نے ثانی کو قول اصح میں یعنے اسواسطے کہ اولاد بنات کی انکے باپ کیطرف منسوب ہوتی ہے نہ ماں کیطرف بخلاف ولد الابن کے کما فی الهندیہ ولو زاد وولد ولدی فقط اقتصر علیهما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ یعنے وقف کیا اپنے اولاد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو اولاد اور پوتے سے مخصوص ہوگا ولو ذکر البطن الثالث عم نسله اور اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اوسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنے اگر یون کہا کہ وقف علی ولدی وولد ولدی وولد ولد ولدی کما فی الاسعاف یعنی وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے پر اور اپنے پوتے کے بیٹے پر تو اولاد اوسکی نسل پر قسمت ہوگا جب تک اونمین تناسل باقی رہیگا نہ فقط اسواسطے کہ جب واقف نے بطن ثالث کو ذکر کیا تو بسبب کثرت وسائط کے تفاوت فاحش پایا گیا تو صفت تخصیص کی مرتفع ہو گئی تو فقط معنا تناسل کا اعتبار باقی رہا تو سبکو شامل ہوگا کیونکہ قریب و بعید سب مین موجود ہے بخلاف بطن ثانی کے اسواسطے کہ اونمین ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الطحطاوی ویستوی الابعد والاقرب الا ان یذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال بطنا بعد بطن او علی اولادی بلفظ الجمع او علی ولدی اولادی اولادی اور بطن ثالث کی زیادتی مین ابعد اور اقرب برابر ہوگا مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہیں مگر یون کہے بلفظ جمع کہ ابتداء وقف میری اولاد پر ہے یا یون کہے کہ وقف ہے میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر تو ترتیب پر دلالت کرنا اسطرح ہے کہ واقف کہے الاقرب فالاقرب یا یون کہے کہ میری ولد پر پھر میرے پوتے پر بطنا بعد بطن تو اوسوقت اوسی سے ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی ولکن سماهم فمات احدهم صرف نصیبه للفقراء ولو علی امرأته واولاده ثم ماتت لم یختص ابنها بنصیبها اذ الوصیة تبطل برد نصیبه الی اصل الوقف اور اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر لیکن اولاد کا نام ذکر کیا اور اخیر وقف فقیرون کیواسطے ٹھہرایا کما فی الدر سو اونمین سے ایک ولد مر گیا تو اوسکا حصہ فقیرون پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پھر زوجہ مر گئی تو اوسکا بیٹا اوسکے حصہ کے ساتھ مخصوص ہوگا جب واقف نے اوس شخص کا حصہ جو اونمین سے مر گیا اوسکی اولاد کیواسطے بعد یعنے شرط نکیا ہو اس طرح کو مناسب تھا کہ یون کہتا ولو علی امرأته ثم علی اولاده تا کلام متناسب ہوتا اور مراد یہ ہے کہ واقف نے زوجہ کے بعد متعلق اپنی اولاد کے واسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا اور یہاں کہا ولد الزوجہ سے وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا انتہی اور جو لڑکا زوجہ کا اور شوہر سے ہے اسکو وقف مین کچھ دخل نہین کذا فی الطحطاوی ولو قال علی بنی او علی اخوتی دخل الاناث علی الاوجه وعلی بناتی لا یدخل البنون اور اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے بیٹون یا اپنے بھائیون پر تو بہن اناث بھی داخل ہین بقول موجہ یعنے بیٹیان اور بہنین بھی وقف مین داخل ہونگے اسواسطے کہ جمع ذکور کا عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے بخلاف جمع اناث کے کما مر ولو قال علی بنی وله بنات فقط او قال علی بناتی وله بنون فالغلة للمساکین ویکون وقفا منقطعا فان حدث ما ذکر عاد الیه اور اگر وقف کیا اپنے بیٹون پر اور حالانکہ اوسکی بیٹیان ہین یا وقف کیا اپنی بیٹیون پر اور حالانکہ اوسکے فقط بیٹے ہین تو غلہ مساکین کے واسطے ہے اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جسکو واقف نے ذکر کیا تھا تو وقف اوسکی طرف عود کریگا یعنے پہلی صورت مین اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت مین بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق ہوگی ویدخل فی قسمة الغلة من ولد لاقل من نصف حول من طلوع الغلة لا لاکثر الا اذا کان مبانة او ام ولد لان المعتقة تلد لدون سنتین لثبوت نسبه بلا حل وطیها فلو یحل فلا لاحتمال علوق بعد طلوع الغلة اور اولاد کے وقف مین غلہ کی قسمت مین وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کمتر مین پیدا ہوا ابتداء نمود ہونے غلہ سے نہ وہ لڑکا جو زیادہ مین پیدا ہوا اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ مطلقہ بائنہ یا اوسکی ام ولد جنے کمتر دو سال سے بسبب ثابت ہونے نسب ہونیوالے لڑکے کے بلا حلت وطی اوسکی ماں کے سو اگر اوسکی وطی حلال ہو اسطرح پر کہ ام ولد آزاد نہو یا زوجہ مطلقہ رجعی ہو کذا فی الحلبی تو اکثر مدت کی ولادت مین داخل قسمت نہوگا بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمود ہونے غلہ کے وتقسم بینهم بالسویة ان لم یرتبها بطونا ان قال للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات مین غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے بطون مین ترتیب مذکور نہین کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو بموجب اونکے قول کے ملیگا فلو وصیة فرض ذکر مع الاناث وانثی مع الذکور ثم جمع سهمه للورثة لعدم صحة الوصیة للمعدوم فلا بد من تمییز منه لیعلم ما یرجع للورثة سو اگر وصیت ہے تو فرض کیا جائے مرد عورتون کے ساتھ اور عورت فرض کیجائے مردون کے ساتھ اور سہم شخص مفروض کا اوسکے وارثون کیطرف راجع ہو بسبب نہ صحیح ہونے وصیت کے معدوم کے واسطے تو ضرور ہے اسکی تمیز سے تا معلوم ہو کہ کسقدر غلہ ورثہ کیطرف راجع ہوگا مصنف نے مسئلہ ملتقی سے توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورت اونمین مختلط ہین تو بموجب ذکر کے ۳۰

قولہ بعض مشائخ یعنی بطن اول بلکہ انتہاء ابتداء فرض ہونیکی تا پیدا ہونے [illegible] سے بعد اور [illegible] بالجملہ [illegible] لفظ جمع کا علی اولادی [illegible] درمیں بطن میں جمع لکھا ہے

شرط کے غلہ منقسم ہوگا اور اگر فقط ذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو اونمیں غلہ برابر قسمت ہوگا یعنی فرض کرینگے مرد کیساتھ عورتیں اور اگر وصیت کی ذکور و اناث کیواسطے للذکر مثل حظ الانثیین
اور حالانکہ وہاں فقط ذکور ہیں یا فقط اناث ہیں تو عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں فرض ہونگی اور وصیت ونپر تقسیم ہوگی للذکر مثل حظ الانثیین اور سہم مفروض
وارثوں کیطرف راجع ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ وقف میں تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے تو اگر اونکے ساتھ مرد یا عورت فرض ہو تو وہ حصہ بھی موقوف علیہم یا مساکین کو ملیگا
بخلاف وصیت کے اسواسطے کہ جب ذکور اور اناث کیواسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث ہونے میں وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ معدوم کیلئے وصیت نہیں تو یہاں فرض کرنا صرف وجہ
سے معلوم ہو جاتا کہ وارثوں کیطرف کتنا راجع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن مواہب الرحمن وشرحہا ولو قال علی ولدی و نسلہ ابدا ای کلما مات واحد منہم کان نصیبہ
لنسلہ فالغلة لجمیع ولدہ ونسلہ حیہم ومیتہم بالسویة ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا میں نے اپنے لڑکوں اور نسل
ہمیشہ اور جو انمیں سے مر جائے تو اوسکا حصہ اوسکی نسل کیواسطے تو غلہ اوسکے تمام اولاد اور نسل کیواسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اوسکا ولد پاویگا بسبب ترکہ بنابر عمل کے
شرط کے ہم توضیح اسکی کرتے ہیں کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے والد پر اور اپنے لڑکے کے ولد پر جبتک اونمیں تناسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا اوسکے والد کے
واسطے شرط کیا تو غلہ اوسکی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مریگا اور اپنا ولد چھوڑیگا تو میت کا حصہ اوسکا ولد پاویگا بسبب ارث کے تو ولد میت دو سہم پاویگا
ایک سہم جو واقف نے اوسکے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونوں حصوں کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کر دیا ولو قال وکل من مات منہم من غیر
نسل کان نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد او سکت عنہ یکون راجعا الی اصل الغلة لا للفقراء مادام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں واقف نے کہا
کہ جو ولد اونمیں سے بلا نسل مر جائے تو اوسکا حصہ طبقہ علیا کیواسطے ہے اور حالانکہ میت کے اوپر کوئی باقی نہیں یا اوس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف
راجع ہوگا یعنی غلہ کے مصرف میں صرف ہوگا فقیروں کو نہ ملیگا جبتک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولد الولد ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اوسکے
لڑکی اور لڑکا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور ای دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد ولدہ الذکور
اور عقب نام ہے ولد کا اور اوسکے ذکور اولاد کا یعنی عورتوں کا نام عقب نہیں مگر یہ کہ عورتوں کے شوہر اوسکے پوتوں کی اولاد ہوں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا وآلہ
وجنسہ واہل بیتہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام وہو الذی ادرک الاسلام اسلم او لا اور مرد کے آل اور جنس اور اہل بیت وہ شخص ہیں کہ اوسکا
ہم نسب ہو اوسکے اقصائے والد کیطرف اسلام میں اور اقصائے والد فی الاسلام وہ ہے جسنے ابتدائے اسلام کو پایا خواہ اوسنے اسلام قبول کیا یا نکیا اور ادراک اسلام کی
قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہیں اہل بیت میں مسلم اور کافر مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہیں لیکن والد اقصے اور
اولاد بنات اور اخوات اونکے سوا اور عورتوں کی اولاد اہل بیت میں داخل نہیں مگر جبکہ اونکے شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہوں کذا فی العالمگیریة عن الظہیریة وقرابتہ وارحامہ
وانسابہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوی ابویہ وولدہ لصلبہ فانہم لا یسمون قرابة اتفاقا وکذا من علا منہم او سفل
عندہما خلافا لمحمد فعندہ ہم منہم اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہیں جو اوسکے ہم نسب ہوں اوسکے اقصائے والد تک اسلام میں اوسکے ماں باپ کیطرف سے
اوسکے والدین اور ولد صلبی کے سوا کہ اونکو قرابت نہیں کہتے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اسیطرح جو والدین سے اوپر ہیں جیسے اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہیں جیسے
پوتا پوتی ناتی ناتن اونکو بھی قرابت نہیں کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ اونہوں نے اونکو بھی قرابت میں شمار کیا ہے اور انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہیں جو اوسکے نفقہ میں ہوں
خواہ اوسکے گھر میں ہوں یا نہوں کذا فی العالمگیریة وان قید بفقرائہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلة اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت کے فقیروں کیساتھ مقید کیا تو محتاجی
وجود غلہ کے وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اوسدن محتاج ہو جب غلہ پایا گیا یہ قول ہے ہلال رحمة اللہ علیہ کا وہو المجوز لاخذ الزکوة اور فقر سے مراد وہ ہے
جو زکوة لینے کا مجوز ہے یعنی جسکو زکوة لینا درست ہو وہ فقیر ہے باب وقف میں قاضیخان میں ہے کہ جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا کپڑے اتنے ہوں جنکی قیمت دوسو درہم
ہو وہ غنی ہے اوسکو زکوة وقف لینا حلال نہیں کذا فی العالمگیریة فلو تاخر صرفہا سنین لما من فافتقر الغنی واستغنی الفقیر یشارکہ المفتقر القسمة

[illegible]

الفقیر وقت وجود الغلۃ لان الصلات انما تملك حقیقۃ بالقبض وطرو الغنی والموت لا یبطل ما استحقہ پھر اگر واقف کے صرف مین تاخیر ہو گئی چند سال کسی وجہ سو غنی محتاج ہو گیا اور محتاج غنی ہو گیا تو مشارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہو گیا وقت قسمت کے اُسکا جو فقیر ہو گیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو مملوکہ نہین ہوتی مگر قبض سے اور طاری ہونا مالداری اور موت کا مبطل اوس حق کا نہین جسکا وہ مستحق ہو چکا م غنی کا فقیر ہونا اسطرح ہیکہ گواہ ہوے گواہی دی کہ وہ محتاج ہو گیا قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریۃ اور یہان سوال وارد ہوتا تھا کہ وقف تو فقیرون کا حق ہے تو چاہیے کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیرون کا حق نہین ہو گیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہین ہوتا مگر قبض سے و اما من ولد منہم لدون نصف حول بعد مجیء الغلۃ فلا حظ لہ لعدم احتیاجہ فکان بمنزلۃ الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شیء لہ والحمل لا شیء لہ اور وقف مذکور مین جو اہل قرابت مین لڑکا پیدا ہو کمتر چھ مہینہ کی مدت مین غلہ آنیکے بعد تو اوسکا حصہ نہین بسبب اوسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہین م یہ ایک قول ہے فقیر کی تعریف مین اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے مالک نہو ولو قید بصلحائہم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او بمن جاورہ منہم او بمن سکن مصر تقید الاستحقاق بہ عملا بشرطہ اگر واقف نے اہل قرابت کو صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اوسکا مجاور رہے یا جو مصر مین مثلا سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اوسکی شرط کے م اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل الشر نہ متہتک نہ صاحب ریبت ہو نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور اہل عفاف اور اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہین کذا فی العالمگیریۃ عن الحاوی و تمامہ فی الاسعاف ومن احوجہ حوادث زمانہ الی ما خفی من مسائل الاوقاف فعلیہ بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتابی ہلال والخصاف کذا فی البرہان شرح مواہب الرحمن للشیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاہرۃ بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنۃ اثنین و عشرین وتسعمائۃ وہو ایضا صاحب اسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف مین ہے اور جسمین مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کرین تو اوسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسی طرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن مین جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھی مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا مین نو سو بائیس ۹۲۲ ہجری مین اور وہی اسعاف کے بھی مصنف ہین م یہان تک شروع اوقاف مذکور ہو چکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہین واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل مذکورہ کو مجمل یہان مذکور کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا خالی از وقت نہین بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ مین تابع ہے شارح کا **قول الاشباہ** اختلاف الشاہدین مانع الا فی احدی واربعین یہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہوں کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلہ مین مانع نہین م یعنے جسمین تعدد شہادت کا شرط ہے اوسمین اختلاف مانع ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے دریافت کرنا چاہیے کہ تطابق کلام شاہدین مین لفظا اور معنی ضرور اسطرح ہے کہ دونون کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اوسکا اعتبار نہین جبکہ دونون شاہدون نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ اقل پر بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہین لیکن صاحبین کے نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جبکہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونون نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود شارح کو مناسب تھا کہ بجائے الا فی احدی واربعین کے الا فی اثنین واربعین کہتے تفصیل آیندہ مطابق ہونا اسواسطے کہ یہان بیالیس صورتین مستثنے مذکور ہین قال فی زواہر الجواہر حاشیتہا للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکر فی الشرح المحال علیہ مسائل لا یضر فیہا اختلاف الشاہدین وانا اذکرہا سردا فاقول الاولی شہد احدہما ان علیہ الف درہم وشہد الآخر انہ اقر بالف درہم تقبل

لو یعنی
مال اسکے
مستحق ہین
اور مستقیم
الطریقۃ
یعنی صاف اعتقاد
اور سلیم
الناحیۃ
[illegible]
[illegible]
اور کامن
الاذی یعنی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اور قلیل
الشر یعنی

شیخ صالح بن مصنف تنویر الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ و نظائر مین کہا البتہ مصنف اشباہ نے اوس شرح مین جسکا حوالہ کیا ہے یعنی بحر الرائق مین چند مسائل کو ذکر کیا جسمین
اختلاف شاہدین مضر نہین اور مین اون مسائل کو شمار کرکے بلا دلیل ذکر کرتا ہون سو کہتا ہون پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درم ہین اور دوسرے نے گواہی دی
کہ مدعا علیہ نے ہزار درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کر حنطۃ جیدۃ فشہد احدہما بالجودۃ والاخر بالردیۃ تقبل بالردیۃ ویقضی بالاقل
۲ دعوے کیا مدعی نے بقدر کر کے گیہون کا تو ایک نے کہرے گیہون ہونیکی گواہی دی اور دوسرے نے ناقص گیہون ہونیکی گواہی دی ناقص کی گواہی مقبول ہوگی اور اقل پر حکم ہوگا ہم
کر بضم اول و تشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثۃ ادعی مائۃ دینار فقال احدہما نیسابوریۃ والآخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ یقضی بالبخاریۃ ۳ دعوے کیا سو دینار کا
تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوے کرتا ہے اور وہی کہرے ہین تو دینار بخاری کا حکم ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا
فی الھبۃ والعطیۃ ۴ اگر دونون اختلاف کرین ہبہ و عطیہ مین الخامسۃ لو اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵ اگر اختلاف کرین نکاح و تزویج کے لفظ مین ہم بحر الرائق
مین کہا کہ تطابق لفظی مین یہ شرط نہین کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ یا بعینہ یا اوسکا مرادف تو ہبہ و عطیہ کا اختلاف یا نکاح و تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہین تھے حموی نے کہا تو اب
استثنا کی حاجت نہین کہ واقع مین یہان اختلاف ہی نہین السادسۃ شہد احدہما انہ جعلہا صدقۃ موقوفۃ ابدا علی ان لزید ثلث غلتہا
وشہد الاخر ان لزید نصفہا تقبل علی الثلث ۶ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے زمین کو صدقہ موقوفہ دائمی کیا ہے اس شرط پر کہ زید کو اوسکا تہائی غلہ ملے اور دوسرا گواہی دیتا
کہ زید کو اوسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی ہم اسیطرح اگر ایک کل کی گواہی دی اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوے کرتا ہو
السابعۃ انہ باع بیع الوفاء فشہد احدہما بہ والآخر ان المشتری اقر بذلک تقبل ۷ مدعی نے دعوے کیا کہ اوس نے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اسکے موافق
گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے ہم بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل مین داخل ہے
کذا فی المجلی عن البحر الثامنۃ شہد احدہما انہا جاریتہ والآخر انہا کانت لہ تقبل ۸ ایک نے گواہی دی کہ وہ اوسکی لونڈی ہے اور دوسرے نے کہا کہ پہلے اوسکی لونڈی
تھی تو قبول ہوگی التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشہد احدہما علی اقرارہ بالقرض والآخر بالف ودیعۃ تقبل ۹ دعوے کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت
کے سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشر ادعی الابراء فشہد احدہما بہ والآخر انہ وہبہ او تصدق
علیہ او حللہ جاز ۱۰ دعوے کیا ابراء دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کردیا یا خیرات کیا یا اوسکو حلال کردیا تو جائز ہے
اسواسطے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابراء مین داخل ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الھبۃ فشہد احدہما بالبراءۃ والآخر بالھبۃ والتحلیل جاز ۱۱ دعوے کیا
ہبہ کا یعنی یہ دائن نے اوسکو دین ہبہ کردیا سو ایک نے ابراءت کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الھبۃ فشہد احدہما بہا
والآخر بالابراء جاز وثبت الابراء ۱۲ دعوے کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی مدیون اصیل کو دائن نے دین ہبہ کردیا تو ایک نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابراء کی تو جائز ہے اور ابراء
ثابت ہوگا اور ضامنی باطل ہوجاویگی الثالثۃ عشرۃ شہد احدہما علی اقرارہ انہ اخذ منہ العبد والآخر علی اقرارہ بانہ اودعہ منہ العبد تقبل ۱۳ ایک نے گواہی دی مدعا
علیہ کے اقرار پر کہ اوس نے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اوسکے اس اقرار پر کہ اوس نے مدعی کا غلام بطور ودیعت رکہا تو گواہی مقبول ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک مرد نے غلام کا دعوے کیا
جو دوسرے مرد کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاویگا اور اسیطرح ہے مسئلہ آئندہ الرابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہ غصبہ منہ
والآخر ان فلانا اودعہ منہ ھذا العبد یقضی للمدعی ۱۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فلانے نے اوسکا غلام بطور ودیعت
کے رکہا ہے تو مدعی کیواسطے حکم ہوگا الخامسۃ عشر شہد احدہما انہا ولدت منہ والآخر انہا حبلت منہ تقبل ۱۵ ایک نے گواہی دی کہ عورت اوسکا لڑکا جنی اور
دوسرے نے یہ کہ وہ اوس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اوسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہون نے شہادت مذکورہ دے تو طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ حمل کو غالباً ولادت لازم ہے تو گویا اوس نے ولادت کی گواہی دی السادسۃ عشرۃ شہد احدہما انہ اقر ان الدار لہ والآخر انہ سکن فیہا تقبل

۱۶ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اوسمین ساکن تھا تو قبول ہوگی م ہرچند سکونت باجارہ و یا عارہ بھی ہوتی ہے لیکن ملک اسمین
اصل ہے لہذا گواہی مقبول ہوگی علی الخصوص کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعة عشرة شهد احدهما انها ولدت منه وقال الاخر حبلت منه تقبل ۱۷ ایک نے
گواہی دی کہ زوجہ شوہر سے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اوسکی لڑکی جنی تو مقبول ہے م صورت اوسکی یہ ہے کہ طلاق اوسکی مطلق ولادت پر معلق ہوئی تھی الثامنة عشرة انكر
اذن عبده فشهد احدهما على اذنه في الثياب والاخر في الطعام تقبل ۱۸ مولے نے انکار کیا اپنی غلام کو تجارت کے اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑون کی تجارت
کے اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اوسواسطے کہ ایک قسم مین اذن دینا جمیع انواع کو شامل ہوتا ہے کذا فی باب الماذون التاسعة عشرة
اختلف شاهدا الاقرار بالمال في كونه اقر بالعربية او بالفارسية تقبل بخلاف الطلاق ۱۹ اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدون نے کہ اوسنے عربی زبان مین اقرار کیا
یا فارسی مین تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اوسمین مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار مین اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شهد احدهما انه
قال لعبده انت حر والاخر انه قال آزاد تقبل ۲۰ ایک نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام سے عربی مین کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی مین آزادی یعنی تو آزاد ہے
تو مقبول ہے الحادية والعشرون قال لامرأته ان كلمت فلانا فانت طالق فشهد احدهما انها كلمته غدوة والاخر عشية طلقت ۲۱ زوج نے اپنی عورت
سے کہا کہ اگر تو فلانے سے بات کریگی تو تو طالق ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسنے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی
الثانية والعشرون ان طلقتك فعبدي حر فشهد احدهما انه طلقها اليوم والاخر انه طلقها امس يقع الطلاق والعتاق ۲۲ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا
اگر مین تجھکو طلاق دون تو میرا غلام آزاد ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اوسنے آج کے دن اوسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق
واقع ہونگے م اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین مقصود ملحوظ ہے یعنے حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثة والعشرون شهد احدهما انه طلقها ثلثا البتة والاخر
انه طلقها اثنتين البتة يقضي بطلقتين وملك الرجعة ۲۳ ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی
کہ دو طلاق البتہ دے تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا م اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہے نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہے اور اگر طلاق سے
متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعة والعشرون شهد احدهما انه
اعتق بالعربية والاخر بالفارسية تقبل ۲۴ ایک نے گواہی دی کہ مولے نے عربی زبان مین غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی مین تو مقبول ہے م یعنی شاہدون نے
عربی فارسی مین گواہی دی اور شاہدونے یہ نہین کہا کہ مولے نے حر یا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر نہوا کہ اوسمین قول مولے کا عربی فارسی مین مذکور ہے الخامسة
والعشرون اختلفا في مقدار المهر يقضي بالاقل ۲۵ شاہدون نے اختلاف کیا مقدار مہر مین تو اقل مہر پر حکم ہوگا م طحطاوی نے کہا جامع الفصولین مین مذکور ہے کہ
شاہدون نے بیع اور اجارہ اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئی مقدار مال مین تو گواہی مقبول نہین مگر نکاح مین مقبول ہے اور مہر مین مہر مثل کیطرف
رجوع ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ نکاح مین بھی مقبول نہین انتہی تو اقل پر حکم کرنا اسکے منافی ہے السادسة والعشرون شهد احدهما انه وكله بخصومة مع
فلان في دار معينة وشهد الاخر انه وكله بخصومة فيه وفي شيء اخر تقبل في دار اجتمعا عليه ۲۶ گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنے کا
وکیل کیا ہے اوس گھر مین جسکا وکیل نے نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اوسی گھر کی خصومت مین اور دوسرے چیز کی خصومت مین بھی تو گواہی
مقبول ہوگی اوس گھر کی وکالت مین جسپر دونون شاہد متفق ہوئے السابعة والعشرون شهد احدهما انه وقفه في صحته والاخر بانه وقفه في مرضه قبلا
۲۷ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے اوسکو وقف کیا اپنی صحت مین اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اوسکو اپنے مرض مین وقف کیا تو دونون مقبول ہین م
طحطاوی نے کہا لیکن اسکی تصریح نہوئی کہ وقف کل مین ہوگا یا ثلث مین اگر اوسکا اوتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم ہوتا ہے مگر اسکو بنقل ثابت کرنا چاہیے
الثامنة والعشرون لو شهد شاهد انه اوصى اليه يوم الخميس وآخر يوم الجمعة جازت ۲۸ اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

اوسکا وصی کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے التاسعة والعشرون ادعى مالا فشهد احدهما ان المحتال عليه احال عليه بهذا المال وشهد الآخر انه كفل عن غريمه بهذا المال تقبل ۲۹ مدعی نے دعوے کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ پر اوسکے دائن نے یہ مال اوتارا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعی علیہ اسکے مدیون کا ضامن ہوا بالاسطہ اس مال کے تو گواہی مقبول ہے م غریم بمعنے دائن اور مدیون دونون کے بولا جاتا ہے سو یہان غریم اول بمعنے دائن ہے اور غریم ثانی بمعنے مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جسپر کوئی مال حوالہ کرے یعنے اوتارے اور وہ قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعوے کیا سو خالد نے انکار کیا۔ یعنے دو شاہد گذرے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنے خالد کے دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنے جو اوسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون زید کا خلاصہ یہ ہے کہ مال خالد پر بہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ اوسپر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور یہ صورت شیخ صالح کے کلام مین آگے آویگی مگر اوس نے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اسلیے کہ وہ اقل ہے کذا فی الطحطاوی الثلثون شهد احدهما انه باعه كذا الى شهر وشهد الآخر بالبيع ولم يذكر الاجل تقبل ۳۰ ایک نے گواہی دی کہ اسنے اتنے کو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دے تو مقبول ہے الحادية والثلثون شهد احدهما انه باعه بشرط الخيار ثلثة ايام ولم يذكر الآخر الخيار تقبل فيهما ۳۱ ایک نے گواہی دی کہ اوس نے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونون مین مقبول ہے الثانية والثلثون شهد واحد انه وكله بالخصومة في هذه الدار عند قاضي الكوفة والآخر عند قاضي البصرة جازت شهادتهما ۳۲ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو اس گھر کی خصومت مین وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونو کی گواہی جائز ہے الثالثة والثلثون شهد انه وكله بالقبض والآخر انه جرّاه تقبل ۳۳ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو مسلط کیا تو مقبول ہے م قولہ جراہ من التجرية بمعنے التسليط كذا في الحلبي الرابعة والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر انه سلطه على قبضه تقبل ۳۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو قبض کرنے پر مسلط کیا م یہ صورت اور صورت سابقہ یکسان ہے فقط لفظ کا فرق ہے الخامسة والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر انه اوصى له بقبضه في حياته تقبل ۳۵ ایک نے گواہی دی کہ اوس کو اوس نے اوسکے قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوس نے اوسکو اپنی زندگی مین اوسکے قبض کرنیکی وصیت کی تو مقبول ہے م موصی الیہ بالقبض بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقة وکیل نہین اسواسطے کہ وکالت موت سے باطل ہو جاتی ہے السادسة والثلثون شهد احدهما انه وكله بطلب دينه والآخر بتقاضيه تقبل ۳۶ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے مین اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنیکے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعة والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر بطلبه تقبل ۳۷ ایک نے گواہی دی کہ اوس کو وکیل کیا اوسکے قبض کرنیکے واسطے اور دوسرے نے کہا اوسکے طلب کرنیکے واسطے تو مقبول ہے الثامنة والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر انه امره باخذه او ارسله ليأخذه تقبل ۳۸ ایک نے گواہی دی کہ اوس نے اوسکو اوسکے قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسنے اوسکو اوسکے لینے کا امر کیا یا اوسکو بھیجا تا اوسکو لے تو مقبول ہے التاسعة والثلثون اختلفا في زمن اقرار الوقف تقبل ۳۹ دونو شاہدون نے اختلاف کیا واقف کے زمانہ اقرار فی الوقف مین م یہین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود بہ اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہین بسبب ممکن ہونے اعادہ اور تکرار کے قولین اور اگر فعل محض ہو جیسا کہ غصب یا قول متصل بالفعل ہو جیسا کہ نکاح تو اوسمین اختلاف زمان یا مکان کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اوسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوهبانية الاربعون اختلفا في مكان اقراره تقبل ۴۰ شاہدون نے اختلاف کیا واقف کے مکان اقرار مین تو مقبول ہے الحادية والاربعون اختلفا في وقفه في صحته او في مرضه تقبل ۴۱ گواہون نے اختلاف کیا واقف کے وقف کرنے مین اوسکی صحت مین یا اوسکی مرض مین م یہ مسئلہ ستائیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوگیا الثانية والاربعون شهد احدهما بوقفه على زيد والآخر على عمرو يكون وقفا على الفقراء انتهى ۴۲ ایک شاہد نے گواہی دی کہ واقف نے وقف کیا زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقیرون پر ہوگا انتہی کلام البحر قلت وزدت بفضل الله على ما ذكره المصنف منہ

لو اختلفا فی تاریخ الرھن بان شھد احدھما انہ رھن یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ تتم عندھما فلا تقبل جواہر الفتاوی شیخ صالح نے کہا میں کہتا ہوں اور جو مسائل مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے مذکور کیے اوپر اونکے چند مسائل زیادہ کیے یعنے تیرہ مسئلہ از انجملہ یہ ہے کہ شاہدوں نے تاریخ رہن میں اختلاف کیا سو ایک نے گواہی دی کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن کیا اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہے بخلاف محمد کے کذا فی الجواہر الفتاوی ومنھا لو اتفق الشاھدان علی الاقرار من واحد بمال واختلفا فقال احدھما کنا جمیعا فی مکان کذا وقال الآخر کنا فی مکان کذا تقبل اور از انجملہ یہ کہ اگر شاہدوں نے ایک شخص کے اقرار مال پر اتفاق کیا اور مکان میں اختلاف کیا سو ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہے حلبی نے کہا یہ مکرر ہے چالیسویں صورت کی ساتھ طحطاوی نے کہا مگر دونوں میں فرق ہے کہ چالیسویں میں توقف کہ اقرار میں ہے اور یہ مال کے اقرار میں علاوہ اس کے وہاں شاہدوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے سو تامل کرو الا اسکا مابعد سینتیسویں صورت کے ساتھ مکرر ہو جائیگا ومنھا لو قال احدھما والمسئلۃ بحالھا کان ذلک بالغداۃ وقال الآخر کان ذلک بالعشی تقبل کما فی الولوالجیۃ اور از انجملہ یہ کہ اگر ایک نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہی یعنے مال کا اقرار متفق علیہ ہے یوں کہا کہ یہ اقرار اول وقت تھا اور دوسرے نے کہا آخر وقت تھا تو مقبول ہے اور یہ دونوں صورتیں ولوالجیہ میں مذکور ہیں ومنھا شھدا علی رجل انہ طلق امراتہ واحدھما یقول انہ عین منکوحتہ بنت فلان والآخر یقول ما عینھا الا انی اعلم واشھد ان المرأۃ التی کانت لہ سوی ابنۃ فلان قد طلقھا واخرجھا من دارہ قبل ھذا التطلیق قال فخر الدین اذا شھدا علی الطلاق الا انہ عین احدھما المرأۃ وذکرھا باسمھا ولم یعین الآخر التی ھی فی نکاحہ ولیس فی نکاحہ غیر امرأۃ واحدۃ تقبل الشھادۃ فی جواہر الفتاوی اور از انجملہ یہ کہ دو شاہدوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اوس نے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوج نے اپنی معین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلا طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ وہ مطلقہ بعینہا نہیں میں مقرر جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اوسکو اوس نے طلاق دی اور اوسکو یعنے زید کی بیٹی کو تو اوس نے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنے جسمیں ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فخر الدین نے کہا جب کہ دونوں کی طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اوسکا نام مذکور کیا اور دوسرے شاہد نے اوس عورت کو جو اوسکے نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح میں نہیں سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہوگی یعنے اسواسطے کہ صاف معلوم ہو گیا کہ مطلقہ زید کی بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہے ومنھا ادعی ملک دارہ فشھد لہ احدھما انھا لہ وقال ملکہ وشھد الآخر انھا کانت ملکہ تقبل فی الملتقط اور از انجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک کا دعوے کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اوسیکا ہے یا یوں بولا کہ اوسکا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اوسکا مملوک تھا تو مقبول ہے کذا فی منیۃ المفتی صاحب ملتقط نے کہا کہ جب یہ گزشتہ میں اوسکا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہے کہ بطور سابق اوسیکا مملوک رہیگا اوس وقت تک کہ ناقل شرعی اوسکو نقل کرے ومنھا ادعی الفین والفا وخمسمائۃ فشھد احدھما بالالف وآخر بالف وخمسمائۃ قضی لہ بالالف اجماعا منیۃ اور از انجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایک ہزار اور پانسو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اسواسطے کہ ہر شاہد نے ہزار کا لفظ صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایک ہزار اور دو ہزار کے گواہی اسواسطے کہ ہزار دو ہزار میں تضمنا داخل ہیں نہ صراحۃ اور معلوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی ومنھا لو شھدا ان لہ علی ھذا الرجل الف درھم وشھد احدھما انہ قد قضاہ المطلوب منھا خمسمائۃ والطالب ینکر ذلک فانہ شھادتھما علی الالف مقبولۃ ولوالجیۃ اور از انجملہ یہ کہ دونوں شاہدوں نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے اس دعویدار کے ہزار درہم ہیں اور ایک نے یہ گواہی دی کہ دراہم مطلوبہ میں سے مدعی علیہ نے پانسو درہم ادا کیے ہیں اور طالب اسکا منکر ہے تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہے کذا فی الولوالجیہ یعنے مدعی علیہ کو چاہیے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنھا ادعی جاریۃ فی ید رجل وجاء بشاھدین فشھد احدھما انھا جاریتہ غصبھا منہ وشھد الآخر انھا جاریتہ ولم یقل غصبھا منہ قبلت الشھادۃ جمع الفتاوی اور از انجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں اور مدعی دو شاہد لایا سو ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعی علیہ نے اوس سے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ اسکی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اوس نے اوس سے غصب کر لی ہے تو شہادت مقبول ہے کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق کبھی مقید کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہے ومنھا شھدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونھا تقبل عندہ خلافا لھما

ع [illegible]

جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ کہ شاہدون نے کسی کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکی رنگ مین تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنها شهد احدهما بکفالة والاخر بحوالة تقبل فی الکفالة لانها اقل جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دین کی تو کفالت مین گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضامنی نسبت بحوالہ کمتر ہے کذا فی جامع الفصولین م یہ صورت تامسوی ہن صورت کے حاتم کرتی ہے ومنها شهد احدهما انه وکله بطلاقها وحدها وشهد الاخر انه وکله بطلاقها وطلاق فلانة الاخرى فهو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیها وهی فیها ایضا اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے گواہی دی کہ مثلا زید کو زوج نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکے طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہے تو زید اوسی عورت کی طلاق مین وکیل ہوگا جس عورت پر دونون شاہد متفق ہوئے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے ومنها شهدا بالوکالة وزاد احدهما انه عزله لم تقبل فی الوکالة لا فی العزل وهی فیه ایضا اور ازانجملہ یہ کہ دو شاہدون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کہا کہ وکیل کو موکل نے معزول کیا وکالت سے تو شہادت دونکی مقبول ہوگی نہ معزول کرنے مین اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین سے ہے ومنها ادعت ارضا شهد احدهما انها ملکها لان زوجها دفعها الیها عوضا عن الاستیمان وشهد الاخر انها تملکها لان زوجها اقر انها ملکها تقبل لان کل بائع مقر بالملک لمشتریه فکانهما شهدا انه ملکها اور ازانجملہ یہ کہ عورت نے ایک زمین کا دعوی کیا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اوس عورت کی مملوک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے وہ زمین اوسکو عوض مہر کی دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس زمین کی عورت ہی مالک ہے اسواسطے کہ اسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی مملوک ہے تو گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا مقر ہے تو گویا دونون شاہدون نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہے م جب زوج نے زمین عوض مہر کی دی تو زوج بائع ٹھہرا اور استیمان عبارت ہے مہر سے کذا فی الطحطاوی وقیل ترد لانه لما شهد احدهما انه دفعها عوضا وشهد بالعقد وشهد الاخر باقراره بالملک فاختلف المشهود به اما لو شهد احدهما ان زوجها دفعها عوضا والاخر باقراره انه دفعها عوضا تقبل لاتفاقهما کما لو شهد احدهما بالبیع والاخر باقراره وهی فی جامع الفصولین انتهى کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن عبد الله الغزی اور قول ضعیف مین شہادت مذکورہ مردود ہے اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہو گیا یعنے اس جہت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی نہ دی اور اگر ایک شاہد یون گواہی دیتا کہ اسکی زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یون گواہی دیتا کہ اوس نے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونون شاہدون کے چنانچہ ایک شاہد اگر گواہی بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے تمام ہو چکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد الله غزی کا **فی الاشباه** السکوت کالنطق الا فی مسائل عد منها سبعة وثلثین اشباہ مین ہے کہ سکوت نطق کے مانند ہے مگر چند مسائل مین شمار کیا ہے مسائل مذکورہ مین سے سینتیس کو م اولے یہ تھا کہ شارح یون کہتا السکوت لیس کالنطق الا فی کذا یعنے اسیطرح ہے بعض نسخ درالمختار مین اور یہ نقل بالمعنی ہے سو اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یون ہے القاعدة الثانیة عشر لاینسب لساکت قول ثم قال وخرج عن هذه القاعدة مسائل کثیرة یکون السکوت فیها کالنطق کذا فی الطحطاوی اور مترجم نے ان مسائل کو کتاب النکاح کے باب الاولیا مین مفصل ذکر کیا ہے قلت وزاد فی تنویر البصائر مسئلتین مین کہتا ہون اور تنویر البصائر مین دو مسئلے اور زیادہ کئے ہین الاولى مسئلة السکوت فی الاجارة قبول ورضی کقوله لساکن داره اسکن بکذا والا فانتقل فسکت لزمه المسمى وذکره المؤلف فی الاجارة پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سکوت کرنا اجارہ مین قبول اور رضامندی ہے چنانچہ صاحب خانہ کا یون کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر بعوض اتنے کے ورنہ اوٹھ جا اور پھر مستاجر چپ ہو رہا تو اوسکو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اسکو کتاب الاجارہ مین ذکر کیا ہے الثانیة سکوت المودع قبول دلالة قال المؤلف سکوته عند وضعه بین یدیه قبول دلالة انتهى دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہے بدلالت حال مولف اشباہ نے

ف السکوت کالنطق الاولی [illegible] مسائل [illegible]

اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا چپ رہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہی باعتبار دلالت کے انتہے کلام التنویر وزاد علیہا فی زواهر الجواهر
مسائل، اور مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر میں چند مسائل بڑھائے ہیں منها عند قوله الرابعة والعشرون سکوته عند بیع زوجته فقال وکذا
سکوتها عنه بیع زوجها لما فی البزازیة الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی القریب والزوجة انتهی وصحح قاضیخان انها تسمع فلیتأمل عند الفتوی
از انجملہ متن کے اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا زوجہ کے بیع کرنیکے وقت سو شیخ صاحب زواہر کے مصنف نے کہا اور اسیطرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنیکے وقت بجائے
قول کے ہی اسواسطے کہ بزازیہ میں فتوے ہی عدم سماع دعوے پر قرابت دار اور زوجہ میں انتہی اور قاضیخان نے تصحیح کی ہی کہ دعوے مذکور مسموع ہی تو تامل کرنا چاہیئے فتوے دینے کے وقت
یعنے مفتی کو مناسب ہی کہ تصحیح کو نظر کرے اور جو اوسکے حقمین احوط ہو اوسکا فتوے دے کذا فی الطحطاوی قلت ویزاد ما فی متفرقات التنویر من سکوت الجار عند
تصرف المشتری فیه زرعا وبناء وعزیناه للبزازیة وهکذا ذکره فی تنویر البصائر معزیا الیها فالعجب من صاحب الجواهر الزواهر
کیف ذکر صدر کلام البزازیة وترك آخره شارح کہتا ہی میں کہتا ہوں اور زیادہ کیا جاوے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر میں ہی یعنے ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے
تصرف کیوقت خریدے مکانمیں باعتبار زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہمنے بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہی اور اسیطرح تنویر البصائر میں ذکر کیا ہی اوسیکیطرف نسبت
کرکے تو تعجب ہی جواہر زواہر کے مصنف سے کہ کیونکر اوسنے ابتداء کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا ہم صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہی اپنے زوج کی بیع کرنیکے وقت
اور آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہی متفرقات کا ومنها لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوته رضی زیلعی اور منجملہ زواید صاحب زواہر الجواہر
کے یہ ہی کہ اگر عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہاں تک کہ وہ جنے تو اوسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنها ما فی المحیط رجل زوج
رجلا بغیر امره فهنأه القوم وقبل التهنیة فهو رضی لان قبول التهنیة دلیل الاجازة اور از انجملہ وہ مسئلہ ہی جو محیط میں ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح کر دیا
بدون اوسکے امر کے سو اوسکو قوم نے مبارکبادی دے اور اوس نے مبارکباد قبول کیا تو وہ رضامندی ہی نکاح کی اسواسطے کہ مبارکباد کا قبول کرنا اجازت نکاح کی
دلیل ہی ہم یہ مسئلہ مبنی ہی ظاہر الروایۃ پر اور بموجب روایت حسن کے جسپر فتوے ہی نکاح ہی منعقد نہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہی ورنہ یہ مسئلہ مستثنیات میں نہوگا ومنها
ان الوکالة کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظهیریة لو قال ابن العم للکبیرة انی ارید ان ازوجك من نفسی فسکتت
فزوجها جاز ذکره المؤلف فی بحره فی بحث الاولیاء اور از انجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہی اور اسیواسطے ظہیریہ میں
کہا ہی کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح کر لوں اپنی ذات سے سو وہ چپ ہی سو اوسنے اوس سے نکاح کر لیا تو جائز ہی ذکر کیا ہی اسکو مولف نے
اپنی کتاب بحر الرائق میں اولیا کی بحث سے ہم یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہی اور یہ غیر ہی ما تقدم کا کہ وہاں وکیل کا سکوت مراد ہی ومنها سکوت اهل العلم والصلاح
فی التعدیل کما فی شهادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اهل العلم والصلاح فیکون سکوته تزکیة للشاهد لما فی الملتقط وکان اللیث بن مساور
قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاهد وکان المزکی مریضا فعاده القاضی وسال عن الشاهد فسکت المعدل ثم ساله فسکت فقال اسالك ولا
تجیبنی فقال المعدل اما یکفیك من مثلی السکوت قلت قد عد هذه فی الاشباه معزیا للشهادات شرحه فکیف تکون من الزوائد نعم زاد
فیه تقییده بکونه من اهل العلم والصلاح فعدها من الزوائد اور از انجملہ سکوت اہل علم اور صلاح کا قول کے برابر ہی شاہد کے تعدیل میں چنانچہ بحر الرائق
کی کتاب الشہادات میں ہی کہا اور کفایت کرتا ہی سکوت اہل علم اور صلاح کا تو ہوگا سکوت اوسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط میں ہی کہ لیث بن مساور قاضی تھا سو اوسکو ایک
شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تھا سو قاضی اوسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اوس سے پوچھا سو وہ چپ ہو رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا میں
تجھ سے پوچھتا ہوں تو مجھکو جواب نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تجھکو مجھ سے آدمی کے چپ رہنا کفایت نہیں کرتا شارح کہتا ہی میں کہتا ہوں سکوت مزکی کو اشباہ میں شمار کیا ہی
شرح کی کتاب الشہادات کیطرف نسبت کرکے تو یہ مسئلہ زائد کیونکر ہوگا ہاں یہ البتہ ہی کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی میں اوسکا اہل علم اور صلاح ہونیکی قید زیادہ کی ہی لہذا اوسکو

قولہ زانیا [illegible]

اسکو زوائد میں شمار کیا ہے اور بعضے نسخوں میں یوں عبارت ہے فکیف یکون فی التنبیہ ومکونہ من اہل العلم والصلاح فعدہا من الزوائد نتقے طحطاوی نے کہا من الزوائد خبر یکون
اور قول اسکا فعدہا کا مقدر کرنا اور یہی خلاصہ مطلب ہے کہ جب یہ مسئلہ اشباہ میں ہوا تو فقط اہل علم اور صلاح کی قید لگانے سے یہ زوائد میں کیونکر ہوگا چونکہ عبارت مذکورہ خالی تھی
یہ تھی لہذا مترجم نے نسخہ صحیحہ مکتوبہ مصر پر اعتماد کیا واللہ اعلم ومنہا لو ان العبد خرج لصلوۃ الجمعۃ فرآہ مولاہ فسکت حل لہ الخروج الیہا لان السکوت
بمنزلۃ الرضی کما فی جمعۃ البحر اور از انجملہ یہ کہ اگر غلام نماز جمعہ کے واسطے نکلا سو اسکے مولا نے اسکو دیکھا سو چپ رہا تو اسکو نماز کیواسطے نکلنا حلال ہے اسواسطے کہ سکوت بمنزلہ
رضامندی کے ہے جیسا کہ بحر الرائق کے باب الجمعہ میں گذرا ومنہا ما فی القنیۃ بعد ان رقم بعلامۃ قع عت ولو زفت الیہ بلا جہاز فلہ ان یطالب الاب بما بعث الیہ
وان کان الجہاز قلیلا فلہ المطالبۃ بما یلیق بالمبعوث فی عرفہم وحیث نفتی بانہ اذا لم یجہزہا بما یلیق فلہ استرداد ما بعث والمعتبر ما یتخذ
للزوج لا ما یتخذ لہا فلو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصمہ بعد ذلک وان لم یتخذ لہ شیئ
اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو قنیہ میں مذکور ہے بعد علامت قع عت کے اگرچہ منکوحہ زوج کے پاس بھیجی گئی بدون جہیز تو زوج کو مطالبہ کرنا اون دنانیر کا جو اسکے باپ یا چچا کیطرف بھیجے تھے
جائز ہے اور اگر تھوڑا جہیز دیا ہو تو اوسکو مطالبہ کرنا اوسقدر جہیز کا جو اونکے عرف میں مبعوث کے ساتھ لائق ہے درست ہے تو اوسوقت میں یہ فتوے ہے کہ جب زوجہ کے ولی نے جہیز مناسب
حال نہ دیا تو زوج کو پھیر لینا اوس مال کا جو قبل نکاح کے بھیجا تھا جائز ہے اور معتبر وہ جہیز ہے جو زوج کی منفعت کیواسطے بنایا جاتا ہے نہ وہ جہیز جو زوجہ کیواسطے ہوتا ہے اور اگر زوج سکوت کیا
بعد زفاف کے اتنی مدت کہ اوس سے عدم جہیز یا قلت جہیز کی رضامندی معلوم ہوگئی تو زوج کو جھگڑا کرنا بعد اوس مدت کے جائز نہیں اگرچہ زوج کے واسطے کوئی چیز بنائی گئی ہو م
قع علامت ہے قاضی عبد الجبار کی اور عت علامت ہے علاء الدین ترجمانی کی یعنے یہ مسئلہ قاضی عبد الجبار اور علاء الدین ترجمانی سے مروی ہے اور یہاں مقصود بالذکر فقط سکوت بعد
زفاف ہے حلبی نے فی عرفہم کے بعد حیث ضبط کیا ہے بیا تحتیہ وحاء مہملہ حالانکہ یہ قنیہ کی سو رسے نہیں کما لا یخفی علی ناظرہا اور نسخ کثیرہ میں فحینئذ ہے کذا فی الطحطاوی اور مسئلہ جہیز کا کتاب النکاح
میں مفصل مذکور ہو چکا ومنہا اذا ابرأہ فسکت صح ولا یحتاج الی القبول ہکذا ذکرہ البرہان فی الاختیارات فی کتاب الاقرار از انجملہ یہ کہ جب دائن نے مدیون کو دین سے بری
کر دیا سو مدیون چپ رہا تو ابراء صحیح ہے اور حاجت نہیں قبول کرنے مدیون کی اسیطرح برہان نے اختیارات کتاب الاقرار کے اندر ذکر کیا ومنہا سکوت الراہن عند بیع المرتہن الرہن
یکون مبطلا فی احدی الروایتین ذکرہ الزیلعی وغیرہ وہی تعلم من الاشباہ اول القاعدۃ الحمد للہ العزیز الوہاب وہو اعلم بالصواب
اور از انجملہ سکوت راہن کا مرتہن کے بیچنے کیوقت رہن کو مبطل رہن ہوگا اور ایک روایت میں مبطل نہیں ذکر کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ مسئلہ اشارۃ معلوم ہوتا ہے اشباہ کے
اول قاعدہ سے سب تعریف اللہ ہی کو ہے جو غالب اور بخشنے والا ہے اور وہی دانا تر ہے ٹھیک بات کا ہم شیخ صالح مولف زواہر نے زوائد کے بعد حمد ربانی ادا کی تالیف کی توفیق پر بعض
علماء نے چند مسائل اور زیادہ کیے ہیں ا جسنے اپنا اسباب ایک مرد کے پاس رکھدیا اور چپ رہا پھر چلا گیا تو صاحب اسباب مودع بالکسر ٹھیر گیا یعنے امانت رکھوانیوالا ہم جب میت کے دو وصی
ایک وصی نے جنازہ اوٹھانیکے واسطے قبرستان تک دو حمال کرایہ کیے اور دوسرا وصی حاضر اور ساکت ہے یا بعض وارثوں نے کرایہ مقرر کیا دونوں وصیوں کے سامنے اور وہ ساکت ہیں تو جائز ہے
اور یہ اجرت جمیع مال سے ہوگی بمنزلہ کفن کے ہم بدعت اور خلاف شرع دیکھکر ساکت رہنا رضامندی کی مانند ہے لیکن بشرطیکہ ہاتھ یا زبان سے اوسکے روک دینے پر قادر ہو اور اگر قادر نہو تو دل سے
مکروہ جانے یعنے درصورت عدم قدرت اگر بدعت اور گناہ کو مکروہ جانیگا تو اوسوقت میں اوسکا سکوت رضامندی میں نہ شمار ہوگا ہم زید نے خالد کو وصیت کی پھر خالد زید کی حیات
میں ساکت رہا پھر جب مر گیا تو بعض ترکہ خالد نے بیچا یا اوسکے دین کا تقاضا کیا تو یہ وصیت کا قبول کرنا ہے ان مسائل کو حموی نے معین الحکام سے نقل کیا ہ زوج اپنے گھر میں روئی لایا اور
اسکی زوجہ نے سوت کاتا یا زوج سوت لایا اور زوجہ نے کپڑا بنا تو زوج اوسکی قیمت کا تاوان نہیں لے سکتا اور ساکت رہنا زوج کا رضامندی میں شمار ہوگا ہ زید نے آٹا گوندھا اور خالد نے
اسکی روٹی پکائی یا زید نے زمین پر بکری کو پچھاڑا اور خالد نے اوسکو ذبح کیا تو زید کا سکوت امر کرنیکے مانند ہے باعتبار دلالت حال کے اور خالد اسکا معین ہے نہ اسکو اجرت ملیگی نہ اوسپر تاوان ہے
اس فصل میں کذا فی الطحطاوی عن البیری ہم تو معلوم ہوا کہ تیس مسائل میں سکوت نطق کے مانند ہے یا یوں تفصیل اشباہ کے مسائل ۲۰ اور تنویر البصائر کے ۲ اور زواہر الجواہر
کے ۸ اور طحطاوی کے منقول ہیں **قول الاشباہ لا یحلف المنکر فی احدی وثلثین مسئلۃ بیناہا فی الشرح** یہ قول ہے اشباہ کا کہ قسم نہ لیجاوے

منکر سے کتیس مسلون مین ہمنے انکو شرح مین بیان کیا ہی یعنے بحر الرائق مین قال الشیخ شرف الدین فی حاشیتہ علیہا المسماۃ بتنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرحہ المحال علیہ ثم اعلم ان المصنف اقتصر علی عدم الاستحلاف عندہ فی الاشیاء التسعۃ وفی الخانیۃ انہ لا یستحلف فی احدی وثلثین خصلۃ بعضہا مختلف فیہ وبعضہا متفق علیہ فذکرسرد اختصارا لتسعۃ شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہی جسکا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہی کہا کہ مین کہتا ہون کہ مصنف نے اپنی شرح مین جسپر اشباہ مین حوالہ کیا ہی یون کہا کہ پھر معلوم کر کہ کنز کی مصنف نے اقتصار کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیزونمین اور خانیہ مین ہی کہ منکر سے قسم نہین لیجاتی کتیس صورتمین بعضے اونمین مختلف فیہین اور بعضے متفق علیہ ہین پھر اوسنے بطور شمار کے بلا دلیل اختصار کے واسطے نو چیزون کو ذکر کیا ام اشیاء التسعہ کو تنویر وغیرہ مین یون ذکر کیا ہی کہ تحلیف نہین اوس نکاح مین جسکا انکار کیا زوج یا زوجہ نے اور اوس رجعت مین جسکا یا عورت نے انکار کیا مدت کے بعد اور اوس ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار مین جسکا دعوی لونڈی کرتی ہی اور رقیت اور نسب اور ولا مین اسطرح پر کہ مثلا زید شخص مجہول پر دعوی کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہی یا بالعکس اور حدود اور لعان مین حاصل ہی کہ مسائل مذکورہ مین فتوی ہی عدم تحلیف پر سوا حدود کے کذا فی الطحطاوی وفی تزویج البنت صغیرۃ او کبیرۃ وعندہما یستحلف الاب فی الصغیرۃ اور تحلیف نہین تزویج بنت مین صغیرہ ہو یا کبیرہ اور صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لیجائیگی صغیرہ مین هم قولہ فی تزویج البنت عطف ہی تسعہ پر وفی تزویج المولی امتہ خلافا لہما اور مولے کے نکاح کر دینے مین اپنی لونڈی کا بخلاف صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصاء فانکرہ لا یحلف اور دائن کے دعوی مین وصیت کرنیکا یعنی مدعی علیہ نے اوسپر انکار کیا تو قسم لیجائیگی هم دائن نے یہ دعوی کیا کہ میت نے مدعی علیہ کو اوسکا گواہ کر کے دین کی وصیت کی ہی اور چاہتا ہی کہ اپنا دین مدعی علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہی تو اوسپر قسم نہین وفی دعوی الدین علی الوصی اور دین کے دعوے مین وصی پر هم یہان وصیت متحقق ہی لیکن دین کا انکار ہی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان اصل وصیت کا انکار ہی وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین کالوصی وکیل پر دعوی کرنمین دونون مسئلونمین وصی کی مانند ہی هم یعنے دونون مسئلے ہین ایک یہ کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ فلان کام کا وکیل ہی اور وہ اصل وکالت کا منکر ہی دوسرا مسئلہ یہ کہ وکالت متحقق ہی لیکن مدعی کے دعوے کا منکر ہی کما فی المسئلتین المذکورتین وفیما اذا کان فی ید رجل شیء فادعاہ رجلان کل اشتراہ منہ فاقر بہ لاحدہما وانکر الاخر لا یحلف اور اوس صورت مین جب کہ ایک مرد کے ہاتھ مین ایک چیز ہی سو اوسکا دو شخصون نے دعوی کیا ہر شخص اس چیز کے خریدنیکا مدعی علیہ سے دعوی کرتا ہی سو اوسنے ایک شخص کے خریدنے کا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنیکا انکار کیا تو دوسرا شخص اوس سے قسم نہ لیگا وکذا لو نکرہما فحلف لاحدہما فنکل وقضی علیہ لہ یحلف للاخر اور اسیطرح اگر مدعی علیہ نے دونون کی خرید کا انکار کیا سو ایک مدعی کیواسطے اوس سے قسم لیگئی سو اوسنے قسم نہ کھائی اور اوسپر حاکم کا حکم ہو گیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی الہبۃ مع التسلیم من ذی الید فاقر لاحدہما لا یحلف للاخر اور نیز اوس صورت مین جبکہ دو شخصون نے دعوی کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو اوسنے ایک کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجاویگی وفیما اذا ادعی کل منہما انہ رہنہ وقبضہ فاقر بہ لاحدہما اور اوس صورتمین جب کہ دو شخصون مین سے ایک نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ نے اوس چیز کو رہن کیا ہی اور رہن نے اوسپر قبضہ کیا ہی سو اوسنے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی او حلف لاحدہما فنکل لا یحلف للاخر دعوی رہن مع القبض مین ایک مدعی کیواسطے قسم طلب ہوئی سو مدعا علیہ نے قسم نہ کھائی تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی فیما اذا ادعی احدہما الرہن والتسلیم والاخر الشراء فاقر بالرہن وانکر البیع لا یحلف للمشتری اور اوس صورت مین جب کہ ایک مدعی نے رہن اور تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کیواسطے قسم نہ لیجائیگی ولو ادعی احد ہذین الاجارۃ والاخر الشراء فاقر بہا وانکرہ لا یحلف لمدعیہ ویقال لمدعیہ ان شئت فانتظر انقضاء المدۃ او فک الرہن وان شئت فافسخ اور اگر ایک مدعی نے اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعی علیہ نے اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی اور اوسکے مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہیے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن خلاص ہونیکا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال هم خرید کے مدعی سے انتظار کے واسطے اوسوقت کہا جائیگا جب کہ اوسنے خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء اجارہ اس حکم سے متعلق ہی اور فک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت مین لف ونشر غیر مرتب کیا ہی وفیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ

۱۷ مترجم اول نے التسعہ کو مفعول اذکر کا سمجھا حالانکہ وہ بیان احدی وثلثین کا تو اصل مین مجرور ہی اور عبارت یون ہی فی التسعۃ و فی تزویج البنت الخ یعنی ہو جگون مین سے دو جگہون مذکور فی الثلثین مین تحلیف نہین اور تزویج بنت مین یمین الخ اور ایسا ہی طحطاوی کہنا ہما کہ فی تزویج البنت عطف ہی التسعۃ پر حالانکہ مترجم نے ترجمہ موافق تعلیق نہین بنایا ۱۲

والقبض والآخر الشراء فاقر لاحدهما لا یحلف للآخر [۲۳] اور اس صورت مین جبکہ ایک مدعی نے کسی چیز کے صدقہ اور قبض کرنیکا دعوے کیا اور دوسرے نے اوسی چیز کی خرید کا دعوے کیا سو مدعی علیہ نے ایک دعوے کا خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی کل منهما الاجارة فاقر لاحدهما اور اس [۲۴] صورت مین جب کہ دو شخصون مین سے ہر ایکنے اجارہ کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجائیگی او کل لا یحلف بخلاف ما لو ادعی کل منهما علی ذی الید الغصب منه فاقر لاحدهما او یحلف لاحدهما فنکل یحلف للثانی کما لو ادعی کل منهما الایداع فاقر بہ لاحدهما یحلف للثانی وکذا الاعارة ویحلف ماله علیک کذا ولا قیمته وهی کذا وکذا یا اجارہ کے دعوے مین ایک مدعی کیواسطے قسم طلب ہوئی اور اوسنے قسم نہ کھائی تو دوسرے کیواسطے قسم طلب ہوگی بخلاف اسکے وہ صورت ہے کہ اگر ہر ایکنے قابض پر غصب کا دعوے کیا سو اوسنے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کیواسطے اوس سے قسم طلب ہوئی سو اوسنے قسم نہ کھائی تو دوسرے مدعی سے قسم لیجائیگی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی نے امانت رکھنے کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے اوس سے قسم لیجائیگی اور یہی حکم ہے عاریت دینے کا اور قسم یون لیجائیگی کہ مدعی کی تجھپر فلانی چیز نہیں ہے اور نہ اسکی قیمت ہے اور قیمت تو اتنی اتنی ہے ہم قیمت کی قسم اسواسطے لیجائیگی کہ جب مدعی علیہ نے متنازع فیہ کا ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے حق کو تمہین فوت کیا لہذا اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسیطرح کی قسم غصب مین تو ظاہر ہے کہ نہ ودیعت اور استعارہ مین ہان مگر انکار سے مودع اور مستعیر بھی در حکم غاصب ہوتا ہے وفیما اذا ادعی البائع رضی الموکل بالعیب لا یحلف وکیلہ اور اوس [۲۶] صورتمین جب کہ بائع نے دعوی کیا کہ موکل مبیع کے عیب سے راضی ہوگیا ہے اور وکیل اوسکا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لیجائیگی یعنے اسواسطے کہ رضامندی موکل کی جہت سے ہے تو وکیل سے غیر کے فعل کی کیونکر قسم طلب ہو وفیما اذا انکر توکیلہ له فی النکاح اور اوس [۲۷] صورتمین جب کہ مدعی علیہ انکار کرے کہ مینے مدعی کو نکاح مین وکیل نہیں کیا وفیما اذا اختلف الصانع والمستصنع فی المامور بہ لا یمین علی واحد منهما اور اس [۲۸] صورتمین جب کہ کاریگر اور کام بنانے والا کام مین مختلف ہون یعنے صانع کہتا ہو کہ تو نے فلانے کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا ہو کہ نہیں مینے دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونو مین سے کسی پر قسم نہیں ہے یہ دو صورتین ہین ایک یہ کہ درصورت اختلاف فی المامور بہ صانع پر قسم نہیں اور دوسری صورت یہ کہ مستصنع [۲۹] پر قسم نہیں وکذا لو ادعی الصانع علی رجل انہ استصنعه فی کذا فانکر لا یحلف اور اسیطرح [۳۰] اگر صانع نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ اوسنے اوس سے فلانا کام بنوایا اور وہ مرد منکر ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی ہم باب السلم کے آخر مین معلوم ہوگا کہ اگر صانع اور مستصنع عمل مین متفق علیہ ہون تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اسکو لے اور چاہے نہ لے تو درصورت اختلاف یا انکار بطریق اولے اوسکو اختیار ہوگا پھر قسم کی کیا وجہ ہے الحادیة والثلثون لو ادعی انہ وکیل عن الغائب بقبض دینه وبالخصومة فانکر لا یستحلف المدیون علی قوله خلافا لهما هکذا ذکر بعضهم وقال الحلوانی یستحلف فی قولهم جمیعا اکتیسوان [۳۱] مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک شخص کہ مین وکیل ہون شخص غائب کا اوسکا دین لینے اور خصومت کیواسطے سو مدیون نے اسکا انکار کیا تو اس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسیطرح ذکر کیا ہے بعضے فقہا نے اور حلوانی نے کہا کہ امام اور صاحبین سب کے قول مین مدیون سے لیجائیگی انتہے کلام الخانیه وبه علم ان ما فی الخلاصة تساهل وقصور حیث قال کل موضع لو لزمه اذا انکر یستحلف الا فی ثلث اور خانیہ کے کتیس مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جو خلاصہ مین ہے سو تساہل اور قصور ہے اسواسطے کہ صاحب خلاصہ نے کہا کہ جس موضع مین کہ اگر شخص اقرار کرے تو اقرار اوسکو لازم ہو جائے جب وہ اسکا انکار کرے تو اوس سے قسم لیجائیگی مگر مسائل ثلثہ مین باوجود انکار کے قسم نہیں ہم قصور یہ ہے کہ صاحب خلاصہ نے تین ہی صورتون کو مستثنے کیا باوجود کثرت مسائل مذکورہ کے آپ آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہے منها الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان یرده بالعیب فاراد البائع ان یحلفه [۳۲] ما یعلم ان الموکل رضی بالعیب لا یحلف فاذا اقر الوکیل لزمه ذلك ویبطل حق الرد پہلا مسئلہ منجملہ مسائل ثلثہ کے یہ ہے کہ خرید کے وکیل نے مول لی چیز مین عیب پایا سو ارادہ کیا کہ اوسکو بسبب عیب کے پھیرے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اوس سے قسم لے اللہ کی کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اوسکا موکل عیب سے راضی ہوگیا ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی پھر اگر وکیل رضامندی موکل کا اقرار کرے تو اوسکو بیع لازم ہو جاوے اور پھیر دینے کا حق باطل ہو ہم یہ بعینہ خانیہ کا ۲۶ مسئلہ ہے الثانیة لو ادعی علی الآمر رضاه لا یحلف ولو [۳۳] اقر لزمه ہم مسئلہ اگر مدعی امر کرنیوالے پر دعوی کرے مامور کی رضامندیکا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر اقرار کرے تو اوسپر لازم ہو جاوے ہم ضمیر رضاہ کی مامور کیطرف راجع ہے

چنانچہ اسکے موافق ترجمہ ہوچکا اور احتمال ہی کہ آمر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضا آمر کا دعوےٰ کرے اور ایک نسخہ مین یون ہی کہ لو ادعی الآمر رضاہ یعنی اگر آمر رضاے مامور کا دعوے کرے یعنے مامور عیب سے راضی ہوگیا غرض اوسکی یہ کہ مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثۃ الوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان الموکل ابرأہ عن الدین وطلب یمین الوکیل علے العلم لا یحلف ولو اقر لزمہ انتہی سوم قبض دین کے وکیل پر مدیون نے دعوے کیا کہ موکل نے اسکو دین چھوڑ دیا اور اُسنے وکیل سے قسم طلب کی تو اُس سے قسم نہ لیجائگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اسکو اقرار لازم ہو اقتضا فی الخلاصۃ ہم اقرار لازم ہو یعنے وکیل کو مقتضا اقرار یعنے ترک مخاصمت مدیون کیساتھ لازم آوے اور یہ مطلب نہیں کہ وسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے و زدت علے الواحد و الثلثین السابقۃ البائع اذا انکر قیام العیب للحال لا یحلف عند الامام و لو اقر بہ لزمہ کما مر فی خیار العیب صاحب بحر الرائق نے کہا اور کتیس مسائل سابقہ پر مین نے یہ مسائل زیادہ کیا اول یہ کہ بائع جب قیام عیب فی الحال کا انکار کرے تو اوس سے قسم نہ لیجائگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اوسکو لازم ہو چنانچہ مذکور ہوچکا خیار العیب مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ مشتری نے دعویٰ کیا مثلاً غلام فراش پر پیشاب کر دیتا ہی اور بائع اسکا منکر ہی تو اُسپر قسم نہ آویگی و الشاھد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف و لو اقر بہ ضمن ما تلف بہا اور شاہد جب کہ رجوع عن الشہادۃ کا انکار کرے تو قسم نہ لیجائگی اور اگر رجوع کا اقرار کرے تو ضامن ہوگا اُس مال کا جو اُسکی گواہی سے تلف ہوگیا و السارق اذا انکرھا لا یستحلف للقطع و لو اقر بہا قطع و ذکر الاسبیجابی و لا یحلف الاب فی مال الصبی و لا الوصی فی مال الیتیم و لا المتولی فی المسجد و الاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد فیحلفون حینئذ انتہی اور چور جب چوری کا انکار کرے تو قطع ید کیواسطے درصورت نکول اوس سے قسم نہ لیجائگی یعنے لزوم مال کیواسطے البتہ قسم لیجائگی کذا فی الطحطاوی اور اگر چوری کا اقرار کریگا تو ہاتھ قطع کیا جائیگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہیں لیجاتی باپ سے صغیر کے مالمین اور نہ وصی سے یتیم کے مالمین اور نہ مسجد اور اوقاف کے متولی سے یعنے درصورت دعوے خیانت باپ ور وصی اور متولی پر قسم نہیں مگر جبکہ اونپر عقد کا دعوے ہو تو اب اونسے قسم لیجائگی انتہے کلام البحر یعنے اگر باپ یا وصی یا متولی پر اراضی صغیر یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوے کرے اور وہ منکر ہو تو اوس سے قسم لیجائگی قلت و زدت علی ما ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیۃ تنویر البصائر کے مصنف نے کہا مین کہتا ہون اور مین نے چند مسائل زیادہ کئے صاحب بحر الرائق کے مذکورات پر الاولی لو ادعی رجل شیئاً و اراد استحلافہ فقال المدعی علیہ ھو لابنی الصغیر فلا یحلف و فی فتاوی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعاً فاذا استحلف فنکل و المدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدق للمدعی کان کما قال و ان کذبہ ضمن الوالد قیمۃ الارض و توخذ الارض من المدعی و تدفع للصبی و ھل ھذا الا کما لو اقر لغائب لم یظہر جحودہ و لا تصدیقہ لا تسقط عنہ الیمین فکذلک ھنا قلت و علی الاول رجوع ھذہ الی قول المصنف و لا یستحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقر بہا للصبی ظہر انہا من مالہ و فیہ تامل پہلا مسئلہ تنویر البصائر کا یہ ہی کہ اگر دعوے کیا ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعی علیہ سے قسم لینا چاہا تو مدعی علیہ نے کہا کہ وہ چیز میرے صغیر بیٹے کی ہی تو قسم نہ لیجائیگی اور فتاوے فضلی مین ہی کہ اسپر قسم ہی سبکے قول مین پھر جب اوس سے قسم طلب ہوئی سو اوسنے قسم نہ کھائی اور جسکا دعوے ہی وہ زمین ہی تو زمین مدعی کو دلائی جاویگی پھر صغیر کے بالغ ہونیکا انتظار کیا جائیگا اگر بعد بالغ ہونیکے صغیر نے مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوس مدعی نے کہا اور اگر اوسنے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضامن ہوگا مدعی کو کذا فی الحلبی اور زمین مدعی سے لیکر صغیر کو دیجائیگی اور یہ مسئلہ بمنزلہ اوسکے ہی کہ اگر مدعی علیہ نے اُس شخص غائب کیواسطے اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب ظاہر نہیں تو مدعی علیہ سے قسم ساقط نہوگی تو اوسیطرح یہان اقرار صغیر مین بھی ساقط نہوگی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور قول اول کے بموجب یعنے درصورت عدم یمین رجوع اس مسئلہ کا مصنف بحر الرائق کے اوس قول کیطرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مالمین قسم نہین اوسواسطے کہ جب باپنے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہوگیا کہ متنازع فیہ صغیر کے مال سے ہی اور اسمین تامل ہی ہم طحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہ ہی کہ صاحب بحر کا کلام اوس صورت مین ہی جب متحقق ہوجاوے کہ وہ صغیر ہی کا مال ہی اور یہان صغیر کا مال ہونا ثابت نہیں مگر باپکے اقرار سے اور یہ بھی ممکن ہی کہ شاید مدعی علیہ نے ابطال دعوے مدعی کا حیلہ کیا ہو ھی الثانیۃ لو اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء قال فی المنازل و لو ان رجلا اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء الی ان قال و ان قال الدار لابنہ الصغیر و لابنیہ فلا یمین علی المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقرار لغیرہ بعد ذلک

۲ اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ گھر اوسکے صغیر بیٹے کا ہے اور شفیع کے پاس گواہ نہیں خرید پر تو مشتری پر قسم نہین اسواسطے
کہ اوسکو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہوگیا تو جائز نہیں غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا بعد اسکے م غیر ولد سے بائع مراد ہے یعنے اگر قسم مشتری پر لازم ہوا اور شاید وہ قسم سے انکار کرے تو وہ گھر شفیع کو
دیا جاوے اور صغیر کی ملک سے نکل جاوے الثالثة لو کان فی ید رجل غلام او جارية او ثوب ادعاه رجلان فقدماه الی القاضی فاقر به لاحدهما ثم اراد الاخر تحليفه فان
ادعی ملکا مرسلا او شراء من جهته لم يكن له ان يحلفه فان ادعی عليه الغصب فله تحليفه لانه لو اقر بالغصب يجب عليه الضمان كذا فی النوازل
۳ اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی یا کپڑا ہے جسکا دو مردون نے دعوی کیا سو دونون مدعاعلیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اوسنے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اوسکی قسم کا ارادہ کیا
سو اوسنے ملک مرسل یا اسکی خرید کرنیکا مدعاعلیہ سے دعوی کیا تو اوسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اوسپر غصب کا دعوے کیا تو اوسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعاعلیہ غصب کا اقرار کریگا تو اوسپر
ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل م اگر مدعی ثانی غیر کا اقرار کریگا تو اوسپر ضمان واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اوسکے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو ملی اور اوسکا اقرار دوسرے پر حجت نہین
غاية الامر یہ ہے کہ دوسرے مقر لہ قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ملک مرسل یہ کہ وہ ملک اوسمین بیان نہو یعنے بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت کے ملک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے
سولھوین مسئلہ سے فقط ملک مرسل کی قید اسمین زیادہ ہے الرابعة لو اشتری الاب لابنه الصغير دارا ثم اختلف مع الشفيع فی مقدار الثمن فالقول للاب
بلا يمين كما فی كثير من كتب المذهب ۴ اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیواسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت مین تو باپ ہی کا قول معتبر ہے بلا قسم جیسا کہ اکثر کتب
اہل مذہب مین ہے یعنے قسم اسواسطے نہین کہ باپ پر صغیر کے مال مین قسم نہین چنانچہ مذکور ہو چکا الخامسة لو ادعی السارق انه استهلك المسروق ورب المسروق
انه قائم عنده فالقول للسارق ولا يمين عليه ۵ اگر سارق نے دعوے استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق ہی کا قول معتبر ہے اور
اوسپر قسم نہین م یہ مسئلہ مفروض ہے سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو الليث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استهلك المسروق
بعد ما قطعت يده هل يضمن قال لا ويستوی حكمه فيما استهلكه قبل القطع و بعد القطع قيل له فان قال السارق قد هلك وقال صاحب المال
لم تستهلك وهو عندك قائم هل يحلف قال يجب ان يكون القول قول السارق ولا يمين عليه فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق
کا جسنے مال مسروق کو مستہلک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اوسپر ضمان لازم آویگا جواب دیا کہ ضمان نہین اور سارق کا حکم یکسان ہے استہلاک مال مین قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر
اون سے سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اوسکو مستہلک نہین کیا اور وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجاویگی کہا ابو القاسم نے واجب
یہ ہے کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے م طحطاوی نے کہا یہان ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکسان ہے السادسة اذا وهب لرجل شيئا واراد الرجوع فادعی الموهوب له
هلاك الموهوب فالقول قوله ولا يمين عليه كما فی الخانية وغيرها ۶ جب ایک مرد کو کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینیکا سو موہوب لہ نے موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو
موہوب لہ کا قول معتبر ہوگا اور اوسپر قسم نہین کما فی الخانية وغيرها السابعة ادعی عليه انك وصی فلان الميت فانكر لا يحلف ۷ مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانی میت کا
وصی ہے سو اوسنے انکار کیا تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی م یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارھوین مسئلہ کے ساتھ الثامنة ادعی عليه انك وكيل فلان فانكر انه وكيل فلان لا يحلف
وهما فی البزازية ۸ مدعاعلیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اوسنے انکار کیا کہ مین فلانیکا وکیل نہین تو اوس سے قسم لیجاویگی اور یہ دونون مسئلے بزازیہ مین ہین م یہ مسئلہ بھی
خانیہ کے چودھوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعة قال الواهب شرطت العوض وقال الموهوب له لم تشترط فالقول له بلا يمين ۹ واہب نے کہا کہ مین نے ہبہ بشرط عوض کیا اور موہوب
لہ نے کہا کہ تو نے عوض شرط نہین کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ مین یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرة اشتری العبد شيئا فقال البائع انت محجور فقال العبد
انا ماذون فالقول له بلا يمين ۱۰ اگر غلام نے کوئی چیز خرید کی سو بائع نے غلام کو کہا کہ تو محجور ہے یعنے مولے نے تجھکو تجارت کی اجازت نہین دی ہے سو غلام نے کہا مین ماذون
فی التجارة ہون تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحادية عشرة اذا اشتری عبدان من عبد فقال احدهما انا محجور وقال الاخر انا و انت ماذون
لنا فالقول له بلا يمين ۱۱ جب ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خریدی سو ایک غلام نے کہا کہ مین مجحور ہون اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونون ماذون فی التجارة ہین تو قول معتبر

اوسکا ہی جو مدعی ہی اذن کا بلا یمین اسواسطے کہ صدق بیع قرینہ ہی اوسکا الثانیة عشرة باع القاضی مال الیتیم فردہ المشتری علیہ بعیب فقال برأتنی منہ فالقول
قولہ بلا یمین وکذا لو ادعی رجل فیما اجارة الوصی الیتیم و اراد تحلیفہ لم یحلف لان قولہ علی وجہ الحکم فکذا فی کل شیئ یدعی علیہم ۱۱ قاضی نے یتیم کا
مال بیچا سو مشتری نے اوسکو پھیر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجھکو اوس عیب سے بری الذمہ کر دیا ہی تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایکشخص نے اجارہ زمین یتیم کا دعوی کیا
تو ایجاب قاضیکے اور اوسنے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہی یعنے حاکم پر قسم نہیں اور یہی حکم ہی ہر چیز کے دعوے کا قاضی پر الثالثة عشرة
لو طالب ابو الزوجة زوجها بالمهر فلہ ذلك لو صغیرة او کبیرة بکرا ولو اختلف الاب والزوج فی بکارتها ولا بینة للزوج والتمس من القاضی
تحلیفہ علی العلم بذلك عن ابی یوسف انہ یحلف وذکر الخصاف فانہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان صاحب الدین
ابرأہ و انکر الوکیل لا یحلف الوکیل وکذلك هنا کذا فی الظهیریة ۱۳ اگر زوجہ کے باپنے اوسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اوسکو جائز ہی اگر زوجہ صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور
زوج نے اوسکی بکارت میں اختلاف کیا اور گواہ نہوں زوج کی عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپکے قسم لینے کا اسکے عدم علم پر ابو یوسف سے روایت یوں ہی کہ
اوس سے قسم لیجائیگی اور خصاف نے ذکر کیا کہ اوس سے قسم نہ لیجائیگی چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یوں دعوے کرے کہ صاحب دین نے اوسکو دین معاف کر دیا ہی اور وکیل اسکا منکر ہو تو اوس سے
قسم نہ لیجائیگی اسیطرح یہاں بھی قسم نہ لیجائیگی کذا فی الظهیریة الرابعة عشرة اشتری امة فادعی ان لها زوجا فقال البائع لها زوج عبدی فطلقها قبل البیع او مات
فالقول لہ بلا یمین کذا فی السراجیة واللہ اعلم هذا التحریر من خواص هذا الکتاب کذا فی حاشیة الاشباہ للشرف الغزی ۱۴ اگر کسی نے لونڈی خریدی
مشتری نے دعوے کیا کہ اس لونڈی کا زوج ہی یعنے اس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع نے کہا کہ اوسکا زوج میرا غلام ہی سو اوسنے اوسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مر گیا
تو بائع کا قول معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیة واللہ اعلم اس قسم کی تحریر اس کتاب کے خواص میں سے ہی اسیطرح مذکور ہی شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ میں قلت فی حاشیتها للشیخ
صالح زاد سبعة فنقول شارح کہتا ہی میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح کے حاشیہ اشباہ میں سات مسئلے اور زیادہ کئے ہیں سو ہم اونکو بیان کرتے ہیں الخامسة عشرة لو طعن
المدعی علیہ فی الشاهد وقال هو ادعی هذہ الدار لنفسہ قبل شهادتہ فانکر فاراد تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۱۵ اگر مدعا علیہ نے شاہد میں طعن کیا کہ اوسنے
اس گھر کا اپنی ذات کیواسطے دعوی کیا تھا قبل اس شہادت کے سو شاہد نے اسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اوس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السادسة عشرة لو کان
الترکة مستغرقة بدیون جماعة باعیانهم فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم هو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لہ لم یقبل فلم یحلف
مجمع الفتاوی ۱۶ جب ترکہ جماعت معین کے دین میں مستغرق ہو پھر دوسرا قرضخواہ آوے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہی میت کا لیکن اوس سے قسم لیجائیگی
اسواسطے کہ اسوقت میں گر اوسکے دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اوس سے قسم بھی نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السابعة عشرة رجل علی رجل الف درهم فقال قضیتها ثم ادعی
اقرارہ هل یحلف باللہ ما اقررت قال الدبوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۱۷ ایکمرد کے دوسرے مرد پر ہزار درہم ہیں سو اوسنے ہزار کا اقرار
کیا پھر اپنے اقرار سے منکر ہو گیا اوس سے اللہ کی قسم لیجائیگی کہ میں نے اقرار نہیں کیا دبوسی نے کہا کہ ہاں قسم لیجائیگی اور صفار نے کہا کہ نہیں اور اوس سے تو نفس حق پر لیجائیگی ہزار درم ہونے پر قسم
لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی الثامنة عشرة دفع لآخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعة وقال الدافع بل لنفسک لا یحلف المدعی علیہ قال القاضی القول
لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان وهو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۱۸ ایکشخص نے دوسرے کو مال دیا پھر دونوں مختلف ہوے سو جسنے مال لیا تھا کہا کہ میں نے بطور امانت کے قبضہ
کیا تھا اور دینے والے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کیواسطے یعنے قرض لیا تھا تو قسم نہ لیجائیگی مدعا علیہ سے قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال کا ہی اسواسطے کہ وہ سبب ضمان کا مقر ہی یعنے قبض مال غیر کا
مجمع الفتاوی سے هم دعوے ودیعت سے غرض یہ ہی کہ اوسپر ضمان لازم آوے اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے ودیعت کے امانت دار پر ضمان نہیں اور قول قاضی بیان ہی حکم مسئلہ یعنے جب مدعا علیہ سے
قسم نہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی التاسعة عشرة رجل قدم رجلا للقاضی وقال ان فلان ابن فلان توفی ولم یترك وارثا غیری و
علی هذا کذا او هذا اصل المال فانکر المدعی علیہ دعواہ فقال الابن استحلفہ ما یعلم انی ابنہ وانہ مات لم یحلف بل یبرهن الابن علیهما ثم تحلیفہ علیہ لیس تحتہ

لابیه من المال وقیل یستحلف علی العلم الاول قول الامام والثانی قولهما وقال الحلوانی الصحیح قول الثانی انه یحلف ولوالجیه ۹ اگر کسی مرد آیا ایک مرد کو قاضی کے پاس اور کہا کہ فلاں ابن فلاں مرگیا اور اوسنے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا میرے اور اوس میت کا اس پر اتنا اور اتنا مال ہے سو مدعا علیہ نے اوسکے دعوے کا انکار کیا تو مدعی کے بیٹے نے کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجئے اسکی کہ وہ نہیں جانتا کہ مین اوسکا بیٹا ہون اور وہ شخص نہین مرگیا تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ بیٹا اپنی ولدیت اور اوسکی موت گواہی سے ثابت کریگا پھر مدعا علیہ قسم لیجائیگی اپنے باپ کے مال کے دعوے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوس سے قسم لیجائے علم پر یعنے نفی علم ولدیت اور موت پر پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنے ابو یوسف کا قول صحیح ہے کہ اوس سے قسم لیجائے کذا فی الولوالجیہ طحطاوی نے کہا تخصیص ابو یوسف کی اسکی مفید ہے کہ محمد اونکے ساتھ نہیں ہیں حالانکہ پہلی عبارت اسکے مخالف ہے یعنے وہان حلف لینا صاحبین کیطرف منسوب ہے انتہے ہم اکثر نسخ مین الصحیح قول الثانی باضافت ہے اور اگر قول کا لفظ معرف باللام ہو تو تخالف عبارتین باقی نہین ابو یوسف اور محمد دونون کا قول ٹھہر جاوے واللہ اعلم ومنها العشرون لو ادعی علیه الف درهم فقال المدعی علیه للقاضی انه قد کان ادعی علی هذه الدعوی عند قاضی بلد کذا وخرج من دعواه ذلک فابرأنی عن هذه الدعوی فحلفه انه لم یبرأنی منها فان حلف حلفت ماله علی شئ اختلفت فیه والصحیح انه یستحلف علی دعواه ولوالجیه اور از انجملہ ۲۰ اگر ایک شخص پر دعوی کیا ہزار درم کا سو مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہ دعوی مجھپر فلانے شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی اپنے اس دعوے سے نکل بھاگا تھا سو اوسنے مجھکو بری الذمہ کر دیا تھا اس دعوے سے سو قاضی صاحب اس سے قسم لیجئے کہ اسنے مجھکو اس دعوے سے بری الذمہ نہیں کر دیا پھر اگر مدعی یہ قسم کھائیگا تو مین یہ قسم کھاؤنگا کہ اوسکا مجھپر کچھ نہیں ہے اسمین روایت مختلف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اُسکے دعوے پر قسم لیجائیگی کذا فی الولوالجیہ ہم یعنے مدعی سے قسم لیجائیگی مدعا علیہ کے دعوے برأت پر اس طرح پر کہ مین نے اسکو اپنے اس دعوے سے بری الذمہ نہین کیا طحطاوی نے کہا کہ مجھکو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جیسا کہ مذکور ہو ومنها لو ان رجلا ادعی علی رجل انه خرق ثوبه واحضر الثوب معه للقاضی واراد استحلافه علی السبب یحلف علی السبب اور از انجملہ ۲۱ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر یہ دعوی کیا کہ اوسنے اسکا کپڑا پھاڑا اور وہ اپنے ساتھ کپڑا بھی لایا قاضی کے پاس اور اوس سے قسم لینا چاہا سبب پر تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی سبب پر ہم یعنے مدعا علیہ سے یون قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ مین نے اسکو نہیں پھاڑا اسواسطے کہ پھاڑنا کبھی مالک کے اذن سے بھی ہوتا ہے یا کپڑا مدعا علیہ کا تھا اور اوسنے اسکو اپنی ملک کی حالت مین پھاڑا پھر اوسکو بیچ ڈالا تو استحلاف علی السبب مین حرج ہے بلکہ اس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لیجائیگی **فائدہ** قلت وبهذه مع ما قبلها صارت اثنتین وخمسین مسئلة فلیحفظ

فائدہ مین کہتا ہون ان چند مسائل سابقہ کے ساتھ ملکر باون ۵۲ مسئلے ہوئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حلبی نے کہا باون نہیں بلکہ چھپن ۵۶ ہوئے ۱۳ خانیہ کے اور بحر الرائق کے ۲۶ اور تنویر البصائر کے ۱۴ اور ۳ جواہر الجواہر کے وقد افاد الامام الحلوانی ان الجهالة کما تمنع قبول البینة تمنع الاستحلاف ایضا الا اذا اتهم القاضی وصی الیتیم او قیم الوقف ولا یدعی شیئا معلوما فانه یحلف نظرا للوقف والیتیم والله اعلم اور امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوے کی جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے مگر جب کہ متہم کرے قاضی یتیم کے وصیکو خواہ وقف کے متولیکو اور کسی چیز معین کا دعوی نکرے تو اوس سے قسم لیجائیگی بلحاظ وقف اور یتیم کے واللہ اعلم **قوله الاشباه** القاضی اذا قضی فی مجتهد فیه نفذ قضاؤه الا فی مسائل الخ ای فینقض فیها حکم الحاکم یہ قول ہے اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے اوس امر مین جسمین اجتہاد مجتہدین مختلف ہے تو اوسکا حکم جاری ہو جائیگا مگر چند مسائل مین الی آخرہ یعنے چند مسائل مستثنی مین حاکم کا حکم توڑا جائیگا نافذ نہوگا ہم حموی نے کہا کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے اور قاضی مقلد کو تو حکم کرنا سوا اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہیں یہانتک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کریگا تو اُسکا حکم نافذ نہوگا انتہی یعنے مثلا اگر قاضی حنفی مذہب شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم کریگا تو اُسکا حکم نافذ نہوگا اور فتاوی کازرونی مین شیخ شبلی سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف اور حالانکہ صاحبین کا قول اوس مسئلہ مین مرجح نہیں تو اُسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائیگا کذا فی الطحطاوی شارح نے اشباہ کے مسائل مستثنے کو بسبب کثرت کے نقل نکیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنے اگر قاضی مجتہد اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباس ؓ اگرچہ اسکے قائل تھے لیکن یہ قول مخالف کتاب و سنت کے معتبر نہوگا علاوہ اسکے اس مسئلے سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح اور ثابت ہے

قال ابن المصنف الشیخ صالح بن محمد بن عبد الله فی حاشیته علیها المسماة بزواهر الجواهر النضیر علی الاشباه والنظائر وقد ظفرت بمسائل اخر فزدتها تتمیما للفائدة وقسمتها علی ثلثة اقسام الاول ما المجتهد فیه مسائل والثانی ما اختلفوا فیه والثالث ما لا نص فیه عن الامام

واختلف اصحابنا فیہ وتعارضت فیہ تصانیفہم مسئلہ میں شیخ صالح ابن محمد بن عبد اللہ غزی نے اپنے اشباہ کے حاشیہ میں جسکا نام زواہر الجواہر النضیرہ علی الاشباہ والنظائر کہا اور التبہ میں شتی مسائل اور پلٹے ہیں سو میں نے اونکو پڑتال کیا ہی تا فائدہ پورا ہو جاوے اور انکو تین قسم کیا ہی پہلی قسم وہ جسمیں ہمارے مشائخ یعنے امام و صاحبین مختلف نہیں ہیں دوسری قسم وہ ہی جسمیں وہ مختلف ہیں اور تیسری قسم وہ جسمیں امام سے نقل صریح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنے مصنفین اہل مذہب اوسمیں مختلف ہیں اور اونکی تصانیف اسمیں متعارض ہیں فمن القسم الاول اذا باع دارا وقبضها المشتری واستحقت منہ وتعذر علی البائع ردہا فقضی علی البائع للمشتری ببدل ارمثلہا فی المواضع والمحلۃ والاذرع والبناء کقول عثمان البتی ثم رفع لقاض اخر ابطلہ والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمہ بقیمۃ ذلک مع الثمن سو قسم اول سے یہ مسئلہ ہی کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور اوسپر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق استرداد ہوا اوس سے یعنے غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اوسکا پھیرنا متعذر ہوا سو قاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اوسکے برابر ہو باعتبار مساکن اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں چنانچہ عثمان بتی کا یہ مذہب ہی پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضیکے پاس تو اوسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کر دے مگر یہ کہ مشتری نے اوسمیں عمارت بنائی ہو یا درخت لگایا ہو تو اوسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنہا لو قضی ببطلان شفعۃ الشریک ثم رفع لقاض اخر فانہ ینقضہ لمخالفتہ لنص الحدیث اور ازانجملہ یہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضیکے پاس مرافعہ ہوا تو اوسکو باطل کرے کیونکہ یہ حکم نص حدیث کے مخالف ہی ومنہا المحدود فی قذف اذا قضی بشی بعد توبتہ ثم رفع الحکم لقاض لا یراہ ابطلہ اور ازانجملہ یہ کہ جس قذف کی حد پڑی جب کہ وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اوسکے تائب ہونیکے گواہی سے پھر اوسکا مرافعہ ہوا اوس قاضیکے پاس جسکا یہ مذہب نہیں ہی تو اوسکو باطل کر دے ہم محلے آدمی نے کہا اور ایک نسخہ میں بعد توبتہ ہی تاء مثناۃ فوقانیہ لیکر یعنے محدود فی القذف اپنے توبہ کرنیکے بعد قاضی ہو کر حکم کرے ومنہا لو حکم اعمی ثم رفع لقاض لم یرہ نقضہ لانہ لیس من اہل الشہادۃ والقضاء فتحہ اور ازانجملہ ہی اگر اندھا حکم کرے پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضیکے پاس ہو جو اوسکو جائز نہیں جانتا تو اوسکو باطل کر دے اسواسطے کہ اندھا اور اسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی ہونا تو شہادت سے بھی بالاتر ہی اور یہ دونوں مسئلون کی دلیل ہی ومنہ اذا حکم بشہادۃ الصبیان ثم رفع لاخر نقضہ لانہ کالمجنون فی کذا اما اداء النائم فی نومہ اور ازانجملہ یہ کہ جب قاضی لڑکون کی گواہی سے حکم کرے پھر اوسکا دوسرے قاضیکے پاس مرافعہ ہو تو اوسکو باطل کر دے اسواسطے کہ یہ مجنون کے مانند ہی اور اسیطرح وہ مسئلہ ہی جبکہ سوتا آدمی سونیکی حالت میں گواہی ادا کرے اور اوسپر کوئی حکم کرے لازم الابطال ہی ہم اگرچہ بعضون کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہو لیکن یہ مخالف ہی نص قرآنی کے لہذا لازم الابطال ہی قال اللہ تعالے واستشہدوا شہیدین من رجالکم یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ دو گواہ کر لو اپنے مردونمیں سے یعنے مسلمانون میں سے دو مرد گواہی میں شرط ہیں حالانکہ اطفال کو رجال نہیں بولتے ومنہ الحکم بشہادۃ النساء وحدہن فی شجاج الحمام ودفع لاخر لا یمضیہ اور ازانجملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے سر زخمون میں حمام کے اندر اور اوسکا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اوسکو جاری نرکھے بلکہ باطل کر دے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہی ومنہ الحکم باجارۃ المدیون فی دینہ لا ینفذ اور ازانجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اوسکے دین میں نافذ نہوگا ومنہ القضاء بخط شہود اموات لا ینفذ اور ازانجملہ حکم کرنا مردہ گواہون کے خط دیکھکر نافذ نہیں ومنہ القضاء بجواز بیع الدراہم بالدنانیر نسیئۃ اور ازانجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا دنانیر سے ادہار یعنے ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہی اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہی ومنہ القضاء بشہادۃ اہل الذمۃ فی الاسفار وفی الوصیۃ ثم رفع لمن لا یراہ نقضہ اور ازانجملہ حکم کرنا کافر ذمیون کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا اوس قاضیکے پاس جسکا یہ مذہب نہیں تو اوسکو باطل کرے ومنہ اذا قضی بشیء ورفع لاخر فنقضہ ولم یبین وجہ النقض امضی نقضہ اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا حکم کیا پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضیکے پاس ہوا سو دوسرے حاکم نے اوسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نکیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری کیا جاویگا اسواسطے کہ صدور نقض میں اصل یہی ہی کہ علی وجہ الصحۃ ہو کذا فی الحاوی ومنہ اذا باع رجل من اخر عبدا او امۃ ومضی علی ذلک مدۃ ثم ظہر فیہ عیب لم یقر البائع بہ ولم تقم بینۃ بانہ کان موجودا عندہ فرد القاضی علی البائع ثم دفع لحاکم اخر فانہ یبطل الرد ویعیدہ للمشتری اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے کے ہاتھ غلام یا لونڈی کو بیچا اور اوسپر

حاشیہ
بلکہ نسخہ میں بعد شفعۃ
کے بعد یہ عبارت ہی
دیکھو الشفعۃ
الشریک [illegible]
اور حاکم کو
تو [illegible]
[illegible] شفعہ
ثابت [illegible] ۱۲

مدت گذر گئی پھر اُسمین وہ عیب ظاہر ہوا جسکا بائع اقرار نہین کرتا اُسپہ گواہ بھی قائم نہین کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا تو قاضی نے اُسکو بائع پر رد کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو وہ اس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اوسکو پھیرے ومنہ اذا حکم بتحریم بنت المرأة التی لم یدخل بہا ثم رفع لحاکم آخر ابطل حکم الاول لمخالفتہ نص وربائبکم اللاتی فی حجورکم الآیہ اور از انجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اوس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اُسکے زوج نے صحبت نہین کی اور قبل صحبت کے طلاق دی پھر اُسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہوا اور حرام ہین تمہاری ربیبہ جو تمہاری گود مین ہین تمہاری ان عورتون سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اون سے صحبت نکی تو تمپر کچھ گناہ نہین ومن القسم الثانی اذا اختلف الصحابة علی قولین ثم اخذ الناس باحد قولیہ وھو ترکوا الآخر فحکم القاضی بالمتروک لم ینقض عندہ خلافاً للثانی اور قسم ثانی یعنے جسمین امام اور صاحبین مختلف ہین یہ مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف ہون دو قول پر پھر لوگون نے اونکے ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا سو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اسکو نہ توڑے بخلاف ابو یوسف کے ومنہ اذا وطی ام امرأتہ وحکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاھلا فھو فی سعة وان عالما لایحل لہ المقام معہا لان القضاء لایحل ولا یحرم خلافاً لابی حنیفة اور از انجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنے زنا کیا اور حالانکہ ہنوز منکوحہ سے قربت نہین ہوئی کذا فی جامع الفصولین تو قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اوسکے مخالف اعتقاد رکھتا ہو تو حاکم ثانی اسکو باطل نکرے پھر اگر زوج جاہل ہے تو وہ کشایش مین ہے یعنے منکوحہ کے پاس رہنا اوسکو جائز ہوا اور اگر عالم ہے تو اُسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہین اسواسطے کہ قاضی کا حکم حرام کو حلال نہین کرتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اونکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لازم ابطال ہے کذا فی الطحطاوی وذکر الحاکم فی المنتقی فی رجل وطی ام امرأتہ فقضی ان ذلک لایحرمہا ثم رفع لآخر فرق بینہما وذکر ذلک مطلقاً فالظاہر ان ذلک مذھبہ او قول الامام لمخالفتہ نص ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم وھو الوطی اور حاکم نے اوس مرد کے حق مین ذکر کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہو گیا کہ وہ وطی اوسکی منکوحہ کو حرام نہین کرتی پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا وہ تفریق کر دے زوجین مین اور حاکم نے اوسکو مطلقاً ذکر کیا بلا خلاف امام اور صاحبین تو ظاہر یہ ہے کہ تفریق حاکم کا مذہب ہے یا امام کا قول ہے بسبب اُسکے مخالف ہونیکے اس نص قرآنی کے کہ نہ نکاح کرو جو تمہارے باپون نے نکاح کیا عورتون سے اور نکاح سے یہان وطی مراد ہے یعنے اوس عورت سے قربت نکرو جس سے تمہارے باپون نے قربت کی ہو لیکن مذکورہ اس مسئلہ کی دلیل نہین ہو سکتی بلکہ اوس مسئلہ کی دلیل ہے جسکو جامع الفصولین مین اس طرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے جواز نکاح مزنیہ ابیہ کا حکم دیا یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہوگا کہ اسکی حرمت کتاب اللہ مین منصوص ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا قضی بخلاف مذھبہ غلطاً ووافق قول مجتہد ثم رفع لآخر امضاہ عند الامام وقالا ینقضہ لانہ غلط والغلط لیس بمجتہد فیہ اور از انجملہ جب کہ قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑ گیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ اوسکو جاری رکھے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اُس کو باطل کر دے اسواسطے کہ وہ غلط ہے اور غلط مجتہد فیہ نہین ہم جامع الفصولین مین ہے کہ قضا فی المجتہدات نافذ ہے سب علما کے نزدیک بالاجماع لیکن سزاوار یہ ہے کہ قاضی عالم ہو مواضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے مذہب کے موافق حکم کرے تا جمیع علما کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہو اور اگر قاضی کو مواضع اجتہاد کا علم نہو تو اُسکے نفاذ حکم مین ہمارے علما سے دو روایتین ہین یعنے صحت اور عدم صحت اور اگر قاضی مجتہد ہے سو اوس نے غیر کے مذہب پر بھولکر حکم کیا تو حکم امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر عمداً حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ نافذ نہین بموجب اوسکے زعم کے اور صاحبین ہی کے قول پر فتوے ہے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول پر فتوے ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ المدیون اذا حبس لایکون حبسہ حجراً علیہ وقال القاسم بن معن حجر فلو حکم بہ ثم رفع لآخر نقضہ وقالا لا ینقض فلو حکم الثانی بہ نفذ ولم ینقض اور از انجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اُسکا حبس مانع اوسکے تصرفات کا نہین اور قاسم بن معن نے کہا کہ مانع تصرفات ہے سو اگر قاضی نے اوسکے منع تصرف کا حکم کیا پھر اسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اوسکو باطل کر دے اور صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے سو اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنے باتفاق ومن القسم الثالث

اذا حکم بالشاهد والیمین فی الاموال ثم رفع لحاکم یری خلافه نقضه عند الثانی وعن الامام لا لاختلاف الآثار اور تیسری قسم سے یہ مسئلہ ہی جب حاکم نے حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر مالی مقدمات مین پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اُسکے خلاف ہی تو اس حکم کو باطل کرے ابو یوسف کے نزدیک اور امام سے ایک روایت یہ ہی کہ باطل نکرے بسبب اختلاف آثار کے یعنے بعضے آثار ایک شاہد اور یمین حکم کے جواز پر دلالت کرتے ہین اور بعضے عدم جواز پر مترجم موافق تقسیم سابق کے مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا اسواسطے کہ قسم ثالث وہ ہی جسمین امام سے روایت نہو حالانکہ اسمین امام سے روایت موجود ہی مگر یہ کہ روایت کسیکے روایت معتبر اور دیکھو ومنه اذا قضی القاضی بشهادة الاب لابنه او لجده ثم رفع الی آخر لا یراه امضاه عند الثانی و ینقضه عند محمد ۳ اور ازانجملہ یہ کہ جب قاضی باپ کی گواہی پر اوسکے بیٹے یا دادا کیواسطے حکم کرے پھر دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک اسکو جاری رکھے اور محمد کے نزدیک اسکو باطل کرے ومنه اذا تزوج الثانی بابنته من الزنی وحکم الحاکم بحل ذلک ثم رفع لمن لا یراه ابطله لانه مما یستشنعه الناس ذکره فی شرح الطحاوی اور ازانجملہ یہ کہ جب زانی نے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اسکے حلال ہونیکا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا اوس حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو اوسکو باطل کردے اسواسطے کہ اسکو لوگ معیوب جانتے ہین مترجم لوگون سے اہل فضل مراد ہین اور مناسب تھا کہ اسمین خلاف کو مذکور کرتا اسواسطے کہ قسم ثالث سے ہی ومنه رجل اعتق عبدا ثم مات المعتق ولا وارث له ثم قضی القاضی بمیراثه للمعتق ثم رفع الی الحاکم آخر نقضه وجعل ماله لبیت المال عند ابی یوسف وهو صحیح لقوله صلی الله علیه وسلم انما الولاء لمن اعتق ولا یلزم مولی الموالاة لانه مستحق بالعقد وهو قائم بهما فاستویا کالزوجیة فاغتنم هذا المقام فانه من جواهر هذا الکتاب والله اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب اور ازانجملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنیوالا مر گیا اور اُسکا کوئی وارث نہین پھر قاضی نے اوسکی میراث غلام آزاد کو دلائی پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کرکے اوسکا مال بیت المال کیواسطے ٹھہرادے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہی بدلیل اس حدیث صحیح کے کہ میراث اسی شخص کے واسطے ہی جسنے آزاد کیا یعنے غلام آزاد کے واسطے میراث نہین اور مولی العتاقہ پر مولی الموالاۃ کا اعتراض لازم نہین آتا اسواسطے کہ مولی الموالاۃ مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہی اور عقد مذکور دونون مین قائم ہی تو دونون میراث پانے مین برابر ہو گئے جیسے زوجیت زوجین مین برابر قائم ہی یعنے مطلق ارث مین نہ مقدار مین سو غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اس کتاب کے جواہرات مین سے ہی اور اللہ تعالی دانا تر ہی ٹھیک بات کا اور اوسی کیطرف مرجع اور مآب ہی مترجم مولی الموالاۃ یہ کہ دو شخص مجہول النسب آپسمین عقد محبت منعقد کرین تو اگر کوئی اونکا وارث نہو تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اوسمین آزاد کرنیوالا فقط اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہی اور غلام آزاد اُسکا وارث نہین ہوتا

خاتمة الطبع

الحمد للہ کہ جلد ثانی غایۃ الاوطار ترجمۂ در المختار ماہ نومبر سنہ ۱۹۰۲ع مطابق شہر صفر
سنہ ۱۳۲۰ ہجری قدسی مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین
چھپکر طیار ہوئی +

+ + +

+

کنزالدقائق۔ فقہ کی معتبر کتاب مصنفہ مولوی نصیرالدین کریانی۔

مالابدمنہ مع وصیت نامہ۔ مصنفہ قاضی سنااللہ پانی پتی

فقہ عربی

فتاوی عالمگیری۔ علمانے متفق ہوکر مسائل ضروریہ فقہ عبادات اور معاملات کا ایک اعلی درجے کا ذخیرہ عہد دولت عالمگیر مین بموجب مجوزہ بادشاہ کے بنایا جسکی چار جلدہین کاغذ سفید۔

۱۔ جلداول۔ جسمین مسائل کتاب الطہارۃ سے تاکتاب الحج ہین۔

۲۔ جلددوم۔ کتاب النکاح سے تاکتاب الوقف۔ سلسل ہندسہ جلداول ودوم یکجائی۔

۳۔ جلدسوم۔ کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک۔

۳۔ جلدچہارم۔ کتاب الشفعہ سے تاکتاب الفرائض۔

ایضاً۔ کاغذ خاکی۔

یہ فتاوی کثیرالضخامت کمال درجہ کا مستند اور متداول ہی کہ تمام قلمرو زیر حراست بلاد اسلامی مین اسی فتاوی کے مسائل پر خواہ وہ مسائل عبادات سے ہون یا معاملات سے عملدرآمد اور انصرام کار عدالت اسلامی کا اسی کتاب کے مسائل پر موقوف ہی اور علماے ہند کا اسپر اتفاق ہی۔

کیا غریب صنعت چھاپہ کی اختراع ہوئی ہی کہ جسکے ذریعے سے ایسی کتابین بڑے بڑے حجم کی خوشخط اور صحت مین خوب میسر آجاتی ہین اور اس ارزانی کے ساتھ تمام ملک محروسہ اسلامی وغیرہ شہر مین مل سکتی ہین یہ انسان کو ایک موہبت عظمی مواہب الہی سے تصور کرنا اور شکر بجالانے کا مقام ہی لہذا اہل علم ایسے گوہر بے بہا کو نقد جان سے اگر خرید فرماوین تو بجا ہی۔

عینی شرح ہدایہ۔ حامل المتن اور حاشیہ پر پورا ہدایہ بھی چڑھا ہی مولفہ شیخ ابا محمد بن احمد العینی یہ شرح بہت کمیاب اور نادرات سے ہی سارے ہندوستان مین تلاش صرف ایک کتاب بہم پہونچی جسکی نقل ہوکر بصحت وکوشش تمام چھپی یہ کتاب چار جلد مین ہی۔

۱۔ جلداول۔ کتاب الطہارت سے تاکتاب الحج دو ٹکڑے یعنی دو حصے مین

۲ جلددوم۔ کتاب النکاح سے تاکتاب الوقف دو ٹکڑے یعنی دو حصے مین۔

۳۔ جلدسوم۔ کتاب البیوع سے تاکتاب الغصب۔

۴۔ جلدچہارم۔ کتاب الشفعہ سے تامسائل شتی۔

در مختار فی شرح تنویرالابصار۔ بہت عمدہ فتاوی اہل اسلام کے مسائل اور فتوون کا اسی کتاب پر زیادہ دار ومدار ہی۔ اول تو اسکا متن تنویرالابصار ہی ایک جامع کتاب ہی اور جب اسکی شرح ہوگئی پھر توکوئی مسئلہ کوئی احتمال کوئی جزئی مسئلہ باقی نہ رہا مولانا بالفضل اولنا مشہور خاص وعام گردہ اسلام محمد علاؤالدین حنفی اسکے مصنف ہین سبحان اللہ خداے تعالی نے استخراج مسائل اور اختراع جزئیات کی قوت استعدادی اور ملکہ راسخہ انکو ایسا عطا فرمایا تھا کہ حتی الوسع انھون نے اپنے تبحر اور فضیلت سے کوئی بات ناتمام نہین چھوڑی۔ احتمال سے احتمال اور جزئی سے جزئی اور مسئلہ سے مسئلہ پیدا کیا ہی اگرچہ علم فقہ کے بہت سے فتاوی مثل فتاوی عالمگیری اور فتاوی قاضی خان اور فتح القدیر اور عینی اور کنزالدقائق وغیرہ تصنیف ہوئے ہین اور ہر ایک کی شان علیحدہ علیحدہ ہی مگر جس خوبی اور بسط اور انکشاف مسائل کی یہ کتاب تصنیف ہوئی ہی اسکی طرز ہی سب سے نرالی ہی عبارت نہایت صاف اور سلیس ہی جسمین اجنبی اور غریب لغت نام کو بھی نہین ہی اور فی الحقیقت ایسے عالیشان فتاوی کی ایسی ہی عام فہم عبارت ہونی چاہیے۔

۱۔ جلداول۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲۔ جلددوم۔ کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔

۳۔ جلدسوم۔ کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک۔

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتیٰ۔

فتاوائے قاضی خان۔ مصنفۂ قاضی حسن بن منصور بن محمود آوزجندی مع فتاوائے سراجیہ حاشیہ پر بڑے رتبے کا فتاوی ہی مقبول العلما بڑی کوشش سے بصحت تمام چھپا ہی چار جلدمین۔

۱۔ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲۔ جلد دوم۔ کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔

۳۔ جلد سوم۔ کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتیٰ۔

اور اکثر ارباب افتا کا اسی کے مسائل پر عمل ہی۔

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک مصنفۂ عبد اللہ بن احمد النسفی۔

جامع الرموز۔ ست اول مین العلمار از کتاب الطہارۃ تا کتاب القضا چار حصہ

شرح وقایہ۔ مصنفۂ محمود بن صدر الشریعۃ بن عبید اللہ بن جمال الدین المحبوبی محشئے مع رسالۂ دائرہ ہندیہ از مولوی خادم احمد فقہ حنفیہ کی درسی کتاب ہی جلدین اولین عبادات مین چھپین۔

شرح وقایہ مع چلپی۔ حاشیہ شرح وقایہ کا نہایت مستند ہی کمال رعنا محشیٰ ہوکر چھپا ہی چار جلد یعنی کتاب الطہارۃ وکتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ اور جو حواشی کثرت سے تھے اور کافی حاشیہ مکتفی نہ تھا لہذا علحدہ اوراق پر چھاپ کر اپنی جگہ پر لگا دیے ہین۔

ذخیرۃ العقبیٰ۔ حاشیہ شرح وقایہ کا مصنفۂ علامہ اخی یوسف بن جنید چھاپہ کلکتہ سے نقل ہوکر چھپا۔

ملا مشہ۔ حاشیۂ شرح وقایہ مصنفۂ ملا اخوند شہ کتاب البیوع سے کتاب الع[illegible] تک

فتاوی کنز الدقائق۔ محشی مصنفۂ عبد اللہ بن مسعود النسفی چار جلد مین کتاب الطہارۃ وکتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ وما یتعلق بہا سب مذکور ہین وغیرہ حاشیہ پر

قدوری۔ مصنفۂ ابو الحسن بن احمد بن محمود بن جعفر البغدادی بتصحیح علمائے فرنگی محل طبع ہوئی۔

شرح الیاس۔ محشی چارون جلد کتاب الطہارۃ سے تا کتاب الشفعہ اسمین مذکور ہین۔

جلدین اولین۔

جلدین آخرین۔

ایضاً۔ کاغذ خطائی۔

ایضاً۔ مطبوعۂ قدیم کاغذ سفید۔

[illegible] البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ بچون کے دودھ پلانے کی مدت میعادی ازراہ شریعت۔

اصول فقہ عربی

حسامی محشیٰ۔ متن متین ہی مصنفہ مولانا حسام الحق بصحت علمائے فرنگی محل لکھنؤ چھپی۔

کتاب التحقیق۔ معروف بہ غایۃ التحقیق یہ شرح حسامی کی ہی از مولوی عبد العزیز بن احمد النجاری بصحت علمائے فرنگی محل چھپی

اصول شاشی محشیٰ۔

توضیح تلویح۔ مع سہ حاشیہ کمیاب مصنفۂ صدر الشریعۃ۔

۱۔ حاشیۂ چلپی۔ مصنفۂ حسن چلپی۔

۲۔ حاشیۂ شیخ الاسلام۔ مصنفۂ مولانا شیخ الاسلام۔

۳۔ حاشیۂ خسرو۔ مصنفۂ ملا خسرو۔

شرح مسلم الثبوت۔ مصنفۂ بحر العلوم ملا عبد العلی بصحت علمائے فرنگی محل چھپی۔

اشباہ النظائر۔ شرح حموی از سید احمد بن محمد حنفی۔

نور الانوار۔ شرح منار اصول فقہ مین تصنیف مشہور از ملا جیون اُستاد عالمگیر محشئے الحواشی ذیل۔

(۱) حاشیۂ قمر الاقمار۔

(۲) رسالۂ احکام النفائس۔

(۳) رسالۂ ترویح الجنان۔

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتیٰ۔

فتاواے قاضی خان۔ مصنفۂ قاضی حسن بن منصور بن محمود آذر جندی مع فتاواے سراجیہ حاشیہ پر بڑے رتبے کا فتاویٰ ہی مقبول العلما بڑی کوشش سے بصحت تمام چھپا ہی چار جلدمین۔

۱۔ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲۔ جلد دوم۔ کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔

۳۔ جلد سوم۔ کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تامسائل شتیٰ۔

اور اکثر ارباب افتا کا اسی کے مسائل پر عمل ہی۔

عینی شرح کنز الدقائق محشی کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک مصنفۂ عبد اللہ بن احمد النسفی۔

جامع الرموز۔ ستہ اول مین العلماء از کتاب الطہارۃ تا کتاب القضا چار حصہ

شرح وقایہ۔ مصنفۂ محمود بن صدر الشریعۃ بن عبید اللہ بن جمال الدین المحبوبی محشے مع رسالۂ دائرۂ ہندیہ از مولوی خادم احمد نفقہ حنفیہ کی درسی کتاب ہی جلدین اولین عبادات مین چھپین۔

شرح وقایہ مع چلپی۔ حاشیہ شرح وقایہ کا نہایت مستند ہی کمال رعایت محشیٰ ہو کر چھپا ہی چار جلد یعنی کتاب الطہارۃ وکتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ اور جو حواشی کثرت سے تھے اور کاتب حاشیہ کا مکتفی نہ تھا لہذا علحدہ اوراق پر چھاپ کر اپنی جگہ پر لگا دیے ہین۔

ذخیرۃ العقبیٰ۔ حاشیہ شرح وقایہ کا مصنفۂ علامہ اخی یوسف بن جنید چھاپہ کلکتہ سے نقل ہو کر چھپا۔

ملا مشہ۔ حاشیۂ شرح وقایہ مصنفۂ ملا اخوند مشہ کتاب البیوع سے کتاب الوصایا تک

فتاویٰ کنز الدقائق محشی مصنفۂ عبد اللہ بن مسعود النسفی چار جلد مین کتاب الطہارۃ وکتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ وماتیعلق بہا سب مذکور ہین ومہرہ حاشیہ کی

قدوری۔ مصنفۂ ابو الحسن بن احمد بن محمود بن جعفر البغدادی بتصحیح علماے فرنگی محل طبع ہوئی۔

شرح الیاس۔ محشیٰ چارون جلد کتاب الطہارۃ سے تا کتاب الشفعہ اسمین مذکور ہین۔

جلدین اولین۔

جلدین آخرین۔

ایضاً۔ کاغذ فاختائی۔

ایضاً۔ مطبوعۂ قدیم کاغذ سفید۔

[illegible]ۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ بچون کے دودھ پلانے کی مدسیادی از راہ شریعت۔

اصول فقہ عربی

حسامی محشیٰ۔ متن متین ہی مصنفہ مولانا حسام الحق بصحت علماے فرنگی محل لکھنؤ چھپی۔

کتاب التحقیق۔ معروف بہ غایۃ التحقیق یہ شرح حسامی کی ہی از مولوی عبد العزیز بن احمد النجاری بصحت علماے فرنگی محل چھپی

اصول شاشی محشیٰ۔

توضیح تلویح۔ مع سہ حاشیہ کمیاب مصنفۂ صدر الشریعۃ۔

۱۔ حاشیۂ چلپی مصنفۂ حسن چلپی۔

۲۔ حاشیۂ شیخ الاسلام مصنفۂ مولانا شیخ الاسلام۔

۳۔ حاشیۂ خسرو۔ مصنفۂ ملا خسرو۔

شرح مسلم الثبوت مصنفۂ بحر العلوم ملا عبد العلی بصحت علماے فرنگی محل چھپی۔

اشباہ والنظائر۔ شرح حموی از سید احمد بن محمد حنفی۔

نور الانوار۔ شرح منار اصول فقہ مین تصنیف مشہور از ملاجیون استاد عالمگیر محشے بحواشی ذیل۔

(۱) حاشیۂ قمر الاقمار۔

(۲) رسالۂ احکام النفائس۔

(۳) رسالۂ ترویح الجنان۔